٤٥٨	مقدمہ فدک میں ابوبکر رضی کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رضا کا ثبوت ۔	٤٩٣	حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ابوبکر کے ساتھ آخر عمر تک کلام نہ کرنا روایات شیعہ سے بھی باطل ہے
[illegible]	معاملہ فدک میں درباب رضاء فاطمہ رضی بخاری کی حدیث کی توجیہ	٥٨٦	حضرت حیدر کرار رضی کا صحابہ الثلاثہ رضی سے جدا رہنا اور کفار کے مقابلے میں شریک ہونا جو کیا جاتا ہے محض کذب و افترا ہے ۔

التماس ضروری

کافۂ اہل سنت و جماعت علمائے پیشوایان دین سلمہم اللہ رؤسا و سادات پشت پناہ اہل اسلام و تاجران ذی اقتدار و جملہ خواص و عوام سے بصد ادب یہ التماس ہے کہ تحریب معاندین دین کی امانت اور شکوک و شبہات مخالفین سے اور حمایت و صیانت ہو تو دنیا میں کافی ہے خداوند تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ والله واہم ... مستعفر میں قرار دو ... لقیں کے زمانہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ میں جیسا کہ بر خلاف اہل کتب شوم نہ کوئی ... صحابہ کرام و ازواج امہات المؤمنین کو سب و شتم و من طعن کرنا وظیفہ ہو گیا ہے اگرچہ بعض علمائے کرام نے ہیبت تشیع کے رد و ابطال میں جد و جہد کو نہایت تصور کو پہنچا دیا ہے اور کوئی مرحلہ باقی نہیں چھوڑا جس کو طے نظر آیا ہو تاہم میدان مناظرہ ایسا وسیع ہے کہ اس کی جزئیات کا حصر و احاطہ دشوار ہے اور اکثر علمائے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم نے تو کما حقہ اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور بایں عدم ... چند مواقع میں مجھ کو جو موانع تاباً سے ... پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ مشہور کتب مذہبی دستیاب نہیں ہوتے اور جو اور کتب دستیاب ہوں تو ان کو الزام نہیں دیا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ زیادہ کتب جو دن وان ... کے دشوار ہے اور دو ... توجہ امر ذی ... ممکن نہیں جب فقیر نے اس وادی میں قدم رکھا اور پہلی سرا میں یہ مانع پیش آیا تو باوجود تمام تفتیش کے اہل سنت کے یہاں کہیں بیاذ خیرہ کتب کیسو معلوم نہ ہوا جس جگہ سے وہ کتابیں لیکر ان کو تلاش کیا جاوے آخر بعد تلاش و تجسس حسب کتب بہم پہنچا اور بعض نادیدہ فراہم کیں لیکن یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ایسا ذخیرہ فراہم کیا جاوے جو کتب مذہبی شیعہ کو حاوی ہو تو بہت ہی اہل برادران ... ہے چنانچہ اس خیال کے تبرا احباب نے تائید کی اور ذخیرہ کتب مذہبی و مناظرہ جلائے تعین عموماً اور کتب مذہبی مناظرہ شیعہ ... خصوصاً

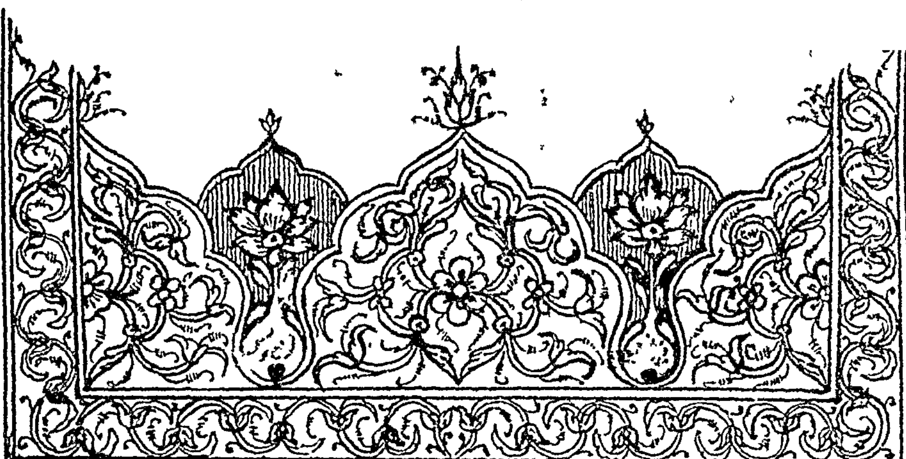
کی جمع میں جو ارباب کرم ...

اور اس کتاب کی فہرست ...

اس غرض سے کیا جاوے کہ ...

امداد فرماویں اور ترغیب دلاکر قدردانی کریں یہ ذخیرہ کتب کتب خانہ مدرسہ عربی دیوبند میں جو اس وقت میں علوم دینیہ کی تعلیم کے اعتبار سے منبع الانہار ہے اور شہرت کی رو سے آفتاب نصف النہار ہے وہ ذخیرہ زیر اہتمام مہتمم مدرسہ موصوف رکھا جاویگا اور جب معقول ذخیرہ فراہم ہو جاویگا تو بعد روداد سالانہ کیفیت مدرسہ اور عام اخبارات کے شائع کرا دیا جاویگا کہ اس جگہ فلاں فلاں حضرات کی عنایت و امداد سے معتد ذخیرہ کتب فراہم ہو گیا ہے اہل اسلام میں سے جس کو ضرورت ہو اور کتابوں کا دیکھنا چاہیں وہ مدرسہ موصوف میں دیکھ لے چنانچہ فقیر بھی اپنی کتب اس قسم کی بعد فراغ ان شاء اللہ تعالیٰ مدرسہ موصوف میں رکھیگا۔ یہ التماس ہے کہ جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہو کر دین کی اعانت امداد فرماویں سو حضرات اہل کرم کتابوں سے امداد فرما سکتے ہیں مثل علمائے اور مالکان مطابع اور تاجرین کتب کہ وہ کتابوں سے امداد فرماویں یا جو ارباب کرم نقد سے اعانت فرما سکتے ہیں مثل رؤسا و امرا وغیرہ کے وہ نقد عطا فرماویں۔ اور جن حضرات کے پاس کوئی اس قسم کی کتاب ہو اور وہ دینا پسند فرماویں تو بیکو حرکت نقل کرنے کیلئے اس کی جو قیمت چندہ وہ کے ہی عنایت فرماویں۔ اور جو کچھ عنایت فرماویں یا بخدمت جناب مہتمم مدرسہ عربی دیوبند ضلع سہارنپور بھیجیں یا بحضور خدام حضرت مولانا مولوی الحاج مولانا رشید احمد صاحب ادام اللہ ظلال برکاتہم بمقام گنگوہ ضلع سہارنپور بھیجیں یا مؤلف رسالہ بندہ خلیل احمد عفی عنہ مدرس عربی مدرسہ ریاست بہاولپور صانہا اللہ عن الفتن والشرور کے پاس ارسال فرماویں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ملتمس خلیل احمد عفا اللہ عنہ



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك حمداً كثيراً طيباً مباركاً يا من هو متصف بالمجد والعلو وصفات الكمال ومنزه عن شوب
النقائص والقبائح والزوال تنزهت ذاته. وتقدست اسمائه وصفاته. لا اله الا هو الكبير المتعال
الذي انزل علينا احسن الحديث كتاباً متشابهاً مثاني تقشعر منه الجلود. منه ايات محكمات
هن ام الكتاب. يهدي بها الى دار الخلود. قرآناً لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من
خلفه تنزيل من حكيم حميد. فرقاناً بين الحق والباطل ونوراً وهدى للناس فالذين كفروا بايات الله
لهم عذاب شديد. فاكمل لنا الدين القويم. واتم به نعمه الظاهرة والباطنة علينا وعلى عباده المومنين.
ونصلي ونسلم عدد خلقه وزنة عرشه ومداد كلماته دائماً متواليا على رسوله وخير خلقه سيدنا ومولانا محمد سيد
المرسلين خاتم النبيين قائد الغر المحجلين رسول الثقلين امام القبلتين. الذي عصمنا عن السبل المتفرقة العوجاء
وشرع لنا الشريعة الغراء. وهدانا الملة الحنيفية السمحة السهلة البيضاء. التي ليلها ونهارها سواء. وعلى آله واصحابه
العروة الوثقى للمستمسكين ونجوم الهدى للمستهدين خصوصاً منهم من قوموا الاود وشدوا العمد وكان مكانهم في
الاسلام لعظيم ومصابهم في الاسلام لجرح شديد بشهادة خاتم الخلفاء الراشدين بل كانوا كمثل نوح وابراهيم
من النبيين على لسان سيد المرسلين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين. اما بعد

بندہ حافظ الاابراہیم خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی رحمۃ اللہ علیہم ساکن قصبہ
انبہٹہ ضلع سہارنپور جسکو فخر تلمذ دوزمین اہلسنت کے ساتھہ حضرت خاتم المحدثین استاذ البریہ مولف
تحفہ اثناعشریہ سے حاصل ہے ارباب دین و دیانت و فہم و فراست و عقل و کیاست کی خدمات
مین عرض کرتا ہے کہ جو نہ ہمارا بین اس عاجز کے اور سید فرزند حسین صاحب شیعی اثناعشری کی مسایل مختلف
فیہا مین تحریری گفتگو ہو رہی ہے۔ اوسکا اصلی قصہ یہہ ہے کہ میری عنایت فرما میر جی عنایت احمد
صاحب سلمہ اللہ تعالی اور مولوی ابو الطیب غفر اللہ لہ نے ایک سوال متعلق مسئلہ خلافت محررہ سید
فرزند حسین صاحب جو حسب عادت حضرات شیعہ متضمن کلمات طنز و تعریض آمیز و طعن خیز نسبت صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم و دیگر اکابر اہلسنت رحمۃ اللہ علیہم تھا۔ بغرض تحریر جواب میری پاس بہیجا قطع
نظر اخلاق و تہذیب کے اوسکے دیکہنی سے معلوم ہوا کہ میر صاحب کو اپنی مذہبی محرمات کی بہی خبر
نہیں ہے کیونکہ محدثین و مفسرین شیعہ نے ائمہ رضوان اللہ علیہم سے بروایات صحیحہ نقل فرمایا ہے کہ اعدا کی
مثالب بیان کرنا اور اونکی نسبت طعن و تعریض کرنا اور سب و شتم کرنا حرام ہے اور اسکا مرتکب ائمہ رضی اللہ عنہم کی زبان مبارک سے
ملعون ہے محمد بن مرتضی اپنی تفسیر صافی مین زیر آیت ولا تسبوا الذین الخ نقل کرتے ہین وفی الکافی عنہ
(ای عن الصادق)- فی حدیث وایاکم وسب اعداء اللہ حیث یسمعونکم فیسبوا
اللہ عدوا بغیر علم وفی الاعتقادات عنہ انہ قیل انا نری فی المسجد رجلا
یعلن بسب اعدائکم ویسبہم فقال مالہ لعنہ اللہ یعرض بنا قال اللہ تعالی ولا
تسبوا الذین یدعون الآیہ علاوہ ازین بسبب خروج امام حجاب تقیہ کو رفع کرنا اور شیعہ کو بلا اکراہ کہ اسلام
سے خارج ہونا ہے چنانچہ یہ مقالات صدوق ہیں کہ یہہ امر مثل روز روشن ثابت ہے اور روایات مباحث ائمہ مین
بضمن محل مناسب مذکور ہونگی یہہ امر یقینی ہے کہ یہہ جہگڑا اور نزاع جو اسلام کے دو عظیم فرقونمین جو ہا

ـــ کافی مین امام صادق رض سے ایک حدیث مین مروی ہے اپنے آپکو بچاؤ اللہ کے دشمنون کو برا کہنی سے کیونکہ وہ تم سے سنکر
اللہ کو برا کہینگے۔ اپنی جہل و عداوت کی سبب۔ اور اعتقادات مین امام صادق رض سے مروی ہے اونکی خدمت مین عرض کیا گیا کہ ہم دیکہتے
ہین مسجد مین مرد کو تمہاری دشمنونکو علی الاعلان سب و شتم کرتا ہے فرمایا اوسکو کیا ہوا اللہ لعنت کرے ہم پر تعریض کرتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لاتسبوا الذین الخ

[illegible]

سال سے چلا آتا ہے جسنے باہم دونو فرقون مین ایسا تفرقہ ڈالدیا جیسا کفر و اسلام مین واقع ہے بلکہ اوس سے
بھی کچھہ بڑھکر اور اسکا اسطرح طی ہونا ممکن نہین اور میدان مناظرہ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک
فریق دوسری کے جواب مین کچھہ نہ کچھہ کہہ سکتا ہے - دنیا کی حالاتین غور کرنے سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ اگر بمقابلہ ادیان باطلہ کچھہ لکھے تو وہ بھی جواب دینے سے دریغ نہین کرینگے - پھر کوئی
مسئلہ مختلف فیہا ایسا باقی نہین رہا - کہ مسلمان فریقین نے کماحقہ اوسکی بحث و تفتیش اور تجولی
اوسکی چھان بین نہ کی ہو اور جد و جہد کو اوسکی تحقیقات مین نہایت قصوی کو نہ پہونچایا ہو یہی وجہ ہے
کہ علماء اہلسنت نے یہہ عقبات و مراحل طے کر کے استراحت فرمائی ہے اور بعد ازان ضرورت
اسطرف توجہ نہین فرمائی اور شیعہ کی کتابین دیکھنا اور انسے الجھنا اور جدال و مناظرہ متروک کردیا
چنانچہ دوسری اہل مذاہب باطلہ کی ساتھہ بھی یہی کیفیت ہے اور تمام اہل مذاہب بحمد اللہ تعالی اہلسنت
کا لوہا مان گئی ہین جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اوسنے منہہ کی ہی کہائی چنانچہ اہلسنت کے
ان مباحثونکی قصے جو حال مین ہی واقع ہوئی ہین - جیسا کہ آگرہ کا مباحثہ پادری فنڈر وغیرہ کے ساتھہ
اور چاندپور ضلع شاہجہان پور کا معرکۃ الآرا مباحثہ ہنود اور عیسائیون کے ساتھہ مثل آفتاب نیم النہار
روشن ہین - جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہین شعر تردی تمنا فیہم لہم اعداءہم
والفضل ما شہدت بہ الاعداء - رسالی نہایت اختصار کے ساتھہ اس عاجز نے اوسکا جواب لکہا اور
ایجاز کی ساتھہ بجواب مطاعن مذہب اہل التشیع کی شنائع اور علماء شیعہ کی غلطیان بطور نمونہ عرض
کین لیکن مقصود اس سے یہہ تہا - کہ میر صاحب متنبہ ہو جائین اور سمجھہ لین کہ اس چھیڑ چھاڑ سے کچھہ
فایدہ نہین بحول اللہ تعالی نہ اہلسنت کچھہ اپنی مذہب مین بودی اور کم زور ہین - نہ مذہب تشیع
کی قبائح و شنائع مخفی و مستور رہ سکتی ہین پہر کیون اہل حق سے چھیڑ چھاڑ شروع کرتے ہین - اور مصداق
اس قول کے ہوتے ہین شعر ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد - ساعد سیمین خود را رنجہ کرد بحمد اللہ
تعالی تیرہ سو [۱۳۰۰] برس سے اہل سنت اور اونکا مذہب حسب وعدہ خداوندی متعلقہ مضمون آیت کریمہ
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ[1] عموماً تمام ادیان و مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر جو ابتداء حدوث سے
سر تقیہ مین مستور و مستتر رہا ہے غالب چلا آیا ہے اور انشاء اللہ تعالے حسب وعدہ تا قیام قیامت
غالب رہیگا۔ پھر کسکا حوصلہ ہے جو اوسکے آگے ہاتھ ملا دے۔ لیکن میر صاحب کو بدین وجہ کہ اونکو
اپنے مذہب سے واقفیت نہین ہے صرف مناظرہ کی ہی کتابین دیکھی ہین اور نیز خیال ہے کہ اہلسنت
کتب شیعہ کی دیکھنے کو خود ہی حرام سمجھتے ہین اور اون سے متنفر ہین اور عام طور پر کتابین بھی
دستیاب نہین ہو سکتی جو ہر کسیکو الزام اونکا موقع میسر ہو اور ہم اہل سنت کے مذہب سے واقف ہین
پس اہلسنت بمقابلہ ہماری کیا جواب دیسکتے ہین۔ متنبہ نہوا۔ اور برخلاف بخصوص ائمہ رضا کے
جنکی تفصیل عنقریب مباحث آیندہ مین مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ اسکی
یہہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کے لوگون سے گفتگو اور چھیڑ چھاڑ کا اتفاق ہوا اگر علماء سے سلسلہ
چھیڑا تو اونہون نے تو فضول و لغو سمجھکر التفات نہین فرمایا اور عوام ہماری جو اپنے مذہب سے ہی
چندان واقف نہین ہوتے دوسرونکا جواب کیا دیسکتے تھے اسلئے آپکا دماغ عرش برین پر جا پہنچا
اور بیہودگی نیت کا تخیل سر مین سمایا اور اوس مختصر تحریر کے جواب مین جو تقریباً بقدر تین چار
ورق کے ہوگی ایک طومار طویل الذیل لکھکر بواسطہ عزیزان موصوفین بماہ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ
میری پاس بھیجا۔ اگر اوس تحریر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ جز ہون گویا بزعم
خود خصم کو لاجواب کر دیا اور میدان مناظرہ جیت لیا مجھکو وہ تحریر سفر کے روا روی مین
جبکہ مین وطن مالوفہ کیطرف عازم تھا اسٹیشن لیہ میانہ پر ملی تھی اسلئے ہنگام قیام وطن مین
اوسکو دیکھہ بھی نہین سکا سلخ رجب مع الخیر بہاولپور اپنے وطن اقامت کیطرف مراجعت کی تو وقت
اوسکو تامل کی نظر سے دیکھا۔ باللہ العظیم مین باوجود اپنی ہیچمدانی کے اوس تحریر کو ہرگز اس لائق
نہین سمجھتا کہ علماء اوسکی طرف التفات فرمائین چہ جائیکہ اوسکو قابل جواب سمجھا جائے اور دل
نہ چاہتا تھا کہ اوسکے جواب پر قلم اوٹھایا جاوے چنانچہ اس امر کی تصدیق ابھی ہوا چاہتی ہے لیکن

[1] وہ ذات وہی جسنے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر تاکہ غالب کرے اوسکو تمام ادیان پر گرچہ برا لگے کافرون کو۔۱۲

پہر بہی وہی عزیز تحریر جواب الجواب پر مصر اور دراندیشہ ہوے اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب نہ لکہا جائیگا
تو پہر میر صاحب کا تکبر اور بہی دوبالا ہوگا اور اونکا وہی خیال خام پختہ ہو جائیگا ان حضرات کا اصرار
تو تہا ہی علاوہ اسکی حضرت دستگیر درماندگان بادیہ ضلالت رہنماے گمرہان وادی جہالت شمس العارفین
بدر الکاملین الفقیہ الکامل والمحدث البارع المفسر الزاہد شیخی و مرشدی و سیدی و سندی و ذخیرتی لیومی
والغد مولائی و مولی العالم مولانا الحافظ الحاج جناب مولوی رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال برکاتہم علی
رؤس المسترشدین نے بہی بنظر بعض مصالح وقت جواب الجواب لکہنے کی نسبت ارشاد فرمایا کہ تحریر عنقریب ان
کو تحریر ارشاد فرمایا۔ بندہ نے بتعمیل ارشاد حضرت مخدوم دامت برکاتہم جواب الجواب لکہنے کا تہیہ کیا
اور کتب ائمہ شیعہ واہم کتب اونکو مطالعہ کرکے کچہہ کچہہ لکہنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ
سے چندی پابندی وقت اور التزام میسر نہوا۔ جب اسطرح اس رسالہ کی چند اجزاء لکہہ چکا تو بذریعہ عام اخبارات
اور خاص تحریرونکی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لدہیانہ میں جعفر خانصاحب شیعہ کے مکان پر
منعقد ہوا اور اسمین فیما بین مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ انبہٹوی وغیرہ اہلسنت اور میر فرزند حسین
صاحب وغیرہ اہل تشیع کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جسمین حسب وعدہ صادقہ خداوندی زمرہ
اہل حق غالب آیا۔ اور فرقہ اہل تشیع میر فرزند حسین صاحب وغیرہ علی رؤس الاشہاد ساکت و مفحم ہوئی
میر صاحب وغیرہ کیطرف سے سوال ثبوت حقیت خلافت افضل الصدیقین تہا۔ جسکو مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ
نے آیت نور سے مثل آفتاب نورانی کرکی دکہلادیا اور مولوی مشتاق احمد صاحب وغیرہ کیطرف سے سوال
ابطال عصمت ائمہ کا تہا جو حضرت میر صاحب سے بن نہ آیا۔ وکیف کہ [1] الحق یعلو ولا یعلی [ع]
ارشاد ہے اور وعدہ ہے۔ [2] بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق
حضرات شیعہ کی عصمت کی نسبت دعوی محض خیالی پلاؤ ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالی مساعد ہے
نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقوال ائمہ کرام مثبت ومؤید۔ سبحان اللہ حضرات شیعہ کے

[illegible]

ابطال عصمت ائمہ

[1] سچی بات اونچی رہتی ہے نیچے نہیں ہوتے۔ [2] بلکہ پہینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے
پس توڑتا ہی سر اوسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے ۔۱۲

محدثین و مفسرین خود بھی ائمہ کی نسبت ایسی روایت کرتے ہیں کہ آیت + اِنَّ الَّذِیْنَ
یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی
الْکِتٰبِ اونہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور نیز اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ
سے بھی ائمہ ہی مراد ہیں چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی باب کتمان علم میں ان روایات کے
تخریج کی ہے جس سے معاذ اللہ اونکا تئین حق اور انکی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر ہوتا ہے اور خود
بھی اونکی عصمت کے بھی مدعی ہیں پر خیال کرنے کی جب جگہ ہے کہ معصومیت اور ملعونیت یعنی چہ
الغرض بعد اس ساجھہ کی میں نے خیال کیا کہ مکرمی میر جی عنایت احمد صاحب سلمہ کا جو مدعا تحریر جواب سے تھا
وہ باحسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں رہی۔ کہ میر صاحب کی جواب الجواب لکھنے میں تضییع
اوقات کیجاوے۔ چنانچہ حضرت مخدوم دام برکاتہم کی خدمت میں بھی خیال اپنا بعرض عشرہ
لکھی جسکا خلاصہ مدعا یہہ تھا۔ کہ اس رسالہ کی تحریر سے جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا
پھر علاوہ حرج اوقات اور اخلال و اہمال مشاغل دینیہ کی اس تحریر میں کلمات متضمن سوء ادب
بجناب بزرگان دین مجبوری قلم سے نکلتی ہیں۔ اگرچہ اونکا صادر ہونا محض الزاما یا نقلا شیعہ
کی روایات و مذہب سے ہی اور عقاد دلی سے نہیں بلکہ دلی اونکو نہایت مکروہ اور بد جانتا ہوں اگر اجازت
ہو تو اس تحریر کو موقوف و ملتوی کر دوں بجواب اسکی حضرت مخدوم دامت برکاتہم نے ارقام فرمایا
جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو کام للہی طور پر شروع کر دیا گیا ہی اوسکا اتمام کو پہنچانا ہی مناسب ہی

ا تحقیق جو لوگ کہ چھپاتے ہیں جو کچھ کہ اتارا ہمنے بینیوں سے اور ہدایت سے پیچھے اسکی کہ بیان کیا ہمنے اوسکو واسطی لوگوں کے بیچ کتاب کے یہ لوگ
لعنت کرتا ہی انکو اللہ اور لعنت کرتے ہیں اونکو لعنت کرنیوالے۔ وعن حمران عن ابی جعفر علیہ السلام نے قول اللہ
ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک نحن واللہ المستعان۔ عن ابن ابی عمیر عن ذکرہ عن
ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی فی علی علیہ السلام ۱۲۔ عن عبد اللہ بن بکیر عن حمران عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فی قولہ اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون قال نحن ہم
تنبیہ اسکی پوری تحقیق اور علامہ مجلسی جو کچھ اسکی تاویل فرماتے ہیں اوسکا جواب مباحث آئندہ میں مفصل مذکور ہی ۱۲ عنہ منہ

ناتمام چھوڑنا مناسب نہین اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھہ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہی
اوسکا انجام بخیر ہے اس تحریر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہی حضرت مخدوم دامت ظلال
برکاتہم کے اس ارشاد سی جب معلوم ہوا کہ امر تحریر بطور عزیمت ہی نہ بطور رخصت اور تحریر
جوابی کوئی چارہ نہین اوسوقت سی کمر ہمت چست باندہکر بالتزام خارج از اوقات مدرسہ
لکھنا شروع کیا ہرچند کہ اس ہیچمدان ضعیف و ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس تحریر کا
لکہا جانا باوجود تنہائے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تہا۔ لیکن محض حق تعالے شانہ کے
فضل و کرم نے دستگیری فرمائے۔ جو کچھہ امداد و اعانت خداوند تعالی شانہ کیطرف سی اس جواب
کی لکھنے مین اس عاجز و ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیان سی قلم و زبان قاصر و کوتاہ
ہین۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سی خارج تہا۔ مگر محض بفضل خداوند
تعالے کتب بقدر ضرورت میسر و فراہم ہوگئین۔ روایات محتاج الیہا جنکا کتب مبسوطہ مین سی
برآمد ہونا غایت تفحص اور نہایت تلاش و تجسس پر منحصر تہا وہ بلا کلفت و تلاش و مشقت تتبع بالکلیہ
یہہ محض اوسیکی امداد سے مضامین متعلقہ اوسی طرفسے ذہن مین وارد ہوے۔ یہہ ہی وجہہ ہی کہ
اس تحریر مین کسی شخص سی استعانت کی ضرورت واقع نہین ہوئی۔ اور وقت التزام سے تقریبا
سات ماہ مین بفضلہ تعالے اختتام کو پہونچ گئی اللھم[1] لا احصی ثناء علیک انت
کما اثنیت علی نفسک اور یہہ سب حضرت مخدوم دامت برکاتہم کی برکات دعوات اور توجہات کا طفیل
ہی ورنہ من کہا نین اور کہان یہہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی۔ حق جل و علا شانہ حضرت
مخدوم کے علم مین اور عمل مین دین مین اور دنیا مین برکت عطا فرماوی۔ اور مراتب قرب پر متصاعد
رکھی اور عالم کو اونکی انوار فیضان سی منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستونکو اونکی جماعت مین محشور
فرماوی۔ اللھم آمین۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔ ولما یسر اللہ تعالے علی اتمامہ
ووفقنی عن اختتام ختامہ جعلتہ بضاعۃ مزجاۃ وہدیۃ محقرۃ اہداۃ لحضرت مولائی و مرشدی وسیلۃ

[1] الٰہی مین تیری ثنا کا احصا نہین کرسکتا ہون کیونکہ تو ویسا ہی ہی جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

یومی عندی اصنع اللہ علیہ اللطیفۃ الخفی والجلی وتوسلت بہ الی خدمتہ لیکون وسیلۃ لنجاتی ۔ وکفیلۃ لرفع درجاتی ۔ فالمرجو من لطف ذالک سیدہ ان یاخذ بید ہذا المذنب الجانی یوم تزل فیہ الاقدام ولا یبالی یوم الفزع الاکبر یوم تزیغ فیہ القلوب وتذوب الاجسام ولما کان تالیفہ علی ذوق امرؤ ذی صیغۃ علی حسب اشارۃ سمیتہ مورخا بہدایات الرشید الی افحام العنید ۔ ناظرین اہل انصاف وتمکین کی خدمات مین التماس ہے کہ بہنگام مطالعہ تحریر ہذا بطور مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر رکھین —

التماس ضروری از ناظرین

اول ناظرین رسالہ اس رسالہ مین اگر کوئی کلمہ ناشائستہ وناسزا بالنسبت جناب حضرت خداوند علام یا بالنسبت شان انبیا ورسل علیہم الصلاۃ والسلام یا بالنسبت حضرات ائمہ ودیگر اہل بیت کرام واصحاب عظام وغیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرماوین ۔ تو اوسکو اس عاجز کے عقیدہ پر محمول نفرماوین ۔ اور یہ نسمجھین کہ بندہ نے یہہ کلمہ اپنی اعتقاد سے لکہا ہی حاشا وکلا ہرگز ہرگز ایسے عقیدہ نہین کہ انمین سے کسیکی شانمین خلاف تعظیم وادب کوئی کلمہ جائز ومباح سمجہا جاوے بلکہ قطعی کفر اور حرام اعتقاد کرتا ہون ۔ فرق اسلامیہ مین سے کوئی فرقہ ایسا نہین کہ جناب خداوندی وانبیا ورسل کے وجوب تعظیم مین کلام ہو ۔ سوائی بعض فرق شیعہ کے یا بعض مرویات امامیہ اثنا عشریہ کے البتہ صحابہ اور اہلبیت کے تعظیم وتوقیر مین شیعہ وخوارج خذلہم اللہ کو غایت درجہ ضعف ہی کہ شیعہ صحابہ کرام کی اہانت کو واجب اور تکفیر وتفسیق کو فرض اعتقاد کرتے ہین اور خوارج خذلہم اللہ اہلبیت کرام کے تذلیل کو واجب اور تفضیل کو فرض اعتقاد کرتے ہین لیکن ہم معشر اہل السنۃ والجماعۃ عموما اپنی اعتقاد مین جیسی اپنی نبی کے اہل بیت نبوت کی محبت اور تعظیم کو ایسا ہی واجب اور جزو اسلام اعتقاد کرتے ہین جیسا کہ صحابہ کی محبت وتعظیم کو واجب اعتقاد کرتے ہین ۔ اور انکی جناب مین گستاخی کو ایسا ہی حرام اور ناجائز سمجہتے ہین جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب مین گستاخی کو ۔ غرض شیعہ وخوارج کو اس باب مین اپنی اعتقاد کی میزان کے دونو پلہ مین برابر وزن کرتے ہین ۔ لیکن چونکہ اس رسالہ مین شیعہ کو انکی روایات سے الزام دینا مقصود ہی ۔ ایسی ہر اتی مثل مشہور نقل کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلمہ قلم سے لکھا گیا ہے وہ مذہب شیعہ کے مطابق ہے کہ یہی مضمون اونکی روایات سے بدلالت مطابقی یا التزامی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانبیا آدم علےٰ نبینا و علیہ الصلواۃ والسلام کا نعوذ باللہ کفر مین ابلیس لعین کے برابر بلکہ دو چند اور سہ چند ہونا۔ حضرات شیعہ کی روایات سے لکھا گیا ہے علاوہ اسکی اور انبیاء کی نسبت خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید کی توہین و تذلیل کرنا اور اوسمین وقوع تحریف و تبدیل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور اونکا فساق و فجار کے مجمع مین تشریف لیجانا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام مسلمانون کے حقوق مین ناجائز تصرف و خیانت کرنا۔ جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبزادی جناب امیر و فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کی دشمنونکی دامن پاک کو فحش کی نجاست سے ملوث کرنا وغیرہا اس قسم کی سب کفریات اور خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استنکار طبع بطور الزام لکھی گئی ہین۔ ناظرین رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ مین دیکھکر چین بجبین نہون۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائین مین بہزار زبان اور صمیم فواد و جنان سے ان کفریات سے تبری و تحاشی کرتا ہون۔

دوم۔ میرزند حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر مین تحریر فرمایا تہا کہ ہماری مقابلہ مین جو عبارتِ تحریر فرماوین بچشم خود دیدہ لکھین۔ تحفہ وغیرہ کی بہروسے پر نہین۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا التزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب خصم سے نقل کرتے ہین وہ چشم دید ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اوسکے جواب مین جو روایت لکھی وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کردیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ اور غیر صحیح الماخذ ہر ایک فریق نے دوسرے فریق سے نقل کی ہین تو اس صورت مین اسقدر کافی ہے کہ جس کتاب سے اوس روایت کو نقل کیا ہے یا دے اوسکا حوالہ دیا جاوے اصل ماخذ منہ سے نقل کرنا کچھہ ضرور نہین۔ ہان اگر خصم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کرے اور لکھے کہ

یہہ روایت کذب و دروغ ناقل ہی - تو اوسوقت اوس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ
مذہب خصم سی لازم ہوگا - باوجود اوس دعوی کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اوس توسیع کے
جو بندہ نے عرض کی میر صاحب نے نقل روایاتمین قطع نظر التزام حوالہ کتب خصوصاً معتبرات کے
صحت نقل کو بہی ملحوظ خاطر نہین کہا - بلکہ بمقتضاء تدین ادعائی روایت کے الفاظ مین مواقف
مطلب مسخ و تحریف فرمائی - مقدمہ نکاح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مین ایک روایت
فتح الباری سی لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہہ ہین لم یکن یقبل منہ
ذلك العذر حتی الحیاء ختم روایت پر کوئی حوالہ نہین دیا جس سی خیال کیا جا سکتا ہی
کہ شاید آپنے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی - حالانکہ فتح الباری مین اس
روایت کا کہین نام و نشان نہین ملا - اگر آپنے فتح الباری سی نقل کی ہی تو فرمائین کہ فتح الباری
مین یہہ روایت کس باب مین کس صفحہ پر مذکور ہی - اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکہا ہی کہ انبیا
مین سی ایک نبی نے بت خانہ مین جانا اور کفار کی عبادت مین شریک ہونا دین حق
کی ترویج کی لئی اختیار فرمایا یہہ بہی محض دروغ ہی - تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ ترجمہ
ایک روایت نقل کرکے جس سی آپکو اہل حق کے مذہب پر کلام مجید مین تحریف کا واقع ہونا
ثابت کرنا منظور ہی اوسکی آخر کا یہہ جملہ لکھا ہی - وقال عثمان رضی اللہ عنہ فی
المصحف لحن وستقیمہ العرب بألسنتہا در ترجمہ اسکا اسطرح کیا ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ
نی کہا کہ قرآن مین لحن در ستقیمہ العرب ہی یہہ لفظ یعنی وستقیمہ العرب بألسنتہا محض حضرت
میر صاحب یا اونکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا مسخ اور تحریف کیا ہوا ہی حاشا
کہ کسی روایت مین یہہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہہ لفظ اسطرح مروی ہے وستقیمہ العرب
بألسنتہا - ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - لیکن ہمنی جسقدر اس رسالہ مین روایات
لکھی ہین حسب قرارداد اکثر اہل تشیع کی کتب معتبرہ سی تلاش کرکے چشم دید لکھی ہین

سے اوسکا یہہ عذر قبول نہین کیا یہانتک کہ اوسکو مجبور کر دیا - ۱۲

اور جس جگہہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی ہی وہان حوالہ بھی دیدیا ہی جس مضمون
مین متعدد روایات نقل کی ہین۔ اور جسجگہہ اگر کچہہ روایات بالواسطہ نقل کی ہین تو دو
ایک روایتین چشم دید بھی لکھی ہین۔ پہر باوجود اسکے اگر کسی جگہہ خلاف معاہدہ ناظرین کوئی
ایسا امر ملاحظہ فرماوین جو سہوا واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذور سمجہین کہ جناب میر صاحب
پہلی اس معاہدہ کو توڑ چکے ہین۔ والبادی اظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی مواقع مختلفہ مین اپنی اخلاق و تہذیب و
شائستگی پر افتخار و ناز فرمایا ہے با اینہمہ ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر مین
بمقتضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تعریضات و مطاعن بھی کہین دریغ نہین
فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیبی کا اوٹہا نہین رکھا کیونکہ فحش اور گالیون تک نہین چوکے
باوجود اسکی بندہ نے ایسی کلمات کی جواب ترکی بہ ترکی سے دانستہ اغماض و اعراض
اختیار کیا ہی اور التزام کیا ہی کہ انشاء اللہ تعالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطور طعن
و تشنیع کے دانستہ نہین لکھیگا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نادانستہ سبقت قلم سے نکل گیا
جسکی نسبت بندہ نے یہہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اوسکی نسبت
نہایت عاجزی کے ساتھہ معافی کا خواہان ہی۔ کہ میرا مقصود کسیکا دل دکہانا نہین ہی
بلکہ خود میر صاحب نے اخر تحریر مین گویا میری طرف سے فرمادیا ہی کہ مباحثہ مذہبی مین احقاق حق و
ابطال باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکہے جاتے ہین۔ جو ناگوار سمع مخاطب ہون
پہر اگر سہوا ایسا کوئی کلمہ نادانستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ بھی واجب العفو ہی۔

چہارم۔ تحریر جواب الجواب کی بارہ مین حضرت میر صاحب کی یہہ فرمایش تہی کہ جواب الجواب
بحذف دمقاطع عبارات اصل جواب بطور قالہ اقولہ کے طور سے ملتقطانہ لکہا جاوے بلکہ
پوری پوری عبارتین جواب کے لیکر تردید کیا جاوے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ نے
پوری پوری عبارتین اور جملے لیکر تردید کی ہے کہین کوئی عبارت نہین چہوڑی۔

جسکا جواب نہ لکھا ہو۔ اور جواب الجواب مین جسکو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے
شروع تحریر مین بطور تمہید کے لکھی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تطویل لاطائل
او فضول ولا حاصل سمجھا اسلئے اوسمین سے تہوڑی تہوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہی
اور مترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر مین درج کیا تہا۔ مین نے بخوف اضخام جواب الجواب
مین اونکو اخذ نہین کیا صرف اصل عبارت کی نقل پر اکتفا کیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر مین مکرر سہ کرر واقع ہوئی ہین اور اونکی جواب
مین جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو تحقیق لکہا ہی اگرچہ ہر موقع مین حتی الوسع طرز
جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکہا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہو نگے
پس ناظرین دقیقہ شناس دلتنگ نہون اور مجکو معاف فرمائین۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب مین مختلف عنوان سے لیکر جواب تحریر
فرمایا ہی کہین کہین بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ
کے ساتہہ عبارت کو اخذ کیا ہی یہہ ہی وجہ ہی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر مین ہی لفظ قولہ
لکہا ہوا تہا اوسجگہ میر صاحب نے اپنی تحریر مین قولہ قولہ مکرر لکہا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک
مستکرہ و مستقبح ہی۔ اسلئے بندہ نے باندیشہ خلط و التباس عبارت نقل عبارت
مین یہہ قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے
شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل مین اوسکی عنوان پر لفظ **قال الفاضل المجیب**
بخط تعلیق بقلم جلی لکہا ہی اور اوسکے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا
جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اونکی تردید کو بلفظ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ**
سے شروع کیا ہی جو بخط نستعلیق جلی ہی اور اس درمیان مین جو لفظ قال یا قولہ یا اقول
میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط نستعلیق باریک لکہا ہی پہر اس جواب کے جسقدر جملے
باقیماندہ ہین اونکو لفظ قولہ خط نسخ جلی سے اور اونکی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے

شروع کی گئی ہی یہانتک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید مین چونکہ اندیشہ خلط والتباس نہ تہا اور تحریر بہی بنظر اختصار چند اقوال ملتقطہ پر کی گئی تہی اسلئی نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخ جلی کی گئی اور اوسکی تردید اسیطرح بلفظ اقول شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکہین۔

ہفتم۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دو تین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خانصاحب سلمہ اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتہہ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجہی ہونگی مذیل و مذنب فرمایا شاید اس سے یہہ غرض ہو کہ اسکا جواب بہی بندہ ہی لکہی لیکن چونکہ اونکے اکثر مضامین کی تردید اس رسالہ مین گذر چکی تہی اور تحریر بہی طویل ہوگئی تہی اسلئی بندہ نے بنظر اختصار اوسکے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو ماسبق پر حوالہ کردیا۔

واذا اشرع فی المرام مستعینا بالملک العلام وہو حسبی ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎

تردید تمہید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکہا جاتا ہے۔ الخ اقول یہہ قصہ تو خدا جانے کہان تک صحیح ہی۔ لیکن علماء اور دعات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ جہانتک دسترس اور موقع پاتے ہین۔ ضعفاء اہلسنت سے اختلاط کر کے مذہبی چہیڑ چہاڑ کرتے ہین۔ اور چکنی چپڑی باتین بنا کر اپنے مذہب کیطرف رغبت دلاتے ہین اور دعوت کرتے ہین۔ قطع نظر اس سے کہ یہہ وتیرہ حضرات شیعہ کا اونکی مذہبی روایات منقولہ بحار الانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالی کسی جگہ تکلف نہین کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہمارے میر صاحب نے بہی مکرمی جنابہمت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتہہ یہہ ہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات مین حضرت مخدوم العالم مولانا و مرشدنا مولوی

رشید احمد صاحب گنگوہی دام برکاتہم اور اون کے تلامذہ وخدام کی ایک مضبوط پشت پناہ حاصل تھی پہلی پیرجی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور اونکو جواب دیئے اور اون کے چالونکو اور پیچو نکو کاٹا پس میر صاحب کا یہہ فرمانا کہ پیرجی صاحب خود اس امر کی بادی ہوے ظاہرا غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ اونکو مباحثہ مذہبی کا شوق ہوا جس سے ظاہر ہے کہ پیرجی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تہا اور اب میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے پہر معلوم نہین یہہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور کس امر سے ناشی ہوا ظاہرا بجز اسکے کہ میر صاحب کی چہیڑ چہاڑ سے پیرجی صاحب کو یہہ شوق مناظرہ پیدا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہین ہی کیونکہ اول عموماً اہلسنت کو مناظرہ کیطرف توجہ نہین ہوتی ہے علی الخصوص پیرجی صاحب تو علوم مروجہ عقلیہ ونقلیہ سے بہی کچہہ ایسی واقف نہین ہین جو اونکو خود بخود بیٹھے بہاے شوق مناظرہ پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہون - جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے اونکا اتحاد قلبی اپنی ساتہہ خیال کرتے ہین تو ممکن نہین کہ آپنے حسب عادت دینی مذہبی چہیڑ چہاڑ نہ کی ہو، اور اونکو اپنے مذہب کیطرف دعوت نہ فرمائی ہو پہر اس بنا پر اگر پیرجی صاحب نے آیت استخلاف لکہکر آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہین ہو سکتے اور اونپر لفظ بادی کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے - باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ آخر مین جو میری تحریر گئی تو تمام علماء دیوبند سے اوسکے جواب سے پہلو تہی کی - اور عقب گذاری کے لئی حیلے و بہانے پیدا کئے ہرچند آپ نے اونکے حیلے قطع کئی - لیکن بزعم آپکے کسی مین جرأت نہوئی کہ آپکا جواب لکہتا یا آپکی مناظرہ کا قصد کرتا - یہہ محض آپکی لن ترانیان مین جو آپکی مجلس مع ملبث دماغ مین سمائی ہوئی ہین - ورنہ فی الحقیقت ہر شخص آپکی تحریر کو دیکہکر معلوم کر سکتا ہی کہ آپکی زبانی دعوے نکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچہہ آشنائی نہین اور یہہ دعاوی بالکل خلاف واقع ہین چنانچہ اس تحریر کے دیکہنی سے

جسکے رد وقدح کے بندہ درپے ہے اور میر صاحب کا مایۂ ناز و افتخار ہی میری اس گذارش
کی بخوبی تصویب یا تصدیق ہوسکتی ہے مگر ہان یہہ مسلم کہ علماء لدہیانہ نے اغماض اعراض
جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب نہ دیا ہوگا لیکن وہ انکے اعراض کا محمل یہہ نہین ہے کہ جو میر صاحب
نے گمان فرمایا بلکہ اونہون نے اسوجہ سے جواب نہ دیا ہوگا کہ ایکو قابل خطاب اور اپکی تحریر کو قابل جواب
نہ سمجہا ہوگا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہین کہ علما فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات
مسائل مین باقی نہین رکہا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو
ہر جگہہ جاری ہوسکتا ہی۔ پہر کیا کوئے عاقل باور کرسکتا ہی کہ علماء لدہیانہ کوئی
مضمون جواب اپنی علما سے بہی نقل نہین کرسکتے تہے یا کوئی تاویل بہی پیدا
نہین کرسکتی تہے حاشا وکلا پہر بعد اس ادعا کی یہہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا
کہ پیرجی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور اپکی طرف سے مدافعت اور عذر و
انکار ہوا طرفہ تماشا ہے۔ اول تو پیرجی صاحب کو جب بجواب آخری تحریر سابق علماء
لدہیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تہی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تہی
اور مدافعت کی اپکی جانب سے کیا حاجت وہی آخری تحریر سابق جسکے جواب سے بزعم جناب
علما لدہیانہ عاجز ہوچکی تہے دوسری علماء کے پاس بہیجنے کے لئے اور انسے جواب لینے کے
واسطے کافی تہے اور آپکو بہی گنجایش تہی کہ فرماتے جس تحریر سے علما و لدہیانہ ساکت
ہوچکے ہین اوسیکا جواب دوسری علما سے لینا چاہئے مگر یہہ کہ شاید آپکو خیال ہوگا کہ
دوسری علما بہی ایسی عذر و حیلہ مثل علماء لدہیانہ کرینگے۔ اور یہہ بین وجہ جواب دہی سے بہی
عقب گذاری نکرین کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہین سلہی آپ تحریر سوال پر آمادہ
ہوئی لیکن یہہ تو اپکا عین مدعا تہا۔ اور ظاہر ہی کہ پہلی تحریر مین بہی مسئلہ امامت ہی
مین تہین اور یہہ سوال جدید بہی امامت ہی مین لکہا گیا ہے علاوہ ازین میر صاحب
کی نزدیک علماء اہل سنت عموماً شیعہ کی کتابین دیکہتی اور سنتے ملما مسائل متنازعہ فیہا

مین خصوصاً مشاجرات صحابہ مین گفتگو کرنے گناہ اور مذہب کے مخل جانتی ہین اور علماء الدہیانہ
تو آپکی زور تحریر کے سامنی ساکت ہو ہی چکی ہین پہر عذر قلت استعداد و ہیچمدانی و عدیم
الفرصتی و ضعف دماغ وغیرہ تا ــــ کے کیا معنی یہہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپکی
وہی لن ترانیان بجا ہون جنہون نے آپکے تخیلات کی یہہ نوبت پہنچائی تعجب ہے
کہ علماء الدہیانہ کے مقابلہ مین تو یہہ زور شور کہ اونکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائین
اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کرو یا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل
دو اوس وقت نہ قلت استعداد و ہیچمدانی کچہہ مانع ہو اور نہ عدیم الفرصتی اور دوام مرض
روکی - اور جب پیرجی صاحب سوال لکہوائین تو یہہ سب عذر موجود ہو جائین پس ان
حالات اور قرائن مین غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہہ اظہار حال مباحثہ
واقع سے کسقدر بمراحل بعید ہی قولہ غرض یہہ تہی کہ کوئی صاحب اسکا جواب
انصاف سی تحریر فرمادین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب پیر صاحب اگر
آپکو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا - لیکن تحقیق
حق کی تو یہہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سی خالی الذہن
اور تعصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ
مین حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائین اور آپکا خصم بہی یہہ ہی طریقہ
ملحوظ رکہی - اور یہہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپنے فرمادیا
کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہین ہمنی اونکی صحت و ثبوت
مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپکے معتقدات عند الخصم
صحیح ہون یا غلط اور واقع کے مطابق ہون یا غیر مطابق - لیکن خصم اپنے
معتقدات کے جو بزعم سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہین تحقیق
کری اور محض تحقیق حق منظور ہو - اور ظاہر ہے کہ اسکے جواب مین آپکا خصم آپکو بہی

یہہ ہی کہیگا اور صریح آپکا جدل مکابرہ ہی نہ تحقیق حق کیونکہ جب ہر فریق اپنے اپنے
معتقدات کو حق اعتقاد کیے بیٹھا ہے اور دوسری فریق کے معتقدات کو باطل تو ہرگز
اپنے معتقدات کی قبایح اور دوسرے فریق کے معتقدات کی محاسن ذہن مین نہین
آینگی اور ہر فریق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کیے بیٹھا ہے نصرت اور جانبداری
کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہو گی بہر کیف لفظ تحقیق حق مین اگر لفظ حق سے مراد حق
واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم ما روشن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضر ہین
ہمکو کسیطرح دریغ نہین اور اگر حق مزعومی مراد ہے تو وہ سراسر بیفایدہ کیونکہ خصم کے
نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق مد نظر تہی تو اول آپنے
اپنی معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعوی نفرمایا ہوتا اور جب آپ
انکی نسبت اسکی مدعی ہین کہ آپکو انکی ثبوت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگیا ہی
تو بنیاد تحقیق حق و انصاف تو خود بدولت ہی نے منہدم فرمادیا اب اپنی خصم سے
انصاف و تحقیق حق کا طالب ہونا عبث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کی نزدیک
اپکی اس جلیل القدر دعوے کی تکذیب تردید آپکی اسی تحریر سے آشکارا طور پر ہو رہی ہی
باایہمہ ہم اب بہی تحقیق حق کے لئی بسر و چشم حاضر ہین اور ملتمس ہین کہ اگرچہ آپنے
ہماری پہلی تحریر کو بنظر انصاف ملاخطہ نہین فرمایا اچہا اس معروض کو ہی بنظر انصاف
و تحقیق ملاحظہ فرماوین۔ قولہ دو ماہ کے بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لاکر دیا
کسی گم نام شخص نے لکہا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکہانے کو
میری سوال کو مجہہ ہی پر منقلب کیا ہی گو بظاہر یہہ علم مناظرہ کی ہتکہنڈی ہین مگر
اصل مین یہہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ مین اسکا جواب ہی کیا تہا حضرت نے
غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچہہ ہو نہین سکتا اور بدون لکہی کچہہ چارہ نہین
اسلئی یہہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اواخر شعبان سنہ ۱۳۰۲ھ مین میرے

پاس میری عزیزون نے ارسال فرمایا تہا رمضان شریف مین بسبب شدت گرما و کسل ماندگی صیام و مدارست قرآن شریف کی تحریر جواب سے مقصر رہا جسکے نسبت معافی چاہتا ہون بعد اختتام ماہ صیام بندہ نے حکم کی تعمیل کی - اور شروع شوال مین جواب لکھکر لدھیانہ اونکی خدمت مین روانہ کردیا - گمنامی کی شکایت فضول ہے آپکو اپنی جواب سے مطلب ہے مجیب کی گمنامی یا و نام آوری سے کیا مطلب - کیا آپنے یہہ نہ سنا ہوگا انظر الی ما قال علاوہ ازین آپکی مجیب تو آپکی شفیق پیرجی صاحب تہے خواہ وہ آپکو اپنا جواب طبعزاد دیوین یا کسی سے پوچھکر جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ پیرجی صاحب علماء اہل سنت مین سے جس سے دریافت کرتے یا لکھوا کر جواب دینگی وہ اوسکو جانتی ہونگے اور اس امر کی کچھہ ضرورت نہین کہ آپ بہی واقف ہوں ہان اگر آپ ایسی علامۃ الدہر ہوتے کہ آپکی نظیر دشوار ہوتے اور اوسوقت آپ فرماتے کہ ہم اوسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت مین سے ہماری مقابل ہو اور ہماری سوال کا جواب لکھی - تو کچھہ چندان مضائقہ نہ تہا لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہین اور مناظرہ ہی کی چند کتابین آپکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت مین آپکا گمنام کے جواب سے کراہت و استنکاف فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا پر وہی عقل اسرار زیبا ہے اور یہہ بندہ عاجز بیشک گمنام ہے اگر جواب مین اپنا نام لکھہ بہی دیتا تو بہی اپنی گمنامی کے وجہ سے وہ تحریر گمنام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکہنا اور نہ لکہنا برابر ہوتا - باقی رہا بندہ کی تحریر کی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا اوسکی جواب مین مختصر کیفیت آپکی سوال کے اور اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنے پیش کیے دیتا ہون اور انصاف کا طالب ہوتا ہون - سوال سامی بحیثیت مقصود دو امرونکو متضمن تہا - اوّل جناب نے بڑے جوش و خروش سے دعوی حقیت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تہا اور لکہا تہا کہ یہہ اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہین اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی مثبت حقیت اصول مذکورہ

آپ نے بیان نہین فرمائی تہی پہر باوجود اسکے یہہ بہی تحریر فرمایا تہا کہ اگر کوئی جناب ہماری شرائط کو رد کرین تو محض لانسلم کہکر ٹال دین اور یہہ حضرت کے مناظرہ دانی سے تہے کہ دعوی بلا دلیل لکہین اور خصم سے اوسکی تردید مین دلائل کے طالب ہون جب آپ مدعی حقیت اصول ثلثہ تہے تو آپ پر واجب تہا کہ اول اونکو دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اوسکے خصم کو حقتی کہ محض لانسلم کہکر ٹال دیتی پہر اوسکی جواب مین آپکا خصم آپکے دلائل پر حسب قواعد مناظرہ نقض یا معارضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب قاعدہ لا نسلم بہی کہہ سکتا تہا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی مجیب کے منصب کی خبر نہین لیکن باین ہمہ آپنے دعوے خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل واویلا شروع کر دیا۔ یہہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تہا۔ اسلئی ہمکو اسکی کچہہ شکایت نہین۔ امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تہی کہ وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کرین علاوہ اسکے اسکے ذیل مین آپنے کچہہ مطاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر کیی اور باقیماندہ بخار غیظ صاحب تحفہ و منتہی الکلام و ہدیہ و ہدایہ کی تغلیط مین انکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تہے بلکہ اولا مدعی اور ثانیا سائل تہی تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تہا کہ اپنی دعوی کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اوسکی اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا برخلاف اسکی آپنے اپنی دعوی کو اپنے زعم مین بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور مسلمات خصم سمجہکر بلا دلیل ذکر فرمایا اور خصم سے اوسکی اصول پر دلائل کے خواہان ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا خصم آپکی ایسے کب سنیگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ اصول ثلثہ کی نسبت گلوگیر ہوگا یہہ تو تحریر سامی کی کیفیت تہی اب بندہ کو جواب بہی

کیفیت اہل انصاف سنین کہ بندہ نے اول آپ سی آپکی اوس دعوی کا جو شروع تحریر مین بلا دلیل فرمایا تہا اثبات چاہا اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کیں اور اوسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ بعد اوسکی محض تبرعًا بپاس خاطر سامی آپکے روایات مسلمہ سی آپکی اصول مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کی بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لیئے ایک بہت بڑی قوی دلیل تہی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتباع سامی تفصیل دلائل سی اغماض کیا لیکن بطور تنبیہ وایقاظ اونکی ثبوت کا حوالہ اجمالًا اقوال وافعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم پر کرکے تفصیل اقوال وافعال کو وقت تفصیل دلائل مثبتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر کیا کہ تفصیلی ذکر اقوال وافعال کا موقع اوسی وقت ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول مسلّمہ کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سی ثابت فرمائینگے اور ظاہر ہی کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول کی بطلان سی پیدا ہو ہی چکی تہی پہر مختصرًا آپکی مطاعن کا جواب دیکر الزامًا چند مفاسد مذہب سامی لکہی پہر صاحب تحفہ ومنتہی الکلام کی تغلیط کا ابطال لکہکر آپکو آپکی عشمار اغلاط پر متنبہ کیا - اب ہم کچہہ نہین عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہین آپ جو چاہین فرمائین چاہی اسکو اپنی دلمین واقعی جواب تصور فرمائین اور چاہی مناظرہ کے ہتکہنڈی بتائین اور چاہی گریز فرمائین قو[illegible] مگر تعجب ہی کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیون نہ تحریر فرمایا - تقیہ تو شاید انکی نزدیک علامت نفاق ہو یہہ ہی شان پروردگار رد حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے ہین پہر ایسی خفیف امور مین تقیہ کرتے ہین - حضرت شاہ عبد العزیز صاحب صاحب تحفہ جو اس فن مین اپنے اہل مذہب مین وحید عصر تہے اور متاخرین جمہور اہلسنت اس مناظرہ مین انکی مقلد ہین باایہمہ تحفہ مین اپنا نام لکہتی ہین وہ بہی توریہ جواز قسم تقیہ ہی فرماتے ہین چنانچہ ازالۃ الخفا خاتمۃ الطبع مین مع لوی محمد احسن

صاحب صدیقی فرماتے ہین کتاب ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء تصنیف عالم ربانی جنید زمانی محمد اسمعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہست و آنچہ بعض کسانرا از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیب نے اس جگہہ تقیہ کا ذکر فرمایا اور ہمکو عدم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقونکا نشان کہتی ہین پہر خود ہی اوسکی مرتکب ہوتے ہین کہ اپنی تحریرون مین تقیہ کرتے ہین اور نام نہین لکہتی یا لکہتی ہین تو ریۃً لکہتی ہین جو از جنس تقیہ ہی حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجہہ گئی ہونگے کہ حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سی واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہین اسلیے ضرور ہوا کہ ہم مختصر اً مسئلہ تقیہ کا ذکر کرین اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکارا کرین اول تو یہہ ہی سراسر غلط ہی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہین کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام و منافقونکا نشان کہتے ہین اور یہہ اہلسنت پر محض افترا و بہتان ہی پہر عدم تحریر نام اور توریہ کو تقیہ محرمہ مین داخل کرنا دوسرا طرفہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہین کہ اونکو عنفوان سن تمیز سے مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ مین انہماک رہا ہی بتلائین تو سہی کہین اونہون نے دیکہا ہی کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان لکہا ہی یا کہین یہہ لکہا ہی کہ توریہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکہنا یا غیر مستہور نام لکہنا از جنس تقیہ ہی اور اسکا ثبوت اونکو کسی روایت معتبرہ اہلسنت سی ملا ہی - افسوس کہ میر صاحب اتنا بڑا دعوےٰ فرمائین اور اسکا ثبوت نہ دین - بڑا افسوس یہہ ہی کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کو بہی کہولکر نہ دیکہہ لیا اوسمین کیسی تفصیل کے ساتہہ اس مسئلہ کو لکہا ہے - مین یقین کرتا ہون کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمالیتی تو یہہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کرکے تحریر نہ فرماتے - جناب میر صاحب جس تقیہ کو علماء اہلسنت حرام اور منافقون کا

نشان فرماتے ہین وہ تقیہ وہ ہی کہ علما شیعہ جسکی اپنی رسائل مین یہہ تعریف فرماتے ہین
وهي موافقة اهل الخلاف فيما يدينون به یعنی اہل خلاف کے موافق
انکی دینی امور مین حسب مثل مشہور گنگا گئی گنگا داس جمنا گئی جمنا داس ذرا سی
خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تعظیم وتکریم ہوگی یا تہوڑی سی وہمی ضرر کے اندیشہ سے اگر خوارج
ونواصب کے محافل مین جا پہنچی تو معاذ اللہ بلحاظ خوشنودی قوم سراپا لوم اہلبیت رضوان اللہ
علیہم کے جناب مین بے محابا گستاخیان کرنے لگے اور اگر مجالس اہل سنت مین شریک
ہوئی تو مزعومی اعدا اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرمانے لگے اور تقیہ حرام
وہ ہی کہ جو شیعہ ائمہ کرام علیہم السلام (حاشاہم) کی جناب پاک کیطرف منسوب کرتے
ہین۔ چنانچہ کہتے ہین کہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالے عنہ باوجودیکہ
اونکو کچہہ خوف نہ تہا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کرکے تمام عمر اونکا ہی
کلمہ پڑہتی رہے بلکہ اونکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل ومحامد کا ورد رہا ہمیشہ
باہم شیر وشکر رہے جمعہ جماعات واعیاد اونہین کے پیچہے ادا کرتے رہے۔ اکثر
مسائل خلفاء کی رعایت سی اونکی موافق خلاف حق لوگونکو بتلا کر گمراہ کرتے رہے
غصب خلافت وارتداد امت پر اسی تقیہ کے بدولت چون وچرا نہ کی قرآن کی تحریف
پر صبر وسکوت فرمایا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اصلی قرآن منزل من السماء صفحہ کائنات
سی گم ہوگیا۔ غصب فدک پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل اہلبیت ہوئی اور حضرت سیدہ
مظلومہ رضی اللہ عنہا پر حسب تصریح علما قوم کیا کیا جور وجفائین گذرین اور خبر نہوئی
علی ہذا القیاس جسکی تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال کہڑے ہوتے ہین۔ اکثر
بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی تقیہ مشومہ کی بدولت خلعت
خلافت نبوت جو نیابت رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانون کے حقوق
کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکی ساتہہ منوط ہی اپنی اوپر سے اوتار کر بزعم شیعہ ایک

کافر کو پہنا دیا اور اوسکی حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگونکو گمراہی مین چھوڑ دیا
علاوہ انکی آٹھہ ائمہ کرام رضا نے تو خلافت کا نام تک بہی کبہی نہ لیا اور آخر مین خاتم
سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ سُرّمن رای
مین غیبت کبری اختیار فرمائی کہ صدہا برس گذر گئی اور شیعیان پاک منتظران قدوم کے
جا بجا لبون پر آگئین لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو شتاقان زیارت پر
جلوہ گر نہین فرماتے۔ پہلے کچھہ دنون سلسلہ سفارت و خط و کتابت رقعات جاری تہ
اب وہ بہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہہ خبر نہو گی کہ اس زمانہ مین علاوہ اسکی کہ خوارج
و نواصب کا وہ زور شور نہین رہا کسی کچھہ جان کا خوف اونکو نہین ہے کیا مہدی
سوڈانی کا حال معلوم ہو کر بہی آپکو اسمین کچھہ شک و تردد ہی رہا ہوگا ہمنی فرض کیا
کہ یہہ خوف کیسا کہ ہو بہی سہی اور کوفۃ الہند لکہنو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہو
لیکن اوکہین نہین تو بلاد المومنین ایران ہی مین ظہور فرما کر اظہار دعوت حق فرماتی جہان لاکھون
مخلصین آپکی فدائی ہین اور جانبازی کے لئی تیار و مستعد بیٹھی ہین مگر یہہ کہ یہہ بہی
اسرار مین سی ہے جسکی دریافت حقیقت سی عقول مومنین کوتاہ و قاصر ہین سبحانک
ہذا بہتان عظیم اور بحول اللہ و قوتہ اس تقیہ کذا ئیہ کی ابطال آیات قرانی و احادیث نبوی
اور قصص انبیا سابقین اور اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے
مثل آفتاب رابعۃ النہار ثابت ہی آیات قرانی سے ایک آیت مع اوس تفسیر کے جو مفسر
صافی نے اپنی تفسیر مین لکہا ہی ملتقطاً نقل کرتا ہون ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائین۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فی حال ظلمهم انفسهم بترک
الهجرة و موافقة الكفرة قَالُوْا ای الملئكة توبيخا لهم فِيْمَ كُنْتُمْ من امر دينكم

۱ ۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین فرشتی اونکی
جان نکالتی وقت از روی توبیخ انسی پوچہتے ہین کہ کیون! امور دین مین تمہارا کیا حال تہا؟

قالوا كنا مستضعفين فى الارض يستضعفنا اهل الشرك بالله فى ارضنا
وبلادنا بكثرة عددهم وقوتهم ويمنعونا من الايمان بالله واتباع رسوله
اعتذروا مما وبخوا به بضعفهم وعجزهم عن الهجرة او عن اظهار الدين
واعلاء كلمته قالوا اى الملائكة تكذيبا لهم الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا
فيها تخرجوا من ارضكم ودوركم وتفارقوا من يمنعكم من الايمان الى
قطر آخر كما فعل المهاجرون الى المدينة والحبشة فاولئك ماويٰهم جهنم
وساءت مصيرا وفى الآية دلالة على وجوب الهجرة من موضع لا يمكن
الرجل فيه من اقامة دينه وعن النبى صلى الله عليه وسلم من فر بدينه من
ارض الى ارض وان كان شبرا من الارض استوجب الجنة وكان رفيق
ابراهيم ومحمد انتهى ملتقطا - اہل انصاف اس آیت شریفہ کو اور اسکی تفسیر کو
مع آیات ثلث ملحقہ کے ملاحظ فرمائیں اور حقیقت تقیہ پر وقوف و اطلاع حاصل کریں
اگرچہ اسجگہ بہت بحث کی گنجایش ہے اور اس تفسیر سے بہت عقدہ حل ہو سکتے ہیں لیکن بخوف
تطویل اسی قدر قلیل پہ اکتفا کرکے اور مضامین مستنبطہ کو اذہان صافیہ ناظرین پر حوالہ کرکے

ل تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اوس وقت مقہور و مغلوب تھے یعنی ہماری ملک و دیار میں جو مشرک لوگ تھے انہوں نے اپنی قوت اور کثرت
تعداد کے سبب سے ہمکو دبا لیا تھا اور خدا تعالی پر ایمان لانے اور رسول کی پیروی کرنے سے ہمکو روکتے تھے پس انکے عتاب و سرزنش کے جواب میں یہ
عذر لاینگے کہ چونکہ ہم مغلوب و بیدست تھے اسلئے ہجرت یا اظہار دین و اعلاء کلمہ حق نکر سکے تب فرشتے انکو جھٹلانے کے لئے کہتے ہیں
کیا خدا تعالی کا ملک اتنا فراخ نہ تھا کہ تم وہاں سے ہجرت کر جاتے اور اپنے وطن و گھر سے چل نکلتے اور جو لوگ تمکو ایمان لانے سے روکتے تھے
ان سے قطع تعلق کرکے کسی اور طرف کا رستہ لیتے جیسا کہ مہاجر لوگ مدینہ منورہ اور ملک حبش کی طرف نکل گئے پس ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے
اور یہ بہت برا بازگشت ہے پس یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ اپنے دین کو قائم نہ رکھ سکے تو اوسکو اوس مقام سے
چھوڑ دینا واجب ہے ۱۲ اور آنحضرت سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے دین کو (بسلامت) لیکر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ جاوے اگرچہ مسافت ایک
بالشت کی کیوں نہو اوس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور ابراہیم و محمد کا رفیق بن جاتا ہے ۱۲

آگی چلتا ہون احادیث نبوی سینی علامہ باقر مجلسی جلد اول بحار مین نقل کرتے ہین
ابن یزید عن محمد بن جمہور القمی رفعہ قال قال[۱] رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ — ابی[۲] عن عبد اللہ بن المغیرۃ ومحمد بن سنان
عن طلحۃ بن زید عن ابی عبد اللہ عن ابائہ علیہم السلام قال قال[۲] علیہ
السلام ان العالم الکاتم علمہ یبعث انتن اہل القیمۃ ریحا تلعنہ کل
دابۃ حتی دواب الارض الصغار — یہہ روایات صریح مبطل تقیہ ہین اور علماء شیعہ جو
کچھہ ان روایات مین تاویل فرماکر مسخ وتحریف کرتے ہین اور کہتی ہین کہ مراد ما سوای موقع
تقیہ کے ہے وہ بروی عقل وانصاف ہرگز قابل قبول نہین اقوال وافعال ائمہ کی تفصیلی نقل
موجب تطویل ہی لہٰذا اسمین سی قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہون بہت سی اقوال مبطل تقیہ
نہج البلاغۃ وغیرہ کتب مین مذکور ہین انمین سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو
نہج البلاغۃ مین شریف رضی نے نقل کیا ہی لکہتا ہون ومن[۳] کلام لہ علیہ السلام
لما عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیری واللہ لاسلمن
ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ — اس قول سی صاف
ثابت ہی کہ جناب نے تسلیم وانقیاد خلیفہ کا اوسیوقت تک قبول کر رکہا ہی جب تک
کہ مسلمانون کے امور سلامت ہین اور سوائی ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم وجور

ف۱ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت مین بدعتین ظاہر ہونے لگین عالم کو چاہیی کہ اپنا علم ظاہر کری پہر اگر ایسا نکری تو اوسپر اللہ کی لعنت ہو ۱۲ ف۲ فرمایا علیہ السلام نے اپنے علم کو چھپانے والا اوٹہایا جاویگا اہل قیامت مین سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور اوسپر لعنت کرنے مین یہانتک کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے کیڑے ۱۲ ف۳ جب لوگون نے عثمان رضہ کی بیعت کا قصد کیا تو اوسوقت جو کچھہ جناب امیر نے فرمایا اوسمین سے یہہ کلام ہی — تم جان چکے ہو کہ مین اپنے غیر کی بنسبت احق بخلافت ہون خدا کی قسم مین تسلیم کرونگا دوسری کی خلافت کو جبتک کہ مسلمانونکی امور مین خلل نہ پڑیگا اور نہ ہوا اوسمین کسی پر ظلم سوا میری

نہوا اور جب یہہ ہوگا یعنی مسلمانون کے حقوق ضائع ہونگی اور اوسپر جو رہوگا تو پہر بہی تسلیم
و اتقیا و نرمیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتہہ ہمیشہ شیر و شکر رہی
کبہی مخالفت نہین فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتہہ ذرا نرمی اور مدارات
نفرمائی اول ہر طرح فہمایش فرمائی یہان تک کہ آخرکار قتل و قتال سے بہی دریغ نہین
فرمایا اگرچہ کامیاب نہوئی اور فتنہ فرو نہوا غرضکہ یہہ قول اور یہہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا
سرامر مبطل تقیہ ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
سی مناقشہ نہ فرمایا لیکن یزید پلید جو آپ سی صرف بیعت کا ہی خواستگار تہا آپ نے
ہرگز اوسکی بیعت کرنا قبول نفرمایا اور اپنے قلت اور اوسکی فوج کی کثرت سی ذرا ہراس
نکیا اور اپنے آپ کو اور جوانان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دریغ کرکے شربت شہادت نوش
فرمایا اور شیعہ کی ایک فرض مذہبی کو جو تقیہ ہی بیخ و بنیاد سے اوکہاڑ دیا۔ یہہ مقام استطراد
ہی اور طول کا بہی اندیشہ ہی اسلئی ہم بسط و تفصیل سے غرض نہین کر سکتے غرض یہہ تقیہ
جو مختلف فیہا مین الفریقین ہی اور جسکو اہلسنت حرام اور منافقون کا نشان کہتے ہین نہ توریہ
و معاریض کجا توریہ اور کجا تقیہ ع کجا ریسمان و کجا آسمان۔ اہل سنت کے یہان اکثر
غزوات مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توریہ منقول ہی اور توریہ مین امر ذو معنیین و
ذو جہتین بغرض ابہام مقصود اور ایہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہی اور
نہ کاذبا تو توریہ ہی نہین ہے چہ جائیکہ تقیہ محرمہ ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف
سی نہایت مستعجب ہی کہ ایک دفتر لایعنی لکہہ ڈالا اور یہہ خیال نفرمایا کہ مین کیا کہہ رہا ہون
اور یہہ نہ سوچا کہ مین انصاف کا دعوی بہی اسی تحریر مین کر چکا ہون اگر کوئی ان باتون کو
جمع کریگا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنے مجیب لبیب سی کیا انصاف کی
امید رکہین۔ اگرچہ توریہ مین بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت دونو مساوی
ہین چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مزاج اسپر شاہد ہین معہذا تحفہ کی دوسرا

مین جو حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے توریۃً اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا
علاوہ اور مصالح کے ایک یہہ بڑی ضرورت اِس طرف داعی تہی کہ اوس زمانہ مین شیعہ
کا نہایت زور تہا اکثر بڑے بڑے فوجی منصب دار وہین متعصب تہے چنانچہ تقریباً اوسی
زمانہ مین حضرت مرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل
اون سی سرزد ہو بیگناہ اونکی دست تعدی سی طعمہ نہنگ اجل ہو کر شربت شہادت نوش
فرما چکی تہے اور اوسکا کچہہ تدارک و انتقام نہوا تہا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت مین
اگر یہہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال
کا لیقین تہا اور اِس فتنہ کی آتش کا شرارہ صدہا خانمان کو خاک سیاہ کرتا ۔ اور بعض اوباش
اوسی زمانہ مین بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس مین بہی آے لیکن حق تعالے
نے اپنے فضل سے محفوظ رکہا اور اونکی شر کو دفع کیا یہہ قصہ کچہہ بہت پرانا نہین ہے
اگر آپ تحقیق فرماینگے تو معلوم ہو جائیگا یون ہی بے تحقیق اعتراض کرنا آپکی
ادعائی انصاف پر زیبا نہین ہے اور انگریزی عملداری اور انتظام کو بلحاظ اِس زمانہ
کی اوس وقت کو انتظامی امور مین خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ
ابتداء عملداری اور تسلط کا تہا اوسوقت جسقدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تہی
اسوقت اوسکا نام و نشان بہی نہین بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تہی وہ بہی اسوقت نہین
ہر شخص جانتا ہے کہ انگریزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچہہ ہے کل کچہہ پس جن دو
زمانون مین تقریباً سو برس کا فصل واقع ہو گیا ہو اونمین سی ایک کو دوسری پر قیاس
کرکے ایک حکم کرنا کس قدر بعید از عقل و انصاف ہی اور بندہ نے جو اپنا نام نہین لکہا
اوسکی وجہہ یہہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تہی مجکو معلوم نہ تہا کہ پیرجی
صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکہا ہی اپنی ہی طرف سی یا اپنے علماء سے لیکر
جواب دیتی ہین یا وہ بہی جواب بعینہ پیش کر دیتے ہین اور نہ بندہ کو اس شرط کی

اطلاع دی گئی تہی کہ اگر تحریر مین کسیکا نام نہوگا تو آپ وس تحریر کو قبول نفرماینگی اور چہہ نام آوری ہی مقصود نہ تہی تو مین نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام میرحی صاحب سلمہ کی خدمت مین بہیجدون پہر آگی اونکو اختیار ہی یہہ جواب پیش کرین یا نکرین اور اگر پیش کرین تو خود جسطرح مناسب سمجہین پیش کردین گے تو نفس التحقیقت مجیب ہی سائل میرحی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ سے تہے اور اونکو اس امر کی اطلاع تہی کہ یہہ تحریر اس عاجز کی ہی تو اس صورت مین نام نہ لکہنا نہ توریہ ہے نہ تقیہ اصل وجہ جو کچہہ تہی عرض کردی اگر آپ کو اسمین شک ہو تو میرحی صاحب سے دریافت فرمالین۔ اب آپ اسکو چاہین توریہ فرمائین یا تقیہ بنامین آپکی انصاف ذاتی کی سب شایان شان ہی **قولہ** اگرچہ شفیق کا وعدہ یہہ تہا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا بلکہ اسی شرط پر مجہسی نام لکہوایا تہا اور یہہ اقرار تہا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکہین تو جواب نہ لکہنا مگر اب وہ بہی حیران ہین اور کہتی ہین کہ خیر گو یہہ وعدہ وفا نہوا مگر تو میری خاطر سی جواب لکہہ الخ **اقول** پہلے گذارش ہوچکا ہی کہ آپکی شفیق نے یا کسی نے مجکو آپکے اس شرط کی اطلاع نہین فرمائی ورنہ نام لکہنی مین کچہہ تامل اور کچہہ دریغ نہ تہا پہر یہہ جو میر صاحب فرماتے ہین کہ میرے شفیق بہی چارموجہ حیرت مین گرفتار ہوگئی اور عدم وفا بوعدہ کو تسلیم کر کے جواب الجواب کے ملتمس ہونے لگے سراسر لغو ہی اول اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپنے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہی یا نہین جب اسکی جواب مین وہ یہہ فرماتے کہ مینی اس شرط کی اوسکو اطلاع دی ہے تو آپنے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ نام لکہنا بوقت نقل سہواً رہ گیا ہو اور اگر وہ یہہ فرماتے کہ اس شرط کی اوسکو اطلاع نہین دی گئی تو آپنے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس بہیجدیجاتی تاکہ وہ یا نام لکھی یا انکار کرے اور اگر یہہ بہی ممکن نہ تہا تو بذریعہ ایک کارڈ کے آپکے شفیق

دریافت فرما سکتی تہی کہ نام کیون نہین لکہا اور عجب نہین کہ ہین اونکو خاتمہ تحریر
اپنا نام لکہنی کی اجازت لکہہ بہیجا ہیہ موقع ہرگز نہ آپکے انکار کا تہا نہ اونکی مبتلای حیرت ہونیکا
اور اقرار کا۔ لیکن ہان انصاف اور عاسے کا مقتضا یہہ ہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش آپنے
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتہہ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی
نازل ہوئی قولہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہین حتی کہ امتحان لینیکو
مستعد ہین اقول مین ہیچمدان ہیچکارہ ہرگز مدعی اپنی علم و فضل کا نہین ہون بلکہ
تمام خاندان ہین اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہین۔ لیکن ہان گاہی بنظر حمایت
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی بہی ہو جاتا ہون اور یہان یہہ ایسا ہی محمود
ہی جیسا کہ جہاد اعدا کے وقت پسندیدہ خداوند تعالے لئے ہی۔ اور واضح رہے کہ
امتحان لینی کے قصد سے جو ادعا کمال علم و فضل استنباط فرمایا ہے یہہ محض خوش
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئی عرض کیا گیا تہا اوسکے واسطی کمال علم
و فضل کی ضرورت نہین اسلئی کہ یہہ دریافت کرنا کہ فلان کتاب کا کون مصنف ہی اور
فلان مصنف کی تصنیفات کیا ہین اسکے لئی کمال علم و فضل کی ضرورت نہین ہے پس دلیل
دعوی کو مثبت نہوئی لیکن ادعای کمال علم و فضل سامی قابل تماشا ہی جو خیال فرماتے
ہین کہ ایک عالم ہماری مقابلہ مین مہر سکوت بر لب ہی سو بفضلہ تعالے اس دعوی
کی اصلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کروفر سے میدان
مناظرہ مین قدم رکہا ہے اقول یہہ کچہہ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات
نہین ہی حمایت دین اسلام بڑی کروفر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی
حصہ ہی آخر برعم خود اپنے جواب مین تو آپنے بہی بڑا کروفر دکہلایا ہے قولہ مگر
ضعف تحریر ہین سے ثابت ہی کہ اصل سوال کے جواب مین کچہہ بہی تحریر نفرمایا اور بجز طعن
تشنیع اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض نکیا اقول یہہ حضرت کی فہم کی خوبی ہی

جواب فرماتے ہین کہ اصل سوال کے جواب مین کچھہ ہی تحریر نفرمایا اور بجز طعن تشنیع وتہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض نکیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوسمین اپنا جواب پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اوس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنے پیش کرچکا ہون نظر انصاف ملاحظہ فرمائین اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی ہمت کہنڈی بتائین یا گریز فرمائین یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کرین مثل مشہور زبان کے آگی نہ کوانہ کہائی قولہ حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھہ سامان نہین ایسی چال چلنی چاہی کہ وہی امور جنکا تحفہ مین ذکر ہے اورادنمین ہی انکی زعم مین کچھہ بحث ہوسکتی ہی اس مباحثہ مین چہڑنے چاہی پہلی میری وہی قول لئی کہ جنکی بحث تحفہ مین موجود ہے یعنی اول شرائط ثلثہ اثبات کی دلائل طلب فرمائی اقول یہہ ہی حضرت کا تخیل محض ہے یا بذریعہ استخارہ طاق جفت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ مین نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی تحفہ کچھہ سامان نہین حالانکہ خود ہی ازالۃ الغین اور آیات بینات کی میری پاس ہونیکا اعتراف فرماتے ہین اور اس امر کا شیعہ کو بہی اعتراف ہی کہ ازالۃ الغین تحفہ سے ماخوذ نہین اچہا بپاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہین پہلی وہی اقوال لئی جنکی بحث تحفہ مین موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور آپکی پاس مواد تالیف ہر قسم کا موجود معاونین متعدد بلکہ بدرجہ قصوی لیکن اگر یہہ آپکا زعم صحیح ہو تو آپکو مبارک ہو جلدی فیصلہ ہوجائیگا آپکو کچھہ وقت اوٹہانی نہ پڑیگی بس وہی اجابت لکہدیجی کہ جنکے بحث تحفہ مین موجود نہین اور میدان مناظرہ جیت لیجیی۔ اور کوئی قول اپنے سوال مین ایسا بتلائی تو سہی جسکی بحث تحفہ مین نہین ہے قولہ ہم حضرت کی حکم کی تعمیل کرتے ہین اقول آداب عرض ہی قولہ اور حسب وعدہ جواب کے منتظر ہین اقول لیجیے حاضر۔

تردید اصل جواب

قال ارشد فضل المجیب قال المجیب اللبیب بسم اللہ الرحمن الرحیم ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ وصحابہ اجمعین اقول - اس خطبہ مین یہہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت وجماعت
خصوصاً حضرت مجیب اصحابہ کو آلہ پر مقدم کرنا مناسب تہا نہ بالعکس کیونکہ
بعد جناب رسول خدا صلعم کے کل خلایق پر من حیث الثواب بالترتیب تفضیل شیخین
کو ہی جیساکہ شرح عقاید نسفی مین جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہی موجود ہے افضل البشر
بعد نبینا ابو بکر الصدیق رضہ ثم الفاروق رضہ - انتہی اور حضرت مجیب کی خصوصیت کی وجہہ یہی
کہ وہ خود آپ پرچہ مین تحریر فرماتی ہین سے علی الخصوص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو
اہلسنت امام امت بہی باعتبار مرتبہ اعلی وافضل اور ایمان مین ثابت واکمل اعتقاد کرتے ہین
الخ حالانکہ اسی عقاید نسفی بلکہ اور کتاب عقاید مین خلفاء اربعہ کی تفضیل ترتیب خلافت
ذکر ہے مگر حضرت مجیب نے خلفاء اربعہ بہی نہ لکہا اسلئی مناسب تہا کہ صحابہ کو آلہ پر مقدم
فرماتے تاکہ زبان ساتہہ قلب وجنان کے موافق ومطابق ہوتے نہ یہہ کہ دل مین
کچہہ اور زبان پر کچہہ - یقول العبد الفقیر الی مولاہ ہماری میر صاحب نے خطبہ
بہی جو یہہ بے سوچی سمجہی کلام وتردید شروع کی شاید اس سے یہہ مطلب ہوگا
کہ خیال مین باعث فخر ونیکنامی ہو - کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید
کردی لیکن اہل علم وفہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بجز اظہار اپنی ناواقفی
اور کم علمی کے اور کچہہ حاصل نہین - اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہین کرتے کیونکہ
تطویل لاطایل ہو کر بیان مقصود مین مخل ہوتا ہی چنانچہ ہمنی اپنے پہلی تحریر مین بہی
اسکو ترک کردیا تہا لیکن بپاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کیجاتے ہے کہ ازالہ شبہہ کا
رفع واجبات سی ہے - پس واضح ہو کہ ہماری مجیب نے شروع اعتراض مین
تقدم لفظ آل کی نسبت لفظ اصحاب پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اولویت کو مقتضی
ہی اور علت تقدم جو ذکر کی ہے وہ مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہین تاکہ زبان ساتہہ قلب

رجحان کے موافق ہو جاوی زبان کا قلب کے ساتھہ مطابق ہونا ضروریات دین سی ہی اور
عدم توافق نفاق ہی۔ بہر تقدیر اون آسیر صاحب کو ثابت فرمانا چاہیی کہ عطف بالواو ترتیب
تہی کو مستلزم ہی ہم اسکو ہی تسلیم نہین کرتے بلکہ ہم کہتی ہین کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو
مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہین کہ کلام قطعی مین کبہی تنزل اعالی سے سافل
کیطرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی سافل سے اعالی کیجانب کیجاتی ہی۔ قران شریف کی
مواضع متعددہ مین حق تعالی نے انبیا و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپکی اس دعوی کو مبطل ہے
آیہ وتلک حجتنا آتینا آخر چند آیات تک پڑھ جاوی اور اگر یاد نہو تو کسی حافظ
سی پڑہوا لیجئی یا قرآن مین دیکھہ کر پڑہ لیجئے اگر یہہ بہی نہو سکے تو پہلے سیپارہ
مین من کان عدوا اللہ وملئکتہ ورسلہ الخ پڑھ لیجئی ثانیاً ہم کہتی ہین کہ لفظ آل
اصحاب کو بہی شامل ہے اور اوسکے مغائر و مقابل نہین اور کچھہ ضرورت نہین تہی
کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیعہ نے یہہ طرز اختیار فرمایا
کہ اصحاب کا ذکر خطبونمین نہین فرماتے اور شاید اونکا یہہ معمول اس وجہ سی ہو کہ اونکی
روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب مین سے کوئی شخص معصیتہ تو در کنار سوای
حضرت مقداد کی حصہ ارتداد سی بہی نہین بچا چنانچہ اس جگہہ ایک ہی روایت پر
اکتفا کرتا ہون جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المومنین مین بذیل ذکر مقداد
فرماتے ہین کہ شیخ ابو عمر وکشی کہ از علماء امامیہ ست در کتاب اسماء الرجال باسناد خود
از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ ارتد الناس الا ثلثۃ نفر سلمان وابوذر
والمقداد فقلت فعمار قال کان حاص حیصۃ ثم رجع قال ان اردت الذی لم
یشك ولم یدخلہ شیٔ فالمقداد۔ علی الخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ

لہ سب لوگ مرتد ہو گئی مگر تین شخص سلمان ابوذر مقداد میں نے پوچھا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھہ پہر گیا تہا لیکن پہر لوٹ آیا فرمایا
اگر ایسا شخص چاہیی جسکو کچھہ شک نہوا ہو اور جسکی کچہ دل مین نہ داخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲

اونہوں نے تصریح فرمائی تھی صعبت کرام ہونے سی بالکل خارج کردیتی ہے چنانچہ فرماتے ہین کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال وافعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہین ہوتا سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمایئے۔ واذا راوا تجارۃ اور لہوا انفضوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ صعبت کرمت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہوئی اور جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی متحقق نہوا تو شاید اسیلیی مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ اصحابہ کو ترک کرتی ہین تو واہمہ خلاف مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شنیع مین تشبہ شیعہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع توہم خلاف مقصود اور حذراً عن التشبہ بطور تخصیص بعد تعمیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا ثالثاً فرضنا لفظ آل و اصحاب مین تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہین تاہم یہہ اعتراض باطل ہے کیونکہ اگر خلفاء کو فضیلت حاصل ہی تو وہ فضل کلی ہی اور افضل کلی اعتبار تقدم افضل جزئی کو مانع نہین تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعتبار فضل جزئی یعنی جزئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہہ اعتراض بلا تدبر کیا گیا ہی اور آپ دلیل مدعا کی مثبت نہین اسلیی کہ دعوی یہہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب کو آل پر مقدم کرنا چاہیی اور اوسکی دلیل یہہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلایق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیخین کو ہی اور ظاہر ہی کہ تفضیل شیخین مستلزم تفضیل جمیع اصحاب رضی اللہ عنہم نہین پس اگر لفظ اصحابہ کا آل پر مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی موہم ہوتا ہی کہ جمیع صحابہ اہلبیت سے افضل ہون اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکہتی ہون۔ لیکن مین نہایت متعجب بلکہ ہمہ تن حیرت ہون کہ جناب والا نے باین ہمہ ادعای انصاف ودانش جب اس خطبہ پر جو بظاہر نسخہ مسلمہ مسلک سامی کے موافق تہا کہ اسمین لفظاً

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو مقتضی تقدم رتبی کو ہی اور نیز اصحاب کا ہی ذکر کیا گیا ہی
نمانیہ۔ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجہیں گے جنکو برخلاف نصوص روایات صحیحہ
اپنی کی آپنے کرام اعتقاد فرمایا ہی اس جوش و خروش سے معترض ہین تو اسنے جمہور
علما مصنفین پر جو قدیما و حدیثا لفظ آل ہی پر اکتفا فرمائی ہین اور گویا اصحاب کے ذکر کے
خطبونمین صلواۃ وسلام کے لئی قسم کہا رکہی ہی کیا کچہہ اعتراض نہین کیا ہوگا اکثر حضرات
شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہین اور بعض حضرت جیسی ہماری محب مخاطب شاید
اس خیال ہی کہ مبادا کوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل و اصحاب ہر دو ترک فرما دیتی ہین
اور بعض متقیین اگر کہین اہلسنت مین جا بہنسی اور وہان تصنیف کا اتفاق ہوا یا لباس تسنن
مین کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا بہی ذکر فرما دیتی ہین پس ہماری حضرت محب
فرمائین تو سہی کیا کسی روایت مین اصحاب کرام پر تبعا صلواۃ و سلام بہیجنی کے حرمت وارد ہوئی
ہی یا کسی ائمہ رضا مین سی خطبات وغیرہ مین اصحاب پر صلوۃ و سلام کی ممانعت فرمائی
ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہہ عہد موثق باندہا ہی۔ ہمنی تو صحیفہ کاملہ کے روایت مین
یون پڑہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابُ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَابَةَ در تخصیص بعد
تعمیم بہی ملاحظہ فرما لیجے گا۔ اگر یہہ فرمائین کہ اصحاب کرام معصوم نہین ہم عرض کرین گے
کہ آل بہی تمام معصوم نہین بلکہ صرف آپکی نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہین۔ پس بجز
اس امر کی اور کیا سمجہا جا سکتا ہی کہ اصحاب کے ساتہہ بغض و عداوت آپکی یہان تک نوبت
پہنچی کہ صرف بوجہ اشتراک لفظے کی جو کہ لفظ اصحاب مین ہی اور بوجہ استکراہ لفظ اصحاب کے
اپنی معتقد علیہ اصحاب کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد فرمایا کہا ہی صلوۃ و سلام
سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہہ ارشاد تا کہ زبان ساتہہ قلب و جنان کے موافق مطابق
ہو جاوے نہ یہہ کہ دلمین کچہہ اور زبان پر کچہہ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے ناشی

ڡ الٰہی رحمت بہیج اصحاب محمد پر خاصکر جنہوں نے اچہی مصاحبت کی ۔۱۲

یا انصاف کا مقتضا ہی - ذرا حضرت کلینی کی روایت کو تو ملاحظ فرمایئی وہ حضرت امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رض سے روایت کرتے ہین انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ — عن الارغام — پس جب دین اسلام کی یہہ حالت ہی تو زبان کا قلب وجنان سے موافق ہونا مخالف شرع اور محرم قرار پایا اور زبان کا دل سے مخالف ہونا اصول دین سے ٹہرا مگر یہہ کہ حضرت نے اس مین اہی تقیہ فرمایا ہو لیکن غالباً حضرت بحکم کتاب مختوم بخواتیم الذہب مامور باظہار حق تہی اور حضرت کو تقیہ جائز نہ تہا - اور لیجئی آپ کے شیخ صدوق اپنے اعتقادیہ مین فرماتے ہین - ومن ترکہا (ای التقیۃ) قبل خروجنا فقد خرج عن دین اللہ ودین الائمۃ وخالف اللہ ورسولہ والائمۃ — عن کاشف اللثام - اس سی صاف ثابت ہوتا ہی کہ تا وقتیکہ ائمہ نہ خروج وظہور نفرماوین کسی شخص کو اظہار اپنے معتقدات کا اور توافق قلب وزبان ہرگز جائز نہین بلکہ یہہ خدا نبیا لے اور ائمہ رض کے دین سے خروج ہے کیونکہ وقت ظہور امام ع تک زمانہ عذر نہ دار نہین اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ہی کیون چہپی بیٹہی رہتے اور کیون ظہور نفرماتے پہر معلوم نہین کہ ہمارے حضرت مخاطب نے خصوصاً اور تمام متکلمین شیعہ نے عموماً برخلاف فرمودہ ائمہ کے اپنی معتقدات کو کیون ظاہر فرمایا کیا وہ اس وعید سی مستثنی ہین اور اگر یہہ خیال ہو کہ یہہ حکم کم علم اور ناواقفون کے لیی ہی اور جو صنعت جدال ومناظرہ سے واقف اور اوسکی مشاق ہون تو وہ اس وعید سے خارج ہین تو ذرا حدیث شیخ ابن بابویہ کو جو کتاب التوحید ونفی التشبیہ والجبر مین روایت کی ہی ملاحظہ فرمایئی حدثنا محمد بن عیسی قال قرات کتاب علی بن بلال علی ابی علیہ السلام انہ روی عن ابائک علیہم السلام

---

۱ تم ایسی دین پر ہو جو شخص اوسکو چہپا دیگا اللہ تعالے اوسکو عزت دیگا اور جو شخص اوسکو پہیلا دیگا اللہ تعالی اوسکو ذلیل کریگا ۱۲

۲ جو شخص ہمارے ظہور سے پہلے تقیہ چہوڑ دیگا وہ شخص ٹہیک اللہ کے دین سے اور ائمہ کے دین سے نکل گیا اور اللہ اور رسول اور ائمہ کا مخالف ہوا ۱۲

۳ محمد بن عیسی کہتا ہی کہ مینی علی بن بلال کا خط امام علیہ السلام کیطرف بہیجا ہوا پڑہا اسمین یہہ لکہا ہوا تہا کہ آپکے آبا علیہم السلام سے مروی ہی ۱۲

انھم نھوا عن الکلام فی الدین فتاول ھولائک المتکلمون بانہ انما نھی من لا یحسن ان یتکلم فیہ واما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینھہ فھل ذلک کما تاولوا اولا فکتب علیہ السلام المحسن وغیر المحسن لا یتکلم فیہ فان اثمہ اکبر من نفعہ ۔ عن کاشف الغمہ اور ظاہر ہے کہ حقتعالے نے شانہ کلام مجید مین شراب وقمار کی نسبت ارشاد فرماتا ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا تو حضرت امام نے بھی اپنی ارشاد مین درباب ممانعت کلام وگفتگو اسی آیت کی طرف اشارہ فرماکر کلام فی الدین کو بمنزلہ شراب وقمار کی قباحت اور زنا وقباحت کے لیے برابر حرام قرار دیا ۔ اگر اس بارہ مین چشم دید روایات مطلوب ہون تو سینئے علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول باب کتمان العلم مین جو بہت سی روایات لکہی ہین اونمین سے چند روایات تنشیطاً للناظرین عرض کرتا ہون ۔ عن عبد اللہ بن یحیے عن حریز بن عبد اللہ السجستانی عن معلے بن خنیس[۳] قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معلے اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من کتم امرنا ولم یذعہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نورا بین عینیہ فی الآخرۃ

---

[۱] کہ انہون نے دین مین کلام وگفتگو کی ممانعت فرمائی ہے آپکی اون علماؤن نے جو کلام وگفتگو کرنے مین بہت دلیل کی ہے کہ یہہ ممانعت اون لوگون کے واسطے ہی جو اچھی طرح مناظرہ نہین کرسکتے اور جو لوگ کہ مناظرہ کی شان ہین اور اچھی طرح گفتگو کرسکتی ہین اونکے لیے ممانعت نہین ہے تو کیا یون ہی ہے جس طرح انہون نے دیکہا ہے حضرت علیہ السلام نے اسکی جواب مین لکہا خوب کلام کرنے والا اور خراب کلام کرنیوالا کوئی دین مین کلام نہ کری کیونکہ اوسکی نفع سے اوسکا گناہ زیادہ ہے ۱۲ ۔ [۲] پوچھتے ہین تجہسے شراب اور جوئی کو تو کہہ اون مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے فایدے ہین اور انکا گناہ اون کے فایدہ سے زیادہ ہے ۔ [۳] حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ فرمایا آپنے اے معلے معاملہ کو پوشیدہ رکہہ اور اوسکو آشکار مت کر پس جو شخص ہمارے امر کو چہپائے اور اوسکو پہیلائے نہین خدا تعالے اوسکو دنیا مین عزت دیگا ۔ اور اس کتمان امر کو نور بناکر قیامت کے روز اوس کی پیشانی مین رکہے گا ۔ ۱۲ ۔

یقودہ[1] الی الجنۃ یا معلی من اذاع حدیثنا وامرنا ولم یکتمہ اذلہ اللہ فی الدنیا ونزع
النور بین عینیہ فی الاخرۃ وجعلہ ظلمۃ یقودہ الی النار یا معلی ان التقیۃ دینی ودین
آبائی ولا دین لمن لا تقیۃ لہ یا معلی ان اللہ یحب ان یعبد فی السر کما یحب ان یعبد
فی العلانیۃ یا معلی ان المذیع لامرنا کالجاحد بہ اور یہہ ہی معلی بن خنیس وہی حدیث باوجود امام کے اس
ممانعت کے اظہار سے باز نہ آیا اور امام کی مخالفت کی یہانتک کہ مقتول ہوا قال ابو عبد اللہ علیہ السلام اقرأ موالینا
السلام واعلمہم ان یجعلوا حدیثنا فی حصون حصینۃ وصدور فقیہۃ واحلام رزینۃ
والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما الشاتم لنا عرضا والناصب لنا حربا اشد مؤنۃ
من المذیع علینا حدیثنا عند من لا یحتملہ — عن ابی عبد اللہ ع قال ما قتلنا من
اذاع حدیثنا خطاء ولکن قتلنا قتل عمد عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ ع
ما لنا من تخبرنا بما یکون کما کان علی یخبر اصحابہ فقال بلی واللہ ولکن ہات حدیثا
واحدا حدثتکہ فکتمتہ فقال ابو بصیر فواللہ ما وجدت حدیثا واحدا کتمتہ
غرض ان روایات سے اظہار معتقدات زمانہ تقیہ تک صاف حرام معلوم ہوتا ہے پھر باوجود اسکی

[1] وہ نور اسکو جنت مین کھینچ لیجائیگا ای معلی جو شخص ہماری حدیث اور ہمارے امر کو ظاہر کریگا اور اسکو مخفی نرکھیگا خدا تعالی اسکو دنیا مین خوار کریگا اور قیامت کو اسکی پیشانی سے نور کو سلب کریگا اور اسکی پیشانی پر ظلمت پیدا کریگا جو اسکو دوزخ مین کھینچ لیجائیگی ای معلی تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جس شخص مین تقیہ نہین وہ دین سے بیبہرہ ہے ای معلی خدا تعالی کے نزدیک پوشیدہ عبادت ایسی ہی پسندیدہ ہے جیسا آشکارا پرستش کرنی ای معلی ہمارے امر کا فاش کردینے والا ایسا ہے جیسا کہ اوسکا انکار کرنے والا فرمایا ابو عبد اللہ یعنی حضرت جعفر صادق ع نے کہ ہمارے دوستوں سے سلام کہو اور یہہ جتادو کہ وہ ہماری حدیث کو مستحکم قلعون مین اور فقیہ سینون مین جگہہ دین اور باوقار عقلونکو جا دین قسم ہی اوس ذات کی جسنے دانہ کو پھاڑ کر شگوفہ نکالا اور خلقت کو پیدا کیا ہے کہ ہماری عزت مین بٹا لگانے اور ہمارے ساتھہ لڑائی برپا کرنے مین کوشش کرنیوالا شخص بھی زیادہ ہمکو تکلیف دینے والا نہین ہے جو ہماری حدیث کو ایسے شخص پر ظاہر کرے جو اوسکا متحمل نہین ہوتا ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے ہماری حدیث کو ظاہر کر دیا اوسنے ہمکو چوک کر قتل نہین کیا بلکہ اوسنے دیدہ دانستہ ہمارے گلے پر چھری پھیری ابو بصیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے ابو عبد اللہ سے عرض کیا حضرت ہم مین کیا بات ہے کہ آپ ہمکو کیفیت حال کی خبر اس طرح نہین دیتے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دوستونکو خبر دیا کرتے تھے قسم کہاکر فرمایا کیون نہین مگر ایک ایسی حدیث بیان کر دی جو مین نے تجھسے کہی ہو اور تونے اوسکو پوشیدہ رکھا ہو ابو بصیر کہتا ہے کہ واللہ مجھکو کوئی ایسی حدیث نہین ملی جسکو مین نے چھپایا ہو

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو بزعم انکی نص صحاب ائمہ تہی یہہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین امام زینعت
کری پہر بہی انہار سے باز نہ آوین اوران ہی پر کیا منحصر ہے صحابہ مقبولین نے بہی تو امام بلافصل کے ارشاد
مین اطاعت نہین فرمائی تہی تو یہہ کچہہ نئی بات نہین مگر تعجب تو یہہ ہی کہ باوجود ان روایات
کی یہہ حضرات یہہ روایتین بہی فرماتے ہین عن محـــمد بن جمہور القمی قال قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ - پہر آپ فرمائیں کہ روایات مذہب کی روسی زبان کا قلب وجنان کے ساتہہ
موافق ہونا اصل اصول دین ہی یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتہہ موافق کرنے سے دین
اسلام سے خارج ہوتا ہی یا مخالف کرنے سی فاعتبروا یا اولی الابصار قال الفاضل المجیب
ثم قال - اما بعد ان دنون ایک سوال محررہ مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث
امامت میری نظر سے گذرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ مین اور اسکی متعلقات مین طرفین سے دفاتر سیاہ
ہو چکی ہین در ہنوز فیصلہ نہین ہوا اور نہ جبتک خداوند توفیق راہ ہدایت کیطرف کشان کشان
لاوی اور عنایت خداوند تعالی شانہ دستگیری فرمائی تب تک فیصلہ ممکن ہے - اقول - مجہہ
جیسے ہیچمدان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمانا محض تواضع و عنایت سامی ہی ممنون
ہون واقع مین مین بیچارہ فارسی خوان ہون ہرگز مولویت کی لیاقت نہین رکہتا ہان یہہ ضرور ہی
کہ ابتدا سن تمیز سی مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی کسیقدر طرفین کی کتابین دیکہی اور باتین سنی ہین
لفظ مولوی اپنی نام کے ساتہہ لکہا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزا سمجہتا ہون اسلیئی آیندہ معافی
کا خواہان ہون یقول العبد الفقیر الی مولاہ اگر آپ اپنی اس بیا نمین
سچی ہین اور آپ محض فارسی خوان ہین اور عبارات عربیہ کو نہ سمجہہ سکتی ہین نہ ترجمہ کر سکتی ہین
تو ضرور ہی کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض و جواب مین جو عبارتین اپنی یا خصم کی کتب عربیہ
سی نقل کرتے ہین جنکا سمجہنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہین ہو سکتا ان عبارات کی نقل
اور ان سی استدلال کرنے مین اپنی مذہبی ابایون سے مدد لیتی ہونگی اور آپکی علماء کی

[illegible]

اعانت و امداد اوسمین آپکی شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرات شیعہ کی ان مذہبیہ کمیٹی ہوا کرتے ہین - تو ایسی صورت مین میری مخاطب اور میری مجیب معترض آپ مع اوس قوت اور تائید برادران ایمانی اور صد قادر وحانی کی ہونگی جو شامل حال سامی ہی علی ہذا جس عنوان سے مین آپکو تعبیر کرون آپ اوس قوت کی ساتھہ ملکر معبر عنہ ہونگی تو اگر مینی لفظ مولوی آپکی لیئی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہین کیا کیونکہ میری مخاطب محض آپ ہی نہین ہین بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہین اور اوسکی انضمام کے ساتھہ بیشک آپ مولوی ہین تو مجموعہ پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہی - اور اگرچہ یہہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ بمنزلہ لوازم غیر منفک عن الذات ہی سلیئی اسکو وصف ذاتی سمجھہ لیجیئی پس اسکو محض تواضع اور عنایت پر محمول فرمانا محض تواضع و عنایت ہی ممنون ہون - قولہ ہدایت کی لیئی توفیق ایزدی درکار ہی مگر جس فرقہ سے یہہ توفیق یہانتک سلب ہوگئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابونکا دیکھنا اونسے ملنا امور متنازعہ فیہا مین گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ مین گناہ سمجھتی ہون اور ان باتونکو اپنی مذہب کا مخل جانتی ہون عالم اسباب مین اوس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہی اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپکو توفیق کے معنی سے بھی ناآشنائی ہے - جناب من توفیق کے معنی توجیہ الاسباب نحو مطلوب الخیر ہین اور ظاہر ہی کہ اسمین مطلوب خیریت کی ساتھہ مقید ہی جو یہان مفقود ہی مطلوب شر کی توجیہ اسباب کو کوئی ناواقف بھی توفیق نہ کہیگا اور اگر خیر مزعومی مراد ہوا اور مطلقاً ہر ایک فریق کی کتابین دیکھنا اونسی ملنا امور متنازعہ فیہا مین گفتگو کرنی اور اوسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو بھی جو کہ اپنی کتابونمین اہلبیت نبوت کو سب و شتم کرتے ہین اور سواد الوجہ فی الدارین کماتے ہین جیسا کہ حضرات شیعہ نی بہ نسبت کبار صحابہ کی یہہ ہی وتیرہ اختیار کر رکھا ہی مژدہ ہو کہ حضرات شیعہ کہہ سکتی ہین کہ جس فرقہ سے یہہ توفیق یہانتک سلب ہوگئی ہو الخ تو اس صورت مین آپکی ہی اقرار سے ایسی اور تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی ہندو بین خیال نہین

کرسکتا کہ خوارج کی کتابونکا دیکھنا جنمین معاذ اللہ اہلبیت اطہار کے دشمنون کی توہین و تذلیل ہو
مستحب اور موجب ثواب ہو اگر ہماری مجیب بروئی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہون
تو ہمین بھی مطلع فرمائین ۔ علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس و بُت پرست وغیرہ سب کے
بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی اون کتابونکی نسبت جنمین حق تعالیٰ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت کلمات سقط و ناسزا لکھی ہین یہہ ہی ترانہ ہوگا پہر جو کچہہ اسکا جواب حضرات شیعہ خوارج
وغیرہ کو دیوینگے وہی ہماری طرف سے بہی قبول فرمائین اور اصل یہہ ہی کہ جس فریق کے نزدیک فریق
ثانی کے پیشواؤن کو بُرا کہنا جزو مذہب ہو اور اسکو عبادت اعتقاد کرتے ہون بلکہ اپنی پیشواؤنکو بُرا کہنے سے پاک ہو
اور اونکی کتابین اس قسم کی مضامین سے مملو ہون اور اونکی زبانین ایسی کلمات کی خوگرفتہ ہون تو بیشک فریق
ثانی ایسی لوگونکی ملنی اور اونکی کتابونکے دیکھنے سے کارہ ہوگا اور حرام سمجھیگا کیونکہ منجر بحرام ہے علاوہ
ازین قاعدہ ہی کہ جب حق منقح و محقق ہوجاتا ہی تو مخالفین کی کتابین دیکھنی اور اونکی ملنا اور امور متنازعہ فیہا
مین گفتگو کرنے بے سود تضییع اوقات بلکہ کسیقدر خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی امتحان
کی ادراک سے عقول قاصر ہین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا
فرماکر اسپر تنبیہ فرمایا اور جابجا کلام مجید مین مخالفین کے ساتھہ اختلاط اور اونکی دوستی اور
موالات کی ممانعت فرمائی ۔ اور جب اہلسنت اپنی مذہب کو منقح و محقق کر چکے اور موافق
کتاب و سنت پا چکی تو اونکو کچہہ ضرورت باقی نہین رہی کہ بنظر تحقیق حق شیعہ و خوارج سے
ملین اور اونکی کتابین دیکھین اور اپنی بزرگونکا سب و دشنام سنین اور دیکھین ۔ ہان گاہی بغرض
حمایت اسلام و تبکیتاً للاخصام بغرض الزام کتب مخالفین دیکھتی ہین اور امور متنازعہ فیہا
مین گفتگو کرتے ہین اور اسکو کوئی حرام نہین کہتا البتہ ہمین اگر کچہہ فرمائین تو اہل ورع
و تقوی فرمائین سو وہ خارج از قانون مبحث ہی ۔ لیکن طلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا
چاہیے ۔ کہ یہان اسکا در کس درجہ تک ہی کہ جو تمام عمر کتب اہل حق دیکھتی ہین کتاب اللہ پڑہتی ہین
اور ہدایت اونکی نصیب نہین ہوتی اور صراط مستقیم سے منحرف ہین خدا تعالیٰ شانہ کے لیے

جسم وصورت ثابت کرتے ہین کہو کلا اور ٹھوس تبلاتی ہین کتاب اللہ کو محرف کہتی ہین انبیاء
کی حق مین ناسزا کہتی ہین ائمہ کو انبیاء سے افضل کہتی ہین - الی غیر ذلک من المزعومات - اب
اس سے انداز کرلینا چاہیی کہ سلب توفیق زیادہ کس سے ہے اور معاند حق کون ہی **قولہ**
شاید یہہ ہی سبب ہی کہ حضرت نے قائد توفیق کے ساتھہ لفظ کشان کشان جو مستلزم جبر ہی
زیادہ کیا ہی - **اقول** اگر یہہ ہی فہم شریف کا حال ہی تو اسیطرح کلام اللہ کی بہت سے
آیتین موہم جبر ہین جو ہدایت وضلالت کے بارہ مین وارد ہوئی ہین وہان بہی آپ شاید
جبر ہی سمجہتی ہونگی - خداوند تعالے پر لطف واجب کرکے اوسکو اپنی عقول سی مجبور کرنا مستلزم
جبر ہی کہ نہین - ان سب کے علاوہ حدیث الطینہ کو ہی ملاحظ فرمالیجیی اوسمین صریح ہی
کہ حسنات مخالفین کے شیعیان پاک کے بمقتضای طین حوالہ ہونگی اور سیئات شیعان پاک کی مخالفین کے
سر ڈالی جائینگی یہہ سراسر جبر اور خلاف لطف مزعوم ہی - اچہا یہہ ہی سہی ہم ایک روایت
مجالس المومنین سے پیشکش کرتے ہین جسکو قاضی نوراللہ صاحب شوستری نے امام
جعفر رضی اللہ عنہ سے امام غزالی کی بیان مین نقل کیا ہی اوسکو ملاحظہ فرمائین اور انصاف
سی فرمائین کہ مستلزم جبر ہی یا نہین الفاظ روایت یہہ ہین العلم النافع لیس بکسب
ولاجد بل هو نور یقذفه الله فی قلوب اولیائه اذا اراد بهم خیرا - پہر اگر اسمین کوئی
تاویل کرکے اسکو جبر سی خارج کرین تو بندہ کی طرف سی بہی وہی قبول کرین **قال الفاضل
المجیب** سئولہ - لیکن جناب سائل نے اپنی اسلاف سی بڑہکر قدم رکہا ہی اور اپنی
سابقین سے سبقت کا قصد کیا ہی **اقول** تعجب ہی کہ شروع کلام مین یہہ درازنفسی
ایسی الفاظ اور انکی جواب ترکی بہ ترکی لکہنی کو ہم تہذیب کے خلاف سمجہتی ہین اور بجز سکوت
کچہہ جواب نہین دیتی **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** تعجب ہی کہ آپکو یہہ الفاظ اتنے بُری لگی
اور آپنی انکو اسقدر مکروہ اور مستقبح وخلاف تہذیب سمجہا اور انکی لکہنی کو درازنفسی سی تعبیر
فرمایا - باوجودیکہ آپ کی سعی وکوشش اپنی مذہب کے اذاعت وترویج مین اپنی بہت

متقدمین بھی شریک ہیں تو اگر ان جیسی آپکو فخر سابقین کہدیا گیا بقصد تقدم و سبقت علی الثقلین
آپکی طرف نسبت کیا گیا تو کیا گناہ ہوا۔ حضرات شیعہ تو اس سے شریک الفاظ اپنی علما کی
شان مین لکھتی ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ ہرگز آپ انکو دراز نفسی اور بدتہذیبی کے ساتھ
تعبیر نہین فرمائینگے حالانکہ ایسی کلمات مستلزم توہین امامت و ائمہ رضہ ہین اور اگر انہین
تاویل کرکے ظاہر سے نہ پہیرا جاوے اور مجازی معنی نہ لیئی جاوین تو انشاء اللہ آپ ہی
اونپر کفر کی فتوی دیوین۔ فہرست علما مصنفین کتب شیعہ مین جو اسوقت میری سامنی
موجود ہی لکھا ہی ومنهم الشيخ امام الشيعة معين الدين مسعود بن علي
البيهقي صاحب كتاب سلوة الشيعه وفيه الادلة على تحقيق ايمان ابي طالب
اب آپ غور فرمائیے کہ اس شخص کو امام کی لفظ سی تعبیر کیا ہی اور آپ جانتی ہین کہ
غیر امام کو امام کہنا شیعہ کی نزدیک ایسا ہی برا ہی جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول صلعم کو
رسول کہنا تو معلوم نہین اس قسم کی کلمات کو جو عموماً علما کی نسبت کتب شیعہ مین
بلا نکیر پائی جاتے ہین ہماری حضرت مخاطب کسقدر مستنکر اور مستقبح سمجھتی ہونگی اور انکی
قائلین کو کس درجہ دراز نفسی اور بدتہذیبی سے مطعون فرماتی ہونگی۔ حالانکہ جو کچھہ
مینی عرض کیا ہی وہ ان کلمات کا عشر عشیر بھی نہین۔ باقی رہا یہہ جو آپ فرماتے
ہین کہ ایسی الفاظ اور انکی ترکی بترکی جواب کو خلاف تہذیب سمجھتی ہین اور بجز سکوت کے
کچھہ جواب نہین دیتی۔ بمعاینہ آپکی اس تحریر کی حیرت و تعجب انگیز ہی۔ کیونکہ
آپنے اسی تحریر مین باوجود ادعاء تہذیب کی کوئی دقیقہ دقائق خلاف تہذیبی کا
اوٹھا نہین رکھا فحش گالیون تک دریغ نہین فرمایا۔ چنانچہ آئندہ جسجگہ ایسی کلمات
آپ لکھینگے اوسجگہ اشارہ کیا جائیگا پہر معلوم نہین آپنے تہذیب کس چیز کا نام رکھہ
لیا ہی۔ مگر شاید آپکی نزدیک گالیان خلاف تہذیب نہون اور یہہ کلمات خلاف تہذیب ہون

ف جملہ علماء مصنفین شیعہ کی شیخ امام الشیعہ معین الدین مسعود بن علی بیہقی مصنف کتاب سلوۃ الشیعہ جسمین دلائل ثبوت ایمان ابی طالب کے ہین۔ ۱۲

پہر با این ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہ سی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہین بکردہ او خلاف
تہذیب خیال فرماتے ہین تو لیجئی مین معافی مانگتا ہون اور ممنون ہون کہ اسکی جواب
مین آپنے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن مین مجہسی آپ کے ساتہہ برابری نہو سکیگی **قال
الفاضل المجیب** ۔ قولہ ۔ وہ یہہ ہی کہ اپنی مسلمہ شرائط امامت کو تحریر فرما کر اونکی
نسبت دعوی فرمایا ہی کہ یہہ شرائط دلائل عقلیہ ونقلیہ سی ثابت ہین اسکی بعد لکہا ہی کہ جو
صاحب جواب تحریر فرماوین اونکو چاہیی کہ اگر ہماری شرائط کو رد فرماوین تو محض لا نسلم
کہکر نہ ٹال دین بلکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ رد فرماوین ۔ اقول ۔ اسلاف سی بڑہکر قدم
آگی رکہنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرنیکا جو یہہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجہہ مین
نہین آتا کیا حضرت مجیب ان شرائط ثلثہ کو میرا ہی ایجاد سمجہتی ہین اگر انکا یہہ خیال
ہی تو تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرماوین کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہین کہ یہہ شرائط
امامیہ نے اسلیئی امامت مین لگائی ہین کہ خلافت خلفاء ثلثہ کو عین دعوی مین
برہم کرین ۔ کل علماء شیعہ کثرہم اللہ فی البریہ یہہ ہی شرائط لکہتی آتے ہین ۔
یا اسلیئی کہ مینی اونکو مدلل بدلائل عقلیہ ونقلیہ لکہا ہی ۔ یہہ بہی مبحث امامت مین
مشرح ومفصل موجود ہے ۔ یا یہہ کہ دلائل نہین لکہی سو اب تحریر یہہ ہی کہ اپنی دعوی
گو سردست اوسکی دلائل نہ لکہین مدلل بدلائل لکہتے ہین ۔ چنانچہ حضرت مجیب نے
ہی صحابہ کرام رض وخلفاء ثلثہ کی تمام امت سی افضلیت کے دعوے مین تحریر فرمایا ہے
کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بیشمار انکی مدائح مین وارد ہین حالانکہ
ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت بہی نقل نہین فرمایا مین حیران ہون کہ حضرت مجیب نے
جو سبب میر سبقت وغیرہ کا لکہا ہی میری سمجہہ مین نہین آتا **یقول العبد
الفقیر الی مولاہ** مین آپکی ادعای انصاف اور مہارت فن مناظرہ پر کہ ابتدا
سن تمیز سے اسی مین منہمک رہی نہایت متاسف ہون کہ خصم کا کلام بجمیع

محتملات نہین سمجھہ سکتی یا یہہ کہ سمجھتی ہین لیکن صرف بغرض ایراد اعتراض کلام کی اوس
محتمل سے اغماض نظر بالی ہین جسپر بنا مراد قائم ہی - پس اگر اسیکا نام انصاف اور مناظرہ
دانی ہی تو دیکھیے ناانصافی کیسی کچھہ ہوگی - مین پوچھتا ہون کہ اسلاف سے بڑھکر قدم
رکھنی اور باتین سے سبقت کا قصد کر سکے جو جنابنے کلام مین سے مین احتمال
پیدا فرمائی ہین کیا بجز اون احتمال سہ گانہ کے اور کوئی احتمال اوس کلام مین پیدا نہین
ہوسکتا - کیا کوئی دلیل حصر عقلی یا استقرائی جنابنے اوس پر قائم فرمائی ہے ظاہر
تو یہہ آپکا محض زبانی دعوی ہی - نفس تحقیقت دیکھیے تو یہہ تینون احتمال غلط ہین اور مدار
تقدم وسبقت اس پر ہی کہ جنابنے اول تحریر فرمایا کہ یہہ مدعا بدلائل عقلیہ ونقلیہ
ثابت ہے اور بعد اوسکی لکہا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادین تو محض لانسلم کہکر
نہ ٹال دین - اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بزعم جناب یہہ شرائط اس درجہ ثابت و
متحقق ہین کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اور خصم کو بجز لانسلم کے اور کچھہ بن نہین
آتا گویا اہلسنت آجتک بجواب شرائط لانسلم کرتے چلے آئی ہین حالانکہ اسقدر وسیع
مسئلہ مین کہ جس مین مجال کلام کو بہت وسعت اور گنجایش ہی بلکہ اگر انصاف سے دیکھیے تو علماء
شیعہ اس مسئلہ مین محض محتملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمیشہ استدلال کرتے ہین
اور بجز دعوی کفر وارتداد کبار صحابہ مہاجرین و انصار و ازواج مطہرات رسول کردگار امہات
المومنین کے اور کوئی مساغ نہین پاتے - تو ایسی مسئلہ کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بہت
بڑی تقدم وعزم سبقت کو مقتضی ہے - جو بہت سی اکابر شیعہ سے صادر نہین ہوا -
پس حضرت مجیب کا یہہ فرمانا کہ مین حیران ہون کہ حضرت محیبنے جو سبب میری سبقت وغیرہ
کا لکہا ہی میری سمجھہ مین نہین آتا البتہ قابل افسوس ہی اور یہہ جو ارشاد ہے کہ ودتہ
تحریر یہہ ہی کہ اپنے دعوی کو گو درست اوسکی دلائل نہ لکہین - لیکن مدلل بدلائل لکہتے
ہین الخ - یہہ اور بہی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہہ کہان کا داب تحریر ہے کہ جناب مستم

دعوی پیش کرین اور اوسکی دلائل ذکر نہ فرمائین کوئی شخص مناظرہ مین بمقابلہ خصم دعوی کو ذکر کرکے دلائل کو برات عاشقان بر شاخ آہو نہین بتا سکتا۔ حالانکہ وہ یہہ بہی جانتا ہو کہ خصم اس دعوی کو تسلیم نہین کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک بہی مسلم ہی کہ دعوی بلا دلیل نامسموع ہی تو معلوم نہین کہ یہہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہی رہا یہہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے مین "چنانچہ حضرت مجیب نے خلفاء ثلثہ کی افضلیت کا دعوی مین" الخ۔ اور بندہ کو بہی اپنی خطا مین شریک کرتے ہین یہہ اوس سے بہی زیادہ عجیب و غریب ہی بلکہ حضرت کے مناظرہ دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سی اہل فہم صاف سمجھہ سکتی ہین کہ آپ مدعی اور حاکی دعوی مین امتیاز و تفرقہ نہین ہے۔ اگرچہ مین کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت مین سی افضلیت خلفاء رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت مین جسکو جنابنے نقل فرمایا ہی میری طرف دعوی کو نسبت کرنا سراسر غلط ہی کیونکہ سیاق کلام بصراحت دال ہی کہ یہہ عبارت حکایت دعوی ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہی نہ یہہ کہ متکلم کے مدعی ہونے کو مثبت ہی پس حاکی دعوی کو مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہی تو اسلئی بندہ کو عدم سوق دلائل مضر نہین حضرت نے بہی اگرچہ ابتدا مین اختلاف نقل کیا ہی جس سی شاید آپکو بہی یہہ شبہہ پیدا ہو کہ ہم بہی مدعی نہین اور حاکی دعوی ہین اور بندہ نے جو آپکو مدعی قرار دیا ہی اوسکو غلط اور خلاف مناظرہ سمجہین لیکن اسقدر اور بہی خیال فرمائین کہ آپنے آخر تحریر مین یہہ فقرہ تحریر فرمایا ہی (جو صاحب جواب تحریر فرماوین وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرماوین الخ) جس سی صاف ثابت ہی کہ آپکی غرض محض نقل حکایت مذہب نہ تہی بلکہ آپکو دعوے مقصود تہا اسلئی آپکو مدعی قرار دیا گیا جسکو جنابنے بلا رد و انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرماوینگی تو سمجہہ جاوینگی کہ مین اس خطا مین آپکا شریک نہین ہو سکتا۔ قولہ علاوہ یہہ شرائط ایسی متحقق و ثابت ہین کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمالین افضلیت خلفاء ثلثہ کا تصریحاً اقرار ہی اور نص کی بابت تحریر فرماتے ہین کہ (یہہ دعوے

کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علی الاطلاق صحیح نہین) اس سے ثبوت بکر ہماری
کی تدلل ہونیکا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہی - اقول - کہان ہین اہل علم وفہم وانصاف جو ہمارے
فاضل محبی کے انصاف ومناظرہ دانے کو ملاحظہ فرماوین اور حضرت کی شرائط ثلثہ کا ایسا کامل
ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہین ہوسکتا بنظر تامل دیکھین اور اس مدلل ثبوت کی کیفیت
سنین - اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھکر شرائط ثلثہ کے اثبات کے لیئ اور کوئی حجت نہین
تو اس سی یقین کرلینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط ثلثہ کا کچھ ثبوت نہین ہی جناب
میر صاحب مین نے اگر خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا تصریحاً اعتراف کیا تو
اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیئے اشتراط افضلیت لازم آیا
اور اگر مینی یہہ لکہا کہ یہہ دعوی کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علی الاطلاق صحیح
نہین تو یہہ کیونکر مستلزم اشتراط نص کو ہوا خدا کے لیئ ذرا تو سوچیی اور سمجہہ تو انصاف فرمایی
کیا وجود شی اور اشتراط شی متحد ہین حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ بدیہی ہی کہ اشتراط شی
جو بعض اعتبارات سی موقوف علیہ ہوتا ہی نفس وجود شی سے ایک وصف زائد ہی اور اوسپر
متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف بہی متفرع علی الوجود ہین اور وجود خواہ عین ذات قرار دیا جاوے
یا زائد علی الذات سمجہا جاوے ہر طرح مغایر اشتراط ہی اسلیئی کہ اتحاد ذات مع الوصف
محال ہی اور اتحاد وصفین متغائرین بہی ممتنع - یا یہہ کہ وجود شی مستلزم اشتراط کو ہی
اور یہہ بہی بداہۃً غلط ہی کیونکہ علاقہ لزوم باہمی منتفی ہی ورنہ لازم آویگا کہ تمام
صفات موجودہ فی فرد واحد کا اشتراط مسلم ہو حالانکہ یہہ صراحۃً باطل ہے اسلیئی کہ
مستلزم بطلان عقد دائمہ بلکہ اخیار کو بہی ولو فی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہر ہی کہ تمام صفات
موجودہ فی شخص قطعاً ویقیناً دوسری شخص مین نہین موجود ہونگی ورنہ لازم آویگا کہ متغایر
متحد ہو جائین - پس جبکہ اتحاد اور استلزام دونو باطل ہوگئی تو اشتراط کہان
پس آپ دیدہ بصیرت وانصاف کہولکر ملاحظہ فرمائین اور تامل کرین کہ یہہ جو تحریر فرمایا

کہ اس سے بڑھکر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہی اس سے صاف ثابت
ہوتا ہی کہ آپکو اعتراف ہی کہ آپکی پاس شرائط ثلثہ کے ثبوت کی لئی کوئی دلیل نہین ہی پس
جبکہ آپکو شرائط کے بلا دلیل ہونے کا اعتراف ہی۔ تو ہمکو اونکی تردید کی کیا ضرورت ہی۔ اور آپکا
اونکی تردید مین دلائل کا مطالبہ سراسر بیجا۔ **قال الفاضل المجیب** قولہ پیشتر علماء
شیعہ کا یہہ وتیرہ رہا ہی کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئے۔ اقول۔ تین چار سطر پہلے حضرت
تحریر فرما چکے ہین کہ اس مسئلہ۔ اور اسکی متعلقات مین طرفین سے دفتر سیاہ ہو چکے ہین
اگر علما شیعہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئے تو یہہ دفاتر کس نے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر
سیاہ کیا کیئے اگر یہہ ہی تو یہہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہہ بھی سمجھہ مین نہین آتا کہ تا وقتیکہ ایک
فریق کچھہ نہ لکھے وسکا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کری ایسے ہی کلام مین یہہ تناقض ہے جب اصلی بحث
شروع ہوگی تو دیکھئی کیا ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اسجگہ ہماری حضرت میر صاحب نے ہماری کلام
مین وقوع تناقض کا دعوی فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کی بھی تکلیف فرمائین اور ہماری
حضرت المجیب کو اونکی اعتراض کے داد دین اور واہ واہ آفرین احسنت کا شور عرش برین تک
پونہچائین۔ میر صاحب مین تو آپکی مناظرہ دانی کا قائل ہوگیا جو حضرت فرمائین وہ بجا اور درست ہے
جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہی۔ بندہ کی عبارت یہہ ہی۔ "پیشتر علما
شیعہ کا یہہ وتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئے اور جب کبھی خدانخواستہ جواب دہی کا
موقع آپڑا او ستر گربہ لانے لگے اور ایسی تقریرین فرمانے لگی جو مضحکہ اطفال ہون"۔ اس اردو
عبارت مین ہماری فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو بمعنی باب افتعال سے لکھا تہا
اعراض باب افعال ہی سمجہا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام مین مدعی ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر
مین شاید نقطہ ت تا افتعال کے سہواً رہ گئی ہونگی۔ لیکن سیاق عبارت کیا چلا کر نہین
کہہ رہا ہی کہ اسجگہ اعراض کے کچھہ معنی نہین ہے۔ اور یہان لفظ اعتراض ہی مناسب ہے
کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیئے گئے ہین اول اعتراض دوسرا موقع جواب

وہی ظاہر ہی کہ اعتراض وجواب باہم متقابل ہین اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھہ مین آسکتا ہی کہ پہلی جو لکہا گیا تہا وہ لفظ اعتراض باب افتعال سے تہا نہ اعراض باب افعال سے تعجب ہی کہ آدمی بے سوچے سمجہے اتنا بڑا اعتراض کر دے اور سیاق وسباق عبارت مین تامل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجہنے مین یہہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجہہ سکتی ہین - پہر اس فہم پر فرماتے ہین کہ ہمنی مذہب کی حقیقت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے - مگر شاید آپ یہہ عذر فرمائین کہ مین ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا تہا اور جب مضمون جملہ سابقہ کا تمام ہو کر حافظہ سے نکل گیا اوسوقت دوسری جملہ کی نوبت آئی - لیکن جبکہ ابہی سے انصاف وتحقیق حق اور مناظرہ دانی کا یہہ حال ہے تو جب اصلی بحث شروع ہوگی تو اوسوقت دیکہیی کیا ہوگا - قولہ - تعجب ہے کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجاتی ہے - حالانکہ معاملہ برعکس ہی اس باب مین سکوت اہل سنت کا مذہب ہی نہ ہمارا - اقول - یہہ دعوی خلاف ہی مین نے ہرگز آپ کی علما کی طرف اعتراض وسکوت کی نسبت نہین کی - آپ بندہ کی عبارت نظر تامل سے مکرر ملاحظہ فرمائین گستاخی معاف ہینی اوس تحریر مین آپکی علماء کی نسبت یہہ عرض کیا ہی کہ حضرات موقع جواب دہی مین تقریرات لغو اور لاطائل فرماتے مین جسکا منشا نفسانیت وابطال حق ہے یا قلت استعداد اور قصور ملکہ اور اوسکو اعراض کے ساتہہ تعبیر فرمانا صحیح نہین ہے - کہان اعراض کہان تقریرات سقیمہ - ہان آپنے اعراض اور سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہہ صحیح ہے بیشک علما اہل سنت اعراض وسکوت ایسی مواقع مین اختیار فرماتے ہین جبکہ دیکہہ لیتی ہین کہ خصم پر حجت تمام ہوگئی اور حق منکشف ہوگیا اور خصم حق سے دست بردار ہوکر بر سر جدال ومکابرہ آگیا یا یہہ کہ ابتدا مین عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ خصم مخاطب صحیح اور قابل خطاب ہی نہین

توایسی مواقع مین علماء اہل سنت بمقتضاء ع اینست جواب ش کہ جوابش ندہی اور بحکم واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ - اعراض وسکوت فرماتے ہین اور یہہ اعراض وسکوت محمود وپسندیدہ ہی اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے بیت دو چیز تیرہ عقلست دم فروبستن + بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی + اور حاشا کہ سکوت واعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہون - بہلا شیعہ جنکی صرف زبانی دعوی اطاعت ائمہ رضا کی ہین - ائمہ کی کیونکر اطاعت فرماتے اور ائمہ نے جسکو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اوس سے کیونکر احتراز کرتے - لیکن اس تقریر سے پایا جاتا ہی کہ مطلقاً آپکے نزدیک اعراض وسکوت علامت عجز وتسلیم ہی کہ اوس سے تبری وبخاشی فرماتے ہین تو علاوہ اسکی کہ وجوب سکوت وحرمت کلام وگفتگو آپکی روایات سے واضح ہوچکی ہی حضرات ائمہ رضا مین سے جنہون نے بمقابلہ اعداء سکوت فرمایا یا علماء امامیہ مین سے جنہون نے مخالفین کے جواب نہین دیے تو حسب قاعدہ مسلمہ جناب مستلزم عجز وتسلیم حضرات ہی علاوہ ازین بیچاری متاخرین متکلمین شیعہ توکس شمار مین ہین آپکی وہ امام المتکلمین جو بزعم آپکی علماء متقدمین کی کلام مین اسقدر ید طولے رکہتی تہے جو تمام اہل مذاہب پر غالب آئی اور خلق اللہ مین سے کسیکو تاب وطاقت نہتی کہ اونسی کلام کرسکی اور ان پر از راہ حجت غالب ہوسکی وہ آپکی فخر الاولین والآخرین بشہادت امام معصوم کلام مین ایسی عاجز تہی کہ اونکو ایک طفل مکتب ساکت وملزم کرسکتا تہا - پس آپکا اور آپکی دوسرے مذہبی بہائیون کا کلام پر فخر کرنا اور اپنی آپکو یہہ سمجہنا کہ ہمکو کوئی فرد بشر جواب ہی نہین دے سکتا سراسر ہیچ اور خرافات اور تکذیب امام ہی - لیجیی روایت سنیی آپکی علامہ باقر مجلسی جلد اول بحار مین نقل فرماتے ہین - قال السید ابن طاوس فی کشف المحجہ

ف۱ سید ابن طاوس نے کشف المحجہ مین عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے ۱۲

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابی عبد الله ع فقال لی مومن
الطاق استاذن لی علی ابی عبد الله ع فقلت له نعم فدخلت علیه فاعلمته مکانه
فقال لا تاذن له علی فقلت جعلت فداک انقطاعه الیکم وولاءه لکم وجدله فیکم
ولا یقدر احد من خلق الله ان یخصمه فقال بل یخصمه صبی من صبیان الکتاب فقلت
جعلت فداک هو اجدل من ذلک وقد خاصم جمیع اهل الادیان فخصمهم فکیف یخصمه
غلام من الغلمان وصبی من الصبیان فقال یقول له الصبی اخبرنی عن امامک امرک
ان تخاصم فلا یقدر ان یکذب علی فیقول لا فیقول له فانت تخاصم الناس من غیر
ان یامرک امامک فانت عاص له فیخصمه یا ابن سنان لا تاذن له فان الکلام والخصومات
تفسد النیة وتمحق الدین ۔ پس جب آپکی مومن الطاق کا بشہادت امام یہہ حال ہے تو
دوسرون کا حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعوی کی تصدیق یا تکذیب بمقتضاء اپنی دین و
دیانت وانصاف کے فرمالین ہماری عرض کرنیکی کچھہ حاجت نہین رہے قولہ
مین اپنا تجربہ عرض کرتا ہون کہ اسوقت تک دو قسم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک وہ
کہ جن سے رابطہ تعارف وآشنائی ہے اگر ایسی حضرات سے کبھی گفتگو ہوئی تو سوائے ہنسی

سلہ کہ مین نے ابو عبد اللہ کی خدمت مین حاضر ہونیکا ارادہ کیا۔ تو مومن الطاق نے مجھسی کہا کہ ابو عبد اللہ سے میری واسطی بھی اجازت (حضور خدمت کی) لے لیجیو۔ مین نے اوس سے کہا بہت اچھا۔ پس جب مین خدمت مبارک مین حاضر ہوا تو مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مومن الطاق یہان حاضر ہے فرمایا کہ اوسکو مجھہ تک آنیکی اجازت مت دو مین نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو وہ تو سب کچھہ چھوڑ چھاڑ کے آپ ہی کا ہو رہا ہے اور اوسکا تولا آپ ہی کے ساتھہ ہے اور اوسکا لڑنا جھگڑنا آپ ہی کی خاطر ہے اور بندگان خدا مین سے کسی کی مجال نہین ہے کہ جو اس سے لڑسکے فرمایا بلکہ ان ہی بچون مین سے جو مکتب مین پڑھتے ہین ایک لڑکا اوس پر غالب آسکتا ہے مین نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو وہ تو اس سے بڑھ کر جدلی ہے کیونکہ اوس نے تمام مذہب والون سے مناظرہ کیا اور وہ ان پر غالب رہا ہے سو ایک لڑکا اوس پر کیونکر غالب آسکتا ہے فرمایا کہ اگر اوس سے ایک لڑکا پوچھے کہ کیا امام نے تجھکو لڑنے جھگڑنے کا حکم دیا ہے تو وہ ہرگز مجھہ پر جھوٹ نہین باندھ سکیگا اور یہی کہیگا کہ نہین تب وہ لڑکا کہیگا پھر تو اپنے امام کے حکم بغیر لڑتا پھرتا ہے تو نافرمان ہوا اور لڑکا اوس پر غالب ہوجائیگا اے ابن سنان اوسکو مجھہ تک آنیکی اجازت مت دو کیونکہ جھگڑے جھانسے نیت بگاڑتے اور دین کو ملیامیٹ کرتے ہین ۔ ۱۲

و مذاق کے جواب نہین دیا اور یہہ بہی فرمایا کہ مابین دوستی ہی اور دوستی مین مذہبی گفتگو بیجا ہی حالانکہ
یہہ گفتگو کسیطرح مخل دوستی نہین ہی اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول فی الواقع عوام کو یہہ ہی چاہیی
کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسرونکی مذہب کی اطلاع نہ مناظرہ جانین نہ مباحثہ کے
ڈہنگ سے واقف نہ اپنا جواب دیسکین نہ دوسرونکی جواب کی صحت و غلطی پر تنبہ ہو سکین
تو وہ کیا مباحثہ کرین گے اور کیا انصاف کر سکینگے پس ایسی لوگونکو یہہ ہی چاہیی کہ مذہبی گفتگو
سے پہلو تہی کرین بلکہ اونکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہیی۔ آپ ہی فرمائین اگر ایسی صورت
عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو علماء شیعہ اونکی نسبت کیا حکم فرمائین گے۔ ظاہر ہی
کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائین گے یا تقیہ کا حکم لگائینگی۔ اور سنیی کہ بندہ نے جو کچہہ جواب
تمہید مین عرض کیا تہا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعفاء اہل سنت سے خصوصاً
کر کے مذہبی چہیڑ چہاڑ کیا کرتے ہین اور میر جی صاحب اس امر کے بادی ہنین ہین الحمد للہ
اوس معروض کے تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہین کہ "اگر ایسے
حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تہا تو اونہون نے ہنسی و مذاق کے سوا جواب نہ دیا
بلکہ گفتگو کو روکا اور عذر کیا کہ دوستی مین مذہبی گفتگو بیجا ہی"۔ قولہ دوسری وہ حضرات
جنسی یہہ رابطہ نہ تہا اگر اونسی کبہی اتفاق ہوا تو یا مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بدرشتی جواب دیا
اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا مین پیشتر گذارش کر چکا ہون کہ بعض مواقع مین
علماء اہل سنت اعراض و سکوت اختیار فرماتی ہین لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل
تسلیم سمجہنا غلط ہی اور جن حضرات نے بدرشتی جواب دیا وہ بپاداش آپکی درشتی اور تعریضات
کی ہوگا۔ قولہ میر مہدی صاحب مؤلف آیات بینات کہ جنکی کلام کو ہمارے حضرت
مجیب بڑے فخر و مباہات سے اس جواب مین نقل فرماتے ہین جس زمانہ مین مرزاپور مین
تحصیلدار تہی اور بندہ رہوار ہی تہا اور یہہ رسالہ آیات بینات میری نظر سے گذرا تہا
انکی خدمت مین ایک نیاز نامہ لکہا کہ بعض مسائل مین گفتگو چاہی تہی مگر میر صاحب موصوف نے

مطلق جواب ندیا اور اعراض ہی فرمایا - اوّل مین عرض کرچکاہون میر مہدی علیصاحب
بیشک آپکو جواب نہ دیا ہوگا - لیکن اوسکی وجہ یہہ ہی کہ آپکو مخاطب صحیح تصور نہین کیا
اور قابل خطاب نہین سمجہا - نہ یہہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہہ محض جناب کا
خیال ہی خیال ہی قبلہ خود اسی شہر مین مجہہ سے تین حضرات تحریری
گفتگو کرچکی ہین اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اوّل ایسی ہی حضرات کی
بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپکے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا - اگر یہہ حضرات توجہ فرماتے
توآپ کی ان دعوونکی کیونکر یہانتک نوبت پونہچتی - پس آپ کی جواب سے اعراض یا تو
بوجہ قلت اعتنا و مبالات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپنے حسب عادت مطاعن و تعریضات
تحریر فرمائی ہونگی اور ظاہر ہی کہ اونکی جواب مین ایسی ہی کلمات الزاما لکھی جاتے تو تعجب نہین
کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کی اگرچہ الزاما ہی سہی جواب سے اعراض فرمایا ہوگا - پس یہہ
جو آپ فرماتے ہین کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے مفہوم ہوتا ہی کہ بوجہ عجز جواب
نہ دی یکسر سراسر غلط ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہی کہ اسمین کوئی شخص عاجز نہین
ہوسکتا کہ ضعیف قوی کچہہ نہ لکہہ سکی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہین کرتا
کہ کوئی مخالف اسکا معارضہ حقا یا باطلا نہ کرسکی یہہ آپ ہی کا عقیدہ ہی کہ علماء شیعہ کی کتابین
اس وجہ معجز ہین کہ اونکا معارضہ خارج از امکان ہی حالانکہ بشہادت امام معصوم امام المتکلمین یہہ
حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مناظرہ نہین کرسکتی تہی اور وہ اونکو ساکت کرسکتا تہا
اور اگر بپاس خاطر سامی ہمکو تسلیم کرلین کہ یہہ سکوت عجز کی وجہ سے تہا - تو یہہ بہی انصاف اور حقانیت
کی بہت بڑی دلیل ہے - بخلاف حضرات شیعہ کے کہ اونکا مایۂ افتخار یہہ ہی کہ مخالفین کی
تحریر کا برائی نام جواب لکہا جاوی حق و ناحق سے کچہہ بحث نہین ہوتی اور یہہ بہی خاص
اہل سنت کی تحریرات کی ساتہہ معاملہ ہی - صدہا تحریرین نصاری و ہنود و آریون وغیرہ کی
شائع ہوتی ہین خبر ہی نہین ہوتی - اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہین نہ کہین منقطع ہوگا

پہر یہہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض واہیات ہی آخر علماء شیعہ نے بہی تو اہل سنت کی بہت کتابون کے جواب نہین لکہے پہر کیا میر صاحب اپنے علما کا عجز بہی تسلیم فرماوینگی یا اسین یہہ اگر ہمارے فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپکی استدلالات کا جواب نہین دے سکے تو واضح رہی کہ اس صورت مین فاضل مخاطب نے خود رسول صلعم اور ائمہ رض کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جدال و مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت فرمائی کہ مخالفین تا انقضاء مدت حجت ملقین گئے جاتے ہین پس اگر حسب اعتقاد فاضل مخاطب مخالفین آپ سے اور آپکی علماء سے ساکت ہوتی رہے ہین اور اونکو جواب نہین بن آیا تو معلوم ہوا کہ اونکو حجت ملقین نہین ہوئی اور ائمہ رض نے جو کچہہ ملقین حجت کی بابت فرمایا ہی معاذ اللہ دروغ ہی روایت کی الفاظ سنیے آپکی علامہ مجلسی جلد اول بحار مین نقل کرتے ہین - عن ابی عبد اللہ ع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجتہ الی انقضاء مدتہ فاذا انقضت مدتہ احرقتہ فتنتہ بالنار - انتہی - اس سے صاف ثابت ہوا کہ اعراض و سکوت عجز کی وجہ سے نہین ہو سکتا - اور اگر یہہ بہی تو بندہ یہہ عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر مین بندہ کی بہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجہے جاتے ہین تحریری گفتگو ہوئی - اور تیسری یا چوتہی تحریر مین اونہون نے اعراض و سکوت فرمایا تو حسب قاعدہ حضرت محبیب مین بہی کہہ سکتا ہون کہ آخر کو اونکو اعراض ہی کرتے بن آئی - قولہ اب حضرت محبیب کی نوبت آئی ہی - اقول دیکہہ لیجیگا - بیت قیس ورہا دسے کہدو کہ وہ اس جنگل سے بستر اوٹہا دہ کے چلدین میری باری آئی **قال الفاضل المحبیب**. اقول - اور جب کبہی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع آپڑا

ل امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا بچاؤ اپنی آپکو ہر ایک مفتون کی جہگڑے سے کیونکہ ہر ایک مفتون تلقین کیا جاتا ہی اپنی مدت کے تمامی تک حجت ملقین کیا جاتا ہی اور جب اسکی مدت تمام ہو جاوے گی تو اسکا فتنہ اوسکو آگ مین جلا دیگا - ۱۲ -

[illegible]

تو نشتر گریہ لانی لگی اور ایسی تقریرین فرمانے لگی جو مضحکۂ اطفال ہون اقول ع اسکو جواب مین
بجز خاموشی کیا عرض کرین سخت افسوس اور تعجب ہی کہ ابتدا ہی مین یہہ تند الفاظ اور
سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کری دیکھیے آیندہ کہانتک نوبت پہونچتی ہے
ہنوز دلی دور ست گر گستاخی معاف۔ اسقدر عرض کیے بدون رہا نہین جاتا کہ آپنے
محض یہہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور نشتر غمزہ بھی مشہور ہی اگر آپ جنگ جمل کے
واقعات کو بنظر غور و تامل و انصاف ملاحظہ فرماوین تو وہان آپکو بہت سی نشتر غمزے معلوم
ہون۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ اسجگہ ہماری حضرت میر صاحب نے
باوجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو کچھ مجموعہ تشنیعات و تعریضات لطیفہ لطیف
کی پیرایہ مین ادا کر کے اپنی بزرگون کے ارواح کو ثواب پونہچایا ہی کسی منصف پر مخفی نہین ہر چند
خواہش نفس مقتضی ہی کہ ہم بھی آپکی جواب مین کوئی لطیفہ عرض کرین لیکن چونکہ ہم التزام کر چکے
ہین کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دانستہ نہین لکہین گے اسلئی آپکی جواب مین سکوت کرتے
ہین۔ قولہ مضحکۂ اطفال ع لکہا ہی واقع مین پیر و برنا و طفل و جوان و بالغ و نابالغ مین محققین کے
نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی۔ گلستان مین یہہ فقرہ لکہا ہی۔ بزرگی بعقل ست نہ بسال
پس جو فرقہ اصول دین مین عقل سے دست بردار ہو حتی کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہو وہ عقلا کی
نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہر ہی کہ اگر وہ عقلا کی باتین نہ سمجہی اور ہنسی تو معذور ہی۔
بیت نگوید از سر بازیچہ حرفے ٭ کزان پندی نگیرد صاحب ہوش ٭ اسکا دوسرا شعر گلستان مین
خود ملاحظہ فرمالیجیگا۔ اقول۔ اس قول مین بہی حضرت مجیب نے ہمکو بطور تمسخر کیا کچھ نہین فرمایا
چنانچہ اہل خرد سمجہتی ہین مگر ہم حسب التزام خود اوس سے اغماض کرتے ہین۔ ہان
حسن و قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اوسکی نسبت ہمپر طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی کے
قائل نہین ہین تو اسلئی بمنزلہ اطفال ہوئی۔ اوسکی جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور دریافت
کرتے ہین کہ کونسا فرقہ عقل و شرع سے دست بردار ہی۔ لیکن اول ہم اپنی

حسن و قبح

فاضل مجیب ہی سے اونکو اونکی انصاف و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہین خدا کی لیے
ذرا انصاف سے فرمائین کہ بزعم جناب جو فرقہ اصول دین مین عقل سے یہانتک دست بردار ہو
کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہے تو آپ
فرمائیے کہ جو فرقہ اصول دین مین شرع اور شارع سے یہانتک دستکش ہو کہ حسن و
قبح شرعی کا بھی قائل نہو بلکہ خداوند تعالی اور عباد پر اپنی عقول کو حاکم قرار دے تو وہ فرقہ
شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہوگا بدون عصبیت و حمیت
و بلا لحاظ خویش و بیگانہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال مین دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم ہوتے ہین
عقول کا خدا پر حاکم ہونا اور عقول کا عباد پر حاکم ہونا مبادا کوئی ناواقف اونکو اس عاجز کا افترا تصور
کرے اسلئے مجملاً اونکا ثبوت ضرور ہے۔ امر اول عقول کا خدا پر حاکم ہونا۔ سو اسکا ثبوت یہ ہے
کہ ابن مطہر حلی باب حادی عشر مین فرماتے ہین ۔ الخامسُ فی انہ تعالی یجب علیہ اللطف
السادس فی انہ تعالی یجب علیہ فعل عوض الالام الصادرۃ عنہ (الی قال)
ویجب زیادتہ علی الالم۔ اس سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے پر بحکم عقل لطف اور
آلام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض بحکم عقل اوسپر واجب ہوا تو ترک لطف و
عوض بحکم عقل اوسپر حرام ہوگا اور ظاہر ہے کہ وجوب و حرمت تو حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس ضمن مین
معاذ اللہ خداوند تعالے بحکم وجوب و حرمت و حسن و قبح اوس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے
جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالے پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا۔
سبحانک اللھم ما قدروک حق قدرک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہہ امر بدیہی ہے
کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہین تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محسن اور مقبح ہے اور وہ ہی
موجب اور محرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالے شانہ تو جب عقل ہی موجب ہوئے

۵ پانچوان اس بیان مین کہ خدا تعالے پر لطف واجب ہے ۶ چھٹا اس بیان مین کہ جو دکھ خدا تعالی کیطرف سے بندہ کو
پہنچین خدا تعالے پر واجب ہے کہ انکی عوض مین (بندہ کے ساتھہ) کوئے کام کرے ۔۱۲

اور وہی محرم اور مبیح ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ الیسی نسبت
قربان جسمین خدا تعالے شانہ کا یہہ رتبہ کہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہہ مرتبہ کہ خدا تعالے اور
تمام عباد مکلفین اوسکی زیر حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہین اور بحث کی بڑی
گنجایش ہی لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت ہمکو رخصت نہین دیتی علاوہ ازین حضرت
مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ قائلین حسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے
دست بردار ہین۔ اور یہہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا یہی کہ نہ اہل سنت کی کتابین دیکھین
نہ اپنی ہی کتابونکو ملاحظہ فرمایا بے دیکھی بہالے اعتراض فرما دیا۔ یا یہہ کہ باوجود و قفیت
کی انصاف اور عادت نے رخصت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتے اور محض بغرض عموم و شمول اعتراض
بلا لحاظ پس و پیش عموم کے پیرایہ مین طعن کو ادا فرمایا۔ ایسی باتون پر اگرچہ ناواقف نازو
افتخار کرین۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب تبسم فرمائینگی۔ لیجیے ہم اسکا غلط ہونا آپکی ہی معتبر کتاب سے
لکھتے ہین النافع یوم المحشر فے شرح الباب الحادی عشر مین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔

اعلم ان الفعل ضروری التصور وھو اما ان یکون لہ وصف زائد علی حدوثہ
اولا الثانی کحرکۃ الساھی والاول اما ان ینفر العقل من ذلک الزائد اولا والاول
ھو القبیح والثانی وھو الذی لا ینفر العقل منہ اما یتساوی فعلہ وترکہ وھو المباح او لا
یتساوی فان ترجح ترکہ فھو اما مع المنع من النقیض فھو الحرام والا فھو المکروہ
وان ترجح فعلہ فاما مع المنع من ترکہ فھو الواجب او مع جواز ترکہ فھو المندوب۔

لے واضح ہو کہ فعل ضروری التصور ہی پس یا تو اوس کے واسطے ایک ایسا وصف ہوتا ہی جو اوسکی حدوث پر زائد ہو یا نہین۔ دوسری صورت کی
مثال ایسی ہی جیسی غافل شخص کی حرکت۔ اور صورت اول مین یا تو یہہ ہوگا کہ عقل اوس زائد سے نفرت کری یا نکری۔ اول قبیح ہی اور
دوم وہ ہی کہ عقل اوس سے متنفر نہو۔ سو یا تو اوسکا کرنا اور نہ کرنا ساوی ہوگا اور اوسکو مباح کہتی ہین اور یا مساوی
نہوگا۔ پس اگر اوسکا ترک راجح ہو تو اوسکے نقیض ممنوع ہوگی پس وہ حرام ہی اور جو نہین تو وہ مکروہ ہی اور اگر اوسکا فعل راجح ہی پس یا تو
ترک اسکا ممنوع ہوگا پس وہ واجب ہے۔ یا اوسکا ترک جائز ہی پس وہ مستحب ہی۔ ۱۲

اذا تقرر هذا فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثة معان الاول كون الشي صفة
كمال كقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجهل قبيح - الثاني كون الشي ملائماً
للطبع كالمستلذات او منافياً له كالآلام - الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله المدح
عاجلاً والثواب آجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب آجلاً ولا خلاف
في كونهما عقليين بالاعتبار الاولين واما بالاعتبار الثالث فاختلف المتكلمون
فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع
فما حسنه فهو الحسن وما قبحه فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يدل
على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك اولا
انتهى بقدر الحاجة - اس کلام سی جیسا یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہی
اوسکی طرف یہہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہین غلط اور افترا ہی
اسیطرح اس کلام سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے
وہ علی العموم باعتبار تینون معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا معتقد ہی گویا شرع
سی ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح مین شریعت کے حکم کو دخل
نہین ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات و
معانی کی رو سی حسن و قبح عقلی ہونے کے بہی قائل ہین اور جامع بین العقل والشرع ہین

سلہ پس جب یہہ قرار پالیا تو جاننا چاہئی کہ حسن اور قبح کا حمل تین معنون پر ہوتا ہی اول ہونا ایک شی کا صفت کمال جیسا کہ علم حسن ہے یا صفت نقص جیسا کہ جہل قبیح ہی دوم ہونا کسی شی کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف طبیعت کے جیسا کہ آلام سوم حسن وہ ہی جسکی کرنے پر مدح عاجل ہو اور ثواب آجل - اور قبیح وہ ہے جسکی کرنے پر مذمت دنیا مین ہو اور عذاب آخرت مین ان پہلی دونون صورتون کے عقلی ہونی مین اختلاف نہین ہے - اور سوم کی نسبت متکلمین کو اختلاف ہی چنانچہ اشاعرہ کہتی ہین کہ عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہین ہے جو اسطرح حسن و قبح پر دلالت کرسکی بلکہ شرع جس چیز کو حسن کہدے وہ حسن ہے اور جسکو قبیح کہدی وہ قبیح ہے اور معتزلہ اور امامیہ کا قول ہی کہ عقل مین ایسی شی ہی جو اسپر دلالت کرتی ہی پس حسن وہ حسن فی نفسہ ہی اور جو قبیح ہی وہ قبیح فی نفسہ ہے خواہ اوسپر شارع اسطرح حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو

اور قائلین بحسن و قبح عقلی کسے اعتبار ہی حسن و قبح شرعی کے قائل نہین ہین اور حسب قاعدہ مسلمہ خود شرع سے گویا بالکل دست بردار ہین بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا مایہ فخر و نازسمجھی ہین پہر اس ہمہ طرفہ تماشا یہہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کے پہر مجبور ہو کر عقل سے بیزار اور دست بردار ہوتے ہین اور شرع کیطرف رجوع کرتے ہین اور نہ ادہر کے ہوتی ہین نہ ادہر کے ہوتے ہین۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو مسئلہ تفضیل انبیا علی الملائکہ مین لکہا ہی اوسکی عبارت ملاحظہ فرمائین۔ مسئلہ[1] - فی تفضیل الانبیاء علی الملئکۃ علیہم السلام من املاء علم الہدی - اعلم انہ لا طریق من جہۃ العلم والعقل علی القطع بفضل مکلف علی اخر لان الفضل المراعی فی ہذا الباب ہو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفۃ مقادیر الثواب من ظواہر فعل الطاعات وان الطاعتین قد یتساویان فی ظاہر الامر وان زاد ثواب واحد علی الاخر زیادۃ عظیمۃ واذا لم یکن للعقل فی ذلک مجال فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلک علی شئ عول علیہ والا لکان الواجب التوقف والشک - اسمین علم الہدی نے صاف طور پر فرما دیا کہ عقلاً طاعات کے ظواہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہین ہو سکتی تو لا محالہ سوای حکم شرع اوسکی دریافت کی کوئی سبیل نہین حالانکہ یہہ حکم آپکے عقل کے خلاف

---

[1] مسئلہ فضیلت انبیاء کی ملائک پر حسب تحریر علم الہدی کے - جاننا چاہیی کہ علم و عقل کے رو سی ایک مکلف کی فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہین ہی کیونکہ جو فضیلت اس موقع پر مراد ہی وہ استحقاق ثواب کا زیادہ ہونا ہی اور طاعات ظاہری پر قیاس کرکے ثواب کی مقدار شناخت کرنیکی کوئی سبیل نہین ہے - اور بعض اوقات دو طاعتین بہ اعتبار ظاہر کے مساوی ہوتی ہین اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب سے کہین بڑہ کر ہو اور جب اس معاملہ مین عقل کو دخل نہین تو سماع (شرع) کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہی پس اگر سماع سے یہہ معاملہ قطعی طور پر اسطرح معلوم ہو جاے تو اوسپر اعتماد کیا جائیگا - ورنہ توقف اور شک واجب ہوگا ۱۲ -

لیجیی شرع سی دان دست برداری تہی عقل سی بیان بیزاری ہے تو ایسی فرقہ کو جو عقل و شرع دونو سی دست بردار ہو آپ ہی فرمائین کہ کیا فرمائین گے ہم تو کچہہ عرض نہین کر سکتے اور ایسی کچہہ انحصار نہین اس قسم کے بہت سی افادات ہین قال الفاضل المجیب

قولہ۔ مناظرہ فریقین کے کتابین موجود ہین جسکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہولکر نظر انصاف دیکہہ لیوی۔ اقول۔ واقع مین آپنی دیدہ بصیرت کہولکر نظر انصاف دیکہا تو در کنار نظر سرسری بہی ملاحظ نہین فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نفرماتے۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ۔ شفقی اگر نظر سرسری کیطرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہین کیونکہ بسا اوقات آدمی نظر سرسری مین حق کو باطل اور باطل کو حق سمجہہ لیتا ہی اور اگر نظر تامل اور نظر سرسری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب۔ کاش جیسی عدم رویت خیالی کے نفی کو علت نفرمانے کی قرار دہی ہے۔ اگر رویت کو علت گذارش بقصور فرماتے تو کسقدر موزون اور قرین انصاف تہا۔ بندہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشئید المطاعن کو بطور عاریت چند روزہ دستیاب ہوی ہی نظر تامل دیکہا اور نیز ایک جلد عبقات مین سے مطالعہ کیا پس اوسکی کیفیت کیا عرض کرون اگر کچہہ کہون تو ڈرتا ہون کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و مصنفات کی اہانت و تحقیر استنباط فرمائین اور بندہ کو بد تہذیبی کے ساتہہ مطعون کرین بہتر یہی ہی کہ چپ رہون اور آپ میری اس سکوت سی یہہ سمجہکر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابین مسکت ہین۔ لیکن ہان بقول شخصی لیلی را بچشم مجنون باید دید۔ اونکو آپکی آنکہون سے نہین دیکہا ورنہ جملہ موکدہ بلفظ ہرگز ضرور صادق آتا۔ شعر

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ٭ ولکن عین السخط تبدی المساویا + قولہ تعجب ہی کہ دہ برسون سی تحفہ کی جواب چہپکر شائع ہو گئے۔ منتہی الکلام کا جواب اوسکی مصنف کی ہی زمانہ حیات مین شائع ہوا کسی اہلسنت کے عالم بلکہ خود صاحب منتہی الکلام کی بہی جرات

۱؎ اور رضا مندی کی آنکہہ عیب (دیکہنے سی) ضعیف ہی۔ لیکن عداوت کی آنکہہ برائیان ظاہر کرتی ہے ۱۲۔

دہمت نہوئی کہ جواب لکہتا تحفہ کی اجوبہ اور استقصاء الافحام کا جواب تو ایک طرف تدرت
آیات بینات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اوسکا مولف زندہ و سالم ہے اوکی یا اونکی
کسی ہم مذہب کی یہ طاقت نہین کہ جواب کی جرات کرے باینہمہ پہر ایسا لکہنا حضرت
مجیب کا ہی کام ہے اقول یہہ محض حضرت کی وہی لن ترانیان ہین جنکی نسبت
پیشتر گذارش کر چکا ہون ورنہ حضرت کی سلاف کو تو کبہی یہہ جرات و ہمت نہوی کہ بمقابلہ
اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سے نکالین اونکا تو یہہ حال تہا کہ ذرا اونہی حدیث کے
جواب مین اونکی دل اور جگر کانپتی تہے مبتلای حیرت و تشویش ہوتے تہے کف
افسوس ملتی تہے پتہر وسنی اپنا سر پہوڑنے کو تیار ہوتے تہی منشی سبحان علی خان صاحب کا
خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ المکاتیب مین درج ہے اور اوسکا خلاصہ
و انتخاب آیات بینات مین بہی نقل کیا ہی اوسکی عبارت ملتقطاً عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمایئے
اور سوچئے کہ ایسی اکابر متکلمین شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر
ظاہر کیجاتے تہی ایسی تہے اور بندہ خیال کرتا ہی کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کی اپنی آپکو
کچہہ بہی نہ سمجہتی ہونگی تو اس پر قیاس کرلینا چاہیے کہ آپکی دلی حالت بروی عقل و انصاف
اہل سنت کے مقابلہ مین کیسی کچہہ ہوگی منشی سبحان علی خان اپنی اوس خط مین جو بنام مولوی
نور الدین صاحب کے لکہا ہی لکہتی ہین چنانچہ الی بی پایان از بودن سند حدیث اصحابی
کالنجوم در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ بر داشتہ ام برای خدا زود رفتی گردد کہ چگونہ
و چسان سند پیدا کردہ ہر گاہ سند چنین احادیث در طرق شیعہ یافتہ باز سر را
بکدام سنگ توان زد۔ بجواب اسکی جو کچہہ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل
ملاحظہ ہی وہ تحریر فرماتے ہین۔ حیرانی و تشویش سامی از بہر سیدن سند حدیث
بجوم کہ ناصب را اتفاق افتادہ بجای خود ست۔ پہر اسکی کچہہ بعد تحریر فرماتے ہین
و بندہ را حیرانی کہ در خصوص این امر ست نہ از آن جہت کہ امر باقتدا و فلان و فلان لازم می

بلکہ حیرت ازان ہست کہ بعد از احالہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و عترت ارشاد
این معنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود بخوم ہدایت اند بہر
اقتدا کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و مہتدی خواہید شد چہ محمل داشتہ باشد و مزید
حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار
کہ خلاف اجر شیخ ابن بابویہ غالباً در ہدایہ نقل کردہ تشبث دارند درین صورت قطع نظر از ین
تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض میشود و الا باید کہ بزرگان قائل شوند باینکہ معاذ اللہ حال
اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ احداث و ردۃ رفتند و بعضی بر حال خویش
راسخ ماندند و لم نقل بہ احد۔ انتہے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ درین باب نسبت بحیرت جناب
مضاعف خواہد بود سخت حیرتہا دارم کہ کماہی دست را باہم می سایم ارتعاد قلب و جگر خدام برجاے
خود است بمقتضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی ست۔ انتہی۔ پس اس سے
آپکی فہم اور انصاف کا حال بخوبی واضح ہی اور نیز جب آپ محض فارسی خوان ہین تو آپکو
علمی ابحاث علماسی کیا تعلق اور آپکا قول اسباب مین بروی اعتراف سامی عند العقلا
کیا وقعت رکہہ سکتا ہی غایۃ ما فی الباب جو کچھہ اس باب مین آپ فرماتے ہین محض
سنی سنائی باتین ہونگی تو وہ بمقابلہ معاینہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہین۔ پس اصل
یہہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لائق نہین کہ علما اونکی جواب کیطرف التفات فرمائین
قولہ اگر حضرات اہل سنت ان کتابونکا ملاحظہ فرماتے تو یہہ کب ممکن تہا کہ وہی باتین
جو تحفہ مین مذکور ہین اور اونکی جواب نہایت متانت سی مسکت خصم تحریر ہو چکے ہین
بدون اونکی رد کیے چہوٹے چہوٹے دو دو یا تین تین جزو یا کم و بیش کے رسالے تحفہ مین سے خلاصہ
کرکے شایع کرتے جیسا کہ ہدیۃ الشیعہ و ہدایۃ الشیعہ والے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول
یہہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سی مسکت خصم ہونا محض خیال سامی ہے
واقع مین نہ اون مین متانت ہی نہ اونسی اسکات خصم حاصل ہے بلکہ فی نفس الامر

متصف بصحت ہی نہین - اب اسکو آپ ملاحظہ فرمالیجئی کہ بندہ نے بہی تو بجواب سوال سابق
آپکی گمان کہ موافق تحفہ سے ہی جو خلاصہ کر کے کچہہ لکہا تہا پہر اوسکی تردید مین جناب نے وہی
نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات مین اون مضامین کے جواب مین درج ہے پس خود آپکے
لئی ذرا تو عقل و انصاف سے دیکہئی کیا اسیکا نام متانت اور اسکات خصم ہی - مثلاً
الزام تحریف کے جواب مین آپ ہی تحفہ کے جوابو لئی نقل کرتے ہین کہ اہل سنت کی
روایات کسی ہی تحریف قرآن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکہتی ہین کہ ان الصحف تحتا
سقیفہ العرب یا ستہا علی ہذا القیاس تمام مضامین کا یہہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب
متین و مسکت خصم نہین بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چہڑانا کہتی ہین - باقی آپ جو
یہہ جواب فرماتے ہین کہ چہوٹے چہوٹے رسالی لکہتی ہین - اور جوابات تحفہ کی تردید نہین
لکہتی - پس اسکا جواب پہلی معروض ہو چکا ہی کہ علماء اہل سنت امر مفروغ عنہ کی طرف
بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہین ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اوسکی طرف توجہ
فرماتے ہین - جب کبہی علماء شیعہ وہی اپنے پرانی اعتراضات جو قدیماً اونکی اسلاف
نقل کرتے چلے آتے ہین علماء اہل سنت کی پاس بہیجتی ہین یا ضعفاء اہل سنت کی سامنی
فخراً یا اغواءً پیش کرتے ہین اور وہ اون اعتراضات کے جواب کے لئی اپنی علماء کیطرف
رجوع کرتے ہین تو اوسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزاماً و تحقیقاً
تحریر فرماتے ہین جو کحل البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہی - ہان اگر جوابات تحفہ کا
مسکت خصم ہونا اس اعتبار سے آپ فرماتے ہین کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب مین
کہ اونمین مضامین تعصب آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ و عبارات
لاطائلہ مذکور ہین اور اس وجہ سے مخالفین کو مسکت ہین اور ضرورت جواب نہین تو مسلم لیکن
آپکو کچہہ مفید نہین اور اگر اس اعتبار سے مسکت خصم ہین کہ اونمین ایسی مضامین عالیہ حقہ
صحیحہ مندرج ہین کہ اونمین نہ جائی انگشت نہادن باقی رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کی کسی استدلال کو ہر ایک مجیب نے سالم باقی نہین چہوڑا تو غلط ہی کیونکہ اول جواب تحفہ کا
جو بنام نزہہ لکہا گیا ہی جب وہی نہایت متین اور مسکت خصم اور غایت درجہ سداد و رشاد و حسن ادا
و استیفا کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب ہی فخراً اوسمین سے نقل کرتے ہین
جسکی کیفیت اپنی موقع پر ذرا شرح کیجائیگی پہر اسکی بعد اس تطویل کی کیا حاجت تہی جو
متاخرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے بزعم خود جواب تحریر فرماکر شایع فرمای اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ نزہہ اپنی مطلب مین کافی نہین تہا پہر صاحب عبقات نے تو اور بہی رہی سہی
اجوبہ سابقہ کی وقعت کہو دی اور واضح کردیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعیان پاک کو قیامت
تک بہی رستگاری ممکن نہین اور ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہی
پس آپکا اون جوابون پر ناز فرمانا سراسر خلاف انصاف ہی اور اس سی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہی
کہ تحفہ کس رتبہ کی کتاب ہی اور اسکی مضامین کسقدر متین اور مسکت خصم ہین - قولہ اگر
حضرت مجیب کو دعوی اور حوصلہ ہی تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرماوین آیات بینات
کی جواب کا ہی جواب لکہین تحفۃ الاثنا عشریہ جواب ہدیۂ شیعہ چہپکر شایع ہوا ہی اوسکی جواب
لجواب کیطرف متوجہ ہون اور نہین تو ایک چہوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہی اوسکا ہی جواب
لکہین مگر جب مناظرہ کی کتابین ہی نہ دیکہین تو اور کیا کرین - اقول جناب پیر صاحب گستاخی
معاف چونکہ ابتدا اس نہر سے کتب مناظرہ ہی آپنے دیکہی ہین الٹی تخیلات کا طبع ملازم ہوگیا ہی
استیلا ہی اسکا علاج کتب مذہبی دیکہکر معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سی فرمایی
مبنی اس تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہی مستعجل الجواب تو آپکی اسلاف مثل شیخ مفید و شیخ
صدوق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہین ہین بلکہ مستحیل الجواب تو کیا عسیر الجواب بہی
نہین ان بزرگون کے بعض رسائل و کتب موجود ہین جنکی بحول اللہ تعالے آسانی سے
تردید ہوسکتی ہی - مگر اصل یہ ہی کہ علماء اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسیطرح خوارج کو کبہی کسی شمار مین نہین سمجہا

اور ہمیشہ بے حقیقت اور لاشی محض سمجھتے ہین یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ اصول وغیرہ
جب خلافیات مسائل ذکر کیے جاتے ہین آپ صاحبونکا کوئی نام تک بھی نہین لیتا
الا ندرۃ و شذوذا - اور آپکی یہی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دینا سرمایہ ناز و فخر ہے چنانچہ
آپکی تمام کتب مذہبی اس دعوی کے شاہد ہین چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپکی علما شذوذا
و ندرۃ ترک کرتی ہین پس ظاہر ہے کہ مقصود بالبحث والاعتنا وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جسکو دین
کچھہ وقعت ہو جب ہم آپکو اور آپکی مذہب کو کچھہ سمجھتے ہی نہین تو اوسکی ابطال مین اسطرح
کیون منہمک ہونگی جس سے اوسکی طرف اعتنا اور اہتمام ثابت ہو ہان بوقت ضرورت
یا جس موقع مین عوام کی گمراہی کا خوف ہو وہان البتہ کچھہ لکھہ دینگی ہمارا مذہب بحمد اللہ تعالی
اصولا و فروعا غبار نقص عیب سے پاک و صاف ہے اور مخالفین کے ہدایت کی توقع منقطع ہے
اس فعل عبث کی طرف کیون متوجہ ہون علاوہ ازین آجکل ہندوستان مین بہت مذاہب
اسلام کے مخالف مثل نصاری و ہنود و آریہ و برہمو وغیرہ رائج ہین اور روزانہ اونکی تحریرین
چھپتی اور شائع ہوتی ہین جو اصول اسلام کے مخالف اور اوسپر حملہ آور ہوتی ہین اور اہل اسلام
مین سے کوئی اونکی جواب کیطرف قلم ہی نہین اوٹھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک
یہہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے حضرت ہی سے پوچھتا ہون کہ جسقدر تحریرین ہنود و نصاری
کی مثلا مخالف اسلام شائع ہو چکی ہین کیا علماء شیعہ نے اون سب کا جواب لکھا ہے
تو کیا اسکو دلیل عجز و بیچارگی تصور فرماینگی حاشا و کلا پس عدم تحریر جواب کو
دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا خطا ہے - قطع نظر اس سے جن رسائل کے جوابکی نسبت دعوی
فرماتے ہین اور جنکو اعجاز کے مرتبہ مین مستحیل الجواب القاطع فرماتے ہین اگر اس اعجاز کی
یہہ وجہ ہے کہ ہم سے اونکی فحش اور بیہودہ اور گالیون کا جواب نہین ممکن ہے تو مسلم اس صفت مین آپ
بیشک متمسک خصم ہین اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل مثبتہ اصول مذہب
کی پختگی کے اعتبار سے فرماتے ہین تو آپ اون دلائل کا انتخاب فرماکر بہیجدیجئے ہم

کہ مستحیل الجواب اور ساکت خصم ہین یا نہین - رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی نادافقیت
کا الزام کسیقدر صحیح ہی کہ مجکو تو ابتدا سن رشد سے اسکا شوق نہین ہوا اور نہ کبھی اسمین انہماک
رہا البتہ آپ صاحبون کی چھیڑ چھاڑ کے بدولت نے اسبملہ اسطرف توجہ ہوئی حضرات
کی اصول مذہب کے واقفیت حاصل کی - اور کتب مناظرہ کسیقدر دیکھین - چنانچہ اسکی کیفیت
ہمارے ابحاث مین منکشف ہوجائیگی - لیکن مین حیران ہون کہ ہماری حضرت مجیب کو
کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا
جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور اونکو
بشارتین دین سو دینی فائدہ تو یون برباد ہوا البتہ اگر کچھہ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ
نہین لیکن وہ اہل دیانت کے نزدیک بعوض نفع دینی قابل اعتبار نہین پھر معلوم
نہین اسپر اتنا ناز وافتخار کیون ہی - **قال الفاضل المجیب** قولہ - از جناب سائل کے
اس طرز جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہین ایک تو یہہ کہ واقعی تحقیق حق
مدنظر ہے اگر یہہ ہی تو چشم ما روشن دل ما شاد دوسری یہہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض دہوکہ
وتسویل ہی بہرکیف جو کچھہ ہی وہ ابہی کہلا جاتا ہے **بیت** بوقت صبح شود ہمچو
روز معلومت + کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور + **اقول** - حضرت یہہ طرز جدید نہین
وہی قدیم طرز ہی کہ جسکا جواب آپکی علماء بزعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ برا نہین
ہوسکی - چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان مین ثابت قدم رہینگی تو آپ پر بہی بخوبی
روشن ہوجائیگا - **یقول العبد الفقیر الے مولاہ** اہل سنت کا عہدہ برا
نہونا تحریرات منشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نورالدین صاحب سے بخوبی واضح
ہی اور نیز یہہ آپکی تحریر ہی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہی اسکی جواب سے ہی انشاء اللہ تعالے
بخوبی واضح ہوجائیگا کہ فریقین مین کونسا فریق دوسری کے جواب سے فی نفس الامر
عہدہ برا نہین ہوسکتا اور کسیقدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سے واضح ہو ہی چکا ہی

پہر سادم نہین کہ آپ بہی فضل وکمال کے بہروسی پر یہہ دہمکیان ہین کہ اگر آپ اس میدان مناظرہ مین ثابت قدم رہی تو آپ پر بہی بخوبی روشن ہوجائیگا یا کوئی دم دابسین کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکہہ چہوڑا ہے۔ اہل انصاف ذرا غور فرمائین یہہ تو ظاہر ہی کہ مسئلہ امامت مع اپنی شرائط وتوابع ولواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل اصول دین مثل توحید ونبوت کے واجب الایمان ہی اور اہل سنت اوسکو اصلی اعتقادی نہین کہتی علے ہذالقیاس اوسکی شرائط وغیرہ مین گفتگو ہی کہ شیعہ انکو واجب الایمان اعتقاد کرتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک اونکا کچہہ ثبوت نہین۔ توحید اور نبوت باہم متفق علیہ معاد اخروی جسکو قیامت کبری سے تعبیر کرتے ہین وہ بہی متفق علیہ البتہ ائمہ ہدا اور انکی اعدا حقیقی بزعوم شیعہ کا دار دنیا مین پہر رجوع فرمانا جسکو رجعت اور قیامت صغری کے ساتہہ تعبیر کیا جاتا ہی مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہی اور اہل سنت کی نزدیک نہین۔ پس اس صورت مین اہل سنت کا جو اعتراض ہی وہ اصول مذہب تشیع پر ہی اور اوسکا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت اون اصول مین سی جنکی صرف علماء شیعہ مدعی ہین جس پر اعتراض کرینگے وہ اعتراض اصول مذہب شیعہ کو صدمہ رسان ہوگا اور اہل تشیع اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہین کرسکتی کیونکہ توحید ونبوت ومعاد متفق علیہ اور امامت خود فروع مین معدود ہی تو علماء شیعہ اہل سنت کے اصول مذہب سی کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہین پونہچا سکتی۔ ہان غایۃ سی غایۃ باعتبار اصول مذہب یہہ اعتراض کرسکتی ہین کہ اہل سنت بعض اصول اعتقادیات کی منکر ہین جنپر مدار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت مین اس امر کے اثبات کا عہدہ بہی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقادی ہونا ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کرین جو اثبات مسائل اصلیہ اعتقادیہ کے لیی کافی ہون اور جسقدر دشواری مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہین ہوسکتے

پہر اسکی معارضہ مین اہلسنت کہتی ہین کہ آپ نے اون امور کو جنکا دلائل قطعیہ سے اصلی اعتقادی ہونا پایہ ثبوت کو نہین پونہچتا اصلی واعتقادی اعتقاد کرکہا ہی اور جیسا اعتقادی کا انکار مذموم ہی غیر اعتقادی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا بہی مذموم ہوگا تو اس تمام گذارش سے جو اجمالاً عرض کی ہی اہل فہم و انصاف سمجہہ سکتی ہین کہ ہم مین سے کونسا فریق عہدہ برا نہین ہو سکتا اور کس فریق کو دوسرے کے مقابلہ مین دشواری پیش آرہی ہے قو [illegible] یہ ہر دو احتمال بجای خود نہین خدا نخواستہ مجکو اپنی عقیدہ مین کسیطرح کا شک و ریب نہین ہے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے حقیقت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہی اور یہہ محض دعوی لسانی ہی نہین بلکہ بفضلہ تعالی ثابت بہی کر سکتا ہون باینہمہ بفرض محال مثل شہر یار ہی اگر آپکی حملا حق ثابت ہو تو اوسکی تسلیم کرنے مین کچہہ عذر نہین۔ اقول سبحان اللہ یہان تو ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹہی یا یہہ شور اشوری یا وہ بے نمکی یا تو یہہ ارشاد تہا کہ مین محض فارسی خوان ہون اور لفظ مولوی کی اطلاق کو بہی سخریہ و استہزا سمجہتا ہون۔ یا یہہ کہ اپنی مذہب کی حقیت مین حق الیقین کا مرتبہ یہانتک حاصل کر لیا ہی کہ اوسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر بہی محقق و ثابت کر سکتی ہین۔ پہر اس فضل و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ آپکی قدم لین اور آپ پر فدا ہون تو انکا فخر ہے۔ اور اگر آپ شیعین اور فخر الاولین و الآخرین کے لقب سے ملقب کرین تو اونکو زیبا ہی۔ اب اس سے خیال فرمالیجیی کہ بندہ نے جو سابقاً عرض کیا تہا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا جسپر آپ جہلا اوٹہی وہ کچہہ بیجا نہ تہا مگر مین حیران ہون کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتہہ یہہ آپنے قید لگائی ہی (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہین کیا مرتبہ حق الیقین مین بہی باعتبار علم اور عقل اشخاص کے تشکیک ہوتی ہے اس سے اہل خرد بخوبی سمجہہ سکتی ہین کہ آپ محض تخیلات و وہمیات کو مرتبہ حق الیقین مین

سمجھتی ہین یا آپ جانتی ہی نہین کہ حق الیقین کسکو کہتی ہین اور ظاہر ہی کہ حصول مرتبہ حق الیقین بطریق کشف یا الہام یا تحدیث یا استخارہ خارق عادت کر تو نہو گا۔ کیونکہ نہ یہہ طریق یقین ہین اور نہ اپنی خصم پر مدعا کا اثبات ممکن ہو نیز نہ آپکو ان کی کسی مخبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوی اور علاوہ انکی اور کوی طریق علم الیقین کا ایسا حاصل نہین ہوا جو مثمر یقین کو ہو جسے اسکی کہ یہہ مرتبہ حق الیقین کا جو آپنی اصولاً و فروعاً حاصل کیا ہی بعد استیفا ادلہ تفصیلیہ کے اونین نظر و استدلال سے اور بعد جتنے امور کہ موقوف علیہ الادلہ اور او دنسی کما حقہ ماہر ہوکر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلیداً اس مرتبہ کا حصول ممتنع ہی اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ یہہ علوم آلیہ کے جاننی پر موقوف ہی اور نیز اسپر موقوف ہی کہ کتاب اللہ کو باسناد متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو اور نیز احادیث کو باسانید صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب سنت کی اوامر و نواہی عام و خاص و مؤول و مشترک و حقیقت و مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ کا واقف ہو اصول صحیحہ جامعہ اوسکی پاس موجود ہون اور اون کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد اجماع بھی محفوظ ہون جب یہہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر و استدلال الیقین باطین مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہین کہ محض فارسی خوان ہون نہ کتاب اللہ کی سمجھہ ہی جسپر دار و مدار اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ منقول متواتر تحریف سے محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہین ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواتر شیعیان ہے اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواتر محرّف ہونا اوسکا روایا سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرّف ہی تو اون اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتوی دین گے جنہون نے بڑی شد و مد سے اسکو محرف ثابت کیا ہی چنانچہ بحث تحریف مین مفصل اسکا ذکر آئیگا اور یہہ آپ جانتی ہین کہ تکذیب کتاب اللہ اور انکار متواتر کیسا ہی ۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہی اور ان کے سمجھنی مین دوسرے کی محتاج ہین کہ وہ ترجمہ عبارت کرین اور آپ سمجھین خواہ غلط

ترجمہ کرین یا صحیح علاوہ ازین علوم آلیہ کی بہی تقریبا ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو سے
بیخبری معانی و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت مین تو آپکو صحت مذہب
مین مرتبہ علم الیقین کا بہی حاصل نہین ہوسکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو
بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہرکیف اگر دعوی محض فارسی خوانی کذب و دروغ ہو
اور یہہ سب مبادی مذکورہ آپکو مستحضر ہون تو غایتہ سی غایتہ آپکو صحت مسائل مین علم الیقین کا
مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق الیقین مین جو اعلے ترین
مراتب سی ہی اور محسوسات و بدیہیات اولیہ سی بہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور
انبیا و صدیقین کے مراتب سی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعوی
نبوت یا امامت مکنون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی
حصول کا محال تہا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممتنع ہی
پس مین متحیر ہون + حضرت یا زمین پر تہی یا آسمان پر جا بیٹہی شاید فارسی خوانی
اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ مین الزام کہا جائین تو کچہہ بہت ندامت و بدنامی
نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہہ ہی مشہور ہو کہ ایک فارسی خوان تہا کیا ہوا جو الزام کہا گیا
غرض اگر اس تحریر کو لحاظ کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہی
بلکہ اس تحریر کی آپکی طرف منسوب ہونی مین ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچہہ نہین تو
دوسرونکی امداد ضرور ہوگی اور اگر ادعای حق الیقین کو دیکہا جاوی تو قطع نظر اس سے
کہ اس دعوی کو یہہ آپکی تحریر زبان حال سے مکذب ہی محض فارسی خوانی
غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہانتک اس تحریر مین بغور و تامل نظر کرتے مین کہین اس
عظیم القدر دعوی کا ثبوت نہین دیکہتی بلکہ ہر بحث سی اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہی چنانچہ
بعض مضامین سی جو ابحاث سابقہ کی ضمن مین مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہی اور ابحاث آئندہ سی
بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تغلیط سے یہہ ثابت ہوا کہ آپکو تحقیق حق ہرگز

مدنظر نہین ہی کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہی دثبن علاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق
بالمحال نہ عموم ہاین ہمہ بفرض محال سے آخر تک اس مدعا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہی پہر معلوم
نہین کہ انصاف وتحقیق حق کا حکم بمصداق قولہ تعالیٰ اتامرون الناس بالبر دوسرے کی ہی لیئی ہے
باین ہمہ عبارت آئندہ مین احتمال ثانی کو تسلیم کرلیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت
کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزویر وتسویل سے
یہہ ہی تہی پس انکار احتمالین اس مناظرہ والے پر تعجب انگیز ہی قولہ اور تزویر وتسویل سے
مجکو کیا حاصل۔ مولوی مین نہین مسجد کا واعظ مین نہین مذہبی خدمت سے معاش مین
حاصل نہین کرتا مرجع خلائق مین نہین کہ خواہ مخواہ دوکان جمائی کے لیئے ایسی باتین
کرون پہر لوگون کو فریب مین پہنسانے سے مجکو کیا ظاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم
نہین حضرت نے ان اشارات وکنایات کا مورد اپنی ذہن عالی مین کسکو قرار دیا ہی اور
یہہ تعریضات کسکی طرف راجع ہین۔ اگرچہ بادی النظر مین معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے
اپنی علما واکابر ومقتدایان مذہب مجتہدین وغیرہ کو تو کا ہیکو مراد رکہا ہوگا بندہ عاجز یا
اوسکی دوسری ہم مذہب مراد ہونگی لیکن بغرض تسلیم اگر ان تعریضات کا اطلاق ہمپر مین وجہ ہی
ہوسکیگا تو حضرات مجتہدین شیعہ جنہین یہہ سب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہین
ان تعریضات کے ساتہہ اولے واحق ہونگی بیت شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی
گو مشت خاک باہم بر باد رفتہ باشد * قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب بہی تو بزعم خود
درجہ اجتہاد حاصل کرچکی ہین تو اور مرجع خلائق بنی سا اور دوکان جمانی کے لیئے کیا سر پر
سینگ نکلتی ہین مذہبی خدمات سے معاش یون ہی پیدا کیجاتی ہی۔ قبلہ وکعبہ بننے
کی دیر ہتی کہ سب کچہہ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کرکے شہرت پیدا کی موافقین کو
فتوی دیکی کنایۃً ادعای اجتہاد فرمایا پہر مجتہد بن بیٹہی پہر کیا تہا چراغ روشن
مراد حاصل۔ ابہی حضرت آج ہی کیا تہا اس کشت کا ثمرہ آئندہ دیکہیگا۔ خدا کیوا

اہل سنت تو فریب مین آنے سے رہے ہان اپنے ہم مذہبونسے تو قع مفاد رکھنی چاہیے
اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ سنی بنکر فریب دیتے تو شاید کوئی شقی اونکی شامت کا مارا گمراہ
ہو جاتا چنانچہ حضرت کی بعض بزرگون نے ایسا کیا ہے۔ رشید الدین محمد بن علی بن
شہر آشوب سروی اپنے کتاب معالم العلماء مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہے
فرماتے ہین۔ ابو الحسن محمد بن ابراھیم ابن یوسف الکاتب وکان علی الظاھر[1]
یفتی علی مذھب الشافعی تقیۃ من کتبہ کشف القناع لعدۃ الاستعداد
وراس امر کو آپ خوب سمجھتے ہین کہ یہہ بزرگ شافعیہ کا ہہیس کیون بدلتے تھے۔ قولہ بلکہ اصلی
غرض فرقہ اہل سنت کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی جو اس مباحثہ مین واسطہ ہین اور محض انکی
خاطر سے یہہ بحث شروع ہوئی ہے اونکی ہدایت خصوصاً اقول کاش آپ جانتے کہ آپ اپنی
اس غرض مین مخالف امام اور مرتکب حرام وعاصی وگنہگار بروی اپنی مذہب کے ہین۔ اس سے
یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی مذہب کی کچھہ خبر نہین ہے۔ لیجیے ہم ہی بتلاتے ہین کیا
احسان مانیںگے علامہ مجلسی بحار مین نقل کرتے ہین وسمین سے چند روایات نقل کرتا ہون
اونکو ملاحظ فرمایئے۔ عن ابی النضر عن یحیی الحلبی عن ایوب بن الحر قال سمعت
اباعبد اللہ علیہ السلام یقول ان رجلا اتی الی ابی فقال الی رجل خصم اخاصم من احب
ان یدخل فی ھذا الامر فقال لہ ابی لا تخاصم احدا فان اللہ اذا اراد بعبد خیرا
نکت فی قلبہ حتی انہ لیبصر بہ الرجل منکم یشتہی لقائہ۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام[2]

[illegible]

---

[1] ابو الحسن محمد ابراہیم بن یوسف کاتب ظاہر مین تقیہ کی طور پر شافعی مذہب کے موافق فتویٰ دیا کرتا تہا اوسکی تصانیف سے کشف القناع۔ عدۃ الاستعداد ہین ۱۲

[2] یعنی امام ابو عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے تہے ایک شخص میری والد کے پاس آیا اور کہا کہ مین بحث کرنیوالا ہون جسکو مین پسند کرتا ہون کہ تشیع مین داخل ہو جاے اوس سے بحث کرتا ہون میری والد نے اوسکو فرمایا تو کسی سے نہ جہگڑ کیونکہ جب اللہ تعالی کسی بندہ کے ساتھہ بہلائی چاہتا ہے تو اوسکے دل مین نقطہ کردیتا ہے یہانتک کہ وہ اوسکی سبب تم مین سے جس کو دیکھتا ہے اوسکی ملاقات کی خواہش کرتا ہے ۔۔ ۱۲

قال لا تخاصموا الناس فان الناس لو استطاعوا ان یحبونا لاحبونا ان اللہ اخذ
میثاق شیعتنا یوم اخذ میثاق النبیین فلا یزید فیہم احد ابدا ولا ینقص منہم
احد ابدا۔ الی عن صفوان وفضالۃ عن داود بن فرقد قال کان ابی یقول
ما لکم وللناس انہ لا یدخل فی ہذا الامر الا من کتب اللہ لہ ان یدخل
صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس غرض سے جہگڑنا کہ لوگ اپنی مذہب سے پہر کر شیعہ بن جائیں منع
ہو جاتا ہی پس اس سے آپ خیال فرمالیجئی کہ آپنے جو اپنی غرض اس مباحثہ سے ٹہرائی ہی
وہ کسقدر ردی ہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز سابقا بروایات معتبرہ ثابت
ہو چکا ہی کہ ظہور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہہ نہی ائمہ گذشتہ کی
امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازین اگر مباحثہ وگفتگو سے آپکی غرض
اصلی یہہ ہی تہی تو اول غلطی یہہ کہائی کہ آپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خیال
کیونکہ ہر شخص سمجہ سکتا ہی کہ جسکو علوم کتاب وسنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان
وہ کیونکر مطالب عالیہ کتاب وسنت کیطرف دوسرونکو ہدایت کر سکتا ہی بلکہ وہ مصداق
اس مصرعہ کا ہی ع اوخویشتن گمست کرا رہبری کند + معہذا اگر لفظ ہدایت سے ہدایت ظاہری
مراد ہی تو حسب قول ع برعکس نہند نام زنگی کافور + تسمیۃ الشی باسم ضدہ اور اگر ہدایت
واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہہ حضرت کا کام نہیں۔ حق تعالے شانہ
اپنی فضل وکرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بجز
ہدایت فرما کر حقیقی ونفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط ومستحکم فرما رکہا ہے

سلہ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا لوگوں سے بحث ومباحثہ نکرو کیونکہ اگر ہمکو لوگ دوست
تو بیشک دوست رکہتی اللہ تعالی نے جب ان انبیا سے عہد لیا تہا ہماری شیعوں سے بہی عہد لیا تہا اب اونمین نہ کوئی
ہو سکتا ہی اور نہ کوئی کم ہو سکتا ہی ۱۲ سلہ میرا باپ کہا کرتا تہا تمہین لوگوں کو اپنی دین کیطرف بلانے سے کیا تعلق کہ
اس دین میں کوئی شخص سوا اوسکی جسکو خدا نے لکہدیا ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

کہ تشکیک مشکک سے تذبذب محال ہے۔ الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ ولہ الحمد فی الاولے والآخرہ قولہ شعر جو حضرت نے لکھا ہی شوخی طبع پر دال ہے اسکا جواب کیا لکھین مگر بات یہہ ہی کہ ہماری مجیب عالم وفاضلین اور اہل علم کی نظر مآل پر ہوتی ہے دور اندیشی فرماکر اپنے نفس نفیس سہی ہی مخاطب ہین اقول سبحان اللہ ابہی تو مین آپکی نزدیک گمنام تہا ابہی عالم وفاضل ہوگیا۔ خیر بہرکیف اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایگا تو واضح ہوجائیگا کہ اس شعر مین آپکا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار سے دریافت فرمالیجیگا۔ اس سی زیادہ اور کیا عرض کرین قولہ چشم ما روشن دل ما شاد تحریر فرمانا درست معلوم نہین ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپکا دل شاد وچشم روشن ہوتی تو شروع ہی مین یہہ سخت کلامی نفرماتے بلکہ نہایت نرمی وملائمت واخلاق سے پیش آتے اقول کسیقدر سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات کے مقابلہ مین کی گئی ہی وبس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندہتی تو بندہ سے بہی کوئی کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معہذا مخالفین کے مقابلہ مین ہرجگہ نرمی وملائمت واخلاق اپنی چشم روشن ودل شاد ہونے کو مستلزم نہین ہے بلکہ بعض مواقع مین غلظت وشدت محمود ہوتی ہے تو یہہ تفریع غلط ہی۔ ہان اگر بجای اسکی یہہ فرماتے کہ ہمکو تحقیق حق مدنظر نہین ہی (چنانچہ ابہی صاف انکار کرچکی تہے) تو چشم ما روشن دل ما شاد فرمانا درست معلوم نہین ہوتا تو بجا تہا کیونکہ چشم کا روشن اور دل کا شاد ہونا تو تحقیق حق پر مترتب تہا اور جب وہی جاتا رہا تو یہہ ہی درست نہوا۔ لیکن مشکل یہہ ہی کہ اگر تحقیق حق سے انکار کرین تو کیونکر کرین کہ صریح خلاف انصاف ہی۔ اور اگر اقرار کرین تو کسطرح کرین کہ مستلزم تشکیک فی المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہی وہ کرتے رہین قال الفاضل المجیب قولہ یہی مناسب خیال کیا کہ چندی اپنے دقتفا

گرانمایہ کو اسمین صرف کردن کاحدی تحسنین سے خالی نہوگا ۔ اقول ۔ مباحثہ مذہبی کیا ایسا خفیف کام ہی کہ اوسمین وقت صرف کرنیکو وقت گرانمایہ کہا جائے اگر غور فرامیں تو یہہ اعلے درجہ کی عبادت ہی **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** یہ ہے صاف مثل روز روشن ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی مذہبیات کے کوچہ سے بالکل نابلد ہین جہانتک روایات شیعہ مین غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول صلعم و ائمہ علیہم السلام کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین سے نکلنا اور رسول صلعم کی زبانی بشہادت ائمہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچہہ روایات معتبرہ سابقاً مذکور ہو چکی ہین اور کسیقدر اب معروض ہونگی تو معلوم نہین ہماری مجیب لبیب مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہین اور کیون ہمپر معترض ہین ۔ مگر ہان اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول صلعم و ائمہ علیہم السلام کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا ہی حضرت مجیب کی نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مضائقہ نہین تو اس صورت مین خوارج نہروان و نواصب شام کو بہی مژدہ فتح سنا دین روایات سنیی آپکے علامہ مجلسی بحار مین تخریج فرماتے ہین اوسمین سے ملتقطاً چند روایات نقل کرتا ہون

باسنادہ التیمی عن الرضا عن ابائہ عن علی[1] علیہم السلام قال لعن اللہ الذین یجادلون فی دینہ اولئك ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس حدیث سے مناظرہ کرنے والونکا ملعون ہونا بعبارت النص ثابت ہے

عن ابی[2] عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق انہ قال لاصحابہ اسمعوا منی کلاما ھو خیر لکم من الدھم الموقفۃ لا یمارین احد کم سفیھا ولا حلیما فانہ من ماری

[illegible] مباحثہ مذہبی حرام ہے

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا اونپر خدا لعنت کرے جو خدا کے دین مین جہگڑا کرتے مین یہہ لوگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی ملعون ہیں ۔ [2] امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آپنے یارون سے فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہارے لئے (زبان پر) کہڑے ہوئے مشکی گہوڑون سے بہتر ہی تم میں سے کوئی کسی سفیہ سے جہگڑے اور نہ کسی حلیم سے ۔ ۱۲

حلیمًا اقصاه ومن ماری سفیهًا ارداه [۱] اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ لا یماری میں فعل منفی ہے اوسکا فاعل و مفعول دونو نکرہ واقع ہوئی ہیں اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی میں عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو کسیکے ساتھہ مباحثہ کرنا جائز نہوا ۔ عن ابی عبد اللہ ع [۲] قال یهلک اصحاب الکلام و ینجو المسلمین ان المسلمین هم النجبا ۔ سمعت ابا عبد اللہ [۳] یقول لا تخاصموا الناس لدینکم فان المخاصمة ممرضة للقلب ۔ سمعت ابا جعفر ع [۴] یقول انما شیعتنا الخرس ۔ قال امیر المؤمنین ع [۵] ایاکم والجدال فانها یورث الشک فی دین اللہ سمعت ابی عبد اللہ ع [۶] یقول متکلموا هذه العصابة من شرار من هم منهم اس باب مین جسقدر روایات وارد ہوئی ہین اگر اونکا استیفا کیا جاوے اور بسط کے ساتھہ ان پر بحث کیجاوے تو ایک کتاب جداگانہ تیار ہو اسلیئے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہین جو امام جعفر صادق ع سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلیے ملتقطًا نقل کرتے ہین عن ابی محمد العسکری ع [۷] قال ذکر عند الصادق ع الجدال فی الدین و ان رسول اللہ ص والائمة المعصومون قد نهوا عنه فقال الصادق ع لم ینه عنه مطلقًا لکنه نهی عن الجدال بغیر التی هی احسن اما تسمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اهل الکتاب

---

[۱] کیونکہ جو حلیم سے مباحثہ کریگا وہ اوسکو حق سے دور کردیگا اور جو کسی سفیہ سے جھگڑیگا وہ اوسکو ہلاک کر دیگا ۱۲ [۲] امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کلام گفتگو کرنے والے ہلاک ہونگے اور مسلمان نجات پا جاینگے بے شک مسلمان ہی نجات یافتہ ہین ۱۲ [۳] مینے امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اپنے دین کے معاملہ مین لوگونسے نہ جھگڑو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرنیوالا ہے [۴] مینے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے ہماری شیعہ صرف گونگے ہین ۱۲ [۵] امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے آپکو جھگڑے سے بچاو کیونکہ وہ اللہ کے دین مین شک پیدا کرتا ہے ۱۲ [۶] مینے امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اس گروہ میکے متکلمین سب سے بدتر ہین [۷] امام عسکری فرماتے ہین کہ امام جعفر صادق رض کی خدمت مین دین مین بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہہ کہ رسول اللہ صلعم نے اور ائمہ معصومین نے اسکی ممانعت فرمائی ہے فرمایا کہ ہمنے مطلقًا ممانعت نہین فرمائی لیکن ہم نے اوس مباحثہ کی ممانعت کی ہے جو بغیر عمدہ طریقہ کے ہو کیا تم نہین سنتے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اہل کتاب سے عمدہ طریقہ کے سوا

الا بالتی ہی احسن وقولہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک الخ فالجدال بالتی ہی احسن قد قرنہ
العلماء بالدین والجدال بغیر التی ہی احسن محرم وحرمہ اللہ تعالیٰ علی شیعتنا قیل یا ابن
رسول اللہ فما الجدال بالتی ہی احسن والتی لیس باحسن قال اما الجدال بغیر التی ہی احسن
ان تجادل مبطلاً فیورد علیک باطلاً فلا ترد بحجۃ قد نصبہا اللہ ولکن تجحد قولہ او تجحد
حقاً یرید ذلک المبطل ان یعین بہ باطلہ فتجحد ذلک مخافۃ ان یکون لہ علیک فیہ حجۃ
لانک لا تدری کیف المخلص منہ فذلک حرام علی شیعتنا ان یصیروا فتنۃ علی ضعفاء
اخوانہم وعلی المبطلین اما المبطلون فیجعلون ضعف الضعیف منکم اذا تعاطی
مجادلتہ وضعف فی یدہ حجۃ لہ علی باطلہ واما الضعفاء منکم فتغتم قلوبہم لما یرون
من ضعف المحق فی ید المبطل واما الجدال التی ہی احسن فہو ما امر اللہ تعالیٰ بہ نبیہ ان یجادل
بہ من جحد البعث بعد الموت واحیائہ فقال حاکیاً عنہ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ قال
من یحیی العظام وہی رمیم فقال اللہ فی الرد علیہ قل یا محمد یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ الی آخر ما قال فہذا الجدال
بالتی ہی احسن لان فیہا قطع عذر الکافرین وازالۃ شبہتہم واما الجدال بغیر التی ہی احسن

لے نہ جھگڑو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واسطے بلا اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کے رستہ کی طرف دعوت کر آخر تک اس میں مباحثہ کو جو عمدہ طریق
دیکھیں تھا متعلق کیا ہے یہ وہ جدال و مناظرہ جو عمدہ طریق سے ہو حرام ہے اور اسکو اللہ نے ہمارے شیعوں پر حرام فرمایا ہے کسی نے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے فرزند کونسا مباحثہ عمدہ طریقہ والا ہے
اور کونسا مباحثہ بدون حسن طریقہ کے ہے فرمایا بغیر عمدہ طریقہ کی مباحثہ تو یہہ ہے کہ تو کسی اہل باطل سے مناظرہ کرے اور وہ تجھپر باطل پیش کرے اور تو اوس حجت کو نہ رد کرے
جو خدا نے قائم کی ہے اور اسکو رد کرے لیکن تو اوسکے قول کا انکار کرے یا اوس حق کا جسکے سبب سے وہ مبطل اپنی باطل کی اعانت و تقویت چاہتا ہے منکر
ہو جائے اس خوف سے کہ مبادا تجھپر اوسکی حجت تمام ہو جائے اور اس حق کا ہی انکار کر دے کیونکہ اوس سے خلاصی کی راہ تو نہیں جانتا ہے تو یہہ ہمارے شیعوں پر
لیے حرام ہے کہ اپنے ضعیف بھائیوں اور اہل باطل کے حق میں فتنہ بنیں کیونکہ جب اہل باطل سے تم میں سے ضعیف مناظرہ کریگا اور اوسکے ہاتھ میں حجت ضعیف ہوگی تو وہ تمہارے اوس
ضعف کو اپنے باطل کی حقیقت پر حجت قرار دینگے اور ضعیف بھائی جب اہل باطل کے ہاتھ میں اہل حق کو خستہ حالت میں دیکھینگے تو انکا دل اوس سے رنجیدہ ہوگا اور
مباحثہ عمدہ طریقہ کا وہ ہے جسکا خدا نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو جو منکر حشر ہو کہتا تھا کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جانیکے بعد کون جلائیگا فرمایا اے محمد تو کہہ
جلائیگا جسنے پہلی بار پیدا کیا تھا تو یہہ جدال و مناظرہ عمدہ طریقہ کا ہے کیونکہ اس میں کافروں کا عذر قطع اور انکی شبہہ کا رفع ہے اور مباحثہ بغیر عمدہ طریقہ کے

بان تجد حقا لا یمکنک ان تفرق بینہ وبین باطل من تجادل وانما تدفعہ عن باطلہ بان
تجحد الحق فہذا ہو المحرم لانک مثلہ جحد ہو حقا وجحدت انت حقا آخر۔ انتہی قطع نظر
تعارض اون روایات سے جو اس بارہ مین وارد ہوئی ہین اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
مباحثہ کرنا سوای انبیاء اور ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہین ہے بلکہ دوسرونکو ناجائز
وحرام ہے کیونکہ سوای انبیا وائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہین پہچان سکتا
اور نہ ضعفاء اخوان یا مبطلین کے حق مین فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص
ایسا شخص جسکو اپنی مذہبیات کی بھی پوری واقفیت نہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو
اوسکی حق مین مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے
کہ اس باب مین علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کرون۔ اہل انصاف اوسکو بھی ملاحظہ فرمائین اور
ہماری مجیب کی واقفیت مذہب کی داد دین۔ ویظہر من الاخبار ان المذموم
منہ ہو ما کان الغرض فیہ الغلبۃ واظہار الکمال والفخر او التعصب وترویج
الباطل واما ما کان لاظہار الحق ورفع الباطل ودفع الشبہۃ عن الدین
وارشاد المضلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمییز بینہما فی غایۃ الصعوبۃ
والاشکال وکثیرا ما یشتبہ احدہما بالآخر فی بادی النظر وللنفس فیہ تسویلات
خفیۃ لا یمکن التخلص منہا الا بفضلہ تعالے۔ علامہ کی اس تحقیق مین بھی ہم بحث سے
اغماض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے بھی مجیب جیسے متکلمین کے لئے مناظرہ کا

۱؎ کہ تو ایسی حق کا انکار کرے کہ تجکو اوسمین اور خصم کے باطل مین فرق ممتاز نہو اور اوسکے باطل کو حق کا انکار کرکے دفع کرے تو یہہ مباحثہ حرام ہے
کیونکہ اس صورت مین تو مثل اہل باطل کے ہے کہ اوسنے ایک حق کا انکار کیا اور تو نے دوسرے حق کا انکار کیا۔ ۲؎ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ برا
مباحثہ وہی ہے جسمین غلبہ وکمال کا اظہار وفخر اور حق کے جانب داری اور باطل کی ترویج مقصود ہو اور جس مباحثہ مین حق کا اظہار اور باطل کا رفع اور دین سے
شبہہ کا ازالہ اور گمراہونکی رہنمائی ہو تو وہ دین کے اعظم ارکان مین سے ہے لیکن ان دونون مین تمیز اور تفرقہ نہایت سخت دشوار اور مشکل ہے بسا اوقات
بادی النظر مین ایک دوسرے کی ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اور اسمین نفس امارہ کی ایسی چھپی ہوئی پیچ ہین کہ سوا اللہ تعالے کے فضل کے اوسنے خلاصی ممکن نہین ہے۔

عبادت نہونا بلکہ حرام اور مستوجب لعن ہونا ثابت ہوتا ہی پر اب ہماری مجیب نیند ذرا انصاف
سے فرمائین کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے ہین - علاوہ ازین اگرچہ مباحثہ
مذہبی خفیف کام نہو تاہم اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھکر نہو
بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علے الخصوص ایسی حالت مین
جبکہ چندان ضروری یا مفید نہو اور مخالفین کے راہ یابے کی توقع نہو تو ایسی وقت مین
جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ مین مشغول ہوگا وہ بیشک مباحثہ مین اپنے وقت کے
صرف کرنے کو وقت گرانمایہ کہیگا قولہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو
تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہین بلکہ اپنے رہائی یا مخالف کے مغلوبیت اصلی غرض ہے
اور انشاء اللہ تعالے انہین سے کوئی غرض بہی حاصل ہونی نہین ہے اقول اگر
آپکی نزدیک تحقیق حق مستلزم ترک سے فی المذہب ہی تو واقعی مجکو تحقیق حق منظور نہین
کیونکہ بفضل اللہ تعالے ورحمتہ مجیب کو اپنی مذہب کی صحت و حقیت مین کسی نوع کا شک
و ریب نہین ہان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف ہی مقصود ہی جو انشاء اللہ تعالے بلا دقت
ہمکو حاصل ہے شعر ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت * وای غریم فے التقاضی غریمہا
قال الفاضل المجیب - قولہ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جماعت
و شیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع مین مخالفت ہی لیکن مبنی
یہہ ہی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علے الخصوص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم
کو اہل سنت تمام امت سے باعتبار رتبہ اعلیٰ و افضل اور ایمان مین اثبت و اکمل
کرتے ہین - اقول - اصل اختلافی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان
بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع کو اہل بیت
سے کو بموجب حدیث متفق علیہ مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح الخ
اور موافق حدیث متفق علیہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی کا حکم

حکم خدا سے جدا نہیں ہوسکتا اور صحابہ بہی انکی ہی تمسک کے مامور تھی ماخوذ کرتے ہین
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا ٹہراتے ہین اگرچہ
بعض اُنہین سے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاتلین ذریۃ سید المرسلین اور مارقین
اور قاسطین و ناکثین سے ہون - جیسا کہ ملاحظہ رواۃ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر ہی
پس حضرت مجیب نے جو مبنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ٹہرایا ہے بجای خود معلوم نہین ہوتا
کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدول ہی ٹہر جائین اور برخلاف احادیث
کثیرہ مثل حدیث حوض وغیرہ اور سیکڑون دلائل عقلیہ و نقلیہ کے جسمین کتب ضخیمہ تصنیف ہوچکی ہین
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہوجائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا انکا ثابت
ہوگا اسلیئے کہ عدم عصمت انکی اتفاقی بین الامت ہی اور شیعون کے نزدیک بلکہ ہر عقلمند کے
نزدیک بجز اہلبیت معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کوئی ماخذ اصول و فروع نہین ہوسکتا
پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف
کثیر کا مبنی ہی جیسا کہ بندہ پہلے عرض کرچکا ہی **یقول العبد الفقیر** اے مولاۃ
دانشمندان روزگار اور منصفان تہی و امصار کو صلاے عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر
غور و تامل ملاحظہ فرما کر ہماری مجیب کے انصاف و تحقیق حق اور مناظرہ دانی اور اجتہاد مطلق کی داد دین مرحبا حسبکے
نزدیک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تہا کہ اہم الخلافیات اور
اعظم اختلافات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً ہی
کہ اہل سنت انکو تمام امت مین افضل اعتقاد کرتے ہین اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہین
اور اختلاف مسئلہ امامت بہی اسی اصل سے ناشی ہے - بجواب اسکی مسئلہ امامت کی مبنی
معظم خلافیات ہونے کی تائید مین ہماری حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا
کہ اصل خلافی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مسئلہ کل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہین اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین وایمان کا ٹھہراتے ہین
اگرچہ بعض اونمین سے ناصبین عداوت اہلبیت طاہرین اور قاتلین ذریۂ سید المرسلین
اور مارقین اور قاسطین اور ناکثین سے ہون۔ پس حضرت مجیب نے جو مبنی اختلاف کو
صحابہ ٹھہرایا ہی بجا ہی خود معلوم نہین ہوتا۔ کیونکہ اگر بفرض محال سب صحابہ عدول ٹھہر جاوینگے
تو اس سے بوجہ اسکی کہ اونکی عدم عصمت اتفاقی ہی ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا
نہوگا۔ پس کیونکر ہوسکتا ہی کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسئلہ امامت سے
اس اختلاف کثیر کا مبنی ہی۔ ای حضرات خدا کے لیئے ذرا حضرت مجیب کی اس عبارت
ملاحظہ فرمائین کہ اس سے بندہ کے معروض کی تسلیم وتائید ہوتی ہے یا تغلیط وتردید
اب سنیئے کہ فاضل مجیب فرماتے ہین کہ ماخذ مسائل دین اثناعشریہ کے نزدیک ذریۂ طاہرہ
ہین اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رض وغیرہ ہین تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب کی دین وایمان کی امد شیعہ و اہلسنت کے یہان کون ہین
یہہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریۂ طاہرین کو ماخذ دین نہین اعتقاد کرتے تو بداہۃً
غلط اور محض افترا ہی کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابۃ کلھم عدول جزئیات ذریۂ طاہرہ کو بھی شامل
اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات اہلبیت رض سے مملو ومشحون ہین
اونکی فضائل ومحامد سے مشرف ومزین ہین اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخوذ اونہی
ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاسن اہلبیت کے
اون دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم وصف مقتدائیت اور ماخذیت مین اہل سنت کے
نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کالنجوم الخ شریک اہلبیت ہین اور اگر اس تقابل سے
حضرت مجیب کے غرض انتفار ماخذیت اہلبیت عند اہل السنۃ نہین ہے تو حاصل
اس صورت مین حاصل یہہ ہوا کہ اہلبیتؑ باتفاق فریقین ماخذ دین ہین اور صحابہ
علی الاختلاف۔ اہلسنت اونکو بھی ایسے ہی گروہ مصداق کنتم خیر امۃ مین۔ ماخذ دین
جانتی ہین۔ اور شیعہ اونکو ماخذ مسائل دین نہین ٹھہراتے اور شرار امت اعتقاد کرتے

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہی کہ بعض اونمین سے بزعم شیعہ ناصبین عداوت اوتابین اور مارقین اور قاسطین اور ناکثین ہین اور بفرض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول ٹھہر جاوین تو عدم عصمت اتفاقیہ مانع ماخذیت ہی۔ تو اس سے کالشمس فی رابعۃ النہار ثابت ہوا کہ دار مدار اختلاف ماخذیت کا خیریت اور شریت صحابہ رضہ پر ہی۔ اور جب ماخذیت صحابہ کی خلافت کی علت خیریت اور شریت اور افضلیت اور نقصیت صحابہ رضہ ہوئی تو فرماییے ارتفعت اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہوا اور اس جواب سے بندہ کی گذارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہوئی۔ سلمنا مبنی معظم خلافیات کا ماخذیت صحابہ رضہ واہلبیت رضہ ہی سہی لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کسیطرح ثابت نہین ہوتا اس سے صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافیات کا ماخذیت ہی اور مسئلہ امامت بہی اسی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے" غلط اور غیر مرتبط اور دعوی بے دلیل رہی۔ خوش گفت ع۔ مین الزام اوسکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے ماخذیت واہلبیت رضہ وصحابہ رضہ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیان کہائین اور حق سے بمراحل دور ہوگئی اسلیئی کسیقدر اسکا بیان بہی واجب ہوا۔ پس واضح ہو کہ فی الاصل ماخذ دین وایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسقدر دین ہے وہ ماخوذ مشکوۃ نبوت سے ہی وبس اور واسطہ تبلیغ دین مین اللہ تعالے کے والا مت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے جسقدر احاد امت ہین وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہین اور مکلفین مبلغین اور فی التحقیق متبع اور آخذین دین ہین۔ نہ متبوع اصلی کیونکہ اگر انکو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جاویگا تو انکا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آویگا اور یہہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اسکا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیا علیہم السلام کے

خواص و لوازم مین شریک کرتے ہین جو انکی نبوت کو مستلزم ہو بلکہ انبیاء سے رتبہ مین بڑہاتے ہین۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو تمام انبیاء سے سوائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخلاف عقل و نقل افضل بتاتے ہین شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مین فرماتے ہین۔ اختلفت الشیعۃ فی ہذہ المسئلۃ فقالت الجارودیۃ انہ کان علیہ السلام افضل من کافۃ الصحابۃ فاما غیرہم فلا نقطع علی فضلہ علی کافتہم وبدّعوا من سوی بینہ وبین من سلف او فضلہ او شک فی ذلک وقطعوا علی فضل الانبیاء علیہم السلام کلہم علیہ واختلف اہل الامامۃ فی ہذا الباب فقال کثیر من متکلمیہم ان الانبیاء علیہم السلام افضل منہ علی القطع والثبات وقال جمہور اہل الآثار منہم والنقل والفقہ بالروایات وطبقۃ من المتکلمین منہم واصحاب الحجاج انہ علیہ السلام افضل من کافۃ البشر سوی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ علیہ فانہ افضل منہ ووقف منہم نفر قلیل فی ہذا الباب فقالوا لسنا نعلم اکان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساویاً لہم او دونہم فیما یستحق بہ الثواب فاما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ محمد بن عبد اللہ فکان افضل منہ علی غیر ارتیاب وقال فریق منہم آخر ان امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ افضل البشر سوی اولی العزم من الرسل فانہم افضل منہ عند اللہ۔ ادریس ... من سبقہ

ے مسئلہ تفضیل مین شیعہ باہم مختلف ہین جارودیہ کہتی ہین کہ حضرت علیؓ تمام صحابہ سے تو بیشک افضل ہین لیکن دوسرے صحابہؓ کی سب سے افضل ہونے کا ہم یقین نہین کر سکتے اور جو شخص گذشتہ لوگون کی حضرت امیر کو برابر کہتا یا حضرت کو بڑا یا اسمین متردد ہو لیکن جارودیہ حضرت امیر سے تمام انبیاء کو یقیناً افضل کہتے ہین اور امامیہ بھی اس باب مین مختلف ہوئی بہت سے متکلمین کہتی ہین کہ انبیاء حضرت سے قطعاً و یقیناً افضل ہین اور جمہور اہل اخبار و حدیث اور فقہا اور متکلمین اور اہل حجت کہتی ہین کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیون سے افضل ہین لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے افضل ہین اور تھوڑی سے لوگون نے اس باب مین توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہین جانتے کہ حضرت امیر انبیاء گذشتہ سے باعتبار زیادتی استحقاق ثواب کے افضل ہین یا برابر یا کم لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے بیشک و شبہ افضل ہین اور امامیہ مین سے ایک فریق کہتا ہی کہ حضرت امیر افضل البشر ہین سوائے اولو العزم کے کہ وہ گروہ خدا کے نزدیک حضرت امیر سے افضل ہین ...

اگلی ٹیکہ یہہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل عن امیر المؤمنین ما کان منزلتہ من النبی علیہ وآلہ
السلام قال لم یکن بینہ وبینہ فضل سوی الرسالة التی اوردھا - وجاء مثل ذلک بعینہ عن ابیہ
عن جعفر وابی الحسن وابی محمد العسکری علیہ السلام - اس سے صاف ظاہر ہے کہ بجز وصف
رسالت کے جناب امیر رض اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی
وصف زائد نہین جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضلیت پر استدلال کیا جاوے
اور اس سے ہر شخص سمجھہ سکتا ہی کہ دوسری مدارج صفات جنپر فضل کلی کا دار مدار ہی مثلاً کثرت
ثواب وقرب من اللہ تعالے وغیرہ مین جناب امیر اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
افضل نہین تو کم بہی نہین اور آیت ابناءنا وانفسنا وانفسکم حسب ارشاد خود مستلزم
مساوات ہی اور وصف رسالت خود مستلزم افضلیت کو نہین کیونکہ یہہ امر بدیہی ہے - کہ
فضلیت نبوت رسالت رسل وانبیا سابقین کے لئے بہی حاصل ہی لیکن باوجود اسکی جناب امیر رض
اونسی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہین تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضلیت کو
نہین - بلکہ مرتبہ امامت مرتبہ رسالت اور خلت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور
اگر ہم اس سے بہی ترقی کرین اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیر کی افضلیت کے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بہی مدعی ہون تو بجا ہی کیونکہ علاوہ اون فضائل کے جو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مین پائی جاتے ہین جنہین جناب امیر کو شرکت اور مساوات ہی بہت سے
فضائل جناب امیر مین ایسی موجود ہین جنسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہین - جو شجاعت
اور سخاوت اور فصاحت وبلاغت جناب امیر کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہین ہوئی
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جا بجا کلام مجید مین عتاب ہوا اور جناب امیر کی نسبت بجز محامد کے
اور کچھہ وارد نہین ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر معاتب معاتب سے افضل ہے - ان سب سے

ل امام رضی اللہ عنہ سے کسینے پوچھا کہ جناب امیر رض کا مرتبہ بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تہا فرمایا بجز رسالت کے
وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تہی اور کچھہ زیادہ مرتبہ نہ تہی - ۱۱

بر نا بریں ہی کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی افضلیت کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ادعا کریں تو ممکن ہی۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۔ حق تعالے شانہ ارشاد فرماتا ہی جس سے صاف واضح ہی کہ نور ظلمت سے افضل ہی اور شیعہ کی روایات سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ظلمت ہین اور جناب امیر نور ہین۔ علامہ مجلسی بحار مین ابو نصر بن قابوس سے اور وہ امام صادق رض سے روایت کرتا ہی قال السواد الذی فی القمر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تفسیر صافی مین بذیل تفسیر آیت فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہی والعیاشی عن الباقر النور علی وفی الکافی عن الصادق النور فی هذا الموضع علی والائمہ علاوہ ازین اور بہت ایسی فضائل مین جو جناب امیر کے ساتھہ ہی مخصوص ہین اور ذات بابرکات جناب سرور کائنات کے اون سے خالی ہی جنکی تفصیل مین مستقل جداگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کافہ بشر سے بلا استثنا افضل ہین چنانچہ یہہ مدعا حدیث متواتر المعنی سے جسکو شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن احمد بن علے القمی نزیل ری نے اپنی رسالہ نوادر الاثر لعلی خیر البشر مین جو اسوقت میرے روبرو کہلا ہوا رکہا ہی روایت کیا ہی بالفاظ روایت اسطرح ہی حدثنا ابو محمد هرون بن موسے التلعکبری قال حدثنی احمد بن محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن عبید عتبة الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابیه عن الاعمش عن عاصم بن عمر عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیه وآله علی خیر البشر من شك فیه فقد کفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ و نائب نبی ہی کہتے ہین نبی و رسول نہین کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مین بذیل ذکر محمد بن علی

لہ ترجمہ دیکہ اندہا اور بینا برابر ہین یا تیرگی اور نور برابر ہین۔ ۱۲ لہ امام صادق نے فرمایا کہ چاند مین کی سیاہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ۱۲ لہ امام باقر سے مروی ہی کہ نور حضرت علی ہین ۱۲ لہ کافی مین امام صادق سے مروی ہے کہ اسجگہ نور سے مراد حضرت علی اور ائمہ ہین ۱۲ لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی خیر البشر ہی جو اسمین شک کری وہ کافر ہی ۱۲۔

بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی لکھتے ہین - زیرا کہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور گر در
اسم نبوت و نزول وحی - تو جب ائمہ خلیفہ اور قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی
جو دین کو جمیع جہات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی و کوتاہی باقی نہین چھوڑی تو ایسی نبی کا نائب
خلیفہ محض ناقل و حاکی ہی دین - تو وہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہین ہو سکتا ہی - لیکن یا اینہمہ
چونکہ قرن اول امت محمدیہ علیہ الصلوات والتسلیمات کی قلوب انوار و برکات آفتاب عالمتاب
نبوت سے منور ہوگئی اور فیض صحبت سر حلقہ انبیا سر تاج اصفیا سے جو مس زنگ آلود رزائل
کی لیئے کبریت احمر اور اکسیر اور سموم معاصی کے لئی تریاق کبیر ہے مجلی و مجلی ہوئی اور اونکی قلوب
مین شعاع انوار نبوت نے یہانتک پرتو ڈالا کہ اونکو اوس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئین جو
آہن کو آگ سے بلکہ سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہین - اور مدارج ابتلا مین محک امتحان پر کامل
العیار نکل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونکو نجوم ہدایت فرما کر امت کو اونکے
اقتدا کی طرف رغبت دلائی اور اونکو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی -
اسکی بعد ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہٗ جسکا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہی قرن ثانی سے آخر تک
اوسکا بلا واسطہ پہنچنا محال ہی تو اسلیئی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ
کری اس صورت مین ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق مین ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک
استاد اپنی شاگرد کے لیئے ماخذ ہوا - غرضکہ اولاً و بالذات ماخذ دین ذات بابرکات حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً و بالتبع اصحاب کرام ہین جنمین اہلبیت بھی شامل
ہین اور ثالثاً و بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لیئی ماخذ دین ہی جنمین محدثین و اجلہ مین
و مجتہدین و متکلمین و مفسرین و اصحاب رسالت و ارباب رقعات و ورود آثار داخل ہین پس
اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہی تو بالکل لغو اور غلط ہی کہ شیعہ اہلبیت کو
ماخذ قرار دیتی ہین اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی
ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہین - اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور بھی زیادہ غلط اور

اپنی کتب سے چشم پوشی ہی بلکہ خود اپنی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے ظاہر ہی
کہ اماخذیت کا عصمت پر ہی اور جسمین عصمت نہ پائی جاویگی وہ ماخذ دین ہونی کی صلاحیت و
قابلیت نہین رکھیگا۔ لیکن یہہ امر مثل بدیہی اولی کے واضح ہی کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہین۔ صحیح و مسلم ہی و بس۔ ایسی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت کی
ضرورت باقی نہین ہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر
کسی کی عصمت کی ضرورت ہی تو پہر ضروری ہی کہ تمام ماخذ دین بھی پے کے تہ تک بھی معصوم ہون
اور سوائی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہین ہے اور ہم دیکھتی ہین کہ
علما شیعہ جو مسائل شرعیہ اہل بیت رض سے نقل کرتے ہین اکثر اون مسائل مین اہلبیت رض ماخذ
صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی ہین نہ خود ماخذ اصلی اور اگر بفرض محال اہلبیت رض کی عصمت
تسلیم کرلین تو اونسی نیچے کے درجہ والون کی نسبت کلام ہی اور وہ بالاتفاق معصوم نہین ہین
حالانکہ وہ ماخذ دین ہین۔ پس یہہ دعوی کہ شیعہ بلکہ ہر عاقل انکے نزدیک سوائی معصوم کی اور کوئی
ماخذ نہین ہوسکتا غلط ہوا اور اسکی تغلیط خود معالم الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوتی ہی
کیونکہ جو اجماعات بعد غیبوبت کبری امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہین معلوم نہین انکو کونسی
معصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روات و مجتہدین وغیرہ بھی ماخذ دین ٹہری کہ جنکی عدم
عصمت ہی مسلمہ نہین بلکہ اونمین سے بعض کا فسق و کفر بھی تسلیم و ثابت کیا گیا ہی تو اب ظاہر ہوا
کہ حضرت مجیب کا یہہ قول کسقدر غلط اور خلاف واقع ہوگا اول ہم روات کا ماخذ دین ہونا ثابت
کرتے ہین بعد اسکی انکی کفر و فسق سے بحث کرینگی۔ علامہ مجلسی نے بحار مین نقل کیا ہے۔

الکلینی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل لی کتابا
سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الزمان علیہ السلام

ل کلینی محمد بن یعقوب سے روایت کرتا ہی اوسنی کہا میں محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ امام آخر الزمان کے پاس میرا خط پہنچا دے
کچھ مسائل مشکلہ پوچھی ہی پہنچا دی (جنکا اونکی جواب میں) مولانا صاحب الزمان کا دست خطی فرمان نازل ہوا۔

منجملہ راویان امام آخر الزمان کے یہ بھی ہین

وَأَمَّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم وانا حجة الله۔ الخبر۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہی کہ رواتِ حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کیطرفسے حجت ہین اور ایام غیبوبتِ امام مین وہی ماخذ دین ہین۔ اب دوسری دعوی کا جو کفر وفسق رواتِ ہی ثبوت لیجئی اگرچہ حضرات شیعہ کی سہام لعن سے۔ انبیاء تک نہ بچی تو بیچارے روات کس شمار مین مین لیکن چونکہ یہہ موقع بیان محامد ومناقب روات کا ہی اسلئی یہان صرف روات کی بیان احوال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کی محامد عنقریب بذیل ذکر اصحاب بزبان حضرات شیعہ بیان ہونگی اولاً مین اس دعوی کی اثبات کی لئی معالم الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہون جو خبر واحد کی معمول بہ ہونے کی شرائط مین لکھی ہی۔ الثالث[1] الایمان واشتراطه هو المشهور بین الاصحاب وحجتهم قوله تعالى ان جاءکم فاسق وحکى المحقق عن الشيخ انه اجاز العمل بخبر الفطحية ومن ضارعهم بشرط ان لا يكون متهما بالكذب محتجا بان الطائفة عملت بخبر عبد الله بن بکیر والسماعة وعلى بن ابى حمزة وعثمان بن عيسى وبما رواه بنو فضال والطاطريون واجاب المحقق رح بانا لا نعلم الى الآن ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصريحه بالاشتراط فی التهذيب اكثر فى الخلاصة من ترجيح قبول روايات فاسدى المذهب اس سے صاف واضح ہی کہ حضرات شیعہ کے روات کفار وبدمذہب بہی ہین سبحان اللہ کیا اہلبیت کے ساتھہ تمسک اور ولاء ہی کہ کفار اور بدمذہبونکی روایات قبول کرین اور اونکو ترجیح دین۔ بیشک کفار سے

---

[1] اور اسمین لکہا تہا کہ حوادث واقعہ مین ہماری حدیث کی رواتکیطرف رجوع کرو کیونکہ وہ تمپر میری حجت ہین اور مین خدا کی حجت ہون ۱۲ تیسری شرط ایمان ہی اور ایمان کا شرط ہونا اصحاب مین مشہور ہی بدلیل قولہ تعالے ان جاءکم فاسق الخ اور محقق نے شیخ سے نقل کیا ہی کہ شیخ نے فطحیہ اور ان جیسی (بدمذہبونکی) خبر پر بشرطیکہ جہوٹ کے ساتھہ متہم نہون عمل کرنا اس دلیل سے جائز رکہا ہی کہ طائفہ (امامیہ) نے عبد اللہ بن بکیر اور سماعہ اور علی بن ابی حمزہ اور عثمان بن عیسے کی خبرون پر اور ان خبرون پر جنکو بنو فضال اور طاطریین نے روایت کیا ہی عمل جائز رکہا ہی محقق نے اسکا جواب دیا کہ اب تک ہم نہین جانتے کہ طائفہ نے ان لوگونکی خبرون پر عمل کیا ہو اور علامہ طوسی نے باوجودیکہ ایمان کے شرط ہونیکی تہذیب مین تصریح کی ہی تاہم خلاصہ مین بدمذہبونکی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہی ۱۲

شیعہ کے ہان کافر اور بدمذہب کی روایت مقبول ہی

دین اخذ کرکے سفینۂ نجات مین حضرات شیعہ ہی سوار ہوئی ہین۔ حضرت من ع کہین کہ تو سیر دی بہ ترکستان ہست یہ سید دلدار علی نے اساس الاصول مین نقلاً لکھا ہی۔ واما الفرق[1] الذین اشاروا الیہم من الواقفیۃ والفطحیۃ وغیر ذلک فعن ذلک جوابان احدہما ان ما یرویہ ہولاء یجوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا علم من اعتقادہم تمسکہم بالدین وتحرجہم من الکذب ووضع الاحادیث وہذا کان طریقۃ جماعۃ عاصروا الائمۃ نحو عبد اللہ بن بکیر وسماعۃ بن مہران ونحو بنی فضال من المتاخرین عنہم وبنی سماعۃ ومن شاکلہم فاذا علمنا ان ہولاء الذین اشرنا الیہم وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل فما یکون طریقۃ ہولاء جاز العمل بہ۔ اب کسیقدر تفصیل اس اجمال کی سنیی اور اپنے حضرت محقق کے تحقیق کی داد دیجیی اور دیکھیی کہ جو خاص تلامیذ ائمہ ہین اور شیعہ کے ماخذ دین ہین اونکے کیسی کیسی عجیب وغریب حالات ہین۔ آپ کے ثقۃ الاسلام کلینی روایت کرتے ہین۔ عن[2] ابن الحراز وابن الحسین ان رضی یقول اللہ تعالی اجوف الی السرۃ والباقی صمد کما یقولہ الجوالیقی وصاحب الطاق۔ اور نیز کلینی نے روایت کی ہی۔ عن[3] الحسن بن عبد الرحمن الحمانی قال قلت لابی الحسن الکاظم ان ہشام بن الحکم یزعم ان اللہ تعالی جسم قال قاتلہ اللہ

[1] لیکن فرق (باطلہ) واقفیہ اور فطحیہ سے جنکی طرف اشارہ کیا اوسکی دو جواب ہین اول یہ کہ انکی روایات پر عمل کرنا جائز ہی بشرطیکہ نقل مین معتبر ثقہ ہون اگرچہ اعتقاد کے رو سے خطا پر ہون لیکن انکی اعتقاد کے رو سے دین پر چلنا اور جھوٹ اور احادیث کی گھڑت سے پرہیز کرنا معلوم ہوتا ہو اور ان لوگون مین سے جو ائمہ کے ہمعصر تھی ایک جماعت کا یہی طریقہ تہا جیسا کہ عبد اللہ بن بکیر اور سماعۃ بن مہران اور بنی فضال میں سے متاخرین اور بنی سماعہ اور جو انکی مشابہ ہین اور جب ہمنی جان لیا کہ یہ لوگ جنکی طرف ہمنی اشارہ کیا ہی گرچہ اعتقاد مین بسبب وقف وغیرہ کی قائل ہونے کے خطا پر تہی لیکن نقل مین ثقہ تہی تو جو انکا سلسلہ ہو گا اوسپر عمل کرنا جائز ہی۔

[2] میثمی کہتا ہی کہ (معاذ اللہ) خدا تعالی ناف تک کہوکہلا ہی اور باقی ٹھوس ہے جیسا جوالیقی اور صاحب الطاق کہتے ہین ۱۲ منہ

[3] حمانی کہتا ہی کہ مینی امام کاظم رضی سے کہا کہ ہشام بن حکم کہتا ہی کہ خدا تعالے (معاذ اللہ) جسم ہی فرمایا خدا اوسکو ہلاک کری ۱۲۔

اور نیز کلینی کے کتاب التوحید کو دیکھ لیجئے ۔ عن محمد بن الفرخ الرخجی[۱] قال کتبت الی ابی الحسن
اسئلہ عما قال ھشام بن الحکم فی الجسم وھشام بن سالم فی الصورۃ فکتب ع دع عنک حیرۃ
الحیران واستعذ باللہ من الشیطان لیس القول ما قال الھشامان رجال کشی میں زرارہ کا حال
ملاحظہ فرمایئے حدثنا محمد بن احمد عن محمد بن عیسی عن علی بن الحکم عن بعض رجالہ عن ابی
عبد اللہ علیہ السلام[۲] قال دخلت علیہ فقال متی عہدک بزرارۃ قال قلت ما رأیتہ منذ ایام قال
لاتبال وان مرض فلا تعدہ وان مات فلا تشہد جنازتہ قال قلت زرارۃ متعجبا مما قال قال
نعم زرارۃ شر من الیہود والنصاری ومن قال ان مع اللہ ثالث اور یہہ زرارہ وہ ہی جو حضرت
امام پر لعنت کیا کرتا تہا مختار ابو عمر و کشی میں اسکو بہی ملاحظہ فرمالیجئے[۳] حدثنا محمد بن
مسعود قال حدثنا جبرئیل بن احمد الفاریابی قال حدثنا العبیدی محمد بن عیسی عن یونس عن
عبد الرحمن بن مسکان قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ اباجعفر واما جعفر فان فی قلبی علیہ
لعنۃ قال قلت وما حمل زرارۃ علی ھذا قال ان اباعبد اللہ اخرج مخازیہ ابو الجارود ملقب بہ
اسی سرحوب ہی جو بعض دریائی شیاطین کا نام ہے فاضل استرابادی نے نقل کی ہے۔
قال ابو عبد اللہ علیہ السلام کثیر النوی وسالم بن ابی حفصۃ والو الجارود کذابون مکذبون
کفار علیہم لعنۃ اللہ ابو عمرو کشی کے کتاب کو ملاحظہ فرمایئے اوسمیں لکہا ہی حدثنی محمد بن عیسی
عن یونس عن حماد قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ علیہ السلام لیطلب الاذن

---

۱ محمد بن الفرخ الرخجی کہتا ہی کہ میں نے امام کیخدمت میں سوال لکہکر بہیجا کہ ہشام بن الحکم خدا کا جسم بتلاتا اور ہشام بن سالم خدا کیلیے صورت ثابت کرتا ہی حضرت نے اوسکو جواب میں لکہا
کہ حیران کی حیرت سے تمسک کرو اور شیطان (کے فریب) سے خدا سے پناہ مانگ ہشامین کا قول معتبر نہیں ۱۲ ۲ امام ابو عبد اللہ رضہ سے مروی ہی راوی کہتا ہی میں حضرت
امام کیخدمت میں حاضر ہوا فرمایا زرارہ سے کب ملا تہا میں نے عرض کیا کہ میں نے اوسکو کئی روز سے نہیں دیکہا فرمایا کچہہ پرواہ نکر اور اگر وہ مریض ہو جاوے تو اوسکو
مت پوچہہ اور اگر وہ مرجاوے تو اوسکی جنازہ پر مت جا میں نے تعجب سے پوچہا کیا زرارہ (کی نسبت ایسا فرماتے ہیں) فرمایا ہان یہود ونصاری اور قائلین تثلیث
سے بہی بدتر ہے ۱۲ ۳ عبد الرحمن بن مسکان کہتا ہی میں نے زرارہ سے سنا کہتا تہا خدا ابو جعفر پر رحمت کرے لیکن جعفر پر میرے دل میں لعنت ہی میں نے کہا زرارہ کو کس چیز نے اسپر برانگیختہ کیا
کہا کہ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضہ نے اوسکی برائیان اور خرابیان ظاہر کین ۱۲ ۴ حماد کہتا ہی کہ ابو بصیر امام ابو عبد اللہ کی دروازہ پر بیٹہا تہا تا کہ حضور خدمت کی پروانگی ملے ۱۲

ثم یؤذن فقال لو کان معا طبق لاذن فجاء کلب اشعر فی وجہ ابی بصیر قال اف
اف ماھذا قال جلیسہ ھذا کلب شعر فی وجھک کلھا عن الارغام تعجب یہ ہی کہ یہی
حضرات نجباء اللہ وامناء اللہ تہے اور یہی بزرگواران ائمہ کے خواص مخلصین تہے علامہ مجلسی نے
روضۃ المتقین میں ائمہ سے نقل کیا ہی ؏۲ بشر المخبتین بالجنۃ برید بن معویۃ العجلی وابو بصیر
لیث بن البختری ومحمد بن مسلم وزرارۃ اربعۃ نجباء اللہ وامناء اللہ علی حلالہ و
حرامہ لولا ھؤلاء لانقطعت آثار النبوۃ اساس الاصول میں لکہا ہی ؏۳ وقد ذکرھم الشیخ الثقۃ
الجلیل الصدوق ابو عمرو الکشی فی کتابہ فقال اجمعت العصابۃ علی تصدیق ھؤلاء الاو
من اصحاب ابی جعفرؑ واصحاب ابی عبد اللہؑ وانقادوا لھم بالفقہ فقالوا افقہ الاولین ستۃ
زرارۃ ومعروف بن خربوذ وبرید وابو بصیر الاسدی — الی ان قال — وقال بعضھم مکان
ابی بصیر الاسدی ابو بصیر المرادی — عن محمد بن عبد اللہ المسمعی عن علی بن
عن محمد بن سنان عن داود بن سرحان قال سمعت ابا عبد اللہ یقول انی لاحدث الرجل
بحدیث وانھاہ عن القیاس فیخرج من عندی فیتأول حدیثی علی غیر تاویلہ انی امرت
قوما ان یتکلموا ونھیت قوما فکل یتأول لنفسہ یرید المعصیۃ للہ ولرسولہ فلو سمعوا واطاعوا

ع۱ اوسکو برا لگی ہوئی کہیں گا اگر ایسا ہوتا یہ مطابق تو وہ ہر برا لگی ہو جا پس ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ پر موت گیا ابو بصیر کہنی لگا ہوں ہوں یہ
کیا ہی تو ایک ہمنشین نے کہا کہ کتی نے تیری منہ میں موت دیا ہی ؏۲ دوستوں کو جو برید بن معویہ اور ابو بصیر لیث بن البختری اور محمد بن مسلم اور زرارہ ہیں جنت کا مژدہ دو یہ چاروں نجباء
اللہ برگزیدہ خدا و امانت دار ہیں حلال اور حرام پر اگر یہ نہوتی تو نبوت کی آثار منقطع ہو جاتی ؏۳ شیخ ثقہ جلیل صدوق ابو عمرو کشی اپنی کتاب میں ذکر کیا
کہ اصحاب ابو جعفر و اصحاب ابو عبد اللہ میں سے ان لوگوں کی تصدیق پر جماعت متفق ہوئی اور انکی فقیہ ہونے کو تسلیم کر لیا اور کہا کہ چھ شخص پہلوں میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں
زرارہ اور معروف بن خربوذ و برید و ابو بصیر اسدی اور بعض نے بجای ابو بصیر اسدی کے ابو بصیر مرادی کہا ہی ؏۴ داود بن سرحان سے مروی ہی کہ امام
جعفر صادقؑ فرماتے تہی کہ فلان شخص کو میں حدیث سناتا ہوں اور قیاس سے اوسکو روک دیتا ہوں پہر میری پاس سے نکلتا ہی اپنے بیگانہ
تاویل کرتا ہی حدیث کی تاویل میں یہ ہی ہی میں نے ایک گروہ کو کلام گفتگو کی اجازت دی اور ایک گروہ کو اوس سے روک دیا پہر ہر ایک نے اپنی خواہش پر
[illegible] سراسر معصیت خدا و رسول کا ارادہ کیا گر یہ لوگ (میری بات) سنکر اطاعت کرتے۔

لاَوْدعتهم ما اودع الی اصحاب ابی کا نوا زینًا احیاءً واموانًا اعنی زرارة ومحمد بن مسلم ومنهم لیث المرادی وبرید العجلی هولاء قوامون بالقسط هولاء قوالون بالصدق وهولاء السابقون السابقون اولئك المقربون - علاوہ ازین طرفہ تماشا یہہ ہی کہ ابتدا ایام غیبت امام مین سلسلہ سفارت وخط وکتابت جاری رہا ہی جو حضرات امامیہ کا ماخذ دین ہی اور ہی شیعیان پاک نے عریضہ لکھکر امام کی خدمت مین بھیجا یا دوسرے کسی سفیر کے وسیلہ سی جواب آگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہہ ہی کہ حضرات طریقہ رقعات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہین اساس الاصول مین نقل کیا ہی

۲ الخامس منہا ان الشیخ الصدوق قال فی الفصة بعد نقل توقیع هذا التوقیع عندی بخط ابی محمد الحسن بن علی وفی کتاب محمد بن یعقوب الکلینی روایة خلاف ذلك التوقیع عن الصادق ع ثم قال لست افتی بهذا الحدیث مشیرًا الی ما رواه محمد بن یعقوب الکلینی عن الصادق ع بل افتی بما عندی بخط الحسن بن علی ع - تو اس صورت مین ماخذ اصلی اپنے دین کا اہلبیت کو قرار دینا سراسر غفلت اور سماحت ہی ہان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ وانابت اور رجوع الیہ کی متعلق مختصر گذارش ہی کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپکی قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین مین اور علامہ مجلسی بحار مین علل شیخ المشائخ سے فرما چکی ہین - قاضی صاحب بنو حنیفہ کے ذکر مین لکھتی ہین - مخفی نماند کہ وجوب حسن ظن بخدای تعالے وانبیا واوصیاء معصومین معقول ومسموع است اما بغیر ایشان کہ جایز الخطا باشند ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہین

---

۱ تو جو کچھہ میرے باپ نے اپنے یاروں کو سونپا ہی مین بھی انکو سونپتا میری باپ کے یار زندہ اور مرنیکی بعد بہت اچھی تھے یعنی زرارہ اور محمد بن مسلم اور لیث مرادی اور برید عجلی یہہ لوگ انصاف برپا رکھنی والی نہایت سچ بولنی والے - ۱۲ ۲ پانچوین یہہ کہ شیخ صدوق نے قصہ مین بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہہ فرمان میرے پاس امام ابو محمد کا دستخطی موجود ہی اور کلینی نے امام صادق سے انکا فرمان کے خلاف روایت کی ہے پھر کہتا ہے - کہ مین کلینی کے اس حدیث پر فتوی نہین دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس موجود ہے اوس پر فتوے دیتا ہون - ۱۲

من ابن عامر عن معلی بن محمد عن محمد بن جمہور القمی باسنادہ رفعہ قال قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی اللہ لصاحب بدعۃ بالتوبۃ قیل یا رسول اللہ وکیف ذلک
قال اشرب قلبہ حبہا - اور ان روایات سے یہہ بھی ثابت ہی کہ یہہ حالات ان حضرات کے وقت
مصاحبت ائمہ کے تھے اور انکی آمدورفت محض بغرض طمع نفسانی وہواپرستی وتخریب دین متین ہی
تو ایسی شخصون کے لیے توبہ وانابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضرور ہی تو پہر
ایسی لوگونکو ماخذ دین قرار دینا اور پہر اہلبیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے
ہی جرات ہیں اور زیادہ تتبع سے تو یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ بشہادت امام معصوم خوارج
ونواصب کی روایات کا بھی رد کرنا جائز نہین مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہین امام صادق ؑ نے فرمایا - لاتکذبوا
بحدیث اتاکم بہ مرجی ولا قدری ولا خارجی نسبہ الینا فانکم لاتدرون
لعلہ شئی من الحق فتکذبوا اللہ عزوجل فوق عرشہ - اس سے صاف ثابت ہی
کہ نواصب تمام وخوارج نہروان جو ائمہ سے روایات کرین انکا بھی رد کرنا جائز نہین ہے
تو جب روایت ہی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت مین صرف اہلبیت کو ماخذ دین کہنا اور
یہہ کہنا کہ ہر عاقل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرا کوئی شخص ماخذ دین نہین ہوسکتا
سراسر واہیات اور خرافات ہی - پہر اب ہمکو اپنی فاضل مخاطب کے دیانت وانصاف پر
کمال افسوس ہی کہ اس قول مین اپنا ماخذ دین تو صرف عترت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ااسیہ کل اصول وفروع اہلبیت طاہرین ہی کی بموجب حدیث

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے بدعتی کی توبہ سے انکار فرمایا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس
وجہ سے رہا یا کہ اسکی دلمین اسکی محبت رچ گئی ہی - [2] کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تمہاری پاس
کوئی حدیث لاوی اور ہماری طرف نسبت کری تو تم اوسکو مت جھٹلاؤ کیونکہ تم نہیں جانتی شاید وہ حق ہو
اور تم خدا کی تکذیب کرو اوسکے عرش پر - ۱۲

سفینہ وحدیث ثقلین لیتے ہین اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو
ٹہرایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین وایمان کا ٹہراتے ہیں
اگرچہ اونمین سے ناصبین عداوت اور ناقمین ذریتہ اور مارقین اور قاسطین وناکثین سہی ہون
کیون حضرت کیا اسیکا نام انصاف ہی کیا اسیکو دیانت کہتی ہین - اگر ماخذ سے عام ماخذ
مراد ہی تو پہر اپنی لیئی عترت طاہرہ پر ہی کیون اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ
مراد ہی تو پہر اہل سنت کے لیئے تابعین اور تبع تابعین کو کیون زیادہ فرمایا وہ بہی تو صحابہ
کی برابر بہیا و نہین سمجہتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہوا اور تمام شیعہ داخل عترت ہون
لیکن اس صورت مین وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونے کے لیئے شرط ٹہرائی تہی وہ
مفقود ہی بہر کیف یہہ انصاف ملحوظ خاطر رکہنا چاہیئی - باقی رہا یہہ جو ہماری فاضل
مجیب نے الحدیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہی اوسکی متعلق مختصر اگذارش ہی
کہ حسب اعتراف آپکی مذہبی بہائی مولوی نورالدین کے حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے
اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بہی معارض ہوگی لاتحادہما فی المدعا
اور یہہ بہی مولوی نورالدین کی کلام سے ظاہر ہی کہ معارضہ حدیث ثقلین وحدیث نجوم مین درباب
ایک جزو کے ہی جو عترت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچہہ تعارض نہین ہی - اور جب
ہم تعارض کی وجوہ مین غور کرتے ہین تو اونمین کچہہ معارضہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ جب الفاظ
احادیث کو دیکہا جاتا ہی تو حدیث ثقلین مین لفظ تمسک واقع ہے اور حدیث نجوم مین لفظ
اقتدا ہی اور کتب لغات سے واضح ہی کہ تمسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہین اور نہ
رکوب سفینہ جو حدیث سفینہ مین واقع ہے اوسکی معنی حقیقی اقتدا کے ہین اور ظاہر ہی کہ لفظ
اقتدا کے حقیقی معنی پیروی کے ہین منتہی الارب مین لکہا ہی امساک چنگ درزدن بقال
امسک بالشی اذا تمسک بہ - پہر لکہتا ہی - تمسک چنگ درزدن وبازایستادن از چیزے - اور
لکہا ہی اقتدا از پے بردن کسی - جب یہہ امر ثابت ہوچکا کہ تمسک کے معنی اتباع کے نہین

تطبیق درمیان حدیث سفینہ وثقلین وحدیث نجوم

مضبوط پکڑنے اور چنگل مارنے کے ہین - اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہین - تو اب یہی قرآن مین تامل کیا
تو قرآن سے ہی یہ معلوم ہوا کہ حدیث ثقلین مین لفظ تمسک کے معنی اتباع کے بحق عترت نہین
ہوسکتی بلکہ معنی ولا و محبت کے ہین چنانچہ حسب تحقیق علماء شیعہ الا المودة فی القربیٰ کا مدلول ہے
کیونکہ اولاً تمسک کے معنی اتباع معنی مجازی ہین اور ظاہر ہی کہ صیرورت الی المجاز بلا قرینہ صارفہ جائز
نہین - اگرچہ معنی محبت کے بھی اس اعتبار سے مجاز ہین لیکن چونکہ اوسکا کوئی معارض نہین اور قرینہ
صحت عموم موید ہی اسلئی وہ صحیح ہوئی - ثانیاً حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ مین لفظ عترت
و اہلبیت واقع ہوا ہی - اور عترت کے معنی حضرات شیعہ کچھہ ہی کیون نہ اختیار کرین باعتبار
اتباع کے صحیح نہین ہوسکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لیئے عصمت شرط ہی - اور عترت
علی الاطلاق غیر معصوم ہے تو حسب مذاق شیعہ ائمہ عموماً اور حضرت مجیب خصوصاً محال ہی کہ خدا تعالیٰ
غیر معصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی - اور اگر عترت و اہلبیت سے مراد صرف جناب امیر و
حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہین تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہوگئی اور اگر مراد صرف دوازدہ امام ہین
تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قرینہ قائم نہین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج
ہوجاینگی - غرض کہ اگر زید شہید و اسمعیل و حسن مثنی وغیرہ اولاد ائمہ عترت مین داخل ہین تو ان
احادیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل و خلاف مذہب ہی اور اگر یہ عترت سے خارج ہین تو
پھر ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہین ہی - ثالثاً یہ امر بدیہی ہے کہ نسب یا قرابت
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع مین کچھہ دخل نہین ہی بلکہ صحیح دار و مدار اتباع اس کا ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ کی فیض صحبت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا ہو - کیونکہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ سے اسوقت تک جسقدر عترت گذری چلی آئی ہی صدہا اونمین سے
ایسی ہین جنکو حضرات شیعہ کافر و فاسق سمجھتی ہین اور ظاہر ہی کہ تمسک کی علت اگر صرف
جزئیت اور عترت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع کی
نہوئی تو پھر تمسک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے - رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عترت ہین

اور اونکی نسبت احد ہما اعظم من الآخر ارشاد ہی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہین کہ عترت کا حکم خدا کے
حکم سے جدا نہین توجس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اوسکو عترت کا اتباع حاصل ہوگیا تو اس جگہ تمسک
تمسک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہی اور ظاہر ہی کہ مناط عدم ضلالت جیسا
اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولا ہی تو تمسک کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تاسیس ہوگا اور تاسیس پر حمل کرنا
باعتبار تاکید کی انسب و اولے ہی - خامساً - عترت مین سے واجب الاتباع صرف امام
زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہین اگر تمسک سے مراد یہان اتباع ہوتا تو صرف امام کے
تمسک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا
سب کو امام بنانا ہی - تو اس وجہ سے تمسک کے معنی اسجگہ اتباع جائز نہین - ہان ولا و محبت
باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لئے حاصل ہے تو اس سے صاف
سمجھ سکتی ہین کہ اسجگہ تمسک بمعنی ولا و محبت ہی - سادساً - اگر تمسک اور رکوب سفینہ بمعنی
اتباع ہو تو پہر فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناوسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود متمسک
بثقلین ہین اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہین وہ بہی ناجی اور اہل حق ہون و ہو
خلاف اصول الشیعہ - باقی رہا کتاب کے نسبت سو اوسکی نسبت لفظ تمسک کے معنی بجز اتباع
ممکن نہین وہان معنی اتباع ہی ماخوذ ہونگی - لیکن حدیث نجوم مین کہ حضرت ؐ نے ارشاد فرمایا
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم صریح اقتدار بالاصحاب کو ہی اور ہر ایک کے اقتدار کو اہتدا قرار دیا
اسکی معنی مین راہ تاویل ہی مسدود ہی - تو کسیطرح کا تعارض حدیث نجوم مین اور حدیث سفینہ
و ثقلین مین نہین ہے کیونکہ حدیث نجوم عموماً اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث
سفینہ و ثقلین عموماً عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین حسین صاحب
کی خوش فہمی تہی کہ دونو حدیثونمین تعارض سمجہکر عدم پہچان ہوئی - اور ائمہ رضو مین سے جو
زمرہ اصحاب مین معدود ہین اونکی اتباع پر حدیث نجوم دلالت کرتے ہے اور باقی
ائمہ رضا کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہی - تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا

بفضلہ تعالے عدل اور ناجی ہونا ہی نہین ثابت ہوا ۔ بلکہ اونکا مقتدا اور ہادی ہونا بہی
ثابت ہوگیا ۔ پس اِس تمام گذارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین وایمان
ملعونین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اور مارقین مین اہلبیت
طاہرین ۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین وایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی لسان سید الابرار
اور عترت طاہرین ہین ۔ والحمد للہ علی ذلک ۔ قولہ معہذا اگر مبنی اختلاف کبریٰ
یہہ ہی مسئلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنہون نے ایک کتاب ضخیم اس باب مین لکھی ۔ اور اگرچہ اسکی
لکھنے مین اونکو چندان وقت نہین ہوئی صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی
باب خاص اِس مسئلہ مین لکھتے حالانکہ کوئی باب تفضیل صحابہ مین نہین لکھا ۔ اقول
اگر ہماری مجیب لبیب کو اِس باب مین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظور ہو
تو لیجئے منتہی الکلام مین خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
سوال نقل کیا ہے جو درباب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا تہا
اور جو کچہہ اوسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہی نقل ہے اوسمین سے ملتقطاً
عرض کرتا ہون اوس سے آپ دیکہہ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف
مذہبین کا کیا ہے ۔ ای برادر اول غمازی ہر مذہبی دریافت کن وکتابہای ہر فریق را یکسو گذاشتہ
در طاق نہ وچون بر بنای ہر یکی واقف شوی آن بنا را بر آیات قرآنی مطابق کن و بنای
ہر کدام مذہب کہ محکم و راسخ بینی آنرا مذہب حق دانستہ کتابہای آنہا میخوان و بعمل آر
و بنای ہر مذہبی کہ باطل یابی کتابہای آنرا وساوس شیطانی دانستہ در آب انداز و گردانہ
و آنہا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب اہلبیت نیست بلکہ مذہب شیطان است
پس بدانکہ بنا ر مذہب اہلسنت بر ایمان و تقوی و صلاح و راستی ابوبکر رض و عمر رض و عثمان رض و علی رض
و غیر ایشان از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وسلم
کہ ہزارہا کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و تمام

حیات شریف ہمیشہ در نصرت وحمایت او بودند وبعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل وانصاف وراستی گزیدند وخدمت اہلبیت ومحبت انہا بجا آوردند وامیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ بانہا نشست وبرخاست نمودہ وہمراہ انہا باکفار جہاد کردہ ودر پس انہا نماز خواندہ وہمیشہ بانہا صحبت داشتہ وبعد وفات انہا در حق انہا دعای خیر نمودہ وبسیار مدح ومناقب انہا بیان نمودہ وبنا مذہب شیعہ بر کفر ونفاق خلفاء ثلثہ وغیرہم ہزاران صحابہ سید ابرار است کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند وہجرت ہم برای ریاست وطمع دنیا کردہ بودند وہمہ جہاد وعبادت انہا برای ریا بود نہ برای خدا وبعد وفات آنحضرت صلعم بہ اہلبیت او ایذا رسانیدند ومرتضی علی را یاری نکردند وحق او را بزور گرفتند ومتابعت ونماز علی رضہ ہمراہ انہا بنا بر خوف وتقیہ بود حتی کہ علی رضہ دختر طاہر خود را در نکاح عمر رضہ برای تقیہ داد ونام پسران خود ابوبکر رضہ وعثمان رضہ وعمر رضہ برای تقیہ نہاد ۔ الی آخر ما قال بلفظہ الشریف ۔ اور تحفہ مین باب فضائل صحابہ رضہ کے نسبت انکار باین معنی درست سہی کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہین کیا ۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بمراحل بعید ہی کیونکہ باب امامت کا دار ومدار بالکل فضیلت صحابہ پہ ہی ۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مراد نہین تو اور کیا ہی باب تولا وتبرا کا مبنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھہ نہین ۔ معہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکملہ تحفہ کے ایک باب تفضیل جداگانہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھہ لاحق نہین ہوا مین نے خود اوسکا مطالعہ کیا ہی اور اب بہی بعض احباب کے پاس موجود ہے ۔ باقی رہا یہہ ارشاد کہ صرف صواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت وافقیت کی دلیل ہی مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ اگر آپ صواقع کو دیکہتے تو ہرگز یہہ کلمہ منہہ سے نہ نکالتے آپ بلا تحقیق جہوٹی خبرین سنی سنائی بمقابلہ خصم لکہکر ناحق خفیف ہوتی ہین ج ای حضرت تحفہ اور صواقع دونو بندہ کے پاس موجود ہین اگر آپکا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صدق وکذب کو دیکھہ لیجئے ہمنے مانا کر صواقع سے یہی آپ نے لیا ہی لیکن یہہ کہنا کہ صرف صواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی بالکل غلط ہی اور اگر بالفرض صواقع کا ہی ترجمہ ہو تو اسمین کیا عیب ہے اور کونسا طعن ہی - اولًا اونہون نے تحفہ اپنی نام کیطرف منسوب نہین فرمایا ہی - ثانیًا جو کچھہ لیا ہی اپنے ہم مذہب سے ہی اخذ کیا ہی کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہین لیا جو ست یہ محل طعن ہوتا - قوله خلفاء ثلثہ کے افضلیت کا جواب اعتقاد رکہتے ہین تحفہ کے باب ہفتم مین اسی بحث مین وہ فرماتے ہین در افضلیت ہم گنجایش بحث بسیار ست وہ تو اس باب مین شکک اور متردد ہین اور اکابر اہل سنت سے ہین - اقول افسوس کہ اس عبارت کی سمجھنے مین بھی آپنے خطا کی - مشکک اور متردد ہونے پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہی کیا بحث کی گنجایش ہونا شک و تردد کو مستلزم ہی حاشا وکلا - صدہا مسائل فقہیہ واصولیہ وکلامیہ حضرات شیعہ کے یہان ایسی ہین جنمین گنجایش بحث بہت ہی بلکہ باہم اختلاف وجدال ہے کیا حضرات ان سب مین مشکک ومتردد ہین جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کسقدر محل بحث وگفتگو ہی خود مسئلہ امامت اور اسکی اصول مین ہی مین بہت کچھہ قیل وقال ہے مسئلہ رجعت جسکو قیامت صغریٰ کہتے ہین اور مسئلہ غیبت امام جو اخفائے جواہمات مسائل سے ہین اور جنمین حضرات منفرد ہین باوجودیکہ اہمات مسائل سے ہین - انمین گنجایش بحث جسقدر ہی عقلا پر مخفی نہین - جب کوئی دلیل عقلی ونقلی بہم نہ پہنچی تو یہانتک مجبور ہوئی کہ مسئلہ غیبت مین یہہ کہدیا کہ وانما ہو لحکم استاثرہا اللہ تعالی باوجودیکہ یہہ معتقدات کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہین اور حضرات محض تقلید سلف انکی معتقد ہین کیا آپ انکی نسبت یہہ کہہ سکتی ہین کہ حضرات شیعہ بہی ان عقائد مین مشکک ومتردد ہین - پس گنجایش بحث کا ہونا کسیطرح مستلزم شک وتردد کو نہین ہی - یہہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے وبس - علاوہ ازین اگر کوئی شخص آپکی تمام معتقدات والہیات ونبوات وغیرہ کا انکار کر کے آپ سے ثبوت طلب کری

سلہ امام کے اختفا کی وجہہ بسبب پوشیدہ حکمتوں کے ہی جسکو خدا تعالے نے اپنے ہی علم مین رکہا ہے دوسرا حکم اوسپر مطلع نہین کیا - ۱۲

تو مشکل پڑ جاتی اور طول طویل بحث کے نوبت آتی حالانکہ یہہ نہیں کہا جائیگا کہ آپ اپنی معتقد نیز
مشکک و متردد ہین فقولا۔ بہرحال - آب ہم یہہ دیکھتے ہین کہ یہہ اعتقاد اہل سنت کا
مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مسلّمہ خود یقینی ہے یا محض تقلید سلف اور ظنی ہے۔ اس بابمین
کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہین چنانچہ بنظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوتے ہین
مواقف قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ مین یہہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ
الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الجزم والیقین ولیست مسئلۃ یتعلق بہا عمل فیکتفی فیہا بالظن
والنصوص المذکورۃ من الطرفین بعد تعارضہا لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکنا
وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحسن ظننا بہم یقضی
بانہم لو لم یعرفوا ذلک لما اطبقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم فی ذلک - خلاصہ اسکا یہہ ہی
کہ مسئلہ تفضیل قطعی و یقینی نہین ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کو پایا ہمنی کہ کہتے ہین افضل ابوبکر
بعد عمر و بعدہ عثمان و بعدہ علی ہین - نقلا عن مجمع البحرین - شرح عقاید نسفی مین بعد تفضیل
علی ترتیب خلافت لکہا ہی علی ہذا وجدنا السلف والظاہر انہ لو لم یکن لہم دلیل علی ذلک لما حکموا بذلک
اور علما کی اقوال بہی اسی قسم کے ہین - اقول - چونکہ اس جگہہ ہماری محب لبیب کو فہم
مطلب عبارت مواقف مین خطا ہوئی ہے لہذا اولًا ضرور ہی کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے
اور بعد اوسکی جواب کے تقریر کیجائے پس واضح ہو کہ مواقف نے شروع اس بحث مین
دلائل افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کین اور بعد اوسکی حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ
کی افضلیت کے وہ دلائل ذکر کین جو علما شیعہ اونکی افضلیت کی اثبات مین تقریر کرتے ہین - بعد اوسکی اجمالاً
اونکا جواب دیکر یہہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہہ ہی کہ مسئلہ افضلیت (حسب مذاق متکلمین)
جزمی اور یقینی نہین کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لیئے یا تو کوئی دلیل عقلی
جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت
جسکا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقربیت الی اللہ پر ہے امر معقول نہین چنانچہ

سابقاً بعبارت معالم الہدی امامیہ بیان ہوچکا ہے - یا نص قرآنی ہو جو بعبارت النص
اوسکو مثبت ہو وہ بھی نہین ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ بھی مفقود -
احادیث احاد جو اِس باب مین وارد ہوئی ہین معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہین
تو اہل کلام کے نزدیک اِس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہوا - لیکن ہمارے مجیب اس سے یہہ سمجھتے
کہ یہہ مسئلہ کسیطرح یقینی نہین حالانکہ یہہ غلط ہے کیونکہ اسکے آگے ہی صاحب مواقف نے
بطور استدراک دفع توہم کے یہہ فرمایا - لیکن ہمنے سلف کو پایا کہ وہ فضلیت بہ ترتیب
خلافت کہتے تھے اور حسن ظن حاکم ہے اگر اونکے پاس کوئی دلیل نہوتی تو اسمین متفق نہوتے
اور اجماع نہ کرتے تو پھر اونکی پیروی واجب ہوئی - یہہ عبارت صراحۃً اس امر پر دال ہے
کہ مسئلہ افضلیت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی ہے اور اوسکی نزدیک اجماع اس پر واقع ہے
کہ فضلیت بہ ترتیب خلافت ہے اگر باہم ختنین کے فضلیت پر اجماع نہو تو شیخین کی فضلیت
تو قطعی اجماعی ہے - اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہو سہی تاہم باتفاق شیعہ
و اہل سنت اصولیین اور فقہا وغیرہ کی نزدیک حجت ہے جمال الدین ابے منصور حسن بن زین الدین
بن علی بن احمد شہید ثانی شیعی معالم الاصول مین بعنوان امکان اور وقوع اور حجیت اجماع
کی تحریر فرماتے ہین - ونحن لما ثبت عندنا[له] بالادلۃ العقلیۃ والنقلیۃ کما حقق
مستقصے فی کتب اصحابنا الکلامیۃ ان زمان التکلیف لا یخلو عن امام معصوم
حافظ للشرع یجب الرجوع الی قولہ فیہ فمتی اجتمعت الامۃ علی قول کان داخلا
فی جملتہا لانہ سیدہا والخطاء مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجۃ - اس سے
صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہی - اور امام معصوم کے شمول کے

له اور جب ہمارے نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہوچکا چنانچہ ہماری اصحاب کے کتب کلامیہ مین مفصل مذکور ہے کہ امام معصوم نگہبان شرع
جسکے قول کیطرف رجوع ہوسکی زمانہ تکلیف کا خالی نہین ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہوجاویگی امام کا قول بھی
اوسمین شامل ہوگا کیونکہ امت کا سردار ہے اور خطا کا اوسپر خوف نہین تو یہہ اجماع حجت ہوگا - ۱۲ -

نسبت جو کچھہ فرمایا ہے یہہ محض ایک لغویات ہے امام کا شمول اوسمین خود قطعی نہین کیونکہ اوسکی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہین ہے - اجماع کے ساتھہ قول امام کے انضمام پر اگر کوئی دلیل خارجی مثل وجود امام بعینہٖ یا وجدان قول بعینہٖ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا نام لینا ہی لغو اور بیفائدہ ہے کیونکہ اسوقت معتبر اور حجت قول امام ہی نہ اجماع اور اگر یہہ ہی اجماع قول امام پر دال ہے تو مغالطہ اور محتمل پر بنا اجماع ہے اور محض توہمات پر مذہب کی بنیاد قائم کی ہے - اور ظاہر حسب المذہب شیعہ شہید ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑہکر لکہتے ہین ولا یخفے ان فائدۃ الاجماع تعدم عندنا اذا علم الامام بعینہ نعم یتصور وجودھا حیث لا یعلم بعینہ ولکن یعلم کونہ فی جملۃ المجتمعین ولا بد فی ذلک من وجود من لا یعلم اصلہ ونسبہ فی جملتھم اذ مع علم اصل الکل ونسبھم ینقطع بخروجہ عنھم - اب آپ بغور ملاحظہ فرماوین کہ یہہ اجماع جسمین وجود امام اور اوسکی قول کے دخول کے بنا محض تخیلات و توہمات پر باندہ رکھی ہے حجت ہی - ظاہر ہے کہ امام غیبت کبریٰ مین ہے امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی یا ظنی قائم ہے اور نہ اوسکی قول کے دخول پر کوئی حجت ہی تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو سکتا ہی اگرچہ اسجگہ بحث کی بہت گنجایش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہون اس سے ہمکو کیا بحث آپ جانے اور آپکے شہید ثانی اور آپکا اجماع صرف مقصود یہہ ہے کہ اجماع اہل تشیع کے نزدیک حجت ہی اور وہ کیسا ہی کچھہ سہی حضرت شہید ثانی کی کلام سے حجت ہونا اوسکا ثابت ہوگیا - اہل سنت کے نزدیک سن لیجیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع مین تحریر فرماتے ہین -

حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع

لے اور پوشیدہ نہین کہ جب بعینہٖ امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نرہیگا ہان اوسکا وجود اوس جگہ متصور ہی جہان امام بعینہٖ معلوم نہو لیکن منجملہ اہل اجماع کے اوسکا ہونا معلوم ہو - اور اوسکے لئی ایسی لوگونکا ہونا ضرور ہی جنکی اصل و نسب کی اطلاع نہو اسلیئے کہ اگر سبکے اصل و نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا - ۱۲

باید دانست کہ مذہب حق کہ اتباع وے شکر اللہ مساعیہم بمتابعت صحابہ و تابعین آن رفتہ اند تفضیل حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ ست بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی مرتضی و چہ حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین و از عجائب امور آنست کہ این مسئلہ در زمان سلف از اجلی بدیہیات بود کہ ہیچ عاقل در ان شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متتبع آثار صحابہ و تابعین شیعہ ایشان نباشد دوسرے جسکو اسی کتاب مین تحریر فرماتے ہین۔ سادساً اجماع کہ اصل ثالث قرار داده اند از اصول اربعہ باوجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیلی از کتاب و سنت و قیاس برانی دو فائدہ ہست یکی آنکہ بسبب اجماع مسئلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطعی نباشد مثلاً صورتی کہ مستند اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتهدین مسئلہ اجماع کردند ماخذ را فراموش میسازند و در اعیہ نقل ماخذ فاتر میگردد بجہت کفایت اجماع ازان لہذا در اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنہا چنانکہ می باید می شاید منقول نیست۔ پس جبکہ یہہ مسئلہ اجماعی اور مجمع علیہ سلف کا ہی بلکہ زمانہ سلف مین اجلی بدیہیات سے ہی تو یہہ کہنا کہ مطلق اسپر کوئی دلیل قائم نہین اور بجمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہوا معہذا سلمنا کہ یہہ مسئلہ ظنی ہی اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اسکی اثبات پر قائم نہین تاہم ہماری مجیب کو باعتبار اپنے مذہب کی اعتراض کی گنجایش نہین کیونکہ حضرت مجیب کے مذہب مین اصول و فروع دین اخبار آحاد ظنیات سے ثابت ہو سکتی ہین یعنی وہی عالم الاصول متداول دیکہہ لیجیے۔ خبر واحد جو قراین مفید للعلم سے خالی ہو اسکی بحث مین بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل دلائل حجیت خبر واحد مین لکہتی ہین۔ قال العلامۃ[1] فی النہایۃ اما الامامیۃ فالاخباریون منہم لم یعولوا فی اصول الدین وفروعہ الا علی اخبار الآحاد المرویۃ عن الائمۃ والاصولیون منہم کابی جعفر الطوسی وغیرہ وافقوا علی قبول خبر الواحد ولم ینکرہ سوی المرتضی واتباعہ لشبہۃ قد حصلت لہم اور اس سے کچہہ آگی چلکر لکہتی ہین

یعنی شیعہ کے اصول و فروع دونو خبر واحد سے ثابت ہو سکتی ہین

[1] علامہ نے نہایہ مین کہا ہے امامیہ کے محدثین نے اصول اور فروع دین مین اخبار آحاد پر ہی اعتماد کیا ہے جو ائمہ سے مروی ہین اور اصولیین نے مثل ابی جعفر طوسی وغیرہ کی خبر واحد کی قبول کرنے مین ان کی موافقت کی ہے اور سوائی مرتضی اور اسکی اتباع کی کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ ان کو ایک شبہ پڑ گیا تہا۔ ۱۲

وموافقونا من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ایضًا فقالوا ان الصحابة والتابعین اجمعوا علی ذلك بدلیل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد وعملهم به فی الوقائع المختلفة التی لا تکاد تحصی وقد تکرر ذلك مرة بعد اخری وشاع وذاع بینهم ولم ینکر علیهم احد والا لنقل وذلك یوجب العلم العادی باتفاقهم کالقول الصریح - تو اس بیان سے ثابت ہوا کہ افضلیت پر اگر دلائل ظنیہ اخبار احادہی قائم ہوں - تاہم ہماری مجیب کو گنجایش اعتراض نہیں حالانکہ اوسپر دلیل قطعی مسلمہ فریقین قائم ہے اور یہہ حال جو اوپر مذکور ہوا اوس خبر واحد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معالم مین لکھا ہی اور اگر خبر واحد کے ساتھہ قرائن مفید یقین ملحق و منضم ہوں وہ خود قطعی حجت ہی چنانچہ یہہ ہی اوسی معالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس مسئلہ افضلیت مین قطع نظر اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجتہاد فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ اور کشت اعداء اللہ کفار و مرتدین اور فتح بلدان اور اشاعۃ اسلام اور عدل و داد و بیعت شرائد اہلبیت اور اونکا خلفا کی حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ تا جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مین بشرح و بسط مذکور ہی اسکی ثبوت پر قائم ہین تو اگر اخبار احاد فی حد ذاتہا ظنی ہوں کچھہ مضائقہ نہیں کیونکہ اونکی ظنیت قطعیت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اوسکو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی و نقلی سمجھنا اگر نادانستہ ہی تو صرف خطا ہی اور اگر دیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا خون کرنا ہے - فقط [illegible] غور کا مقام ہی کہ اس تفضیل پر جسکی حضرات اہلسنت قائل ہین اور اوسکو عقائد مین داخل کر رکھا ہی خود اونکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہہ

ف یعنی ہماری موافقون نے اہل خلاف سے اس جیسی طریقہ سے حجت پکڑی ہی پس کہا کہ صحابہ و تابعین نے اس امر پر اجماع کیا ہی دلیل یہ کہ وقائع مختلفہ کثیرہ مین خبر واحد پر عمل اور اوس سے استدلال منقول ہی اور یہ امر مرۃ بعد اخری واقع ہوا ہی اور بہت شائع ذائع ہی اور کسینے ونپر انکار نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہہ مثل قول صریح کے اونکے اتفاق پر علم عادی کو موجب ہی - ۱۲

لکھتے ہین کہ علی ہذا وجدنا السلف اس قول مین اور انا وجدنا آبانا مین کیا فرق ہے حالانکہ
اسی شرح عقائد نسفی کے شروع مین لکھا ہی ومعرفۃ العقائد عن ادلتہا التفصیلیۃ بالکلام الخ
پہر تفضیل خلفا کا عقائد مین داخل کرنا اور بدون اقامت دلیل اوسکا قائل ہونا اور علی ہذا وجدنا
السلف کہنا کیونکر جائز ہوگا۔ اقول۔ گذارش سابقہ سے واضح ہی کہ یہہ اعتراض با غور
و تدبر مقام کیا گیا ہی اگرچہ مقام غور کا تہا لیکن حضرت نے غور نہین فرمایا ورنہ بمقتضائی انصاف
یہہ اعتراض نفرماتے کیونکہ اوسی گذارش سے ثابت ہو چکا ہی کہ اہلسنت کا یہہ اعتقاد بلا دلیل
قطعی نہین۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرماوین اونکی علماء و دیگر صالحین نے مبنی جمیع اصول
و فروع کا ظنیات پر رکہہ دیا اور بیچاری سید علم الہدی کے دعوی تواتر کو آپکی مجتہد ثانی
نی غلطی اور شبہ پر محمول فرمایا پس اسکی جواب کا فکر کیجیی قطع نظر اس سے اگر آپکو اپنی اصول
کی ثبوت قطعی کا دعوی ہی تو مسئلہ رجعت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن
الحسن الحر العاملی نے بدایۃ الہدایہ مین لکھا ہی یجب علی المکلف الاقرار بوجود اللہ سبحانہ و وحدتہ
وعدلہ وعلمہ وقدرتہ و تنزیہہ عن النقص وسائر صفاتہ الواردۃ فی الکتب والسنۃ وبالائمۃ علیہم السلام
بالمعاد الجسمانی وہو القیمۃ الکبری وبالرجعۃ وہی القیمۃ الصغری محشی لکہتا ہی رجعت در
از ضروریات مذہب شیعہ است۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیی اور اگر قطعی
نہو سکی تو ظنی ہی سے ثابت کیجیی ہان ناانصافی کے راہ سے کہی جائین کہ ہماری تمام
اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہین جیسا سید مرتضی کا خیال ہے اسکا کوئی
علاج نہین باقی رہا آپکی سوال فرق انا وجدنا اور علی ہذا وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی
التزام تہذیب کی کچہہ نہین عرض کر سکتی مگر اتنا کہتے ہین کہ فعلی ہذا ترکت آبائی اور انا وجدنا

---

[1] یعنے مکلف پر خداوند تعالے شانہ کے وجود اور وحدت اور عدل اور علم اور قدرت اور تنزیہہ کا اور تمام صفات کا جو کتاب وسنت مین وارد ہوئی ہین اقرار واجب ہے اور معاد جسمانی جو قیامت کبرے ہے اور رجعت ائمہ جو قیامت صغرے ہے اوسکا بہی اقرار واجب ہے ۔۱۲

آباءنا مین جسقدر فرق ہی اوسکی نسبت علی ہذا وجدنا السلف مین اور انا وجدنا اباءنا مین زیادہ فرق ہی **اقول** - معہذا ان کل کتابونمین تفضیل خلفا اربعہ کی حسب ترتیب خلافت درج ہے مگر ہماری حضرت مجیب نے صرف خلفا ثلثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بباعث نہایت محبت وغایت تمسک باہل بیت آپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا **اقول** - یہہ امر بدیہی ہی کہ عدم ذکر شے اوسکی نقص و برائی کو مستلزم نہین تومعاذ اللہ حضرت امیر المومنین امام الاشجعین کا عدم ذکر اسوجہ سے نہین کہ اونکی خدمت مین ولا و تمسک مین کوتاہی ہو حضرت کے ساتہہ سوء اعتقادی کو مین ایسی ہی بیدینی اعتقاد کرتا ہون جیسا کہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتہہ سوء اعتقادی کو بے دینی سمجہتا ہون لیکن چونکہ مناظرہ مین متفق علیہ کے ذکر کی کچہہ ضرورت نہین ہوتی مختلف فیہ کا ذکر البتہ ضروری ہی اسلیئے خلفا ثلثہ رض کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور یہہ تو حضرت مجیب بہی جانتی ہونگے لیکن آخر کیا کرین آپکی داعیہ انصاف اور تحقیق حق نے نہ چہوڑا کہ آپ یہہ اعتراض نفرماوین **قال الفاضل المجیب** - قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام صفت احترازیہ ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احتراز ہے تو حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجہتی ہون بلکہ اپنی نزدیک جن لوگونکو غیر کرام جانتی ہین اور اونکا ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہین اونکو ہی برا جانتی ہین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ای اہل دانش وانصاف وای متجنبان اعتساف ذرا ہماری حضرت مجیب کے انصاف وتحقیق حق کو ملاحظ فرمانا اور دیکہنا کس شد ومد سی فرماتی ہین کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجہتی ہون - اس جملہ کو نہایت مضبوطی کے ساتہہ تہامنا - بندہ عرض کرتا ہے حضرات شیعہ کے یہہ محض زبانی دعوے ہین ورنہ حضرات نے اپنی کتابون مین تو انبیاء واصحاب تک سہام تکفیر وتفسیق سے نچہوڑا تو یہہ دعوے محض مخالف اپنے کتب کی ہے - لیکن نقل روایات سے پہلے یہہ گذارش ہے کہ بطور مقدمہ یہہ قاعدہ اپنے ذہن مین محفوظ رکہیی کہ حضرت مجیب کے نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہی

اور جسمین منقصت پائی جائیگی کرامت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت مین بزعم خود اس قاعدہ کو
ثابت کرکے بناء اعتراضات اسی پر رکھی ہے تو جب یہہ مقدمہ محفوظ ہو چکا تو اب روایات شنیع
انبیاء کو کفر تک نہین چھوڑا حضرت شیخ صدوق طاب ثراہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی
خصال مین روایت فرماتے ہین - عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثۃ
الحرص والاستکبار والحسد فاما الحرص فادم حین نہی عن الشجرۃ حملہ الحرص علی ان
اکل منہا واما الاستکبار فابلیس حین امر بالسجود فابی واما الحسد فابنا آدم حیث قتل احدہما صاحبہ حسدًا[1]
یعنی حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مین حسب روایت آپکی صدوق کے اوس فعل کا
ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر مین ابلیس کے برابر ہوگئی کہ اوسمین ہے ایک اصل کفر کی پائی
جاتی ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ مین بھی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھیے کہ یا تو
یہہ عقیدہ کہ ائمہ تک صغائر و کبائر سے سہوًا و عمدًا معصوم تھے یا یہہ کہ نعوذ باللہ ابلیس کے
برابر ہوگئی اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرمادینگے اور یہہ تو ممکن نہین کتاب بندہ کے
پاس بعونہ تعالے موجود ہے جسمین یہہ روایت سراپا غوایت مذکور ہے یا اس روایت کے تکذیب فرماینگے
اور یہہ بھی ممکن نہین کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر اسکی تکذیب کیجاویگی تو اونکا وصف
صدوق نرہیگا بلکہ کذوب صادق آئیگا علاوہ اسکے اور کسی احتمال و تاویل کی گنجایش نہین سبحان اللہ
حضرات ایسی کفریات روایت فرمادین اور پھر کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہون اور کوئی علم الہدیٰ کا
خطاب اپنے اہل ملت سے پاوین - اور لیجئے یہی سید ارسلسلۂ نبوت ابو الانبیاء والمرسلین
ہین جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا مین ایک طویل روایت بیان فرمائی ہے

انبیاء کے کفر کا ثبوت از روایت شیخ صدوق

[1] یعنی اصول کفر تین ہین حرص اور تکبر اور حسد لیکن حرص پس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اوسکو اوس پر برانگیختہ کیا کہ اوسمین سے کھا لیا - اور تکبر پس ابلیس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ کا پس اوس نے انکار کیا - اور حسد پس آدم کا بیٹا جبکہ اوس نے اپنے بھائی کو حسد سے قتل کر ڈالا - ۱۲ -

اور تفسیر صافی میں ہی ولا تقربا ہذہ الشجرہ کی تفسیر میں مذکور ہی - حدثنا عبد الواحد بن محمد بن عبدوس النیشاپوری العطار قال حدثنا علی بن محمد بن قتیبۃ عن حمدان بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الھروی قال قلت للرضاؑ یا ابن رسول اللہ اخبرنی عن الشجرۃ التی اکل منہما آدم وحواء ما کانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الحنطۃ ومنہم من یروی انہا العنب ومنہم من یروی انہا شجرۃ الحسد فقال کل ذلک حق قلت فما معنی ھذہ الوجوہ علی اختلافہا فقال یا ابا الصلت ان شجرۃ الجنۃ تحمل انواعا فکانت شجرۃ الحنطۃ وفیہا عنب ولیست کشجرۃ الدنیا وان آدم علیہ السلام لما اکرمہ اللہ تعالیٰ ذکرہ باسجادہ ملئکتہ لہ وبادخالہ الجنۃ قال فی نفسہ ھل خلق اللہ بشرا افضل منی فعلم اللہ عزوجل ما وقع فی نفسہ فناداہ ارفع راسک یا آدم فانظر الی ساق عرشی فرفع آدم راسہ الی ساق العرش فوجد علیہ مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ فقال آدمؑ یارب من ھؤلاء فقال عزوجل ھؤلاء من ذریتک وھم خیر منک ومن جمیع خلقی ولولاھم ما خلقتک وما خلقت الجنۃ والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر

لے یعنی عبد السلام بن صالح ہروی کہتا ہی کہ میں نے امام رضاؑ سے پوچھا ای فرزند رسول اللہ صلعم وہ درخت کیا تھا جس سے آدم وحوا نے کھایا تھا لوگوں نے اوسمیں اختلاف کر رکھا ہی بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا اور بعضی روایت کرتی ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا اور بعضی نقل کرتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت تھا آپنے فرمایا ای ابا الصلت جنت کا درخت چند قسم پر پھلتا ہی یہہ درخت اصل میں گندم کا تھا اور اوسمیں خوشے انگور کے تھی اور جب خدا تعالے نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر اور جنت میں داخل کر کے بزرگی عطا فرمائی تو اپنے جی میں کہا کہ کیا کوئی بشر مجھسے افضل ہے - خداوند تعالے نے خطرۂ قلبی معلوم فرما کر فرمایا ای آدم سر اوٹھا کر ساق عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو اوسپر لکھا ہوا تھا (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین و زوجتہ فاطمہ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ) تو کہا ای پروردگار یہہ کون ہیں فرمایا یہہ تیری اولاد میں ہیں اور تجھسے اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہہ نہوتے تو نہ تجھکو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ آسمانوں اور زمین کو اور خبردار انکو -

الیہم بعین الحسد واخرجک من جواری فنظر الیہم بعین الحسد وتمنی منزلتہم فتسلط اللہ علیہ الشیطان حتی اکل من الشجرۃ التی نہی عنہا وتسلط علی حوا لنظرہا الی فاطمہ بعین الحسد حتی اکلت من الشجرۃ کما اکل آدم فاخرجہما اللہ تعالی من جنتہ واہبطہما عن جوارہ الی الارض۔ یہہ روایت بہت وجوہ سے قابل غور ہی لیکن یہاں صرف اسیقدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حق مین بہت بڑی معصیت حضرات نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالی شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھہ حسد کی ممانعت فرمائی پہر باوجود اسکے حضرت آدم نے نہ مانا اور حسد کر بیٹھے جسکی سزا پائی اور فی الواقع ادنے درجہ کی حسد کبیرہ ہوگا چہ جائیکہ افضل الاولین والآخرین کے مراتب کا حسد کیا جاوے معاذ اللہ کسقدر حضرت آدم سے عرق حسد جوش مین آئی کہ خداتعالے کی بہی ایک نہ سنی اور پہلے گذارش ہوچکا ہی کہ اصول کفر کے حضرات نے تین قرار دیے ہین ۔ حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے حرص حضرت آدم کے حق مین بعبارت النص بروایت صدوق ثابت ہوکر مساوات ابلیس ثابت ہوچکی معاذ اللہ تو اب اس روایت مین دوسری اصل کفر کی یعنے جو حسد ہی بلکہ اعلی درجہ کی حسد حضرت ع کے واسطے ثابت کیا گیا تو اب معاذ اللہ توبہ توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علے نبینا وعلیہ السلام کا مرتبہ باوجود نبوت کے کفر مین ابلیس لعین سے دوچند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اسی روایت سے آپکا استکبار بہی مفہوم ہوتا ہی آپکا یہہ خیال کہ مجہسے کوئی افضل نہین ظاہرا ناشی عرق استکبار سے ہے تو گویا سیدا سلسلہ انبیا ابوالآباء اول خلیفۃ اللہ فی الارض بہ نسبت ابلیس کے کفر مین سہ گونہ زیادہ ہوئی کیونکہ ہر سہ مراتب اصول کفر کے

ل حسد کی نگاہ سے نہ دیکہنا نہین تو اپنی قرب سے تمکو نکالدونگا تو آدم نے اونکو حسد کی نگاہ سے دیکہا اور اونکی مرتبہ کے آرزو کی پس خداتعالے نے اوسپر شیطان مسلط کردیا یہان تک کہ اوس درخت سے کہایا جسکی ممانعت تہی اور حوا نے فاطمہ کیطرف حسد کی نظر سے دیکہا تو اوسپر بہی شیطان مسلط ہوا اور اوسنے بہی اوسی درخت سے کہایا پس خدا نے دونوں کو اونکو اپنی جنت سے نکالدیا اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اوتار دیا ۔ ۱۲

معاذ اللہ آپ مین پائی گئی باقی رہا یہہ آپ بتقلید فاضل جانسی وغیرہ حسد کی تاویل غبطہ کے ساتہہ کرتے ہین تو ہم
نظر یاوین اور کلام کی اطراف وجوانب اور قرائن کو ملحوظ خاطر رکہین کیونکہ غبطہ اور حسد باہم متضاد مین بطور
حقیقت اطلاق احدہما علی الآخر صحیح نہین غبطہ محض آرزو کرنا اوس جیسی نعمت کا ہی جو دوسرے کو
حاصل ہے بدون قصد زوال کے اور حسد اوس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہو اور اوس سے
زائل ہوکر اور غبطہ شرعاً جائز بلکہ محمود ہی اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو سمجہہ غبطہ پر
حمل کرنا محال ہی اور اگر بفرض محال حسد کی معنے غبطہ کے ہون تاہم جبکہ خداوند تعالے نے
سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ سے فرمایا دایاک ان تنظر الیہم بعین الحسد تو اوسکی
محرم اور مثل حسد ہونے مین کیا کلام باقی رہا تو اس صورت مین اوسکا ارتکاب مثل
ارتکاب حسد کی ہوا اور ارتکاب حرام لازم آیا۔ مگر تعجب تو یہہ ہی کہ حق تعالے شانہ نے
حضرت آدم کو صرف تمنی منزلت ائمہ پر اس قدر مغضوب و مطرود فرمایا حالانکہ اوس وقت اوس تمنا سے
اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتے تو کسیکا کچہہ نقصان نہ تہا۔ لیکن دنیا مین جبکہ تمام عالم کے حقوق
امامت کے ساتہہ متعلق تہے امامت غصب ہوگئی اور ائمہ ذلیل و خوار ہوئی اور خدا تعالے
کو ذرا ہی غصہ نہ آیا اس لطف کی قربان اور اس عدل پر فدا بے شک یہہ بے تکی باتین
حضرات شیعہ کی خدا کی ہی شایان شان ہین مگر یہہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالے
نے ہی ڈر کر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت لیجئے۔ روی[ملہ] محمد بن الحسن الصفار عن ابی جعفر
قال اللہ تعالی لآدم وذریتہ اخرجہما من صلبہ الست بربکم وھذا محمد رسول اللہ وعلی امیر
المؤمنین واوصیائہ من بعدہ ولاۃ امری وان المھدی انتقم بہ من اعدائی واعبد بہ
طوعاً وکرھاً قالوا اقررنا وشہدنا وآدم لم یقر ولم یکن لہ عزم علی الاقرار۔ عن التحفہ

[ملہ] خلاصہ یہہ ہے کہ خداوند تعالے نے روز میثاق جب سب سے اقرار وحدانیت ونبوت و
وصایت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا
اور نہ ارادہ اقرار کا کیا۔ ۱۲

علاوہ حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام حضرت یونس علی نبینا علیہ السلام کے شان میں جو روایت
مروی ہیں یعنی کلینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و
ھو رافع یدہ الی السماء رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا ولا اقل من ذلک فما کان
باسرع من ان تحدر الدمع من جوانب لحیتہ ثم اقبل علیّ فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس
ابن متی وکلہ اللہ الی نفسہ اقل من طرفۃ عین فاحدث ذلک قلت فبلغ بہ کفرا اصلحک اللہ
فقال لا ولکن الموت علی تلک الحال کان ھلاکا۔ عن التحفہ اور ظاہر ہی کہ یہہ حالت جسمین
موت ہلاکت کے ساتھہ تعبیر کیجاوی یہہ وہی حالت ہی جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو
اور لیجئے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت
نقل فرمائی ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پسر عمر بخدمت امام
زین العابدین آمد گفت کہ توئی کہ میگوئی یونس را از برای این بشکم ماہی انداختند کہ ولایت جدم
امیر المومنین را برو عرض کردند او توقف کرد آنحضرت گفت بلی من گفتہ ام مادرت بنوحہ ای و
بنشیند عبد اللہ گفت اگر راست میگوئی علامتی براستی گفتاری خود بکن بنما پس حضرت
فرمود تا عصابہ بر دیدہ من وابستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشمہای خود را بکشائید چون
دیدہ ہای خود را کشودیم خود را در کنار دریائی کہ موجہائش بلند شدہ بود دیدیم پس عبد اللہ پسر عمر
گفت کہ ای سید من خون من در گردن تست حضرت فرمود کہ اضطراب مکن کہ احوال راستی
گوئی خود بتو مینمائیم پس فرمود کہ ای ماہی ناگاہ ماہی سر از دریا بیرون آورد مانند کوہ عظیم گفت
لبیک ای ولی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ماہی یونسم ای سید من فرمود
کہ مارا خبردہ کہ قصہ یونس چگونہ بود ماہی گفت کہ ای سید حق تعالی ہیچ پیغمبری مبعوث

ف حاصل یہہ کہ ابن ابی یعفور کہتا ہی کہ امام عبد اللہ دعا کر رہی تھی کہ الہی مجھکو تیرے نفس کی طرف ایک لمحہ کو بھی سونپا اور سپرد نہ کر دوں کیونکہ خدا تعالی نے اونکی نفس کی طرف پلک جھپک سے کم سپرد کیا تھا تو اوسی سے یہہ احداث کیا میں نے پوچھا کیا اس سبب سے کفر کو پہونچ گیا تھا فرمایا نہیں لیکن ایسی حالت کو پہونچ گیا تھا کہ اوس حالت میں مرنا ہلاکی سے تھی۔ ۱۲

نکرده از آدم تا جد تو محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر وے عرض
کردند پس ہر کہ قبول کرد سالم ماند و ہر کہ ابا کرد مبتلا گردید تا آنکہ حق تعالے یونس را بہ پیغمبری مبعوث
گردانید پس حق تعالے وحی کرد باو کہ ای یونس قبول کن ولایت امیر المومنین علی وائمہ راشدین را
از صلب او با سخنان دیگر کہ باو وحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسی را کہ او را
ندیدہ ام ونمی شناسم ورفت بکنار دریا پس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد استخوان
او راست مکن پس چہل روز در شکم من ماند او را میگردانیدم در دریا ہا و در تاریکیہا ندا میکرد
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ قبول کردم ولایت امیر المومنین وائمہ راشدین را
از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ او را انداختم بر ساحل دریا
پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ ای ماہی برگرد بسوی آشیان خود و آب از موج
قرار گرفتہ۔ انتہی۔ حاصل یہہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوندی پونہچا کہ ولایت ائمہ پر
ایمان لاؤ تو انہون نے خدا تعالے کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ رضی کی ایمان سے صریح انکار کردیا
پس اسکی سزا مین جو کچھہ کہ چکھا۔ اسیطرح حضرت آدم ع سے لیکر حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر انبیا مبعوث ہوئی ولایت ائمہ رض او نپر پیش کیے گئی اگر قبول کیا تو
بلیات سے محفوظ رہے ورنہ عقوبت مین مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت
ابراہیم ع کا آگ مین ڈالا جانا حضرت یوسف ع کا چاہ کنعان مین مقید ہونا حضرت ایوب ع کا
مصیبت مین مبتلا ہونا وغیرہ سب اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ اسکا
مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ تو اس سے پایا گیا کہ انبیا نے اعتقاد
امامت ائمہ سے جو جز ایمان ہے انکار کیا۔ سبحان اللہ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
جب انبیا ہی حکم نہ مانین اور رد وحی کرین اور بیچارے ہونگا تو کیا ذکر ہے۔ مجملا حالات
انبیا کے تو سن چکے اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات مدعیان محبت وولا
روایت فرماتے ہین۔ حضرت علی امیر المومنین وامام المتقین قائد الغر المحجلین جنکی فضیلت

تمام انبیا و رسل پر سوائی حضرت صلعم سے اونکی شان مین حضرت فاطمہ رضہ البضعۃ الرسول
جسکی شان مین من اغضبہا فقد اغضبنی تسلیم کرتے ہین اونکی زبان سے یہہ کلمات نقل
کرتے ہین جو مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف مین ملا باقر
مجلسی سے نقل کیے ہین - مانند جنین پردہ نشین رحم شدہ مثل خائنان در خانہ گریختہ
خودرا ذلیل کردی گرگان مید رند دمی برند تو از جائی خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من گرد
دیاور من سست شد شکایت من بسوی پدر من و مخاصمہ من بسوی پروردگار من آہ
اجمال کے سیقدر تفصیل عبارت تذکرۃ الائمہ سے واضح ہوتی ہے - وہی ہذہ
و ہمچنین حق دانستند انچہ شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا -
استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضہ دادن و دشنام دادن باو و غصب فدک و خلافت
نمودن و کشتن و زدن بطن اسلوبہ و سقط شدن محسن شش ماہہ و آتش بخانہ پیغمبر انداختن انتہی
یہہ باتین کہ جنکی شکایت حضرت فاطمہ رضہ نے فرمائی پس اگر حضرت امیر اپنی اس سکوت
مین ناحق پر تھے اور محض بوجہ جبن و نامردی کے حاشا جنابہ عن ذلک یہہ سب
کچھ دیکھتے تھے اور نہ بولتے تھے تو قطع نظر اسکے کہ یہہ اعلی درجہ کے معصیت تھے
یہ امر قادح استحقاق خلافت ہی الجبان لایستحق الامامۃ قضیہ مسلمہ ہی اور اگر آپ حق پر تھے
اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہے تو اولاً
کیا یہہ وصیت ابوبکر اشجع کے قتل کیوقت فراموش ہوگئی تھے اور نیز اب حضرت عباس
کی ہنگامہ مین تصنیف نہین ہوئی تھی - اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضہ مطیع حکم حضرت
امیر نہ تھین اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات ستہجن جوارادل مین بیحد
معیوب ہین اونکو ناجائز نتھے - اور کیا اونکو حضرت کا یہہ ارشاد جو بحار الانوار مین
خاتم المتکلمین نے نقل کیا ہی لا تعصی علیاً فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یاد نرہا تہا
بہرکیف اگر آپ کا سکوت حق تہا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہ رضہ ایسے کلمات ستہجن حضرت

شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہ رض کا اہلبیت سے ہونا مشتبہ ہے

ائمہ کے شان میں کہکر معصیت سے نہین بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علماء شیعہ کو تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے مین کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام نے شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصائہ وعلے ھذا یمکن دخول فاطمۃ فی اھل بیتہ باعتبار انہا وسیلۃ وصا اھل البیت (الی ان قال) ویمکن ان لا تکون داخلۃ فی اھل البیت۔ اور نیز دیگر علماء شیعہ کی کلام سے بھی اسکی تائید و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقداد نے کنز العرفان فی فقہ القران مین لکھا ہی اور اجماع شیعہ کا بیان کیا ہی کہ آل صرف ائمہ معصوم ہی ہین اور کوئی نہین اوسکی عبارت یہہ ہی که الذین یجب علیہم الصلوۃ فی الصلوۃ ویستحب فی غیرھا الائمۃ المعصومون لاطباق الاصحاب انہم ھم الآل۔ ولان الامر بذلک مشعر بغایۃ التعظیم المطلق الذی لا یستوجبہ الا المعصوم واما فاطمۃ علیہا السلام فتدخل ایضا لانہا بضعۃ منہ انتہی بلفظہ۔ اسجگہ شیخ مقداد نے دو دلیلین بیان کی پہلی دلیل بصراحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے ساتھہ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہ رض کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھہ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہی دوسری دلیل جناب فاطمہ رض کی معصوم نہ ہونے پر دال ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پہر اس سے حضرت فاطمہ رض کی خارج ہونے کا شیخ کو واہمہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور استدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق غایت تعظیم کو بسبب جزئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازین علامہ

لہ تحقیق یہی ہی کہ اہلبیت اوسکی اوصیا ہوتی ہین تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہ کا اہلبیت مین داخل ہونا ممکن ہی کیونکہ آپ اہلبیت کے جانیکا واسطہ ہین (یہانتک کہ کہا) اور ممکن ہی کہ اہلبیت مین داخل نہون ۱۲۔ لہ ۲ ۔ جن لوگون پر نماز مین درود پڑہنا واجب ہی اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین ہین کیونکہ اصحاب شیعہ کا اسپر اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہین اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ درود کا حکم ہونا نہایت تعظیم کو مشعر ہی جسکا سوائی ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہین ہان حضرت فاطمہ رض وجوب صلوۃ مین داخل ہین کیونکہ حضرت ؐ کا جز ہین ۱۲۔

مجلسی نے بہی تو حق الیقین مین مقود دوم پر عصمت کو لزوم امامت تسلیم کر لیا ہی اور لکہا ہی کہ والبتہ علمای شیعہ معروف بامامت وانند دو عموم آیہ مینکنند پس دلالت بر عصمت آنحضرت میکند عصمت ملزوم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ حضرت فاطمہ رض معصوم نہین ہین کیونکہ آپ قطعاً امام نہین تو معصوم بہی نہین ہین - پس اِن دونو دلیلون سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل مین داخل ہین اور نہ معصوم ہین - حالانکہ آیت تطہیر سے بضمیمہ حدیث کی حضرت فاطمہ رض کا اہلبیت مین داخل ہونا اوسیقدر ثابت ہی جسقدر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہی بلکہ اوس سے بہی زیادہ - کیونکہ سوائی جناب امیر رض اور جناب حسنین رض کے باقی ائمہ رض قطعاً باعتبار نص اوسمین داخل نہین ہین اور جناب فاطمہ رض باعتبار نص قطعاً یقیناً اوسمین داخل ہین - تعجب ہی کہ جو یقیناً داخل نہون بلکہ قطعاً تطہیر سے خارج ہون وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائین اور جو قطعاً تطہیر مین داخل ہو اوسکو تطہیر سے بلکہ آل ہونے سے بہی خارج کر دین سبحان اللہ یہہ حضرات شیعہ کا ہی دلاور و تمسک ہی بیشک یہہ دین حضرات نے ائمہ رض سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہ رض تو اہلبیت اور عصمت سے خارج ہون اور غیر اہلبیت مین داخل ہو جاوین - تو خیر جب اونکو اہلبیت سے ہی نکال چکی اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکی تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رض کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا حضرت امام حسین رض شہید کربلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہین کہ معاذ اللہ آپنے عسل بیت المال بلا اجازت وقبل قسمت مشک سے نکالکر تصرف کیا جو کبیرہ گناہ ہی اصل روایت امام اعظم شیعہ نے بیان کی ہی لیکن ترجمہ فارسی اوسکا ازالۃ العین مین فاضل جاپسی کی کتاب فوائد آصفیہ ومواعظ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے بعینہٖ وہ لکہتا ہون - روزے مہمانے پیش حضرت امام حسین رض نازل گردید پس امام حسین درہمی قرض گرفتہ تا نانے خرید ونان خورش نداشت کہ نان را با آن حاضر سازد و دران روزہا چند مشکہائی عسل از طرف یمن بخدمت حضرت امیر رض رسیدہ بود پس امام حسین بقنبر خادم فرمودند کہ در مین مشکی را از مشکہائے

بکشاید چون کشود حضرت بقدر یک رطل ازان مشک عسل گرفتند وبهمان خورانیدند پس چون امیر علیہ السلام خواست کہ مشکہا را میان مستحقین آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی درین مشکہا کشودہ قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المومنین و سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر حرف او را شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بحسین حسین را حاضر سازند چون حضرت امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ بر داشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت عم من از تقصیر من درگذر و ضابطہ حضرت امیر المومنین بود کہ ہرگاہ کسے بحق جعفر میگفت پس غضب آنحضرت تسکین مییافت پس حضرت امیر فرمود ما حملك اذ اخذت منه قبل القسمة چہ چیز باعث شد ترا کہ قبل از قسمت آن بآن متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما درو ست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو فدائے تو باد کہ ترا نمیرسد کہ تو ازان منتفع شوی پیش ازانکہ مسلمانان منتفع شوند آگاہ باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانہای ترا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم می بوسید ہر آئنہ من ترا درین وقت میزدم بعد ازان حضرت امیر خود درہمی کہ در کنار ردای خود بستہ بود بقنبر دادند و فرمود کہ قسم اول عسل از بازار خریدہ بیار چون آورد عقیل قسم خوردہ میگویند کہ گویا من می بینم کہ از ہر دو دست دہن مشک را حضرت امیر گرفتہ اند و قنبر عسل را دران داخل میکند بعد ازان حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگریست و میفرمود - اللهم اغفر للحسين فانه لم يعلم خداوندا از تقصیر حسین رض درگذر کہ او نادانستہ این کار کردہ انتہی بلفظہ

بموجب مضمون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی شہد مین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ جسمین دوسرے مسلمانون کے حقوق بہی تہے لیکہ تصرف کیا۔ مین پوچہتا ہون کہ یہہ خیانت کیہہ آپکی نزدیک معصیت نہین کیا مسلمانون کے مال مین بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچہے چلے جانے سے کچہہ کم ہے - حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ کا حال تو طشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نیابت رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالانکہ
آپکی ساتھ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور فی الحقیقت آپکو کچھہ اسکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ
آپکو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپکو خوف کس بات کا تھا تو یہہ معصیت اور ظلم و کفر اختیار
نہین تو کیا ہے جسکی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علما شیعہ نقل کرتے ہین
لو جز انفی کان احب الی مما فعلہ اخی الحسن یعنی اگر میرے ناک کٹ جاتی تو اوس سے بہتر
تہا جو میرے بہائی حسن رض نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کردی۔ جز انفی کے آپ معنی جانتے
ہونگی۔ خواہ حقیقی لیجیے یا مجازی بہرکیف یہہ خلع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تہی
جسکو امام معصوم اپنی ناک کٹنی سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین رض کا قول حق ہے
تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام
مین لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور یکرمہ کی خلاف تو پہر معلوم نہین کہ صحابہ نے
کیا ایسی خطا کی جس سے ادنی ادنی معصیت سے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء
اور ائمہ رض باوجودیکہ اونکی کفر و معاصی نقل کیی جاتے ہین پہر اونکو کرام کہی جاتے ہین انبیاء
و ائمہ رض کا حال تو مجملا سن لیا اب اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات بہی ذرا ملاحظہ ہون تاکہ
اوس دعوی کی تصدیق جو ہمارے مجیب نے فرمایا ہے بخوبی ہوجاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ
صحابہ کرام کو برا کہتے ہون منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس ہین
اونکی نسبت قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مین تحریر فرماتے ہین علامہ حلی در خلاصۃ
الاقوال فی معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس محب خاص حضرت امیر و تلمیذ او بود و حال
در بزرگی و اخلاص او بآنحضرت اشہر از آنست کہ مخفی ماند و شیخ ابو عمرو کشی در کتاب خود
بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن قدح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس رض
اجل و اعلی از آنست و ما آن روایات را در کتاب کبیر رجال کہ آوردیم و جواب از آنہا گفتیم این ست تمام
کلام علامہ حلی در مبحث تمام و حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشی مفہوم میشود راجع بعضی

صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات

اعمال ابن عباس ست و مولف این کتاب را با ایمان و اعتقاد ست اما اجوبہ کہ علامہ حلی در کتاب نجیبہ خود ذکر کردہ بنظر قاصر این شکستہ نرسیدہ مجملاً حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تو معلوم ہو چکا اب اون اعمال کی تفصیل سنیے ۔ یہہ ہی حضرت ابن عباس جنکو آپ اور آپکے بزرگوار اصحاب کرام مین شمار کرتے ہین جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پا کر بیت المال وہانکا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گہر آ بیٹہے حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکے نام اس معاملہ مین لکہا ہے دیکہنے کے قابل ہے نہج البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہون ۔ ومن کتاب لہ علیہ السلام الی بعض عمالہ

اما بعد فانی کنت اشرکتك فی امانتی وجعلتك شعاری وبطانتی لم یکن فی اهلی رجل اوثق منك فی نفسی لمواساتی وموازرتی واداء الامانة الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمك قد کلب والعدو قد حرب وامانة الناس قد خزیت وهذه الامة قد فنکت وشغرت قلبت لابن عمك ظهر المجن ففارقته مع المفارقین وخذلته مع الخاذلین وخنته مع الخائنین فلا ابن عمك آسیت ولا الامانة ادیت وکانك لم تکن الله ترید بجهادك وکانك لم تکن علی بینة من ربك وکانك انما کنت تکید هذه الامة عن دنیاهم وتنوی غرتهم عن فیئهم فلما امکنتك الشدة فی خیانة الامة اسرعت الکرة وعاجلت الوثبة واختطفت ما قدرت علیه من اموالهم

لہ اما بعد ۔ مین نے شریک کیا تہا تجہکو اپنی امانت مین اور بنا یا تہا تجکو اپنا جانی ۔ اور بہانے ۔ میرے جسمین میری غمخواری اور معاونت اور ادا امانت کے لیے میری اہل مین تجہسے زیادہ معتمد کوئی نہ تہا ۔ پس جب تونے دیکہا کہ چچا کے بیٹے پر زمانہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگونکی امانت ذلیل ہوگئی اور یہہ اُمت قتل ہوئی اور منتشر و پریشان ہوگئی تو ڈہال کی پیٹہ اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تونے اولٹی کردی ۔ اور جدا ہوگیا اوس سے جدا ہونے والون کے ساتہہ ۔ اور ذلیل چہوڑ دیا اوسکو چہوڑنے والونکے ساتہہ اور تونے بہی خیانت کی خیانت کرنیوالون کے ساتہہ ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹے کی غمخواری کی ۔ اور نہ امانت ادا کی ۔ گویا تو اپنے جہاد مین خدا کی رضامندی کا ارادہ نرکہتا تہا ۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر بہروسا نرکہتا تہا ۔ اور گویا تو فریب کرتا تہا اس امت سے اونکی دنیا کے لیئے ۔ اور دل مین سوچ رہا تہا اونکی غفلت کو مال غنیمت سے پس جب تجہکو امت کی خیانت مین حملہ کی قدرت ہوئی ۔ سرعت سے حملہ کیا اور جلدی سے کود پڑا ۔ ۱۲ ۔

المصونة لارامله‍م وايتامه‍م وعاجلت اختطاف الذئب الازل دامية المعزى الكسيرة فحملته
الى الحجاز رحيب الصدر بحمله غير متاثم من اخذه كانك لا ابا لغيرك حدرت الى اهلك تراثك
من ابيك وامك فسبحان الله اما تومن بالمعاد او ما تخاف نقاش الحساب ايها المعدود كان عندنا
من ذوي الالباب كيف تسيغ شرابا وطعاما وانت تعلم انك تاكل حراما وتشرب حراما و
تبتاع الاماء وتنكح النساء من مال اليتامى والمساكين والمجاهدين الذين افاء الله عليهم
هذه الاموال واحرز بهم البلاد فاتق الله واردد الى هؤلاء القوم اموالهم فانك ان لم تفعل
ثم امكنني الله منك لاعذرن الى الله فيك ولاضربنك بسيفي الذي ما ضربت به احدا الا دخل النار
ووالله لو ان الحسن والحسين فعلا مثل الذي فعلت ما كانت لهما عندي هوادة ولا ظفرا
مني بارادة حتى آخذ الحق منهما وازيح الباطل عن مظلمتهما فاقسم بالله رب العالمين ما يسرني
ان ما اخذت به من اموالهم حلال لي ان اتركه ميراثا لمن بعدي فضح رويدا فكانك قد بلغت المدى
ودفنت تحت الثرى وعرضت عليك اعمالك بالمحل الذي ينادي الظالم فيه بالحسرة ويتمنى
المضيع الرجعة ولات حين مناص والسلام۔ ابن میثم بحرانی شارح نہج البلاغت ایجی مختصر

ﻠﻪ اور جو کچھ یتیموں اور بیوہوں کے مال محفوظ سے اٹھا یا لی اڑا۔ اور اس طرح جیسے بھیڑ یے سی بہی جلدی کی جو لنگڑی بکری پر کرے بہاسکے۔ پس لاد کر لیگیا اوس مال کو حجاز کیطرف مہنا سش بشاش۔ تو اوسکو ناروا نہیں سمجہتا تہا اوسکی لینے کو گویا تو اپنے باپ یا ماں کی میراث اپنی اہل میں لاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا تجہکو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لینے سے نہیں ڈرتا۔ ای شخص جو ہمارے نزدیک عقلمندوں میں شمار ہے تو کیونکر پی ریگا۔ کہانا پینا حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں حرام کہا رہا ہوں اور حرام پی رہا ہوں۔ اور کیونکر لونڈیوں کو خریدتا ہے اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے یتیموں اور مسکینوں اور مجاہدوں کے مال سے جو اللہ تعالی نے اونکو غنیمت میں دیا ہے۔ پس خدا سے ڈر اور لوگوں کے مال واپس کر دے اگر تو نے اب بہی ایسا نکیا پہر مجہکو خدا نے تجہپر قدرت دی تو سزا دینے میں خدا کے نزدیک معذور ہونگا۔ اور تجہکو ایسی تلوار سے قتل کرونگا جس سے نہیں قتل کرتا ہوں مگر وہ دوزخ میں واخل ہوتا ہے۔ قسم خدا کی اگر حسن اور حسین کرتے جیسا تو نے کیا ہے تو میری اون سے مصالحت اور نہ مطلب یاب ہوتے مجہسے اپنے ارادہ میں یہان تک کہ میں اون سے حق لیتا اور ظلم اونکے دور کرتا۔ میں خداوند رب العالمین کی قسم کہا کر کہتا ہوں۔ مجہکو خوش نہیں آتا جو سمجہ لیا ہے اونکی مال سے حلال پہر کر چہوڑوں میں اوسکو میراث اپنے بعد۔ پس تہوڑا صبر کر تو اپنے اجل کو پہونچ چکا ہے۔ اور مٹی کے نیچے دفن کیا جائیگا۔ اور تجہپر تیرے اعمال پیش کئے جاینگے۔ ایسے مقام میں کہ ظالم اوس میں حسرت کی فریاد کریگا۔ اور حقوق ضایع کرنیوالا واپس ہونے کی آرزو کریگا۔ اور کہیں ن چہٹکارا سے کو وقت ہے ہوا۔

شرح مین جو اسوقت میرے سامنے موجود ہی بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے
اقول المروی ان الکتاب الاول الی عبد اللہ بن عباس کما ھو فی بعض النسخ حین کان
والیا له علی البصرۃ - قطع نظر اس ہے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت کے
یئی الی بعض عماله تحریر فرمایا اور صاف نام نہین لیا یہہ خط کسقدر ابن عباسؓ کے اعمال شنیعہ
اور احوال فظیعہ حرص دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام بحق وغیرہا ظاہر کرتا ہے معلوم
نہین باوجود اسکی حضرت مجیب اوراونکی عمائد پہر کیون کرام مین شمار کر رکہا ہے حالانکہ
بشہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لئیے تاویل کی
کچھہ ضرورت نہین - اور یہہ ہی ابن عباس ہین جنکا احل اور اعلی ہونا شہید ثالث بیان فرماتے
ہین حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہین کہ آیت
ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی یعنی جو دنیا مین راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت
مین بہی راہ جنت سے اندہا ہوگا - اور اوس سے بہی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس
اور اونکی والد ماجد حضرت عباس کے حق مین نازل ہوئی انتہی الکلام اور یہہ ہی ابن عباسؓ ہین
کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر مین ان کی حق مین روایت فرماتے ہین - وعن الباقر قال
قال امیر المومنین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المسجد والناس مجتمعون
بصوت عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم فقال قال له ابن عباس یا ابا الحسن
لم قلت ما قلت قال قرات شیئا من القران قال لقد قلته لامر قال نعم ان اللہ یقول فی کتابه ما اتاکم
الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا افتشھد علی رسول اللہ انه استخلف ابا بکر قال ما سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اوصی الا الیك قال فھلا بایعتنی قال اجتمع الناس علی ابی بکر

---

۱ ابو جعفر سے روایت ہی کہ امیر المومنین نے بعد وفات حضرت صلعم کے مسجد مین جبکہ لوگ جمع تھے چلا کر پڑہا (جنہون نے کفر کیا اور منع کیا اللہ کے رستہ سے ضائع کر دیئی اونکی کام) ابن عباس نے کہا یا ابا الحسن یہہ کیون پڑہا - آپ نے فرمایا قرآن کی آیت پڑہی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی وجہ سے پڑہا ہے فرمایا ہان اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین فرمایا ہے (جو تمہارے پاس رسول صلعم لاوی اسکو لو - اور جس سے منع کری اوس سے باز رہو) کیا تو گواہی دیتا ہی کہ حضرت نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا عرض کیا مینی حضرت سے نہین سنا مگر آپکی وصیت کو فرمایا تو پہر مجہہ سے کیون بیعت نکی عرض کیا سب لوگ ابو بکر پر مجتمع ہوگئی - ۱۲ -

فکنت منهم فقال امیر المؤمنین کما اجتمع اهل العجل علی العجل ههنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذهب الله بنورهم وترکهم فی ظلمات لا یبصرون . صم بکم عمی فهم لا یرجعون - اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ابن عباس گوسالہ پرستوں میں تھے یہی ابن عباس ہیں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل تائہ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباس اور حضرت عقیل ہیں قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس میں لکھا ہے درکتاب کامل بہائی از امام محمد باقر روایت نمودہ کہ حضرت امیر در ایامیکہ خلافت در دست غاصبان بود دائما گفتہ - والله لو کان حمزة وجعفر حیین ما طمع فیها ابو بکر ولکن ابتلیت بجلیفین جافیین عقیل والعباس - نقلا عن [۱] اور انہی ہر دو بزرگوار کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے - کہ سدیر از حضرت امام محمد باقر العلوم پرسید کہ کجا بود عزت وکثرت وشوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر وعمر وسائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر وحمزہ کہ در غایت ایمان ویقین واز سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند ودو مرد ضعیف الیقین ذلیل تازہ مسلمان شدہ بودند عباس وعقیل ایشانرا در جنگ بدر اسیر کردند وآزاد کردند ایمان چنین قوتی نمیدارد بخدا سوگند اگر حمزہ وجعفر حاضر می بودند دران فتنہ ابو بکر وعمر یارای آن نداشتند کہ حق امیر المومنین را غصب کنند واگر سعی میکردند البتہ ایشان را می کشتند - نقلا منتہی الکلام - اور یہی حضرت عباس ہیں کہ انہوں نے بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تہا کہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کریں

سلہ میں بہی اونہی میں تہا - حضرت نے فرمایا جیسا گوسالہ پرست گوسالہ پر مجتمع ہوگئی اسجگہ سے تم بہی مبتلا ہوئی (ہماری کہاوت اوس شخص جیسی ہے آگ جلائی پس جب گرداگرد روشن ہوگیا - تو اللہ نے اونکا نور کہو دیا) ۱۲ - سلہ خدا کی قسم اگر حمزہ وجعفر زندہ ہوتے تو ہرگز ابو بکر اس امر کی طمع نکرتے لیکن میں دو دو لبہوں میں جو عقیل وعباس ہیں مبتلا ہوں - ۱۲

لیکن حضرت رضؓ ہی نے تعلل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول نہ کی اور کیونکہ قبول فرماتے آپکو معلوم تہا کہ حق ابوبکرؓ کا ہے۔ نہج البلاغت مین وہ خطبہ مذکور ہے جسمین حضرت عباسؓ کی درخواست بیعت کا ذکر ہی۔ اور قاضی صاحب شوستری نے مجالس مین بضمن ذکر عباسؓ لکہا ہی تا آنکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلعم بحضرت امیر گفت امدد یدک ابایعک حتی لایختلف فیک اثنان باوجود حضرت عباس کے اس قدامت کو بہی سہام ملامت سے نہ بچی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد نفرمایا اور نہ اسکو نفاق پر محمول کرکے قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضؓ کی رفاقت اور حضرت امیرؓ کی ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت ازبام ہے۔ پس جبکہ ادنے معصیت کرام سونے سے نکالدیتی ہی تو یہہ حضرات باوجود ایسے ذمائم موضوعہ کی کیونکر کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہوگئی ایسلیے مختصراً چند اصحاب کے حالات ذوالفقار سے ذکر کرکے ختم کرتا ہون منجملہ انکی ساتہہ بن زید ہی کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تہا اور تفسیر اہلبیت سے واضح ہی کہ حروف ثقات مین رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ انکی خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ہے مجالس المومنین اور کامل بہائی سے واضح ہی کہ یہہ حضرت اول اون مین ہین کہ جنہون نے سعد بن عبادہ کی خلافت پر اسکو دغلا تہا منجملہ انکی عامر بن واثلہ ہین جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ انکی ابوذر ہین کہ جامعین بیاض ابراہیمی انکی نفی اسلام پر دلیل لائے ہین اور بقول ابوجعفر بن احمد بن علی قمی صاحب صفات الشیعہ اخوت پیغمبر سے خارج ہین منجملہ انکی براء بن عازب ہین کہ اونہونے گواہی کا اخفا کیا حضرت امیرؓ نے اونکو بدعا فرمائی کہ نابینا ہوگئی کما فی الکشی وخلاصۃ الاقوال اور امام حسینؓ کے ساتہہ کربلا جانے سے تخلف کیا کما فی مجمع البحرین وبیاض الفخری منجملہ انکی ابن مسعود ہین کہ باقر مجلسی نے حیات القلوب مین درمورد مطاعن وذمائم ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہی۔

ف یعنی اپنا ہاتہہ پہیلاؤ مین آپ سے بیعت کرلون تاکہ پہر آپکے بارہ مین دو شخص بہی اختلاف نکرینا ۱۲۔

منجملہ اونکی حذیفہ ہین کہ بقول صاحب تخلیص الرجال کے حذیفہ اور ابن مسعود موالین خلفاء سے شمار ہین اور کشی و صاحب خلاصۃ الاقوال نے منجملہ ثلثین کے شمار کیا ہی اور عمار کو خلفاء نے حاکم کوفہ کا مقرر کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمر نے مدائن کا حاکم بنایا۔ اور ابوذر و سلمان و مقداد کو بڑی بڑی رائیون پر بہیجا کما نص علیہ فی الشافی و تبصار حالانکہ کلینی مین نص امام باقر کے موجود ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ای ابوبصیر کوئی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہین پاتا مگر کہ یادی دین اوسکا شل ہوتا ہے اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو مین پہاڑ پر سے گر کر پارہ پارہ ہون اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کیطرف سے عامل ہون پس بموجب ان روایات کے ابوذر سلمان مقداد بھی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچے کہ من ذوالفقار اور بقول حضرت مجیب کے کرام ہوتی خارج ہوئی علاوہ ازین اگر بالاجمال دیکہا جاوی تو کوئی صحابی خالی از معصیت نہین لیکن چند روایتین مختصراً ذکر کرتا ہون۔ مقداد کی ذکر مین قاضی صاحب مجالس مین فرماتے ہین و شیخ ابوعمر کشی کہ از علماء امامیہ ست در کتاب اسماء الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ ارتد الناس الا ثلثۃ نفر سلمان و ابوذر والمقداد فقلت فعمار قال کان حاص حیصۃ ثم رجع قال ان اردت الذی لم یشک ولم یدخلہ شئ فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ قمی در علل الشرائع باسناد خودش از حضرت ابوعبداللہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احد انہزم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق معہ الا علی بن ابیطالب و ابودجانۃ سماک بن خرشۃ۔ عن کاشف الغمۃ اور تفسیر صافی مین بھی لکہا ہی ولم یبق مع رسول اللہ الا ابودجانۃ سماک بن خرشۃ و علی نسخہ سلیم بن قیس مین سلمان سے مروی ہی جسکا ترجمہ باقر مجلسی نے حق الیقین مین کیا ہے

ل۔ سوا تین شخصون کے سب مرتد ہو گئی۔ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد مین نے پوچہا اور عمار فرمایا کچہہ پہر گیا تہا پہر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جسکو شک نہوا ہو اور اوسکے دل مین کچہ (تردد) نہ آیا ہو وہ مقداد ہیں ۲ۃ امام ابوعبداللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کہائی اور بہاگ گئی اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی۔ اور ابودجانہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲

لہ قال فلما کان اللیل حمل علی فاطمۃ علی حمار واخذ بیدی الحسن والحسین علیہما السلام فلم یدع
احداً من اھل بدر من المھاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکرہ حقہ ودعاہ الی نصرتہ
فما استجاب لہ الا اربعۃ واربعون رجلاً فامرھم ان یصبحوا محلقین رؤسھم معھم سلاحھم علی ان
یبایعوہ علی الموت فاصبحوا لم یواف منھم الا الاربعۃ فقلت لسلمان من الاربعۃ قال انا وابوذر
والمقداد والزبیر بن العوام۔ عن منتہی الکلام۔ مصنف کتاب اختصاص عمرو بن ثابت سے روایت کرتے ہیں
کہ قال سمعت اباعبداللہ ع یقول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قبض ارتد الناس علی اعقابہم کفاراً الا ثلثۃ
سلمان والمقداد وابوذر الغفاری وانہ لما قبض رسول اللہ صلعم جاء اربعون رجلاً الی علی بن ابیطالب
فقالوا لا واللہ لا نعطی لاحد طاعۃ بعدک ابداً قال ولم قالوا اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیک یوم غدیر قال اتفعلون قالوا نعم قال فاتونی غداً محلقین فما اتاہ الا ھؤلاء الثلثۃ قال وجاء
عمار بن یاسر بعد الظھر فضرب بیدہ علی صدرہ قال لہ مالک ان تستیقظ من نومۃ الغفلۃ ارجعوا
فلا حاجۃ لی فیکم انتم لم تطیعونی فی حلق الراس فکیف تطیعونی فی قتال جبال الحدید فلا
حاجۃ فیکم اور اسی کتاب میں دوسری جگہ روایت ہے عن ابن عیسیٰ رفعہ عن ابی
عبداللہ ع قال سلمان کان منہ الی ارتفاع النہار فعاقبہ اللہ ان وجی عنقہ حتی صیرت

لہ جب رات ہوئی تو علی نے فاطمہ کو گدہی پر سوار کیا۔ اور حسن حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور مہاجرین و انصار اہل بدر میں سے
کسیکو نہ چھوڑا مگر اوسکے گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کیطرف دعوت کی۔ پس بجز چوالیس
آدمیون کے اور کسینے آپ کی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے اونکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سر منڈا کر مسلح
ہوکر موت پر بیعت کے لیے حاضر ہون۔ جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصون کے ان مین
سے اور کوئی نہ پہنچا۔ مین نے سلمان سے پوچہا چارون کون کون تھے۔ کہا۔ مین اور ابوذر اور مقداد
اور زبیر بن العوام ۔ سلہ امام ابو عبداللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول صلعم نے وفات پائی سوائے سلمان۔ ابوذر
مقداد کے سب لوگ مرتد ہوگئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئے۔
اور کہا خدا کی قسم ہم آپکے سوا کسیکی اطاعت کی بیعت نہ کرینگے۔ آپ نے فرمایا کیون کہا کہ
ہمنے حضرت سے سنا۔ کہ روز غدیر کے دن آپکے باب مین فرماتے تھے فرمایا مارنے
مرنے پر راضی ہو کہا ہان فرمایا تو صبح کو سر منڈا کر میرے پاس آؤ۔ سوا ان تین آدمیون کے اور کوئی
انکے پاس نہ آیا امام ابوعبداللہ فرماتے ہین کہ عمار بعد ظہر کے آیا آپ نے اوسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی غفلت کی نیند سے
ابتک تو نہین جاگیگا۔ جاؤ مجکو تمہاری کچھہ ضرورت نہین جب سر منڈانے مین تمنے میری اطاعت نہ کی تو لوہے کے پہاڑ کے
ساتھہ لڑائی مین کیونکر اطاعت کروگے تمہاری مجکو کچھہ حاجت نہین ۱۲۔ سلہ۔ امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ
اونہون نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑھے تک ہوئی خدا نے اوسکو یہہ سزا دی کہ اوسکی گردن
کو پامال کیا یہان تک ۔۱۲۔

مثل السلمة حمراء وابوذر بمنه الی وقت الظهر ما قیدالله الی ان سلط علیه عثمان حتی حمله علی قتب
واکل لحم الیته وطرده عن جوار رسول الله صلی الله علیه وآله فاما الذی لم یتغیر منذ قبض رسول الله
صلی الله علیه وآله حتی فارق الدنیا طرفة عین فالمقداد
ابن الاسود لم یزل قائماً قابضاً علی قائم السیف عیناه فی عینی امیر المؤمنین ینظر متی یأمره فیمضی
حاصل روایات یہہ ہے کہ صحابہ کرام مین سے کوئی معصیت سے نہین بچا بلکہ ارتداد
سے نہین بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہین لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے
اونکے حق مین وارد ہے فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا
آپکی طرف منسوب ہوگا اور کرام ہونے سے بروایات شیعہ خارج ہونگے۔ پس اب کہنا
چاہیے کہ ہمارے حضرت محیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا جانتے ہون فرماؤ
توسہی وہ صحابہ جنکے کرام ہونے کے ہمارے محیب قائل ہین وہ کون ہین کہ جن سے کوئی
معصیت سرزد نہین ہوئی وہ یہہ ہے بزرگوار ہین جنکے اوصاف کتب شیعہ سے مذکور ہوئی
یا کوئی فرضی ہین اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی صفت
حسب مذاق محیب بسبب کرام ہوسکتی ہے بارہ ہزار ہین حدثنا احمد بن جعفر الهمدانی[۲]
قال حدثنا ابراهیم بن هاشم عن ابیه عن ابن ابی عمیرة عن هشام بن سالم عن ابی عبدالله
علیه السلام قال کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وآله اثنا عشر الفا ثمانیة آلاف من المدینة
والفان من مکة والفان من الطلقاء لم یر فیهم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی
ولا صاحب رای کانوا یبکون اللیل والنهار ویقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخمیر انتهی بلفظہ

صحابہ بلطف خصائل بارہ ہزار ہے

ف۱ کہ مثل سرخ دمل یار رسول کے مرتی اور ابوذر سے تا ظہر تک ہوئی خدا تعالی نے اوسکو یہہ سزا دی کہ عثمان کو اوسپر مسلط کیا اوسنے اوسکو ننگی پالان پر سوار کیا جس سے اوسکا سرین زخمی ہوگیا اور رسول اللہ ؐ کی پڑوس سے اوسکو نکال دیا۔ لیکن وہ شخص جو بعد وفات رسول اللہ ؐ کے مرنے تک مطلق نہین بدلا۔ مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا قبضہ پکڑے امیر المومنین کی آنکھون مین آنکھیں ڈالے مستعدی کے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کب حکم فرماتے ہین ۱۲
ف۲ امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ کے بارہ ہزار تھے آٹھ ہزار مدینہ سے باہر کے اور دو ہزار مدینہ والے اور دو ہزار طلقا اور ان لوگون مین نہ کوئی قدری تھا نہ کوئی مرجی تھا نہ کوئی خارجی تھا نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی دین میں رائے کو دخل دینے والا تھا اور کہا کرتے تھے کہ خداوند خمیری روٹی کھانے سے پہلے ہماری جان نکال لے ۱۲

یہہ تعداد کہ جنمین مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طلقا دو ہزار تہی اسمین معلوم نہین وہ حضرات جنکی مناقب وفضائل کتب شیعہ سے بیان ہوچکی ہین داخل ہین یا خارج اور یہہ حضرات باوجود ان مجاہد کے مرتدین مین معدود ہین یا نہین باہمی تناقض وتہافت روایات کچہہ اسی موقع پر منحصر نہین ہے۔ ماہذہ یا ول قارورۃ کسرت فی الاسلام صدہا روایات مین یہہ ہی کیفیت تعارض وتناقض کے ہی بجز تقیہ کوئی مفر نہین وسوکما تری دلیل العجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ بروایات معتبرہ قوم عاصی اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہین سکتی کیونکہ اوسوقت صفت احترازیہ ہوسکتی ہی کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہون اور جب اہل سنت کے نزدیک سب کرام ہین تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہین ہوسکتی اور شیعہ کے نزدیک سب غیر کرام ہین تو انکی نزدیک بہی صفت احترازیہ نہین ہوسکتی تو اس سی ثابت ہوا کہ اہلسنت سبکو بہتر وبرتر سمجہتی ہین اور بہلا کہتی ہین اور شیعہ سبکو برا سمجہتی ہین اور بد کہتی ہین پس حضرت مجیب کا حصر کے ساتہہ فرمانا کہ اونکو ہی برا جانتی ہین جس سی پایا جاتا ہی کہ بعض مراد ہین غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہہ ایک خیال باطل ہی کیونکہ اہلسنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ مسلم ہین اول یہہ کہ بعد انبیاء کی کوئی معصوم نہین دوم یہہ کہ وصف صحابیت کی ساتہہ جسمین ایمان بہی ماخوذ ہی کوئی معصیت مضرت نہین پونہچاتی اور کرام ہونے سے نہین خارج کرتے جیسا کہ شیعہ متعہ نکاح مین فرماتے ہین کہ ایکدفعہ متعہ کرنیسے درجہ حسینؓ کا پاوی اور دو دفعہ کرنیسے درجہ حسنؓ کا اور تین دفعہ مین علیؓ کا اور چار دفعہ متعہ مین خود حضرت افضل النبیین والمرسلین کا درجہ اوڑا دے یا حب اہلبیت کے باب مین فرماتے کہ باوجود کفر کے بہی ذریعہ نجات وفلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتہہ کوئی معصیت دون الکفر مضر نہین تو اہلسنت کی کتابون سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ما فی

الباب کوئی روایت دال بر معصیت ہو گے سو وہ کرام ہونے سے خارج نہین کرتے تو یہہ بھی غلط ہوا کہ کتب فریقین سے ثابت کرتے ہین ہان آپکی کتابون سے بیشک صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی نہین ثابت ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اسجگہ ہماری مجیب دہی اپنا قدیمی جواب دیکھتی ہین۔ کہ یہہ امر لازم مذہب ہے مذہب نہین قولہ۔ اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہے اور یہہ مطلب ہے کہ جمیع صحابہ کرام ہین تو البتہ یہہ محل نزاع ہے اقول حضرت مجیب کی مناظرہ دانی اور اجتہاد اسجگہ قابل دیکھنی کے ہے کیون حضرت صفت کاشفہ کسکو کہتے ہین کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بھی صفت کاشفہ ہی ہے موصوف مین کونسا ابہام تہا جسکے کشف کی ضرورت ہے اور اگر بالفرض ابہام ہو بھی تو وہ باعتبار متعلق کے ہے یہہ صفت کرام اوس ابہام کو رفع نہین کرسکتی بلکہ ایسی وہم کے رفع کے لیے متعلق کیطرف اضافت کرنا چاہیے مثلاً کہین کہ صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم ایکو بتائی دیتی ہین ایسی صفات کو صفات مادحہ کہتی ہین صفات کاشفہ نہین کہتی یاد رکہیکا اور جب یہہ صفت مادحہ ہوئی تو بس محل نزاع بنیا دبینکم یہہ ہی ہے قولہ۔ کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جنکو آپ خاتم المحدثین فرماتے ہین ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکی ثابت ہوتا ہے۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپکی روایات و قواعد سے بھی ثابت ہوتا ہے یعنی مختصر گذارش ہے آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ صاحب معالم الاصول کہتا ہے وما وضع لخطاب المشافهة نحو یا ایہا الذین امنوا ویا ایہا الناس لا یعم بصیغتہ من تاخر عن زمن الخطاب وانما یثبت لهم بدلیل اخر

تم ہو بہتر امت جو نکالے گئے ہو واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو ساتھ اچھی طرح کے اور منع کرتے ہو بُرائی سے اور ایمان لاتے ہو ساتھ اللہ کے ۔۱۲۔ ع جو لفظ خطاب منہ در منہ کے لیے موضوع ہے مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین آمنوا کے وہ خطاب سے پچھلی لوگوں کو اپنی صیغہ کے اعتبار سے شامل نہیں ہوتا انکو بھی حکم صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے ۔۱۲۔

وھو قول اصحابنا والاکثر اھل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کی رو سے یہہ خطاب صحابہ مہاجرین و انصار کے شان مین وارد ہی اور وہی خیر است مین اور مفسرین شیعہ نے بہی اس آیت کی تفسیر مین اصحاب ہی کو مراد رکہا ہے صاحب مجمع البیان لکہتا ہے واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل ھم المہاجرون خاصة وقیل ھو خطاب للصحابة ولکنہ یعم سائر الامة ۲ لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۔ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے اون اہل کتاب کے مدح فرمائی جو اپنی دین کو چہوڑ کر اسلام مین داخل ہو گئی تہی اور اصحاب کے زمرہ مین شامل ہوئی تفسیر صافی مین اس کی تفسیر مین لکہا ہی لیسوا یعنی اھل الکتب سواء فی ذمیم مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ علی الحق وھم الذین اسلموا منھم ۳ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِذْ ھَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے انصار کے دو قبیلون بنی سلمہ اور بنی حارثہ کی لیے کیسا کچہہ تمغہ خوشنودی عطا فرمایا اور اس سے اونکی کسقدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبرسی مین ہے ھما بنو سلمة وبنو حارثة

ف۱ ہماری صحاب اور اکثر اہل خلاف کا یہہ ہی قول ہے۔ ف۲ اختلاف ہوا ہی کہ خطاب سی کون مخاطب مراد ہی بعضون نے کہا کہ حضرت مہاجرین مراد ہین اور بعضی کہتی ہین کہ خطاب جمیع صحابہ کو ہی۔ لیکن تمام امت کو شامل ہے۔ ف۳ نہین وہ برابر اصحاب کتاب سے ایک جماعت ہی قائم پڑہتی ہین آیتین خدا کے اوقات رات مین اور وہ سجدہ کرتے ہین۔ ایمان لاتے ہین ساتہہ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور حکم کرتے ہین ساتہہ بہلائی کے اور منع کرتے ہین برائی سی اور جلد کرتے ہین بیچ بہلائیون کے اور یہہ لوگ صالحون سے ہین اور جو کچہہ کرین وہ بہلائی سے پس ہرگز انکی جاویگی ناقدری اوسکی اور اللہ جاننی والا ہی پرہیزگارونکو۔۱۲ ف۴ اور جب صبحکو نکلا تو لوگون اپنی سے جگہہ دیتا تہا مسلمانون کو بیٹہنی کے واسطی لڑائی کے اور اللہ سننی والا جاننی والا ہی جب قصد کیا تہا دو فرقے نے تم مین سے یہہ کہ نامردی کرین اور اللہ دوستدار تہا اونکا اور پر اللہ کے پس چاہیئی کہ توکل کرین ایمان والے۔۱۲ ف۵ وہ دونو گروہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلی ہین اور کہتی ہین کہ بنو سلمہ قبیلہ خزرج سے تہا۔ اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہہ لشکر کے دو بازو تہے۔۱۲

حیان من الانصار وقیل ہما بنو سلمۃ من الخزرج و بنو حارثۃ من الاوس وکانا جناحے العسکر اسجگہ حضرت مفسر صافی قمی کی دیانت و دین قابل تماشا ہی وہ طائفتان منکم کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی بیس منافقین اور اوسکی اصحاب ہین۔ اول تو اس سے لفظ طائفتان جو تثنیہ واقع ہی صریح انکار کرتا ہی۔ بعد اوسکی لفظ منکم اوسکی نفی ہی پہر باینہمہ حق تعالی فرماتا ہی اللہ ولیہما اونکا دلی ہے تو اگر منافقین کے ساتہہ خدا تعالے کی موالات تسلیم کیجا ئیگی تو بہت سی دلائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے مہاجرین کے لئی تکفیر سیئات اور ادخال جنات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہی۔ اور تکفیر سیئات سے اسطرف اشارہ ہی کہ اونسی توقوع کسیکی ممتنع نہین ہے اور نہ قادح انکی فضیلت کو ہی (۷)

سلہ تحقیق جو لوگ پیٹہہ موڑ گئی تم مین سے اوس دن کہ ملیں او دو جماعتین سوا اسکے نہیں کہ ڈگا دیا اونکو شیطان نے بعض اوس چیز سے کہ کیا تہا اونہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے اونسی تحقیق اللہ بخشنے والا تحمل والا ہی ۱۲ ۔ سلہ جن لوگوں نے قبول کیا واسطی اللہ کے اور رسول کے پیچہی اسکی کہ پہونچی اونکو زخم واسطے اون لوگوں کے کہ نیکی کرتے ہین اونہین سے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہ کہا اونکو لوگوں نے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہوئے ہین واسطی تمہاری پس ڈرو تم پس زیادہ کیا اونکو ایمان کہا اونہون نے کفایت ہی ہمکو اللہ اور اچہا کارساز ہی۔ سلہ پس قبول کیا واسطے اون کے رب اونکی نے یہہ کہ مین نہین ضائع کرونگا عمل کسی عمل کرنیوالیکا تم مین سے مرد سے یا عورت سے بعض تمہاری بعض سے ہیں پس جن لوگون نے وطن چھوڑا اور نکالی گئی گہرون اپنی سے اور ایذا دیئی گئی بیچ راہ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کرونگا میں اونسی برائیان اونکی اور البتہ داخل کرونگا مین اونکو بہشتون مین چلتی ہیں نیچی اونکے سے نہرین ثواب نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اوسکی ہے اچہا ثواب ۱۲ ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ[1] حق تعالے شانہ نے اس آیت شریفہ سے مہاجرین
وانصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی - اور ضمیر فصل کے توسط سے جو حصر کو مفید ہے اونکی
کمال ایمان کو محقق فرمایا اور اونکی لیے مغفرت اور ثواب ضیع کا وعدہ فرمایا لیکن افسوس کہ حضرات شیعہ نے
اونکی حق مین مغفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سے اور ایمان کامل کو کفر شدید سے اور ثواب کریم کو عذاب عظیم سے
بدل دیا - سبحانک ہذا بہتان عظیم - (٨) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[2] اس آیت شریفہ مین حق تعالے نے مہاجرین وانصار
کی جو کچھہ مدح فرمائی محتاج شرح نہین حضرات شیعہ اسکی تاویل بلکہ تحریف مین بجز اسکی اور کچھہ نہین کرسکتے
کہ اسکو ابوذر رض مقداد رض وغیرہ کے ساتھہ مخصوص فرمائین اور پہلی اونکی حالات معلوم ہو چکی ہین علاوہ
ازین جمع معرف بلام الفاظ عموم سے ہین بالاتفاق - (٩) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ
بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ
لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ[3] (١٠) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

---

[1] اور جو لوگ کہ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگون نے جاگہہ دی اور مدد کی یہہ لوگ وہ ہیں ایمان لانیوالے سچی اونکی واسطی بخشش ہے اور رزق ہے باکرامت - ۱۲ [2] اور آگے بڑھ جانیوالے پہلے ہجرت کرنیوالون سے اور مدد دینی والون سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہین اونکے ساتھہ نیکی کے راضی ہوا اللہ اونسی اور راضی ہوی وہ اوس سے اور طیار کئے واسطی اونکی بہشتین چلتے ہین نیچی اونکی نہرین ہمیشہ رہنی والے بیچ اوسکی ہمیشہ یہہ ہے مراد پانا بڑا ۱۲ [3] تحقیق اللہ مول لیا ہے مسلمانون سے جانین اور مال اونکی بسبب اسکے کہ واسطی اونکی بہشت ہے کہ لڑینگے بیچ راہ اللہ کے پس مارینگے اور مارے جاوینگے وعدہ ہے اوپر اوسکی سچا بیچ توریت کے اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پورا کرنیوالا ہے عہد اپنی کو اللہ سے پس خوش وقت ہو تم سوداگری اپنی کے سے جو سوداگری کی تمنی ساتھہ اوسکی اور یہہ وہی ہے مراد پانا بڑا - توبہ کرنیوالی ہین عبادت کرنیوالی ہین تعریف کرنیوالی ہین پھرنیوالی ہین سجدہ کرنیوالی ہین حکم کرنیوالی ہین ساتھہ بھلائی کے اور منع کرنیوالی ہین نامعقول بات سے اور نگاہ رکھنیوالی ہین حدون اللہ کیکو اور بشارت دے ایمان والون کو - ۱۲ [4] البتہ پھر آیا اللہ اوپر نبی کے اور وطن چھوڑ دینی والون کے اور مدد دینے والون کے - ۱۲

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١١) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ
رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ
عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (١٢) لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ
مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (١٤) أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

ﻠ جس وقت سختی کی ... [illegible] ... اور ایک جماعت کے [illegible] پھر اللہ نے [illegible]
تحقیق وہ ساتھ انکے شفقت کرنیوالا مہربان ہے اور اوپر تین شخصوں کے جو کہ پیچھے چھوڑے گئے تھے یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی
اوپر انکے زمین ساتھ وسعت کے اور تنگ ہوگئیں اوپر انکے جانیں انکی اور جانا انہوں نے کہ نہیں پناہ اللہ سے مگر طرف اسکی
پھر پھرا اوپر انکے تو کہ پھریں وہ تحقیق اللہ وہی ہے پھرنیوالا مہربان ۔ ﻠ جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا بیچ
راہ اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بڑے ہیں درجہ میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانیوالے بشارت دیتا ہے
انکو رب انکا ساتھ مہربانی اپنی کے [illegible] اور رضامندی کے اور بہشتوں کے واسطے انکے بیچ انکے نعمت ہمیشہ ہیں بیچ انکے ہمیشہ تحقیق
اللہ نزدیک اسکے ہے ثواب بڑا ۔ ﻠ لیکن رسول اور جو لوگ کہ ایمان لائے ساتھ اسکے جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں
اپنی کے اور یہ لوگ واسطے انکے بھلائیاں ہیں اور یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانیوالے تیار کی ہیں اللہ نے واسطے انکے بہشتیں چلتی ہیں نیچے

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ
يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰ
هُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ
عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۱۵) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ
الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (۱۶) هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ
السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (۱۷) قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ
الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا
يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لَيْسَ عَلَى
الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ

ف۱ اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو بعضے اونکو بعضے سے البتہ ڈھائی جاتے خلوتخانہ درویشوں کی اور عبادتخانہ نصاریٰ کی اور عبادتخانہ یہود کے اور مسجدیں کہ نام لیا جاتا ہے بیچ اونکے نام اللہ کا بہت اور البتہ مدد دیویگا اللہ اوسکو کہ مدد دیتا ہے اوسکو تحقیق اللہ البتہ زورآور ہے غالب ہے وہ لوگ کہ اگر قدرت دیں ہم اونکو بیچ زمین کے تو قایم رکھیں نماز کو اور دیں زکوۃ کو اور حکم کریں ساتھ بھلائی کے اور منع کریں نامعقول سے اور واسطے اللہ کے ہی انجام سب کاموں کا ۱۲ ف۲ اور محنت کرو بیچ راہ اللہ کے حق محنت اوسکے اوسنے برگزیدہ کیا تمکو اور نہیں کی اوپر تمہارے بیچ دین کے کچھ تنگی دین باپ تمہارے ابراہیم کا اوسنے نام رکھا ہے تمہارا مسلمان پہلے سے اور بیچ اس کتاب کے بھی نام رکھا گیا مسلمان تو کہ ہو پیغمبر گواہ اوپر تمہارے اور ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے پس قایم رکھو نماز کو اور دو زکوۃ کو اور محکم پکڑو ساتھ اللہ کے وہی ہے دوست تمہارا پس بہت اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار ف۳ وہی ہے جسنے اوتاری تسکین بیچ دلوں ایمان والوں کے تو کہ بڑھ جاویں ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا تو کہ داخل کرے ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے اونکے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اوسکے اور دور کرے اونسے برائیاں اونکی اور ہے یہہ نزدیک اللہ کے مراد پانا بڑا ف۴ کہو واسطے پیچھے چھوڑے گیوں کے گنواروں سے شتاب بلائے جاوگے طرف ایک قوم سخت لڑائی والے کی لڑو گے تم اونسے یا مسلمان ہو جاوینگے پس اگر مانو گے تم دیویگا تمکو اللہ تعالیٰ ثواب اچھا اور اگر پھر جاوگے تم جیسا پھر گئے تھے پہلے سے عذاب کریگا تمکو عذاب درد دینے والا نہیں اوپر اندھے کے تنگی اور نہ اوپر لنگڑے کے تنگی اور نہیں اوپر بیمار کے تنگی اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی اوسکی داخل کریگا اوسکو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے اونکے سے نہریں اور جو کوئی پھر جاویگا عذاب کریگا اوسکو عذاب درد دینے والا ۱۲ ف۵ البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ
وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (١٩)
إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (٢٠) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ
أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (٢١) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ
مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (٢٢) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

ف ١ مسلمانون سے جس وقت بیعت کر رہے تہی تجہسے نیچے درخت کیکر کے پس جانا جو کچہ بیچ دلون اونکی تہا پس اوتاری تسکین اوپر اونکی اور ثواب دیا اونکو فتح نزدیک اور لوٹین بہت کہ لیوین گے اونکو اور ہی اللہ غالب حکمت والا ١٢
ف ٢ جس وقت کیا ان لوگون نے کہ کافر ہوئی بیچ دلون اپنے کی کد کد جاہلیت کے پس اوتاری اللہ نے تسکین اوپر رسول اپنے کے اور اوپر ایمان والون کے اور لازم کردی اونکو بات پرہیزگاری کی اور تہی وہ بہت حقدار ساتہ اوسکی اور لائق اوسکی اور ہی اللہ ساتہ ہر چیز کے جاننے والا ١٢
ف ٣ محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ کہ ساتہ اوسکی ہین سخت ہین اوپر کفار کے نرم دل ہین درمیان اپنی دیکہتا ہے تو اونکو رکوع کرنیوالی سجدہ کرنیوالے چاہتی ہین فضل خدا کا اور رضامندی اوسکی نشانی اونکی بیچ موہون اونکی کے اثر سجدہ کیسے یہہ ہی صفت اونکی بیچ توریت کے اور صفت اونکی بیچ انجیل کے جیسی کہیتی نکالی سوئی اپنی پس قوی کرے اوسکو پس موٹی ہو جاوے پس کہڑی ہو جاوے اوپر جڑ اپنی کے خوش لگتی ہے کہیتی کرنیوالون کو تو کہ غصہ مین لاوے اللہ سبب ان مسلمانون کے کافرونکو وعدہ کیا ہے اللہ نے اون لوگونکو کہ ایمان لائی اور کام کیے اچہے انمین سے بخشش اور ثواب بڑا ١٢
ف ٤ نہین برابر تم میں سے وہ شخص کہ جسنے خرچ کیا تہا پہلے فتح مکہ سے اور لڑائی کے تہی یہہ لوگ بڑی ہین درجون میں ان لوگون سے کہ خرچ کیا انہون نے پیچہے اسکے اور لڑائی کے اور ہر ایک کو وعدہ دیا اللہ نے اچہا اور اللہ ساتہ اوسچیز کے کہ کرتے ہو تم خبردار ہے ١٢
ف ٥ نہ پاویگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاوین ساتہ اللہ کے اور دن پچہلے کے دوستی کریں اوس شخص سے کہ مقابلہ کرتا ہے اللہ کا اور رسول اوسکا اگرچہ ہووے باپ اونکی یا بیٹے اونکی یا بہائی اونکی یا کنبا اونکا یہہ لوگ لکہہ دیا بیچ دلون انکے ایمان اور قوت

تجری من تحتها الانهر خلدین فیها رضی الله عنهم و رضوا عنه اولئک حزب الله الا
ان حزب الله هم المفلحون (۲۳) للفقرآء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم
واموالهم یبتغون فضلا من الله و رضوانا و ینصرون الله و رسوله اولئک هم الصدقون
(۲۴) والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون
فی صدورهم حاجة مما اوتوا و یؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن
یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون - علی ہذا القیاس اور بہت آیات ہین جو عموما
وخصوصا صحابہ کرام کی مدح مین وارد ہوئین اور جن سے صحابہ کبار مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب ثابت
ہوتی ہین منصف لبیب کے واسطی تو ایک آیت ہی کافی ہی - اور نا انصاف کے سامنی تمام قرآن بہی مفید نہین
اسلیے ہمنی ہیجگہ چند آیات کی مختصر بیان پر اکتفا کرکے بعض آیات کو بخوف تطویل بلا تقریر استدلال ذکر
کردیا اب مختصرا اپنی اون روایات کو سن لیجیے جن سے صحابہ کا کرام ہونا کالشمس فی رابعة النہار ثابت ہوتا ہی
ا) سید دلدار علی لکہنوی نے اساس الاصول مین صفحہ ۷ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول مین
صفحہ ۷۴ پر لکہی ہے ہم الفاظ اساس کے لکہتی ہین - منہاما اورده الصدوق
فی کتاب معانی الاخبار عن ابن الولید عن الصفار عن الخشاب عن ابن کلوب
عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائه ومحمد بن الحسن الصفار فی بصائر الدرجات
والشیخ الطبرسی فی کتاب الاحتجاج عن الصادق ان رسول الله قال ما وجدتم فی کتاب الله عز و جل

سلہ دیتی ہی اونکو ساتھ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کریگا اونکو بہشتون مین چلتی ہین نیچے اونکی نہرین ہمیش رہنی والے بیچ اوسکی راضی ہوا الله اون سے اور راضی ہوئی وہ اوس سے یہہ لوگ ہین گروہ خدا کے خبردار ہو تحقیق گروہ الله کے وہ ہین فلاح پانیوالے ۱۲ سلہ یہہ مال واسطی فقیرون وطن چہوڑنیوالون کے جو نکالے گئے گہرون اپنی سے اور مالون اپنی سے چاہتی ہین فضل خدا کے سے اور رضامندی اور مدد دیتی ہین خدا کو اور رسول اوسکے کو یہہ لوگ وہ ہین سچے ۱۲
سلہ اور واسطی اون لوگون کے کہ جگہہ پکڑی ہی گہر ہجرت کے مین یعنے مدینہ مین اور ایمان مین پہلے اونسی دوست رکہتی ہین اونکو جو وطن چہوڑ کر آئی ہین طرف اونکی اور نہین پاتے بیچ دلون اپنے کے خلش اوس چیز سے کہ دی جاوین مہاجرین اور اختیار کرتے ہین اوپر جانون اپنے کے اور اگرچہ ہو اونکو تنگی اور جو کوئی بچ جاوے بخیلی جان اپنی کی سے - پس یہہ لوگ وہ ہین - فلاح پانے والے ۱۲ -
سلہ امام جعفر صادق رض سے مروی ہی فرمایا جو کچھ کتاب الله مین پاؤ - ۱۲ -

فالعمل بہ لازم ولا عذر لکم فی ترکہ ومالم تکن فی کتاب اللہ عز وجل وکان فی سنۃ منی فلا عذر لکم فی ترک سنتی ومالم یکن فی سنتی فما قال اصحابی فقولوا انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اھتدی وبای اقاویل الصحابۃ اخذتم اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ - قیل یارسول اللہ من اصحابک قال اھلبیتی - یہ سوال وجواب جو خاتمہ روایت میں ہے سراسر حضرت صدوق کی گھڑت ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہیلی چیستان نہیں تھا جسکو حل کی ضرورت تھی یہ بیان خلاف خود اسکو مبطل ہے علاوہ جامع الاستفسار کی روایت اس منصوبہ کو صریح باطل کررہی ہے - (۲) حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحیی الصولی قال حدثنا محمد بن موسی بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم وعن قولہ دعوا لی اصحابی فقال ہذا صحیح - عن آیات بینات - از جامع الاخبار (۳) انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم - عن آیات بینات (۴) اللھم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ - صحیفہ کاملہ (۵) امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے - ان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابہ او واحدا منہم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل ما خلق اللہ لاھلکہم اجمعین عن آیات بینات (۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی صحابۃ جمیع المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین - عن آیات بینات (۷) جامع الاخبار میں ہے

[illegible]

[illegible]

قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ (۸) جلد اول بحار مجلسی کے صفحہ ۵۸۲ پر مذکور ہے علی[۱] عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن ابن حمید عن ابن خازم قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ما بالی اسئلک عن المسئلۃ فتجیبنی بالجواب ثم یجیبک غیری فتجیبہ بجواب اٰخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادۃ والنقصان قال قلت فاخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قلت فما بالہم اختلفوا فقال اما تعلم ان الرجل کان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فیسالہ عن المسئلۃ فیجیبہ فیہا بالجواب ثم یجیبہ بعد ذلک بما ینسخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضہا بعضًا امام کے اس ارشاد سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ روایات حدیث میں سچے اور عدول اور ثقہ ہیں

(۹) وقال[۲] علیہ السلام یمدح الانصار واللہ ربوا الاسلام کما یربی الفلو مع غنائہم بایدیہم السیاط والسنتہم السلاط والفلو المہر والسیاط السماح ویقال للماہر فی الطعن انہ سیط الیدین ای انہ لقیف فیہ والسلاط الحداد والفصیحۃ۔ شرح نہج البلاغۃ ابن میثم۔ (۱۰) منہا[۳] فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ لکم منزلۃ تکرم بہا اماؤکم وتوصل بہا جیرانکم ویعظمکم من لا فضل لکم علیہ ولا ید لکم عندہ ویہابکم من لا یخاف لکم سطوۃ ولا لکم علیہ امرۃ وقد ترون عہود اللہ منقوضۃ فلا تغضبون

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجکو برا کہے اوسکو قتل کرو اور جو میری اصحاب کو برا کہے اور سب کرے اوسکی کوڑی مارو۔ ۱۲ [۲] ابن خازم سے مروی ہے کہتا ہے میں نے امام ابو عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا میرا کیا حال ہے میں آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں آپ مجکو کچھہ جواب دیتے ہیں پھر وہی مسئلہ دوسرا شخص اگر پوچھتا ہے آپ اوسکو کچھہ اور جواب دیتے ہیں فرمایا ہم لوگوں کو کم و بیش جواب دیتے ہیں۔ کہتا ہے میں نے عرض کیا یہہ تو مجکو بتلایئے کہ اصحاب رسول اللہ نے (احادیث رسول اللہ میں) سچ بولا ہے یا جھوٹ بولا ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ سچ بولا ہے میں نے پوچھا تو پھر باہمی اختلاف کی کیا وجہ ہے فرمایا تو نہیں جانتا کہ حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کوئی مسئلہ پوچھتا تھا اور آپ اوسکو جواب دیتے تھے پھر بعد اوسکی اوسکا ناسخ جواب میں فرما دیتے تھے تو بعض احادیث بعض کے ناسخ ہیں ۱۲ [۳] جناب امیر نے انصار کی مدح میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے باوجود اپنی تکلیف و حاجت کی اسلام کو پرورش کیا جیسا بچہڑے کو پرورش کرتے ہیں۔ اونکی ہاتہوں میں سخاوت ہے اور زبانوں میں طلاقت و فصاحت۔ ۱۲ [۴] اپنے اصحاب کو خطاب کرکے فرمایا۔ تم اللہ کی بزرگی سے جو تمکو حاصل ہوئی ہے ایسی مرتبہ پر پہنچ گئے ہو جس سے تمہاری چھوکریوں کی تکریم ہوتی ہے اور تمہاری پڑوسیوں کے ساتھہ پیوند جوڑتے ہیں اور وہ لوگ جن پر تمکو کچھہ فوقیت نہیں ہے اور تمہارا کچھہ احسان نہیں ہے تمہاری تعظیم کرتے ہیں۔ اور جو لوگ نہ تمہاری غلبہ سے ڈرتے ہیں اور نہ تمہارے اوپر حکومت ہے وہ تمہاری ہیبت مانتے ہیں دیکھہ رہے ہو کہ خدا تعالی کے عہود توڑے جاتے ہیں اور تمکو کچھہ غصہ نہیں آتا۔ ۱۲

وانتم لنقض ذمم امائكم تانفون وكانت امور الله عليكم ترد وعنكم تصدر واليكم
ترجع فمكنتم الظلمة من منزلتكم والقيتم اليهم ازمتكم واسلمتم امور الله في ايديهم
يعملون بالشبهات ويسيرون في الشهوات وايم الله لو فرقوكم تحت كل كوكب لجمعكم
الله لشر يوم لهم اقول كرامة الله لهم بالاسلام وقوله وكانت امور الله الى قوله ترجع
اى انكم كنتم اهل الاسلام والحل والعقد فيه لانهم المهاجرون والانصار والظلمة
البغاة وامور الله التى اسلمت فى ايديهم احوال العباد والبلاد ـ شرح نهج البلاغة ابن ميثم

(۱۱) سٹہ ومن كلام له عليه السلام للخوارج فان ابيتم الا ان تزعموا انى اخطأت
وضللت فلم تضللون عامة امة محمد صلى الله عليه واله بضلالى الخ ـ نهج البلاغة

(۱۲) سٹہ ومن كتاب له عليه السلام الى معوية انه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر
وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى
للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك لله رضى فان خرج
من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير
سبيل المومنين وولاه الله ما تولى ويصليه جهنم وساءت مصيرا ـ نهج البلاغة

سلہ حالانکہ تم ایسے لوگ ہو کہ عہد توڑنے سے تمہاری ناک چڑھ جاتی ہو۔ اور اللہ کے کام تمہارے ہی اوپر وارد ہوتے تھے اور تم ہی سے اونکی ابتدا تھی اور تمہاری طرف پھر واپس جاتے تھے پس تم نے ظالموں کو اپنی رتبہ میں متمکن کر دیا اور اپنی مہاریں اونکی حوالہ کر دیں اور اللہ کے کام اونکی ہاتھوں میں سونپ دیئے کہ شبہات کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں میں چلتے ہیں خدا کی قسم اگر وہ تمکو ہر ستارہ کے نیچے بھی متفرق کر دیں گے تو خدا تمکو ایک بُرے دن کے لیے جمع کریگا۔ شارح کہتا ہے کہ اللہ کی کرامت انکی یعنی اسلام ہے۔ اور قول کانت امور سے لیکر ترجع تک سے یہ مراد ہے کہ تم اہل اسلام ہو اور اسلام میں اہل حل و عقد ہو یعنی مہمات اسلام کا کھولنا باندھنا تمہارے ہی ہاتھ میں ہے کیونکہ تم مہاجرین و انصار ہو اور ظالموں سے مراد باغی ہیں اور اللہ کے امور جو اونکے ہاتھوں میں سپرد ہیں وہ بندوں اور شہروں کے احوال ہیں۔ ۱۲ سٹہ آپکی کلام جو بمقابلہ خوارج ہے اگر تم میری نسبت قائل ہو اور مجھکو گمراہی کی طرف نسبت کرتے ہو تو میری گمراہی کے سبب سے تمام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں گمراہ بتاتے ہو کہ جو میں گمراہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ اہل حل و عقد امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے مجھکو خلیفہ بنایا ہے سب گمراہ کہ خلیفہ بنانا ہم سب کا ہے ۱۲

(۱۳) ما كنت لاخرجا من المهاجرين ادرت كما اوردوا واصدرت كما اصدروا
۵۲ وما كان الله ليجمعهم على الضلال ولا يضربهم بالعمى — شرح نهج البلاغة (۱۴) ان هذا
الامر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلة وهو دين الله الذي اظهره وجنده الذي
۵۳ اعزه وامده حتى بلغ ما بلغ وطلع من حيث طلع ونحن على موعود من الله — نهج البلاغة (۱۵) ومن كلام له
عليه السلام في معنى الانصار قالوا لما انتهت الى امير المؤمنين ع انباء السقيفة بعد وفات
رسول الله ص قال ما قالت الانصار قالوا قالت منا امير ومنكم امير قال عليه السلام فهلا احتججتم
بان رسول الله وصى بان يحسن الى محسنهم ويتجاوز عن مسيئهم — نهج البلاغة (۱۶)
ومن كلام له عليه السلام وقد شاوره عمر ابن الخطاب في الخروج الى غزوة الروم وقد توكل الله لاهل هذا الدين
باعزاز الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون
حي لا يموت انك متى تسر الى هذا العدو بنفسك فتلقهم فتنكب لا يكن للمسلمين كانفة
دون اقصى بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلا مجربا واحفز معه
اهل البلاء والنصيحة فان اظهر الله فذاك ما تحب وان تكن الاخرى كنت ردءا للناس ومثابة
للمسلمين — على هذا القياس اگر تتبع تام کیا جاوے تو بہت روایات فضائل صحابہ اور انکے ایمان کے ثبوت بر آمد ہونگی
لیکن اگر کوئی نظر انصاف سے دیکھے تو ایک ہی کافی ہے اب دل چاہتا ہے کہ اسیطرح مختصر بطور تکملہ چند روایات

۱؎ میں صرف ایک شخص مہاجرین میں سے تھا اون میں جسطرح وہ وارد ہوئے میں بھی وارد ہوا اور جسطرح وہ لوٹے میں بھی لوٹا اور ہرگز خدا انکو گمراہی
اکٹھا نہ کریگا اور اون کو حق سے اندھے ہونے میں مبتلا نہ کریگا ۱۲ ۱۴؎ اس دین کی نصرت اور اسکی ذلت کچھ قلت و کثرت تعداد
پر نہیں ہے (کیونکہ) وہ خدا کا دین ہے جسکو غالب کیا اور اللہ کا لشکر ہے جسکو عزت دی اور جسکی تائید کی یہانتک کہ جس مرتبہ پر
پہنچنا تھا پہنچ گیا اور جسجگہ سے نکلنا تھا نکل آیا اور ہم اللہ کے وعدہ پر ہیں ۱۲ ۱۵؎ انصار کے باب میں آپنے یہہ کلام فرمایا — بعد
وفات حضرت کے جب اصحاب سقیفہ جناب امیر کے پاس پہنچے تو آپنے پوچھا کہ انصار نے کیا کہا اور ہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک
تم میں سے ہو تو جناب امیر نے فرمایا تم نے یہہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ حضرت رسول نے وصیت فرمائی ہے کہ انصار کے نیکوکاروں کے ساتھ سلوک
کیا جاوے اور انکے گنہگاروں سے درگذر کیا جاوے ۱۲ ۱۶؎ آپ کی تقریر جبکہ حضرت عمر نے غزوہ روم میں خود جانے کا قصد کیا — اللہ اہل دین
کی عزت اور پردہ پوشی کا ضامن ہے جس نے انکی تائید کی اس وقت کہ وہ [illegible] کم تھے [illegible] اور [illegible]
(دشمنوں) کو [illegible] تھا جبکہ وہ قلیل تھے اور بچاؤ کے قابل نہ تھے وہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا — جب تم خود اون دشمنوں
کیطرف کوچ کروگے اور [illegible] پہنچاؤ گے تو مسلمانوں کے لیے انکے [illegible] کوئی پناہ کی جگہ نہ رہیگی — اور نہ تمہارے بعد
کوئی لوٹنے کی جگہ ہے جسکی طرف رجوع کرینگے — تو اون دشمنوں کی طرف کسی تجربہ کار آدمی کو بھیج اور اسکے ساتھ خیرخواہ اہل تجربہ کو
اگر خدا تعالے نے غلبہ دیا تو یہہ تو چاہتا ہے اور اگر دوسری صورت پیش آیا تو تو لوگوں کے پشت پناہ اور مسلمانوں کے
واسطے ملجا و ماوا ہے — ۱۲

نہ میں فضائل شیخین رضی اللہ عنہما کی بھی بیان کیجائیں اگرچہ روایات سابقہ کے ضمن میں بانکی فضائل بدلالتہ
بالادلتہ دلالت لوریت ثابت ہوچکی ہیں (۱۷) علامہ شیخ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے نہج البلاغۃ کی
شرح کبیر میں ذیل شرح خط فاروق مناقب میں جناب امیر کا ایک حصہ نقل کیے ہے جسکو آپکی شرف تعنی
بمقتضائی میں روایت حذف فرمایا اوسکو ہم اصل شرح سے نقل کرتے ہیں ۔ وذکرت ان بعضہ له
من المسلمين عوانا ايحسم به نوا فے ما نالهم عنده على قدر فضائلهم في الاسلام
وكان افضلهم في الاسلام كما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخليفة الصديق وخليفة الخليفة
الفاروق ولعمري ان مكانهما في الاسلام لعظيم وان المصاب بهما في الاسلام لجرح شديد
يرحمهما الله وجزاهما بأحسن ما عملا (۱۸) عن عبد الله في حقهما هما امامان عادلان
قاسطان كانا على الحق وماتا عليه فعليهما رحمة الله يوم القيمة ۔ كاشف وبابات (۱۹)
ازکتاب معانی الاخبار ۔ عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلی الله علیہ و آلہ ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع و
ان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد ۔ ایات (۲۰) از کشف الغمہ ۔ انہ سئل
الامام عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی
اتقول هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق
فلا صدق الله قوله في الدنيا والآخرة ۔ ایات وغیرہ (۲۱) اساس الاصول کے صفحہ ۱۳ پر سید دلدار
علی نقل کیا ہے ۔ العاشر منها هو ما في الاحتجاج ان المامون بعد ما زوج ابنته ام الفضل

سلہ اور تونے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کیلئے مسلمانوں میں سے مددگار چنے تھے جن سے پیغمبر کی تائید کی اور وہ پیغمبر کے نزدیک اپنی اسلامی مرتبوں
کی افزونی کے موافق اپنے مرتبوں میں تھے اور سب سے افضل اسلام میں جیسا کہ تو نے گمان کیا اور اللہ اور رسول کا خیرخواہ خلیفہ
صدیق تھا اور دوسرا خلیفہ فاروق تھا اور میری جان کی قسم بیشک ان کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور انکی مصائب اسلام میں
سخت زخم ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور انکو نیک کاموں کا اجر دیوے ۔ سلہ امام ابو عبد اللہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہیں وہ دونوں امام عادل انصاف کرنیوالے حق پر تھے اور حق پر مرے پس قیامت کے دن ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو ۔ سلہ امام حسن کہتے ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر میری نسبت کان کی ہیں اور عمر بمنزلہ آنکھ کے ہیں اور عثمان بمنزلہ دل کے ۔ سلہ کسی شخص نے امام سے تلوار کے زیور کی بابت پوچھا کیا جائز ہے
آپنے فرمایا ہاں جائز ہے (کیونکہ) ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو چاندی کا زیور پہنایا راوی نے عرض کیا کیا آپ بھی ایسا کہتے ہیں (ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں) یہ سنکر امام
اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور فرمایا ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق اور جو شخص انکو صدیق نہ کہے خدا تعالیٰ اوسکی بات کو دنیا و آخرت میں
سچا نہ کیجیو ۔ سلہ احتجاج طبرسی میں ہے ۔ کہ مامون رشید بعد اسکی کہ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ۔

ان اباجعفر کان فی مجلس و عندہ ابو جعفر و یحیی بن اکثم و جماعۃ کثیرۃ فقال لہ یحیی بن اکثم ما تقول یا ابن رسول اللہ
فی الخبر الذی روی انہ نزل جبرئیل علی رسول اللہ ص و قال یا محمد ان اللہ عز و جل یقرئک السلام و یقول لک
سل ابابکر ھل ھو راض عنی فانی عنہ راض فقال ابو جعفر ع لست بمنکر فضل ابی بکر و لکن یجب علی صاحب الخبر
ان یاخذ مثال الخبر الذی قال رسول اللہ ص فی حجۃ الوداع قد کثرت علی الکذابۃ و ستکثر فمن کذب علی متعمدا
فلیتبوء مقعدہ من النار فاذا اتاکم الحدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ و سنتی فما وافق کتاب اللہ و سنتی
فخذوا بہ و ما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تاخذوا بہ و لیس یوافق ھذا الخبر کتاب اللہ قال اللہ تعالی و لقد
خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہ و نحن اقرب الیہ من حبل الورید فاللہ سبحانہ خفی علیہ رضا
ابی بکر من سخطہ حتی سال عن مکنون سرہ ھذا مستحیل فی العقول — انتہی۔ اس روایت سے صاف ثابت ہے
کہ امام معصوم نے فرمایا کہ مین ابوبکر رض کی فضیلت کا منکر نہین لیکن صرف روایت کی صحت مین عقل
اور رائے سے کلام کیا حالانکہ محض واہیات اور خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہین کیونکہ
سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہین — قرآن مین مذکور ہے خدا تعالے نے حضرت موسے سے سوال کیا
وما تلک بیمینک یا موسی[۲] اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالے نہین جانتا تہا کہ موسے کے
ہاتہہ مین کیا ہے — اور اگر سوال سے سوای تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہین تہا کوئی دوسری
غرض بھی ممکن ہے تو پہر اس روایت مین کونسا استحالہ قائم ہے کہ اسمین سوال بجز عدم علم کے اور کسی
محمل پر محمول نہ کیا گیا — بلکہ اگر حضرات قرآن مین تتبع فرمائین تو معلوم کرین کہ بعض افعال خدا تعالے

ف[۱] امام ابو جعفر کے ساتھہ کہ جنکا ایک مجلس مین تہا اور امام ابو جعفر اور یحیی بن اکثم اور ایک بڑی جماعت وہان بیٹھی ہوئی تہی یحیی بن اکثم نے امام سے پوچھا اے رسول اللہ کے فرزند آپ اس حدیث کے بارہ مین کیا فرماتے ہین جو مروی ہے کہ جبرئیل رسول اللہ کی خدمت مین آئے اور عرض کیا یا محمد اللہ تعالی آپکو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے ابوبکر سے پوچھہ کیا وہ مجھسے راضی ہے مین تو اس سے راضی ہون — امام ابو جعفر نے فرمایا کہ مین ابوبکر کی بزرگی اور فضیلت کا منکر نہین ہون لیکن اس حدیث والے پر لازم ہے کہ اس حدیث کی مثال کو تسلیم کرے جو حضرت ص نے حجۃ الوداع مین فرمائی ہے کہ مجھپر جھوٹ کی بندش بہت ہوگئی ہے اور بہت ہوگی جو شخص عمداً مجھپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ ٹھہرالے جب تمہارے پاس کوئی حدیث آوے اوسکو کتاب اللہ پر اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب و سنت کے موافق ہو اوسکو قبول کرو اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو اوسکو قبول کرو اور یہہ خبر کتاب اللہ کے موافق نہین ہے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے ہمنے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہین اوسکے دل کے وسوسہ کو اور ہم اوسکی شہ رگ سے بہی اوسکی نزدیک ہین تو کیا ابوبکر کی رضامندی اور نارضامندی خدا پر پوشیدہ تہی جو پوشیدہ بہید کو اوس سے پوچھا — یہہ امر عقول کے نزدیک محال ہے — ۱۲ —

۱۲ — ف[۲] اور کیا ہے تیرے ہاتہہ مین اے موسے — ۱۲ —

ذ اسلیئی حادث کیئی کہ اونسی بعض امور مسلوم فرماوی حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا
بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۔ پہر فرماتا ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَن
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۔ اور نیز ارشاد فرماتا ہے
أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ
وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ان آیات کو ملاحظہ فرمایئی اور سوچیی کیا خدا تعالیٰ کو پہلی یہہ باتین معلوم
نہین کیا یہہ آیتین اور نیز سابقہ آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ
کی مخالف نہین ہین پس یا تو ان آیات مین علم کے حاصل کرنے سی اور سوا کرنے سی کچہہ اور غرض ہی جیسی
اگر کچہہ اور ہی تو یہہ حدیث کو امام کا باطل فرمانا غلط ہوا یا ان آیات کو بہی غلط اور محرف فرمایئی خدا
کیلیئی ذرا تو انصاف کی آنکہین کہولکر دیکہیی کیا حدیث کی مخالفت کتاب اللہ کے ساتہہ یون ہی ثابت
کیجاتے ہی کیا حدیث کی تضعیف ایسطرح ہوتی ہی کیا کسی امر کو پوچہنا بجز علم کے حاصل کرنے کے
اور کسی غرض سے نہین ہوتا افسوس کہ ایسی خرافات خود گہڑتے ہین اور جناب ائمہ کیطرف نسبت کرتے ہین
سبحانک ہذا بہتان عظیم تو اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ یہہ حدیث بالکل مطابق کتاب اللہ ہی جسمین ذرہ
بہی تفاوت نہین ۔ (۲۲) للہ در فلان لقد قوم الاود وداوی العمد الخ قال الشارح المراد
منہ ابوبکر او عمر (۲۳) از کشف الغمہ ان جعفر الصادق قال ولدنی ابوبکر الصدیق
مرتین ۔ ذوالفقار آیات ۔ منصف لبیب اگر ان آیات و اقوال ائمہ کو دیکہی تو ممکن نہین کہ صحابہ کرام کی
بزرگی کا اعتراف نکری پس جبکہ آیات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال ائمہ سی اصحاب کبار
کرام ہونا ثابت و متحقق ہوگیا تو اگر بفرض محال اقوال و افعال صحابہ با صاحب تحفہ کی تحقیق سی نہ ثابت ہو

۱؎ اور یہہ دن باری باری سے پہیرتے ہم اونکو درمیان لوگون کے اور تو کہ ظاہر کرے اللہ اون لوگون کو کہ ایمان لائے ہین اور تو کہ پکڑے تم مین سے گواہ ۔ ۲؎ کیا گمان کیا تمنے یہہ کہ داخل ہوگے بہشت مین اور ابہی نہ ظاہر کیا اللہ نے اون لوگون کو کہ جہاد کرتے ہین تم مین سے اور ابہی نہ ظاہر کیا صبر کرنے والون کو ۔ ۳؎ کیا گمان کرتے ہو تم یہہ کہ چہوڑی جاؤ گے اور ابہی نہ ظاہر کیا اللہ نے اون لوگون کو جو جہاد کرتے ہین تم مین اور نہین پکڑتے سوا اللہ کے اور رسول اوسکے کے اور ایمان والون کے دوست ولی ۔ ۴؎ اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہمنے آدمی کو اور جانتے ہین ہم جو کچہہ خطرہ کرتا ہی ساتہہ اوسکے دل اوسکا ۔ ۵؎ حاشیہ سی معلوم کرنا چاہیئی ۔ ۶؎ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے مجکو دوبار جنا ۔ امام جعفر صادق ابوبکر صدیق کیطرف دو سلسلہ سی منسوب ہین جب ہر امام نے فخر دیا اور اونکو صدیق کہا ۔

تو کچھہ حرج نہین اور فی الحقیقت یہہ محض آپکا خیال اور زعم ہی ہی ورنہ محال ہی کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب
ثابت ہو جائے **قولہ** چنانچہ اس باب مین مختصر گذارش ہی کتاب اللہ مین اگرچہ بہت سی آیات
اسپر دال ہین مگر صرف ایک ہی آیت لکہتا ہون سورۂ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمایئے واذا راوا تجارۃ[1]
اولہوا انفضوا الیہا وترکوک قائما۔ صحیح بخاری مین کتاب الجمعہ باب اذا نفر الناس عن الامام
مین جابر بن عبد اللہ کہتے ہین بینما نحن[2] نصلے مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت عیر تحمل
طعاما فالتفتوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا
فنزلت ہذہ الایۃ واذا راوا تجارۃ الخ۔ اب انصاف فرمایئے کہ نماز واجب سی جسکو احادیث مین معراج
مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہی اور وہ ہی رسول اللہ کی پشت اطہر کے پیچھے
سے انفضاض کرنا اور آنحضرت کو کہڑا چھوڑنا اور لہو تجارت مین مشغول ہونا یہہ ہی کرامت کی نشانی ہی
کوئی شخص اگر نماز جماعت کو آپکے امام کے پیچھے سے قطع کرکے چلا جائے تو آپ اوسکی حق مین کیا
حکم فرما دین ایک ادنی مومن نماز مستحب کو قطع کرکے خرید و فروخت مین مشغول نہین ہو سکتا اور
اگر ایسا کرے تو لوم و ملامت سے نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہی
لیکن ہم اسجگہہ ہی بلباس دیگر باضافہ بعض فوائد اسکی رد کیطرف متوجہ ہوتے ہین مبنی اس اعتراض کا
وہ ہی ایک اپنا خیالی قاعدہ ہی جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجیب نے تسلیم کر رکہا ہے
وہ یہہ کہ معصیت مکرمت کو رفع کر دیتے ہی اور ہم کہتے ہین کہ جب خداوند تعالی نے انکی کفارہ سئیات
اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیئہ و معصیت دون الکفر مضر نہین ہی اور مکرمت صحبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق سموم معاصی ہی پس یہہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دانی سے خلاف
اصول اہلسنت اپنی قاعدہ مسلمہ کی بنا کیا ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک
قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اوسکو مسلمہ خصم سمجھہ کر اوسی بنا پر اعتراض کر دیا چہ جائیکہ

[1] اور جب تجارت یا کہیل دیکہتے ہین تو تجکو کہڑا چھوڑ کر اوسکی طرف چلی جاتے ہین [2] ہم حضرت کے ساتھہ نماز مین تہی کہ ایک قافلہ غلہ لیکر آیا سب اوسطرف متوجہ ہو گئی۔ اور بارہ آدمیون کے سوا حضرت کے ساتھہ کوئی باقی نہ رہا تو یہہ آیت نازل ہوئی۔ واذا راوا تجارۃ الخ ۔۔ ۱۲۔

وہ قاعدہ مسلّمہ باعتبار اپنی مذہب کے بہی غلط ہو چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ۔ پس انصاف کا تتمّہ ہو چکا ۔ اب مین ارباب انصاف کی خدمت مین حضرت مجیب کے دعوی اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش کرتا ہون بغور ملاحظہ فرماوین ۔ ہمارے مجیب لبیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انفضاض کو نماز جمعہ پر محمول فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ چلی گئی جو باتفاق اہلسنت و شیعہ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے ہر گز صحابہ نہین گئی تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہی کہ یہہ واقعہ خطبہ کی حالت مین پیش آیا چنانچہ مسلم کی روایت مین صریح مذکور ہی تو یہی نحن ننتظر الصلوٰۃ کہ معنی نحن نصلی کے ہین یہہ ہی روایت جابر بن عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب التفسیر مین وارد ہی اوسمین یہہ لفظ نہین ہی اوسکی الفاظ اس طرح ہین ۔

^(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عیر یوم الجمعۃ و نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار الناس الا اثنا عشر رجلا فانزل اللہ و اذا راوا تجارۃ الخ ۔ تو اس سی پایا گیا کہ یہہ قصہ حالت صلوٰۃ کا نہین لیکن بمقتضاء کمال بعض صحابہ کی حضرت نے بطور اجتہاد اسکو حالت صلوٰۃ پر محمول فرما لیا اگر اہلسنت کی کتابونکو نہین دیکہا تو اپنی کتابون کو تو ضرور دیکہہ کر حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہی تو اب سنو سنی آپکے رسالہ امت صدوق سے جو میری سامنی موجود ہی کہ شہرت پائی ہو^(۲) فی ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ کان یخطب علی المنبر فی یوم الجمعۃ اذ جاءت عیر لقریش قد اقبلت من الشام و معہا من یضرب بالدف و یصفر و یستعمل ما قد حظرہ الاسلام فترکوا النبی صلی اللہ علیہ و آلہ علی المنبر و انفضوا منہ الی اللہو و اللعب رغبتہ فیہ و زہدا فی سماع موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و ما یتلی علیہم من القرآن فانزل اللہ عز وجل فیہم و اذا راوا التجارۃ الخ آپکی حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے بہی ثابت ہوا کہ یہہ قصہ نماز مین واقع نہین ہوا پس اب بہی متحقق ہوا کہ آپکا اجتہاد غلط ہی اور یہی تفسیر مجمع البیان جو اسوقت میری سامنی رکہی اوسمین بہی یہہ روایت موجود ہی ۔ و روی^(۳) عن ابی عبد اللہ انہ قال

---

(۱) جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہا جمعہ کو دن ایک قافلہ آیا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تہے پس چلے گئے بارہ آدمیونکے سب لوگ اوسکی طرف دوڑ گئے تو آیت و اذا راوا تجارۃ الخ نازل ہوئی ۔ (۲) منجملہ اوسکی یہہ ہی کہ جمعہ کے دن حضرت منبر پر خطبہ پڑہ رہے تہے قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا اوسکی ساتہہ مین کچہہ لوگ دف بجاتے تہے کچہہ سیٹی بجاتے تہے اور منا ہی شرعیہ استعمال کرتے تہے تو حضرت کو منبر پر چہوڑ کر وعظ و نصیحت سے منہہ موڑ کر لہو و لعب کی طرف چلے گئے ۔ اوسپر خدا تعالےٰ نے یہہ آیت نازل فرمائی ۔ ۱۲ (۳) امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے اونہوں نے فرمایا ۔ ۱۲

انفضوا الیہا وترکوک قائما تخطب علی المنبر علاوہ ازین دوسری قاعدہ کی رو سی بہی یہہ خلاف
قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہی اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس اجمال کی یہہ ہی
کہ حسن و قبح اشیا عند الشیعہ عقلی ہی اور عند الاشاعرہ شرعی - تو نماز مین سی یا خطبہ مین سے
چلا جانا عقلا عند الشیعہ قبیح ہی خواہ نہی شرعی وارد ہو یا نہو اور اشاعرہ کی نزدیک جب تک نہی وارد نہو
اوسپر اطلاق قبیح کا نہین ہو سکتا اور اوسوقت تک اس فعل کے نہی وارد ہونا ثابت نہین تو اسلیئی
صحابہ نے کوئی امر قبیح اور منہی عنہ نہین کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت مین جو
حالت تعلیم ہی ممانعت نہین فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عنہ ہونیکی زیادہ تقویت ہو گئی ورنہ
ممکن تہا کہ جب لوگون نے اوٹہنی کا قصد کیا تہا یا اوٹہی تہی آپ ممانعت فرما دیتی تو اسکو
اس زمانہ کی اونی مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اسوقت بسبب ورود نہی کے
قبیح ہو چکا ہی اور اوس وقت مین بوجہ عدم ورود نہی کے قبیح نہ تہا ومن ادعی فعلیہ البیان ہٰذا
اگر بالفرض و التسلیم نہی وارد ہو چکی تہی اور شرعا یہہ فعل قبیح ہی تہا اسکی عموم مین وہ صحاب بہی تو
داخل ہین جنکو محبیب النبی نے برخلاف شہادت قوم کرام سمجہہ رکہا ہی علی الخصوص عموم روایت صدوق
تو کسیکو بہی باقی نہین چہوڑا پس اس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کیطرف سی عطا فرمادین گے
وہی تمام صحابہ کیطرف سی قبول فرما دین اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص مستثنی ہین جو
عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود ہین لیکن شیعہ کی روایت سی کوئی بہی مستثنی نہین ائمہ
سی لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہین پس فرمایئی وہ کرام کون ہین جو باقی رہی اور جنکو آپ
کرام سمجہتی ہین اور لوم اور ملامت سی بچی ہوئی ہین اجی میر صاحب بفضل اللہ تعالے اہلسنت
کی لوم و ملامت سی تو تمام بزرگان دین بچی ہوئی ہین لیکن حضرات شیعہ کے لوم و ملامت سی
بچنا محال ہی کہ ان سے انبیا اور ائمہ اور صحابہ مین سی کوئی نہ بچا - ہان یہہ بات باقی رہگئی
کہ آپنے نماز کو معراج المومنین اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اوس سے چلے جانے کو

ف۱ اوسکی طرف چلے گئے اور تجکو منبر پر کہڑے ہوئی اور خطبہ پڑہتی ہوئی چہوڑ گیے ۱۲

مستحق لوم وملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپنے اپنے ابتغا کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔
الحسین بن سعید عن فضالۃ عن معاویۃ بن عمار قال سألت اباعبداللہ علیہ السلام عن
الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ فقال لاباس بہ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز
معراج المومن ہے جسمین کہ ذکر سے کھیلیں یہی اسی کا نام محل مناجات ہے اور اسکی قطع کرنے سے لوم وملامت
سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہہ ہی ہو تو ایسی نماز کو سلام ہے ہماری عقل میں تو
وہ محل مناجات و معراج ہو اور قطع نظر اسکی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اسمین ذکر سے کھیلنا بہی روا ہو
قولہ ۱۱ احادیث پس بخاری کی کتاب حوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ
فرماوے بہت سی احادیث میرے قول کے مصدق پائیگا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا **اقول** اسکیہ
تو حضرت مجیب نے کمال ہی تبحر ظاہر فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ
اجمالی طور پر بیان کیا ہے اسلیئے جواب بہ پیرایہ اجمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اعتراض سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپکو صحابیت کے معنی سے اغماض ہے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دار و مدار
رکھا ہے وہ واضح ہو جبکہ اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے لیئے خاتمہ تک بقا ایمان شرط ہے
تو ممکن نہیں کہ بخاری کی کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ آپکے قول کے مصداق ہوں اور بفرض محال اگر
تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپنے اپنی عقیلین کی طرف سے تجویز کر رکھا ہے وہی جواب بسبب کیطرفی قبول
فرما دیں۔ **قولہ** ۱۱ اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیے انمین اجماع کی کیفیت
معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ بہی دیکھیگا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر
کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کیفیت معلوم ہے مسائل متعلقہ کتاب اللہ بحولہ وقوتہ معلوم
کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہہ
گول مول تقریرین قابل بحث و التفات نہیں ہان اس قدر کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب
صحابہ سے پُر اقوال ائمہ اور انکی مناقب بیحد بیشمار ہیں چنانچہ ایک شمہ انکا اقوال سابقہ میں

۱؎ - میں نے امام ابوعبداللہ سے پوچھا کوئی شخص نماز میں اپنے ذکر سے کھیلتا ہے کہا کچھ حرف
مضائقہ نہیں ۱۲ -

ظاہر کر چکا ہون جو اونکے تتبع سے حاصل ہوا تہا **قولہ** اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن عبادہ رئیس انصار کی حق مین فرمایا ہی۔ فقلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظ اقدس مین گذریگا اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتی ہی ہونگی **اقول** یہہ کلمہ بندہ نے دیکہا اور قتل اللہ کی معنی بہی معلوم ہین لیکن جناب کا اس سے کیونکر مدعا ثابت ہوا حضرت کی نزدیک تو جبکہ سعد بن عبادہ اپنی امامت کا مدعی ہوا اور امام حق کے امامت کا منکر ہوا تو کافر ہو چکا معاذ اللہ پہر جسقدر تحقیر کیجا ہی اور جسقدر اہانت کیجا ہی بجا ہی خود بہی کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی احترام باقی نہین رہا اور اہلسنت دون الکفر کسی معصیت کو بلحاظ کرمیت صحابیت باعث انحطاط نہین سمجہتی تو ایسی اقوال کو اونکی مقابلہ مین پیش کرنا محض ایک خیال خام ہی۔ معہذا اس جملہ سی یا مراد اخبار ہی یا انشا اگر اخبار مراد ہی تو کچہہ قابل گرفت نہین کیونکہ اخبار صحیح مطابق نفس الامر ہی باین معنی کہ خداوند تعالے نے اوسکو ہلاک کر دیا کہ اوسکا مدعا جو خلافت تہی حاصل نہوا۔ اور اگر انشا ہی تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اوسوقت نصرت حق ترک ہوئی اور ایسی خطا سرزد ہوئی تہی جس سی اسلام مین وقوع فتنہ کا اندیشہ تہا اسلیئی خلیفہ ثانی نے اونکو بددعا دی اس مین کچہہ الزام خلیفہ دوم کی طرف نہی۔ سعد بن عبادہ کیطرف صرف باعث اسکا عناد و بغض صحابہ ہی کہ جس سے محاسن بہی قبائح نظر آتی ہین۔ **شعر** وعین الرضا من کل عیب کلیلۃ ✻ ولکن عین السخط تبدی المساویا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کی حق مین فرمائی اور بطادی ابحاث سابقہ مین مذکور ہوئی اونکا اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان مین موازنہ کرلیجیئی اور پہر اعتراض کیجیئی **قولہ** آپ تحفہ کے باب مطاعن کو ملاحظہ فرمائیی اور مطاعن عمر مین سہی طعن دوم نکالیی ہین مفید مطلب فقرات لکہتا ہون آپ اصل کتاب کو دیکہکر مطابق کرلیجیئی۔ آپکی خاتم المحدثین فرماتے ہین واگر مراد ایشان از قصد تخویف و تہدید زبانی ست وگفتن اینکہ من خواہم سوخت پس وجہش آنست کہ این تخویف و تہدید کسانی را بود کہ خانہ حضرت زہرا رضا را ملجا و پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ و حکم حرم مکہ معظمہ دادہ در آنجا جمع میشدند و فتنہ و فساد منظور میداشتند و بر ہمزدن خلافت خلیفہ اول بہ گنگاشہا و مشورہا فساد انگیز قصد میکردند خصوص زبیر ہم ازین نشست و برخاست آنہا مکدر و ناخوش بود لیکن بسبب کمال حسن خلق بآنہا بے پردہ نمی فرمود

کہ در خانہ من نیامدہ باشند عمر بن الخطاب چون دید کہ حال برین منوال ست انجماعت را تہدید نمود کہ من خانہ ایشان را
شما لہو اہم سوخت تخصیص سوختن درین تہدید مبنی بر ستبادہ دقیق ست از حدیث پیغمبر کہ آنحضرت نیز در حق کسانیکہ در
جماعت حاضر نمیشدند و با امام اقتدا نمیکردند ہمین قسم ارشاد فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت
باز نخواہند آمد من خانہا بر ایشان خواہم سوخت و چون ابوبکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نماز و آنہا
ترک اقتدا آن امام بحق بخاطر خود می اندیشیدند و موافقت جماعت مسلمین درین باب نمیکردند مستحق
ہمان تہدید پیغمبر ست شدند پس این قول عمر مشابہ ست بنص پیغمبر کہ چون روز فتح بحضور او عرض نمودند
کہ ابن خطل کہ یکی از شعراء کفار بود و بارہا بہ ہجو پیغمبر در اشعار خود پرداختہ بود از بیم جان خود را پناہ کردہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ
بردہ در پردہائے آنخانہ تجلی آشیانہ خود را پنہان ساختہ در باب او چہ حکم ست فرمود کہ او را ہمانجا
بکشید و پاس نکنید و ہرگاہ این قسم مردودان جناب الٰہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت زہرا
چرا پناہ باید داد حضرت زہرا چرا از شرارہ ادن اشرار فساد پیشہ مکدر گردد کہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ
شیوہ آن پاک حیثیت بود انتہی بقدر الحاجۃ - اگرچہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور
تشئید المطاعن میں ہر قول کا بحجج ساطعہ رد کیا گیا ہے مگر اس مقام میں حضرت مجیب کی خدمت میں صرف
اسقدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تھی اور کتاب اللّٰہ انکی فضائل سے پر ہے اور اقوال عترت انکی مدح میں
بیشمار وارد ہیں جیسا کہ قول اخیر میں آپ فرمائینگی تو یہ لوگ صاحب خیانت اور اشرار فساد پیشہ و این
قسم مردودان جناب الٰہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے تھی کون تھی صحابہ ہی میں سے تھی
یا یہود و نصاریٰ اور مشرک وغیرہ تھے - **اقول** اسجگہ بھی مجیب لبیب نے حسب عادت قدیمہ
وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللّٰہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب ابحاث سابقہ میں
مکرر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال و عمومیت کے تفصیل و تعددیت کا جدا ازنمک ہے اور تکرار ہے
از زیادتی فواید نہیں اسلیے اسجگہ بھی جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بطور مقدمہ چند امور
ملحوظ خاطر سامی رہیں (۱) سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں -
(۲) کوئی معصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے - (۳) ہنگام

مثالب صحابہ کا جواب [illegible]

مصلحت کلی مثلاً جبکہ امور مہمہ مین اختلال کا اندیشہ ہو تو اوس فضل کا لحاظ نہین کیا جاتا (۴)
ابوبکر صدیق خلیفہ راشد اور امام برحق تہے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی
کی ساتہہ کسی خاص فعل مین اسکو مقتضی نہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ جمیع امور مین مشارک اور مساوی ہو جاوین اگرچہ
یہہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و متحقق ہین لیکن اسجگہ بحسب تسلیم اہلسنت ذکر کئی گئی ہین پس
واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ مدعی ثبوت طعن کے ہین تو حسب قاعدہ مناظرہ آپکو لازم ہے کہ آپ یہہ
ثابت فرماوین کہ یہہ لوگ صرف صحابہ ہی تہی سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ مین نہ تہا جب تک آپ
یہہ ثابت نکرینگے آپکا دعوی ثابت نہوگا کیونکہ مانع کو پہونچتا ہے کہ وہ اس انحصار کو تسلیم کرے اور کہے کہ لا نسلم
کہ یہہ کل صحابہ ہی تہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عبداللہ بن سبا فتنہ انگیز بہی اسمین شامل ہون کہ جنکو تخریب و بیخ
اسلام کی دہن و بہی کا خیال ہر گوز خاطر رہتا تہا - اور جب اونکا شمول محتمل ہوا تو
ہم کہین گے کہ یہہ طعن صرف انہین منافقین کیطرف متوجہ ہے جو باعث اشتعال فساد تہے
اگرچہ روایت ازالۃ الخفا سے وجود حضرت امیر و جمعی از بنی ہاشم معلوم ہوتا ہے لیکن یہہ عبارت
نفی غیر پر قطعاً دلالت نہین کرتی - اور چونکہ یہہ بزرگ بسبب اسکے کہ ان سے مشورت خلافت
صدیقی نہین کیا گیا تہا اور ناخوشی اسکی مستولی تہی نہ یہہ کہ اتفاق ہمین شامل تہے منافقین نے
موقع وقت پا کر اوسکو زیادہ مشتعل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجماع کی وہ ہی ناخوشی اصحاب تہی
اور منافقین باہم مو شگافی دوانی کر کے صرف باعث زیادتی اشتعال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع
ایسی بزرگونسے زیادہ تعجب انگیز تہا - تو ایسی روایت مین صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا
کی گئی اور منافقین کا ذکر نہین کیا گیا کہ اونکا شریک ہونا ایسی امور مین بدیہی ہے کہ قدیم سے اسلام
و اہل اسلام کے ساتہہ اونکا یہہ ہی وتیرہ رہا کیا ہے - ثانیاً اگر سیاق عبارت مین توجہ سے بنظر
تامل دیکہا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردودان جناب الہی ہرگز بحق
صحابہ رضوا راجع نہین ہے کیونکہ اس عبارت مین (پس وجہش آنست کہ این تخویف و تہدید کسانے
را بود کہ خانہ زہرا رضی اللہ عنہا ملجا و پناہ سر صاحب خیانت دانستند) لفظ دانستند صیغہ ماضی ہے

اور اسکی ضمیر راجع بسوی کسان ہی تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہ رضہ ہون تو لازم آتا ہی کہ وہ
خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جاننے والے ہون اور یہہ بھی البطلان ہی بلکہ حاصل معنی یہہ ہی
کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوئی تھے حضرت زہرا رضہ کے خانہ برکات آشیانہ کی نسبت یہہ خیال کیا
کہ جو شخص خیانت کرکے اسمین مستجیر ہو تو یہہ بوجہ عظمت و احترام و جوار حضرت سیدۃ نساء اہل الجنۃ
کے ملجا و امن ہی گا اور یہمعنی تو بزعم خود کوئی خیانت نہین کی ہی۔ اور اسیطرح کلمہ مردودان جناب
الٰہی صحابہ پر ہرگز نہین اطلاق کیا گیا بلکہ ابن خطل اور اوسکی اون ہمجنسون پر اطلاق کیا گیا ہی جنکو خانہ خدا
حرم محترم کعبہ مین پناہ نہین ای جملہ در خانہ خدا اپناہ نباشد جو متصل مذکور ہی وہ اسکی دلیل اور اسپر قرینہ بھی
تو تقدیر عبارت اسطرح ہے دہرگاہ این قسم مردودان جناب الٰہی را کہ از ہجو پیغمبر روئی خود سیاہ
کردہ و جان چنین کردہ در خانہ خدا اپناہ نباشد آنہا ندا کہ از اطاعت امام حق انحراف ورزیدہ ند
دستور تہا ہیچ فتنہ و فساد میکردند بخانہ زہرا چرا اپناہ باید داد۔ تو اس سے صاف واضح ہی کہ اطلاق لفظ مردودان
جناب الٰہی کا صرف ابن خطل اور اوس قسم کے لوگون پر ہی کیونکہ جب دونون صنفین جدا جدا ہین اور حکم بھی
ہر ایک کا علیحدہ ہی کہ ایک صنف کے لئی عدم محافظت کعبہ کی سے ہے اور دوسری کے لئی عدم
محافظت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہی کہ ایک کو دوسری پر محمول کرکے وہ کلمات جو ایک
کے حق مین اطلاق کے گئے اوسمین دوسری کو بھی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ فی البعض جمیع امور
مین مشابہت کو مقتضی نہین۔ غرضکہ جب اہلسنت کی نزدیک صحابہ معصوم نہین اور صدور معصیت
جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت طعن بطور استبعاد کرنا یا کسی امر اہم کے انتظام و اصلاح کے لئی
کوئی امر کیا گیا ہو اوسکی نسبت تشنیع کرنا محض عدم تدبر اصول کی وجہ سے ہی کیا معلوم نہین
کہ حضرت امیر رضہ کے زمانہ کے واقعات تو بدرجہا اس سے بڑھکر ہین باوجود اسکی اہلسنت نہ اونکو
مطعون کرتے ہین نہ اونکو ملامت کرتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ حضرت امیر رضہ نے جو کچھ اپنے زمانہ
خلافت مین انتقاما کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تعالے اونکی خطائین
حسب وعدہ بخشیگا۔ علے الخصوص ایسی امور مین کہ جسکی نظیر اور مقیس علیہ موجود ہو اور شارع

کی طرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہدید کی کہی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل ونقل ہے معہذا
با اینہمہ حضرات شیعہ بہی تو جن صحابہ کو کرام اعتقاد کرتے ہین اونکو مرتدین اور خائنین اور مثال
ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہین بلکہ بعض ائمہ معصوم تک بہی خیانت کا الزام لگاتی ہین
پہر جو کچہہ اوسکا جواب تجویز کر رکہا ہے وہ ہی ہماری طرف سے سمجہہ لین ۔ **قولہ** تعجب
وحیرت کا مقام ہے کہ اگر بیچاری شیعہ بعض اشخاص کے شاکی ہین جنہونے موقع وفرصت پاکر
وتدابیر ملکی کرکے حکومت وامارت حاصل کرلے اور تجہیز وتکفین وتدفین رسولؐ کیطرف بہی متوجہ
نہوئی اور بعد ہین اہلبیت کو بجائی تسلی وتشفی اور تعزیت گہر جلانی کی دہمکی دی اور طرح طرح کے
ظلم وستم کیے یا در کل جور وجفا کے جو بعد مین عترت اطہار پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچہہ بے ادبی
کرین تو رافضی وکافر وبیدین ہون اور اگر خود اہل بیت ہی ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کرین
تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد ان کلمات کے جو آپکی خاتم المحدثین تحریر فرماتے ہین مستحق ہون
کیا انصاف ودینداری ہے ہماری مقابلہ مین صحابہ افضل امت ہون اور اگر اس خلافت
کی برہم کرنے کی تدبیرین کرین جسپر بجز اجماع صحابہ بزعم اہل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی عرفی
نہین اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردودان جناب الہی سے کفار ومنافقین ناکثین
جماعت کے مشابہ ہون ۔ **اقول** اس عبارت مین بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے
جہلا کر جو کچہہ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی آنکہونکو بغض وحسد کی میل سے کور کرکے
جو کچہہ ناشائستہ گفتگو فرمائی ہے ہم اوسکی ترکی بترکی جواب مین حسب الزام اپنے زبان آلودہ
کرنا نہین چاہتے سلیئے اوسکی جواب سے اعراض واغماض کرکے اصلی جواب کیطرف عنان
توجہ پہیرتے ہین ۔ تعجب وحیرت کا مقام ہے کہ مجیب لبیب با اینہمہ ادعائی انصاف ودانش
اون بیچارہ شیعہ کے رافضی اور کافر وبیدین ہونے مین متردد ہون جنہون نے انبیاء
علیہم السلام کو کافر ابلیس سے دو چند وسہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا صحابہ
مقبولین کو مرتد اور مغضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا ۔ اہلبیت وعترت طاہرہ کی دوستی کے

پردہ مین انکی امانت وتدین کے وہ وہ مضمون تراشی کہ ابلیس ودجال کو بوجہ خجالت وشرمندگی مین غوطہ زن کردیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تو وہ وہ نبدشین باندہین کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر بٹہلا دیا۔ جو حضرات کی عقل چاہے وہی کام لی تو اگر اسی کا نام ولا اہلبیت ہے تو یہہ ولا شیعیان پاک ہی کو مبارک رہی کیا انصاف ودینداری ہے کہ ہماری مقابلہ مین تو انبیا و ائمہ معصومین اور طاہرین ہون اور صحابہ کرام کہلادین اور جب اپنی اغراض فاسدہ متعلق ہون یا بدون لحاظ تقابل ان کی شیون بیان ہون تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد جیسا آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہین انبیا کا فر حاسد ہون ائمہ خائن اور تارک واجب اور معین علی الظلم و انسلال ہون اور صحاب کرام مرتدین مغضوب علیہم شریرین اور باوجود ان باتونکی اہلسنت پر زبان درازیان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابحاث کی مطاوی مین کسیقدر مذکور ہو چکی ہین اور کچہہ آیندہ ابحاث مین اپنی اپنی موقع پر بیان ہونگی۔ بعد اسکی اس قول مین چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہین تخصیص بالمخصص اور ترجیح بلا مرجح کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کو ہے کیون ذکر فرمایا جب حسب تصریح شہید ثالت سوا حضرت مقداد سب کے سب مرتد ہو چکی تہے اور یہی یہی مقداد بہی مولین از منفقین کے عموم مین شامل ہو گئی تو بتاہی کون باقی رہا جو بیچاری شیعہ کے سہام لعن و ملامت سے بچا ہو پہر یہہ تبعیض کہانسی لیتی ہین اور اس کاغذ کی کشتی کو کہانتک بہا ئینگی۔ (۲) موقع و فرصت پاکر اور تدابیر ملکی کرکے اونہون نے حکومت و ریاست حاصل نہین کی بلکہ یہہ محض وعدہ و تقدیر خداوندی ہے جو اپنی وقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالے نے صحابہ کے واسطے استخلاف حقہ اور تمکین دین مرضیہ کا وعدہ اپنی اوس کلام مجید مین جسکی شان برخلاف مزعوم امامیہ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ فرمایا اور فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ تو یہہ وہی موعود خداوندی ہے جو بلا تدبیر فکر و مشورہ کے محض مشیت الٰہی اور ارادہ حقانی پردہ غیب سے منصہ ظہور پر جلوہ گر ہوا جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فلتہ سے تعبیر کرتے ہین اور بعجیب لبیب ورد از کو اہل تحفہ بسا اوقات معرض اعتراض مین بے سمجہی پیش کیا کرتے ہین

چونکہ یہہ وعدہ لامحالہ واقع ہونیوالا تہا اور اسکا مصداق بجز اسکی اور کوئی نہین تہا تو کمند طمع طامعین
اوسکی حصول سے کوتاہ اور حسد حاسدین کا اوس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی
تاویل مین اپنی رسالہ امامت مین جو اسوقت میری سامنی موجود ہی جسقدر پیچ وتاب کہائی ہین۔
اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہین (۳) تجہیز و تکفین رسول صلعم کا الزام اور اشتراک ہی کیونکہ
یوم انتقال سے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدابیر ملکی کے فکر مین مشغول تھی تو اہلبیت
کس کام مین مشغول تہے جو نعش کو تین روز تک دفن نہین کیا اگر یہہ کہین کہ غم مین مبتلا تہی جسکی غلبہ مین
کچہہ نکرسکی تو یہہ بالکل غلط اور بالبداہت قریب بات ہی بقول حضرات شیعہ کے اہلبیت مین کسے تو حضرت کے غم
مین کوئی بہی بیہوش نہین تہا کسیکو اپنی غصب خلافت کا غم تہا کوئی اپنی میراث وفدک کے اندوہ
مین معاذ اللہ مجامع مہاجرین وانصار مین دربدر پہر رہی تہے اور اوسکی چہپنی مصطفی کے غم کا
خیال تہا نہ مرتضی کے ابرو کا پاس تہا تو جب اہلبیت کا بہی یہی حال تہا تو جو الزام آپ صحابہ کو
دیتی ہین وہ بہی اہلبیت کیطرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیا مسئلہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تہا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر
بامرتے اور متعفن ہونے سے پاک ومنزہ تہا تو اسلیے دفن کی عجلت کے ضرورت نہین ہے اور امر
خلافت مین اگر اختلال واقع ہوتا اور جسطرح انصار کا منشا تہا اوسیطرح خلافت متفرق ہوتے تو اندیشہ
برہمی اسلام تہا اسلیے اوسکو مقدم کیا گیا (ثالثا) ایک کام کیطرف سب کا مجتمع ہونا
ضروری نہین جب اہلبیت اسکی متولی اور متکفل تہے تو اورون کی حاضری وشرکت چندان ضروری
نہین تہی اسلیے وہ دوسری ضروری کام مین مشغول ہوگئے۔ (رابعا) حضرت امیر رض
کی کلام سے جسکو آپکی صدوق نے خصال مین روایت کیا ہے جو اسوقت میرے روبرو حاضر
ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم کے غسل وتکفین مین صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی دانستہ
شریک نہین کیا تہا اور یہہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نکرنا بوجہ کمال محبت کے تہا نہ یہہ کہ صحابہ
ہی تدابیر ملکی مین مشغول ہوکر شرکت وحاضری سے باز رہے تہے۔ حدثنا ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن الولید و محمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہم الی امیر المومنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتما انی لم اشہدکما الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانہ قال لا یری عورتی غیرک الا ذہب بصرہ فلم اکن لاوذیکما بہ الذلک

یہہ حدیث نص صریح ہے اس امر مین کہ صحابہ نے شرکت تجہیز و تکفین سے تقاعد نہین کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بنظر خیر خواہی انکو شریک نہین کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تہا اور حضرت امیر کی آر جناب محبت آمیز کے کیا معنی تہے اگر انکی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدابیر ملکی مین مشغول رہکر حاضری و شرکت سے باز رہی مینے تمکو شرکت سے کب منع کیا تہا جو آج شکایت لیکر آئی علاوہ اسکے اس حدیث سے چند فواید حاصل ہوئی اول یہہ کہ یہہ لوگ خود حضرت کی تجہیز و تکفین مین شریک ہونے سے باز نہین رہے۔ دوم یہہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی شریک نہین کیا۔ سوم یہہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتہہ ایسا تعلق محبت تہا کہ انکی تکالیف گران بار خاطر عاطر حضرت امیر تہی۔ چہارم یہہ کہ یہہ حضرات کافر و فاسق و غاصب و ناکث نہین تہے ورنہ ممکن نہین تہا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت واغلظ علیہم ارشاد ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) اہلبیت کو بجی تہدید کے گہر جلانے کے دہمکی

اہلبیت کو بہی تہدید

مین لیجیے اول حضرات شیعہ نے کونسی فرد پیرا فراد اہلبیت سے حضرت کا غم باقی چہوڑا ہی اوسپا جسکا ایسا باپ انتقال کر جاوی یا جسکا ایسا مربی وفات پا جاوی اونکو چند خرابی کے درخون اور تہوڑسی زیادتی ریاست کے چہن جانے کا وہ قلق ہو کہ اپنی باپ یا مربی کے غم واندوہ

ا امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی فرمایا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم جب حضرت فاطمہ کو دفن کیا جناب امیر کے پاس آئی۔ اسکا قصہ طویل ہی اوسمیں یہہ بہی مذکور ہے کہ جناب امیر نے اونسی کہا کہ یہہ جو تمنے (شکایت) کہا کہ مینی تمکو حضرت کے تجہیز و تکفین مین حاضر و شریک نکیا اسکی وجہہ یہہ ہے کہ حضرت نے فرمایا تہا کہ ستر کو سوائی تیری جو دیکہیگا اوسکی بینائی باقی رہیگی پس میں نہیں چاہتا تہا کہ تمکو یہہ ایذا پہنچی۔ ۱۲

گویا کہ تخت طاق نسیان مین رکہکر اون درختون کے پیچہے چہپا مع کفار و منافقین مین در بدر پہرین سمجہا کوئی عاقل کہیگا کہ انکو اپنی باپ کا یا اپنے مربی کا غم ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ سلیم بن قیس ہلالی سے بروایت سلمان نقل کی ۔ فلما کان اللیل حمل فاطمۃ علی حمار[۱] واخذ بید الحسن والحسین علیہما السلام فلم یدع احدا من اہل بدر من المہاجرین والانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکر حقہ ودعا الی نصرتہ فما استجاب لہ الا اربعۃ واربعون رجلا فامرہم ان یصبحوا محلقین رؤسہم معہم سلاحہم علی ان یبایعوا علی الموت فاصبحوا ولم یواف منہم الا الاربعۃ فقلت لسلمان من الاربعۃ قال انا وابوذر والمقداد والزبیر بن العوام دوسرے روایت شیخ ابن میثم شارح نہج البلاغۃ اپنی مختصر شرح مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہے اس کتاب کے شرح مین جکا شروع یہہ ہے ومن کتاب لہ[۵۲] الی عثمان بن حنیف وہو عاملہ علی البصرۃ وقد بلغہ انہ دعی الی ولیمۃ قوم الخ لکہا ہی وفدک قریۃ کانت لرسول اللہ[۲] خاصۃ صالح اہلہا علی النصف بعد فتح خیبر واجماع الشیعۃ علی انہ اعطاہا فاطمۃ علیہا السلام فی حیاتہ فلما ولی ابوبکر الخلافۃ عزم علی اخذہا منہا فارسلت الیہ تطلب میراثہا من رسول اللہ وتقول اعطانی فدکا فی حیاتہ واستشہدت علی ذلک علیا وام ایمن فشہدا لہا بہا فاجابہا عن المیراث بخبر رواہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فہو صدقۃ وعن دعوی فدک انہا لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وانما کانت مالا للمسلمین فی ید یحمل بہ الرجال وینفقہ فی سبیل اللہ وانا الیہ کما کان یلیہ فلما بلغہا ذلک لاثت خمارہا واقبلت فی لمۃ من حفدتہا ونساء قومہا تطاء فی ذیولہا حتی دخلت علیہ وہو فی حشد من المہاجرین والانصار الی اخرہا قال

[۲] فدک خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گانو تہا بعد فتح خیبر کے نصف محاصل پر گانو والونسی مصالحت کرلے تہی ۔ اور شیعہ کا اسپر اجماع ہے کہ وہ گانو حضرت نے اپنی زندگی مین حضرت فاطمہ کو دیدیا تہا ۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوئی اور فاطمہ سے اوسکی لینی کا ارادہ کیا تو فاطمہ نے میراث کی مطالبہ کا ابوبکر کو پیغام بہیجا اور کہا کہ مجکو فدک اپنی حیات مین حضرت نے عطا فرمایا تہا اور حضرت علی اور ام ایمن سے اسپر گواہی چاہی اونہون نے اوسکی شہادت دی ۔ ابوبکر نے میراث کا تو جواب اس حدیث سے دیا کہ ہم انبیا کے گروہ مین ہمارے وارث نہین ہوتی جو کچھہ ہم چہوڑین وہ صدقہ ہے اور دعوی فدک کا یہہ جواب دیا کہ وہ حضرت کا نہ تہا بلکہ مسلمانونکا مال آپکے تصرف مین تہا جسمین لوگونکو سواریان دیتے اور خدا کے راہ مین خرچ کرتے تہی اور مین بہی اسیطرح تصرف کرونگا جسطرح حضرت کیا کرتے تہی ۔ جب یہہ خبر فاطمہ رض کو پہنچی تو اپنے اوڑہنی اوڑہی اور اپنے ہم جولیون اور اپنی قوم کے عورتونکے ساتہ اپنی دامنوںمین چلتی ہوئی آئین ۔ اور ابوبکر کے پاس اوس مجمع مین داخل ہوئین ، جسمین اکثر مہاجرین اور انصار حاضر تہے ۱۲ ۔

ہماری مہیب منصف مزاج نے روایت ازالۃ الخفا کو جسمین اجتماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بیت فاطمہ زہرا
مین ذکر تہا بیدینی فرمایا تہا تو یہہ روایات کہ جنمین معاذ اللہ توبہ توبہ محض دنیا طلبی کی غرض سے
حضرت معصومہ کا مع منافق و فجار و کفار دو شرار مین بہرنا مذکور ہی کس وجہ کی بیدینی بلکہ
کونسا درجہ جو بیدینی مے بالاتر ہی قرار دینگی - غرضیکہ جب اہل بیت طاہرین سے کسیکو حضرت
کی انتقال کا غم تہا ہی نہین تو تعزیت اور تسلی کسکو کرتے (ثانیاً) پیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت کو
گہر جلانے کی دہمکی ہرگز نہین دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی برہم کرنی کی مشورہ کرتے تہی انہیں گہر جلانے
کی دہمکی دی تہی جو عین اتباع پیغمبر تہا پس اگر بہت درجہ صلہ ہو تو بسم اللہ شرعاً اسکی برائی ثابت
کیجیئی اگر یہہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالے حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ
ثابت ہو گی (۵) طرح طرح کے ظلم وستم اور اقسام قسم کی جور وجفا اور انواع انواع کے آلام
ومصائب جنکا اہلبیت اطہار پر واقع ہونا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے
اور جنکی مجملاً تفصیل یہہ ہی کہ حضرت امیر کے ساتہہ غدر کیا اور برا لئے کینون سے اپنی سینونکو
بہرا اور خلافت کو غصب کیا اور فدک کو چہینا اور معافی کے سند کو پہاڑ ڈالا اور معاذ اللہ
حضرت امیر کے گلے مین رسی ڈالکے جبراً بیعت اونسی لی اور انکی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت
سیدہ کی گہر کو جلایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لگد کا صدمہ پونہچایا - اور بار حمل
شش ماہہ حضرت محسن کا اپنی ضرب کے صدمہ سے گرایا نہ حضرت سیدہ معصومہ کی دشمنونکو مخبر
علی الاعلان تہمت فاحشہ کے ساتہہ متہم کیا اہلبیت کے لڑکیونکو غضب و عدوان کی طور
پر لیگئی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا - چنانچہ کلینی اور قمی اور طوسی نے اپنی تالیفات
مین اور مجلسی نے بحار اور حق الیقین اور جلاء العیون مین ان کے تفصیل لکہی ہے اور مولانا حیدر علی
یہہ نقل فرماتے ہین واین ہمہ کہ گفتم بے شائبہ اغراق حرفے ازان کتابہا و لفظی از ان خطابہا
وسنگی از بیستون و قطرہ از جیحون و خوشہ از خرمن و گلی از گلشن است - اور یہہ محض افترا
و بہتان اور تراش خراش حضرات اکابر امامیہ کی ہے - حاشا کہ اہلسنت کی یہان اسکا نام

نشان یہی ہو پس اہلسنت کو ایسی موضوعات ومفتریات سے الزام دینا اپنی علم وعقل وانصاف کو رسوا کرنا ہی - اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو اوسکی بانی حسب اصول شیعہ حضرت امیر اور حضرت حسنین اور تمام بنی ہاشم اور صحابہ مقبولین امامیہ ہین کہ اونکی خاموشی اور مداہنت اور جبن اور مسامحت نے تو یہہ نوبت پہونچائی کاش ان فسادات کو عباس کے پرنالہ کی برابر وقعت کے نظر سے دیکھتے یا ابوبکر اشجع کے ہم جنب سمجھتے افسوس کہ قوم عاد کو تو بیضرورت جاکر تہ تیغ بیدریغ کرین اور یہان اسلام خراب ہوا اور اہلبیت ذلیل خوار ہوا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلاتی رہین اور ام کلثوم بلبلاتی رہین اور کان پر جون تک نہلی معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالے شانہ جو تمام علۃ العلل اور سبب الاسباب ہے اوسکو بھی بیچاری خلفا نے کیا قصور کیا کہ وہ بیچ مین سے پکڑی گئی (٦) خلافت صدیقی بحول اللہ تعالی حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم ہوئی اور مہاجرین وانصار نے اوسکو بسر وچشم قبول کیا اہل بیت نے اوسپر اقدام نہین کیا اور کیونکر کرتے وہ جانتی تہی کہ یہہ حق صدیقی ہی پھر کیونکر اوسپر اقدام کرتے نہج البلاغۃ مین خطبہ مذکور ہی کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تہا کہ حضرت امیر کے ہاتہہ پر بیعت کرلین آپنے منظور نفرمایا تو یہہ انکار یا بوجہ خوف ہی اور یہہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہین سمجھتے تہی وہو عین المدعا فثبت اپنا حق تصدیق - تو یہہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی موجود نہین غلط محض ہی خطبہ نہج البلاغۃ سی بعینہ نقل کرتا ہون - **ومن كلام له عليه السلام** لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وخاطبہ العباس رحمہ اللہ وابوسفیان بن حرب فی ان یبایعا لہ بالخلافۃ ایہا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ وعرجوا عن طریق المنافرۃ وضعوا تیجان المفاخرۃ افلح من نہض بجناح او استسلم فاراح ماء اجن ولقمۃ یغص بہا آکلہا ومجتنی الثمرۃ لغیر وقت ایناعہا کالزارع بغیر ارضہ فان اقل یقولوا حرص علی الملک وان اسکت یقولوا جزع من الموت ہیہات بعد اللتیا والتی کیف اجزع من الموت واللہ لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ بل اندمجت علی مکنون علم لو بحت بہ لاضطربتم اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ - انتہی

[illegible]

اب مین اس خطبہ کا ترجمہ بطور شرح کے لکھتا ہون خیال و توجہ کے گوش سے طرف متوجہ فرمائی (ہنگام وفات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جبکہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے آپ سے آپکی خلافت پر بیعت کی درخواست کی) اور یہہ عباس کے درخواست
اوسوقت تہی جبکہ حضرت تجہیز و غسل جسد مطہر مین مشغول تہی چنانچہ علامہ کشوری نے سیف ناصری مین فاضل اندی اور چلپی سے
اور صاحب فتح ابل سے نقل کیا ہی حضرت علی علیہ السلام یعنی نبی ہم تجہیز و غسل جسد مطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مشغول بودند پس عباس بعلی گفت کہ دست خود را دراز کن تا با تو بیعت کنم تا مردمان خواہند گفت کہ عم رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم با پسر عم رسول خدا را بیعت کرد پس اختلاف نخواہند کرد بر تو دو کس حضرت علی علیہ السلام در جواب گفت آیا
طمع خواہد کرد کسی غیر ما درین امر طمع کنندہ بغیر من عباس گفت قریب است کہ خواہی دانست پس درنگ نشد کہ خبرہا
آمدند کہ انصار سعد بن عبادہ را نشانیدہ اند کہ با او بیعت کنند عمر آمد و با ابوبکر بیعت کرد و سبقت برد بر انصار با این
بیعت ابن ابی الحدید میگوید پس علی نادم شد برانکہ بیعت عباس را نگرفت انتہی نقلا عن نالہ العین (تو ارشاد
فرمایا ای لوگو فتنونکی موجونکو نجات کی کشتیونسی پہاڑ دو اور اپس مین نفرت ڈالنی کے رستی سے بچو اور باہمی فخر کرنے
کی تاجونکو اوتار رکہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا فتنون اور باہمی نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو
کیونکہ جب یہہ دوسری شخص کا حق ہی تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہونگی تو نجات اور باہمی اتفاق اسی مین ہی کہ خلافت کی
بیعت اسوقت میرے ہاتھ پر کیجاوی (جو شخص قوت و بازو کی ساتھ اوٹہا اوسنی فلاح پائی
یا مطیع ہوگیا تو اوسنی اپنی آپکو راحت مین رکہا) یعنے دو شخص مین ایک وہ کہ اوسکو ظاہری قوت
اعوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کی حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اوٹہا اوسنی فلاح پائی دنیا
و آخرت مین وہ کون ہی وہ ابوبکر ہی اور ایک وہ ہی کہ جسکا حق اطاعت تہا وہ مطیع ہوگیا اوسنی اپنی آپکو تکلیف
سے راحت دی یہہ اپنی نفس کیطرف کنایہ کیا (اس خلافت کی مثال گدلا پانی کی ہی اور اس لقمہ کی ہے جو کہانیوالے کے
گلی مین پہنسی) یعنی جو شخص ناحق اسکا طالب ہو تو ایسی ہی ہی اسکو منظور نہین کرتا (پہل کا چننی والا غیر
وقت مین ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بونیوالا) یہہ اسکی طرف اشارہ ہی کہ آپکو معلوم تہا کہ ابہی تک میری خلافت
وقت نہین تو پہر نجا تو سعی بے سود ہی (اگر مین بولون تو کہین گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر سکوت
کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہہ ہی

کراہی وقت نہین آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجہسی بعید ہی یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا
ورموت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکر موت سے مین بے صبری کرون قسم خدا کی ابن ابی طالب اوس
بچی کے بہ نسبت جو اپنی مان کے پستان کی رغبت کرتا ہی موت کے ساتھہ زیادہ مانوس ہی بلکہ مین ایسی
پوشیدہ علم کا واقف ہون اگر اوسکو ظاہر کردون تو تم بیقرار ہوجاؤ اور لرزنی لگو جیسی رسیان گہری کنودن
مین) یعنی احوال قیامت جو کچہہ مجہہ پر منکشف ہین اور محشر کے سختیان جو مجکو معلوم ہین اور گنہگارون اور لوگونکی
حقوق مین دست اندازی کرنے والونکی بدحالیان جو مین جانتا ہون اگر مین ظاہر و منکشف کردون تو تم
مضطرب ہوجاؤ حضرت کی کلام کو دیکہئی اور اپنے دعوی سے مطابق فرماہئی - قول ۱ مولوی حیدر علی
جنکو آپ مقلید میر مہدی خاتم المتکلمین لکھتی ہین ازالۃ الغین مین کنتوری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مہد بلاد
فلان مین محض اس گمان سے کہ انکی زعم مین علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن میثم نہین دیکہی جس بحث کو اپنی
بڑی تازہ فتحیا رسے ہدیۂ جو واقع مین تہدید اہی لکہا ہے کیا کیا زبان درازیان فرماوین متعصب تالیف
و تصنیف سے اونکو اوٹہا مین تعجب ہی کہ صاحب تحفہ کتاب ازالۃ الخفا کو جسکا حوالہ خود باب ہفتم مین دیتی
ہین اور گو انکی مصنف کی ابوت کا تو رتبۂ اظہار نہین فرماتی مگر آئینہ مین آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ انکی شان
مین لکہتی ہین خود اس کتاب کو ملاحظہ نفرماوین تا کہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا مین کون بزرگوار جمع ہوتی تہے
جنکی شان مین گستاخانہ ایسی کلمات کفر لکہتی ہین اور پہر خاتم المحدثین کا خطاب پاوین سبحان اللہ ع
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - ۲ قول اس قول مین مجیب لبیب نے دو امر تحریر فرمائی
جنکا جواب لکہنا اور اہل انصاف کی روبرو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنتوری کے شرح
ابن میثم نہ دیکہنی کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے تحقیر و تکذیب دوسری
صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ازالۃ الخفا نہ دیکہنی کا ادعا - پس واضح ہو کہ حضرت مجیب
امر اول کے نسبت صاف طور پر نہ اقرار کرتے ہین نہ انکار لیکن قرائن فحوای کلام سے صاف انکار
مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکہتی ہین (محض اس گمان سے کہ انکی زعم مین شرح ابن میثم نہین دیکہی) تو اس
قول مین شرح ابن میثم کا نہ دیکہنا مجیب کے نزدیک بزعم و گمان حضرت خاتم المتکلمین گویا خلاف واقع ہی

لیکن مین پوچھتا ہون اپنی انصاف کو نصب العین کر کے فرمایئے کہ فی الحقیقت نفس الامر مین علامہ مذکور نے
شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا یا نہین اگر مطالعہ نہین فرمایا تو اس جوش و خروش کے ساتھہ اس شیء سے انکار تو جیہات
کہ جو صاحب تحفہ نے کی ہین کیا معنی جو نکتہ عجیب لیجئے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو زبانی لغو کہ
سے تعبیر فرمایا اپنی سنا معلوم ہوا کہ خصوصاً عبارت تحفہ کے اوپر جو کچھہ علامہ کنتوری نے بے وجہ
زبان درازی زیادہ گوئی فرمائی ہی لکھی جاوی تا کہ اہل انصاف پر صحیح ہو جاوی اور معلوم کرین کہ خاتم المتکلمین نے
جو کچھہ تحریر فرمایا ہی وہ محض بجواب حضرت علامہ کی زبان درازی کی بحکم لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ
الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ تحریر فرمایا ہی - خاتم المحدثین علامہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے تحفہ مین
بعد نقل خطبہ للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد الخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہو اوسمین لکھتے
ہین - ولہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابوبکر است
وبعضی گفتہ اند عمر الخ علامہ مذکور فرماتے ہین - اِنَّ هٰذَا لَاَفْكٌ مُّبِيْنٌ ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح
امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است قال خاتم المحدثین درین عبارت سر بشارت ابوبکر را بدہ وصف عالی موصوف ساختہ
قال العلامہ ثبت العرش ثم النقش اول این معنی را ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر است
بعد ازان باین اوصاف اثبات فضل ابی بکر باید نمود قال خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ و این توجیہات
نزد ایشان نہایت الخ قال العلامہ این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد
کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود چون لفظ ابوبکر موجود نیست ایشان را احتیاج بہیچ
از توجیہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر این توجیہات از ہذیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای
آن بر فاسد قبیل بناء فاسد علی الفاسد باشد قال خاتم المحدثین وبعضی از امامیہ الخ قال العلامہ
ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید اور بعد اسکی لکھتا ہے و این ناصبی نیز این
کلام ابن ابی الحدید را در حاشیہ ہمین قول نقل کردہ وچون این ناصبی خود در باب اول تصریح کردہ
کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت با اہل سنت موافق است بازمقالہ زیدیہ را با امامیہ نسبت دادن
کذب صریح است انتہی اہل انصاف علامہ کنتوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے قول تو یہہ فرمایئے

در بیان خطبہ بلاد فلان علامہ کنتوری کا جواب

کہ علامہ کنتوری کے زبان درازی کس بنا دپر ہی اور اگر بجواب اسکی کہی خوشہ چین خرمن سامین حضرت خاتم المحدثین نے کچھہ سخت لکھدیا تو کیا بیجا کیا بعد اوسکی یہہ فرمایی کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح نہج البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہی یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحۃً یہہ سمجھہ مین نہین آتا کہ علامہ نے شرح ابن میثم کو خواب مین بہی نہین دیکھا - ورنہ ان جملون کے (بیحکسا دامامیہ این توجیہ نکردہ - ان ہذا الا افک مبین - این ادعا کذب محض است) تحریر کی ہرگز ہمت وجرأت نہوتی پہر معلوم نہین ہمارے محب لبیب کس انصاف کی اقتضا سے شرح ابن میثم کے ندیکھنے کو محض مزعوم خاتم المتکلمین قرار دیتے ہین - اور اگر فی الواقع علامہ مذکور نے شرح ابن میثم کا مطالعہ کیا ہی اور اوسمین واقعی لکہا ہی کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر ہے یا عمر اور لکہا ہے کہ ابو بکر کے دس اوصاف کی ساتہہ مدح فرمایی تو پہر آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجیی اور انصاف سے فرمایی کہ کیا علامہ کی مثنت خاک سے ماہتاب چہاردہمی پر غبار پہونچ سکتا ہے حاشا وکلا ہماری رای مین مولانا خاتم المتکلمین کا بہت بڑا احسان ہی جو آپکی علامہ کی دوش گردن پر کہا - کہ انکو کتاب ابن میثم کے ندیکھنے کے عذر وحیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وفور علم وفضل اور کمال وانہماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ یہہ فرماتے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکہی ہوگی - لیکن جب دارو گیر خصم سے مفر نہین ملا تو دیدہ ودانستہ انکار کرتا ہے یہہ ممکن نہین کہ ایسی متداول کتاب ندیکہی ہو اور خیانت وغیرہ کا الزام دیتی تو علامہ کنتوری عالم برزخ مین بہی تہراتی اور محب لبیب زیادہ تاب پیچ کہاتے پس محب لبیب کو اس الزام پر خوش ہونا چاہیی نہ کہ ناخوش ہون - امر دوم - جو ادعا کہ نسبت ندیکہنی صاحب تحفہ علیہ الرحمہ کے ازالۃ الخفا کو فرمایا ہے امر اول سے بہی زیادہ عجیب ہی ای حضرت فرمایی تو بہی اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالۃ الخفا کو نہین دیکہا کیا حضرت نے اپنی زعم ہی کو کافی دلیل تصور فرمالیا ہے - جو اس الزام سے آپ ہمکو دہمکاتی ہین مگر پہر آپ بہی کیا کرین - معذور ہین جواب لکہنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتون سے اپنا دل نہ بہلائین تو اور کیا کرین ذرا علامہ کی تکذیب وانکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکہیی

اور پھر بھی اگر سمجھ میں نہ آوے تو بندہ کی گذارش کو جو جوابا عرض کی ہے اسکے ساتھ منضم کر کے ملاحظہ
فرمائیے پھر آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن آپ پر منکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف و بے غبار
ہے اور ازالۃ الخفا کی بھی مخالف نہیں اور علماء نے شرح دیکھی یا نہیں پھر تقدیر علماء نے انہی اس
انکار میں کہ لفظ فلان سے کسی شارح نے ابوبکر یا عمر مراد نہیں لیا بڑی غلطی کھائی پس اب دیکھیے
ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ باقی آپکے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں

قولہ توضیحا للمرام ازالۃ الخفا کی عبارت نقل ہوئی ہے تاکہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ جنکو
شاہ صاحب خاتم المحدثین یہ کلمات تحریر فرماتے ہیں وہ کون حضرات تھے ازالۃ الخفا کی مقصد دوم
مآثر جمیلہ صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبع صدیقی مقام بریلی میں تحریر فرماتے ہیں
در ہمین ایام مشکلے دیگر فوق جمیع مشکلات آن زمان پیش آمد و آن این بود کہ زبیر و جمعی از بنی
ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی جمع شدہ در باب نقض خلافت مشورہ میکردند و حضرت شیخین
آنرا بتدبیر نیکو بایستی بہم زدند و ہر ملالی کہ بر مزاج حضرت شیخین عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرسود در این
قصہ یکی چیز را حفظ کرد و چیزی ترک نمود در ینجا چند روایت نبویسیم تا قصہ منقح گردد ۔ عن زید بن
اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلان علی
فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونہا ویرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی
دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک
منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہؤلاء النفر عندک ان امرتہم ان یحرق علیہم البیت قال فلما
خرج عمر جاؤہا فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت
وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم
یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ
کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی کی چوتھی فصل تثقیف عمر واقعہ صفحہ ۱۷۹ ملاحظہ
فرمائیے کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرط الشیخین یعنی بخاری و مسلم لکھتے ہیں

اقول یہہ روایت نہ آپکو کچھہ مفید ہی اور نہ ہمکو مضر ہی کیونکہ جس بنیاد پر جناب نے اس روایت کو نقل کیا ہی فی الحقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی ۔ یہہ امر تو ظاہر ہے کہ یہہ دلسوزی حضرت زبیر رضی کی سطحی تو نہیں ہے کیونکہ اونکو تو کافر جانتی ہین تو صرف حضرت علی رضی کیوجہ سے کہ اونکو بدول کسی دلیل عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کر رکہا ہے یہہ شور و شغب ہی اگر اہلسنت بہی معتقد عصمت حضرت امیر رضی و صحابہ ہوتے تو البتہ یہہ الزام کسیقدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم نہین اعتقاد کرتے تو نہ اونپر یہہ الزام وارد ہوتا ہے نہ اسکی طرف التفات کی ضرورت ہان اونکو افضل امت اور کرام جانتی ہین اور دعوات صالحہ سے یاد کرتے ہین اور اونکے حق مین کہتی ہین ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم[1] اور کوئی معصیت انکی مرتبہ عالیہ کو کم نہین کرلی حسب وعدہ خداوندی تعالی اونکے مساعی جمیلہ فی الدین بہر در مشکور اور اونکی زلات و معاصی مغفور ہین با اینہمہ کاروبار انتظامیہ اور امور مہمہ کے اختلال کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اسکی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمۃ بنت محمد (اعاذہا اللہ من ذلک) سرقت لقطعت یدہا[2] ــــ زانی کو رجم کرایا قاذف کو حد لگوائی شارب خمر کو پٹوایا ۔ تو جب اونکے اونے شخصے حقوق مین یہہ نوبت ہے تو جن امور مین نوعی حقوق تمام مسلمانونکی اور خداوند تعالے کے متعلق ہونگی اومین کیونکر رعایت کیجا سکتی ہے ۔ اور باوجود اسکی حضرت نے ایسی لوگون کی نسبت جو کچھہ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہونگی ۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ اور حضرت کا ارشاد آپکو معلوم ہی ہوگا تو خلفاء رضی اللہ عنہم نے بہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہہ طریقہ اخذ کیا اور اوسپر عمل کیا تو اگر اسپر طعن کیا جاوی گا تو سیرت نبوی صلعم پر طعن عاید ہوگا بلکہ خود حضرت امیر کے طریقہ پر طعن و الزام منصرف ہوگا کہ اونکا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہی کہ حضرت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین کا بہی جو بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت مین رہین

---

[1] ای رب ہماری بخش ہمکو اور ہمارے بہائیون ہماری کو جو آگے لائے ہمسے ایمان اور نرکہہ بیچ دلون ہماری کے برائی واسطی اون لوگون کے کہ ایمان لائے ای رب ہماری تحقیق تو شفقت کرنیوالا مہربان ہے ۔ ۱۲ ــ

[2] اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد کی بیٹی (اللہ اوسکو پناہ مین رکھی) چوری کریگی تو مین اوسکا ہاتہہ کاٹونگا ۔ ۱۲

اور عجب تمجی ہو ... دو حاشیہ ... (حاشیہ)

اور جس قرآن المومنین مین پاس ادب نفرمایا اور قتل و قتال سے بھی دریغ نکیا علاوہ ازین نقض بیعت صدیقی کرشورش کی بابتفاء اسکے وآپ ہی سمجھین یا حق حضرت امیرؓ کی نسبت آپکی اصول کے مطابق الزام از معصیت ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر کو غصب حقوق و خلافت کی خبر دی تھی اور صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی اور فرمایا تھا خبردار کچھہ بھی کیون نکرین خلافت چھینین گہر جلادین معاذ اللہ بنات طیبات غصب کرین دشمن مارنا چاہین وغیرہ انکو نا بہر با اینہمہ تاکیدات بلیغہ شدیدہ آپ نقض خلافت کرشورش کرنے لگے اور خلاف وصیت و حکم پیغمبر کے عمل کرنے لگے علاوہ اسکی کہ معاذ اللہ معصیت اور مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مین مبتلا ہوئی آپکی اصول پر اس مخالفت پیغمبر کی مکافات مین خلفا نے جو کچھہ عترت کے ساتھہ کیا سب بجا کیا ۔ معہذا روایات شیعہ کے دیکھنی سے معلوم ہوتا ہے خطا و نا شایستگی کے حرکات انبیاء سے بھی سرزد ہوئی اور سبب لعن و طعن نہین قرار دیئے گئے حضرت موسیٰؑ کا قصہ حضرت ہارونؑ کے ساتھہ پوشیدہ نہوگا کہ حضرت موسیٰؑ نے ہارون سے اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ[۱] فرمایا اور داڑہی پکڑ کر کھینچی تو اب خیال فرمائیگا کہ موسیٰؑ کون تھے اور ہارونؑ کون تھے علی بن ابراہیم استاد کلینی نے تفسیر اہل بیت مین لکھا ہے جبکہ حضرت موسیٰؑ کے استاد حضرت خضرؑ نے طفل کو مار ڈالا تو موسیٰؑ نے اونکو زمین پر دے مارا اور کوئی دقیقہ اونکی بے حرمتی مین باقی نچھوڑا الفاظ روایت یہہ ہین ۔ اذا جنحت السفینۃ فی البحر قام الخضر فنظر الی جانب السفینۃ فکسرها و حشاه بالخرق والطین فغضب موسیٰ غضبا شدیدا وقال للخضر اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا فقال له الخضر اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا قَالَ موسیٰ لَا تُؤَاخِذْنِیْ[۱۲] بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا فخرجوا من السفینۃ فنظر الخضر الی غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجه کانه قطعة قمر فی اذنیه درتان فتامله الخضر ثم اخذه فقتله فوثب موسیٰ الی الخضر

---

[۱] تو میری بھی آیا کیا تو نے رد کیا میرا حکم ۱۲ ۔ [۲] جب کشتی دریا مین حل ہوئی خضر اوٹھہ کر کشتی کے کنارہ کو کھینچ لگے پہر اسکو توڑ دیا [illegible]

[illegible]

اور کانون مین دو موتی تہی حضرت نے اوسکا سر دیکھا پہر اوسکو اوٹھا لیا پس حضرت نے قتل کیا ۔ ۱۲

وجلد به الارض[ف] فقال اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا - ظاہر ہی کہ جو کچہہ حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطأ و ناد انستگی کے طور پر واقع ہوا کہ جوش حقانیت مین اونکو تاب نہی اور کر بیٹہی جو کچہہ کہ کیا اسیطرح ان حضرات سی بہی ابتدا ر العقا د خلافت صدیقی مین خطا ر کوئی امر بالفرض واقع ہوا ہو تو ہرگز سبب طعن و لعن نہین ہو سکتا - **قولہ** اس مقام مین بہت کچہہ بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ہماری غرض یہان اسیقدر ہی کہ جو حضرات خانہ جناب زہرا مین جمع ہوئی تہی وہ کون تہی ہمنی زیادہ نہین لکہی - **اقول** اس تہوڑی بحث کا نتیجہ و ثمرہ تو آپ پا چکی اگر بہت کچہہ بحث ہوتی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچہہ دیمہ آتا - اور اس روایت کی ذکر سے اگر اتنی ہی غرض تہی کہ جو حضرات خانہ جناب زہرا مین جمع ہوئے تھی وہ کون تہی تو اسکا کسنی انکار کیا ہی کہ یہہ حضرات وہان نہین تہی اور اگر مقصود یہہ ہی کہ یہہ بزرگوار بوجہ ارتکاب اس فعل کے درجہ عزت اور بزرگی سے ساقط ہو گئی اور مستوجب لعن طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیی اور ثابت کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچا ہی - **قولہ** مگر اس قدر عرض کرنے سے باز نہین رہ سکتی کہ اس جگہہ جو چالاکی و ہوشیاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہی وہ قابل دید ہی فارسی عبارت مین زبیر و جمعی از بنی ہاشم لکہا ہی جناب امیر کا نام نہین لکہا تا کہ فارسی خوان یہہ نجانے کہ جناب امیر بہی مخالف تہی - **اقول** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے تو چالاکی ہی یا نہین لیکن مجیب کی دانشمندی و انصاف قابل دید ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہہ جان سکتا ہو کہ یہہ اجتماع و شوری جناب علی و حضرت زہرا کی خانہ مین ہوتا تہا کیا اسمین تردد کریگا کہ حضرت امیر اسمین شریک تہی یا نہین تہی - بہلا یہہ ممکن ہی کہ ایک شخص کے گہر مین اتنے بڑے عظیم الشان امر مین مشورہ ہوتا ہو اور اوس کو اوس سے لگاؤ نہو علی الخصوص جبکہ اسکی ساتہہ مین یہہ بہی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت زہرا جیسی زوجہ مکرمہ مطیعہ کی ساتہہ مشورہ ہوتا ہو ہرگز عقل کو اسکی تسلیم کرنے مین تامل نہو گا اور عقل اسکو بہ آسانی قبول کریگی کہ حضرت کو اسمین شمولیت ہی تو فارسی عبارت مین اسکا عدم ذکر

[ف] اور زمین پر دے پٹکا اور کہا تو نے مار ڈالی ایک ستہری جان بن بدلے کسی جان کے تو نے کی ایک چیز نا معقول - ۱۲

بوجہ ہدایت کے ہی نہ چالاکی و ہوشیاری کیوجہ سے علاوہ اسکی اگر یہہ امر بدیہی نہوتا ہم فقرہ (وتدارک مالی کہ بر مزاج حضرت مرتضی عارض شدہ بود بمجلس بلاطفت فرمودند) اظہار اس مطلب مین ایسا صاف ہی کہ ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ حضرت امیر اسوقت ناخوش تھی - معہذا مجیب لبیب یہہ جو فرماتے ہین (تاکہ فارسی خوان یہہ سمجہ جانے) آمین فارسی خوان سے کیا مراد ہی - اگر فارسی خوان سنی مراد ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکو جانیگا تو کیا حرج ہے وہ کب اعتقاد رکھتا ہے کہ حضرت امیر معصوم ہین اہلسنت جیسی زبیر کی معتقد فضائل ہین ویسا ہے حضرت امیر کی ہین جب زبیر کا ذکر اونکو مضر نہین تو حضرت امیر کا ذکر کیون مضر ہوگا جیسا اونکی فعل کو خطا پر محمول کرتے ہین ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول بر خطا کریگا - اور اگر شیعہ مراد ہی تو اولاً یہہ کتاب شیعہ کی واسطی لکھی نہین گئی کیونکہ دلائل الزامیہ مسلمات خصم پر اسمین استدلال نہین کیا گیا - اور ثانیاً شیعہ تو پہلی ہی سے اعتقاد رکھتی ہین کہ حضرت علی اس بیعت صدیق کی مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیگا تو کیا حرج ہوگا - پس یہہ مجیب لبیب کی نظر تعصب وعنادی جسنی دانشمندی و انصاف کو خاک مین ملا رکھا ہے

ان چالاکی و ہوشیاری اکابر علماء شیعہ کی قابل دید ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لئی روایات مین تراش خراش کرڈالتی ہین - ملا باقر بحار الانوار مین آپکی امام المحدثین کلینی کی روایت نقل فرماتے ہین اور اوسکی نسبت فرماتے ہین کہ اسمین صدوق صاحب نے تغیر تبدل کیا ہے - ھذا الخبر ماخوذ من الکافی وفیہ تغییر عجیب تورث سوء الظن بصدوق وھو انما فعل ذالک لتوافق مذھب اھل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر رض مین اونہون نے فرمائی ہین جنکا شراح کو بھی اعتراف ہے قابل تماشا ہی دکفی بہا فخرا دندوۃ - پس یہہ چالاکیان و ہوشیاریان حضرت کے اکابر ہی کرتے چلے آئی ہین بفضل اللہ تعالی لے مذہب اہلسنت

ذکر روایات مین تراش خراش کرنیکا

لہ یہہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور اسمین عجیب تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سوء ظن ہوتا ہے اور اسی یہہ تغیر اسلیئی کیا کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے ۱۲ -

تراش و خراش سے پاک و منزہ ہے اور یہہ حال تو اوس شخص کا ہے جو ملقب بصدوق ملقب ہے تو جو
حضرات صدوق نہیں ہین اونکا کیا حال ہوگا۔ **قولہ** لطف یہہ ہے کہ شاہ صاحب گہر جلانے
کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہین اور کچہہ نہین شرماتے شاید حضرات اہلسنت کی
اصطلاح مین ایسی ہی باتونکو حسن ملاطفت کہتے ہین تشدد تو خدا جانے کیا ہوگا۔ **اقول**
اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کی مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا
اور اعتراض کر دیا پہر اوسپر جوش حیا مین طعن و تشنیع مزید بران سو خیر ہم طعن و تشنیع سے قطع نظر
کرکے مجیب لبیب کی خدمتمین گذارش کرتے ہین کہ شاہ صاحب نے گہر جلانے کو حسن ملاطفت
کہان تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بتدبیر نیکہ بانیکی بہم
زدند و تدارک ملالی کہ بر مزاج حضرت مرتضی عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) اسمین دو جملہ
مذکور ہین جو لاحق سابق پر حرف واو کی ساتہہ معطوف ہے اور کیا آپ باینہمہ ادعای اجتہاد اتنا ہی
نہین جانتے کہ فی الاصل عطف بالواو مغایرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تفسیر کا ارتکاب
اوسجگہہ ہوتا ہے جسجگہہ محل مغایرت کو محتمل نہو استعمالات اسکی شاہد ہین ورنہ لازم آوے کہ تاکید تاسیس
سے بہتر ہو۔ حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجہہ مین آتا ہے یہہ ہے کہ
شیخین رض نے اوس فتنہ کو جو ان حضرات رض کے مشورہ سے اوٹہنے والا تہا اس تدبیر اور تہدید سے برہم کر
دیا اور حضرت امیر رض کے ملال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی مین نہ شامل ہونے یا اس تہدید کی وجہ سے
تہا) حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور دلیل اس رفع ملال کی یہہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ
مین شریک رہے اور نیک صلاح بتاتے رہے۔ نہج البلاغہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میرے اس قول کی تصدیق
کریگا اور ایک روایت استبصار کی بہی یاد آئی جو باب الحد فی اللواطہ مین مذکور ہے سو لکہے دیتا ہون
علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی عن العباس بن عامر عن سیف بن عمیرۃ عن عبدالرحمن
العرزمی قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول وجد رجل مع رجل فی عمارۃ فھرب احدھما

عبدالرحمن عرزمی کہتا ہے کہ مینے امام ابو عبداللہ سے سنا فرماتے تہے کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتہہ (بدفعلی کرتے ہوئی) پایا۔ ۱۲

واخذ الآخر فجئ به الی عمر فقال للناس ما ترون قال فقال هذا اصنع کذا وقال هذا اصنع کذا
قال فقال ما تقول یا ابا الحسن قال اضرب عنقه قال فضرب عنقه قال ثم اراد ان یحمل فقال له انه قد بقی
من حدوده شی قال ای شی قد بقی قال ادع بحطب قال فدعا عمر بحطب فامر به امیر المؤمنین فاحرقه.

اور اگر اس سے تسکین خاطر سامی نہو تو لیجئے اس سے بھی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہون حضرت مولانا خاتم المتکلمین رحمہ نے ازالۃ الغین مین آپکے فاضل اخباری کے جواب ایضاح مین سے عبارت نقل کی ہی وہ عبارت ملتقطاً بندہ عرض کرتا ہی واگر بانصاف تامل فرمایند واضح است کہ بنابر علی مزعوم امامیہ از خلفاء ثلثہ راشدین گو نسبت بامیر المؤمنین و فاطمہ سلام اللہ علیہما نقض عہد و نکث بیعت و غصب فدک و دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزدہ اما با ایشہہ باز در ظاہر طریقہ معاشرت ایشان با اہل بیت ہمین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرای شعائر اسلام را بجبر افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر موجود منشاء طعن و قدح در شان شان ست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان برداشتہ بودند پس شرع متین را نصب العین خاطر خود ہا مید اشتند الخ - اب آپ بغور اپنی فاضل اخباری کے شہادت کو ملاحظہ فرمائیے کہ شیخین کے حسن ملاطفت کی کس طرح شہادت دیتا ہی اور پہر بھی اگر شک رہی تو اپنی ہی فاضل کے روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جب ان بزرگوارون نے نقض عہد کیا اور نکث بیعت کے اور فدک کو چہنیا اور بنات طیبات کو غضب کیا جب یہہ سب کچہہ کیا تو تذلیل واہانت مین کونسا دقیقہ باقی رہگیا پہر آپ جو یہہ فرماتے مین کہ اعزاز و اکرام باتفاق فریقین ہو اگر یہہ ہی اعزاز و اکرام ہے تو خدا جانے تذلیل واہانت کیا ہوگی آپ ایسی بات فرماتے مین اور کچہہ نہین شرماتے پہر جو کچہہ آپکو آپکی فاضل کے روح سے جواب ملی وہی ہمارا جواب سمجہہ لیجئے -

قولہ اب ذرا غور فرمائیے کہ جن حضرات کو آپکی خاتم المحدثین صاحب خیانت و اشرار فساد پیشہ و مردودان جناب الٰہی لکھتے ہین وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہہ حضرات تہی

اقول اسکا جواب سابق مین عرض کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہین اور ہمکو خیال مانع ہے کہ ہم بار بار اون اوصاف کے کلمات کو نقل کرین جو شیعہ انبیاء سے لیکر صحابہ تک کے

شانمین فرماتے ہین **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہہ کہنا کہ اونکی پاس ایسی اشخاص آتی تہے
بی ادبی ہی نہین بلکہ بیدینی ہے آج کوئی ادنے مولوی کی بیٹی کی نسبت اوسکی شاگرد ومین سے
یہہ کلمہ کہہ سکتا ہے - یہہ حضرات اہلسنت کی ہی کمال رشادت ہے کہ اہلبیت جناب رسالت مآب
کی شانمین یہہ کلمات کہتے ہین اور پہر خواست مین داخل اور مدعی ولا و تمسک اہلبیت ہین **اقول**
ای اہل انصاف ذرا ہی اہل فضائل و کمالات کیا جاگتی ہو یا سو گئی قطع نظر مجیب لبیب کی تہذیب سے اونکی
اجتہاد اور انصاف اور علم و فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و ہمت اور حیا و شرم کو ملاحظہ فرما
اور تحسین و آفرین پڑہو کہ ہمارے حضرت مجیب کو اگر کتاب اللہ کی خبر نہین تو چندان مضائقہ نہین
کہ معذور ہین لیکن اپنی مذہب کے روایات پر بہی تو مطلق نظر نہین شاباش ع این کار
از تو آید و مردان چنین کنند - اب لیجیے اوّل کتاب اللہ کی شہادت سنیئے - حق تعالی شانہ سورۂ
نور مین ارشاد فرماتا ہی - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا
عَلَىٰ أَهْلِهَا الخ یہہ آیت شریفہ صراحۃً مومنین کو اجازت دیتی ہی اور حکم کرتی ہے کہ دوسرونکی گہرومین باجازت
و استیناس داخل ہونیکا مضائقہ نہین ہے اور یہہ بزرگوار قطع نظر اسکی کہ اکابر صحابہ مین سے ہی
حضرت زہرا و حضرت امیر کے ساتہہ قرابات بہی رکہتے ہین تو انکی لیئے بالاولے اجازت دخول ہو گی
ظاہر ہی کہ حضرت زبیر رضی آپکی پہوپہی زاد بہائی تہی اور جب حضرت امیر بہی شریک مشورہ تہی تو ممکن نہین
کہ یہہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر مجیب لبیب مدعی ہین تو ممانعت ثابت فرماوین - اگر اس
سی تشفی نہو تو اور سنیئے حق تعالے شانہ مومنین کو اپنی نبی کے گہر مین باذن داخل ہونے کی اجازت
فرماتا ہے اور فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ
اور جبکہ خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے گہر مین داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہلبیت نبی
کی گہر مین داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور اعاظم

[1] ای ایمان والو مت جاؤ گہرون مین اپنے گہرون کے سوا جب تک نہ بول چال کرلو اور سلام دی لو
ان گہرون والون پر - ۱۲ [2] ای ایمان والو نبی کے گہرون مین مت جاؤ - مگر جو تمکو
اجازت ہو - ۱۲

سلمین سے ہین اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تو وہ ان ہی کی بعیت او تبعیت مین تہی
اور باجازت ومشورہ حضرت میں داخل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی وعقلی لازم نہ آئی اوسکے بعد
تو لے نے کچہ اہل سنت کی رشادت اور ولا وتمسک مین فرق وقصور آیا۔ لیکن اب حضرات
شیعہ کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتمس ہون کہ مجیب
لبیب واکابر شیعہ کے رشادت اور ولا وتمسک کا مشاہدہ فرماوین۔ اور دیکہین کہ ہمارے
مجیب لبیب کا پایہ انصاف دیانت کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بحار مجلسی کی روایت جو جلد عاشر بحار
الانوار مین مذکور ہے اوسکا ترجمہ مولانا حیدر علی نور اللہ ضریحہ نے ازالۃ الغین صفحہ ۱۲۷ مین
نقل کیا ہے سلیم حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابوبکر و عمر از امیر المومنین سوال کردند
کہ شفاعت نماید وایشانرا ہمراہ خود نزد فاطمہ زہرا ببرد ہر گاہ داخل شدند گفتند کہ ای دختر
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ حال داری فرمودند بحمد اللہ بخیر ہستم۔ الخ۔ یہہ حدیث
نص صریح ہے اس امر مین کہ شیخین رض حضرت زہرا کی پاس گہر مین داخل ہوئی دوسری روایت
اگرچہ طول طویل ہے لیکن ملتقطاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہون۔ پس آنحضرت بمارست
وجناب ولایت مآب در اوقات نمازہای پنجگانہ بمسجد میرفت وابوبکر وعمر پرسش حال سیدۃ النساء می نمودند
تا اینکہ بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہردو کس گفتند ای علی در میان ما و فاطمہ رنجشی کہ واقع
شدہ بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسب دانی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گناہ خود بیان نمائیم
فرمود شما درین باب اختیار دارید پس آن ہردو بر در دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شدند وآنجناب
اندرون دولت سرا رونق افزا گشت وفرمود کہ شیخین حاضر اند ومیخواہند کہ سلام نمایند
بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانۂ شماست ومن زوجۂ شما ام پس
ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقنعہ مطہرہ را بر سر کشید ورو بجانب دیوار گردانید
پس ہردو آمدند وگفتند کہ راضی شو از ما خدا راضی شود از تو۔ الخ
یہہ روایت بہی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حجرۂ زہرا

پاس گھر مین داخل ہوئی اور علی شیخ المشایخ کی روایت کا خلاصہ جو ازالۃ الغین مین مذکور ہی یہہ ہی
بلکہ اسمین یہی یہہ ہی اول حضرت سیدہ نے قسم کہائی کہ مین نہ اجازت دونگی اور نہ شیخین سے کلام
کرونگی بعد اوسکی بسفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی نواب صاحب لبیب کی خدمت مین
التماس ہی کہ اگر زبیر وغیرہ کا حضرت زہرا کے گہر مین آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کی نزدیک اعاظم اہل اسلام
اور عشرہ مبشرہ مین سی ہین اور نہین بلکہ بیدینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کی حضرت
شیخین کے حضرت سیدہ کی پاس گہر مین داخل ہونی کی نسبت باوجودیکہ حضرات شیعہ شیخین کے جناب
مین کونسی برائی اور گستاخی ہی جو نہین کرتے حضرت صاحب منصف راویان ان روایات کی حق مین کونسا
بیدینی کا مرتبہ ثابت فرماینگے اور کس درجہ بیدین انکو ٹھہرادینگے - اور کچہہ ان روایات پر منحصر نہین حضرات شیعہ تو
معاذ اللہ حضرت سیدہ کی مجمع فساق و اہل نفاق و شقاق مین جانے بلکہ انمین سی ہر ایک کی دربدر پہرنے کی
روایت کرتے ہین الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آیا ہون دو چار ورق اولٹ کر دیکھہ لیجیی اور دیکھیی انصاف
سی فرمایئی کہ یہہ روایت جو ازالۃ الخفا سے نقل فرمائی ہی بیدینی ہی یا یہہ روایات جو حضرات شیعہ نے
روایت فرمائی ہین اگر آپنے اس روایت کو بنظر انصاف بیدینی فرمایا ہی تو انشاء اللہ تعالے ان روایات کو
جو آپکی اکابر علما نے نقل فرمائی ہین بعد ملاحظہ شرط انصاف و عدم عصبیت و حمیت اہلیہ بدرجہ اولیٰ بیدینی کی ساتھہ
تعبیر فرماینگے ہم تو کچہہ عرض نہین کر سکتے آپ اپنی انصاف سی جو چاہین فرمائین اور اگر روایات گذشتہ کا
دیکھنا گران بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالے میری تتبع قاصر مین اور بہی روایات ہین بخوف طوالت
صرف استبصار سے جو اسوقت میری سامنی موجود ہی ایک روایت نقل کرتا ہون - باب صلاۃ علی الجنازہ
معہا امراۃ مین روایت ہی علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی نجران و سندی بن محمد و محمد
ابن الولید جمیعا عن عاصم بن حمید عن یزید بن خلیفۃ[1] قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فسالہ
رجل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنازہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ[2]

---

[1] ۔ یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ مین امام ابو عبد اللہ کے پاس تہا کہ اہل قم مین کے ایک شخص نے آپ سی سوال کیا
ای ابو عبد اللہ کیا عورتین بہی جنازہ کی نماز پڑہین ، امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ[2] نے - ۱۲ -

کان یماهد دم المغیرة بن ابی العاص وحدث حدیثا طویلا وان زینب بنت النبی صلی الله
علیه وآله توفیت وان فاطمة خرجت فی نسائها فصلت علی اختها یہہ روایت حضرت سیدہ کی گہر سے
نکلنی پر دلالت کرتی ہی اور واضح ہو کہ یہہ نکلنا دوسری روایات استبصار سے ہی ناجائز قرار پایا ہی۔ عنہ
عن العباس بن عامر عن ابی المغرا عن سماعة عن ابی بصیر عن ابی عبد الله ع قال لیس ینبغی للمرأة
الشابة ان تخرج الی الجنازة تصلی علیها الا ان تکون امرأة قد دخلت فی السن۔ علی بن فضال عن
محمد بن علی عن محمد بن یحیی عن غیاث بن ابراهیم عن ابی عبد الله ع قال صلوة علی جنازة تمها
امرأة۔ علاوہ ازین وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابنتہ المعصوم ام کلثوم کی نسبت روایت کی ہی
کمال دینداری پر مبنی ہی وہ نہایت حیا اور دینداری سے اول فرج غصبت منا ام کلثوم کے اونکی نسبت روایت
فرماتے ہین فی الواقع اہل سنت سے یہہ ہرگز ممکن نہین کہ ادنی مولوی سنی کی دختر کی نسبت ایسی فحش
اور بازاری باتین کہین چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب مین حاشا وکلا یہہ حضرات شیعہ ہی کی کمال شادت
اور نہایت ولا و تمسک و محبت اہل بیت طاہرین ہی کہ اونکی آڑ مین جو چاہتی ہین فرماتے ہین خدا سے
ڈرتے ہین نہ رسول سے شرم کرتے ہین خدا کی لئی ذرا انصاف کی آنکھین کھولکر فرمائین کہ کوئی ادنی مجتہد یا
مولوی شیعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی شیعہ اونکی شاگردونسے یا اونکی دوستون سے ہو ایسی کلمات جو آج
آپکی بزرگ اہلبیت کی دشمنون کے جناب مین کہہ بیٹہ سکتا ہی لا واللہ ثم لا واللہ حضرت سیدہ کا ایسی جمع
مین تشریف لیجانا روایت کرنے کو رشادت اور ولا و تمسک سے تعبیر کرون یا آپکی دربدر پہرنے کو شادت
اور ولا و تمسک کہون یا آپکے پاس ایسی لوگونکی آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس فحش بیانی کو عترت طاہرہ
کی نسبت رشادت اور ولا و تمسک قرار دون ایک ہو تو عرض کرون ع دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا
انا لله وانا الیه راجعون ۔ مگر غالبًا یہہ دلسوزی محض بمنزلہ اہلسنت اس بنا پر ہی کہ حضرت سیدہ سلام الله
علیہا اہلبیت مین معدود و محسوب ہون اور حضرت کا داخل اہلبیت ہونا غالبًا اسی روز سیاہ کی لئی تسلیم

١ محمد الله کر جبکہ خون مباح کر دیا تہا مغیرہ بن ابی العاص کا اور طویل قصہ بیان فرمایا اور کہا کہ جب حضرت کی صاحبزادی
اور وفات پائی اور حضرت فاطمہ عورتون کی ساتھ نکلیں اور اپنی بہن کے جنازہ کے نماز پڑہی ۱۲ ٢ امام ابو عبد الله سے مروی ہی کہ جوان
عورت کو شایستہ نہیں کہ جنازہ کی لئی نکلے مگر یہہ کہ سن رسیدہ عورت ہو ۱۲ ٣ امام ابو عبد الله سے مروی ہی کہ جنازہ کی تمام عورت جو ادس پر نماز پڑہی پایا ۱۲

کیا گیا ہی ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافی شارح کافی کلینی و صاحب کنز العرفان دیکہا جاوی جسکی عبارت ہم اوپر نقل کر آئی ہین تو اس تطویل کے کچہہ حاجت نہین اور ان توجیہات کی کچہہ ضرورت نہین کیونکہ جب حضرت سیدہ کا اہلبیت مین معدود ہونا محتمل حصر کو ہی بلکہ اگر اہل بیت ہین معدود ہین تو مجازاً اور فی الحقیقت اہلبیت مین شامل نہین تو بس قصہ ہی طی ہو چکا آپ کس موہنہ سی بے ادبی اور بے دینی کا اعتراض فرماینگی کیونکہ یہہ سب قصہ تو اسلیئی بنا رکہا تہا کہ آل البیت مین شمار کیجاتے تہین سو آپکی صاحب شافی اور صاحب کنز العرفان نے ایک کرشمہ مین سارا عقدہ ہی حل کر دیا واقع مین یہہ کتابین اسم بامسمی ہین **قولہ** اس عبارت ادلہ التحفا ہی وہ راستی و صدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہی کہ حضرت زہرا ہم از بن نشست و برخاست انہا مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہی جناب امیر کی نشست و برخاست سے جناب زہرا معاذ اللہ ضرور مکدر و ناخوش ہوہی ہونگی ۔ **اقول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و راستی نقل روایت مثل نور روشن ظاہر و باہر ہی لیکن اسکا کیا علاج کہ آپنے شاید قسم کہا رکہی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کو ہرگز فہم تک رسائی ندین گے ۔ پہر آپ کیا کچہہ حق الیقین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچہہ زعم ہے لیکن آپ بہی مجبور ہین آپ کیا کرین جیسا کچہہ صاحب نزہہ و تشیید وغیرہ نے غلط صحیح فرما دیا آپنے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا نکرین تو کیا کرین حضرت میر صاحب گستاخی معاف کیجئے از بن نشست و برخاست انہا کیجا نشست و برخاست جناب امیر اگر زیادہ نہین تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجہہ لیجیئے کہ مجموع من حیث المجموع کا حکم افراد من حیث الافراد کی حکم سے مباین اور مغائر ہوا کرتا ہے اسکی صدہا مثالین عالم مین موجود ہین اگر ایک پتہر کو ہزار آدمی اوٹہا سکتے ہین تو ہر ایک ہرگز نہین اوٹہا سکتا اور اگر ایک رسی بہت سی بالون سے بنی ہوئی سے ہاتہی کو باندہ سکتی ہین تو ایک بال سے ہاتہی نہین بندہ سکتا علاوہ ازین جو حکم کسی قید خاص کے ساتہہ مقید ہو اوسکو محض اپنی غلط خیال سے مطلق سمجہہ کر معترضانہ مخالف اکے مقابل ہونا کسقدر خلاف عقل اور نا انصافی ہی یہہ حضرات یہہ خیال نہین فرماتے کہ وہ قید جسکی ساتہہ یہہ حکم مقید ہو رہا ہی ۔ وہ علت مدار حکم ہے گویا فی الحقیقت حکم اوس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہی دائر اور وارد ہو رہا ہی لیکن

چونکہ عموماً حیثیات و اوصاف توابع ہوتی ہین اور بیدون وجود موصوفات کی وجود خارجی سے معرا ہوتے
ہین اونہی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہی لیکن اس کی یہ سمجھنا کہ ذوات موصوفات کے
مثل محکوم علیہا ہی مطلب ایسا توجیہ اہلان کی ہی بعید ہی پس اس اعتراض سے حضرت مجیب لبیب اور انکے
لون بزرگوارونکی جنہون نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کیے ہین کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق
واضح ہوتے ہین مہندا حضرت مجیب کا ناخوشی کمدر حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ اسقدر
استنکاف محض اپنے اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تصریح علما
اہالیان قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (دروغ برگردن راوی) جنین بیدہ کشین تلطخ نجاست
سے تشبیہ دینا اور خائنین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کونسی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہو اور خاکر
اس معاملہ مین قرائن صاف طور پر دال ہین کہ جناب سیدہ اس نشست و برخاست سے مکدر نہ ہوئی
تہین۔ قرینہ اول یہہ ہی کہ بعد تہدید حضرت عمر کے حضرت سیدہ نے مہاجرین و انصار مین سے
کسیکے دروازہ پر جاکر شکایت نہین فرمائی کہ لوگو عمر میرا گہر جلانا چاہتا ہے تعجب ہی کہ چند درخت
خرما کیلیے تو (معاذ اللہ دروغ برگردن راوی) یون مجمع مہاجرین و انصار مین فریاد و فغان
فرماوین اور اتنے بڑے امر کو سنکر اسطرح خاموش ہوکر بیٹھ رہین دوسرے عمر سے سنکر آپ نے انکو
بطور اتمام حجت کے بہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہہ ہی منشا تہا تیسرے یہہ
کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہہ ہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائے آپ سوچو اور میرے پاس نہ آؤ صریح معلوم
ہوتا ہے کہ آپکا یہہ ہی مدعا تہا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دہمکی کے پردہ مین ظاہر فرمایا اور بوجہ کمال حیا
کے آپ اسکو بے پردہ نہین فرماتے تہین پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ بنظر انصاف
ملاحظہ فرماوین اگرچہ انصاف کی امید تو نہین **قولہ** اس تناقض سے جو صاحب تحفہ کی عبارت
مین واقع ہی بخوف طوالت اغماض کرکے حضرت مجیب کے اقوال آتیہ کا جواب لکہتے ہین **اقول**
یہانتک مجیب لبیب نے جسقدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہین کیا انہین حضرت کا فہم و علم
و انصاف و تحقیق حق واضح ہوچکا اگر بیان بہی کچھ فرماتے تو بجز اسکے اور سبب تہا کہ ایک

دینے غلطی کا اور رنگ جاتا لیکن معلوم ہوتا ہی کہ اپنی ہی لمین کچھہ سمجھکر ہی جھکی ہو رہی ہم اتنی ہی انصاف
کی شکر گذار ہین گو تناقض کا ہونا اور بوجہ طوالت اغماض کرنا بہ بدیہی بیان فرماتے ہین **قال الفاضل
المجیب** (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر اور اقوال عترت بیشمار انکی مدائح مین وارد
ہین۔ (اقول) کیون حضرت شروع مین خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد مین فقط لفظ
صحابہ لکھکر کتاب اللہ سے انکی فضائل کا مدعی ہونا ہمکو کیا کہتے ہین ہم تو بپاس ادب کچھہ کہہ نہین سکتے مگر یہہ
منصف ہین آپ ہی ارشاد فرمائین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** سبحان اللہ
ہمارے مجیب لبیب عبارت کو دیکھتے ہین نہ مطلب سمجھتے ہین اور اعتراض فرما دیتے ہین۔ ای حضرت
بندہ کی عبارت کو تو دیکھیے کہ کیا عرض کیا گیا ہی پہر اعتراض فرمائیے اب مین اپنی عبارت نقل کرتا ہون
اہل انصاف ملاحظہ فرمائین اور دیکہین کہ اوسپر اعتراض ہمارے مجیب کا بجا ہی یا بیجا (لیکن منجملہ
معظم اختلاف کا یہہ ہی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے علی الخصوص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم
کو اہلسنت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلی و افضل اور ایمان مین اثبت و اکمل اعتقاد کرتے ہین چنانچہ کتاب اللہ
فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بیشمار انکی مدائح مین وارد ہین) یہہ عبارت ہی جسپر مجیب لبیب
معترض ہین اور ناز کرکے فرماتے ہین کہ ہم بپاس ادب کچھہ نہین کہہ سکتے۔ حضرت مجیب کا یہہ فرمانا
کہ شروع مین خلفاء ثلثہ رض کو لکھنا اگر اس سے مراد یہہ ہی کہ صرف خلفاء ثلثہ رض کو لکھا اور عموماً
صحابہ کا ذکر نہین کیا تو محض غلط ہی شروع مین عموماً صحابہ کی افضلیت کو ذکر کیا گیا ہی اور بعد اسکے
ثانیاً بطور تخصیص بعد تعمیم خلفاء ثلثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا ہے اور اگر حصر مراد نہین ہی تو صحیح ہی
لیکن مفید نہین بلکہ اعتراض مہمل ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ متردد و مشکک ہین تو کیا آپ
ایسے مناظرہ والے اتنا ہی نہین جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہی علاوہ
بریں اگر بالفرض شروع مین صحابہ کرام کا ذکر نہوتا اور صرف خلفاء ثلثہ رض کا ہی ذکر ہوتا اور بعد
اسکے لفظ صحابہ لکھکر کتاب اللہ سے انکی فضائل کا دعوی کیا جاتا تاہم کچھہ حرج نہین تھا
ونہ حسب اصول اہلسنت کوئی اعتراض تھا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور ہجرت اور

انصار وغیرہ کی بیان کی گئی خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم اوسمین فرد کامل ہین تو اونکی فضائل اون
بالاولی ثابت ہونگی مثلاً جناب امیر کا ذکر کرکے اگر فضائل اہل بیت کا دعوی کیا جاوی تو کیا
یہہ خیال ہو سکتا ہی کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت نہو گی حاشا وکلا بلکہ بالاولی آپکے
فضائل ثابت ہونگی ۔ ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہین کسی اہل انصاف سے پوچھیے وہی
آپکو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراض محض بے سمجھی اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قولہ** پہلے عرض
ہو چکا ہی کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہین مطلق صحابہ کی فضیلت مین گفتگو ہی جیسا کہ
قرآن شریف سے فضائل ثابت ہین ایسی ہی ذمائم و رذائل بھی ثابت ہین چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت
لکھی گئی ۔ **اقول** ہمین یہہ ہی عرض کیا جا چکا ہی کہ حسب نصوص اکابر قوم صحابہ کرام کا
وجود عنقا صفت محض فرضی اور ادعائی ہے پس آپکا یہہ فرمانا صرف بوجہ اغماض تصریحات اپنی
علماء کی ہی اور اگر آپ مدعی ہین تو بسم اللہ ہمین میدان ہین چوگان ہین گو ۔ تشریف لائیے اور اپنی
اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتی ہین کتاب اللہ سے اونکا کرام ہونا ثابت فرمائیے ۔ جبکہ صحابہ کی قرآن
شریف سے فضائل بھی ثابت ہین اور رذائل بھی ثابت ہین تو کیا خداوند تعالے کو معاذ اللہ سہو واقع
ہوا تھا یا بداء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن نے
اضافہ کردیے اور اگر یہہ غرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کی ذمائم اور رذائل مذکور ہین تو برائے خدا
ذرا تعیین تو کیجیے اور اپنی مقبولین کو غیر مقبولین سے تمیز تو دیجیے حق یہہ ہی کہ قرآن شریف
مین حق تعالی شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مدارج دنیوی واخروی بیان فرمائے اور نہ خداوند
تعالی ہولا اوسکو بداء واقع ہوا اور نہ کسی نے قرآن مین کمی بیشی کی اور خداوند تعالی نے اونکی معاصی
مغفرت کا وعدہ فرمایا جو اونکی گناہ ہین وہ معفو اور جسقدر معاصی ہین وہ مغفور ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تہی اوسکی نسبت بہی ظاہر کر دیا
گیا کہ جس دعوی کے ثبوت مین یہہ نمونہ پیش کیا تھا وے بحقیقت اوسکی نمونہ نہین بلکہ حضرت کے علم
وفہم و انصاف وتحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہی **قولہ** قرآن خلفاء ثلثہ کی شان مین

اقول جیساکہ آپ خصوصیت کی ساتھہ انکی فضلیت کے مدعی ومعتقد ہین ایک ہی آیت لکھی اسمین بھی محبت لسبب ہی کو انشاء اللہ تعالے زیادہ دقت پیش آئیگی۔ حضرت بھی تو خصوصیت کی ساتھہ جناب امیر کی افضلیت کی مدعی ومعتقد ہین بلکہ رسل اولو العزم سے بھی افضل سمجھتے ہین چنانچہ سابقاً ثابت کرچکا ہون تو آپ اسکی ثبوت کے لیئے ایک ہی آیت تحریر فرما دیجیئے اور اگر آپ ہم سے اول اسکی طالب ہین تو لیجئے ہم ہی گذارش کرتے ہین لیکن یاد رہے کہ اسیطرح اپنی دعوی کا بھی ثبوت موافق اپنے اصول کے دینا ہوگا۔ اب سنیئے کہ سورہ نور مین خداوند تعالی شانہ فرماتا ہے۔ ولا یاتل[۵۱] اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ باتفاق اہلسنت وشیعہ یہہ آیت شریفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شان مین نازل ہوئی کہ آپنے قصہ افک مین مسطح بن اثاثہ کو بوجہ اسکی کہ اوس سے بھی ہمین کچھہ شرکت وگفتگو پائی گئی تھی انفاق ترک فرما دیا تھا یہہ آیت نصاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضیلت کو ثابت کرتی ہے۔ دوسرے سورہ واللیل مین حق تعالی نی ارشاد فرمایا۔ وسیجنبہا[۵۲] الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی یہہ آیت بھی حضرت ابوبکر رضی کے شان مین نازل ہوئی تفسیر مجمع البیان مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہے لکھا ہے۔ وعن ابن الزبیر[۵۳] قال ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشتری المالیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن فہیرۃ وغیرہما فاعتقہم والاولی ان یکون الآیات محمولۃ علی عمومہا فی کل من یعطی حق اللہ من مالہ وکل من یمنع حقہ سبحانہ اور دوسری جگہ ارشاد ہے[۵۴] ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تو جب ابوبکر اتقی ہوئی تو عند اللہ اکرم وافضل بھی ہوئیگی۔ والذی[۵۵] جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون تفسیر مجمع البیان مین ہے[۵۶] قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابوبکر۔ ظاہر ہے کہ اسجگہ حضرت ابوبکر رض کے

---

[۵۱] اور قسم نہ کھاوین بڑائی والی تم مین اور کشایش والی اسپر کہ دیوین ناطے والونکو اور محتاجون کو اور وطن چھوڑنے والونکو اللہ کے راہ مین اور چاہیی معاف کرین اور درگذر کرین کیا تم نہین چاہتی کہ اللہ تمکو معاف کری اور اللہ بخشنی والا ہے مہربان ۱۲ [۵۲] اور بچا دیگی اوس سے بڑا پرہیزگار کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنیکو ۱۲ [۵۳] ابن الزبیر سے مروی ہے کہ یہہ آیت ابوبکر کے شان مین نازل ہوئی کیونکہ اونہونے وہ غلام جو مسلمان ہوگئی تھی مثل بلال اور عامر بن فہیرہ کی خرید کر آزاد کئے تھی اور اولے یہہ ہی کہ آیات اپنی عموم پر ہر ایک اوس شخص کی حق مین جو خدا کے راہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہے اور جو خدا کے حق کو ادا نہین کرتا محمول ہے ۱۲ [۵۴] بیشک خدا کی نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم مین زیادہ پرہیزگار ہے [۵۵] جو سچ لایا اور جسنی اسکی تصدیق کی وہی پرہیزگار ہین ۱۲ [۵۶] کہتے ہین جو سچ لیکر آیا رسول ہین اور جسنے تصدیق کی ابوبکر ہین ۱۲

تخصیص کے بجز اسکی اور کوئی وجہ نہین کہ آپ اس باب مین فرد کامل ٹھہرا سے سبب سے آپکا لقب
صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے بھی بیان فرمایا - علاوہ اسکی آیت اشداء علی الکفار - خاص
خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہی اور اسکا مصداق جنگ بدر کے قصہ مین درباب اسیران بدر حضرات
شیعہ نے بھی تسلیم کر لیا ہی علاوہ ان سب کے آیت استخلاف واضح طور پر خلفا رضی اللہ عنہم کے
افضلیت کو ثابت کر رہی ہی علاوہ ان کے اور بہت سی آیتین پیشتر گذارش کر چکا ہون براے
خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرماوین قرآن کے تحریف کے درپے نہون آئندہ آپکو اختیار ہی
قولہ اقوال عترت جو بیشمار تحریر فرماتے مین معلوم نہین کہ اس سے آپکی کیا مراد ہی اگر مقبولہ خود
مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہین - **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہون تاہم مطلقاً
یہہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہین آپکا اپنے بزرگون کے اقوال کی ناواقفیت کی دلیل ہی بیشک عدم
حجت اسوقت ہی جبکہ غیر مسلمہ خصم ہون اور جبکہ خصم انکو تسلیم کرتے ہون تو اگرچہ مقبولہ خود ہون
خصم پر حجت ہونگی اب سنیی علامہ عبد الرزاق لاہجی نے گوہر مراد مین صحت روایات اہل سنت کی
تصریح فرمائی ہی وہ تحریر فرماتے مین کہ اہل انصاف در فرقہ سنیان محدثین ایشانند کہ ہرچہ از پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ باایشان رسیدہ بے کم وکاست روایت می نمایند انتہی ملخصاً عن الازعام - پس جبکہ خصم نے
صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اوسپر حجت نہون - **قولہ** اور اگر متفق علیہ مراد ہی
تو سب سی جہان مین آپکے بعد آپکی علماء نے ہماری کتابون سی برعم خود کل دو قول نقل کیے ہین جیسا کہ
آیات بینات والے اپنی رسالہ مین لکھتے مین ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آپکا انکو
اقوال بیشمار لکھنا مبالغہ شاعرانہ ہی - **اقول** حضرت میر صاحب اب آنکھین کہولکر دیکھیی کہ بحول
اللہ تعالے علماء اہل سنت نے کیا سمجھہ کیا باوجودیکہ آپکی علماء نے اپنی تمام عمر اخفاء محامد و فضائل
صحابہ اور بحث مثالب و مطاعن مین صرف کردی تو ایسی حالت مین ایسی ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے
فضائل پر دلالت کری عجائبات قدرت الہی سے ہی جیسا خوارج کی کتابون مین فضائل و محامد
حضرت امیر رضی اللہ کا پایا جانا نہایت مستبعد اور کرامت جناب امیر سے ہے چہ جائیکہ حسب اعتراف سامی تو

[illegible]

قول ہا ئی جاوین ائمہ کا ایک حکم بھی واجب التسلیم ہے اور جب نو مرتبہ ایک حکم فرماوین تو افسوس
کہ علماء شیعہ اوسمین اونکی تکذیب فرماوین اور اون اقوال کی تحریف کرین باانیہمہ یہہ تعداد حسب
اعتراف مجیب لبیب ہے ورنہ فی الحقیقت اقوال بیشمار شیعہ کی کتب سے نکل سکتی ہین چنانچہ اس عاجز نے
ابحاث سابقہ مین ایک موقع پر (۲۳) اقوال نقل کیے جو صحابہ کی فضائل پر عموماً یا خصوصاً دلالت کرتے ہین
حالانکہ کتب موجودہ کا بھی پوری طرح سے بوجہ قلت فراغ تتبع نہین ہوسکا اگر سا ان کتب کا فی
موجود ہو اور فراغت ہو اور حسب طریقہ علماء شیعہ انجمن کے طور پر اس کام کو اہلسنت بھی کرین۔ تو
اوسوقت حضرت مجیب کو معلوم ہو۔ اسوقت ایک حدیث طویل کافی کے ذہن مین ہے لیکن خوف
تطویل اجازت نہین دیتی لیکن مختصراً حوالہ دیتا ہون کہ فروع کافی کے باب من یجب علیہ الجہاد ومن[1]
لا یجب مین علی بن ابراہیم عن ابیہ عن بکیر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمر الزبیری
عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ ھو لقوم لا یحل الا لہم الخ
روایت ہے اوسکو ملاحظہ فرمایئے اور غور کیجیے کہ کسطرح خلفاء ثلثہ رضکے استحقاق امامت کو ثابت کرتی ہے
اور مہاجرین کی رفاقت کو حضرت صلعم کے ساتھہ واضح کرتے ہے اور یہہ کہ ان حضرات نے باجازت
خداوند تعالی کسری و قیصر پر جہاد کیا اور کفار پر شدید اور مسلمانون پر رحیم تھے اور یہانتک خلوص دل سے
عبادت خداوند تعالی کی کرتے تھے کہ حق تعالے نے ان کی تعریف توریت و انجیل مین بہی نازل فرمائی۔ غرض
اس حدیث سے صلاح حال و مآل خلفاء رضی اللہ عنہم ثابت ہوئی چنانچہ مفصل یہہ روایت عنقریب
ثبوت خلافت مین ہم بیان کرین گے اور علی ہذ القیاس روایت غوالی اللآلی ابن جمہور و دیگر مفسرین امامیہ کے
اسیران بدر کے معاملہ مین جب حضرت صلعم نے مشورہ فرمایا تو ابوبکر صدیق رضنے اخذ فدیہ کا مشورہ دیا اور عمر فاروق رض
نے قتل کی رائے دی تو آپنے فرمایا مثلک یا ابابکر[2] مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی

---

[1] یہہ تمام روایت اور اسکا ترجمہ بحث اثبات خلافت مین مذکور ہے۔ [2] اے ابوبکر تیری کہاوت ابراہیم کے ہے کہ اونہی نے کہا
جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشش والا مہربان ہے اور اے عمر تیری
مثل نوح کی ہے جبکہ اونہی کہا اے پروردگار نہ چھوڑ زمین پر کوئی کافر بستی والا۔ ۱۲

فلک غفور رحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من
الکافرین دیارا۔ اسجگہ عبارت فخر رازی امامیہ کی منتہی الکلام سے نقل کرتا ہون۔ روایت است کہ در روز بدر
ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از آن جملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ در باب ایشان با صحابہ
مشورہ فرمود ابوبکر گفت کہ اکابر و اصاغر این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدای
بدہند باشد کہ روزی بدولت ہدایت برسند و حالا عدد و مدد مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ
ایشان تکذیب کردند ترا و بیرون کردند ایشان ائمہ کفر اند ہمہ را بفرما تا گردن زنند و تمکین از ایشان فدا را
عقیل یعنی بسپار و عباس را بحمزہ و فلان را بمن تا گردن زنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ حق
سبحانہ و تعالی دلہائی مردم را گاہ است کہ نرم میسازد بمرتبہ کہ نرم تر از شیر است و دیگر دلہا میباشد کہ
سخت تر از سنگ مثل تو ای ابابکر ہمان مثل ابراہیم علیہ السلام ست کہ گفت فمن تبعنی فانہ منی و
من عصانی فانک غفور و مثل تو ای عمر ہمچو مثل نوح است وقتیکہ گفت رب لا تذر علی الارض من الکافرین
دیارا۔ و این دو حالت کہ نرمی و سختی است کہ از انبیاء صادر میشود بحسب مقام و مقتضاء وقت خوب است
چہ بعضی از کفار ہستند کہ بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نہ از اعقاب ایشان اینجا
استعمال مناسبت دل سختی را اگر بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب را
اگر خواہید بکشید و اگر خواہید بستانید ایشان فدیت را اختیار کردند۔ پس جناب مجیب کا لفظ مثیار کو
مبالغہ شاعرانہ سمجھنا محض بوجہ ناواقفیت اپنی کتب کے ہی وبس **قولہ** معہذا خلفاء ثلثہ کے
شائین ان قومین سے بھی بعض ہین۔ ۲ **اقول** حضرت مجیب نے یاد ان اقوال کو جو عموماً مناقب
صحابہ کرام مین وارد ہوئی ہین بوجہ کمال دین و دیانت عمداً مستثنی خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم
کی شان مین نہین سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہین حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ جو قول عموماً صحابہ کی
منقبت پر دلالت کریگا خلفاء ثلثہ رض بالاولی اسمین شامل اور اسکی مصداق ہونگی۔ **قال
الفاضل المجیب**۔ قولہ۔ اور شیعہ انکو خلاف ثقلین بدتر از کفار و منافقین جانتے
ہین (نعوذ باللہ من ذلک) اقول۔ انکی اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہین - یہہ محض افترا ہی حاشا وکلا کہ شیعہ کا یہہ اعتقاد ہو **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** جناب مجیب کے اس جرأت کو آفرین اور اس ہمت پر شاباش نہ اپنی کتابین دیکھین نہ اپنے علماء کی شہادتین سنین بیچارے صحابہ کس گنتی مین ہین آپکے بزرگوارون نے تو انبیاء و ائمہ کو بہی کفر و خیانت سے نہ چھوڑا اور صحابہ مین سے تو فسق و کفر و نفاق و ارتداد سے شاید ہی کوئی بچا ہو تو شاید کرام کی تسلیم علی سبیل الفرض ہو گی پس اہلسنت کا افترا کہنا طرفہ تماشا ہے - یہہ وصف تو گستاخی معاف جناب کی ہے انکا بہ مین پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افترا کرتے تہے بہتان باندہتے تہی جہوٹی روایتین بنا کر انکی طرف سے شائع کرتے تہی اور حضرت کی کتابون مین یہہ بہی موجود ہے - الشیعۃ کانوا یکذبون علی الائمۃ وھم قد نالوا منھم علی ما ذکرہ الکلینی فی الکافی عن ذو الفقار بالنہمہ اگر شیعہ کا یہہ اعتقاد نہین ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتے ہین اور اپنے بزرگوارون کی جنہون نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہین تو مرحبا بالوفاق وحبذا الاتفاق - **قولہ** ہان جنکا نفاق انکے نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت بہی اسکی مساعدت کرتے ہین انکو ہم بہی ایسا سمجھتے ہین کہ کل کو ایسی گول مول بات لکھنی اور سبکو خلط ملط کرنا انصاف سے بعید ہے **اقول** وہ منافقین کہ جنکا نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اہلسنت کے نزدیک ہرگز عداد صحابہ مین معدود نہین اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے واسطے ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا و کلا کہ اہلسنت کی روایتین نفاق صحابہ کی مساعدت کرتی ہون لیکن ہان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہین پس حقیقت مین خلط ملط آپکے بزرگان دین نے اپنی روایات مین فرمارکہا ہے نہ ہمنے - **قولہ** یہہ کب ممکن ہے کہ شیعہ خلاف ثقلین کسی امر مین حضرات اہلسنت سے اسی امر مین تو مخالفت و جہگڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہہ محض تمہارا اور آپکے بزرگون کا زبانی دعوی ہے تشیع کو اور اتباع ثقلین کو کیا علاقہ شیعیت تو اتباع ہشام بن الحکم اور ہشام بن سالم اور میثمی اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجارود اور ابو بصیر

ل شیعہ ائمہ پر جہوٹی باتین تہوپتے تہی - اور امام شیعون سے اذیت پاتے تہی -

وغیرہ کے دین کا اتباع ہی آپ تبدیات کو چھوڑیئے اور اپنی کتابون سے اس امر کی تحقیق فرمائیے اگر انصاف سے دیکھیئے گا تو معلوم ہوجائیگا کہ یہہ طریقہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگون کا ایجاد و اختراع ہے کہ ہمیشہ تراش خراش کر اور بنا بنا کر ائمہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھے اور ائمہ انکی تکذیب فرماتے تھے کسی پر لعنت فرماتے تھے کسیکو شر من الیہود والنصاریٰ فرماتے تھے پس جو طریقہ ایسے بزرگوارون کے توسط سے لیا جائیگا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہین ہوگا تعجب یہہ ہے کہ شیعہ نے ان حضرات کی درایات و روایات کو مطاعن صحابہ مقدمہ امامت مین تو پیشوا قرار دے رکھا ہے کیا وجہ ہے کہ الٰہیات مین انکی روایات و درایات کو قبول نکیا چونکہ ان حضرات کا کسیقدر حال صفحات سابق مین بھی بیان کرچکا ہون اسلیئے اس موقع پر اسی قدر قلیل پر اکتفا کرکے حضرات شیعہ نے جو خلاف ثقلین اپنے اصول و فروع مین کیا ہے اوسکو نقل کرتا ہون۔ (۱) وجوب معرفت خدا تعالیٰ عقلاً ہے حالانکہ یہہ ثقلین کے مخالف ہے کتاب اللہ ۔ ان الحکم الا للہ[1] لا الہ الحکم۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید عترت روی الکلینی عن ابی عبد اللہ انہ قال لیس للہ علی خلقہ ان یعرفوہ و للخلق علی اللہ ان یعرفھم[2] (۲) اکابر شیعہ مثل زرارہ بن اعین اور بکیر بن اعین اور سلیمان بن جعفری اور محمد بن مسلم کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ ازل مین نہ عالم تہا نہ سمیع نہ بصیر اور یہہ صریح مخالف ثقلین ہے (۳) اتباع صاحب الطاق اور بعض اثنا عشریہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ بعض اشیاء کو قبل وجود نہین جانتا چنانچہ شیخ مقداد صاحب کنز العرفان اسکا قائل ہے کہ جزئیات سے قبل وجود خدا تعالیٰ جاہل ہے اور یہہ بالکل خلاف ثقلین ہے (۴) ابو جعفر طوسی اور شریف مرتضیٰ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ عین معدوم شدہ پر قادر نہین یہہ کسطرح موافق ثقلین ہے (۵) شیعہ اعتقاد کرتے ہین کہ کلام اللہ مین صحابہ نے تحریف کی اور یہہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ و عترت کے ہے (۶) کہتے ہین کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بداء واقع ہوتا ہے اور یہہ صریح مخالف ثقلین ہے (۷) اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا تعالیٰ غیر شیعہ کے ضلالت و گمراہی پر راضی ہے اور یہہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہین

عقائد شیعہ جو اصول و فروع مین ثقلین کے خلاف ہین

---

[1] نہین ہے حکم کسیکو سوا اللہ تعالیٰ کے۔ خبر دار اوسکی ہی حکم ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے سادہ جو قصد کرتا ہے حکم کرتا ہے۔ [2] امام جعفر صادق سے مروی ہے انہون نے فرمایا کہ اللہ کے لیئے مخلوق پر لازم نہین ہے کہ وہ اسکو پہچانے اور مخلوق کے لیئے خدا پر واجب ہے کہ وہ انکو پہچنوائے۔۱۲

(۹) اعتقاد خداتعالے محکوم عقل کا ہی اور بحکم عقل بہت سی چیزین خداتعالی پر واجب ہین
رکھتی ہین کہ بندے بلکہ تمام طیور وبہائم وحیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہین اور خداتعالے کو انکے
افعال ہین کچھ دخل نہین اور یہہ عقیدہ مخالف ثقلین کے ہی (۱۰) اعتقاد رکھتی ہین کہ ائمہ تمام
انبیا اور رسل سے عنداللہ افضل ہین. مگر رسول اللہ صلی اللہ سے اور یہہ عقیدہ ثقلین کے مخالف ہی-
(۱۱) اعتقاد رکھتی ہین کہ انبیا اور ملائکہ کی پیدائیش بطفیل حضرت علی کے ہی اگر حق تعالے حضرت
علی کو پیدا نکرتا تو انبیا اور ملائکہ اور جنت کو پیدا نکرتا اور یہہ مخالف عقل ونقل ہے (۱۲) اعتقاد
رکھتی ہین کہ خداتعالے نے انبیا سی اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور انکی اطاعت کا میثاق لیا-
(۱۳) اعتقاد رکھتی ہین کہ انبیا ائمہ کے انوار سے اقتباس کرتے تہی (۱۴) اعتقاد رکھتی ہین
کہ قیامت مین تمام انبیا حضرت علی کے محتاج ہونگی- (۱۵) اکابر امامیہ انبیا سے صدور کفر و
ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہین - (۱۶) کہتے ہین کہ جبکہ خداوندتعالے نے انبیا سی میثاق
لیا تو حضرت آدمؑ نے انکار کردیا (۱۷) کہتی ہین کہ بعض رسل نے رسالت سی عذر کیا اور استعفا دیا-
(۱۸) کہتی ہین کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کیوجہ سی وحی کو رد کیا اور تبلیغ
احکام سے تقاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتی ہین کہ ائمہ اور انکی اعدا قبل قیامت زندہ کیے جاینگی جسکو
رجعت سی تعبیر کرتے ہین - (۲۰) اعتقاد رکھتی ہین کہ امامیہ مین سے کسیکو معصیت صغیرہ وکبیرہ
پر عذاب نہوگا (۲۱) مذی اور ودی اور آب استنجا کو پاک قرار دیتی ہین (۲۲) شراب کو ابن عقیل
وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہی (۲۳) کہتی ہین کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز مین بغل مین لیوہی
یہانتک کہ فرش و نشار رہو اور سر ذکر کو محاذی سوراخ عورت کے کری اور مذی بہی بہکہ گہٹنون
تک پونہچی تاہم نماز جائیز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہین کہ نماز مین اکل وشرب مفسد نہین (۲۵)
کہتی ہین کہ بعض سورتین پڑہنی سی نماز فاسد ہوجاتے ہی- (۲۶) پانی مین غوطہ لگانی کو مفسد
صوم فرماتے ہین (۲۷) کہتی ہین کہ اغلام سے روزہ فاسد نہین ہوتا- (۲۸) لونڈیون کے
فروج کو عاریۃً دینا جائیز فرماتے ہین (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مانگی ہوئی اور وقف

کی ہوئی اور امانت رکھی ہوئی اور متعہ کے ساتھ لواطت کو جائز فرماتی ہین (۳۷) متعہ دوریہ کو جائز
قرار دیتی ہین اور اوسکی صورت یہہ ہی بہت سے مرد ایک عورت کے ساتھ متعہ کرین اور دور و نوبت
مقرر کرلین کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت مین جماع کرے علی ہذا القیاس بہت سے ابواب فقہ کے مسائل
کثیرہ ہین مشتی نمونہ از خروارو قطرہ نمونہ از بحار بنہایت تلخیص و اختصار کے ساتھ صواقع و تحفہ وغیرہ سے
نقل کردی جناب مجیب غور فرماوین اور سوچین کہ ثقلین کا اتباع اسیکا نام ہے باقی رہا نفس
کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہی وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث مین ذکر کیا جائیگا جناب
مجیب اگر زیادہ تفصیل چاہینگے تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہین بعد اسکے اب یہہ امر واضح ہوگیا
کہ جو جملہ مجیب لبیب نے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اسی امر مین تو مخالفت و جھگڑہ ہی) نہایت صحیح ہی
قال الفاضل المجیب - قولہ - یہی حضرات شیعہ کی جہانتک دسترس ہی باطل
فضائل اور اظہار مطاعن مین بجد و جہد ساعی ہین - اقول — بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ
و اقوال عترت سے ہرگز ثابت نہین اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اونکے ذمہ لگاتی ہین اور وہ مطاعن
جو طشت ازبام افتادہ ہین کہ چھپائے سے نہین چھپ سکتے چھپایا چاہتی ہین یا ان فضائل کے باطل اور ان
مطاعن کے اظہار مین جد و کوشش کرتے ہین تاکہ امر حق ظاہر ہو - یقول العبد الفقیر الی مولاہ
بحول اللہ و قوتہ گذشتہ ابحاث مین مناقب و محامد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے بھی اور اقوال
ائمہ سے بھی مختصراً کیا گیا اب ہم دیکھتے ہین کہ مجیب لبیب تسلیم فرماتے ہین یا برخلاف تحریر خود فضائل
ثابتہ کو باطل فرماتے ہین بڑے مطاعن جناب مجیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوٰۃ
الجمعہ و تخلف عن بیعۃ الصدیق سو بحمد اللہ اونکا بھی قلع و استیصال واجبی کیا جاچکا ہی
پس حضرات شیعہ برخلاف شہادات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی ماہتاب کو مشت
خاک سے چھپانا چاہتی ہین اور انکی انوار اپنی مونہون سے بجھانا چاہتے ہین اور زبردستی اپنی تبرائی
ہولی زبانون کے نجاسات سے اونکے دامنہائی مطہرہ کو ملوث کرنا چاہتی ہین اور جن صحابہ کو زعم کر
رکھا ہی اونکو بھی تو سہام ملامت سے خالی نہین چھوڑتے ہین - باین ہمہ صدوق الشیعین

باوجود ارتداد صحابہ کے خصائل مین یہہ بھی فرماتے ہین کہ بارہ ہزار صحابہ ایسی تھی جو کوئی انمین سے جبری اور قدری اور حروری نہ تھا رات دن خدا کی خوف سے رویا کرتے تھی دو ہزار انصار تھے اور اٹھہ ہزار مہاجر تھی اور دو ہزار وہ تھی جو ہنگام فتح مکہ اسلام لائی تھی۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی انکی ذمہ لگاتے ہین اور انکی مطاعن جو حشت ازبام ہین اہلسنت ہی چھپاتے ہین یا یہہ انکی فضائل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہین معاذ اللہ اگر بفرض محال یہہ ہی امر حق قرار پاوی جسکی درپے حضرات شیعہ ہین تو نہ خدا کی خدائی باقی رہتی ہی نہ رسل کی رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت پہر اس پر امر حق کے اظہار کی سعی کا دعوی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین — **قال الفاضل المجیب** – قولہ – چونکہ مقدمہ اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت باعتبار اپنی اصول مذہب کے کب گوارا تھی اگرچہ ثقلین اوسکی ثبوت کر رہے ہین اپنی خلافت کی اصول و شروط ایسی وضع فرمائی کہ جنکی رعایت سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم مین ہوجاوی (اول) یہہ اصل ہی درحقیقت بجای خود نہین جیسا کہ پہلی گذارش ہوا کہ کل صحابہ اچھی نہ تھی جنکو تکرار خاتم المحدثین بعض کے شان مین صاحب خیانت و شہرارت و پیشہ مرد و دان جناب الہی تحریر فرماتے ہین **یقول العبد المفتقر الی مولاہ** اس اصل کا درحقیقت بجای خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشروحا بیان کیا جاچکا ہی حاجت اعادہ نہین ہیگی اگر کسی جا پر عنوانسی مجیب لبیب اسکا اعادہ فرمائی تو تعقب کیا جاتا اور خاتم المحدثین کے کلمات کی نسبت بہی مفصلا گذارش ہوچکا ہی لیکن یہانپر بہی بقدر غرض ہے کہ خاتم المحدثین نے صحابہ کے حق مین یہہ لفظ نہین لکھی خصوصا لفظ مردودان جناب الہی ہرگز صحابہ کی حق مین نہین لکھا یہہ محض آنجناب مجیب تحفہ کا افترا ہی اور بالفرض اگر صحابہ کے حق مین لکھا ہی تو بطور الزام و نقل مذہب شیعہ کی لکھا ہی دیگر امر جناب مجیب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا – (کل صحابہ اچھی نتھی) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو البتہ کہا جاسکتا ہی کہ یہہ ایک جملہ ہی جو انصاف وراستی و صدق سے باعتبار اپنی روایات و اصول مذہب کے سرزد ہوا ہی اور اگر کل مجموعی کی طرف نفی راجع ہی تو خلاف نصوص و روایات ہی – چنانچہ بارہا اس غلطی پر متنبہ کیا جاچکا ہی

اور پھر اچھا نہوتا مرتبت سکیک میں ہے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ معصوم نہ تھی اور شیعہ جیسا ائمہ کو انبیا
سے بھی برتر اور بہتر فرماتے ہیں ایسی نہ تھی تو صحیح و مسلم نہ معصوم تھی اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ مساوی
بھی نہ تھی اور اگر اچھی نہوتے سے یہ مراد ہے کہ مرتد اور غاصب حق خلافت و فدک اور مغیر دین
اور محرف کلام رب العالمین تھے تو غلط اور کذب و افترا اور وساوس و تخیلات حضرات شیعہ سے ناشی ہے

قولہ الخ یہ فرمایا کہ مقدمہ خلافت بیہودہ مقدمہ ہے کہ جس سے صحابہ کے فضائل و رذائل ہر کسی جانے جاتے
ہیں **اقول** - یہ حصر بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و رذائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے پرکھے جانے کے
صدہا عقبات اور ہزارہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکے اور
انواع انواع کے تکلیفات میں آزمائشیں ہو چکیں اور طرح طرح کے صدمات میں امتحان ہو چکا
اول جب سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار ایذا و فساد
و ایذا رسانی ہوئی جن لوگوں نے اسوقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لائے اور کفار کی ایذا پر
سہی اور کبھی اپنی مال و جان و آبرو کا پاس نہیں کیا علی الاعلان بے خوف و خطر آوازہ دعوت اسلام کو بلند
رکھا چنانچہ بہت سے اکابر قریش اون کی دعوت کی وجہ سے شرف بایمان ہوئے اور بہت سے غلاموں کو
جو ایمان لائے تھے اور کفار کے پنجہ تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار
کی تکلیف دہی سے اونکو رہائی دلوائی - اور سفر حضر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق
غمگسار رہے دین اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سے پیوند توڑا اور مال دنیا کو چھوڑا
اپنے وطن سے موڑا اور راہ غربت اختیار کی مصیبت کو سر پر لیا - صعوبتیں جھیلیں اذیتیں سہیں
تکلیفیں اوٹھائیں کفار و دار الکفار سے قطع تعلق کر کے حضرت کے قدموں میں پڑ رہنے کو دارین کی
سعادت سمجھا اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے رفقا و اہل وطن کو اپنے گھروں میں جگہ
دی جان و مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین اسلام کے اشاعت میں سعی
بلیغ کی غزوات و سرایا میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جانونکو معرض ہلاکت سے نہیں بچایا اپنی
جانونکو حضرت کے نفس نفیس کے آڑ بنائے رکھا - دین اسلام کو عالم میں پھیلایا کفر و اہل کفر کو مخذول

بیان فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

دنگونسار کیا۔ آزمایشون کے بھٹی مین انکی میل کچیل دور ہوئی اور وہان سیف صحبت پیغمبر نے انکو
مصفا و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب منور ہوئی اور اشعہ ماہتاب فیوض و
برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق و امر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کیے
حقیقۃ الحقائق کو بچشم قلب مشاہدہ کیا جب انکی جان نثاریان اور خدمات نمایان برگزیدہ جناب محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل وعلا شانہ ہوئین۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ
عالی متعالی سے انکی صلہ مین رضا و خوشنودی کے تمغے عطا ہوئی اپنی رسول کے زبانی نے دخول جنت کا
وعدہ فرمایا انکی خطایا و زلات کی مغفرت او معاصی و سیات کی کفارہ کا مژدہ سنایا گیا تو گویا آزمایش
ختم ہوچکی اور انکی محامد و فضائل جوہری ہوچکی تو پھر مقدمہ خلافت پر آزمایش کا حصر کرنا اور کہنا
کہ مقدمہ خلافت ہی سے فضائل و رذائل پرکھی جاتے ہین سراسر غلط اور بدیہی البطلان ہی معیار
آزمایش اور محک امتحان وہ مراحل تھی جو حضرت کے زمانہ مین طی ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہوگئی
حق تعالے نے فرمادیا۔ ماکان اللہ لیذر المومنین علے ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[۱]
وماکان اللہ لیطلعکم علے الغیب الخ۔ ام حسبتم ان تترکوا الخ۔ اور ایسی بزرگان دین اور
اکابر اہل یقین کے عیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر عزیز کو رائگان برباد و تلف کرنا ہی کسی در صحرا
کا جی قلبہ جوید ۔ اضاع العمر فے طلب المحال ۔ معہذا اگر یہ ہی مقدمہ ہی جس سے فضائل
و رذائل پرکھی جاتے ہین تو بفرض محال علے سبیل التسلیم ہم کہتی ہین کہ حسب تصریحات علماء شیعہ
فضائل و رذائل پرکھی گئی بعض نے جناب وصیت تجہیز و تکفین تہے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روز تک
لا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کسیکو نہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور
چند درخت خرما کی پڑگئی جسکی تہی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا
کہ آپ نے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تہی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کیدر بدر پہرنے لگی

[۱] ۔ اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دیگا مسلمانون کو جسطرح پر تم ہو۔ جب تک جدا نکرے ناپاک کو پاک سے
اور اللہ یون نہین کرتا کہ تمکو خبر دے غیب کی ۔ ۱۲ ۔

منافقین کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہی اپنی دین کو اونکی خواہشون کے مطیع رکہا کسی شہر کو دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ اللھم نے اتوب الیک مما افتروا مولانا۔ اور بعض نے حضرت کے دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا۔ اور عالم مین شایع کیا ہزارہا ملک فتح کیئی ہزارہا کو سلک اسلام مین منسلک کیا حضرت کی وصال کے صدمہ مین یہانتک بیہوش ہوئی کہ آپکے انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی توہم کہتے ہین کہ آپ ہی نے یہہ فضائل و رذائل کے امتیاز فرمائی ہی پہر جسپر چاہی فضائل منطبق کیجیی اور جسپر چاہی رذائل **قولہ** حب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اسقدر غالب ہوئی کہ باوجود تہدید و ترہیب و تخویف حضرت نبوی ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیمۃ کما فی صحیح البخاری آپسمین مخالفت و تشاجر کر کے نعش اطہر جناب رسول خدا کو بے غسل و کفن و دفن چہوڑ کے خلیفہ بن گیئی اور اہل بیت کی جنکی بیعت کا حکم تہا بات ہی نپوچہی بات پوچہنی کے کیا معنی بجائی تسلی و تشفی کے گہر جلانے کی دہمکی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائیی کتب تاریخ و سیر کو دیکہیے تو آپکو معلوم ہو کہ وقت انعقاد بیعت کیا کیفیت تہی۔ **اقول** یہان تو عجیب لیبب جوش بغض و عناد مین آکر جامہ سے باہر ہوگیئی توسن زبان بے لگام ہوگیا انصاف و تحقیق حق کو بالائی طاق رکہکر جو منہہ مین آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم آپکی کلمات تشنیع کے جواب مین کچہہ نہین لکہتی لیکن آپنی بخاری کے حدیث سی استدلال کر کے صحابہ کی حرص و طمع کو بزعم خود ثابت کیا ہی اوسکا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس واضح ہو کہ مجیب لبیب جو اپنی استدلال مین اس حدیث کو پیش فرمائین تو اول اونکو ثابت کرنا چاہیی کہ ستحرصون مین خطاب کسکو ہی ظاہر ہے کہ تمام صحابہ تو قطعاً مراد نہین ہوسکتی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد صحابہ سی واقع نہین ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہونگی اور اوسکے مصداق وہ بعض ہین جو بلا استحقاق امارت کی طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ منا امیر و منکم امیر مین لفظ امیر سپر قرینہ اور دال ہے اور حضرت امیر معویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ بہی طالب امارت ہوئی

اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہرگز طالب امارت نہین ہوئی اور نہ اوسپر حرص کی آپ کتب سیر
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ مین جو بمقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ
کے ہاتھ بیعت کرلو۔ اور اوسوقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیق رض کے ہاتھ
پر بیعت کرلی اگر حرص دنیاوی و طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنے نفس کو امارت کے لیے مقدم
کرتا اور کچھہ بھی نہوتا تو اسقدر ضرور ہے کہ حضرت ابوبکر رض کے قول پر فاروق رض چپکے ضرور ہوجاتے تو اس سے
بروی عقل و انصاف معلوم ہوتا ہی کہ ان حضرات کو ہرگز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہین تھی
بلکہ امارت کیطرف استشراف بہی نہین تہا لیکن ہان تصفح تصریحات علماء شیعہ سے صاف
معلوم ہوتا ہی کہ بروی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حریص اور طماع رہے نسخہ سلیم
بن قیس ہلالی کی روایت مین سے نقل کرتا ہون۔ فلما کان اللیل حمل علیٰ فاطمۃ علی حمار و اخذ بید یہ
الحسن والحسین فلم یدع احدا من اہل بدر من المہاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ و ذکرہ
حقہ ودعا الی نصرتہ الخ یہہ روایت کس طرح صراحۃً معاذ اللہ حضرت کے حرص و طمع پر دلالت
کرتی ہی اور اگر اس سے تسکین نہو تو نہج البلاغۃ کو کھولیئے اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہین صرف
خطبہ شقشقیہ کے شروع مین دیکھیے اوسمین ابتدا ہی مین یہہ الفاظ ہین۔ واللہ[1] لقد تقمصہا فلان
وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی۔ ان الفاظ سے کسقدر حسرت ٹپکتی ہی
جسکا مدار صرف حرص و طمع پر ہی ابن میثم شارح نہج اپنی شرح مین جو اوسوقت میری سامنے کھلی
پڑی ہوئی ہی اس خطبہ کے شرح مین لکھتا ہی۔ واذا[2] ثبت انہ نافس فی ہذا الامر کان الظن غالبا
بوجود الشکایۃ منہ وان لم یسمع ذلک فضلاً عن ان امر الشکایۃ بلغت مبلغ التواتر المعنوی لکثرتہا
و شہرتہا الخ۔ اور یہہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح مین کسیقدر آگی بڑھکر لکھتا ہی

---

[1] خدا کی قسم فلان شخص نے (بزور) قمیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت مین میرا مرتبہ ایسا ہی جیسا کیلی کا چکی مین۔ ۱۲ [2] اور جب ثابت ہوا کہ جناب امیر نے امر خلافت کیطرف رغبت فرمائی تو غالب ظن یہی ہے کہ آپسے شکایت پائی گئی ہوگی اگرچہ مسموع نہو۔ مزید بران یہہ شکایت بسبب شہرت اور کثرت کے تواتر معنوی کی درجہ کو پہونچ گئی ہے۔ ۱۲

واتى بهم صدهم كالنجى وخلاصته خبرهم انه لما طعن عمر دخلت عليه وجوه الصحابة يسألوه
ان يستخلف رجلا يرضاه فقال لا احب ان اتحملها حيا وميتا فقالوا الا تشير علينا فقال ان احببتم
فقالوا نعم فقال الصالحون لهذا الامر ستة وهم سعيد بن زيد وانا مخرجه منهم لانه من اهلي
وسعد بن ابي وقاص وعبد الرحمن بن عوف وطلحة والزبير وعثمان وعلي فاما سعد فيمنعني منه
عنفه ومن عبد الرحمن فانه قارون هذه الامة ومن طلحة فكبره ومن الزبير شحه ومن عثمان حبه
لقومه ومن علي حرصه على هذا الامر الخ اور علاوہ اسکے نہج البلاغۃ کی بہت سی مواضع سی جناب امیر
کی حرص طمع امارت پر صاف صاف ثابت ہوتی ہے اور اس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہے
ومن كلام له في معنى عثمان علامہ کمال الدین ابن میثم کہتا ہی وفيه اشارة الى غرضه من المنافسة في هذا
الامر هو صلاح حال المسلمين واستقامة امورهم وسلامتهم من الفتن اسکے آگے پھر ملا کہتا ہی
فان قلت السوال من وجهين الاول ما وجه منافسته في هذا الامر مع انه منصب يتعلق بامور الدنيا
وصلاحها مع ما اشتهر عنه من الزهد في الدنيا والاعراض عنها وذمها ورفضها - اس تصریح سے کچھہ حضرت جناب
امیر کے حرص رغبت بطرف امارت ہی ظاہر نہین ہوتی اس سے یہہ بہی ثابت ہی کہ حرص بر امارت
مسلمانون کے صلاح حال اور دفع فتن کے غرض سے اعظم ارکان دین سے ہے اور اگر آپکے نزدیک حرص
امارت مطلق حرام ہی تو معاذ اللہ جناب امیر مرتکب ہوئی اور اگر صلاح کے غرض سے جائز ہی تو اگر
فرض کرین کہ جناب خلفا نے حرص کی تہی تو کچھہ محل طعن نہین کیونکہ انکی حرص علی الامارت بغرض
اصلاح حال امت تہی چنانچہ انکے ایام امارت مین جو اصلاح امور امت ہوئی وہ شیعہ کو بہی تسلیم ہی

لہ شوری مصدر ہی جیسا نجوی ہی - اور خلاصہ قصہ یہہ ہی کہ جب حضرت عمر رض مجروح ہوئی تو بعضی صحابہ انکی پاس گئی اور التماس کیا کہ
کہ جسکو پسند فرماوین خلیفہ مقرر فرماوین حضرت عمر نے جواب دیا کہ مین پسند نہین کرتا کہ بار خلافت کا حیات اور موت مین اپنی اوپر اٹھاون
پھر صحابہ نے پوچھا کہ بطور مشورہ ہی فرما دیجیے حضرت عمر رض نے جواب دیا کہ ہان اگر تم چاہو انہون نے کہا اچھا - پس فرمایا کہ امر کا مستحق لائق
شش آدمی ہین سعید بن زید اسکو تو مین اس مین سے نکالنا چاہتا ہون کیونکہ وہ میری اہل بیت سے ہے - اور سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن
بن عوف اور طلحہ اور زبیر اور عثمان اور علی - لیکن مجھکو سعد سے تو اسکی درشت خوئی روکتی ہی اور عبد الرحمن سے یہہ کہ وہ اس
امت کا قارون ہے اور طلحہ سے اسکا تکبر اور زبیر سے اسکا بخل اور عثمان سے حب قوم اور علی سے حرص علی الامارت ۱۲ لہ یعنی امارت [illegible]
کہ جناب امیر کی [illegible] صلاح امت [illegible] اسلام [illegible] ۱۲ [illegible]
[illegible] صلاح متعلق ہو [illegible] حرص امارت کی [illegible]

اور وہ استقامت ہرگز جناب امیرؑ کے ایام خلافت مین نصیب نہوئی اس کے ثبوت مین بھی ہم علامہ
متبحر ابن میثم کی ہی تحقیق پیش کرتے ہین - وقد کان لبعض ممن سلف من الخلفاء استقامۃ امرات[۱]
کان لا یبلغ ہذا الکمال استقامتہا او ولی ہو - دفع نتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر
نتنون مین ہی گذری اور امر خلافت آخر تک منتظم نہوا غرضکہ حرص علی الامارت جو بظاہر جناب کے
نزدیک مطلق حرام ہی جناب امیر سے پائی گئی - اگر یہہ بھی کافی نہو تو خصال صدوق جو اسوقت
میری سامنی کہلی ہوئی رکہی ہے اوسمین ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جسمین بیان آزمایش
وامتحان جناب امیر کا ہی ایک یہودی کے جواب مین کہ اوسنی سوال کیا تہا کہ اوصیا کے لئے سات
مواضع امتحان کے حیات نبی مین ہوتی ہین اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہین تو اس روایت
مین اکثر مواضع سی آپکی حسرت امارت پر اور طمع وحرص ظاہر ہوتے ہی پس اگر ستحرصون علی الامارۃ
مین خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپکی اولی واقدم اسکی مصداق ہین کیونکہ
انصار تو اپنی دعوی سے باز بہی آگئی لیکن (دروغ برگردن راوی) جناب کے آخر تک یہہ ہی
حسرت وتمنا رہی پس آپکی اس دلدادۂ اہلبیت ومحبت عترت کی آپکی مذہبی بہائی قربان ہوجائین کہ
ستکون ندامۃ یوم القیامۃ کا اول مصداق جناب امیر ہی کو قرار دیا - اور واضح رہی کہ حضرت امیر
مامور بالسکوت اور محکوم علیہ بالصبر تہی کہ زمانہ خلفا مین چون وچرا نفرمادین کیونکہ خداتعالی اور رسول خدا
ہر قسم کی تدابیر کرکے معاذ اللہ عاجز ہوچکی تہی ہرچند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالتمآب کے جانشین ہون
اور کسیطرح غاصبین کی دست بردسی یہہ حق محفوظ رہی آخر کچہہ پیش نہ چلی اور لاچار ہوکر صبر وسکوت کا حکم
کرنا پڑا لیکن اس صبر وسکوت ان سی نہوسکا اونہون نے اگر اوسطرف مخالفت کی تہی تو ادہر انہون نے
اسطرف حکم کو نمانا - باقر مجلسی کے حیات القلوب سے خاتم المتکلمین نے منتہی الکلام مین وصیت نامہ کی روایت
طویل نقل کی ہے اوسمین سے ملخصاً نقل کرتا ہون واز جملہ اموریکہ بر ان حضرت شرط گرفت بامر جبرئیل از جانب
خداوند عالمیان آن بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچہ درین نامہ ہست از دوستی کسیکہ با خدا ورسول دوستی

[۱] گذشتہ خلفا کی یہ استقامت امر تہا اگرچہ آپکے نزدیک کمال استقامت نہ ہو جو آپکی خلافت مین حاصل ہوتا نہ پہنچا ہوا تہا - ۱۲ -

کند واز دشمنی کسی کہ با خدا و رسول دشمنی کند بیزاری نمودن از ایشان و بران کہ صبر کنی بر فرو خوردن خشم ایشان و بر فوت حق و غصب کردن خمس تو و ضائع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بلی یا رسول اللہ اور اس سے بھی سیری نہو تو ابن میثم کی شہادت سینئے شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتا ہے وانہ کان معہودا علیہ ان لاینازع فی امر الخلافۃ[1] اور یہ امر بدیہی ہے کہ یہ کشش کوشش تمہید و مقدمات نزاع کے ہیں جب تصریحات قوم اگر حضرت کو اوسوقت اعوان بہم پہونچتے تو آپ قتال و قتال سے دریغ نفرماتے پس ابن دلائل و تمسک پر آفرین کہ علاوہ حرص و طمع کے آپکو عاصی و مخالف امر الٰہی اور وصیت رسالت پناہی ٹھہرایا۔ غرض خلاصہ یہہ ہے کہ حسب تصریحات شیعہ آپنے حرص و طمع فرمائی اور یہہ حرص و طمع آپکی شرعاً جائز نہ تھی۔ اس سے صاف طور پر فعلیت خلافت ہی منتفی نہیں ہوئی بلکہ استحقاق و لیاقت خلافت ہی منتفی ہوگئی بایں ہمہ اگر آپ استحقاق کا ذکر چھیڑینگے تو آپکو اول ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اوسکی ہم معارضہ دوسری استحقاق اور فعلیت سے کرینگے پس اگر آپ بدوی استحقاق حدیث منحصون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم ما روشن دل ما شاد ہم بھی بشرطیکہ علی سبیل الفرض حرص و طمع خلفا کو تسلیم کرلیں یہہ ہی عرض کرینگے باقی جسقدر اس عبارت میں عبیر اتہامات و مطاعن ہیں انکا جواب پیشتر گذارش ہوچکا ہے حاجت تکرار نہیں قولہ معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی تلقین پیشاہ ہموں وہ شیعوں کو گوارا ہو شیعوں کا مذہب ہے ترک تقلید اور اسی امر میں ہمارا آپکا نزاع ہے۔ یہہ محض آپکا خیال ہے **اقول** اگرچہ اس مسالہ میں قریب ہم بحث کرچکے ہیں جس سے ادعائے تمسک کی پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن یہاں بھی اتنی گذارش ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہہ محض آپکا خیال ہی خیال ہے جسکا دارومدار اسیقدر اس امر پر ہے کہ آپ اپنی رواۃ کی نسبت جو آپکی علما کی تصریح کی موافق مطرود و مردود بارگاہ جناب ائمہ تھے حسن ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑدیں اور جذبات کو ترک کرکے بنظر اپنی ہی کتابوں کا ملاحظہ فرمادیں تو آپ پر یہہ عقدہ بخوبی حل ہوسکتا ہے واللہ یہدی من یشاء

[1] اور حضرت امیر سے یہہ عہد لیا گیا تھا کہ امر خلافت میں جھگڑا نہ کریں ۱۲۔

الی صراط مستقیم معہذا اگر ایسا ہی تمسک ہی تو پہر ادن ارشادات ائمہ مین جو فضائل صحابہ و خلفا
مین وارد ہین کیون تاویلات بعیدہ اور توجیہات رکیکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہین اونکو ونہی ظاہر
پر کہکسیدہی طرح تسلیم کر لیجیئی کہ واقع اور نفس الامری طور پر یہی تمسک پایا جاوی اور جب تک
یہہ نہین تب تک ثقلین کا تو تمسک نہین ہان اپنی اہوار کا تمسک ہی اللہم احفظنا وقومنا منہ —

قولہ اصول و شروط خلافت واقعی ایسی ہی ہونے چاہئین چنانچہ دو شرطون کو تو آپ ہی تسلیم کرتے ہین اور چونکہ خلفاء ثلثہ مین عصمت کا تحقق ہونا محال ہی اسلیئی اس شرط سی درگذرتے ہین۔ **اقول** یہہ وہ مسئلہ ہی جو پیشتر بارہا مذکور ہو چکا ہی اور اسکا جواب بہی مذکور ہوا کہ یہہ آپکی غلطی اور ناواقفیت ہی کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم اشتراط خیال کرتے ہین و شتان بینہما ایسی توہمات اور خیالات مین تو مبتلا ہین اکثر دلائل ایسی ہی مزعومات پر مبنی ہین عصمت خلفا رکا محال ہونا بیان کرنا او سوقت اچہی موقع پر ہی کہ جب کوئی شخص مدعی عصمت ہو اور جب کوئی مدعی عصمت نہین تو محض بیفایدہ ہی پس بر محل یہہ ہے کہ ہم کہتی ہین ائمہ مین عصمت کا تحقق ہونا محال ہی اور بجز اوہام و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہین ہی —

قولہ جبکہ ہم نص کے قائل ہین تو وضع اصول کی نسبت ہماری طرف کیونکر صحیح ہو سکتی ہی۔ **اقول** سبحان اللہ حضرت کا یہہ افادہ کمال ہی دانشمندی اور علم۔ اور واقفیت اور فہم پر مبنی ہی۔ ای حضرت آپ یہہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ ہم اثبات اصول مین نص کے قائل ہین۔ تو وضع اصول کے نسبت ہماری طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ نص کا قائل ہونا اشتراط امامت و خلافت مین مد نظر ہی نہ اثبات اصول مین۔ اور اثبات اصول و شرائط کے لیئی حضرت کی پاس کوئی نص قطعی موجود نہین بسم اللہ اگر ہو تو لاییئی اور اگر مقصود یہہ ہی کہ ہم جب خلافت و امامت ائمہ مین نص کے قائل ہین تو نسبت وضع اصول باطل ہی تو یہہ بالکل واہی ہی اور ایسی پوچ دلیل ہی کہ ادنے طالب علم بہی پیش نکری کیونکہ آپکا خصم یہہ کہتا ہے کہ یہہ آپکا نص کا قائل ہونا یہہ ہی اونہین اصول موضوعہ مین سے ہی جنکی نسبت آپکی طرف کیجاتی ہے ہم وضع

اصول کے نسبت کہ امتناع کو نفس امامت کے اصول مین ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ تامل فرماوینگی
تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بالنفس بعض کے اصول مین ہونی
کہ قائل ہوئی تو خود یہہ ہی اصل موضوع پائی گئی اور اس انتساب کی تائید و تقویت ہوگئی۔ پہر اس
علم و استعداد پر ہماری محب کے کیا کچہہ دعوی آپ فرماتے ہین کہ ہماری مقابلہ مین وہ ہی ساکت
اور وہ ہی متحیر۔ **قولہ** ہان یہہ ضرور ہی کہ یہہ وہ اصول و شرائط ہین کہ غیر مستحق کے خلافت
ضرور باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہی گو عوام الناس خلیفہ مانین اور ظاہری ریاست
حاصل ہو۔ **اقول** یہہ وہ اصول و شرائط ہین کہ اگر انکو تسلیم کیا جاوی تو مستحق و غیر مستحق کے
خلافت کی جڑ کاٹتی ہین بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کتاب و سنت وجدان شرائط کا
احاد انسانیہ مین تفحص و تجسس کیا جاوی کیونکہ تمام افراد مین سوائی انبیا علیہم السلام کے کوئی
معصوم نہین اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوی تو یہہ وہ شرائط ہین کہ مستحق و غیر مستحق کے خلافت
کو ثابت و متحقق کرتے ہین علی الخصوص جبکہ اسکی ساتہہ ہین اوس طریقہ کا ہی انضمام کیا جاوے
کہ جس طریقہ سے علما شیعہ وجدان شرائط ائمہ مین بیان فرماتے ہین کیونکہ ہر ایک شخص کے
واسطے دعوی وجدان شرائط کیا جا سکتا ہی اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہہ کیجا سکتی ہی مثلاً زیدیہ
کہتے ہین کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم امام برحق ہین اگر وہ یہہ کہین کہ اُنمین تمام
شرائط عصمت و نص و افضلیت پائی جاتے ہین اور اقوال مخالفہ کی تاویل کرین تو فرمائیے کہ آپ
کیونکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرماینگا علی ہذا اسمعیلیہ کہ انکی حق
مین تو شیعہ اوسی نص کے بہی قائل ہین تو اثنا عشریہ انکی امامت کو کیونکر باطل کرینگی۔ **قال الفاضل المجیب**
قولہ۔ جب دیکہا کہ شروط ثلثہ سے تطویل کلام مخل مقصود ہی اور تقریب ام حاصل نہین اسلیئی
بعض حضرات نے ہاشمیہ کو بڑہایا اور جب دیکہا۔ کہ پہر بہی عباسیہ کی خلش دفع نہین
ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب بسہولت نکل آوی۔ (اقول) آپ غور فرماوین کہ آپکا
یہہ لکہنا کیونکر صحیح ہو اگر تطویل کلام مخل مقصود ہو تو ہاشمیہ و علویہ کا بڑہانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پہر مخل کو بڑہانی کی کیا حاجت ہی **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اس قول کے
جواب مین ہمارے مجیب لبیب نے آخر تک جسقدر تحریر فرمایا ہی اوسمین حضرت کا اندازہ علم و اجتہاد و غور
فہم و ادراک قابل معاینہ ہی اور دیکہنا چاہیی کہ مینی کیا عرض کیا ہتا حضرت اوسکے جواب مین کیا
فرمارہی ہین۔ ای حضرت آپ تطویل کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہہ سمجھی کہ بیان شرایط مین
عبارت کی تطویل ہوگی یا آپ نے یہہ خیال کیا کہ اثبات شرایط مین بمقابلہ خصم تطویل کلام ہوگی
اول بدیہی البطلان ہی جملہ ہلیئی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہی ثانی بہی باطل ہے کیونکہ
ثبوت قیاسی تو نہین بلکہ ثبوت کا دارمدار کسی اصل شرعی پر ہی جو اسکات خصم کے لیئے
کافی ہوگی تو اسمین بہی تطویل کلام نہوئے بلکہ اسکا مطلب یہہ ہی کہ شرایط ثلثہ مین باعتبار امکان
وقوع کی تعمیم ہے جو مخل مقصود ہے تو اسلیئی زیادہ قیود لگاکر اوسمین تقلیل اشتراک کی فرمائی
اور بعض افراد کے ساتہہ مین مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع اشتراک کی تعمیم کی گفتگو
کوتاہ ہو پس ہاشمیہ و علویہ کو بڑہانا گفتگو کو کوتاہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہی کہ جسقدر قیود مخصصہ
بڑہائی جاینگی اوسیقدر تخصیص ہوتی جاییگی۔ معہذا معنی ثانی کے بہی توجیہہ ممکن ہی پس آپکا یہہ فرمانا
کہ ہاشمیہ و علویہ کے بڑہانی سی زیادہ تر تطویل ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور مخل سمجہنا اور بہی زیادہ عجیب ہے
بلیجیی کسیقدر مفصل گذارش کرتا ہون بغور و تامل متوجہ ہوکر سنیی اول شرایط ثلثہ وضع ہوئی
اور جب بعض دور اندیشون نے اسکی تعمیم کو مخل مقصود پایا۔ اور دیکہا کہ ہر شخص مدعی خلافت بعد وجدان
شرایط کا مدعی ہوسکتا ہی تو اسلیئی ہاشمیت کو بڑہایا پہر بہی کسیقدر تعمیم باقی رہی۔ کیونکہ تمامی بنی ہاشم
عباسیہ وغیرہ مدعی ہوسکتی تہے تو علویہ کو بڑہایا لیکن یہہ تخصیص بہی حسب مدعا کافی نہوئی اور اسمین
حنفیہ کا جداخرخشہ لگا ہوا تہا اور حنفیہ کا علیحدہ کہٹراگ تہا اور روز کی تخصیصات اور انکی
ان کے تقلیلات سی بناوٹ کا زیادہ اشتباہ پیدا ہوتا تہا۔ تو اسلیئی اثنا عشریہ دانشمندون نے
یہی قید لگائی کہ تمام جہگڑا ہی فیصلہ کردیا اور کہدیا کہ یہہ حصر شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ
شخصون کے کوئی امام نہین اور جو انکی سوا دعوی کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہمارے مجیب نے

بہی اپنی اسی قول مین اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہی - کاش اگر اول ہی سی اس تعمیم کا نام ہی نہ لیتی اور اس حصر کو بنائی تو آج یہہ دقت کیون پیش آتی - لیکن کیا کرین جب قرون اولی مین اسکا پتا ونشان ہی نہین تہا اول سے کیونکر کرسکتی تہے اگر حضرت مجیب کو دعوی ہو تو ہماری مجیب اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کرو کہلائین - تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہہ محض بنائی ہوئی باتین ہین - مہذا اگر شرائط ہی مین اوسنے تامل سے خیال کیا جاوے تو واضح ہوتا ہی کہ ان شرائط کی وضع ہی ٹہیک نہین کیونکہ اوسمین لوازم کو بہی شرائط قرار دیا ہے فی الحقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہین جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص فرما دے تو اوسمین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہتی غایۃ ما فی الباب عصمت و فضلیت لازم ہونگی تو انکو شرائط مین داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہی اور غلط جب نص پائی جاوےگی تو اوسکی لوازمات عصمت و فضلیت بہی پائی جاوینگی لان الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ - **قولہ** واقعہ مین شرائط ثلثہ ایسی جامع ومانع ہین کہ انسی بخوبی مقصد حاصل و تقریب مرام تام ہے **اقول** یہہ دعوی غلط ہی کیونکہ جب تک انکی ساتہہ مین قید حصر نہ لگائی جاویگی تب تک ہرگز مانع نہین ہونگی اور جب محتاج انضمام قید آخر ہوئی تو یہہ فرمانا کہ انسی تقریب مرام تام ہی غلط ہی اگر یہہ دعوی صحیح ہوتا تو شیعہ مین باہم اختلاف نہوتا آپ شیعہ کی اختلاف نصوص کے اعتقادات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ پہ واضح ہو جائی **قولہ** اگر ہاشمیہ علویہ داخل شروط امامت مین تو انہین شرائط ثلثہ مین داخل ہین کیونکہ شرائط ثلثہ مین نص بہی ہی اور نص انہین حضرات کے شان مین ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بفحوای حدیث الائمۃ من قریش امامت وخلافت قریش کا ہی حق سمجہتے ہین نہ غیر کا - پس آپکا یہہ فرمانا کہ بعد مین ہاشمیہ علویہ کو بڑہانا یا بیجا ہی خود نہین **اقول** جسقدر افراد خاصہ ہوتی ہین وہ سب اپنی عام کے نیچے داخل ہوا کرتے ہین قاعدہ مسلمہ ہی اسکا کون منکر ہی لیکن کلام اس ہی کہ عام مین انواع خاصہ کے تقیید محض بوجہ تقلیل اشتراک بنائی گئی ہیں اسکا کیا جواب حضرات کی کلام مین پیدا ہوتا ہی اور بجواب اسکی یہہ کہنا کہ خاص ہے اوس عام مین داخل ہی صداقت

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان علاوہ اسکے یہہ داخل ہونا بانضمام تیسری تقیید کے ہے جوکہ خصم اوسکو بھی موضوع قرار دیتا ہے معہذا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک ذکر اشتراط ہی تو بوجہ تلازم نص کے ساتھ عصمت و افضلیت کا ذکر بھی بیفائدہ ہے پہر آگے تفریع اور فرمانا کہ اضافہ ہاشمیہ و علویہ بجائے خود نہیں محض آپکی ذہنی مقدمہ پر متفرع ہوگی اس عبارت موجودہ مین ہرگز بجائے خود نہیں۔ **قولہ** اور چونکہ امامیہ کے نزدیک امامت و خلافت راشدہ شرائط ثلثہ سے ہی متحقق ہوتے ہی نہ مطلق قہر و غلبہ و تسلط و حکومت و ریاست ظاہر سے اور جبکہ شخص مین تحقق شرائط ثلثہ مقصدی امر خلافت ہوا اور گو اوسکو حکومت و ریاست ظاہر حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہین ہے۔ پہر عباسیہ کے خلش دور کرنیکی ہمکو کیا ضرورت تہی وہ تو شرائط ثلثہ سے یہہ دور ہوچکی تہی جو اور خلفاء غیر مستحقین کا حال ہے وہی ان عباسیہ وغیرہ کا۔

اقول اختلاف فیما بینہم نص کے بابت تو واقع مین ہی موجود ہی باقی رہی عصمت و افضلیت وہ ہر دو ایسی چیز نہین جو بداہتہً معلوم ہوسکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی ہوئی جسمین مجال گفتگو نہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کے خلش دور کرنے کی ضرورت پڑی ہاشمیہ۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزین ہین جسمین مجال کلام نہین تو حسب مناسب مصلحت وقت انکو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہہ فرمانا کہ ہمکو کیا ضرورت تہی یہہ محض اسوجہ سے ہی کہ زمانہ سابق کو جبکہ باہم شیعہ مین تکاذب و تجاحد و تخالف تہا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہی اور مطلق قہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کی تعریض اگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اسکو دلائل سے ثابت کرنا چاہیی پہر بعد اسکی طعن تعریض فرمادین۔ **قولہ** اور یہہ بات اہل حق ہی نہین کہتی بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص مین انکی مذہب کے شرائط پائی نہین جاتے وہ ہی اونکو خلیفہ مستحق نہین کہتی گو ظاہری حکومت اونکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شروع تاریخ الخلفاء مین فرماتے ہین ولم اورد احدا ممن ادعی الخلافۃ خروجا ولم یتم لہ الامر ککثیر من العلویین وقلیل من العباسیین ولم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتہم غیر صحیحۃ لامور

منہا انہم غیر قرشیین و اما عصمتہم فالقائلین جہلنا العوام ولا نجد ہم یجوزی انتہی بلفظہ الخ

اقول پہر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کسنے کیا ہے آپ پہلی اعتراض کو ہی نہین سمجہے اول اُسکو بغور سمجہیے اُسوقت جواب دینے پر آمادہ ہوجیے۔ **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے ثابت ہین اور واقعہ مین جامع مانع ہین البتہ ہمکو اور شرائط کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شرائط ثلثہ کی ثبوت کی نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام کا اسوقت دعوی فرماتے ہین مگر معلوم نہین کہ اپنی اس رسالہ مین ان شرائط کی ثبوت کی وقت وہ آیات و احادیث و روایات و اقوال کیا نامسرین رائی سے برآمد نہین ہوئی تہی یا فراموش ہوگئی تہی در نیز اس باب مین جو ہمارے مجیب لبیب کا دیا ہے مناظرہ مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ مدرس ہائی اسکول لدہیانہ سے عصمت کے اشتراط مین ہوا اور مجیب لبیب ساکت ہوئی اور ثابت نکرسکی اور زک کہائی کیا اوسوقت تک یہہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہین ہوئی تہی لیکن یہہ تحریر تو مناظرہ سے پہلے ہی ہے پہر معلوم نہین وہ کس دن کے واسطے رکہی گئی ہین۔ اور شرائط کی نسبت جامعیۃ و مانعیۃ کا دعوی ہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہین نہ مانع۔ جامع تو اسلیئے نہین کہ اول جناب امیر رضی اللہ عنہ اگر مامور بصبر اور وصی بالسکوت تہی تو اونہون نے اوس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو سراسر معصیت ہے اور خلاف عصمت اسکی نسبت کچہہ روایات مذکور ہوچکی ہین اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ مشرب عباس و قتل ابوبکر شجع کو ملاحظہ فرمالیجیے اور اگر مامور بصبر و سکوت نہین تہی تو پہر اہل بیت کی تذلیل قرآن کی تحریف دین کی تخریب کسنے کرائی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہہ سب حضرت کے ذمہ علاوہ اسکی طبل بے حد جاری کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہین۔ تو اس شرط نے پہلے ہی تو حضرت امام الائمہ سید النبیین و المرسلین یا خاتم النبیین کو ہی خارج کردیا۔ بعد اونکی امام ثانی شیعہ کو اونہون نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول ہے خود بخود ایک غیر مستحق بلکہ بقول شیعہ کافر کے حوالہ کردی اور اسلام و اہل اسلام کو معرض تلف مین ڈال دیا یہہ بہی اعظم معاصی مین سے ہے تو اس

شرط سے آپکو بہی خارج کیا - انکے بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال میں بے اجازت امام کے
تصرف کیا جو حرام تہا اور بپاداش اسکے امام نے اونکی زد و کوب کا قصد کیا اور نیز تقیہ جو واجب تہا
ترک کر کے جوانان اہل بیت کو تہ تیغ بیدریغ ظالمان کرایا اور نساء و ذراری اہلبیت کو ذلیل
و خوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو بہی خارج کیا پہر اب بتلایئے جامع کیونکر رہے - اور اگر ان حضرت
کے اقوال کو دیکہا جاوے تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے - نہج البلاغۃ میں حضرت عثمان کے پیام کے
جواب میں ارشاد ہے - واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت ان اکون آثما اس سے صاف ثابت ہے
کہ آپکو اپنی اس فعل میں معصیت اور اثم کا خوف ہے اور آپکا یہہ ارشاد لا تکفوا عن مقالۃ
بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطی یاد آتا ہے شاید نہج البلاغۃ میں ہے یہہ بہی نقیض
عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرائط حضرت مشکل کشا ہی کے قول سے باطل ہو گئے والحمد للہ
علی ذلک اور عدم ثبوت عنقریب اقوال گذشتہ میں مذکور ہو چکی ہے باایں ہمہ اگر حضرت مجیب کو دعوی تہا
تو دو چار ہی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی - قولہ مگر ان حضرات اہلسنت
چونکہ ایسے خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جو بدون دلیل عقلی و نقلی محض موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن بیٹھے
البتہ انکو ایسے اصول وضع کرنیکی اشد ضرورت تہی چنانچہ اونہوں نے ایسا ہی کیا اقول
اہلسنت ہرگز ایسے خلفاء کی خلافت کے قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن بیٹھے اور جنکی
خلافت دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکی خلافت کا
ثبوت کتاب اللہ سے مثل روز روشن و شمس ہے اور ائمہ کو بہی اونکی ہی اقتدار کا حکم تہا اور ہرگز اجازت نہ تہی
کہ اونکے مقابلہ میں دم ماریں - یا چون و چرا کریں - تمام عمر ائمہ کا اونکی مطیع رہنا ہی اونکی حقیت خلافت
کے لیے شاہد عدل کافی ہے پس ایسے خلفاء نہایت ہی حقہ جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتاب و سنت سے اونکو موید نہیں دیکہا اصول
و شرائط خلافت کے لیے اہلسنت نے قرار دیے اور بحمد اللہ وضع اصول اہلسنت کے ماخذ صحیح سے قرار پائی بخلاف اصول موضوعہ اہل تشیع
کی اونکی تکذیب جا بجا خود کلام ائمہ سے ہے قولہ اور جب بنظر غور دیکہا کہ وہ امامیہ کے شرائط ثلثہ نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہمارے
مقابلہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے - مگر پہر بہی ان میں سے

دو شرطین تسلیم کرتی ہین **اقول** شروط ثلثہ کی درستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو رہنے دیجیے اگر کبھی خود
بھی اُنکی دلائل کیطرف متوجہ ہوتے ہونگے تو آپکا دل ہی جانتا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہین یا نہین اور دو شرطونکا
تسلیم کرنا وہ غلطی ہے جو آپکی زبان پر جاری ہے اور چند بار اسپر ہم متنبہ کر چکے ہین **قولہ** اور چونکہ
عصمت کسیطرح خلفاء ثلثہ مین ثابت نہ کر سکتی تہی لہذا اسکی نفی سے مجبور ہے **اقول** بحمد اللہ تعالے
اہلسنت کا مقتدا و پیشوا مسائل دینیہ مین کتاب اللہ و سنت ہی ہے وہ خلاف اسکی کوئی امر بھی مین
ثابت نہین کرتے اور جو جسقدر ثابت ہوگیا اوسمین چون و چرا نہین کرتے بخلاف مقتدایان شیعہ کے
کہ اونہون نے اپنا مقتدا اپنی اہواء کو قرار دے رکہا ہے خلاف کتاب و سنت جسکو لیے جو دل چاہتا ہے ثابت
کر دیتے ہین اور جس سے جو دل چاہتا ہے حسب موقع سلب کر دیتے ہین نہ کتاب و سنت کو دیکھتے ہین
نہ ائمہ کی سنتے ہین منجملہ اونکے یہہ مسئلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر منڈہتے ہین حالانکہ نہ کتاب اللہ
اسکی مساعدت کرتی ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس مسئلہ کے
انکی ہی مجبوری اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت نہین نہ وہ کہ جسم ہماری محبت سے
گمان کیا جاتا ہے چنانچہ دوسری دونون شرطونکا بھی اسوجہ سے انکار کیا گیا ہے **قولہ** مگر خلفاء ثلثہ کے لیے انبیاء
کی عصمت مین قدح کرنے لگے **اقول** اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپکے مذہبی بہائی سمجھینگے
خلفاء کے لیے انبیاء کی عصمت مین قدح کرنے سے کیا مراد ہے اگر یہہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم
نہین اعتقاد کرتے اور انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کرینگے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئیگی
اسلیے انبیاء کی عصمت مین قدح کر کے اونکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہین تاکہ افضلیت لازم
نہ آوے تو یہہ تو بالکل غلط اور واہیات ہے بلکہ مذہب اہلسنت کے خلاف ہے صحیح مذہب اہلسنت یہہ ہے
کہ انبیاء معصوم ہین اور سوا انبیاء کے کوئی شخص خلفاء مین سے ہو یا ائمہ مین سے ہرگز معصوم نہین
اور اگر کچھہ اور مراد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی ذہن مین اعتبار کر رکہا ہے تو صاف طور پر بیان
کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسیکو بڑہانے پر آتے ہین تو یہانتک
بڑہاتے ہین کہ اوسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہین اور گرانے مین تو یہانتک گراتے ہین کہ

[illegible]

اعتدال سے نکال دیتے ہین مثلاً اسی مسئلہ عصمت انبیا مین یہانتک بڑہی کہ صغائر وکبائر سے سہواً وعمداً قبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا گرایا تو یہانتک گرایا کہ انبیا کی نسبت کفر اور حسد وغیرہ سے بہی دریغ نکیا ائمہ کی نسبت یا تو یہانتک مبالغہ کیا کہ نبیین و مرسلین سے بہی انکا درجہ اونچا کردیا یا گرایا تو یہہ نوبت پونہچائی وہ امور انکی طرف منسوب کیے کہ کفار و فجار کو بہی انکی نسبت سے ننگ و عار ہو فروع مین اسکی ایسی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہانتک احتیاط کہ پانی مین غوطہ لگانے سے بہی ٹوٹ جائے یا بے احتیاطی کے تو یہانتک کہ اغلام سے بہی نہ ٹوٹے پس مذہب کیا ہے مرزا رفیع السودا کی ہجو یا مدح ہے کہ کبہی عرش برین پر بہٹلا دیا اور کبہی تحت الثرا مین گرا دیا یا میر ببر انیس کے مرثیون کے بند شین ہین کہ ہر ہر شعر مین بیشمار مبالغہ کی بہت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگونکی واسطے فرمایا ہے جو نہج البلاغہ مین کئی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے سیہلک[1] فی صنفان محب مفرط یذہب بہ الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذہب بہ البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ انتہی بقدر الحاجۃ اور نہج البلاغہ مین دوسری جگہ فرمایا یہلک[2] فی رجلان محب مطرو باہت مفتر حسب ارشاد جناب امیر رضہ تمام فرق شیعہ وخوارج دونو اصحاب اس وعید مین داخل ہوئی کسقدر اطرا فی المدح اور افراط فی المحبت ہے کہ حضرت کا مرتبہ انبیا سے بہی بڑہا دیا بحمد اللہ تعالیٰ اہلسنت یہان بہی ثابت الاعتقاد اور راسخ القدم رہی انبیاء کو انبیاء کی درجہ مین رکہا اور خلفاء کو انکی درجہ مین رکہا نہ انکی درجہ مین اعتدال سے کمی بیشی کی نہ انکے درجہ کو اعتدال سے گہٹایا بڑہایا - اور اگر روایات شیعہ کا تتبع کیا جاوے تو صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کی وجہ سے عصمت انبیا مین جرح قدح کیا ہے - حضرت آدم علیہ السلام کی انکار امامت کے روایات اور حسد کا قصہ لوربشر اکا ذکر اوپر مذکور ہوچکا ہے علاوہ ازین روایات قوم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسقدر مصائب و آلام مین مبتلا ہوئے سب بوجہ انکار امامت ائمہ مبتلا ہوئی

---

[1] قریب ہے کہ میری باب مین دو گروہ ہلاک ہونگی ایک تو افراط کی ساتھ مجکو دوست رکہنے والی کہ میری محبت انکو ناحق کیطرف لیجائیگی دوسرے نہایت دشمنی رکہنے والے جنکو دشمنی بغض کیطرف لیجائیگی اور میری باب مین بہتر حال والے سب سے بہتر ہین پس ضرور رہو اسکو اور بڑی جماعت کو اختیار کرو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتہ ہے ۱۲ [2] ہلاک ہونگی میری باب مین دو شخص افراط کے ساتہہ دوست رکہنے والا اور مفتری بہتان باندہنے والا ۱۲

اور یہہ انکو ضرا سی انکار کی گنجائی ہی سے اہل انصاف و عقلا صاف سمجہہ سکتی ہین کہ حضرات شیعہ نے ہی ائمہ کی بلکہ انبیاء کی عصمت مین جرح و قدح کی ہی نہ اہل سنت نے **قوله** غرضکہ امامت و خلافت کے بارہ مین ان حضرات کی اقوال نہایت ہی مضطرب ہین اگر حضرت مجیب یہہ سلسلہ جاری رکہین گے تو انشاء اللہ تعالے بحث امامت مین انکا ذکر بخوبی آویگا۔ **اقول** معلوم نہین ہمارے مجیب نے یہہ نتیجہ کس جملہ کا اسبق سے پیدا کیا ہی اور پہلے کونسا اختلاف و اضطراب اہلسنت کا مسئلہ امامت مین ذکر کیا ہی جسکی طرف یہہ غرض ایما کرتے ہی۔ اگر بالفرض اہلسنت کو مسئلہ امامت مین باہم اختلاف ہو تو یہہ اختلاف بحمد اللہ تعالی کچہہ قادح نہین کیونکہ اہلسنت کی نزدیک مسئلہ امامت فروع مین سے ہی اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہین ہی حالانکہ اہلسنت مین اس کے بابت کوئی معتد بہ اختلاف نہین ہی لیکن اگر اختلافات فرق شیعہ کو عموماً اور اختلافات فرقہ امامیہ کو خصوصاً دیکہا جاوی اور آپس مین باہم جو کچہہ منافات و تناقض و تکاذب و تجاحد ہی اوسکو غور کیا جاوی تو یہی حقیقتاً آیت وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ زبان سے نکلتی ہی اور آیت إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ اوسپر صادق آتی ہی خوف تطویل ہی اور یہہ مقام بہی تطفلی و استطرادی ہی ورنہ اس بحث کو ہم بسط کے ساتہہ فیہ تحریر مین لاتے لیکن جسکو اس اختلاف کی دیکہنی کا شوق ہو وہ مبسوطات مثل صواعق و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کو دیکہی۔ لیکن اسجگہ مجیب لبیب میری اس گذارش پر ناخوش نہون کیونکہ یہہ اختلاف فی الحقیقت آپکا یا آپکی اکابر علماء کا قصور نہین ہی بلکہ حسب تصریحات قوم یہہ کشتی تو خضر ہی کی ڈوبائی ہوئی ہی یہہ اختلافات تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا ڈالا ہوا اور انہی کا تعلیم کیا ہوا ہی کلینی مین باب اختلاف الحدیث مین منصور بن ابی حازم سے روایت ہی[۵] قلت لابی عبد اللّٰہ اسئلك عن المسئلة فتجيبني فيها بالجواب ثم يجيئك غيري فتجيبه بجواب آخر فقال انا نجيب الناس على الزيادة والنقصان اور بحار الانوار مین ہی عن محمد بن بشير وعن غير عن ابی عبد اللّٰہ[۶] قال قلت له انه ليس شيء اشد علي من اختلاف

---

[۵] منصور بن ابی حازم کہتا ہی کہ مینی امام ابو عبد اللّٰہ سی پوچہا کہ مین آپ سے ایک مسئلہ پوچہتا ہون آپ اوسمین کچہہ جواب دیتے ہین پہر دوسرا شخص آکر پوچہتا ہی اوسکو آپ دوسرا جواب فرماتے ہین۔ فرمایا کہ ہم لوگوں کو کم و بیش جواب دیتے ہین ۱۲ راوی کہتا ہی کہ مینی امام ابو عبد اللّٰہ سی کہا کہ مجہپر کوئی چیز آپکی اصحاب کی اختلاف سے زیادہ سخت نہین ۱۲

اصحابنا قال ذلک من قبلی اور بحار مین ہی عن زرارۃ عن ابی جعفر قال سالتہ عن مسئلۃ فاجابنی قال ثم جاء

رجل فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج

الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتک قدما یسئلان فاجبت کل واحد منہما بغیر

ما اجبت بالآخر فقال یا زرارۃ ان ہذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لقصدکم الناس ولکان

اقل لبقائنا وبقائکم فقلت لابی عبد اللہ — الی ان قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ اور بحار مین ہی عن ابی عبد اللہ

قال انی لاتکلم علی سبعین وجہا لی فی کلہا المخرج — نقلا عن غایۃ — تو ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہی

کہ یہہ اختلاف فی الدین حضرات ائمہ کا ہی تلقین کیا ہوا ہی اور واضح رہی کہ اسکی تاویل مین اختلاف امتی

رحمۃ کو پیش نکیجیگا کیونکہ حسب تصریح صدوق جو علل الشرائع مین کی ہی اس حدیث مین اختلاف سے مراد

اختلاف فی البلدان ہی نہ اختلاف فے الدین — پس ایسی اختلافات و اضطرابات سے اغماض کر کے اہل حق

کیطرف اضطراب و اختلاف منسوب کرنا طرفہ تماشا ہی — **قال الفاضل المجیب** — قولہ — پس

جناب مخاطب کا یہہ قول (ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفاء ثلثہ کا وقوع ہی) بجائی

خود نہین — اقول — معلوم نہین کہ جناب مجیب نے اپنے کس قول و مقدمہ پر یہہ تفریع فرمائی ہی

اگر اصول خلافت مسلمہ خود کو اول مدلل تحریر فرماتے اور پہر خلفاء ثلثہ کی خلافت پر اونکو ثابت

کرتے بعد مین ایسا لکہتی تو مضائقہ نتہا — اب جناب کا یہہ قول بجائی خود معلوم نہین ہوتا — **یقول**

العبد الفقیر الی مولاہ الغنی حضرت مجیب نے یہہ عجب قسم سے اعتراض فرمایا ہی

شروع سے کچہہ مفہوم ہوتا ہی اور آخر سے کچہہ اور سمجہہ مین آتا ہی اول تحریر فرمائی ہین معلوم نہین کہ یہہ تفریع کس قول و مقدمہ

پر ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ تفریع اسوجہ سے غلط ہی کہ ماسبق مین اسکا مفرع علیہ کوئی قول و مقدمہ نہین ہی

اور آخر مین لکہتی ہین کہ اگر اپنے اصول کو مدلل لکہکر خلفاء پر ثابت کرتے اور پہر تفریع کرتے تو صحیح تہا

[illegible]

۱؎ فرمایا یہہ میری طرف سے ہی ۲؎ زرارہ کہتا ہی کہ مینے امام ابو جعفر سے ایک مسئلہ پوچہا آپنے مجکو جواب دیا پہر دوسرے شخص نے اکر پوچہا

اوسکو میرے جواب کے مخالف جواب دیا پہر تیسرے شخص نے پوچہا اوسکو ہم دونو کے جواب کے مخالف جواب دیا جب وہ دونو چلے گئے مینے عرض کیا

ای رسول اللہ کی فرزند عراق کی دو شخص آپکے شیعہ مین سے پوچہنے کے لیے حاضر ہوئی آپنے ہر ایک کو دوسرے کے مخالف جواب دیا فرمایا ای زرارہ ہماری لیے یہی بہتر

اور ہمارے تمہارے لیے بقا کا سبب ہے اور اگر تم ایک امر پر اتفاق کرو گی تو تمہارا قصد کرینگے اور ہمارے تمہاری بقا قلیل ہوگی ۳؎ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا

اس کا جواب سی علوم ہوتا ہی کہ شرح علیہ یا بن صحیح دی لیکن چونکہ بیان نہیں کیا اُسکی تغییر تمام ہی قطع نظر اسکی جگہ اصل شاہ صاحب لکھنی پڑی گر کہ ذکر تمام
منقلب کیا گیا اسلیے پہلا اعتراض تو ترجیح کی گئی تو کون کہہ سکتا کہ یہ تفریع صحیح نہیں ہے ہمیں ماکہ دلیل ہی تفریع ہو سکتی تہی لیکن اس سے بہتر کہ دلیل تمام نہیں تا
کہ بدون دلیل تفریع ہو صحیح ہو تفریع کی تحقیق ذکر الیسی مکتب ہی ہوا اپنی اس تفریع کا دوسرا اعتراض تھا اور نقل کی تشریح کی تو اسکو تفریع کا طور پر
ذکر کرنا بہی صحیح ہوا آپ کو خود فرمائی ازالۃ الخفا کو دیکہی **فصل** اسہند یعنی جو یہ لکہا تہا تو کتاب کا جواب بہی پاتہا افسوس کہ جناب نے کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی
ورنہ یہا ہرگز تحریر نفرمالی خیر اب میں ازالۃ الخفا کی عبارت لکہکر اپنا مطلب ثابت کرتا ہوں اگر حمل کیجیگا تو بسم اللہ حضرت ازالۃ الخفا کی مقصد اول کے
فصل اول ترجمہ صفحہ نمبر ۵ طبع مطبع مذکور میں یہ عبارت درج ہی مسئلہ در طرق انعقاد خلافت انعقاد خلافت بچہار طریق واقع شود طریق اول بیعت اہل
حل و عقد از علما و قضاة و امرا و وجوہ ناس کہ حضور ایشان میسر شود و اتفاق اہل حل و عقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست زیرا کہ آن متعذر
است و بیعت یک دو کس فائدہ نمی دہد زیرا کہ حضرت عمر در خطبہ آخر خود فرمودہ اند من بایع رجلا علی غیر مشورة من المسلمین فلا یبایع ہو ولا الذی
بایعہ تغرة ان یقتلا و انعقاد خلافت حضرت صدیق بطریق بیعت بودہ است طریق دوم استخلاف خلیفہ است مستجمع شروط را
یعنی خلیفہ عادل باقتضای نصیحت مسلمین شخصی را از میان مستجمعین شروط خلافت اختیار کند و جمع نماید در باب او الفت کند یا استخلاف وی
و وصیت نماید باتباع وی پس این شخص میان سائر مستجمعین خصوصیتی پیدا کند و قوم را لازم است کہ ہمان شخص را خلیفہ سازند
انعقاد خلافت حضرت فاروق ہمین طریق بود ـ طریق سوم ـ شوری است و آن آنست کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را
در میان جمعی از مستجمعین شروط و گوید از میان این جماعت ہر کرا اختیار کنند خلیفہ او باشد پس بعد موت خلیفہ
تشاور کنند و یکی را معین سازند و اگر برای اختیار شخصی را یا جمعی را معین کنند اختیار ہمان شخص یا ہمان جمع معتبر
باشد و انعقاد خلافت ذی النورین ہمین طریق بود کہ حضرت فاروق خلافت را در میان شش کس شائع ساختند و آخر ہا
عبد الرحمن بن عوف برای تعیین خلیفہ مقرر شد و وی حضرت ذی النورین را اختیار نمود طریق چہارم استیلاست چون خلیفہ بمیرد
شخصی متصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف ہمہ را بر خود جمع سازد باستیلاف قلوب یا بالقہر بنصب قتال خلیفہ شود و لازم
گردد بر مردمان اتباع فرمان او در آنچہ موافق شرع باشد و این دو نوع است یکی آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد و صرف منازعین
کند بصلح و تدبیر از غیر ارتکاب محرمی و این قسم جائز است و رخصت و انعقاد خلافت معاویہ ابن ابی سفیان بعد قتل حضرت
مرتضی و بعد صلح امام حسن ہمین نوع بود انتہی بقدر الحاجة غور فرمایئی کہ یہہ چہار طریقی انعقاد خلافت کی لکہی ہین
کسی طریق کو بہی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیا ہی حالانکہ یہہ کتاب خاص اسی باب میں بڑی زور شور سے

تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کی ثبوت مین ہر خلیفہ کی خلافت ہی بطور شہادت لکہی ہے پس مبرا یہہ لکہنا کہ بنا بر اخذ ان اصول موضوعہ کا
وہی خلافت خلفاء کا وقوع ہی انصاف فرمائیے تو نہایت ہی درست ہے اور جناب کا یہہ لکہنا کہ بجائے خود نہین واقعہ مین بجای خود نہین
اقول عنوان تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ اعتراض ہماری مجیب لبیب کا مایہ افتخار ہے و سرمایہ ناز پیشتر اسکی جواب مین جو کچہہ
الزاماً اجمالاً گذارش کیا گیا تہا افسوس کہ ہماری مجیب سلمہ نے اپنی بلند اندیشیوں مین اسکو تامل کی نظر سے ملاحظہ نہین فرمایا لہذا ضرور ہوا
کہ کسیقدر تفصیل کی ساتہہ لکہا جاوے تا کہ مجیب لبیب کو معلوم ہو جاوی کہ یہہ اعتراض محل گفتگو ہی نہین بلکہ محض غلط ہے اور
منشا اسکا یہہ ہی کہ ازالۃ الخفا کی مطلب کو نہین سمجہی پس صنخیم ہو کہ حاصل اعتراض دو امر ہین اول یہہ کہ اہلسنت نے چند اصول وضع
کیے ہین جن سے انکی نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور چونکہ یہہ اصول موضوعہ کتاب و سنت سے ثابت نہین تو باطل ہوئی اور خلافت
جسکا ثبوت ان اصول پر موقوف تہا وہ بہی باطل ہوئی دوسرا امر یہہ ہی کہ جن طریقوں سے خلافت خلفاء ثلثہ واقع ہوئی ہے انہی
طریقونکو اصول قرار دیا ہی اور یہہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے لیکن جہانتک غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم مصادرہ
علی المطلوب بالکل غلط اور باطل ہی کیونکہ مصادرہ علی المطلوب اسکو کہتے ہین کہ مدعا کو عین دلیل یا جزو دلیل قرار دیا جاوے اور یہان کوئی بہی نہین لہذا تا
بس یہہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی ہی کہ روزمرہ کی اصطلاحات کی بہی خبر نہین بہر معلوم نہین کہ یہہ جو تحریر فرماتی ہین کہ ابتدا سن تمیز سے مناظرہ
مذہبی کا شوق رہا ہے محض تہدید ہے یا سبقت قلم ہے شاید حضرت کو دور اور مصادرہ علی المطلوب باہم مشتبہ ہو گئے ہونگی اور دور کو مصادرہ علی
المطلوب سمجہہ گئے ہونگی کہ بطلان اس بحث مین دور کا شبہہ پڑتا ہے جسکی تقریر جواب کیطرف ہم بہی متوجہ ہوتے ہین اور اسکی تقریر یہہ ہے کہ اہلسنت نے چند
اصول وضع کیے ہین جنپر خلافت کا تحقق موقوف ہے اور خلافت کی حقیقت کو ان اصولسے ثابت کرتے ہین اور پہر انہی اصول کی حقیقت کو خلافت پر
موقوف کر رکہا ہے کہ اخذ ان اصول کا خلافت خلفا قرار دی گئی ہے تو اہلسنت کی اصول پر دور لازم آتا ہے آپ انکی جواب کیطرف توجہ فرمائیے مگر اولی یہہ بات
گذارش ہی کہ واضح ہو کہ خلافت خلفا کی بارہ مین اہلسنت کی دو فریق مین بعض کی رای یہہ ہی کہ یہہ خلافت منصوصہ ہی چنانچہ صاحب ازالۃ الخفا قدس
سرہ کی بہی یہی رای ہے اور بعض فرماتے ہین کہ منصوص نہین ہی بلکہ بیعت اہل حل و عقد و اجماع سے ثابت ہوئی لیکن چونکہ اس جگہ فریق اول کی مسلک پر
گفتگو واقع ہوئی ہے کیونکہ مجیب لبیب نے عبارت ازالۃ الخفا کو اپنا مستدل قرار دیا ہے تو اول اوسی مسلک کی بنا پر جواب کی تقریر کیجاتی ہی کہ
کہ مسلک فریق اول پر خلافت خلفا رضی اللہ عنہم نص شرعی سے ثابت ہے اور نصوص جلیہ و خفیہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال اہلبیت و صحابہ رضی اللہ عنہم بتفصیل تمام کما لا مزید علیہ ازالۃ الخفا مین مذکور ہین اور الزامی نصوص بہی کسیقدر ماسبق مین گذر چکی ہین تو جب خلافت
نص سے ثابت ہے تو لامحالہ عند اللہ حق ہوگی اور جن اوضاع و اصول پر وہ خلافت واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بہی

حق ہونگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء ثلثہ منصوص ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و اصول کہ جنپر ہمہ حقیت
خلافت مبتنی تھی وہ بھی حق ہوئی۔ تو پھر یہہ کہنا کہ جنپر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد تحقق نفس الامر حقیت
عند اللہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپکو کچھہ مفید اور نہ ہمکو کچھہ مضر ہے کیونکہ جب مدار حقیت
خلافت کا نص پر ٹھہرا تو اگر بالفرض یہہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہوں تو بھی خلافت خلفاء ثلثہ کی حقیت
مین کچھہ نقص نہین بلکہ برعکس اسکے بوجہ حقیت خلافت کی یہہ اصول ہی حق ہو جاوینگی اور اگر مراد یہہ ہے کہ وہ اصول
جنپر خلافت کی حقیت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوصہ ہو کر حق
ہو چکی تو اسکی حقیت کسی اصل پر موقوف نہوگی اور انکی حقیت کے واسطے کوئی حالت منتظرہ باقی نہوگی
اگرچہ اس تقریر سے لزوم دور کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ بغرض رفع خلجان حضرت مجیب خاص
پیرایہ مین اسکو ادا کیا جاوے۔ پس سنیے اس قیاس مین اگر توقف سے مراد توقف حقیت ہے تو صغری کاذب ہے
اور قیاس غیر منتج اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبری کاذب اور قیاس عقیم پس لزوم توقف
الشی علی نفسہ باطل۔ دوسری یہہ کہ اس قیاس مین حد توقف متحد نہین کیونکہ صغری مین بطور الفعل توقع
کی ہے اور کبری مین بطور حقیت کے تو حد اوسط مکرر نہوا تو نتیجہ کاذب ہوگا۔ غرض بہرکیف ازالۃ الخفاء
دیکھکر یہہ سمجھا کہ خلافت راشدہ ان اصول پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اسکی کچھہ ضرورت باقی نہین رہی
کہ دوسری مسلک پر جواب کی تقریر کیجاوے کیونکہ مبنی اعتراض کا مسلک اول ہی تھا لیکن تبرعاً ہم دوسری
مسلک پر بھی مختصراً جواب کی تقریر کرتے ہین تاکہ ہماری مجیب کے دل مین کوئی ہوس و انتظار باقی نرہجاوی
اس مسلک پر ہم کہتے ہین کہ وہ اصول جنپر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہین بلکہ اول
اون اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اوسپر متفرع تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ اول بیعت صدیقی
بیعت حل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور حجیت بیعت اہل حل و عقد آیت کنتم خیر امۃ سے ثابت ہے
اور نیز اسکی صحت و حقیت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ نہج البلاغۃ مین مذکور ہے اور خود شارح نہج
البلاغۃ سے مفہوم ہوتی ہے (۱) انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی
رجل و سموہ اماما کان للہ رضی سے جو کچھہ مجیب کا اعتراض ہے اور اوسکو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اوسی موقع پہ بیان کرینگے۔ مگر مختصراً بیان اسقدر جاننا چاہیے کہ خود اس عبارت کا نیز
اور دوسری عبارات کا جو اس بارہ مین وارد ہوئی ہین اسکا مکذب ہی۔ (۲) لانہا بیعۃ واحدۃ لا یثنی
فیہا النظر ولا یستانف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن والمروی فیہا مداھن (۳) وکانت
امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدر والیکم ترجع قولہ وکانت امور اللہ الی قولہ ترجع ای انکم
کنتم اھل الاسلام والحل والعقد قید لانہم المہاجرون والانصار
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یحضرھا
عامۃ الناس ما الی ذلک سبیل ولکن اھلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس للشاھد ان یرجع ولا للغائب
ان یختار الا وانی اقاتل رجلین رجلا ادعی ما لیس لہ وآخر منع الذی علیہ ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن
حسن نام دستانیست وقسم بزندگانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان نمی باشد
بانعقاد امامت راہی در ہیچ زمان و این جواب انکار معاویہ است واہل شام اجماع را بر بیعت آن امام علیہ السلام
مبنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد بجمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین وجہ کہ اجماع
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل او را در غایت دشواری میشمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع
اتفاق اہل حل وعقد است از امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری از امور چنانچہ اشارہ فرمودہ لیکن
اہل امامت حکم میکنند بر کسیکہ غائب است از ان پس از ان نیست مر حاضر راضی را ہمچو طلحہ وزبیر کہ از بیعت
رجوع نماید ونہ غائب را ہمچو معاویہ کہ او را برائی خویش اختیار سازد۔ الخ۔ نقلاً عن ازالۃ الغین۔ اور جب بیعت
اہل وعقد صحیح ہوئی تو بیعت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ثلاثہ باقیہ اسی پر متفرع اور مبنی ہین وہ
بھی معہ اصول خود صحیح اور حق ہوئی اور اگر مجیب بسبب بعض صحابہ کی تاخیر کا خیال کرین تو اول تو اسکا
جواب خود ارشادات جناب امیر مین موجود ہی معہذا یہہ ثابت فرمادین کہ یہہ تاخیر بوجہ قدح استحقاق خلافت
تھا جب تک یہہ ثابت نہوگا اوسوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس سلک پر برعکس دعوی
خلافت کی لیے اصول کا ماخذ ہونا مثل روز روشن ظاہر و باہر ہی اور لزوم مصادرہ علی المطلوب حباب نقش
بر آب بلکہ لمعان سراب ہی۔ ہماری مجیب کی تقریر اعتراض کے بعینہ وہ مثال ہے جیسا طفل کراہی چلت

دیکھا ہوا وہانکر چلنے کا قصد کرتا ہی اور گرجاتا ہی ہر جگہ پاؤن اڑکھڑاتا ہی کسی جگہہ بہی تقریر اعتراض یا جواب ٹہیک نہین پہر اسپر دعوی کیا کچہہ پس مسلک ثانی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو موضوعہ کہنا بالکل غلط ہی اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہی چنانچہ پہلی تحریر مین بہی اسکی طرف ایما کیا گیا تہا لیکن اسکی نسبت یہہ کہنا کہ بطور خود چند اصول وضع کئی مین یہہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو امر کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اوسپر موضوع ہونے کا اطلاق کیا جاوی تو تمام دین موضوع ٹہر جاویگا - علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول و فروع جو اکثر حرف ائمہ ہی کے ہین بہم خود ہی قطعا موضوع ہوگا غرضکہ مطلقاً خلافت کا ماخذ ہونا محل اعتراض نہین ہے - اگر اول منصوصیت خلافت باطل کرتے اور بعد اوسکی یہہ لکہتے تو مضائقہ نتہا - اور یہہ قول اب قطعاً بیجا ہی خود نہین پس میری گذارش کے تردید اس بنا پر ہی کہ نہ از ابتدا تا انتہا مطلب کو سمجہا نہ بندہ کی گذارش کو بنظر تامل و انصاف کی ملاحظہ فرمایا سو جبر اسکا کچہہ علاج نہین - **قال الفاضل المجیب** - قولہ - کیونکہ درحقیقت یہہ کام حضرات شیعہ کا تہا کہ مبنی انکی اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی جس فعل کی الزام اہلسنت کی طرف نسبت فرمائی ہین - **اقول** - شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ اور اون دلائل نقلیہ سے جو مؤید عقل ہون ثابت کرتے ہین اور جبکہ امامت کو بہی اصول سے جانتی ہین اس اصل کو بہی مثل اور اصول کی ایسے دلائل سے ثابت کرتے ہین - **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** ہماری حضرت مجیب نے جن دلائل کو عقلیہ تصور فرما رکہا ہی وہ فی الحقیقت صور خیالیہ و وہمیہ ہین علاوہ ازین جسقدر مخالف فرقے ہین سب اپنی اپنی اصول کی نسبت اسیطرح شد و مد سے صحت وحقیت کے قائل ہین - اگر یہہ دعوی بلا دلیل معتبر ہی تو سب فرق کے حقیت کی قائل ہو جئیے - ونیز اپنی اصول کے لیے دلائل حقہ کی فکر کیجیئے - ہم جہانتک غور و تامل سے بنظر انصاف دیکھتی ہین حضرات اصول مخصوصہ مین کہین اس دعوی کی تصدیق نہین پاتے - ائمہ کا انبیا سے افضل ہونا آپ ہی فرمائیے کہ بدیہیات اولیہ مین سے ہی - ائمہ اور اونکی انصار کی رجعت - امام آخر الزمان کی غیبوبت - وجوب علی اللہ تعالے - حسن و قبح عقلی - مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیاء کے ساتہہ جیسا صاحب نافع

یعنی جو دلائل جناب مجیب نے عقلیہ تصور فرمائے ہین وہ ... نہین ہین -

اپنی شرح مین تصریح کی - ائمہ کے عصمت اونکا علم کان وما یکون و اختیار موت و حیات وغیرہ بہت مسائل ایسی ہین کہ اونمین صرف جدلیات و اقناعیات پر ہی قانع ہین اگر انصاف سے ملاحظہ فرماوین تو حقیقت حال منکشف ہوجاوی - لیکن جب عقل و انصاف کو کام مین نہ لاوین تو اختیار ہی جو دل چاہیے فرماوین زبان و قلم کو کون روک سکتا ہی - **قولہ** اور ہر امر کی ثبوت کے لیئے مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہی **اقول** اگر مقدمات و شرائط واقعی اور نفس الامری مراد ہین تو مسلّم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہین کیونکہ شرائط مقبولہ کے لیئے نفس الامری ہونا غیر مسلم ہی اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہی **قولہ** پس جب بنظر تحقیق اس بابمین غور کیا تو عقل سلیم و کتاب خدا و ند علیم و احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت و فضلیت و منصوصیت خلافت و امامت کے لوازمین سے ہی اسلیئے ان شرطونکو ضروری سمجہا - **اقول** عقل سلیم تو وہی ہی جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور تمام فرقہ شیعہ کو عموماً عنایت ازلی سے مرحمت ہوئی اور کتاب علیم وہ ہوگی جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایام تخلف بیعت گہر کے اندر تخلیہ مین جمع فرمائی اور ائمہ مین سے ہر ایک کی پاس یکی بعد دیگری صندوق تقیہ مین بند چلی آئی اور احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام وہی ہین جو حضرات زرارہ اور مومن الطاق وغیرہ مقتدایان قوم جنکا مجملاً حال مذکور ہوچکا ہی انہی صدیقین کے واسطہ سے حضرات شیعہ مین شائع اور مشتہر ہوئی - اور اقوال صحابہ اونہین صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متقدمین و متاخرین طرفہ انکشاف بیان فرماتے چلے آئی اور کسیقدر سابق مین گذارش بہی ہوچکا - پہر ایسی عقل اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و روایات اور ایسی اقوال پر نازو افتخار فرمانا ہمارے حضرت مجیب جیسی مصنف دو نشمند کا ہی کام ہی ہم تو جہانتک غور کرتے ہین تو اوسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہین - اور اسیلئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہین سمجہتے قال تعالے وانا او ایاکم لعلی هدی او فی ضلال مبین **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفا ثلثہ مین بالمرہ منفقود ہین اور اہل سنت بلکہ خود خلفا بہی اسکی مقر ہین اسلیئے اونکی خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد نیابت رسول سے ہی نہین جانتی - **اقول** یہہ شرائط ثلثہ مسلمہ حضرات ائمہ مین بہی بالمرہ

مفقود ہین چنانچہ باعتراف ائمہ ثابت ہی تو انکی امامت و خلافت راشدہ کو بھی نمایئی چونکہ مقام بسط نہین اسلیئی چند روایات پر اکتفا کرتا ہون بنظر انصاف ملاحظہ فرمائی صحیفہ کاملہ مین تو آپ بطور درد ہر متبع رہتے ہونگی مگر کبھی نہ برمعانی بھی توجہ فرمائی۔ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین[۱] والی اشکو فی سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ۔ ایضًا انا الذی افنت الذنوب عمرہ[۲]۔ نہج البلاغۃ مین سید رضی خود باسیر سے نقل فرماتے ہین۔ لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطی ولا آمن من ذلک فی فعلی الخ[۳] ایضًا ومن کلام لہ علیہ السلام لما اراده الناس علی البیعۃ بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ والوان لا تقوم لہ القلوب ولا تثبت علیہ العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجۃ قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا۔ اور نور الثقلین مین مجمع البیان طبرسی سے منقول ہی روی محمد بن ابی عمیر عن ابراہیم بن عبد الحمید عن علی بن عبد اللہ الحسین بن زین العابدین انہ قال رجل انکم اہل البیت مغفور لکم قال فغضب وقال نحن احری ان یجری فینا ما اجری فی ازواج النبی[۴] انا نرجو المحسن منا ضعفین من الاجر ولمسیئنا ضعفین من العذاب ثم قرأ یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ الخ اگر آپ انصاف سے ملاحظہ فرماینگی تو ان روایات سے واضح ہو جائیگا کہ یہ حضرات فی الواقع معصوم نہین اور ائمہ ان کی اپنی اندر فقدان کے معترف تھی اب بمعارضہ اسکی انبیاء کو ذکر فرمائیے۔ جیسی دلائل شرعیہ سے ثابت کیجیی بعد اسکی اقوال و افعال کے تاویلات و توجیہات کے درپی ہو جیئی ورنہ کیسی واسطہ وجدان شریف کا قائل ہو کر اسکی اقوال و

---

[۱] تحقیق شیطان نے مالک ہوا ہی اوپر ضعف یقین میری باگ کا ایک ہو گیا ہی اور مین اسکی بڑی ہمسایگی اور اپنی نفس کے اوسکا مطیع ہونیکا شکوہ کرتا ہون[۲] مین وہ شخص ہون جسکی تمام عمر گناہون نے فنا کر دی۔ ۱۲ [۳] حق بات اور راست مشورہ سے ... بند کرنا کیونکہ مین خطا سے ... [illegible]

اور اگر تم مجھکو چھوڑ دوگے تو مین تم مین کا ایک جیسا ہون اور شاید مین زیادہ مطیع ہون جسکو تم امیر بناؤ اور مین اسی طرح تمہارا وزیر ہون یہ بہتر ہی بہ نسبت امیر ہونے کے [۴] امام زین العابدین نے کہا ... کسی شخص نے کہا کہ تم لوگ اہل بیت بخشے ہوئی ہو تو آپ خوش ہوئی اور فرمایا کہ ہم زیادہ مستحق اسی امر کی ہین کہ جو حکم ازواج مین جاری ہوا ہی ہم پر بھی جاری ہو ہم اپنی نیکوکارون کے لیئے دو چند اجر کے اور اپنے گنہگارون کے لیئے دو چند عذاب کے امیدوار ہین

افعال کیسے تاویلات مین معارضہ پیش کیا جا سکتا ہی لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہین قرار دیگا۔ اور نظر کا
اثبات قیاس علی الانبیاء سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس ہے قیاس ہی قیاس مع الفارق ہی **قولہ** پس شیعونکو
اصلی غرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و احقاق حق و ابطال باطل ہی **اقول** ولن
یصلح العطار ما افسد الدہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل ہین تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے
اثبات منجملہ محالات ہی اور اس جد و جہد کا نتیجہ بجز ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھہ نہین اور نہ یہہ غرض
حاصل ہو سکتی ہے **قولہ** اور یہہ ظاہر ہی کہ اس صورت مین غیر مستحقین کے خلافت ثابت نہ ہوگی **اقول** بلکہ یہہ
ظاہر ہی کہ مستحقین کے بہی خلافت اس صورت مین ثابت نہ ہوگی کیونکہ ائمہ کی بہی خلافت باطل ہو جاویگی **قولہ** نہ یہہ
کہ محض ابطال خلافت خلفاء ثلثہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت مین
معتبر جانتی ہون جیسا کہ حضرت مجیب اور اہلسنت کا وہم و خیال ہی حاشا و کلا **اقول** اہلسنت کا یہہ
ہی خیال نہین کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت مین معتبر جانتی ہین بلکہ اہلسنت
بدلائل قاطعہ و شہادات ائمہ یہہ ثابت کرتے ہین کہ باوجود قیام دلائل عدم اشتراط کے ان شرائط کو حضرات
شیعہ نے خلافت مین معتبر مان رکہا ہی پس جب یہہ حال ہی تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال خلافت
خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی و بس **قولہ** ہان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات اہلسنت ان خلفاء کی خلافت
کے قائل ہین لہذا انکو ضرور ایسی اصول کے جنکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہین سخت حاجت تہی لہذا حضرات نے
ایسی اصول وضع فرمائی۔ **اقول** خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیت مثل روز روشن ظاہر
دیا ہی ہی آفتاب نص قرآنی اور حدیث نبوی صلعم اور اقوال و افعال ائمہ نے اوسکی چہرہ ثبوت سے سحاب خفا
یک لخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث تو بقدر مذکور ہو چکی ہین اسوقت نہج البلاغہ کی خطبہ کا ایک جملہ
یاد آیا جو ثبوت مدعا مین بشرطیکہ انصاف سے دیکہا جاوی نص ہی و اذا المیثاق فی عنقی لغیری۸
قطع نظر اس سی کہ اس جملہ کی الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوتا ہی جو کچھہ اس جملہ سے مینی مع سمجہا ہی اس مین
منفرد نہین ہون بلکہ اس مین حضرت ابن میثم بحرانی نے بہی میری ہمراہی رحمہ اللہ تعالی ہمہ بیان ہین اور انہین
ہی اپنی مختصر شرح مین جو اسوقت میری پاس موجود ہی مجبور ہو کر صاف کہا ہی کہ بیعت ابی بکر کا میثاق ہی

۸ [illegible] ۱۸

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا آنحضرت آپ ابن ملجم کی طرح لیکر یہی ایسی گذارش کو مطابق کریں یہی اور
دیکھئے جناب امیر کس طرح حقیت خلافت کو تسلیم فرماتے ہیں اور شاید اگر آپ تمام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائینگے تو یہہ بھی
معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوسمین کیا قطع و برید فرمائی ہے پس بفضل اللہ تعالی اہلسنت بدون قیام دلیل کے
خلافت کے قائل نہیں ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ اونکو اصول گھڑنے کی ضرورت ہوئی تو حضرت مجیب کا یہہ ارشاد
(جنکے سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط اور خلاف واقع ہے منشا اسکا یہہ ہے کہ کتب فریقین سے
بیخبر ہیں اور جو کچہہ دیکہا ہے اوسکا مطلب نہیں سمجھے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم قال الفاضل
المجیب قولہ - ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و ارشادات ائمہ رضی اللہ
عنہم سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچہہ ضرورت نہیں - اقول - اگر حضرت مجیب کا یہہ قول
درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں چار طریق انعقاد بیعت کے کیوں تحریر فرمائے ہر امر کے
ثبوت کیلئے شرائط و مقدمات وغیرہ کا ہونا ضرورے ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
ازالۃ الخفاء کی عبارت کو تامل سے ملاحظہ فرمائیے اور اوسکے مطلب کو سمجھئے با اینہمہ یہہ والی آپنے اوسکا
مطلب نہیں سمجھا طریق رابع کی شق ثانی کو اگر آپ بتامل ملاحظہ فرمائینگے تو یہہ عقدہ حل ہو جائیگا قولہ
تعجب ہے کہ حضرت کتابوں کو ملاحظہ نہیں فرماتے جو دل میں آتا ہے لکھ جاتے ہیں ورنہ ہر کتاب میں طرق
و شرائط عجیبہ تحریر ہیں - اقول اگر کتابوں کے ایسی ملاحظہ کیطرف دعوت کیجاتی ہے جیسا کہ جناب نے ملاحظہ کتب
فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ بیفائدہ ہی نہیں بلکہ مضر ہے چنانچہ جناب پر واضح ہو گیا اور اگر بنظر انصاف و تحقیق
ملحوظ خاطر ہے تو بندہ بھی جناب کی خدمت میں اسی امر کا ملتمس ہے کہ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ
پر عمل فرمائیے اور بندہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالی بشرط نظر انصاف واضح ہو جائیگا کہ کتابوں کا ملاحظہ کیا ہے
یا نہیں کیا باقی رہا طرق و شرائط کی نسبت کب انکار ہے آپ گذارش کو بغور ملاحظہ فرمائیے قولہ معہذا اور
خلفا کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کے ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت
صحیح ثابت ہو جاوے تو پہر جائے گفتگو نہیں - اقول حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
کی خلافت کی صحت و حقیت میں بحول اللہ تعالی کچہہ تردد و گفتگو نہیں ہے کیونکہ جسکی حقیت کتاب اللہ

شاہد ہوا اور جناب امیر نے اوسکی حقیت تسلیم فرمادین اور اوسکی میثاق کو اپنی گردن مین لازم تصور فرمادین۔ اوسکی صحت مین بروی دین وایمان کیا گفتگو باقی رہی۔ اور جب اوسکی صحت وحقیت بین شک وشبہ نہین رہا تو خلافت ثلاثہ بالتبع ہی صحیح ہوئی **قولہ** مگر جب اس خلافت کی انعقاد کا حال دیکھا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہہ ایسی حالت اضطراب واضطرار مین واقع ہوئی ہی کہ کسی شہادت کی بہی نوبت نہین پہنچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکہا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اس سے اعلاء کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مرضی خداوند تعالی کی تمکین ہوئی اسلام ومسلمین کو غلبہ وشوکت ہوئی کفار ومرتدین مقتول ومخذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالی جو خلافت حقہ کی نسبت تہا بروی کار آیا ایسی ہر عاقل کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اوسکا حالت اضطرار مین واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع نہونا کچھہ مضر نہین کیونکہ خداوند تعالی علیم وقدیر اوسکا ذمہ دار ہوچکا تہا تو جو خلافت موعود من اللہ تعالی تہی وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سی انکار نص قرآنی سے انکار ہی اور اوس سے ناخوشی لیغیظ بہم الکفار کا مصداق ہی علاوہ ازین شہادت کی ضرورت اوسوقت ہی کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہان کوئی منکر ہی نہین تہا تو شہادت کی پیش کرنے کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہہ ہی کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے بہی تو بوقت شوری کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور نہ امیر معویہ کی ہی مقابلہ مین کوئی حجت بجز بیعت اہل حل وعقد کے پیش فرمائی تو اگر شہادت پیش نکرنا دلیل عدم حقیت خلافت کی ہی تو آپکو اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیت ثابت ہوتی ہی **قولہ** اوس طوفان بے تمیزی مین کہ جناب سرور کائنات کے انتقال فرمانی ہی سقیفہ بنی ساعدہ مین جو ایسی ہی کا موتکی لیے تہا ایک شور وغل منا امیر ومنکم امیر ونحن الامراء وانتم الوزراء کا بلند ہوا اور ہر گروہ نفسی نفسی کہنی لگا بہلا ایسی ثبوت وشہادت کا کیا موقع ہوسکتا ہی نہ کوئی آیت قرآنی اپنی مطلب کے موید بیان کرتا تہا نہ دلیل عقلی وعرفی لاتا تہا نہ اس باب مین نبی حضرت سے کچھہ پوچہا بعد ازان قول فیصل بخوف اسکی کہ مبادا انصار سے یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہوجاوی اور ریاست وحکومت ہاتہہ سے نکل جاوی حضرت ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اسپر شاہد ہی۔

اقول مجیب لبیب کے کلمات ناسزا اور طعن کا تو ہم کیا جواب لکھین – ہان اسقدر گذارش ضروری ہی دیا عقل کو تواب نفسانی سے خالی فرما کر سوچین کہ جب تو رد عمل منا امیر و منکم امیر و نحن الامرا و انتم الوزرا کی بلند تہا اور ہر گروہ نفسی نفسی کہتا تہا تو ایسی نفسا نفسی مین باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل مبین نہین ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعوی کو کیون قبول کر لیا اور بلا دلیل کیونکر اطاعت منظور کر لی صرف ایک شخص کے بیعت وہ بہی اپنی گروہ مین سے مخالفین کے بیعت اور اطاعت کے لئے کیونکر حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر و اعیان اس جلسہ مین موجود نہ تہے اور ان سے مشورہ نہین لیا گیا تہا اور وہ اسکی مخالف تہی تو ایسی حالت مین عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہی کہ انہا جو اپنی بات پر مصر تہی بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کیوجہ سے بیعت کر لیتی اگر ایسا ہوتا تو انصار مین سے ایک شخص اور ہے کہ سعد بن عبادہ رض کے ہاتہ پر مثلاً بیعت کر لیتا کیون انکی بیعت کو اپنی لیے حجت قرار دیتی ورنہ کم انکم یہہ ہوتا کہ تا حاضر ہونے باقیماندگان وجوہ مہاجرین کے اپنی بیعت کو موقوف رکھتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہی کہ انصار نے جب کہا دیہہ حجت تام نہوئی اور حق منکشف نہین ہوا ہرگز بیعت نہین کی تو حضرت مجیب کا یہہ فرمانا کہ انصار نے اول کو خلیفہ بنا دیا بالکل غلط ہی کیونکہ یہہ خلاف بیعت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سی منعقد ہوئی ہی ہان اول اس خلافت راشدہ کے انعقاد کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موفق ہوئی پس روایت بخاری کا اسجگہ ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہی – صاحب ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ کی استدلال کو دیکہتے ہین جبکہ آپکو اس بیعت کی خبر پہونچی اور آپنے ارشاد فرمایا تو وہ بہی کچہ اس سے زیادہ نہین ہی یاد آتا ہی کہ نہج البلاغۃ مین منقول ہی کہ آپنے فرمایا جو مطاوی احادیث مین مذکور ہی جسکا حاصل یہہ ہی کہ درخت کو لیا اور پہل چہوڑ دیا – **قولہ** ائمہ کی استشہادات کا جو ذکر فرمایا ہی مقام حیرت ہی اسوقت امام بالفعل جناب امیر تہی انکی کسینی بات ہی نہ پوچہی وہ تجہیز و تکفین آنحضرت مین مشغول اور رنج و الم مین مبتلا تہی کہ اہم خلیفہ بن بیٹہی – **اقول** بیشک مجیب لبیب کے لیے یہہ مقام حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو امام بالفعل تسلیم کر لیا تو دوسرونکی امامت کے لیے استشہادات کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہوگا – لیکن

فی الواقع یہہ مقام کچہہ مقام حیرت نہین کیونکہ یہہ جملہ (اسوقت امام بالفعل جناب امیر تہی) غلط ہی
اور خلاف کتاب اللہ تسلیم کر رکہا ہے جسکی وجہہ سے اس حیرت اور بردوبات مین گرفتار رہین - صحابہ
رضی اللہ عنہم کے ساتہہ دلی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتہہ زبانی محبت نے اکثر
جگہ اصول و فروع مذہب شیعہ مین اسطرح کے ادبہادی اور پیچیدگیان ڈال رکہین ہین کہ نہ آجتک
وہ کسی سے سلجہی اور نہ قیامت تک سلجہین ولن یصلح العطار ما افسد الدھر - انہین شہادات
کی بارہ مین علامہ ابن میثم نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغۃ مین تحت شرح خطبہ للہ بلاد فلان مین جو
تعارض و تناقص بیان کرکے جواب تحریر فرمایا ہی قابل ملاحظہ اولوالابصار و منصفان روزگار ہی ذرا
مجیب صاحب بہی ملاحظہ فرمالین - اور اگر یہہ حیرت متعلق نفس وقوع شہادات کی ہی تو اسکا جواب بجز
اسکی کچہہ نہین کہ اپنی کتب معتبرہ دیکہکر اپنی طمانیت فرمالیوین - باقی رہا یہہ کہ انکی کسینی بات پوچہی
سو جو امر بابت استخلاف صحابہ موعود تہا وہ لامحالہ واقع ہونیوالا تہا کچہہ ضرور نہین تہا کہ ہر ایک سے
پوچہا جاتا اور مشورہ کیا جاتا علاوہ ازین وہ وقت ایسا تنگ تہا کہ اگر اس امر مین تاخیر واقع ہوتی تو خطرہ
وقوع فتنہ کا اندیشہ تہا - اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین و انصار موجود تہی تو بعض اکابر کا موجود نہونا جالانکہ
وہ قاوجبین نے الاتحقاق سے نہ تہے کچہہ مضر نہین - اور رنج والم مین مقید ہونا اسکا جواب ابحاث سابقہ مین
گذرچکا ہی کہ حسب روایات سامی غلط ہی ہرگز رنج والم وفات شریعت مین مبتلا نہ تہی ہان اگر تہی تو اپنی
دنیاوی حکومت کے غصب کے رنج والم مین مبتلا تہی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر غاصبین کے
دست قدرت سے خارج تہا - ظاہری تسلط ہی انکی قبضہ سے غصب ہوا تہا تو اوسیکا رنج والم تہا علاوہ
انکی اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول مصائب کے وقت عزیمت یعنی صبر و استرجاع کو اختیار فرماتے
ہونگی اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق مین مشغول ہوتے ہونگی چنانچہ بحمداللہ اسکی موید روایات ہی موجود ہین
حدثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مقبل الدقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید
عن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل
ابن ابی عبد اللہ الوفات جزع ابو عبد اللہ جزعاً شدیداً قال فلما ان غمضہ دعا بقمیص غسیل

ملہ اور جدید فلسہ توتسرح وحرج یا مرسینی قال فقال لہ بعض اصحابہ جعلت فداک لقد ظننا انا
لا ننتفع بك زمانا لما رأينا من جزعك فقال انا اهل بيت نجزع ما لم تنزل المصيبة فاذا نزلت
صبرنا انتہی عن ارشاد القلوب وقال الصادق علیہ السلام انا اهل بيت نجزع قبل المصيبة فاذا نزل
امر الله عزوجل رضينا بقضائه وسلمنا لامره وليس لنا ان نكره ما احب الله لنا انتہی عن من لا يحضره
الفقيه پس جبکہ حق تعالیٰ شانہ کی پسندیدہ امر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ محبوب سمجھتے ہونگے تو رنج والم کیا
اور جزع و فزع کیونکر ہاں جزع و فزع قبل المصیبت حسب روایات شریفہ بمثل مشہور قبل از مرگ واویلا بیشک
ابنیا و ائمہ ہدی کی شان کے شایان ہی حضرات محبان لسان الغیب جدول جاہیں انکی جناب کیطرف نسبت فرماویں
لیکن جزع و فزع قبل البلا کے علت اگر یہہ ہی پاہر موہوم الوجود یا متوقع الوجود ہی تو جزع و فزع بعد حلول البلا بے
بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حزن ہی اور اگر امر آخر ہی تو محتاج بیان ہے - اور یہہ بھی اوسی من لا یحضرہ میں
یہہ ہی موجود ہی - وقال علیہ السلام ان البلاء والصبر يستبقان الى المؤمن فياتيه البلاء وهو
صبور وان البلاء والجزع يستبقان الى الكافر فياتيه البلاء وهو جزوع اور نیز مذکور ہی ولما
قبض علی بن محمد العسکری رای الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار وقد
شق قمیصہ من خلف وقدام انتہی اب ذرا اہل انصاف ان روایات میں غور و امعان نظر فرماویں
اور جناب مجیب بھی بنظر انصاف ملاحظہ کریں - دوشنبہ الہین رابعہ کو صغری بناویں اور ثالثہ کو کبری قرار دیں
اور پھر نتیجہ کے مضمون کو ائمہ کی شان میں تطبیق دیویں بعد اوسکے اگر مذہب تشیع سالم باقی رہے تو اہلسنت
دست گریبان نہ ہونگے بیچارہ ہوں لیکن انصاف شرط ہی - **قولہ** اور بعد فراغ امور ضروریہ اور انعقاد بیعت کدائیدہ
حسب شہادت روایت ازالۃ الخفا جو تحریر ہو چکی ہے خانہ حضرت زہرا میں نقض خلافت کے مشورے کرتے تھے
اور اس خلافت کے برہم کرنے کی تدبیریں فرماتے تھی جسکی لئے خلیفہ ثانی نے آنحضر کے گہر جلانے کی دہمکی دی

ملہ حسب تفصیل ... [illegible]

کیا اسکا ہی نام شہادت ہی **اقول** اگرچہ اسبق مین اسکا جواب مذکور ہوچکا ہی لیکن اسجگہ بہی
چونکہ ہماری مجیب نے بسبب مکرر ذکر فرمایا اوسکا اعادہ باضافہ افادات کیا جاتا ہی واضح ہو کہ اگر مذہب
تشیع پر بناء گفتگو ہو تو حضرت مجیب نے ہی جواب کا فکر فرمادین کہ اولاً حضرت رضی بسبب ترک تقیہ واجبہ و سکوت
ماموره و عدم منازعت آثم ہوتے ہین - اور ثانیاً حضرت رضی ایک لغو اور بیفائدہ امر مین مبتلا ہوئی کہ بسبب علم ما کان و ما یکون
آپکو معلوم تہا کہ یہہ امر شدنی تو اندنہین اور نیز اوس روایت کی بہی تکذیب ہوتے ہی جو آپکی عالم الغیب والشہادۃ
ہونے پر دلالت کرتے ہین ثالثاً باوجود اوس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت بساط سے بمقابلہ
و مقاتلہ قوم عاد و معاملہ قتل ابو بکر رضی اشجع عامل فدک سے معلوم ہوتی ہے اور باوجود اوس عقل و فراست کاملہ کے
جسکا بیان ناممکن ہی آپ کا زنان پردہ نشین مین حسب روایات شیعہ مانند جنین ملطخ بنجاسات ارحام نشین
منہمک بمعاہدی پسمیات کی بطیت سکر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب نہونا اور ذرا سی دہمکی سے
اپنے دعوے سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علاوہ اسکی کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہی مکذب روایات ہے
جنہین تردد تو دارد اپنی محامد کی روایت کے ہین - اور اگر مذہب اہل سنت کی اعتبار سے گفتگو منظور ہو تو سنیی اہل سنت
جناب امیر کو معصوم کب کہتے ہین اور عالم ما کان و ما یکون کب تسلیم کرتے ہین اگر آپنے ابتدا مین بالفرض
نقض خلافت کی مشورے کیے تو یہہ خطا تہی ہم رنگ خطا اجتہادی کی اور بعد اوسکی جب آپ متنبہ ہوئی
اور اوسکی حقیقت پر ملاحظہ و قوف حاصل کیا تو بیعت بہی کی اور شہادات بہی بیان فرمائی - غرض جناب
بیعت نہین کیے ممکن ہی کہ شہادات بیان نفرمائے ہون اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی اور
رنجش دور ہو گئی بعد اوسکی شہادات بہی بیان فرمائی ہون تو اسمین کونسا تناقض اور کیا استحالہ ہی اور یہہ تقریر
اوس وقت تک ہی کہ ہم علی سبیل التنزل نقض خلافت کے مشورونکی وقوع کو تسلیم کرلین لیکن بحول اللہ تعالیٰ
ہمکو یہہ امر حاصل ہی کہ ہم ابتداءً وقوع مشورونکو ہی باطل کرینگی - اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی
حق ہے اور وہ بیعت اہل حل و عقد وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ مین سے کوئی فرد اوسکا
مخالف نہ تہا اور کسیکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی استحقاق خلافت مین انکار یا شک
یا تردد نہ تہا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بہی اگر ملال تہا تو اس امر کا تہا کہ ہمکو شریک مشورہ کیون

ها — بنقض خلافت کی مشورت کی ... [illegible]

کیا۔ جب ہم اہل حل و عقد مین سی تہی تو ہم مستحق مشورہ تہی چنانچہ جو فیصلہ بہی کیا گیا وہ بذریعہ انہی جناب ہوا
اور جب اسکی بحث وہ ہو گیئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہمکو اسمین کلام نہین ہی کہ ابوبکر احق بالخلافت
ہین چنانچہ اس مضمون کو حدیث بخاری مین صراحۃً ثبت ہی اور جب ہم حدیث ازالۃ الخفا کو جو جناب مجیب کا
مستدل ہی دیکہتی ہین تو اسمین یہہ الفاظ ہین یتشاورون فیما یجمعون امرہم جسکا ترجمہ مجیب لبیب نی
یہہ کیا ہی اور جناب سیدہ سی مشورہ کرتے تہی اور اپنی کام مین مراجعت کرتے تہی اور ان الفاظ مین
کہان ہی کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشوری کرتے تہی اور صرف مشورہ کرنے سی کیونکر لازم آیا
کہ وہ مشوری نقض خلافت ہی کے تہے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تہی اگرچہ بعض
اکابر شریک نہ تہی کیونکہ متعدد روایات شیعہ سی ثابت ہو چکا ہی کہ حضرت کی نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
کو واسطی ضروری نہین ہی تو پہر کیونکر ہو سکتا ہی کہ آپ اوسکی نقض کے بابت دیدہ دانستہ مشوری
اور تدبیرین کرتے اور کیا ضرور ہی کہ ہم خطا آپکی جناب مین منسوب کرین بلکہ فی الحقیقت یہہ مشوری
اس امر کے لیے تہی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت صدیقی مین بلا شورہ سبقت کی اور استبداد کیا
اگرچہ ضرورۃً ہوا تاہم مقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور یہ معنی صحیح ہی کہ آپکا یہہ ملال
اور یہہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر رنجی طرفین سی ہوئی تو جناب امیر
اور انکی ساتہیون نے چاہا کہ کسیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہماری پاس آئین اور ہم اونسی برادرانہ شکایت
کرین اور وہ عذر واجبی بیان فرماوین تو باہمی شکر رنجی دور ہو اور ظاہری ملال رفع ہو اور بیعت کر لین کیونکہ
اگر یہہ قصہ مجمع مین ہو تو مبادا بسبب اسکے کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہونگے کوئی ایسا امر نہو جاوی جو باعث
زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر مین مشورہ تہا اور اسی بابت تخلیہ مین گفتگو ہوتے تہی چنانچہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سی مانع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تنہا
وہان تشریف لیگیی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑہا اور اسمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حقیت بالخلافت کا اقرار
کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بالبیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بجواب اسکے اپنی فضائل و مجبوری
بیان فرمائی اور عدم مشورہ اہمیت کا عذر کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور بعد ظہر بیعت ہو گیی

چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر رہی اور شہادات فضائل و محامد خلفا رضی اللہ عنہم بیان فرماتے رہی
یہہ مدعا ہی صحاح اہلسنت و تصریح علمائے شیعہ سی بدلالت مطابقی ظاہر و باہر ہی چنانچہ میر محسن باقر داماد نی
نبراس میں اسکو تسلیم کیا ہی اور تشیید المطاعن کے مجلد ثانی میں عبارت مذکور ہی چونکہ خوف تطویل تہا اسلیئی مجرد
روایات مختصرا عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں
یہہ جملہ جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدن درباب نقض خلافت مشورہا بکار میبردند) پہر اسکی کیا معنی ہونگی
سو اسکا جواب یہہ ہے کہ اوّلاً ظاہر ہی کہ منشا اس ملال کا یہہ ہی امر خلافت تہا تو جب گروہ مخالف نے
خفیہ مشورہ کیے تو اگرچہ یہہ مشوری بابت نقض خلافت کی نہوں تاہم عوام میں شورش و خلل
پیدا ہونی کے باعث متہم نقض خلافت کی ہوسکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین
اور اعداء دین تخریب دین متین کے کمین میں بیٹھی ہوئی ہوں تو چونکہ یہہ مشوری منتج نقض خلافت
تہی تو اسلیئی انپر اطلاق کیا گیا کہ یہہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تہی اسکی صدہا نظیریں عالم میں موجود ہیں
چنانچہ قاتل خطا کو قاتل کہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہرا رض کی دولت سرا میں
ہوتا تہا حضرت عمر رض تک ان بزرگوار ونمیں سے تو کسینی نہیں پہنچایا ہوگا جو باعث اسقدر
جوش و خروش کا ہوا جس سی صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمر رض نے ان مشوروں کی ظاہری حالت سے
سبب نقض خلافت کا سمجہکر اسقدر تنبیہ فرمائی اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ یہہ مشوری نقض خلافت کی بابت تہی۔ ثانیاً
مسلّما کہ یہہ مشوری درباب نقض خلافت کرتے تہے لیکن اسکی معنی یہہ کہاں نسی پیدا کیی کہ یہہ مشورہ
کرتے تہی کہ جسطرح ہوسکی خلافت کو توڑیں بلکہ درباب نقض خلافت مشورہا میکردند کی معنی یہہ ہیں
کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشوری کرتے تہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر
یہہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بیعت فرمائی۔ ثالثاً مسلّما کہ یہہ مشوری درباب نقض
خلافت باین مراد تہی جو حضرت مجیب نے سمجہی ہی لیکن یہہ حکم مجموعہ کیطرف نسبت کیا گیا ہی جسکا
صدق بعض کے طرف نسبت کرنے سی بہی ہوسکتا ہی تو ہم یہہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہہ حکم حقیقۃً
جناب امیر رض اور حضرت زبیر رض کی طرف راجع ہی بلکہ یہہ فعل حقیقی طور پر ان حضرات کا تہا جو

اونمین اولی درجہ کی تہی اور مہمات شرع پر اونکو پورا وقوف حاصل نہ تہا لیکن چونکہ حضرت امیرؑ اور زبیرؓ
اونمین سرگروہ ہی اور بڑی ہتی تو بشرکت مجموعی مجازاً ان حضرات کیطرف ہی وہ فعل منسوب ہو گیا
چنانچہ عبارت تحفہ کو اسی طرف ناظرین بنظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اگر بالفرض ان حضرات سے
اس قسم کی سو مزاج واقع ہوئی بہی ہون تو بہی وقوع شہادات کو مضر نہیں ہان اسقدر گذارش باقی رہگئی
کہ ہماری مجیب صاحب یہہ جو تحریر فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اونپر گہر جلانے کی دہمکی دی تہی اور
پہلی تحریر مین یہہ عبارت تہی اور بیعت لینی کے لیے گہر جلانی کی دہمکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت فاطمہؑ
بہت سے اہل سنت کی کتب معتبرہ مین درج ہے مگر چونکہ بعض علماء عصر انکار کرتے ہین اور شیعون کا افترا
بتاتے ہین سلیئے گذارش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دہمکی اور قصہ احراق مین امتیاز اور تفرقہ
نہین حالانکہ فرق بدیہی ہے۔ **قولہ** پہر جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام نے جو بالقوہ امام
تہی خلیفہ اول و ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ مین فرمایا کہ منبر سے اوترو کیونکہ یہہ میری باپ کی جگہ ہی
اور ہر دو خلیفون نے بجز اقرار کے کچہہ چارہ نہ دیکہا چنانچہ کتب معتبرہ اہلسنت مثل تاریخ الخلفاء و
کنز العمال مین یہہ حال تحریر ہی پہر مین حیران ہون کہ کس جرأت سے ہماری مجیب فرماتے ہین کہ خلافت
خلفاء ثلثہ شہادات ائمہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہماری حضرت مجیب کے جوش و خروش کو دیکہنا
کہ کس شد و مد سے اپنی روایات سے چشم پوشی فرماکر فرما رہے ہین۔ اجی حضرت آپکی بیان تو بالقوہ ہر
ہی معصوم نہین چہ جائیکہ امام بالقوہ ہو آپ اپنی کتابونکو تو ملاحظہ کیجیے اپنی علماء کی شہادتونکو تو سنیی
تفسیر صافی مین جو اسوقت میری سامنی کہلی ہوئی رکہی ہے محمد بن مرتضی معروف ملا محسن حضرت آدم کے
تصمین تحریر فرماتے ہین وفی العیون[ل] عن الرضاؑ قال لہما لاتقربا ہذہ الشجرۃ واشار لہما الی شجرۃ
الحنطۃ ولم یقل لہما لاتاکلا من ہذہ الشجرۃ ولا مما کان من جنسہا فلم یقربا تلک الشجرۃ وانما
اکلا من غیرہا لما ان وسوس الشیطان الیہما ثم قال وکان ذلک من آدم قبل النبوۃ ولم یکن

[ل]۔ عیون میں امام رضاؑ سے مروی ہے خدا نے کہ آدم و حوا کو گیہوں کے درخت کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا یہ نہیں فرمایا تہا کہ اس درخت کو اور کل سب جو اس جنس کے ہوں انکو نہ کہانا وہ اس درخت کے نزدیک نہیں ہوئی اور غیر میں سے کہایا جبکہ شیطان نے انکو بہکایا پہر فرمایا اور یہہ آدم سے نبوت سے پیشتر واقع ہوا تہا ۔۱۲۔

ذالک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار وانما کان من الصغائر الموھوبۃ التی تجوز علی الانبیاء قبل نزول الوحی الیہم فلما اجتباہ اللہ تعالی وجعلہ نبیا کان معصوما لا یذنب صغیرۃ ولا کبیرۃ قال اللہ تعالی فعصی ادم ربہ فغوی ثم اجتباہ فتاب علیہ وھدی وقال ان اللہ اصطفی ادم ونوحا الایۃ وفی روایۃ ان اللہ عز وجل خلق ادم حجۃ فی ارضہ وخلیفۃ فی بلادہ لم یخلقہ للجنۃ وکانت المعصیۃ من ادم فی الجنۃ لا فی الارض لتتم مقادیر امر اللہ عز وجل فلما اھبط الی الارض وجعل حجۃ وخلیفۃ عصم لقولہ عز وجل ان اللہ اصطفی ادم ونوحا الایۃ۔ ان روایات سے واضح ہے کہ قبل النبوۃ بہی بالقوہ ہی ایسی معصیت کا صدور جسکی پاداش مین جوار خداوند تعالی سے بعید کیے گیے اور جنت سے نکالے گیے اور بتوسط ائمہ معصومین دعا والتجا جناب الہی مین کی جب معافی ہوئی جائز ہے بلکہ واقع پس اگر بالقوہ ائمہ سے کوئی ایسی معصیت جس سے کہ مستحق خلود یا دخول نار ہوں اور وہ معصیت ہم جنس اس معصیت کے ہو جو حضرت آدم سے بروایات سامی صادر ہوئے علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف مین جو بمصداق حدیث رفع القلم کی ہے تو بلحاظ روایات سابقہ کیا استحالہ و استبعاد ہے لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب امیر بمقتضا ہی مین اوسی فعل کے برابر سمجھتے ہین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک پر سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سے مجیب کا مدعا اوسوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصلہ ذیل ثابت ہوں۔ (۱) آپکو اوسوقت رفع تقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳) مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ اوسوقت کامل العقل اور مکلف ہوں (۵) عرفاً آپکی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بجانین جانبین و الکل محال اما امر اول پس حسب مزعوم شیعہ جن قاسطین و مارقین و ناکثین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنونکی

ؔ۔ اور کچھ بہت بڑا گناہ بہی نہین تہا کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہون اور وہ صرف گناہ صغیرہ بخشا ہوا تہا جو انبیا سے نزول وحی سے پہلے جائز ہین۔ پہر جبکہ خدا نے برگزیدہ کرکے نبی بنایا تو معصوم ہو گیے کہ نہ گناہ صغیرہ کرتے تہے نہ کبیرہ حق تعالی نے فرمایا۔ آدم نے اپنے رب کے نافرمانی کی پس گمراہ ہوا۔ پہر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت مین ہے۔ اللہ تعالی نے آدم کو جنت کے لیے نہین پیدا کیا تہا بلکہ اوسکو اپنی زمین مین حجت اور اپنے شہرونمین خلیفہ پیدا کیا تہا۔ اور گناہ آدم سے جنت مین ہوا تہا نہ زمین مین تاکہ اللہ کے امر کی تقدیر پوری ہو پس جب زمین پر اوتارا اور حجت اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہو گیے بسبب قول اللہ تعالی کے۔ ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الایۃ۔ ۱۲

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پونہچایا کہ محسن شش ماہہ اسقاط کرایا اور بر سر منبر فاحشہ کے
ساتھہ متہم کیا اور اسد اللہ سے جبراً گلی مین رسی ڈالکر بیعت لی اور جنات طیبات کو غصب کیا اور فدک
چھینا اون سے کیا توقع تھی کہ وہ ایسی فتنہ انگیز باتون سے سکوت کرینگے - اور زہرا امین معصومین کا
کیا رعب ہوگا جو ایذا رسانی سے باز رہیگی پس رفع تقیہ کی کوئی وجہ نہین - معہذا تعجب ہے کہ خلافت
صدیقی سے تو جو بظاہر حسب تصریحات مطابق شرع تھی اسقدر کشیدہ خاطر رہین اور خود ہی بلا ضرورت اوس خلافت
حوالہ امیر معاویہ فرما دین تو معلوم نہین کہ حسب اصول خود خدا و رسول کو کیا جواب دینگے - زیادہ تعجب صاحب
تشیید المطاعن سے ہے کہ اینہون نے اوسی بجواب طعن صدیقی کے عدم تقید کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ زہرا
قرار دیا ہے اور یہہ خیال نفرمایا کہ حسب روایات شیعہ یہہ کونسا دقیقہ بجز قتل کا اوٹھا رکھا ہے جو اب حضرت
فاطمہ کا لحاظ کرینگے یا ڈر جاینگے - علاوہ اسکے یہہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی مین جو یہہ ہی قول امام ثالث سے
صادر ہوا نہین جاری ہوگی - امر ثانی ہم کہتے ہین کہ لفظ اب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین نہ
جناب امیر کیونکہ اطفال کی عادت ہے جب اپنے بزرگ کی جگہ کسیکو بیٹھا دیکھتے ہین یا اپنے بزرگ کا
کپڑا کسیکو پہنے دیکھتے ہین تو ناگوار سمجھتے ہین اور مقتضی نزع ہوتے ہین تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس جگہہ دیکھا - اب اونکی جگہ دوسرے لوگونکو بیٹھا دیکھکر بمقتضاء طبیعت فرمایا
اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر اور یہہ ہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اوسکی تصدیق فرمائی
اور ناراضی ہونے سے ہی نفی نہین فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیرے باپ کا منبر ہے نہ میرے باپ کا اور یہ
یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے نہ میرے باپ کا اور آپکی مفارقت کو یاد فرما کر رو پڑے
پھر صاحب تشیید کا اسکو حاشیہ تشیید مین مضمون نفس پر محمول کر کے مقصود کی جواب سمجھنا طرفہ تماشا ہے
امر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جسمین اولاً ثبوت خلاف مقصود ہو
خلاف فصاحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھہ مفید نہین چنانچہ اس عبارت سے بفرض محال اگر یہہ ہی
مدعا ہو تو ہرگز پایہ ثبوت کو نہین پہنچتا - پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور موافق تقریر صاحب
تشیید مخالفین کا کچھہ خوف نتھا تو یون فرماتے - ایہا الناس ان مستحق الخلافۃ بعد جدی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو ابی علی بن ابیطالب فی ازابابکر تقمصہا غصبا وعدوانا فانزلوہ عن منبر جدی فانہ لیس لہا اہلا۔ اوسوقت شیعہ کو گنجایش استدلال ہوتی ورنہ ایسی بڑی امر کو ایسی طرح چیستان اور پہیلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت مین ادا کرنا جسمین خلاف مقصود اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نکریگا۔ امر رابع بدیہی البطلان ہے انبیا کی نسبت ارشاد ہے فلما بلغ اشدہ واستوی جو صراحتہً دال ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور استوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہین محسن بن مرتضی المعروف ملا محسن تفسیر صافی مین تحت قولہ تعالے فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ای العلم وکمال الرای فرماتے ہین تو اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ بلوغ اشد سے پیشتر کمال عقل ورائے حسب شہادت ملا محسن مفسر نہین ہے معہذا استثنا اطفال کا عموماً تکالیف شرعیہ سے اسکی دلیل ایسی واضح ہے جسمین کچہہ خفا نہین۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجت تجشم استدلال نہین یاد آتا ہے کہ خود جناب امیرؓ نے جناب حسنین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی اور شیعہ روایت کرتے ہین وہ یہہ ہے کہ تم تو جانتے ہو کہ حضرت کی دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انکی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہین سمجہا پس ایسی استدلال خصم کے روبرو پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دانشمند کا کام ہے مگر کیا کرین جب استدلال صحیح ہم نہ پہونچین تو کیا ان اللہ فریب تقریر دلنشین سے بھی دل خوش نکرلین۔ یہہ معلوم نہین کہ کس ع صفحہ پر یہہ حدیث ہے اور کس بہروسہ پر دعوی تناقض مابین اقوال ائمہ وشہادات ہے۔ **قولہ** جبکہ یہہ خلافت کتاب اللہ وشہادات ائمہ عم وغیرہ سے واقع نہین ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلیئے اہل سنت کو وضع اصول کی اشد ضرورت ہوئی۔ **اقول** جبکہ مجیب لبیب کی شبہات کا استیصال قرار واقعی کیا جا چکا تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہگیا کہ خلافت خلفا رضہ کتاب اللہ تعالے اور شہادات ائمہ عم سے

۱؎ ای لوگو مستحق خلافت بعد میری نانا صلے اللہ علیہ وسلم کے میری پدر بزرگوار علی بن ابیطالب ہین در ابوبکر نے قمیص خلافت غصب و تعدی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اسکو میری نانا کے منبر سے اتارو۔ کیونکہ یہہ اوسکا اہل نہین ہے۔ ۱۲ ۲؎ پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونو اپنی کمال عقل کو پہنچ جاویں ۱۲

واقع ہی اور اہل سنت کو اوسکی لیی اصول بنانیکی کچھہ ضرورت نہین قال الفاضل المجیب
قوله - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ وشہادات ائمہ سی ہی جن اصول وشروط
پر واقع ہوئی ہی اہل سنت کی نزدیک وہی اصول صلوح وقوع کی لیی معتبر ہین - اقول
ان آپکی قول سے معلوم ہوا کہ سوای کتاب اللہ وشہادات ائمہؑ کی بہی خلافت راشدہ کی لیی
اصول وشروط مین پہر آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھہ ضرورت نہین - کیونکر
صحیح ہو - یقول العبد الفقیر الی مولاہ اس اعتراض سی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت
مجیب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو بہولی ہوئی ہین جو ایسا بے سروپا اعتراض فرماتی
ہین لیجیی اب مین مختصراً خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہون اور اوسپر جو کچھہ مینی عرض کیا
وہ بہی مختصراً لکہتا ہون اہل انصاف خود دیکھہ لیوین - کہ اوسپر ہماری مجیب کیا فرماتی ہین اولاً
جناب مجیب تحریر فرماتی ہین شیعہ کی نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ نص وعصمت وافضلیت ہے
اور اہلسنت ان شرائط کو شرط خلافت نہین مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کیی ہین جن سی انکی
نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہی اور ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفا ثلثہ متنازعہ فیہا کا
وقوع ہی اور یہہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہی انتہی - بندہ نے اسپر یہ مضمون عرض کیا کہ
جبکہ خلافت خلفا ثلثہ رضکی کتاب اللہ وشہادات ائمہ رضسی ثابت وواقع ہی تو اہلسنت کو اوسکی
اثبات کی لیی اصول گہڑنی اور بنانی کی کچھہ ضرورت نہین لیکن ظاہر ہی کہ خلافت کچھہ خلافت خلفا ثلثہ مین ہی
منحصر نہین ہی اور اگرچہ لفظ خلفا بصیغۂ ثلثہ نہ تہا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ
فیہا ہی مفہوم ہوتی تہی اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت ہائی منصوصہ راشدہ کی دوسری خلافتوں کی لیی
اصول کی ضرورت تہی تو جب یہہ خلافتہای راشدہ حق ہوگی اور انکا ثبوت کتاب اللہ سی ہوا اور ائمہؑ نی
انکی حقیت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہہ خلافتہای راشدہ واقع ہوئی ہین وہ اصول
لامحالہ حق ہونگی اور جو خلافت ان اصول کے مطابق واقع ہوئی - وہ بہی حق منعقد ہوگی پس اسپر مجیب لبیب کا
یہہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی لیی سوائی کتاب اللہ وشہادات ائمہ کے بہی

اصول و شروط ہین تو آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھہ ضرورت نہین کیونکہ صحیح عدم
فہم مطلب عبارت سے ناشی نہین تو کیا ہے کیونکہ اولًا اس کلام سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجیب نے کتاب
و شہادات کو بہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف و صریح ہے کہ
اسجگہ اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہین جو اپنی جزئیات پر منطبق ہون نہ قضایا ئے شخصیہ علاوہ اسکی کتاب
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہین ہو سکتا کہ یہہ وہ اصول ہین جو بطور خود وضع کیے ہین جسکا
الزام لگایا گیا تہا - ثانیًا مینے یہہ عرض کیا تہا کہ خلافتہا ئے متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
کی ضرورت نہین لیکن جو اصول کہ اون سے مستنبط ہین وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
ہین اور اس سے ہر ایک تو کیا بید سمجہہ سکتا ہے کہ اس سے یہہ مراد نہین ہے کہ وہ اصول مستنبط جو
خلافتہا ئے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہین اپنی ہی صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہونگی اگر اونکا اعتبار
ہوگا تو آیندہ کی لیے ہوگا - لیکن ہماری مجیب لبیب اپنی کمال دانشمندی سے یہہ سمجہہ گیے
کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مضاف الیہ ہو ہی وہی خلافتہا ہے متنازعہ فیہا مراد ہین اور غلط
سمجہکر اعتراض فرما دیا - ثالثًا حضرت مجیب نے اہل حق کیطرف اون اصول کا الزام لگایا تہا جو بلا حجت
شرعیہ کی ہوائے نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کمترین نے اون ہی اصول موضوعہ کا
انکار نسبت خلافتہا ئے متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض مین معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مجیب
اپنی اصلی قید کو فراموش فرما گیے مین جو متعلق اثبات اصول کی دہکی دیتی ہین - اور یہہ تمام گفتگو
اوسوقت تک ہے کہ ہم جناب مجیب کی خاطر سے تسلیم کرلین کہ ازالۃ الخفا کا مطلب جو ہماری مجیب نے
سمجہا ہے وہ صحیح ہے ورنہ فی الحقیقت اگر دیکہا جاوے تو ہماری مجیب صاحب اصل مطلب ازالۃ الخفا تک ہی
نہین پونہچے مگر سوچین اور اہل علم و انصاف سے پوچہین بندہ نے بہی ابحاث سابقہ مین اس کو مجملًا و مختصرًا
بیان کیا ہے - **قولہ** معہذا تا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہون اور دلائل خارجی سے
ثابت نکیے جاوین یہہ کہنا کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کے نزدیک ہی اصول
صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہین مصادرہ علی المطلوب ہے **اقول** سبحان اللہ حضرت مجیب

مناظرہ دانی ختم ہی کیون جناب میر صاحب ذرا سوچکر فرمایئی تو یہہ ہی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو
کہتے ہین اور بیان مصادرہ علی المطلوب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سی بظاہر
کوئی فائدہ معلوم نہین ہوتا - **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف
کی آنکھین کہولکر دیکھیی ورنہ کسی دوسری سے پوچھیی کہ یہہ تکرار ہی یا نہین پہلی یہہ تو فرمایئی کہ تکرار کسکو کہتے
ہین تعجب ہی کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہین دیکہتے جو کہ بندہ بنظر اغماض رسامحت قلم
انداز کرآیا ہی نقض خلافت کی مشوری - گہر جلانی کی دہمکی فضلیت اہل بیت جناب امیر - جناب امیر کی آنکہین
آنکھین حسرت مین مشغول - ابتلا رنج والم مین کسیکا بات پوچہنا وغیرہ تا یہہ سب امور اور
علاوہ انکی بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ مین مذکور ہین قطع نظر تکرارات تمام کتاب سی اگر یہہ تکرار سب
بیفائدہ نہین تو کیا ہی اب انصاف سی سوچکر دیکھیی اور فرمایئی کہ تکرار بیفائدہ اسکو کہنی ہین
جو آپکے عبارات مین موجود ہی یا اسکو کہتے ہین جو آپنے بندہ کی عبارت مین بیدا کیا **قولہ**
ان لفظان سی یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلی کیا ہی وہ خلافت راشدہ
نہین - **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہہ خاص آپکا ہی حصہ ہی ہتیک خلافت کا ذکر پہلی
اسطرح اس عبارت مین کرچکا ہون (ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفا رشد کتاب اللہ وشہادات ائمہ سی
واقع ہی تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچھہ ضرورت نہین ہی) اور ہر ایک ذکی وبلید اس عبارت کو دیکھکر
سمجھہ سکتا ہی کہ جو خلافت کتاب اللہ وشہادات ائمہ سی ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت کا
راشدہ ہونا اپنی اختیار سی جسکو چاہا راشدہ کہدیا جسکو چاہا الا سلطنت کہدیا نہ کتاب اللہ کی سنی
نہ ائمہ کی غرض یہہ مضمون ہمارے مجیب نے خوب سمجھا لیکن یہہ کچھہ نئی بات نہین حضرت مجیب
اور انکی اکابر علما ہمیشہ کتاب وسنت کی مضامین ایسی ہی سمجھتی چلی آتے ہین یا بندہ اول جاردو
کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ مین بہی یہہ ہی بات ہی **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ
اور شہادات ائمہ سی ثابت ہو اسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب جیسی منصف کا ہی
کام ہی پس یہہ محض ہمارے جناب مجیب کی ظن مین ہی - واقعہ مین **قولہ** حضرت کا یہہ فرمانا

کہ شہادت ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہی سمجہہ مین نہین آتا کیونکہ خلافت راشدہ و امامت دونو
لفظ مرادف ہین - ائمہ خود خلفاء راشدین ہین اونکی شہادت اپنی سوا کسیکی خلافت راشدہ پر
کیا معنی - اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفاء راشدین ہین اور اگر خلفاء راشدین ہین تو وہی امام ہین
پہر سوائی خلفاء راشدین کے اونکی غیر کو ائمہ کہنا کیا معنی رکہتا ہی **اقول** سمجہ
ہماری مجیب صاحب نے اپنی کمال لیاقت و دانشمندی سے دو اعتراض خلط کر کے ذکر فرمائی اول
متعلق وقوع شہادات اور ثانی متعلق اطلاق لفظ ائمہ ان دونو اعتراضونسے اہل علم پر بخوبی روشن
ہوسکتا ہی ع کہ تا کجا ست رسیدست پایگاہ علوم * پہر شہادات ائمہ سے ثبوت خلافت
راشدہ کی عدم فہم کی نسبت جو کچہہ ارشاد ہوئی وہ اور بہی نور علی نور ہی سنیی اس تقریر کی اغلاط
مختصراً گذارش ہین اولاً خلافت راشدہ اور امامت کو (مرادف) مترادف فرمایا ہیہ اس پر پہنچی ہی
کہ آپنے شاید میزان منطق اور تہذیب بہی نہین دیکہی جو حضرت کو مرادف کی تعریف معلوم ہولی
اور اگر از راہ تحفہ کی بعض عبارات آپکو شبہہ ڈالین تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپکی مفید مدعا نہونگی
جو کچہہ فرمائین سوچ سمجہکر فرمائین - ثانیاً مسلما کہ یہہ ہر دو لفظ اصطلاحاً مترادف ہین لیکن
کسکے نزدیک اگر شیعہ کے نزدیک مراد ہی تو اہل حق پر اونکی مسلمات حجت نہین اور اگر اہل حق کے
نزدیک مراد ہی تو بداہتہً غلط ہی آخر یہہ تو آپ نے بہی سنا ہوگا کہ امام مالک رح امام شافعی رح
امام غزالی رح امام رازی رح علی العموم اطلاق کرتے ہین اور انکو ہرگز خلفاء مین سے نہین سمجہتے اگر آپنے
ایسا ہی مرادف سمجہہ رکہا ہی تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین بہی ہر جگہ یہہ ہی سمجہتے ہونگی تو پہر
ائمۃ الکفر مین کیا کہیگا قرآن کو اگر مین لیجیگا تو پہر آپکی خصم کو بہت وسعت اور گنجایش ہو جائیگی اور
آپ تنگ ہونگی علاوہ اسکی ابن بابویہ نے خصال مین روایت کی ہی عن ابی عبد اللہ ع
قال ثلثۃ یدخلہم الجنۃ بغیر حساب وثلثۃ یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنۃ
بغیر حساب فامام عادل وتاجر صدوق وشیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عز وجل واما الثلاثۃ

لہ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی فرمایا تین شخص ہین جو جنت مین بے حساب داخل ہونگی اور تین شخص ہین جو دوزخ مین بے حساب داخل ہونگی جو جنت مین بے حساب داخل ہونگی وہ امام عادل اور سچا سوداگر اور وہ بڈہا جسنی اپنی عمر عبادت مین صرف کردی اور وہ تینون ۱۲ -

الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فاما جائر وتاجر کذوب وشیخ زان - تو اس روایت مین ہزار
کو بھی دیکھئے بیشک ذرا یہی کہ امام سے کیا مراد ہے چونکہ اسوقت نقل روایت سے مقصود اسی قدر ہے اصلی اس حدیث
شریف کی تفصیل فوائد کسی دوسرے وقت پر منحصر کرتا ہون ثالثاً عموماً ائمہ کا خلفاء راشدین ہونا جو کہ
اپنے مسلمات سے ذکر فرمایا ہے حجت نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی بنا فاسد پر مبنی ہے - رابعاً اگر حصر مراد ہے تو دوسرا
فاسد اور غیر مسلم ہے جس سے دریافت کیجیگا آپکو بتا دیگا کہ جب خلفاء اور ائمہ باہم متقابل مناظرین کرے ہونگے
تو ائمہ سے ائمہ اہل بیت مراد ہونگے اور خلفاء سے خلفاء ثلثہ تو یہہ بھی غلط اور از قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہے
خامساً اگر ائمہ خود خلفاء راشدین ہین اور خلفاء راشدین ائمہ ہین تو ہم کب کہتے ہین کہ وہ اپنے سوائے
کسیکی خلافت راشدہ پر شہادت دیتے ہین بلکہ بعضہم لبعض شہادت دیتے ہین اور اسکو کوئی الزام
نہین پس اپنے سوائے کسیکی خلافت پر شہادت کے معنی بیان کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہے
سادساً یہہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفاء راشدین ہین الخ نے بجملہ مسلم ہے لیکن یہہ قضیہ
محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے پس عبارت حدیث کے
معنی باعتبار ظاہر ہین یا یہہ معنی ہین کہ جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو وہ نہین کی شہادت
سے خلفاء ثلثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے یا یہہ کہ جو متفق علیہم امام فی الدین ہین انکی شہادت سے
ثابت ہوتا ہے کہ خلافتہائے ثلثہ راشدہ ہین یا یہہ کہ وہ ائمہ جنکی خلافت و امامت اپنے زمانہ مین [illegible]
متفق علیہ ہے انکی شہادات ثابت کرتے ہین کہ خلافتہائے ثلثہ سابقہ خلافتین راشدہ ہین اور ان
سب توجیہات مین کچھہ خلل نہین پس اگر اب بھی آپ یہہ نہین اور ہٹ دھرمی کرین تو خدا سمجھے
قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلے گذر چکا ہے **اقول** اس کا جواب
الجواب بھی وہین ملاحظہ فرما لیجیگا **قال الفاضل المجیب** - قولہ بخلاف حضرات شیعہ کے
کہ انکی اصول ثلثہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین مستلزم دو دین یا لغویۃ اول یا آخرین لان الشی
اذا ثبت ثبت بلوازمہ تو لزوم مصادرہ علی المطلوب علاوہ اصول اہل السنۃ بالکل باطل ہے - اقول - [illegible]

سے ۵ جو دروغ مین صاحب دخل ہو گو وہ امام ہی کیون نہو تا ہم [illegible] - ۱۲

نسبت آپکا یہہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین دعوی بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تعرض
کیا جاتا۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** سبحان اللہ ہمارے مجیب لبیب باین ہمہ
ادعاء مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ مین اپنے اصول ثلثہ کی نسبت اپنے خلاف منصب دلیل
دعوی فرماتے ہین کہ ہمارے شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہین اور جب مانع نے اوسکی ثبوت کو
منع کیا تو اولٹے اوس سے اوسکی منع پر دلیل کے طالب ہوئے ہین اور یہہ خیال نہین فرماتے کہ ہمارا
منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہہ معلوم کہ دعوی کسکو
کہتے ہین اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہین پھر اوسپر یہہ کچھہ لن ترانیات
قولہ بعد اسواے عصمت کے دو شرطون یعنی فضیلت خلفا ونص کے حضرات اہل سنت بھی
قائل ہین اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین تو حضرات ان شرطونکو کن دلائل سے ثابت
کرتے ہین۔ **اقول** یہہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے مجیب لبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم متنبہ
کر چکے ہین اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہین کہ حضرت یہہ آپ غلط سمجھے ہوئے ہین اہل سنت ہرگز ان
شرائط کو شرائط نہین جانتے آپ وجود کو اشتراط سمجھہ رہے ہین جو منشا اس غلطی کا ہے حالانکہ
بداہتہ وجود و اشتراط مین بون بعید ہے جو اطفال مدرسہ پر بھی مخفی نہوگا **قولہ** یہہ کب ہو سکتا ہے
کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کے قائل ہون۔ **اقول** بیشک آپنے یہہ صحیح و درست فرمایا
یہہ ہرگز ممکن نہین کہ اہلسنت کسی امر کے بلا قیام دلائل شرعیہ قائل ہون اونکے یہانتک متمسک بشرع ہین کہ آنکے یہان
تو حسن وقبح بھی شرعی ہے وللہ الحمد والفضل ما شہدت بہ الاعداء **قولہ** گو خلافت پر کوئی
دلیل شرعی قائم ہو **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہین پس اپنی اصلی حالت پر آ گئی ابھی حضرت
کیا آپکے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہین لیکن اس رسالہ مین تو آپ اوسکی قطعیت کا اعتراف فرماتے
ہین گو آپکے اکابر علما کی خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کرینگے پھر خلافت کے
بارہ مین کیون قابل قبول نہین اگر ائمہ رض نے تقیہ کچھہ فرمایا ہو تو حق تعالی شانہ نے تو تقیہ نہین
کیا ہوگا ذرا اوسکو بنا ل صادق دیکھیے اور اپنے علما کی تاویلات کو اوسکے ساتھہ میزان انصاف مین

تو لیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قائل ہوئے ہین یا بدلائل ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ **قولہ** چونکہ دور کا ذکر آپنے بالاجمال کیا ہے مجملاً جواب بہی گذارش کر چند آپکی کتب عقائد وغیرہ سے یہہ ہر سہ شرائط خصوصاً پہلے دو شرطین یعنی فضلیت ونص تو ضرور ثابت ہین مگر ہماری طرف بلا مین اُنہی انکار ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ دلائل شرائط مین انکا ذکر بطریقہ تفصیل ہی آئیگا۔ مگر یہان اسقدر گذارش ہی کہ اگرچہ آپ امامت مین ان شرائط کے منکر ہین مگر ہر چہ نبوت مین تو ضرور ہی قائل ہونگے جو جواب آپ وہان فرماوین۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت مین کہ نائب نبوت ہی قبول فرمائیے۔ **اقول** یہہ غلطی وہی ہے جسپر بارہا تنبیہ کیا جاچکا ہی کہ اہلسنت کے نسبت تسلیم اشتراط فضلیت ونص کا مبنی محض ایک خفیف التباس پر ہی جو ادنے طلبہ پر بہی واضح ہو سکتا ہی باقی رہا لزوم دور کے جواب مین جو بطور الزام ارشاد ہوا ہی کہ اہلسنت شرائط ثلثہ کے اگر امامت مین منکر ہین تو نبوت مین تو ضرور قائل ہونگے سو جو جواب اس دور کا دینگے وہی جواب ہماری طرف سے یہان قبول کرین اس الزام کا مدار محض انکے گمان پر ہماری نسبت ہی جسکو پیش نظر رکہہ کر جواب دیا ہے کیونکہ فرماتے ہین (مگر نبوت نبوت مین تو ضرور قائل ہونگے) اول چاہیے تہا کہ شرائط ثلثہ کا اشتراط اہل سنت کے نزدیک ثابت فرمانے لہذا بعد اسکے الزام دیتے اب بہی اگر کچھ ہوش باقی ہو تو خیال ہو تو بسم اللہ لیکن پہلے اسی شرائط اور لوازم مین تو ذرا امتیاز سمجہ لیجیے یہہ اگر نبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور نص موقوف نبوت پر تو البتہ دور لازم آوے لیکن ہم کہتے ہین کہ نبوت کا توقف محض اجتبا اور اصطفاء خداوندی پر اور ظہور اوسکا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت وافضلیت پر اور عصمت وفضلیت موقوف امامت پر تو امامت اپنے نفس پر موقوف ہوئی اور یہہ ہی دور ہی قطع نظر اس سے ان ہی شرائط ثلثہ مین جو دوسری خرابی آپ ہی کے تقریر سے لازم آئی وہ بہی ملاحظہ فرمالیجیے وہ یہہ کہ آپنے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا تو لامحالہ یہہ شرائط ثلثہ امامت نبوت کے بہی شرائط ہونگی۔ تو ہم ایک قیاس بنائینگے جسکا کبریٰ وہ قضیہ کلیہ ہوگا جو آپ اپنی تحریر سابق مین تحریر کر آئے ہین وہ یہہ کہ (جسمین یہہ شرائط متحقق ملین

وہ امام خلق ونائب رسول ہی) قیاس اسطرح ہوگا۔ الرسول یوجد فیہ ھذہ الشرائط وکل من یوجد فیہ ھذہ الشرائط فھو امام ونائب عن الرسول ینتج الرسول نائب عن الرسول اور یہہ بدیہی البطلان ہی اور لزوم لغویۃ کے جواب مین تو آپ طرح ہی دیکہی معلوم ہوتا ہی کہ شاید سمجہی ہی نہین ورنہ اوسی ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سی ثالثی **قولہ** اور لزوم مصادرہ علی المطلوب آپکی ہی پہلی قول سے ثابت ہی **اقول** ای جناب گستاخی معاف پہلی آپ مصادرہ علی المطلوب کے تعریف سیکہیی اوسکی بعد اعتراض کیجیی۔ اسکا کیا علاج کہ آپ یہہ ہی نہین جانتی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو کہتی ہین یہہ آپکا عذر کافی نہوگا کہ مین محض فارسی خوان ہون **قال الفاضل المجیب** ۔ قولہ۔ پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف مین بحث منظور ہی تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان وفضائل مین بحث شروع کی ہولی جو آخر منجر بہ بحث امامت ہولی۔ اقول۔ مجکو کسی اختلاف مین خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تہی کیونکہ کتب مناظرہ فریقین موجود ہین اور اونمین ہر قسم کی بحث لکھی ہے منصف وحق کے طالب کے لیی کافی ہی صرف بپاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع مین تحریر ہوا یہہ سوال لکہا گیا اور جو کچہہ لکہا جاتا ہی یا لکہا جائیگا محض اونکی خاطر سی ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ۔ ای جناب۔ آپ اصل منشا سوال ہی نہین سمجہی آپنی اپنی سوال مین تحریر فرمایا تہا (فرقہ اہل سنت وجماعت وشیعہ اثنا عشریہ مین اگرچہ اصولاً وفروعاً بہت سی اختلاف مین مگر بہت بڑی مخالفت امر خلافت مین ہی) تو اس تمہید مین جنابنی گویا ظاہر فرمایا تہا کہ علت تخصیص با بحث مسئلہ خلافت کے اوسکی عظمت ہی بندہ نے اوسپر یہہ عرض کیا کہ اگر یہہ ہی علت ہی تو اصل سی نزاع معاملہ صحابہ ہی اوسپر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپکی ضرورت کا اثبات کیا تہا جو آپنے اوس سے تبری وتحاشی فرمانی شروع کی در حقیقت تا کہ اصلی غرض تحریر سوال سے پاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی تہی لیکن یہہ تو جنابنے تحریر نہین فرمایا کہ اصل فرمائش اونکی یہہ ہی تہی کہ مسئلہ امامت مین ہی سوال لکہی جائیں بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ اونکا مدعا یہہ تہا کہ کسی

مسئلہ مین بحث شروع ہو جائی کیونکہ وہ خود چندان اس مسلک سے واقف نہین تہی لیکن یہہ تقریر
جنابنے بطور خود مناسب سمجھکر فرمائی سو یہہ عذر بپاس خاطر عزیز کا بہی بجا نہین **قولہ**
پہلی گذارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہی نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**
اوسجگہ یہہ بہی عرض ہو چکا ہی کہ اس اصل کے اصل بہی وہ ہی مسئلہ صحابہ ہی کیونکہ انکی ماخذیت
اور عدم ماخذیت باعتبار انہین اوصاف کے ہی جنمین فریقین اہلسنت و شیعہ باہم مختلف ہین ۔
قولہ حضرت نے بیان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجہا جاتا ہی کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل
و ایمان مین گفتگو رکہتی ہین حاشا و کلا یہہ ہرگز نہین کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہون
یا کل کے ایمان مین کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت البتہ گفتگو ہی ۔ اور یہہ حرف اہل حق
ہی نہین کہتی بلکہ حضرات اہلسنت کا بہی یہی حال ہی جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہی کہ کل صحابہ کے
فضائل کے یہہ حضرات بہی قائل نہین ۔ **اقول** شروع رسالہ مین کسیقدر تفصیل کے ساتہہ
بیان کیا جا چکا ہی کہ علماء شیعہ کو کل صحابہ کے فضائل و ایمان مین گفتگو ہی نہ بعض کے اور وہین ثابت
کیا گیا ہی کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل و ایمان مین گفتگو ہی کیونکہ
انکی نزدیک معصیت خلاف کرتا ہی اور صحابہ مین سے بالاتفاق کوئی معصوم نہین اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائی سماک بن خرشہ یوم احد جنگ سے فرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائی مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکی تو فرمائی
وہ کونسی صحابہ ہین جنکا ایمان اور جنکی فضائل و محامد مسلم ہین اور بفرض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہی
ہوئی تو لاکہون کے شمار مین کس تعداد مین محسوب ہونگی باقی رہا اہلسنت کی نسبت یہہ الزام کہ وہ بہی کل
صحابہ کے فضائل کے قائل نہین محض دہوکہ دہی اور افترا ہی اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ادنی
صحابی کے رتبہ کو بہی نہین پہونچ سکتا مگر پہر بہی عصمت صحابہ مسلم نہین پس بمقابلہ اہلسنت
صحابہ کی خطایا اونکی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا
اعتراف ہی انکی عصمت مسلم نہین تو انکو یہہ روایات کچہہ مضر نہین **قولہ** فضائل ایکطرف بعض کو

آپکے خاتم المحدثین صاحب خیانت و اشرار فساد پیشہ و مردودان جناب الٰہی تحریر فرماتے ہین

اقول بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب ابحاث سابقہ مین جسجگہ ہماری حضرت مجیب نے بڑی شد و مد سے یہہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہو چکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہین مگر اسقدر گذارش ہے کہ اگر بالفرض یہہ کلمات الزاماً نہین لکھے تاہم یہہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الٰہی لکھتے ہین محض انکا افترا اور بہتان ہے۔ **قولہ** ہان اگر ان امور مین خلفاء ثلثہ کی بابت تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تہا کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہین نہ ہم **اقول** اگر آپکو اور علماء شیعہ کو صرف خلفاء ثلثہ رضہ کے ہی فضائل و ایمان مین گفتگو ہوتی تو بیشک کچہہ مضائقہ نہ تہا کہ خلفاء ثلثہ کے ہی بابت تحریر کیجاتے لیکن آپکو تو حسب روایات کافی وغیرہ سوای چند چہار یا چہہ صحابہ کے سب ہی کے فضائل و ایمان مین گفتگو ہے مہینا آپ ہی اگر سوای خلفاء ثلثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ تسلیم فرماوین تو ہم صرف معاملہ خلفاء ثلثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپکو ہزارون بلکہ لاکہون صحابہ کے فضائل و ایمان مین کلام ہو تو پہر خصوصیت خلفاء ثلثہ بالکل بیجا ہوگی اوسوقت عام طور پر بحث ہوگی جسمین خلفاء ثلثہ بہی داخل ہونگے باقی رہا یہہ کہ اہلسنت کی طرف یہہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہین محض کذب و افترا ہے منشا اس غلطی کا یہہ ہے کہ فضائل کو ملزوم عصمت تصور کر رکہا ہے اور یہہ سراسر غلط ہے **قولہ** ونیز یہہ بحث بہی آپکی قول کے موافق بالآخر منجر بحث امامت ہے ہوتی سو خیر ہمنے اول ہی شروع کردی اب آپکا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچہہ ہے آپ کچہہ سمجہہ رہے ہین سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ تاہم جو کچہہ ہو آپنے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت ہدایت کے موافق ہو یا مخالف آپنے بہت اچہا کیا۔ آفرین و مرحبا اصل غرض یہہ تہی کہ علت کچہہ بیان کی اور بحث کچہہ شروع کی تو شاید بزعم خود اس خاص مبحث مین وثوق کچہہ زیادہ ہوگا ورنہ ہماری طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع کیجیے ہم خود کیا دعوی کرین جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال الفاضل المجیب**

قولہ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت مین زیادہ دعوی ہے اور اسکی بحث پر وثوق

داعتماد ہوگا اسلیے اول اسکو چھیڑا ۔ اقول ۔ مسئلہ مختلف فیہ مین دعوی اور وثوق واعتماد کی
مسئلہ کی خصوصیت نہین ۔ یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی ۔ حضرت مجتہد کے
دعوی اور وثوق و اعتماد کا حال جسقدر ابحاث گذشتہ مین اہل انصاف زود انس پر منکشف ہوچکا ہے
اور رہا سہا آئندہ کھل جائیگا لیکن تعجب یہہ ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہہ اعتماد و وثوق
کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق الیقین کا کیونکر حاصل ہوا ہم جہانتک تحریر کو دیکھتے مین اوس سے
تو صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ محض دعوی ہی دعوی ہے ۔ اور کیا عجب ہے کہ بعض
اوقات مین آدمی کو غلطی پر بھی اعتماد و وثوق ہوجاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنے آپکو دانشمند
تصور کر لیتے ہین اور بعض جاہل اپنے زعم مین عالم بن بیٹھتے ہین آخر آپکو معلوم ہوگا کہ علم نے ایک
قسم یقین کا جہل مرکب بھی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے ۔ قولہ
مگر چونکہ اس مسئلہ مین پہلے سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہہ ہے مسئلہ اہم تہا
اسلیے اسکو چھیڑا گیا اقول یہہ عذر جناب نے اسی تحریر مین فرمایا اگر اصل مین
اسکو ظاہر فرماتے تو کچھہ گفتگو نہ تھی ۔ باقی اہمیت متنازعہ فیہا اس مسئلہ کے تو آپ ثابت کر ہی
نسکے اور جو کچھہ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہین تو انحصار اہمیت اس مسئلہ مین جسکا دعوی اس
عبارت مین کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعوی بلادلیل ہے ۔ قال الفاضل المجیب
قولہ ۔ ہم بہا پاس خاطر منظور کرکے گذارش کرتے مین ۔ جناب مخاطب مدعی ہین کہ شروط ثلثہ
یعنی نص و عصمت و افضلیت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہین تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف
امامت کی فرما دین اور بعد اوسکی شروط ثلثہ مین سے ہر ایک کی تعریف کرکے ہر ایک کو دلائل
سے ثابت فرما دین ۔ اقول ۔ آپکی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہون یقول العبد الفقیر
الی مولاہ حضرت تسلیم قولہ مجہکو امید ہے کہ بفضل الہی آپ امامت اور سہ شرائط
کی تعریف بخوبی جانتے ہونگے مگر بخیال میری اس قول (اور اپنی اصول خلافت جو کہین پہلے
اونکی تعریف حضرت سنیہ کرام کی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا اقول مین جانتا ہون

خواہ نہین جانتا آپ سے دریافت کرنہین کیا حرج ہی اگر مین جانتا ہون تو یہہ کیا ضرور ہے کہ آپ
اوسکی موافق ہی ہون معہذا جبکہ آپکو جمیع مسائل مین وثوق واعتماد ہی اور حق الیقین کا مرتبہ
حاصل کر لیا ہی تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈر سے کیون گھبراتی ہین اور آپ ندیدہ
موزہ کشیدہ کیون ہوئی جاتے ہین مگر تعجب یہہ ہی کہ یہان تو بندہ کی علم کی ایسی معتقد ہوئی
کہ یہہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ مین امامت اوراوسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہونگا اور جسجگہ امامت کے
فروع مین ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہی وہان کیون ایسے ناخوش
ہوئی کہ میری جاننی کو ہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جناب نے میری عرض قبول
نفرمائی ہین آپکی ارشاد کی تعمیل بسر وچشم کرتا ہون متوجہ ہو جیے - **اقول** جناب کا ارشاد
بی موقع وبے محل تہا اسلیے کہ مدعی ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز واعراض کرنا اور دوسرے سے
مطالبہ اثبات معتقد اتہم کرنا بے محل ہت اسلیے جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنی
اجب سے سبکدوش ہو جائینگی اور اپنی دعوی کو خصم پر ثابت فرماوینگی تو البتہ اوسوقت جناب
استحقاق مطالبہ دلیل ہوگا ودونہ خرط القتاد - باقی رہا بندہ کی گذارش قبول فرمانا گو جناب نے
اپنا ذمہ ہی وجوب سے بزعم خود فارغ کیا ہو اور نفس الحقیقت صحیح ہو یا نہو اوسکا بندہ ممنون
عنایات ہی **قولہ** امامت کی تعریف یہہ ہی دین دنیا کے جمیع امور مین نیابت پیغمبر سے
کل امت کا مقتدا وپیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہی کہ خداوند تعالی کے لطف
وعنایات سے کسی شخص مین ثابت ہو کہ اوس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کی بدی وگناہ
کی خواہش ورغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی - نص سے یہہ غرض ہی کہ خدا ورسول سے صاف
حکم اوسکی امامت کی بابت صادر ہو - افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام موصوف بصفات
حمیدہ واخلاق ستودہ مین افضل ہو **اقول** یہہ تعریفات بوجوہ چند محل بحث مین اولاً
یہہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہی یہہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہی یا لفظی یہہ تعریف لغۃً
ہی یا اصطلاحاً اگر اول ہی تو بے محل ونیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہہ معنی پائی

بہی نہین جانتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرع ہے یا غیر شرع اگر غیر شرع ہے تو قابل التفات نہین اور اگر اصطلاح شرع ہے تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعوی بے دلیل کب قابل سماعت ہے ہمکو تو تتبع موارد کلام شارع سے جن مواقع مین یہہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حد ایسی محدود پر منطبق نہین کیونکہ جامع نہین - حق تعالے شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا - لـہ اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا - اور دیگر انبیاء کے باب مین ارشاد فرمایا - عـہ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا اور بدیہی ہے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کے صحیح نہین ہے - ثانیاً مسلم کہ یہہ اصطلاح شرعی اور حقیقت شرعیہ ہے تو جسجگہ بلا قرینہ صارفہ اسکا اطلاق ہوگا یہی معنی مراد ہونگی تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہین مانتے اور جو کچھہ امام علیہ السلام نے نسبت شیخین کے فرمایا ہما امامان عادلان اوسمین کیون معنی حقیقی شرعی مراد نہین لیتے اور کسواسطے تاویلات بعید از عقل فرماتے ہین - ثالثاً یہہ تعریف مانع بہی نہین ہے کیونکہ یہہ تعریف اون انبیاء پر بہی صادق آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اوسکی شریعت کے اجراء کے واسطے بعد انکے مبعوث ہوئی حالانکہ شیعہ باعتبار اس اصطلاح کے انکو امام اور خلیفہ راشد نہین کہتے - رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھہ فرمائی ہے کہ جسکی ثبوت پر مترتب ہوتی ہین اوسکی سبب سے معصیت کی رغبت منتفی ہو جاوے اور یہہ غلط ہے کیونکہ عوام مومنین مین بہی بعض اوقات یہہ حالت بعنایت الہی پیدا ہو جاتی ہے کہ رغبت معصیت اوس حالت کے سبب سے قطعاً منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اوسکو عصمت نہین فرماتی اور تعریف عصمت اوسپر صادق آتی ہے ہان اگر ملکہ کے ساتھہ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہوتی مگر اوسمین معنی رسوخ کے ہین اور حالت مین یعنی تغیر و تبدل کے - خامساً لفظ خواہش و رغبت سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلاً سہواً نادانستگی کی حالت مین صدور معصیت جائز ہے حالانکہ آپ اسکی قائل نہین ہین - سادساً تقیہ کی آڑ مین تو حضرات نے کیا کیا بلکہ کفر و شرک تک

لـہ مین تجکو لوگون کا امام بنانیوالا ہون ۱۲ عـہ یعنی انکو امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرین ۱۲

قف

بہی ائمہ پر ثابت کردیا جو بخواہش و رغبت کرتے ہین کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم[1] وہی موافقۃ اہل الخلاف فیما یدینون بہ ہے تو پہر عصمت کس کا نام ہے سابعاً افضلیت کی تعریف مین تو ہمارے مجیب لبیب نے رہا سہا اپنا تمام علم ہی خرچ کرڈالا اجی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنے معروف پر محمول تو فرمائیگا اور پہر ذرا یہہ بہی تامل فرماکر دیکہہ لیجیئے کہ دور مصرح لازم آتا ہے یا آپکا وہ بہی مصادرہ علی المطلوب اور بعد اس مرحلہ کے یہہ بہی تحقیق کیجیگا کہ مبنی افضلیت کا صفات حمیدہ واخلاق ستودہ ہے اور مدرک بالعقل ہے یا مدار کثرت ثواب اور قرب من اللہ تعالے پر ہے اور غیر مدرک الا بالشرع بعد ان سبکے اپنی تعریف صحیح فرماکر درپے جواب کیجیگا چونکہ خوف طوالت تہا اسلیے مختصراً اعتراضات ہتہا فصل لبعضہا فی البعض عرض کردیے۔ قولہ اور ان مرتبہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر گذارش کافی ہے کہ جب امامت ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل کہ عصمت انبیاء پر دال ہین وہی بعینہ یا کچہہ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کے آپ قائل ہی ہونگی افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہین نص کے باب مین یہہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ اہلسنت نص کے علی الاطلاق منکر نہین پس اس صورت مین ہمکو مرتبہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنیکی چندان ضرورت نہ تہی مگر چونکہ آپنے بپاس خاطر یہہ بحث منظور فرمائی ہے اسلیے اسکی رعایت ہمکو بہی ضرور ہے اقول یہہ تقریر دلفریب بالکل ناتمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مراد ہے تو اوسکی شرح کرنے چاہیے اور اوسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جملہ (نیابت نبی سے مراد ہے۔) عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہونگی وہی بعینہ عصمت ائمہ پر دال ہونگی سراسر غلط ہے کیونکہ اسکا مدار اسپر ہے کہ اصل مین جسقدر اوصاف ہونگی وہی فرع مین بہی ہونگی حالانکہ یہہ بداہۃً غلط ہے ہان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب ثابت فرماتے تو مضائقہ نہ تہا اور اگر یہہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب مین ہوتے ہین تو قطع نظر ترجیح بلا مرجح یہہ آپکا قیاس غلط اور باطل ہوگا۔ عصمت انبیاء کا مین قائل ہون اور اس امامت کو اجرای شرائع نز

[1] تقیہ اہل خلاف سے موافقت ہے اونکی دینی امور مین ۔ ۱۲

اور ہمارے شعائر و مراتب اسلام مین نیابت نبوت اعتقاد کرتا ہون لیکن باوجود اسکے اوصاف نبوت کو
نبی کے ساتھہ مختص سمجھتا ہون اور اوصاف امام کو اوسکے سب تہہ - اور عصمت لوازم نبوت سے ہے پس
پس ثبوت عصمت کے لیئے امام مین یہی دلائل کے امامت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
محض جاری مجیب کے ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہہ ہی غلطی آپکی شہید ثالث وغیرہ کو بہی سدراہ حق ہے
وہ مجالس المومنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی مین فرماتے ہین زیرا کہ امام قائم مقام نبی است در جمیع امور
مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ تتبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بہی مختصات نبوت سے ہونا
باطل ہوگا اپنی امام کلینی کی حدیث ملاحظہ فرمائیے عن السجاد[1] ان علی بن ابی طالب کان محدثا
وهو الذی یرسل الله الیه الملک فیکلمه ویسمع صوته ولا یری الصورة عن جعفر اور کتاب
مختوم کو اتیم الذہب اور مصحف فاطمہ اگر بطور وحی کے نازل نہین ہوئی تو کیونکر آئی - بہرکیف معلوم ہوتا ہے کہ
سب اپنے خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور بہہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ
مختص بنسبت عموم امت کی ہین نہ بنسبت ائمہ کے تو پس یہہ اصل آپکی اور آخر اہل سنت کی ہمسلم نہ اہل
حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہہ آپ جیسی مناظرہ دان ہی کا کام ہے علاوہ اسکے یہہ
محض قیاس ہی جسکو آپ فروع مین بہی قابل اعتبار نہین سمجھتے تو معلوم نہین کہ ایسی کیا مجبوری پیش آئی
کہ جسکی بدولت اصول عقائد مین اوسکو تسلیم کرکے مستدل قرار دیا - معہذا یہہ دلائل آپکی مدعا کو کیونکر مثبت
ہونگی کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوس مذہب وارد کیے ہین جسمین
انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت مین تسلیم کیگئی ہین اور عصمت معتقد علیہا سابق جسکو آپ اثبات
در پیہ ہین وہی جو صغائر و کبائر سے سہواً و عمداً از عہد تا لحد ہو تو جس مدعا پر آپ یہہ دلائل وارد کرتے
ہین خصم پر اوسی حجت لانا بالکل لغو اور باطل ہے - پس ہمارا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کی
عصمت کو مستلزم نہین اور آپکا قیاس مع الفارق اور غلط ہے - باقی رہا نمبر ۲ افضلیت

---

[1] امام سجاد سے مروی ہے کہ حضرت علی محدث تہی اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جسکی طرف خدا فرشتہ بہیجے وہ اوس سے بات کرے اور وہ اوسکی آواز سنے اور صورت نہ دیکھے ۱۲

ثبوت مین صرف میری اعتقاد افضلیت کو جو خلفاء کے نسبت ہی کافی سمجھنا اور میری اس قول کو
ملتفی خیال کرنا کہ اہل سنت علی الاطلاق نص کے منکر نہین وہ بدیہی غلطی ہی جو اونسے ظاہر ہی ہمکو ین
اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ ابحاث مین بہت جگہ بہک چکی ہین اور ہم متنبہ کر چکی ہین اب اس
تقریر سے صاف و صریح ہوگیا کہ ہماری مجیب لبیب کو مرتبہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کسقدر
ضرورت تہی لیکن کیا کرین ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد ہی تہی اسلیے جب کوئی دلیل بہم
نہ پہنچی تو امام رازی کے ہی دامن مین پناہ لی ولات حین مناص۔ **قولہ** لہذا گذارش ہی کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ ونقلیہ عصمت امام بیشمار ہین اور نہین سے بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مبسوطہ
کلامیہ مین تحریر فرماتے ہین مگر یہان صرف اسیقدر پر اکتفا کیا جاتا ہی کہ آپکی محققین فخر کرنے ہی اونکو
لکہا ہی تاکہ آپکو ہیچ اعتراض نہ ہی۔ **بیت** خواہی کہ شود خصم تو عاجز در سخن ÷ بی ہند لگام قول
پیران کہن ÷ خصم از سخن تو چون نگردد ملزم ÷ از راہ سخنہای خودش لزم کن ÷ **اقول**
ای حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشد بیز انصاف کو دیکہنا چاہیے کہ اس میدان مرد آزما
مین کسقدر طریق عدل سے منحرف ہی کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از مہد تا لحد مین دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت مین ہی تسلیم کیے گیے ہی پیش فرماتے ہین اسکا نقض مجملاً گذشتہ
قول کے تحت مین عرض کر چکا ہون اور انشاء اللہ تعالے ہر ہر دلیل کے ساتہہ اوسپر جرح قدح
کرکے اوس خطا پر متنبہ کرونگا کہ جو ہماری مجیب دراز لکی ہم مذہبونکو واقع ہوئی ہی پہر با اینہمہ
خوبہا کس ناز و افتخار سے رباعی زیب جواب فرماتے ہین۔ **قولہ** پوشیدہ نہی کہ امام
فخر الدین رازی صاحب نے سولہ دلیلین عصمت انبیاء علیہم السلام پہ قائم کی ہین کہ وہ سب بغیر
عصمت ائمہ اثنا عشر مین جاری ہین بنظر اختصار اونمین سے بعض لکہی جاتے ہین حضرت مجیب
تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائین۔ امام صاحب موصوف سورہ بقر پارہ اول رکوع ۴ مین ذیل
قولہ تعالے فازلہما الشیطان عصمت انبیاء مین اختلاف مذاہب کے ذکر کی بعد فرماتے ہین والمختار
عندنا انہ لم یصدر عنہم الذنب حال النبوۃ البتۃ لا الکبیرۃ ولا الصغیرۃ یدل علیہ وجوہ احدہا لو صدر الذنب

عنہم کونوا فی درجۃ من عصاۃ الامۃ فذلک غیر جائز بیان الملازمۃ ان درجات الانبیاء کانت فی غایۃ الجلال والشرف وکل من کان کذلک کان صدور الذنب عنہ افحش الا تری الی قولہ تعالیٰ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین والمحصن یرجم وغیرہ یحد وحد العبد نصف حد الحر واما انہ لا یجوز ان یکون النبی اقل حالا من الامۃ فذلک بالاجماع انتہی۔ آپ ہی غور فرمایئے کہ یہہ دلیل بعینہ عصمت امام مین بہی جاری ہے ائمہ کے درجہ بہی نہایت شرف وجلال مین ہین پس اپنی گناہ کا صادر ہونا بہی افحش ہوگا اور یہہ بات کہ امام کا امت سی کم درجہ ہونا جائز نہین ہے افضلیت کی بحث سی ظاہر ہے چنانچہ اسکا بیان بہی آگے آئیگا آپ افضلیت خلفا کی معتقد ہین۔ **اقول** یہہ دلیل جو امام رازی نے عصمت انبیا مین وارد کی ہے کسیطرح عصمت ائمہ کو مثبت نہین ہو سکتی ہے کئی وجوہ محل بحث سی اولا ظاہر ہے کہ ائمہ مطیع انبیا اور داخل افراد امت ہین انبیا نہین جو جلال و شرف انبیا کو حاصل ہے ائمہ کو نہوگا کیونکہ بالاجماع مرتبی اپنی تمام امت سی اجل واشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کے کسی مرتبہ مین واقع ہون تاہم افراد امت سی خارج نہین ہوسکتی اور انبیا کی جلال و شرف کو نہین پہونچ سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اوس غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف انبیا ہی کو حاصل ہے اور افراد امت کو حاصل نہین ہوسکتا افراد امت مین سی اگر کسیکو کوئی شرف وجلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال و شرف بدایتہ نہوگا تو صدور معصیت کو بہی منافی نہوگا پس درصورت صدور معصیت مستلزم کونسی استحالہ کو ہوگا اسمین کیا استحالہ ہے کہ امت مین کا فرد اعلی فرد سافل ہوجاتا ہے۔ ثانیاً افراد امت مین سی ائمہ سی لیکر عدول صلحاء امت تک جسقدر افراد و اصناف ہین سبکو اپنی مرتبہ کی موافق جلال و شرف حاصل ہے جسمین بعض مقبولین غایت درجہ جلال و شرف مین واقع ہین بلکہ اوسیا مثل ابوطالب غایت درجہ شرف جلال مین واقع ہین ازواج مطہرات مین آپکی نزدیک حضرت ام سلمہ بعد غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین اہلبیت سوائی ائمہ خصوصاً حضرت

[illegible]

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں بھی داخل ہیں غایت درجہ شرف وجلال میں واقع ہیں
تابعین لہم باحسان غایت درجہ شرف وجلال میں واقع ہیں علی ہذا القیاس محدثین فقہا ر
حجاز میں صالحین متکلمین خصوصاً جنکی شان میں ہے لولاھم لانقطعت آثار النبوۃ[1] غایت درجہ
شرف وجلال میں واقع ہیں علاوہ ان سب کے نائب صاحب الزمان جو ہنگام غیبت کا رکن ہے
جسپر تمام دین کا دارمدار ہوگا غایت درجہ شرف وجلال میں واقع ہے پس اگر شرف وجلال
مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ولم یقل بہ احد۔ اور اگر شرف خاص ہے
تو وہ فقط انبیا کا شرف وجلال ہے کہ جو غایت اعلی درجہ کا ہے ائمہ کی شرف وجلال کا استلزام کسی
دوسری دلیل سے ثابت فرمایئے۔ ودونہ خرط القتاد۔ ثالثاً نبی کا امت سے اشرف واجل
واعلی وافضل ہونا اور افضل حالاً ہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود
افراد امت میں داخل ہیں آپ انکا اسطرح اجل واشرف ہونا ہے بالاجماع ثابت کیجیے
ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دہو بیٹھیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیا امت سے افضل کہنا ہماری
مجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ فی الحقیقت یہہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے
تو اپنے نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے وھو تفضیل الشیء علی نفسہ پس
افضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیا وباطل ہوئی اور اگر ائمہ سے مراد ماعدا انفسہم ہے تو پھر انبیا پہ
قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ رابعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو علت عصمت انبیا ہے وہ بعینہ ائمہ میں بھی پائی جاتی ہے یعنی
جیسے انبیا غایت درجہ جلال وشرف میں واقع ہیں اسیطرح ائمہ بھی واقع ہیں اور جسطرح انبیا کا
امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک
اس علت کے جیسے انبیا معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس میں

[1] اگر یہہ لوگ نہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہوجاتے ۱۲

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہہ کی ہے - القیاس ھو الحکم علے معلوم بمثل الحکم الثابت علے معلوم آخر لاشتراکھما فی العلۃ اور یہہ تعریف بداہۃً اس جگہ صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو دیکھتے ہین ظاہر ہی کہ یہہ علت منصوصہ تو نہین ہے - تو مستنبطہ ہوئی ہیں اگر آپ معالم الاصول وغیرہ کتب اصول دیکھینگے تو معلوم ہوگا کہ وہ قیاس جسکی علت مستنبطہ ہو انکی نزدیک بالاجماع باطل ہے معالم الاصول مین مذکور ہے - والمشترک جامعاً وعلۃ وھی اما مستنبطۃ او منصوصۃ وقد اطبق اصحابنا علے منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وحکی اجماعھم فیہ غیر واحد منھم وتواتر الاخبار بانکارہ عن اہل البیت وبالجملۃ فمنعہ یعد من ضروریات المذہب اور بالفرض ہمنے تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہی ہوئی تاہم مستلزم جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ باب اعتقادات مین ظنیات کو دخل نہین ہے پس یہہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ مین بالکل ناکافی ہوئی - خامساً وصف جلال وشرف جو انبیاء مین موجود ہے ہم کہتے ہین کہ وہ بہی معلول کسی علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت ہی مستلزم عصمت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت واقع ہے ائمہ مین بالمرہ مفقود ہے تو یہہ قیاس بہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع مین مشترک ہی نہین - سادساً حکم علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اجل واشرف ہونے کا کیا گیا ہی تو ظاہر دلیل ہے کہ اس حکم کے علت نبوت واقع ہے - یعنی یہہ شرف وجلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اوسکی علت نبوت اور اصطفاء خداوند تعالے شانہ ہے اور یہہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہوگا اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اسکا لازم یعنی عصمت وہ بہی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی پس اگر بفرض محال یہہ دلیل عصمت ائمہ مین جاری ہے تو ہماری مجیب کے مدعا کو مثبت نہوگی کیونکہ

سلہ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے بسبب اسکی کہ وہ دو علت مین مشترک ہیں ۱۲
سلہ اور مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہوتی ہے یا منصوصہ اور ہماری اصحاب نے ہم سب کے سب منع عمل پر مستنبطہ پر عمل منع ہے اور بہت لوگوں نے اسمین اجماع بیان کیا ہے اور اہل بیت سے اسکا انکار متواتر ثابت ہے غرضکہ اسکی ممانعت ضروریات دین سے ہے - ۱۲ -

مدعی اثبات عصمت از عہد تا لحد ہی اور اس دلیل سے غایت سے غایت یہہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ امامت
مین معصوم ہین و این ندامن ذاک - ہہ مدار اس دلیل کا اس پر ہی کہ اگر انبیا سے معصیت صادر
ہوگی تو انبیا با اینہمہ جلال و شرف عصاۃ امت سے اقل درجہ ہونگے اور ظاہر ہی کہ اسکا جریان
اوسی وقت ممکن ہی جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہین تو امت کہان ہوگی کیونکہ امت بعد
بعثت ہوگی اور جب امت نہوئی تو اقل درجہ ہونا در صورت صدور معصیت لازم نہ آیا تو عصمت
قبل نبوت ثابت نہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامامت کیونکر ثابت ہوگی پس ہمارے حضرت
مجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہہ دلیل عصمت ائمہ مین کیونکر جاری ہوسکتی ہی -

قولہ پہر امام صاحب موصوف فرماتے ہین ثانیہا انہ لو اقدم علی الفسق وجب
ان لا یکون مقبول الشہادۃ لقولہ تعالی ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا لکنہ مقبول الشہادۃ و
الا لکان اقل حالا من عدول الامۃ وکیف لا نقول ذلک وانہ لا معنی للنبوۃ والرسالۃ الا
انہ یشہد علی اللہ تعالی بانہ شرع ہذا الحکم وذلک وایضا فہو یوم القیمۃ شاہد علی الکل لقولہ تعالی لتکونوا
شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا - چونکہ امام بہی احکام شریعت بیان فرماتا ہی
اور شہادت دیتا ہی کہ خدا و رسول نے یہہ حکم امت کے لیے مشروع کیا ہی پس یہہ دلیل بہی عصمت
امامت مین جاری ہی کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین قول خلیفہ کو دین مین
حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہین چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم مین یہہ عبارت
درج ہی صفحہ ۱۴ مطبوعہ مطبع مذکور کے آخر سے شروع ہوئی ہی - واز لوازم خلافت خاصہ آنست
قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین او را صحیح باشد زیرا کہ این معنی
لوازم اجتہاد ست و در خلافت عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد دیگر
غیرش واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منزلتیست مین
المنزلتین تفصیل این صورت آنست کہ آنحضرت ؐ حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بشخصی مخصوص
او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت امراء جیوش آنحضرت ؐ بمقتضای امر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آنچہ سنت خلفاء راشدین بآن منجاید کہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم ترمی
ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب را در قرأت
بر قول دیگران و قول اہل مدینہ نزد یک اختلاف است بر قول دیگران آنحضرت تعلیم اللہ عز و جل را
دانستند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاہر خواہد شد و است در بعض مسائل بحیرت خواہند افتاد
آنحضرت ہدایت فرمود کہ تخلیص آن حیرت برای ایشان معین فرماید درین باب تجسس نمی
است تا تمسک کنند و این معنی ثابت است برای خلفاء اربعہ۔ انتہی بقدر الحاجۃ — پس یہ دلیل بھی
عصمت امام میں جاری ہو اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے
ثابت ہے پس وہ جناب بھی معصوم ہیں۔ اقول یہ دلیل بھی مثبت مدعا نہیں اور جو وجوہ
کہ اسمیں اختلال کی جا بجا وجوہ اعتدال دلیل اول کے ابطال میں بیان کیگئی ہیں اس دلیل
میں بھی جاری ہو سکتی ہیں علاوہ اونکی اور بھی بعض وجوہ ہیں جو قادح استدلال ہیں پس مختصراً گذارش ہے
اولاً اس دلیل کا مدار اسپر ہی کہ رسول بحکم نص تمام امت پر شہید ہی یا البدیہۃ خداوند تعالی کے
پر شہید ہی کہ اوسنے بعد احکام مشروع فرمائے اور نیز اسپر ہی کہ رسول کا عدول امت سے کم درجہ
ہونا باطل ہے اب ہم امام کو دیکھتے ہیں تو نہ وہ بحکم نص تمام امت پر شہید ہے اور نہ خداوند تعالی کے
پر اونکی تشریع احکام کا شاہد ہے۔ امر اول کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ
جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا[1]
اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ ہمنے تمکو امت وسط اسلیے بنایا ہے کہ تم امم ماضیہ پر جنکو دعوے
ہے رسل کے تبلیغ کا انکار کرینگی اونکی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول تمہارا تمہارے حق میں
فرما دے اور تمہاری صدق نے اس شہادت پر شہادت دیوے تو اسمیں حسب قاعدہ اصول اسلیے
سامنے باخطاب اون لوگونکو ہے جو ہنگام نزول آیت موجود تھے یا خارج امت کو یا تمام امت کو
بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہے تو ہزارہا احاد امت معصوم ہونگے کیونکہ

[illegible]

---

[1] اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ معدل تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تمپر گواہ ہو ۔ ۱۲

اس شہادت میں سب شامل ہین اور شہادت رسول ہین حق تعالے شانہ نے کسیکو امت مین سے شریک نہین فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہی جو کسی دوسری کو شریک کرنے کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہی کہ جو شخص احاد امت مین سے شریک شہادت رسول ہوگا اوسکو شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی وہو بدیہی البطلان اور ظاہر ہی کہ جب یہہ شہادت جناب امیر کے واسطے ثابت نہولی تو عصمت بہی ثابت نہولی۔ امر ثانی کے وجہ یہہ ہی کہ جملہ اسلئے انہ لامعنی للنبوۃ والرسالۃ الا ان یشہد علی اللہ تعالی انہ شرع ھذا الحکم وذاک کے یہہ معنی ہین کہ رسول بلا توسط کسی بشر کی بلکہ بتوسط وحی آلہی کے یہہ شہادت دیتا ہی کہ یہہ احکام خداوند تعالے نے مشروع فرمائی اور یہہ شہادت قطعًا امام کو میسر نہین کیونکہ یہہ شہادت شہید ثالث بتوسط مثل ثابت ہوچکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہی امام اگر شہادت دیتا ہی تو رسول پر شہادت دیتا ہی اور بواسطہ رسول کے کہتا ہی کہ حق تعالی نے بوسطہ اپنی رسول کے امت کے لیے فلان احکام مشروع فرمائی اور یہہ امر کچہہ محض امام کے ساتہہ مخصوص نہین بلکہ ہر ایک علما و فقہا و مجتہدین و قضات و نواب وردات وغیرہ سب کے سب اپنی اپنی درجہ کی موافق اس امر کی شہادت دیتی ہین کہ خدا تعالی نے بواسطہ اپنی رسول کے یہہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی تو یہہ شہادت بہی کسیطرح مستلزم عصمت کو نہین ورنہ یہہ سب فرقہ معصوم ہون پس اس تقریر سے صاف واضح ہی کہ ہماری مجیب نے جو عبارت ازالۃ الخفا سے استدلال کیا ہی وہ محض لغو اور قلت فہم ہی ورنہ اگر تہوڑی سی بہی فہم ہو تو ازالۃ الخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہی اور اس سے سمجہا جا سکتا ہی کہ خلیفہ کا قول بالاستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین مین حجت نہین وہ فرماتے مین زنہار این معنی کہ خلیفہ فے نفسہ بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت ۲ واجب الطاعت باشد اس عبارت سے جو مطلب بصراحۃ ظاہر ہی وہ ادنے فارسی خوان بہی سمجہہ سکتا ہی لیکن معلوم نہین ہماری حضرت مجیب نے باانہمہ ادعائی ہمہ دانی کیونکر اوسکو اپنا مستدل قرار دیا

۵ نبوت اور رسالت کے سوای اسکی اور کچہہ معنی نہین ہین کہ خدا پر گواہی دی کہ اوسنی یہہ اور وہ حکم مشروع فرمایا ہی ۱۲

اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھہ بکرین تو حضرت کی خوش فہمی ہے تو ضرور بھی اور دو بین ۔
باقی رہا یہہ جیسا کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہی یہہ محض بات فانتین
بیشاخ آہو کا مصداق ہی اگر واقعی ثابت ہی تو لائیے ہم بہی تو آپکا پایہ علم دیکہین علاوہ
اسکی احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح بہی تسلیم کرین تو آپ حضرات ہی فرماتی ہین کہ اعتقادات
مین احادیث احاد کو کچھہ دخل نہین علی الخصوص جبکہ نص کے معارض واقع ہو ۔ مہندا ہم
جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہی لیکن یہہ شہادت مستلزم عصمت نہین کیونکہ اگر
یہہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزارہا احاد امت معصوم ہونگے ۔ اور امام کے امت سے کم درجہ ہونے کے
پہلی دلیل کے جواب مین اسکی بحث گذر چکی ہی ۔ ہم بخوف تطویل اوسکا اعادہ نہین کرتے ۔ ثانیاً
بفرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت مین شریک ہونا ثابت ہو بہی تاہم آپکا مدعا ثابت
نہین ہوسکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہین ہین بلکہ آپکے نزدیک ائمہ
احد عشر باقی بہی معصوم ہین اونکی شہادت ہی ثابت کیجیے ورنہ اونکی عصمت سے دست بردار
ہو جیے ۔ ثالثاً یہہ دلیل مثبت مدعا مجیب نہین ہی کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہی معصیت
صغیرہ و کبیرہ سے سہواً ہو خواہ عمداً اور وہ اس سے ثابت نہین ہوتا وجہ اسکی یہہ ہی کہ اس
دلیل کا مدار صورت صدور معصیت کی عدم قبول شہادت پر ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ اونہی معصیت
کے ساتھہ مخصوص ہی جنکا صدور مستلزم رد شہادت ہو پس جو معاصی ایسی ہین جنکا صدور مستلزم
رد شہادت کو نہین مثلاً سہواً کوئی صغیرہ گناہ صادر ہو جائے کہ وہ ممتنع نہو حالانکہ اوسکا صدور
بہی مثل کبائر کے ممتنع الصدور معتقد ہی ۔ رابعاً اس دلیل مین قیاس پر قیاس واقع ہی کیونکہ جناب
امیر المومنین ہی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے حکم عصمت کا لگایا ہی اور باقی گیارہ
ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا دہو ظاہر البطلان **قولہ** پہر امام رازی صاحب فرماتے ہین
لو صدرت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لقولہ تعالی ومن یعص اللہ ورسولہ فان
لہ نار جہنم خالدین فیہا ولاستحقوا اللعن لقولہ تعالی الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ولاجتمعت الامۃ علی ان احد

من الانبیاء لم یکن مستحقا للعن ولا العذاب فثبت انہ ما صدرت المعصیۃ عنہم انتہی اسطرح کہتے ہیں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب ولعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہیں ہوا ہے **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ مخدوش اور محل بحث ہے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہ رض اور صحابہ مقبولین اور ذریتہ طاہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کے تھے تو پھر یہہ بھی معصوم ہونگے۔ بلکہ ادنے ادنے صلحاء امت و اہل تقوی مستحق لعن و عذاب خاود نار نہیں منشاء اس تلبیس اور مغالطہ کا یہہ ہے کہ امامت کو ہم جنس نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں سمجہا ہے خصم کی نزدیک بھی سمجہہ لیا ہے حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہیں کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبداہتہ و بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جسمیں غایتہ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالے کی جناب کے ساتھہ حاصل ہے اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہونچتا تو جو منافات کہ اس وصف عالی و عدم استحقاق عذاب ولعن کے ساتھہ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتھہ نہوگی اور جو استحالہ و فساد اس وصف کی ساتھہ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آویگا وہ کسی وصف کی تہہ اجتماع سے لازم نہ آویگا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنمین یہہ معارضہ پیش نہیں ہوسکتا علاوہ اسکی یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر ائمہ طاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالاجماع امامت تو ثابت فرمائی۔ اوسکی بعد اجماعی ہونی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعوی کیجیے اور بالاجماع ثبوت امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بہی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

قولہ پہر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ انہم کانوا یامرون الناس بطاعۃ فلو لم یطیعوہ لدخلوا تحت قولہ تعالے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الی قولہ کیف تحزنون ا لے الانبیاء اخرمیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات واعظین امت کو لائق نہیں کیونکہ جائز ہے کہ وہ انبیاء کے طرف نسبت کیجاے ائمہ بہی آدمیونکو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تہے کیونکہ امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر تعریف تفصیلی امامت میں داخل ہی پس اگر ائمہ خود ای عبت اللہ جل شانہ نکرین تو امر حق
کو تحت میں داخل ہون اور جو بات کہ داخلین امت کو لائق نہین وہ ائمہ کی طرف کیونکر نسبت کیجیے
اقول یہہ دلیل بھی ثبوت عصمت ائمہ مین مثل دلائل سابقہ کے مجروح و مخدوش ہی کیونکہ
اگر مشتق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستلزم عصمت عند المجیب ہی تو پیر قضات و نائبان او
ذخیرہ کو بھی معصوم تسلیم فرماوین اور یہہ امر بدیہی ہی کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اندر ہمیشہ
اور عصمت مین تشکیک بالاجماع نہین تو امام رازی رح نے فرد اعلی اعتبار فرماکے تحقیق عصمت فرمائی
حاصل یہہ کہ وصف امر بالمعروف و نہی عن المنکر اولاً و بالذات انبیاء کو ثابت ہی اور ثانیاً و بالتبع
قضات و محتسبان و وعاظ مین بھی پایا جاتا ہی تو جوامر ادنے درجہ کی لوگونکی شان کے لائق نہین تو اعلی
درجہ والونکی لیے ممتنع و محال ہوگا کیونکہ اوس مرتبہ کے ساتہہ اوس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہہ ضرور نہین
کہ اگر کوئی امر اعلی درجہ والونکو وہی ممتنع ہوجاوی تو ادنے درجہ سی بہی ممتنع ہوجاوی لائق نہونا
دوسری بات ہی اور ممتنع ہونا دوسری ہان اسقدر مراتب متفاوتہ مین ضرور ہوگا کہ جو مراتب ملحق
درجہ عالیہ کی ساتہہ ہونگی اونکو لحوق در قرب اور تشابہ اوس مرتبہ کے ساتہہ زیادہ ہوگا اور جو مراتب درجہ
سافلہ سی اقرب ہونگی اونکو اوس درجہ کے اوصاف کے ساتہہ زیادہ تشارک ہوگا پس چونکہ مرتبہ
امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سی زیادہ لحوق و قرب ہی تو اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر معصوم
نہین تو محفوظ ہین — اس تقریر سی واضح ہوگیا کہ یہہ معارضہ اوسی صورت کے ساتہہ مختص ہی جبکہ
حکم فرد عالی سی متجاوز ہوکر کسی دوسری مرتبہ سافلہ مین بہی جاری کیا جاوی اور اگر اوسی مرتبہ
پر منحصر رکہا جاوی تو معارضہ نہین ہوسکتا معہذا سہو و نسیان مین بہی یہہ دلیل جاری
نہین ہوسکتی پس مدعا حضرت مجیب ثابت ہونا بہی ممتنع ہی اب بعد ختم جواب ادلہ سامی
جو امام رازی سی منقول ہوئی مختصراً اسقدر اور گذارش ہی کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عموماً
انکی استدلال مین یہہ فساد ہی کہ انکو یہہ بہی معلوم نہین کہ عدم عصمت انبیاء کے صورت مین
جو محالات لازم آتے ہی ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت مین کونسا لزوم متفقہ

[illegible]

مدعا ہی اور کونسا نہین آپنے صرف اپنی قلت استعداد کے سبب سے دہوکہا کہایا اور آپکو لوکو حقیقت سے آپکی جلی وغیرہ فتح العین وغیرہ مین جنکو آپ خوشہ چین مین یہہ غلطی کہائی۔ ایسی علمائے اعلام کی بنسبت قلت استعداد کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ہان انتصار مذہب کے واسطے بغرض فریب دہی جہال اوسکے مرتکب ہوئے ہونگے تفصیل اس اجمال کے یہہ ہے کہ امام رازی نے دلائل منقولہ مین عدم عصمت انبیا کی صورت مین جو لزوم محالات بیان کیا ہے مثلا پہلی دلیل مین عصاۃ ہونے سے آیت کریمہ کا لزوم ہے اور دلیل ثانی مین غیر مقبول الشہادۃ ہونے کا لزوم ہے اور غیر مقبول الشہادہ ہونی مین عادل امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل ثالث مین استحقاق لعن و عذاب کا لزوم ہے اور دلیل رابع مین دخول تحت قولہ تعالی اتامرون الناس۔ الخ۔ کا لزوم ہے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت مین یہہ لزوم محالات تین طرح ہو سکتا ہے یا باولویت ہوگا یا بالمساوات ہوگا یا بالضعف والقلت ہوگا لزوم بالاولویۃ اور بالمساوات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہین لیکن ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ مین محال ہے کیونکہ مستلزم فضلیت یا مساوات ائمہ کی انبیا سے ہے جو اجماعا سو ثبوت لزوم بالاولیۃ والاولویۃ اور بالمساوات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و القلت مفید ہو مدعا نہین تو اوسپر استدلال کا مدار رکہنا محض قلت فہم و استعداد یا دہوکہ دہی پر مبنی ہے آپ میری گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائین اور سوچین واللہ الہادی **قولہ** غرضکہ اسیطرح کل دلائل جو امام صاحب نے عصمت انبیا مین تحریر فرمائی ہین وہ بعینہ یک بیک تغیر سے عصمت ائمہ مین جاری ہین بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہہ مقام ملاحظہ فرمادین **اقول** یہی ارشاد سامی کی تعمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہہ مقام دیکہا اوسکے دیکہنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ جناب پر بخوبی منکشف ہوگیا ہوگا۔ غالبا جناب نے یہہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تغیر عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتے ہین سو اونکا بعینہ کیا بلکہ بتغیر بہی عصمت ائمہ مین جاری ہونا جناب پر خصوصا اور ارباب انصاف پر عموما منکشف ہے اور اون دلائل سے جو بتغیر یسیر عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتی ہین چشم پوشی اور اغماض فرمانا حالانکہ ثبوت عصمت

مین بعض ادن دلائل مین سے اقوی ہی خالی از علت نہین - غرض اہل عقل و انصاف کی نزدیک دلائل مذکورہ سے جو بعینہ عصمت ائمہ مین بزعم مجیب صاحب جاری ہو سکتی ہین حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے - **قولہ** اب آپکی خاتم المحدثین صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم عقیدہ سوم مین تحریر فرمائے ہے لکھی جاتی ہے - اس سے بھی عصمت ائمہ ثابت ہے گو صاحب تحفہ اسکے منکر ہین وہ عبارت یہ ہے - والحق مرتبہ نبوت دفائدہ بعثت مقتضی عصمت این بزرگواران است بچند وجہ اول آنکہ اگر از انبیاء گناہان عمداً صادر شوند واست مامورست باتباع ایشان قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی - وخود ایشان از معاصی وگناہان مردم را باز میدارند و نہی میکنند پس تناقض در مبادی دعوت قولی و فعلی لازم آید - دوم آنکہ اگر گناہ کنند باید کہ باشد بعذاب معذب شوند لقولہ تعالیٰ اذا لاذقناک ضعف الحیوۃ وضعف الممات ولقولہ تعالیٰ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی مخالف منصب نبوت است زیرا کہ ہی تشفیع امت است و شفاعت کبری بدی ایشان است و چون خود در کار خود درماندہ باشد شفاعت کہ کند و سیادت کرا نماید - سیوم آنکہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین جابر میبودند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ارتکاب فواحش خود بعمل می آرند و لابد در ایشان از ملوک جابرہ و سلاطین ظالم ممتاز و مباین می باید - چہارم آنکہ اگر گناہ کنند مستوجب ایذا و اہانت و عقوبت گردند و قد قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا - پنجم آنکہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود باید از اطاعت ایشان و از نظر ایشان بیفتند بلکہ من بعد تصدیق نکنند و تکذیب نمایند و گویند اگر ایشان در اخبار و مواعید خود راست میگفتند خود چرا مرتکب این کار میشدند انتہی بیان دلیل اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ضرور ہے کہ جنکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے وہ معصوم ہون ورنہ وہی تناقض لازم آئیگا باتفاق مفسرین فریقین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفاء ہین - اور اہل

آیت مین جو توجیہات بلحاظ تابعہ کی آیتونکی اہل سنت کرتے ہین اون سب کو لفظ اطیعوا
باطل کرتا ہی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ مین بوجوہ محل بحث ہی مختصراً گذارش
ہی اولاً اس استدلال مین غلطی یہہ ہی کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجہہ لیا حالانکہ ان دونو
الفاظ کے معانے مین جو بدیہی تغایر ہی وہ ادنی طلبہ پر بہی مخفی نہین رسول کے حق مین
اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہین اور اولوا الامر ہی اگر مراد ائمہ ہی ہون تاہم انکی حق مین صرف
اطاعت وارد ہوا ہی اتباع وارد نہین ہوا اور علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے استدلال
عصمت انبیا پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سے نہین کیا پس یہہ ہماری مجیب لبیب کی خوش
فہمی اور عالی ہمہ دانی ہی کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت مین لگا دیا حالانکہ اوسمین جاری نہین
ہو سکتا ہی کیونکہ اگر ائمہ سے معصیت صادر ہو تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ہم اونکی اتباع کی مامور
نہین جو معصیت مین بہی اتباع لازم آوے اور اونکی معصیت مین بہی اتباع کرین اور اگر
معصیت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہین کیونکہ مطاع مطلق نہین بلکہ مطاع محدود ہین کیونکہ
واسطہ اطاعت خدا و رسول ہین اور نیز لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[1] بہی مانع ہی بخلاف اتباع کے
کہ اول اتباع مجبت ائمہ منصوص نہین اور اگر کہین وارد ہوا ہو تو ظاہر ہی کہ اتباع مطلق نہین بلکہ
وہ بہی محدود ہی اور حق تعالی شانہ نے رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کی ساتہہ مرتبط
کیا ہی جو کسی امام کے حق مین نہین ہو سکتی فرمایا ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ
یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ[2] حق تعالی شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا تعالی
اور سبب مغفرت ذنوب قرار دیتا ہے اور ائمہ مین یہہ امر سراسر مفقود ہی ۔ ثانیاً اس آیت سے
یہہ دعوی کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہی بالکل غلط ہی ہرگز آیت سے مماثلت
ثابت نہین ہوتی اور نہ آیت مین کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً دال ہی اور حرف

---

[1] جسمین خالق کی معصیت ہو اوسمین مخلوق کی اطاعت نہین [2] تو کہہ اگر تم اللہ کو دوست رکہتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمکو دوست رکہیگا اور تمہاری گناہ بخشیگا ۔ ۱۲

[illegible]

تشبیہ بلفظ یا مقدر ہی پس یہہ محض ہماری مجیب کا کمال علم ہی و بس۔ ثالثاً یہہ جملہ کہ اولوالامر
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری مجیب کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہی کیونکہ
اگر مماثلت سے مراد صرف تشارک اور مماثلت فی الجملہ ہی تو مسلّم لیکن بداہتہً مفید مدعا نہین
کیونکہ نفس مماثلت مستلزم نہین کہ جو حکم مشبہ بہ کیواسطے ثابت ہو وہ مشبہ کے واسطے بھی ثا
ہو ورنہ تشبیہ قائلین بھی غیر مسلّم ہوا و صورت انسان علی الجدار ناطق علاوہ اسکے جو حکم کہ آپ
ائمہ مین جاری کرتے مین وہی ہم اون اولوالامر مین جاری کرینگے جنکو امام عام خاص
ولایات پر عامل و حاکم مقرر فرماکہ بھیجی جیسی زیاد بن ابیہ دعی ابی سفیان کہ جناب امیر کا
عامل تہا وہ بھی واجب الاطاعت ہونے مین آپکی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہی
تو وہ بھی معصوم ہو معہذا ہم یہہ بھی سوال کرینگے کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہوئی
اور آپنے رسول کی اطاعت کے ساتھہ مماثلت سے تو ائمہ کو خاصہ رسول سے یعنی عصمت
مین شریک فرمایا کیونکہ ظاہر ہی کہ عصمت صرف وصف رسول ہی تو رسول کے ساتھہ ائمہ کی مماثلت
ائمہ مین عصمت کے ثبوت کی مقتضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے سا
بھی مماثلت فرماتے ہین تو اس مماثلت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالی کے کونسی خاصہ مین شر
فرمائینگا اور اگر مماثلت سے مراد مساوات ہی تو غلط اور غیر مسلم ہی اولوالامر کی اطاعت مساو
اطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہین ہوسکتی کیونکہ خدا و رسول کو جو کچہہ امر فرماوی اوسمین لم و
چون و چرا کی نہین ہوسکتی کیونکہ وہ سرتاسر تشریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہین ا
تامل ہوسکتا ہی اگر موافق کتاب و سنت ہی تو واجب الاطاعت ہوگا ورنہ نہین چنانچہ خود حضر
امیر نے اسکی نسبت شہادت فرمائی جو نہج البلاغۃ مین منقول ہی[1] لاتکفوا عن مقالۃ بحق او
بعدل فانی لست بفوق ان اخطی خود خداوند تعالی نے اپنی کلام مجید مین اسکی طرف اشا
فرمایا اور فرمایا۔ فان تنازعتم فی شیء[2] فردوہ الی اللہ والرسول الخ اس سے صاف معلوم

[1] سفارہ یہین گذرچکا ہی، [2] تم اگر کسی چیز مین جھگڑو تو اسکو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔۱۲

کہ امراولوالامر مین تنازع ممکن ہی لیکن امر خدا و رسول ہر حال واجب الاطاعت ہی اور انمین تنازع
بھی ممکن نہین بلکہ شارع کا فیصلہ انہی کے امر کے ساتھہ مشروط ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی
کہ دعوی مساوات بین الاطاعتین صریح دہوکا ہی جسکا منشا کم فہمی ہی ۔ رابعاً اگر اولوالامر
مراد ائمہ وخلفا ہین اور انکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہی تو حسب شہادت جناب امیرؑ
جسکو شریف رضی نے نہج البلاغۃ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
رضی اللہ عنہم بھی امام حق اور معصوم ہونگی علامہ رضی نہج البلاغۃ کے خطبہ ومن کلام لہ علیہ السلام
لما اراده الناس بالبیعۃ بعد قتل عثمان مین نقل فرماتے ہین وان ترکتمونی فانا کاحدکم
ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ ابن میثم اسکی شرح مین تحریر فرماتے ہین قولہ وان ترکتمونی
ای کنت کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم ولعلی اکون اطوعکم لہ ای لقوۃ علمہ بوجوب طاعۃ الامام
اس عبارت کو اگر آپ دیکھین تو مختصر شرح ابن میثم مین نہ دیکھین بلکہ شرح کبیر مین ملاحظہ فرماوین
ظاہر ہی کہ جو شخص خود امام مفترض الطاعۃ وخلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہوگا اوسپر
کسیکی اطاعۃ لازم نہین تو جناب امیرؑ اہل حل وعقد سے انکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہہ ظاہر
فرما رہی ہین جسمین صاف لزوم اطاعۃ امیر ذمہ جنابؑ ثابت ہوتا ہی تو اس سے صاف مفہوم
ہوتا ہی کہ اوسوقت خود جناب امیرؑ امام مفترض الطاعت نہین تہی بلکہ امام مفترض الطاعت
وہ شخص ہی جسکو اہل حل وعقد امام بنا دین اور جس سے وہ بیعت کرین اور خلفاء ثلثہ رضؓ اہل حل
وعقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفترض الطاعت اور اولوالامر ہوئی اور انکی
اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اوس مماثلت کے جو مماثلت کہ آپ مراد لین ہوگی
۔ خامساً یہہ جو ہماری مجیب صاحب تحریر فرماتے ہین کہ باتفاق مفسرین فریقین اولوالامر
سے مراد ائمہ ہین اگر اس سے مراد حصر ہی کہ سوای ائمہ کی اور کوئی مراد نہین تو غلط ہی باتفاق
مفسرین حصر باطل ہی کیونکہ اس حکم مین امراء وعمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ بھی
شامل ہین بلکہ نزول اس آیت کا حسب تصریح محدثین ومفسرین اہل حق امراء سرایا مین واقع ہوا ہی

اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال نزلت فی عبداللہ بن حذافۃ بن قیس بن عدی اذ بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی صالح عن ابن عباس واخرج ابن جریر عن میمون بن مہران فی قولہ واولی الامر منکم قال اصحاب السرایا علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحو ذلک الی غیر ذلک من الروایات اور یہ مجتہد سے مع مشہور سنی ہیں منقوض ہیں یہی مخصوص جو کہ امام غیب اس میں کا کون ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل بیت نے اس آیت کو جو بتقاضائے مجتہدین سنت کی لیا دی رکھا ہے کیونکہ ان کی بعد مفسرین سنی تفسیر میں روایات وارد کی ہیں۔ اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن عطاء فی قولہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول قال طاعۃ الرسول اتباع الکتاب والسنۃ واولی الامر منکم قال اولی الفقہ والعلم واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس فی قولہ تعالی واولی الامر منکم یعنی اہل الفقہ والدین واہل طاعۃ اللہ الذین یعلمون الناس معانی دینہم ویامرونہم بالمعروف وینہونہم عن المنکر فاوجب اللہ طاعتہم علی العباد واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن جابر بن عبداللہ فی قولہ واولی الامر منکم واخرج ابن ابی شیبۃ وابن جریر عن ابی العالیۃ فی قولہ واولی الامر قال ہم اہل العلم الا تری انہ یقول ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر

واولی الامر [illegible]

[illegible] تفسیر ابن جریر [illegible] اطیعوا اللہ [illegible] طاعۃ الرسول [illegible] اولی الامر [illegible] ابن عباس [illegible] اہل الفقہ والدین [illegible] ابن ابی شیبہ [illegible]

منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم اور اگر حصر مراد نہین ہی بلکہ جو لغۃً مدلول لفظ اولی الامر ہی وہ
اس حکم مین شامل ہی تو پہر ہماری مجیب ہی فرمائین کہ آپکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہی ائمہ کی
عصمت کی خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیئگا اور اوسکو عام مخصوص منہ البعض کس دلیل سے
قرار دیجیئگا - سادساً - اطاعت مامور بہا سے یا عام مراد ہی کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا
تقیہ - یا خاص مراد ہی اگر عام مراد ہی تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیی کہ تمام سلاطین جابرہ
حتی کہ یزید بہی حسب اصول شیعہ واجب الاطاعت ہوکر اولو الامر مین داخل ہوگیا اور معصوم قرار پایا
کیونکہ تمام امراء جور باعتبار تقیہ کے واجب الاطاعت ہین - اور اگر خاص مراد ہی یعنی وہ خاص اطاعت
جو بلا تقیہ ہو تو چشم ما روشن ہم بہی اطاعت خاص ہی کہتے ہین یعنی وہ خاص اطاعت جسمین
خدا و رسولؐ کی معصیت نہو تو اس صورت مین حضرات شیعہ نے بہی اطاعت مین ایک قید
لگاکر اوسکو مخصوص کیا اور ہمنے بہی ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا - لیکن کوئی وجہ نہین ہی
کہ حضرات شیعہ نے جو قید لگائی ہی وہ تو صحیح ہو اور ہمنے جو قید لگائی وہ غلط ہو جائی بلکہ سیاق
آیت ہماری ہی تخصیص کی صحت کو مثبت ہی تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ ہی باطل ہوا -
سابعاً حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کی کہیں گنجایش
ہی نہین چہوڑی ہی - لیکن یہہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہی کہ اس آیت سے عصمت
ائمہ پر بمقابلہ اہل حق استدلال لاتی ہین وجہ اسکی یہہ ہی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال
اس امر پر موقوف و منحصر ہی کہ لفظ اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین ہی مراد ہون کیونکہ اگر یہہ
لفظ غیر معصومین کو بہی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نرہیگی
بلکہ اوسوقت اسکا مدلول وہی بدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتے ہین - پس ہم کہتے ہین
کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عمدۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی الملقب
بصدوق طائفہ و حسب تاویل و تصحیح خاتم المحدثین و مجدد مذہب شیعہ علامہ باقر مجلسی تصریح فرمادی ہے
کہ اولوا الامر سے ملوک مراد ہین اور جب ملوک مراد ہوئی تو وہ بہی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

اولوالامر پر آیت نص ہے روایت سینی ابن بابویہ قمی نے خصال مین ورق ٢٣٥ پر نقل کی ہے اور اوس سے علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ٥٥٢ صفحہ پر نقل کرتے ہین روایت طویل ہے مختصر عرض کرتا ہون۔ القطان عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسن بن فضال عن ابیہ عن مروان بن مسلم عن الثمالی عن ابن طریف عن ابن نباتۃ قال قال امیر المومنین علیہ السلام کان الحکماء فیما مضی من الدہر تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ اوجہ اولہا بیت اللہ عزوجل لقضاء نسکہ والقیام بحقہ واداء فرضہ والثانی ابواب الملوک الذین طاعتہم متصلۃ بطاعۃ اللہ عزوجل وحقہم واجب ونفعہم عظیم وضررہم شدید والثالث ابواب العلماء الذین یستفاد منہم علم الدین والدنیا الی آخرہا قال علامہ مجلسی اسکو شرح کرتے مین ارشاد فرماتے ہین بیان یحتمل ان یکون المراد بالملوک ملوک الدین من الائمۃ وولاتہم ویحتمل الاعم فان طاعۃ ولاۃ الجور ایضا تقیۃ من طاعۃ اللہ انتہی۔ حدیث سے صاف روشن ہے کہ جنکی اطاعت خدا تعالی کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر مین پائی جاتی ہے وہ ملوک ہین اور بدیہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہین ہوتا بلکہ اون ہی امرا و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال پیدا کیے اول یہہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہین جو ائمہ اور اونکی ولاۃ کو شامل ہے دوسرا احتمال یہہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو مشتمل ہو۔ بر احتمال اول قطع نظر اس سے کہ یہہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور ہماری

سلہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ گذشتہ زمانہ کے حکماء نے کہا ہے کہ دس قسم کے دروازوں پر آمدورفت رکہنا مناسب ہے اول بیت اللہ پر آمدورفت اوسکی نسک ادا کرنے اور اوسکی حق کے برپا رکہنے اور اوسکی فرض کے بجالانے کی غرض سے۔ دوسری اون بادشاہوں کے دروازہ جنکی فرمان برداری خدا تعالے کی فرمان برداری کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اونکا حق واجب ہے اور اونکا نفع بڑا ہے اور اونکا ضرر سخت ہے۔ تیسری علماء کی دروازہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ١٢

سلہ بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہوں سے مراد دین کے بادشاہ ہوں جو ائمہ اور اونکی صوبے ہین اور احتمال ہے کہ عام بادشاہ مراد ہوں۔ کیونکہ ظالم بادشاہونکی فرمان برداری بہی بطور تقیہ خدا کی طاعت سے ہی واجب ہے

مدعا کو مثبت ہے - کیونکہ جب علاوہ ائمہ کے اونکی ولاۃ وحکام کی اطاعت بہی خدا تعالے کی اطاعت
کی متصل ہوئی تو وہ بہی لفظ اولو الامر مین داخل ہوئی اور مثل اونکی بہی اطاعت کے مثل خدا و
رسول و ائمہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہہ بہی معصوم ہون لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک
سوا ہی ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہین - تو اگر اس آیت سے عصمت اولو الامر پر استدلال فرماوین
اور اس آیت سے عصمت اولو الامر قطعی الثبوت سمجہین تو پہر سوا انکے ائمہ کے عصمت کے ولاۃ وحکام ائمہ
کی عصمت بہی قبول فرماوین اور اونکو بہی معصوم اعتقاد کرین ورنہ ائمہ کی عصمت سے بہی ہاتہہ دہو بیٹہین
اور بدوی احتمال ثانی علاوہ اسکی کہ یہہ عموم اطلاق بہی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور اعتراض
گذشتہ بیان بہی وارد ہوتا ہے یہہ حدیث تمام ملوک جابرہ بنی امیہ وعباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی
عصمت کو بہی مثبت ہوگی کیونکہ وہ بہی اولو الامر مین داخل ہوئی اور وہ بہی واجب الاطاعت حسب زعم
شیعہ کے مثل خدا تعالے کی ہوئی ولو تقیۃ - تو وہ بہی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس مین ہم اسکو بیان
کر چکی ہین لیکن امید ہے کہ حضرات شیعہ انکو معصوم نفرماوینگی تو پہر ائمہ کی عصمت کا بہی ثبوت اس
آیت سے محال ہے - الحمد للہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہوا اور عدم
عصمت ائمہ اس آیت سے واضح ہوکر فیصلہ ہوا - بعد اسکی ہم ارباب انصاف کو تکلیف دیتے ہین
ذرا متوجہ ہوکر ہماری مجیب کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع دخل مقدر اور حفظ تقدم
کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائین تو سہی اور ہماری مجیب کے دین و دیانت و عقل و فراست اور سیر
قیاس فرمائین پہلی تو یہہ دیکہین کہ مابعد کے آیتون سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکی لحاظ سے اہل سنت
اس آیت مین توجیہات کرتے ہین یہہ تو ظاہر ہے کہ یہہ آیت لفظ تاویلا پر ختم ہو چکی اسکی
مابعد کے آیتین بلکہ تمام رکوع جو لفظ مابعد سے متبادر الی الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر
صراحۃً دال ہین اور اوسکی موکد ہین - تو اون آیات کے لحاظ سے اہلسنت کوئی ایسی توجیہ نہین کرتے
جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول مین فتور پڑے اور اگر اہلسنت بلحاظ مابعد کی آیات کی کوئی
توجیہ کرین تو کیا قباحت ہے تو مؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض مین کیون داخل ہون

اور قاعدہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کو کیون ترک کرین اور اگر مابعد کے آیتون سے مراد جملہ
شرطیہ متفرعہ ہی جو فان تنازعتم سے شروع ہوتا ہے اور تتمہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے
کہ یہہ اطلاق محاورہ مین کس درجہ غلط ہی اسکی بعینہ وہ نظیر ہے کہ کوئی ملحد بے دین ہوا پرست
لا تقربوا الصلوۃ سے نماز کی ممانعت پر اور کلوا واشربوا سے وجوب مطلق اکل و شرب پر استدلال
کرے اور کہے کہ ہمین جو توجیہات بلحاظ مابعد کے مخالفین کرتے ہین اونکو لفظ لا تقربوا الصلوۃ
اور کلوا واشربوا باطل کرتا ہے سبحان اللہ علم و فہم تو ایسا اور انصاف ہو تو ایسا۔ ع
ہم این عقل و دانش بباید گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد اور الفاظ ہین جو بعد اسکے قرآن مین
بعید واقع ہوئی ہین۔ تو اول تو سیاق کلام اوسپر دلالت نہین کرتا پہر جمیع قراات صحیحہ مین
علاوہ اسکی یہہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان
اولہ امام رازی صاحب کے بیان مین ہو چکا۔ ہی شفاعت سوا ائمہ ہی شفیع ہونگی فاضل
رشید ایضاح لطافۃ المقال مین حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر مین کتاب فصل
الخطاب سے نقل کرتے ہین۔ عن الرضا انہ قال من شد رحلہ الی زیارتی استجیب دعاؤہ و غفرت
ذنوبہ و من زارنی فی تلک البقعۃ کان کمن زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب اللہ
ثواب الف حجۃ مبرورۃ و الف عمرۃ مقبولۃ وکنت انا و ابائی شفعائہ یوم القیمۃ یہہ روایت
اسپر نص ہی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور اونکی ابا طاہرین زائرین قبر اقدس امام کی شفاعت
فرماوینگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے ہی پس الحمد للہ انکی
ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس دلیل کا جواب بہی بیان اولہ امام کی
جواب مین گذر چکا ہی لیکن شفاعت کے باب جو عجیب لطیف روایت فصل الخطاب سے ہو کہا
کہ غلطیون مین پڑے ہین اونپر متنبہ کرنا ضرور ہے اسلیے مختصر اگذارش ہے اول یہہ روایت حسب قاعدہ
حدیث ہی نہین بعد اوسکی صحت مین کلام ہی صاحب فصل الخطاب التزام صحت روایات
نہین کیا ہی جو اوسکا وارد کرنا تصحیح روایت سمجہا جاوی چنانچہ مبتنا سے روایات ان

بابویہ قمی کو نقل کیے ہیں جیسا ہے بعض روایات میں ہماری مجیب لبیب نے آمیزہ اکاذیب کہہ کر ابطال
کیا ہے اوسکا جواب انشاء اللہ تعالے بشرح بسط اوسی جگہ مذکور ہوگا اور ظاہر ہے کہ ابن بابویہ
اہل سنت کے رواۃ میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ منواللہ صواقع میں
اسکو ذبابۃ الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں سنیو قاعدہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں
مروی ہیں اور اونمیں تھوڑے تھوڑے اعمال پر بڑی بڑی مثوبات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف
و موضوعات ہیں — خاتم المحدثین قدس سرہ العزیز عجالہ نافعہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کے
بیان میں فرماتے ہیں ہشتم افراط وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدہ عظیم بر فعل
قلیل چنانچہ من صلی[۱] رکعتین فلہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت
وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلے کل سریر سبعون الف جاریۃ - بلکہ
احادیث این فن را خواہ در ثواب باشند وخواہ در عذاب موضوع باید شناخت - نعم اگر بر عمل
قلیل ثواب حج وعمرہ ذکر نماید انتہی - باوجود اسکی یہہ روایت حدیث لا تشد الرحال کے بھی معارض ہے
پس قابل رد ہے البتہ قبر صحیح ہو تاکہ سلمنا کہ یہہ حدیث صحیح سالم عن المعارضہ ہے لیکن تاہم ہماری مجیب کا
استدلال اس سے غلط ہے وجہہ اسکی یہہ ہے کہ شفاعت دو قسم ہے شفاعت عامہ کہ تمام امت
کی شفاعت ہو یہہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغری شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص
لوگوں کی ہے ساتھ اور یہہ شفاعت صغری عوام صلحاء مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
اہل سنت وشیعہ کے کتابوں میں اسکی موید مروی ہیں اور یہہ شفاعت جو اس روایت میں مروی
ہے ان ہر دو شفاعت خاصہ وصغری ہے کیونکہ زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے تو یہہ مقتضی
عصمت کو نہیں ہوسکتی قطع نظر اس سے یہہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہصاحب کے افادہ سے
عصمت کے لوازم سے ہے یہہ بھی غلط ہے شاہصاحب کے کلام سے ہرگز یہہ افادہ نہیں کہ شفاعت

---

[۱] جو دو رکعت پڑہے اوسکی لیے ستر ہزار گہر اور ہر گہر میں ستر ہزار دالان اور ہر دالان میں ستر ہزار تخت
اور ہر تخت پر ستر ہزار حور کوہان ۱۲ —

عصمت کے لوازم مین سے ہی ہان اگر کوئی یہہ کہی کہ شفاعت و عصمت دونوہی مین مجتمع ہین
اور یہی کہ اوصاف لازمہ مین سے ہین تو مستبعد نہین لیکن ادعائی تلازم اور پہر شاہصاحب کی
کی افادہ سی سراسر غلط ہی پس اگر اسیکا نام اعتراف عصمت ہی جیساکہ آپ حضرت شاہصاحب
قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہین تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکی یہان تو نادری
خوالی کا یہی جملہ شاید کچہہ مبین بجا تہی۔ **قولہ** تیسری دلیل بھی بعینہ ائمہ علیہم السلام کی عصمت مین جاریہی
کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرسکتے تو مثل سلاطین جابر کے ہولی کر اور آدمیونکو رسوم فاسدہ اور ارتکاب
فواحش پر زجر و سیاست کرین اور خود وہ امور عمل مین لائین اور ضرور ہی کہ ائمہ و خلفاء راشدین کی
روش ملوک جابر و سلاطین ظالم کی روش سی جدا ہو۔ **اقول** یہہ دلیل ہی عصمت ائمہ مین
مثل دلائل سابقہ بوجوہ سابقہ منقوض ہی۔ ارے بہت تا بحدے سہو ہوا اگر اس دلیل سی عصمت ثابت
کیجئی تب مدعا ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سوق دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو بہول جاتے ہین تمام ہم
خیال نہین رہتا کہ مدعا کیا ہی اور ہم دلیل کیا بیان کررہی ہین علاوہ ازین یہ ائمہ خیالی جو از بعد
تا بحد عوام کے ذہن مین ہی اور نام کے سر ہی کبہی رائحہ حکومت کا نہین سونگہا نہ امر و نہی کا جہنڈا
ہوا نہ زجر و سیاست کبہی کی ہمیشہ دوسرونکی محکوم و مطیع رہی انکو ملوک سی کیا مناسبت
اور سلاطین سی کیا نسبت پس اس دلیل سی انکی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سی چشم
پوشی و تغافل کرنا ہماری محبب جیسی منصف کا ہی کام ہی۔ ہان اگر اس دلیل سی بانضمام ارشاد
جناب امیر رضہ کہ جو نہج البلاغۃ مین منقول ہوا ہی واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین
خلفاء ثلثہ رضہ کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن میثم نے جو کچہہ اپنی شرح کبیر مین اسکی
شرح مین تحریر فرمایا ہی ملحوظ رکہا جاوی تو ہماری منصف مزاج محبب سی کچہہ بعید نہیں کہ اس استدلال کو حق
سمجہین شارح ابن میثم فرماتے ہین وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ہذا الامر ہو صلاح
حال المسلمین واستقامۃ امورہم وسلامتہم عن الفتن وقد کان لہم ممن سلف
من الخلفاء قبلہ استقامۃ وان کانت لا تبلغ عندہ کمال استقامتہا او ولی ہو فہذا

الامر فلذلک اقسم لیسلمن ذلک الامر ولاینازع فیه - فاقل جناب امیر کے ارشاد
کو دیکھو بعد اوسکی شارح کے عبارت مین غور فرماہو تو تحقیق استحقاق اور خلافت راشدہ کا
اس سے بہی معلوم ہوگا اور پہلی اس سے عنقریب گذشتہ اقوال مین حضرت رضٰ کی ارشاد سے
خلفاء کی اطاعت کی تسلیم گذارش کرچکا ہون تو اس سے عصمت خلفاء کبھو بلی ہماری محبیب
مستنبط کرسکتے ہین مگر چہ بخوف تطویل اس ارشاد مین ہم بسط کے ساتھہ بحث نہین کرسکتی
لیکن تاہم اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ
خلفاء ثلثہ رضٰ کے دامنہا سے پاک کو ملوث کرتے ہین وہ بشہادت جناب امیر باطل اور لغو مین نہ
جناب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا معاذ اللہ بنات طیبات غصب ہوئین نہ قرآن تحریف ہوا
نہ صحابہ پر ظلم و زیادتی ہوئی یہہ سب ہشامین و زرارہ و ابو بصیر وغیرہ کے جاہدان اور ابن بابویہ
و مجلسی وغیرہ کے اکابان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع مین نیا رنگ پکڑتا ہی اگر اسیطرح ٹھیک نہین
ٹھہیا خود جناب امیر کی کلام اوسکی تکذیب ہورہی ہے **قولہ** اور وجہ چہارم کی تقریر یہہ ہے
کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اہانت و عقوبت ہو قد قال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا اس آیت کے تحت مین
نیشاپوری لکھتے ہین قیل نزلت فی اناس من المنافقین کانوا یؤذون علیا کرم اللہ وجہہ
اور نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایذا رسول خدا کی ایذا ہی من اذا علیا فقد اذانی
اور جب ایک امام مین یہہ بات ثابت ہو تو کل مین ثابت ہوگی **اقول** یہہ وجہ بہی ثبوت
عصمت ائمہ مین غلط اور پوچ ہی اور نہ یہہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
عصمت انبیا مین بیان فرمایا ہی بلکہ یہہ صرف ہماری مجیب لبیب کا ایجاد بندہ ہی شرح
اس اجمال کی یہہ ہی کہ دلیل شاہ صاحب کا خلاصہ یہہ ہی کہ حق تعالیٰ شانہ انبیا کے
حق مین ارشاد فرماتا ہی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ[1]

[1] جو لوگ ایذا دیتے ہین اللہ کو اور اوسکے رسول کو خدا نے انپر دنیا اور آخرت مین لعنت کی ہی اور انکے لیے خواری کا عذاب تیار کیا ہی - ۱۲

واعدلهم عذابا مهينا - اسمین حق تعالی نے رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور مطلق ایذا کو سبب
لعن و عذاب کا قرار دیا - اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے
کہ اونسے معصیت کا صدور ممکن نہین ورنہ وہ مستوجب ایذا کے ہوتے اور اونکی مطلق ایذا سبب
لعن و عذاب کا نہوتی اور یہہ دلیل ائمہ مین بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ مین جاری
کی ہے اوسکا خلاصہ یہہ ہے کہ حق تعالے شانہ مومنین کے شان مین فرماتا ہے [١] والذین یؤذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا - اول تو حق تعالے
شانہ نے اس آیت مین عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف باللام
سے مستفاد ہے اور نیز حکم علی المشتق علیت ماخذ پر دلیل ہے سو جس جگہ علت پائی جائیگی یہہ حکم پایا جائیگا
سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہی نسبت ہو لیکن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
السبب قاعدہ مسلمہ فریقین ہے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع
اور خاص لوگونکی حق مین نازل ہوئی ہین اگر خوف تطویل نہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر سے ثابت
کرتے افسوس کہ ہماری مجیب کو اتنی بھی خبر نہین دوسری یہہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالی شانہ نے
اپنی ایذا نہین فرمایا جیسا کہ رسول ؐ کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت مین ذکر جلال
بشور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جسطرح ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ایذاء خدا ہے اسطرح ایذاء مومنین ایذاء خدا نہین پس آیتین مابہ الفرق اگر پیدا ہوگا
تو یہہ ہی ہوگا کہ رسول ؐ معصوم ہے اسلیئے اوسکی ایذا مین حق تعالے نے اپنی ایذا کو شامل
فرمایا اور اوسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہین تو اونکی ایذا کیساتھ
اپنی ایذا کو شامل نفرمایا بلکہ بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھ مقید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ ان سے اکتساب ایسے افعال کا جنپر مستحق ایذا کے ہون ممکن ہے - تیسری یہہ کہ اگر مومنین سے

سله اور جو لوگ ایذا دیتے ہین ایمان والون اور ایمان والیون کو بدون کچھ کام کئے تو اوٹھایا اونہون نے جھوٹ کا
وبال اور صریح گناہ ١٢

مراد ائمہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہان لیجا کر ڈالینگے اور کس محل پر محمول کرینگی۔ چوتھی یہہ کہ خدا تعالی
نے ایذاء مومنین کو بغیر ما اکتسبوا کے ساتھہ مقید فرمایا ہی جسکا حاصل یہہ ہی کہ جو لوگ ناحق بدون
پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتی ہین وہ حمال اوزار بہتان اور آثام ہین اور جو
لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ مین ایذاء دیتے ہین وہ اس وعید سے خارج ہین۔ تو اس سے امثل
روز روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسی افعال کے ہو سکتی ہین جسکی پاداش
مین مستوجب ایذاء کے ہوین بخلاف رسول کے کہ حق تعالی نے اوسکی ایذاء کو کسی قید کے ساتھہ
مقید نہین فرمایا۔ بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت
ثابت ہوتی ہی اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہین ہوتی۔ پانچوین یہہ کہ جب نص قرآنی سے
ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذاء مومنین محرم نہین تو یہہ جو حدیث مین وارد ہوا کہ من اذا علیا
فقد آذانی۔ نہ ہمکو کچھہ مضر ہی اور نہ ہمارے مجیب کے مفید مدعا کیونکہ یہہ ایذاء جناب امیرؑ جسکو
اپنی ایذاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ وہی ایذا تھی جو بغیر ما اکتسبوا ہو نہ مطلق ایذاء معہذا
اگر ہمارے مجیب لبیب ایسی ہی مطلق ایذاء جناب امیرؓ کو ایذاء جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہین
اور رسولؐ کے ایذاء خدا کی ایذاء ہی اور خدا کی ایذاء کفر ہی تو پھر اون کلمات موذیہ کے نسبت جنکا
جناب سیدہؓ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیرؓ کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے
ہین کیا فرمائینگی۔ مانند جنین پردہ نشین شدی۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات ناشر اگر بما اکتسبوا
ہین تو عصمت سیدہ رضی اللہ عنہا گئی اور اگر بغیر ما اکتسبوا ہین تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا
کی ایمان سے معاذ اللہ ہاتھہ دہو بیٹھیے کیونکہ ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہین کہ باعث کوفت قلب
و سوزش دل نہون۔ علی الخصوص بے وجہ ناحق اور ایسی ضیق کیسی حالت مین چنانچہ روایت خصال
ابن بابویہ سے جو ایک یہودی کے جواب مین جناب امیرؓ نے اپنی مواضع ابتلاء ذکر فرمائی ظاہر ہے
اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جبکہ بصرہ کی بیت المال کا مال غبن کر کے
مکہ لے بھاگے۔ یہہ بہی جناب کے ایذاء کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کچھہ درد انگیز خط آپنے اونکو لکھا ہے

روایت ... صفحہ ۱۱۶ ... الذریعہ

دو کسی پر مخفی نہین ہم سابق مین بتراسب باعتہ سے اوسکی نقل کر آئے ہین خود حضرت عباس رض نے بہی
جبکہ ام کلثوم مرحومہ کا نکاح حضرت عمر رض سے بجبر خلاف رضا جناب امیر بشر لطمع نفسانی کیا کیسی کچہ
جناب کو ایذا پہونچائی عقیل رض مصاحب امیر معویہ سے جا ملے یہہ بہی آپکی ایذا کا باعث تہا
صحابہ مثل بعض لبین نے سوائی مقداد کے آپکو مخذول کیا اور تخلف اس وغیرہ مین اطاعت نہ کی یہہ
آپکی ایذا کا سبب تہا - امام حسین رض نے بیت المال کے عسل مین بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ
بہاتنگ ناخوش ہوئی کہ ریحان رسول کے جنکو آپ دوش مبارک پر سوار کرتے تہے مارنے کا
قصد کیا - اور ظاہر ہی یہہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا - امام حسن رض نے
خلافت امیر معویہ کے سپرد فرمائی - یہہ بہی آپکی ایذا کا سبب تہا - اگر آپ بقید حیات ہوتے
تو قطعًا متاذی ہوتی - قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تہا
کہ آپنے اوسکو اپنی ناک مبارک کے کٹنے سے بدتر سمجہا - محمد بن الحنفیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے
ہمراہی و اعانت سے تاخر و تقاعد کیا یہہ کس قدر آپکی ایذا کا باعث ہوگا بعد اوسکے امام سجاد سے امت
کی امامت تنازع کیا یہانتک کہ نوبت حجر الاسود کی حکومت کی پہونچی یہہ بہی یقینًا جناب امام سجاد
کی ایذا کا باعث ہی کہانتک عرض کرون یہہ آپکا قاعدہ انشاء اللہ تعالے کسیکے ایمان کو بہی
سلامت باقی نہین چہوڑیگا - اگر آپ اسکی علی العموم والاطلاق قائل مین تو ان بزرگونکے ایمان کا
فکر فرمائیے جہہ اگر ایک امام مین عصمت ثابت ہوئی توپہر کل اماموں مین اسکا ثبوت بالکل
قیاس ہوگا - اور وہ باب اعتقادات مین مفید نہین یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اوسکو بیان
کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہی اور دیکہنا چاہیے کہ وہ شرعًا باب اعتقادات مین کارآمد ہو سکتا ہی یا نہین
غرضکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکہکر ہماری مجیب کے فہم و انصاف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین
ہم اس سے زیادہ کیا عرض کرین - **قولہ** وجہ ہفتم کا بیان ظاہر ہی کہ اگر ائمہ سے گناہ واقع
ظاہر ہون تو اطاعت سے استنکاف کرین - اور اونکی اکثر دشنے گرجا مین اور اونکے احکام وغیرہ کی تصدیق
نکرین بلکہ تکذیب کرین کہ اگر یہہ مواعید وغیرہ کے بیان مین سچے ہوتے تو خود کیون اونکی

مرتکب ہوتی - **اقول** - عصمت ائمہ مین اس دلیل کا ذکر ہنسی کے قابل ہی اہل انصاف سمجھ گئی
ہونگی - کہ عصمت ائمہ مین اسکا بیان مصداق اس شعر کا ہی بیت چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا +
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا ، بہ اینہمہ اس دلیل کا مبنی اس امر پر ہی کہ ائمہ بالاستقلال مبلغ
شریعت ہین - پس اگر ہی تو یہہ مسئلہ علماء شیعہ کے مسلمات سے ہی کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم
وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہین - اہل حق ہرگز اسکو تسلیم نہین کرتے وہ انبیاء کو انبیاء سمجہتی ہین اور ائمہ
کو ائمہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پہر اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہمارے مجیب جیسے قائل
و انصاف پرست کا ہی کام ہی ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات مین دین
تکمیل ہو چکا تہا الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال پا چکا تہا اور امام صرف مروج شرع ہی
اور اوسکا کام یہہ ہی کہ امت کو شریعت کے راہ پر چلاوے تو وہ اگر مرتکب معصیت ہو تو اوسکی اطاعت سے
استنکاف کی کچہہ معنی نہین ہین اور نہ اوسکی احکام جو مطابق شرع ہون عدم تصدیق و تعمیل کی
کوئی صورت ہی اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہون وہ خود بخود واجب الاطاعت نہین تو امام کی
اطاعت من حیث انہ متبع الشرع ہی نہ بحیثیت متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہوگا معہذا
حق تعالی شانہ نے ائمہ کی اطاعت کی بابت صاف ارشاد فرما دیا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ
وَالرَّسُوْلِ جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی امر مین امت و اولو الامر باہم تنازع کرین اوسکو
کتاب و سنت کیطرف لوٹا دین اگر موافق ہو قبول کرین ورنہ رد کرین تو ہر شخص سمجہہ سکتا ہی
کہ یہہ کچہہ ضرور نہین کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہی ہو اور یہہ ہی عدم عصمت ہی پس جبکہ امت کی
ہاتہہ مین میزان مستقیم شرع موجود ہی تو اونکو امام کے غیر معصوم ہونی سے کیا ڈر اور کسی حکم مین
امام کی تصدیق نکرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اوس سے استنکاف کرین اور اوسکی تصدیق
نکرین بلکہ تکذیب کرین - تو دین و شریعت ہی درہم برہم ہو جاتی ہی پس اس دلیل سے عصمت ائمہ
مین استدلال کرنا ایک تعجب انگیز قصہ ہی علاوہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس
استدلال پر وارد ہوتی ہین - وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال مین بیان کر آئی ہین

که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

معلوم ہوسکتی ہین بخوف طوالت ہم انکو ترک کرتے ہین **قولہ** الحمد للہ کہ آنکی خاتم المحدثین کے ہی
تقریر سے عصمت ائمہ ثابت ہوگئی اب تو آپ بہی مان لین۔ **اقول** پیارے مجیب یہہ آپکا محض
زعم و توہم ہے۔ جو مقتضا جہل انسی یعمی و یصم آپکا سد راہ تحقیق ہے ورنہ فی الحقیقت جو امر کتاب و سنت
سے ثابت نہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہو اوسکا ثبوت خاتم المحدثین رح کے تقریر سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے
مین امید کرتا ہون کہ اگر آپ بنظر انصاف و تحقیق جواب مسئلہ مین غور فرماوینگے تو آپ کو بہی [illegible]
کہ واقعی یہہ امر خلاف عقل و نقل ہے بلکہ آپکی روایات مذہب کے بہی مخالف ہے۔ علامہ مجلسی نے جلد اول بحار الانوار
کے باب کتمان العلم مین چند روایات تخریج فرمائی ہین جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ
یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک
یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون[۱] کے مصداق ائمہ علیہم السلام ہین۔ عن حمران عن ابی جعفر
علیہ السلام فی قول اللہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد
ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک نحن واللہ المستعان عن ابن ابی عمیر عمن ذکرہ
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی[۲] فی علی
علیہ السلام عن عبد اللہ بن بکیر عمن حدثہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام[۳] فی قولہ اولئک
یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون قال نحن ہم وقد قالوا ہوام الارض عن بعض اصحابنا
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام[۴] قال قلت لہ اخبرنی عن قولہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات
والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب قال نحن یعنی بہا واللہ المستعان ان الرجل منا اذا صارت

---

[۱] امام ابو جعفر سے مروی ہے فرمایا (جو لوگ چہپاتے ہیں جو کچھ کہ اوتارا ہمنے دلائل اور ہدایت سے بعد اسکے کہ بیان کر دیا ہم نے اوسکو لوگوں کے لیے کتاب میں) مین مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہین اور اللہ سے مدد چاہتے ہین۔ [۲] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آیت ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی حضرت علی ع کے باب مین نازل ہے۔ [۳] امام ابو عبد اللہ سے تفسیر مروی ہے اولئک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون مین مروی ہے فرمایا وہ ہم ہین۔ اور کہا ہے کہ حشرات الارض مراد ہین۔ [۴] امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے راوی نے آپ سے سوال کیا مجہکو خبر دیجئے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب سے فرمایا اوس سے ہم مراد ہین۔ اور اللہ سے مدد مطلوب ہے

۱۲ +

ابن عمر رضہ کے نزدیک یہہ ہی کیفیت ہی کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضہ کی اس قول کے جواب مین کہ
ان لم استخلف سکوت فرمایا۔ اور رد نہین کیا اور تانیہ فرع دلیل کے ہی تو مدعا حب نصب
اوسوقت ثابت ہوتی جبکہ ابن عمر رضہ کے قول سے بطلان ترک ثابت ہوتا اور بسبب عدم رد و نفی
کی ثابت ہوجاوی اور یہہ محال ہی۔ پس اس روایت سے استدلال کرنا اس پر مبنی ہی کہ ہماری
محب نصب اپنی مدعا سے متغافل ہین۔ ابن عمر رضہ کے اس قول سے اگر بفرض محال وجوب نص
ثابت ہو بھی تاہم مستلزم حصر الطریق نہین کہ مفید مدعا ہو۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ امام نووی رح نے
اس حدیث کے شرح مین صاف لکھ دیا ہی بالنص پر اجماع لکھا ہی تو ہوسکتا ہی کہ حضرت ابن عمر رضہ
نص کو اولی و مستحسن سمجھتے ہون۔ لیکن عظماء اسلام مستحبات کو بھی عمل مین مثل واجب کے سمجھتے
ہین اور نیز قاعدہ ہی کہ ہر شخص اپنی مدعا کو حتی الوسع مدلل و مبرہن بیان کیا کرتا ہے تو اسلیی
اونہون نے اوسکو اس مدلل پیرایہ مین ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری
نہتا اسلیی سکوت فرمایا اور پھر اس باب مین لب کشا نہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمر رضہ
نے ذکر فرمائی وہ بداہتہ اس امر پر دال ہی کہ استخلاف و عدم استخلاف ہر دو جائز ہین واجب نہین
اور نیز یہہ بھی ممکن ہی کہ ابتداء مین دفعۃً حضرت ابن عمر رضہ کے ذہن مین لزوم نص آیا ہو
لیکن جبکہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہوگیا
تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ معہذا جبکہ خلیفہ ثانی رضہ نے اونکی جواب مین عدم وجوب نص
بیان فرمایا اور صحابہ مین سے کسی نے وسکا رد و انکار نہین فرمایا تو اجماع سکوتی ہوگیا۔
پس تمام دلیل پر جو کچھہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری مجیب نے تحریر کیا
وہ کمال وقاحت سے دلیل ہی مدعا کو دلیل سے نسبت کی بھی نہین سوجھی اور زبان درازی
شروع کردی حضرت ابن عمر رضہ کا عقیدہ اشتراط نص کا جو مستلزم عدم انعقاد خلافت غیر
منصوصہ کو ہی پہلی ثابت فرمایا ہوتا اور اوسکی بعد کچھہ کہا ہوتا لیکن جب وہ بصیرت تحمل
فہم و انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کی کیا جواب دیا جاوی۔ قولہ جناب ابن عمر رضہ

ہی منحصر نہین ہی اور صحابہ کا بھی یہہ ہی اعتقاد تہا چنانچہ خواجہ کابلی صواقع مین جسکا ترجمہ آپکی خاتم المحدثین نے فرمایا اور تہوڑا سا تغیر و تبدل کر کے تحفہ لکہا ہی - ذیل قول جناب امیر علیہ السلام یا بعضے القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر الخ مطلب ثانی مقصد رابع امامت مین فرماتے مین و ذھب بعضھم الی ان الامام یجب ان یکون منصوصاً علیہ نصاً جلیاً او خفیاً والیہ ذھب عبداللہ بن مسعود وابو الدرداء وحذیفۃ ابن الیمان وانس بن مالک وابو ھریرۃ وغیرھم وجم غفیر من المحدثین وشرذمۃ من الاصولیین وطائفۃ من المتکلمین وجماعۃ من الفقہاء انتہی حیرت و تعجب ہی کہ آپکی خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل مضامین ترجمہ کئی ہین اس مقام کو ملاحظہ نفرمایا ورنہ اس جرأت سے اس عقیدہ کی نسبت نفرماتے کہ یہہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہی

اقول یہہ دلیل بزبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہی کہ ہماری مجیب کو اپنی مدعا کی خبر نہین رہی اور نیز اس دلیل سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ہماری مجیب نے یا ہماری مجیب کے اوس بزرگ نے جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہین نقل عبارت صواقع مین کمال دیانت فرمائی ہی اور جو جملہ کہ انکی مذہب کے مخالف اور اس عبارت کی مابعد بہت ہی قریب مذکور ہی اور گویا تتمہ اس عبارت کا ہی اوسکو حذف کر دیا سمجہا ہوگا کہ صواقع عزیز الوجود کتاب ہی کہان دستیاب ہوتی ہی جو کوئی معائنہ کر کے غلطی نکالیگا - لیکن خدا تعالے کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہہ کتاب بلا دقت میسر ہوگئی اسلیے اصل کتاب سے پوری عبارت اہل انصاف کے سامنے پیش کرتا ہون اہل انصاف ملاحظہ فرماوین اور یہہ بھی دیکھین کہ ہماری مجیب لبیب کی مدعا سے اس دلیل کو کچہہ تعلق ہی یا نہین - [illegible]

ذھب بعضھم الی ان الامام یجب ان یکون منصوصاً علیہ نصاً جلیاً او خفیاً والیہ ذھب عبداللہ بن مسعود وابی الدرداء وحذیفۃ بن الیمان وانس بن مالک وابی ھریرۃ وغیرھم وجم غفیر من المحدثین وشرذمۃ من الاصولیین وطائفۃ من المتکلمین

سلہ بعض اسطرف گئی ہین کہ امام کا منصوص ہونا خواہ نص جلی ہو یا خفی واجب ہی اور اسیطرف گئی ہین عبداللہ بن مسعود اور ابو درداء اور حذیفہ بن یمان اور انس بن مالک اور ابو ہریرہ اور محدثین کی ایک بڑی جماعت اور اصولیین کا ایک گروہ اور متکلمین مین کا ایک فرقہ ۱۲

[illegible]

وجماعة من الفقهاء[۱] وتمسکوا بالاحادیث الواردة فی خلافة الخلفاء الاربعة واختلفوا فی النص والجمهور علی انه جلی وجمع علی انه خفی والیه ذهب الحسن البصری واتفقوا علی انها تثبت بالاجماع ان لم یتعین الافضل ولم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ واتفقوا بھی جو بداہتہً مدعا کی نقیض کو ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو لیں اگرچہ نقل میں خیانت نہیں تو کیا ہے۔ لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کیجا دے تاہم یہہ عبارت ہمارے مجیب کے ثبوت مدعا میں کچھہ فائدہ بخش نہیں ہے۔ کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور آپکا دعوی اثبات نص جلی کا ہے تو اس صورت میں آپکا دعوی خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل عام سے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور وتامل دیکھا جاوے تو دلیل و مدعا میں باہم عموم وخصوص نہیں بلکہ تغایر وتباین ہے تفصیل اسکی یہہ ہے کہ آپکے نزدیک انعقاد امامت کے لیے یہہ شرط ہے کہ حق تعالے کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلان شخص بعد فلان نبی یا فلان امام کے اوسکا خلیفہ ہے اگر اسطرح نص نہوگی تو امامت وخلافت متحقق نہوگی اور صحابہ میں سے کوئی اسکی لزوم واشتراط کا قائل نہیں اور سنی اوسکو ضروری نہیں سمجھا اور نص جلی سے بھی یہہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ جملہ وتمسکوا بالاحادیث الواردة فی خلافة الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل و مدعا باہم متغایر ہوئی پس ایسی پوچ اور غلط دلیل پر اسقدر ناز وافتخار۔ اور جناب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت صواعق میں اس سقت ام کے دیکھنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ شاہ صاحب مرحوم کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھا جاوے رد فرماتے ہیں امامیہ میگویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میباید کہ منصوص بود از جانب خدا واین عقیدہ

---

[۱] اور فقہا میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل پکڑی ہے جو خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں اور نص کے باب میں اختلاف ہے جمہور اس پر ہیں کہ نص جلی ہے اور ایک جماعت اسپر ہے کہ وہ نص خفی ہے حسن بصری اسطرف گئے ہیں اور اسپر سب متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہو اور نص نہ پائی جاوے تو خلافت اجماع کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہے ۱۲

مخالف عقل و نقل ہے یہ معلوم نہین ہوتا جو مجموعہ امرین کا ہے اور جسکو شاہ صاحب بحق مخالف
عقل و نقل فرما رہے ہین اسکو ہمارے مجیب نے کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیے
اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائین اور جسکی نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اسکو
بھی دیکھین اور جو جیسی بعد اسکی اپنی طعن کو میزان انصاف مین رکھ کر تولین تو صاف معلوم
کر لیجیے کہ آپ نہ عبارت صواقع کو سمجھے اور نہ تحقیق کو سمجھے اور نہ خود اپنا مدعا بھی منضبط فرمایا خیر اللہ
توفیق انصاف و راہ راست عطا فرما دے۔ **قولہ** اگرچہ اس مقام مین ہم بہت کچھ گفتگو
کر سکتے مین مگر بخوف اختصار ترک کر کے جناب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نقل کے باب مین
شہادت لکھتے ہین کہ یہ حضرت جو مشہور آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد ہین اگرچہ تحفہ مین انکی
الوہیت مین توریہ فرمایا ہے کہ نہایت ہی درجہ کی تعریف و ستائش فرمائی ہے حتی کہ انہی کو آیات
الہی معجزہ معجزات جناب رسالت پناہی انکی شان مین لکھا ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے
اقول نہایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آپنے بہت کچھ گفتگو نہ فرمائی۔ جس قدر اس
مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اوس سے بھی آپکے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور استدلال کی حالت
بخوبی منکشف ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس
دعوی کو باطل کر دیتے جو آپنے ابتداء جواب مین فرمایا ہے۔ بہتر ہوا کہ آپنے اختصار کے سبب سے اسکو
ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بنا بر مشہور لکھ کر تعریض فرمائی ہے اور جو
ادعاء تہذیب و انصاف کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکے جواب مین ایسی تعریضین بلکہ اس سے بڑھکر
ہم بھی بہت سی کچھ مین حال و حضرت بخبرہ کی نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بخوف اسکو ترک کر کے
اسکا کچھ جواب نہین دیتے۔ اسکے بعد جو شہادتین کہ نقل کے ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی
اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ہے اسکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔ **قولہ** آپ بنظر غور والصاف ملاحظہ فرمائیے کہ جو
تقریرین ہم نقل کے باب مین کرتے مین بعینہ وہی حضرت شاہ صاحب ازالۃ الخفا مین رقم فرماتے
ہین مقصد اول فصل دوم در لوازم خلافت خاصہ کے نکتہ سوم مین جو صفحہ ... مین واقع ہے

الیہ لم یکن لہ اولم یسئلا الا ان یبین للناس من یکون بعدہ ورواہ محمد بن مسلم قال ثم
اهل الکتاب۔ ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ائمہ اللہ تعالیٰ کے دین کے چھپانے والے
اور (معاذ اللہ توبہ توبہ ہیں کیونکہ ایسے کلمہ کفر نقل کروں) خدا کے اور لعنت کرنے والونکی لعنتوں میں پہلی اور
دوسری روایت سے تو کچھ یہہ مدعا ثابت ہے چوتھی روایت اس مدعا کے اثبات کے لئے بہت بڑی
قوی دلیل ہے۔ تعجب ہے حضرات شیعہ نے بمقتضائے کمال ولا و تشیع اونکی دشمنوں کو اللہ کے آیتیں
چھپانے والے اور لعنتوں ٹھہرایا تو اونکی غیر معصوم ہونی کو بھی ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے بھی بڑا کے میں
بڑہا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو اس طرح چھپانا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت کے
تفسیر میں جو عبد اللہ بن بکیر سے مروی ہے فرماتے ہیں بیان ضمیر هم راجع الی اللاعنین
بہلا کوئی عاقل متدین عالم کی اس پوچ توجیہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب
روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہمکو علامہ کی اس تاویل باطل تحریف کے ابطال کی کچھ ضرورت
نہ تھی کیونکہ اہل فہم و انصاف سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتے ہیں لیکن بنظر تسکین خاطر محبین کے
ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں حضرت نے آیت کی تفسیر فرمایا ہے کہ اس سے
ہم مراد ہیں۔ اوسمیں لاعنین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اوسمیں صرف کاتمین کا ہی ذکر ہے جس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کاتمین میں ہیں نہ لاعنین علاوہ ازین لفظ واللہ المستعان فرمانا خود اسکی ثبوت
کی دلیل ہے کہ آپ کاتمین ہیں کیونکہ اسکا اطلاق شدت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے جیسا کہ
واللہ المستعان علی ما تصفون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت میں نص صریح ہے کیونکہ اوس سے
صاف ثابت ہے کہ یا مراد ائمہ ہیں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لاعنین میں یہہ دونوں احتمال جاری
نہیں ہوسکتی کیونکہ اہل کتاب لاعنت نہیں۔ ہاں بعض انکی کاتمین حق میں جو ملعونین ہیں
نہ لاعنین تو یہہ دونوں احتمال کہ مراد یا ہم ہوں یا اہل کتاب اوسی صورت میں صحیح ہونگے کہ ضمیر
ہم کی راجع لفظ الذین یکتمون یا اولٰئک کیطرف ہو۔ قطع نظر اس سے بھی اس روایت میں حضرت
امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اسکی تائید میں یہہ بھی فرمایا کہ ہم امام مسائل پر

واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر نقش فرماوی اور اوسکو ہرگز جایز نہین کہ وہ نقش نکرے اور
اوسکو چھپا دے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان تہدید ائمہ ہے۔ لیکن
اسمین کوئی ایسا لفظ جو علم وقوع کتمان یا وقوع کے محتمل ہونے پر دلالت کرے وارد نہین بلکہ یہہ کلام
صحیح وقوع کتمان پر دال ہے چنانچہ اہل کتاب اسیوجہ سے اسکی مصداق ہین تو اس سے معاذ اللہ
ائمہ رضا کے دشمنونکا بروایات حضرات شیعہ کا تعین حق ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہہ دہوکہ
شاید تفسیری روایت سے پڑگیا ہوگا کہ اوسمین وقد قالوا ہم الائمۃ مذکور ہے تو اوسکی تقابل سے
سمجھا جا سکتا ہے کہ یہہ تفسیر لاعنون کی ہی نہ کا تمین کے مگر یہہ اسوقت ہے کہ جبکہ یہہ مقولہ ائمہ کا
تسلیم ہو اور اگر اسکو ہم منع کرے اور کہے کہ یہہ جملہ بعض روات شیعہ کا اپنی ناموس مذہب کے
حفاظت کے لیے تراشا ہوا ہے تو اوسوقت علامہ کا یہہ توہم بھی باطل ہوگا۔ علاوہ تماشا یہہ ہے
کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس جملہ کی نسبت یقین نہین کہ یہہ جملہ ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک
احتمال ہے کہ یہہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کیے ہے کلام
اور احتمال ہے کہ بعض روات کا اضافہ ہو پھر جب اسقدر احتمالات قائم ہین تو استدلال نہین
ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے قولہ[1] وقد قالوا اما کلام علیہ السلام فضمیر الجمع راجع
الی العامۃ او کلام المولف او الرواۃ فیحتمل ارجاعہ الی اہل البیت علیہم السلام فیہا بفرض محال سکنا
کہ ضمیر ہم لاعنین کیطرف ہی راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے لاعنین ہین
لیکن ہم کہتے ہین یہہ بھی برائی سے خالی نہین کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے سباب لعان
ہونکو مکروہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر اونکے امت کے لئے ناپسندیدہ ہو ائمہ کی جناب مین کیونکر نسبت
کیا جا سکتا ہے۔ ومن کلام لہ[2] وقد سمع قوما یسبون اہل الشام ایام حربہم بصفین انی اکرہ لکم ان تکونوا

[1] وقد قالوا یا تو امام علیہ السلام کی کلام ہے تو اس صورت میں جمع کی ضمیر عامہ (اہلسنت وغیرہ) کیطرف پھریگی یا یہہ کلام مولف کتاب (تفسیر عیاشی) کا ہی یا دوسری راویونکا کلام ہے تو اس صورت میں احتمال یہہ بھی ہے کہ ضمیر اہلبیت علیہم السلام کیطرف راجع ہو ۱۲
[2] آپکا کلام جبکہ آپنے ایک گروہ کو سنا کہ اہل شام کو سب کرتے ہین اون لڑائیوں مین جو جنگ صفین کے تہیا۔ میں تمکو برا کہنے والے ہونا مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہون کہ تم سب وشتم کرنے والے (برا کہنے والے) ہو ۱۲

سبابین - تعجب ہی اپنی شیعہ کے لیے تو لعان و سباب ہونا ناپسند فرمائین اور خود اسقدر لعان
ہون کہ خدا تعالے اونکو اس صفت سے ذکر فرماوی یہہ صرف حضرات مدعیان ولاء و تمسک
کی زبانی ولاء کا مقتضا نہین تو اور کیا ہی **اقوله** اب نص کا بیان سنیے گو آپنے بہ تقلید اپنی
خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہی کہ (باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہین تکرم
دور ہین) مگر نص کا وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام اہلسنت سے ثابت ہی صحیح مسلم کی کتاب
الامارت مین باب الاستخلاف ملاحظہ فرماہی کہ جناب ابن عمر ترک استخلاف کو ضیاع و فساد مردم کا
سبب جانتی تہی چنانچہ اپنی اس عقیدہ مین ایسی راسخ تہی کہ جب سنا کہ اونکی پدر بزرگوار بدون
استخلاف دنیا سی انتقال فرمانا چاہتی ہین تو نہایت ہی تدین و تورع سے اپنی باپ اور امام
وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہین کرتے آپ دیکھ لین کہ وہ استخلاف
کو نہایت ہی ضروری سمجہتی ہین اور اوسکی ترک کو عین تضییع و افساد مردم جانتی تہی اور اوسکی تارک کو
اوس راعی سے مشابہت دی ہی کہ شتر و غنم کو مہمل چہوڑ کر کہین چلا جاے غور فرمائیے کہ آپکے
خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہین کیا حضرت ابن عمر کے شاکی نہین ہی ایسا
ہی فرمائینگی یا خاتم المحدثین صاحب نے صحیح مسلم ملاحظہ نہین فرمائی تہی - **اقول** بحول اللہ و قوتہ
جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال و استیصال کر چکے تو ہمکو کچہہ ضرورت نہ تہی کہ ہم ابطال دلائل نص و
افضلیت مین اپنا وقت گران بہا ضائع کرین کیونکہ جب عصمت ہی باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی
اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو پہر شرائط افضلیت و نص باطلہ کے ابطال کی کچہہ حاجت نہ رہی
لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع خلجان اور اپنی مجیب لبیب کے مزید اطمینان کے لیے ہم اسطرف
بہی متوجہ ہوتے ہین اور مختصراً گذارش کرتے ہین چونکہ ہماری مجیب کی عادت ہی کہ استدلال کے
وقت اپنی دعوی کو بہلا دیتی ہین مدعا کچہہ ہوتا ہے اور دلائل کچہہ لاتے ہین اسلیے مناسب ہے
کہ ما بہ النزاع مسئلہ مجملاً بیان کرین اور ناظرین اوراق اور اپنی مجیب کو یاد دلائین کہ آپکا یہہ دعوی ہی
اگر دلائل اسکی مطابق ہوئی تو البتہ قابل التفات ہونگی ورنہ لائق توجہ بہی نہین سمجہی جائینگی

پس جبکہ صحیح ہو کہ اس جگہ باب النزاع ہے سو شیعہ یہ کہتے ہین کہ امامت مین اشتراط نص یا نصب ثابت ہے سو متقدمین
کرام کیسے ہین نص و انصب امامت مین شرط ہے جسکا تقرر ہے اگر نص یا نصب نہو تو امامت باطل ہے اور
اہلسنت کہتے ہین کہ جیسے الوہیت و نبوت مین عصمت شرط ہے اسیطرح نص و افضلیت بھی شرط امامت ہے اور
عصمت سوای انبیاء کی کسی بشر مین نہین پائی جاتی لئے نص و افضلیت کا تحقق ہو سکتا ہے
لیکن اگر انکا تحقق نہو تو بھی امامت متحقق ہو سکتی ہے ہماری غرض جبکہ امر ایک کی اثبات کے لیے
ہین کہ اشتراط نص کو ثابت فرمائین اور اسکو امامت کے لیے جو کہ مسئلہ اعتقادی ہے دلائل قطعیہ
بہم پہنچاتے تو بس خلاصہ دعوی جناب یہہ ہے کہ امامت کے لیے نص شرط ہے اگر نص نہ پائی جاوے تو امامت و خلافت منعقد ہوگی پس اسکو اپنی حافظہ مین
محفوظ رکھکر ہماری گذارش سنئیے کہ جب یہہ مسئلہ آپکی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین
مین سے ہے تو اول واجب تھا کہ اسکی اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ بیان کرتے اس مقام
جسقدر آپنے دلائل ذکر فرمائی ہین اگر انکی ناتمامیون اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازع فیہا مین
جاری کرنے سے لازم آتی ہے چشم پوشی کیجاوے اور بفرض محال انکو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو بھی آپکی
مدعا کی مثبت نہین ہو سکتی کیونکہ مدعا دلائل ظنیہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے علاوہ
اسکے کہ آپکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اسقدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کرے کہ درصورت
تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگی اب آپ فرمائیے کہ آپکی کونسی دلیل ہے جو بالالتزام
یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر نص نہو تو امامت متحقق نہوگی۔ اب مین تفصیلی طور پر دلیل دلیل
بحث کرتا ہون بعون الله مینی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن
عمر رضہ کے قول کا ماحصل نقل کر کے اوس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر مثبت
مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمر رضہ کے قول سے آپکا مدعا اوسوقت ثابت ہوگا جبکہ آپ یہہ
فرماتے کہ جو خلافت و امامت بلا نص کے خلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور ظاہر
کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر رضہ کے نزدیک بلا نص واقع ہوئی بلکہ اولی کے ہم

ابطال دلیل اول صحیح مسلم کا ابطال

یہہ عبارت تحریر ہی نکتہ سوم آنکہ خلافت امر خطیر است و نفوس بنی آدم مجبول بر اتباع ہوا و شیطان در بنی آدم جاری مجری الدم چون خلافت برائی شخصی مستقر شود احتمال دارد کہ جور پیش گیرد و در مقاصد خلافت تہاون صریح بعمل آرد و حز این خلیفہ در است مرحومہ اشد باشد از خطر ترک استخلاف دیں این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی کہ بادشاہان ہمہ الا ماشاء اللہ درین مہلکہ گرفتار شدہ اند و میشوند تا وقتیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوعدہ الٰہی یا با وصافی کہ نزدیک حصول آنہا جور و تہاون ممتنع عادی گردد۔ و ظن قوی بعدل و قیام خلیفہ بامر ملت بظہور رسد استخلاف چنین شخصی خیر محض باشد و نفوس بنی آدم تا با مست او اطمینان پیدا نکنند کہ ایکہ مرشد خلائق گردد و ملی ایشان در ظاہر و باطن محتمل کہ در علم و حال خود غلط کردہ باشد و دیگران ہبعض قرائن متمسک شدہ ہمان غلط را رواج دادہ باشند و ما الحسن ما قیل۔ بیت۔ ای بسا ابلیس آدم روی ہست + پس بہر دستی نشاید داد دست + تا اعتماد بر علم و حال شخصی بحدیث مستفیض صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار ناتمام است اصل خلافت کاملہ آنست کہ ثبوت بصاحب آن داشتہ باشیم منصوص شارع و اشارات او انتہی بقدر الحاجۃ۔ اس عبارت کو تامل انصاف سے ملاحظہ کیجیے جیسی کہ اس سے نص کا وجوب ثابت ہوتا ہے ویسی ہی عصمت خلیفہ بھی ثابت ہے بباعث خوف طوالت ہم اسکے الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہین کرتے اسیقدر اشارہ کافی سمجھتے ہین۔ **اقول** اس دلیل کو بھی مدعا سے کچھ ربط نہین ہے۔ اور یہان بھی اپنا مدعا بولی سے جو نص کہ عبارت منقولہ ازالۃ الخفا سے مفہوم و مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نص منعقد علیہ جناب مجیب و برادر ملکی ہم مذہب ہونگی ہی تو مرحبا بالوفاق لیکن یہہ نص وہی نص ہے جو آیت سورہ نور وعد اللہ الذین امنوا منکم اور حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابابکر و عمر اور اسکی امثال سے ثابت ہوتی ہے ور نیز یہہ وہی وعدہ خداوندی ہے جسنی احتمال اتباع ہوا کا استیصال کر دیا اور وقوع جور و تہاون کو ممتنع عادی بنا دیا اور یہہ نص و اشارات وہ ہین جن سے صرف استحقاق خلافت مستنبط ہوتا ہے نہ انعقاد اور یہہ نص و اشارات متعدد و شخصی مسئلے کے واسطے بھی ایک وقت میں

با تعیین شخص عدم تاخر ممتنع نہین ہین پس اگر آپ اسکی قائل ہون تو عجیب ہے کہ آپکو کچھہ بھی نزاع ہو
اور اگر نفس معتقد علیہ سامنی جسکی اثبات کا دعوی کیا گیا ہے یہہ نہین ہے بلکہ وہ نص جلی ہے کہ جو
علما قوم ائمہ اثنا عشریہ واسطی دعوی کرتے چلے آئی ہین تو اسکو استنباط کو اس دلیل سے کہ
دلیل سے ثابت فرماتی ہین اس استدلال سے ہمہ تن حیرت ہون کہ عجیب لبیب نے انہی آنکھوں کو
فارسی خوان تو ضرور ہے تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعوی کے بھی ثبوت مین تردد ہوگیا
ہے - کیونکہ اگر فارسی خوان ہوتے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہین سمجھہ سکتے تھی کہ جسکا
سہل المأخذ ہونا مثل روز روشن ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپکی سامنی کسینی یہہ عبارت پڑھکر سنادی
ہوگی آپنے لفظ نص کا سنکر کمال دانشمندی سے سمجھہ لیا کہ اس سے ثبوت نص مین حجت قاطعہ ہم
اور خصم کے سامنی پیش بھی کر دیا - افسوس کہ آپنے بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر کچھہ غور
نہین فرمائی - پہر جبکہ آپ اس عبارت سے نص کو جسکا سوق اصلا ثابت نہین کر سکے
تو عصمت کو تو کیا ثابت کرینگی - **قوله** اور معنی مقصد اول کے فصل متمم کے مقصد دوم
ستہ تحفہ نصیحتین صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مذکورہ مین یہہ فرماتے ہین دلیل اول استقرار احادیث
در باب نص امامت سکند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
را بالہام الہیہ تقریر فرمودہ سبب امر واقعہ را بلفظی ادا کردہ کہ رضای خدا تعالی بخلافت ان
مفہوم شود چون این مقدمہ را شناسیم بحدس قوی یقین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ در نزدیک بودند و در اختلاف قوم در استخلاف ایشان فتنہ بر پا
بکارہای عظیم مثل فتح فارس و روم بر ہم بخورد البتہ تعیین فرمودہ اند عاقل نتواند تجویز کرد کہ امر مہمات اگر
در میان امور جزئیہ تمام تر تاکید سبحانک هذا بہتان عظیم انتہی بقدر الحاجہ یہہ دلیل بعینہ وہی تقریر ہے کہ
منصوص ہونے مین بیان کرتے ہین از حضرت شاہ صاحب نے اصل اس دلیل کے بارہ کی تقریر سے
بعض الفاظ زائد اپنی طرف سے زیادہ کئی ہین اور بجائی مطلق خلیفہ ہونے کے خلفاء ثلثہ کا بخصوص ذکر
حال یہہ ہے تو ہم کہتی ہین کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی اسباب

وعطوفت رکہتی تہی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی حتی کہ
آپکی مصاحبت و عورتوں سے مباشرت بلکہ بیت الخلا کے آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کب
تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت با اینہمہ شفقت و رافت ایسی اہم مہمات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی
اوس سے وابستہ ہیں مہمل چہوڑ دیں اور اوسپر نص نفرماویں اور امت کو معاذ اللہ عمداً اختلاف
و تنازع و فتن میں ڈالدیں ۱۰ اقول ہماری علامہ مجیب نے جو اس جگہ عبارت ازالۃ الخفا
سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اوسکو کچہہ تعلق نہیں علی الخصوص حضرت
صاحب ازالۃ الخفا نے صدرا اس بحث میں تصریح فرما چکے ہیں ذہبشا زشرو مہ در تقریر این نکتہ ایست
مہمہ کہ ترتیب ولائل و تقریب آن مسائل بر معرفتہا موقوف است و آن نکتہ ایست کہ مراد ما از تعین
خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات
خود مسلمانان را جمع فرمایند و بہ بیعت آن خلیفہ امر نمایند الخ اس سے صاف و واضح ہے کہ وہ
نص جسکا دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اسکی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں او طاہر ہے
بسبب وقائع آیندہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خدا دونوں اوسکی ساتہہ مفہوم ہوئی تو وہ
خلافت حقہ جسمیں اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تہا اور بڑے بڑے اعلی درجہ کی
کاموں کے درہم برہم ہونے کا خوف تہا اولی واحق بالبیان ہے بہ نسبت اوس خلافت کے
کہ جسمیں یہہ اندیشہ نہ تہا بلکہ اوسمیں خود اختلاف واقع ہونیوالا تہا اور اوس اختلاف
پر بہی مطلع فرمادیا اور یہہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اخبار بالغیب واقع ہوئی
تو یہہ غلط ہے کہ بجائی مطلق خلیفہ کے خلفاء ثلثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ
عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتہہ وقائع عظیمہ متعلق تہی کہ جسمیں کوئی اونکا شریک نہیں
ہے اسلیے بالخصوص اونکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہہ کہ یہہ دلیل حضرات
شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچہہ الفاظ کم و بیش کیے گئے ہیں سوا اہل انصاف جنہوں نے
اول سے آخر تک کتاب ازالۃ الخفا کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیہ اونکی

نہیں نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتداء حدوث مذہب شیعہ سے یا جس روز سے کہ اس مذہب کے
علمانے حجاب تقیہ کا چہرہ مذہب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آجتک کسی محقق نے
علما شیعہ میں سے بیان معانی کتاب و سنت میں باین خوبی و اسلوبی کوئی تقریر دکھی ہو
اگر کوئی ہو تو مجیب لبیب ہی نام لیں علاوہ اسکی ابتدا زمانہ خلافت خلفا ثلثہ رضی اللہ
عنہ میں جناب امیر اون ہی کے ہم مشرب رہی اون ہی کی موافق مسائل فرماتی رہی۔ بنا بران
جو متمسک عظم و ثقل اکبر ہی پردہ تقیہ میں ایسا چھپا یا کہ بجز ائمہ کی اوسکو کسی نے کبھی نہ
دیکھا اپنی زمانہ خلافت میں بہی تقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اوسکی تمام ائمہ بھی بعد دیگری
حضرت ہی کی قدم بقدم چلی آئی اور ہمیشہ تقاریر علمیہ اور مسائل دینیہ موافق اہل سنت کے
بیان کرتے چلی آئی پھر اگر یہہ اکابر اہلسنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کو دیکھیں
کہ عموما علوم مختلفہ کے بیان میں خوشہ چین خرمن فیوض اہلسنت میں تفسیر صافی کو دیکھیں کہ اوسکے
مصنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین رئیس الشیعہ فرمائی تفسیر مجمع البیان جو نہایت
معتبر تفاسیر میں سے ہی ایک صفحہ اوسکا آپ پڑہیں تو میری قول کی تصدیق ہو جاتی
اگر زیادہ تکلیف گوارا طبع سامی ہو تو رسالہ المکاتیب ہی دیکھہ لیجیے کہ فاضل اجل مولوی دلدار
حسین اس بارہ میں کس درد انگیز افسوس کے ساتہہ فرماتی ہیں صفحہ ۱۵ پر یہہ عبارت مکتوب ہے تمام
بسبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را درک نکردہ بکاسہ لیسی عامہ پرداختہ اند
و منشا این امر غیر از قلت استعداد در فن حدیث شریف چیزی دیگر ملحوظ نیست جبکہ علما
اہل تشیع باعتراف خود ہمیشہ کاسہ لیس اہلسنت رہی تو بڑی شرم کی بات ہے کہ شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ پر جہوٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتی ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی
علما کی حالات کو لحاظ نہیں فرماتی۔ بیشک نمک حلالی اسیکا نام ہے لیکن جو دلیل کہ مجیب
لبیب نے ثبوت نقض میں بیان فرمائی اور اونکی اکابر بڑی افتخار کے ساتہہ ثبوت اس مدعا
میں بیان فرماتی چلی آئی ہیں استمداد کی تردید اور اوسکا جواب ضرور ہے پس بعض واقع ہو

کہ حضرات شیعہ کو مثل مشہور الغریق[١] یتشبث بکل حشیش جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں بہم نہیں
پہونچتی تو ایسی ایسی واہی دلیلوں سے ہی اپنا دل خوش کر لیتے ہیں اور یہہ نہیں سمجھتے کہ جیسا
مدعا ہوتا ہے اوسکے لیے ویسی ہی دلیلوں کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ امامت اور اوسکی شرائط
موقوف علیہ اور اصل اصول دین سے ہیں تو کیا اونکا ثبوت ایسی ایسی دلیلوں سے جو محض
خیالی ہیں اور جنکی تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت
سے اونکی تکذیب ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قطع نظر اس سے یہہ دلیل خود مستدل ہی پر
منقلب ہے کہ حق تعالے شانہ نے کلام مجید میں جسکی محافظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
مژدہ سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جسکو حق تعالے نے بیان نفرمایا ہو
بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ نکاح و طلاق بیع
و شراء و اعتکاف وغیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خداوند تعالے کو اپنے بندونکے
ساتھہ ہے کوئی مسلمان کیونکر تجویز کر سکتا ہے کہ حق تعالے فروعات کو تو باین اہتمام مکرر
سہ کرر بیان فرماوے اور کلیات ایسی اصول دین اور اہم المہمات کو مہمل چھوڑ دے جسکے ساتھہ عباد کے
تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور جسمیں عباد کو تنازع و تشاجر میں ڈالدے
بلکہ علاوہ فروع دین کے مثلیں اور بڑی قصے بلکہ متشابہات تک فرمادے اور اصول دین کو
چھپا رکھے اور نص نفرماوے اور تارک واجب ہو۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ تعجب ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رسالت کی کتب سابقہ میں خداوند تعالے نے خبر دی اور حضرت
عیسی علیہ السلام نے تو صاف نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمُبَشِّرًا[٢] بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي
اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ کا خلیفہ راشد جو انبیا و رسل سابقہ سے افضل ہے اوسکا کہیں
ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اسی پر موقوف تہا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ اصول
دین ہی میں سے نہیں ورنہ خود خداوند تعالے ہی اپنے کلام میں نص فرماتا۔ معہذا ہم کہتے ہیں

[١] ڈوبتا ہوا ہر ایک گہاس پہوس پر ہاتھ ڈالتا ہے ۱۲ [٢] اور خوشخبری دینے والا رسول کے جو آئیگا میرے پیچھے نام اوسکا احمد ہے ۱۲

کہ اگر امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم چھوڑ دیا اور عمداً امت کو باوجود شفقت نہایت اختلاف وتشاجر میں ڈال دیا اور یہہ کچھہ اسی پر منحصر نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام بنام نص فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اوسکی بعد فلان خلیفہ وامام ہی بلکہ ہرگاہ خداوند تعالے اس مہم کا متکفل ہوا اور تمکین دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی وہ حق ہوگی اور منہاج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھہ حاجت نرہی کہ آپ خلافت پر تنصیص خاص فرماوین لیکن آپنے خلفا کو اور اونکی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحۃً اور اشارۃً بیان فرمادیا اور سب سے آخر مین بطور تمہید وتنبیہ یہہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی وعدہ خداوندی نے جلوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بروئے کار آئی اور تمکین دین مرضیہ حاصل ہوئی تو اب اس میں جسکو ذرا سی بھی عقل ہی معلوم کر سکتا ہی کہ نص نہونے کی صورت مین کس امر کا احتمال باقی رہا اور کونسا تخالف وتشاجر ہی کہ جسمین امت کو ڈال دیا تنازع وتشاجر کی اندیشہ کو تو خود خداوند تعالے کی بھی وعدہ صادقہ نے بیخ وبن سے اوکھاڑ دیا ہی بلکہ اگر بقول شیعہ رسول اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی تو باوجود اوس شفقت وعطوفت ورافت ورحمت کے جو امت مرحومہ کی حالت پر مبذول تہی تمام امت کو جسکو سالہا سال کی محنت ومشقت مین صدہا طرح کی اذیتین اوٹھا کر مسلمان کیا تھا اس نص کی بدولت ورطۂ ضلالت مین ڈال دیا اگر یہہ نص نہوتی تو کیون لاکھون آدمی کفر مین مبتلا ہوتے کیا توحید ونبوت ومعاد کا اعتراف کافی نہ تہا الغرض جسقدر مفاسد کو یہہ نص متضمن ہی ترک نص ہرگز نہیں اونہیں نص جو ہی یوم غدیر خم فرمائی یا کوئی اور اسکا نص نہونا تو ظاہر ہی اور اگر کوئی اور ہو ذرا پیش کیجیے علاوہ ازین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رافت ورحمت نص فرمائی بہی سہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالے نے اونکو متمکن نہ کیا اور اپنی رعب کو

جو لطف تہا اپنی ذمہ سے نہ اوتارا تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتہہ وابستہ تہی وہ کیونکر
حاصل ہوئی اور نیز نص سے کیا فایدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی
اوسکی ساتہہ وابستہ ہیں سبکو خاک میں ملا دیا اور امت کو عمدًا اختلاف و تنازع دلدل میں ڈالدیا
کیا کوئی شخص جسکو ذرا دین اسلام کا لحاظ ہوگا وہ ایسا کہہ سکتا ہے علاوہ ان سبکے ہماری محبت کے
نزدیک اگر قطع عرق تنازع نص ہی پر منحصر تہا تو یہہ بہی بداہتہً غلط ہے کیونکہ جو تنازع و تشاجر
و تکاذب و تجاحد در بارہ نص فرق شیعہ میں عموماً اور امامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اوسکو دیکہکر
بے اختیار آیت وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اگر واقعی نص ہوتی تو یہہ اختلاف و تنازع جو نص اونکی بہی اختلاف و تنازع سنی بدرجہا بڑہکر ہے
واقع نہوتا تو معلوم ہوا کہ یہہ باتیں تراشی ہوئی ہیں بس۔ اگر خوف تطویل نہوتا تو اس اختلاف
کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ صواعق و تحفہ و سیف مسلول وغیرہ میں بشرح و بسط مذکور ہے جسکا دل
چاہے وہاں دیکہہ لیوے **قولہ** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچہہ گفتگو ہو سکتی ہے مگر بخیال
اختصار عرض یہ کرکے اسقدر گذارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع بہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء
راشدین میں ہیں اور انکی خلافت بہی مدت سی سالہ میں ہی واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کمال
تورع اور تدین سے محض خلفاء ثلثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہہ بہی قابل غور ہے تمسک عترت والی اہلبیت کی یہہ ہی
معنی ہیں۔ **اقول** یہہ تو آپنے اپنی ہی حق میں بہت اچہا کیا کہ اس عبارت پر بہت
گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ جسقدر زیادہ گفتگو فرماتی اوسیقدر آپکی استعداد و لیاقت کی زیادہ قلعی
کہلتی سوا اسکا کسی پر کچہہ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع رضؓ کے نہ ذکر کرنیکا
الزام یہہ محض عدم فہم مرام و وسوسہ سے ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیت متفق علیہ میں
الفریقین ہے اوسکی بیان کرنیکی کچہہ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافتہای ثلثہ
کا ہے جو متنازعہ فیہا ہیں سو انکا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی مواقع میں خلافت رابعہ کا
ذکر نہ کیا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری تمسک دولار میں کچہہ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجیے
مہمات سے موقع استدلال میں کام نہیں چلتا - اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود ہے کہ اگر
خدا نخواستہ ان میں اختلاف واقع ہوتا تو ان مہمات دینی و دنیوی کو یہ خلافتیں متضمن تھیں مثل
فتح روم و فارس وغیرہ ممالک اور شیوع اسلام کے وہ سب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہ حصہ
خاص خلفائے ثلثہ ہی کا ہے اسلیے وہ اس بیان کے لیے مخصوص ہیں تو اونہیں کا ذکر کیا گیا
سلمنا ہم اپنی روایات میں بہت جگہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بغض تھا
قرآن شریف میں حق تعالی شانہ نے بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا اسی طرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے
منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك[1] حالانکہ وہ بھی انبیا تھے اور جن کا ذکر ترک
کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے - یہ حضرت ہی کی نادر ہ دانی ہے کہ ترک ذکر کو
دلیل بغض کے قرار دیتے ہیں اور بلا دلیل خلافت ولادت تک کہتے ہیں - **قولہ** اور نیز امامت کا
اہم المہمات ہونا بھی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شاید آپکو انکار ہے - **اقول**
جبکہ آپ میری انکار میں شاک و متردد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں تھی کہ اسکا جواب لکھا جاوے
لیکن چونکہ یہ شک نہیں محض تجاہل ہے اسلیے ہم آپکو آپکی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں کہ ہم میں
ہماری اور آپکی مسئلہ امامت میں یہ اختلاف ہے کہ آپ اوسکو اصول دین میں سے مثل توحید
و نبوت کے سمجھتے ہیں اور ہم فروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اسکی اہم المہمات ہونے کا انکار کریں
تو اس اعتبار سے کہ یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اوسکا ہرگز اصول دین میں سے
ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول دین سے ہونا
ثابت فرماتے تو بجا تھی خود ہے ورنہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم المہمات ہونا

[1] بعض انبیاء وہ ہیں جنکا قصہ بیان کر دیا ہے اور بعض ایسے ہیں جنکا قصہ نہیں بیان کیا - ۱۲

ثابت ہی اس پر مبنی ہی کہ آپ نے محل نزاع سے تجاہل فرمایا ہے **قوله** اور سنیے از فصل و
مقصد مقدمہ میں بصفحہ ۲۷۳ یہہ عبارت مرقوم ہی دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ را
از اصول خوانده باشد و فن معرفت الصحابه را تتبع نموده باشد البته میداند که آنحضرت صلی الله
علیه و سلم در حق هریکی از اصحاب خود گذشت و برخاست بآن حضرت صلی الله
علیه و سلم داشتند نفس رانی فرموده ست و کلمه که مرآت حاصل عمر او تواند بود بر زبان
شریف جاری شده و این قصص بیرون از شمار ست هرگاه برای هرکسی کلمه دال بر خاتمه نسبت
بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی الله علیه و سلم که وزیر و مشیر او بودند بعد
وی صلی الله علیه و سلم تحمل اعباء خلافت نمودند چرا نفس رانی نفرموده باشد و خلافت
ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر ست یا شر اگر خیر ست بهترین جمیع خیرات ست که
من سن سنة حسنة في الاسلام كان له اجرها واجر من عمل بها این بزرگواران را
مثل اجور جمیع مجاهدین و جمیع آنانکه بسعی ایشان مهتدی شده اند حاصل ست و اگر شر ست
بدترین شرها ست زیرا که دین محمدی را برهم زدند و امام معصوم را ترسانیدند پس تقدیر آنحضرت
صلی الله علیه و سلم امور خیریه اصحاب خود را که بعد آنحضرت صلی الله علیه و سلم بآن متصف
شدند بیان فرماید چه امر عظیم را ما الی الخیر و الی الشر بیان نفرماید اگر خیر ست لطف
خدای تعالی و رأفت حضرت پیغمبر صلی الله علیه و سلم تقاضا می نماید که بر آن
خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بآن اهتمام نمایند و اگر شر ست لطف الهی
و رأفت حضرت رسالت پناهی تقاضا میفرماید که بر شریت آن مطلع سازند تا مردم آنرا
شر دانند و حجة الله بر ایشان قائم شود و اگر نوع ثالثی بود آن نیز بیان امر خلافت ست
و نوعی از تعیین خلفاء نیست هم که فلان فلان بخلافت حقیقی هستند و حقیقی غیر ایشان ست بالجمله
است تقریر سیرت آنحضرت صلی الله علیه و سلم در تکلم بر احوال صحابه دلالت ظاهره دارد که خلفا را
بیان فرموده ست و تعیین خلفاء بوجه اتم کرده ست انتهی بقدر الحاجة پس تقریر حجه خلفا

وجوب نص کے بارہ مین حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہی نہایت ہی متین ولطیف ہی اور تحقیق
وتدقیق کی داد دی ہی خلفا پر وجوب نص کو خوب ظاہر کرتے ہی چونکہ ہمارا مطلب [illegible]
اسقدر ہی کہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا واجب ہی اور یہہ شاہ صاحب کی اس دلیل سی بخوبی
واضح ہی لہذا اس بابین کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت مین خبر
فرمائی یا بطلان خلافت مین اور صحت خلافت لیکن فضول معلوم ہوتی ہی **اقول**
یہہ دلیل بہی جو ہماری مجیب نے ازالۃ الخفا سی نقل کی ہی ازنکی مدعا سی غیر مربوط ہی کیونکہ یہان بہی اگر
مدعا یاد نرہا حضرت آپکا مدعا اشتراط نص کا اثبات تہا پہر براہ خدا ذرا تو دیکہیے کہ اس
عبارت مین اشتراط کس جگہ سی مفہوم ہوتا ہی انصاف کی آنکہون پر ایسی پٹی آنکہ باندہی
اول تو اس عبارت سی وجوب نص ہی ثابت نہین کیونکہ نص متنازعہ فیہ کی اثبات
یہہ عبارت متضمن نہین ہی اور جس نص کو یہہ عبارت متضمن ہی جسکو ہماری مجیب نے ایسا
مستدل قرار دیا ہی وہ متنازعہ فیہ نہین ہی اگر یہہ ہی قیاس وجوب نص متنازعہ فیہ مین جاری
کرین اور یہہ مقصود ہو کہ اسی دلیل سے وجوب نص متنازعہ فیہ بہی ثابت ہی تو غیر مسلم ہی
بلکہ ہم کہتی ہین کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کو یہہ ہی دلیل مانع ہی کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان وقائع واوصاف سب کچہہ بیان فرمایا اور ہر ایک ہستی کی اور کی
تعیین کی خبر فرمادی تو اب نص متنازعہ فیہ کے کچہہ حاجت نرہی - اور یہہ بہی یاد رکہیگا
کہ آپکے نزدیک وجوب نص مین وجوب علی اللہ ہی جسکی اہلسنت تحت شکر و مخالف ہین لیکن
اسکا اثبات بہی ملحوظ کہیے ہمہنا اگر وجوب نص بفرض محال ثابت بہی ہو تو اشتراط
کی ثبوت کو یہہ مستلزم نہین پس ثبوت اشتراط مین اسکو پیش کرنا قلت تدبر پر مبنی ہی - قطع
اس سی یہہ دلیل اقناعی ہی جو اثبات اصول مین کار آمد نہین ہو سکتی - لیکن جس مدعا کی اثبات کے
لیے حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سو اول تو وہ اصول مین نہین پہر جسقدر دلائل اقناعی وخطابی
ذکر فرمائی ہین وہ سب بطور مؤیدات کی اس دلیل کے ذیل مین واقع ہین جو قطعی الدلالۃ ہی

قرآنی سے مدعا کو ثابت کرتے ہے لیکن وہ مدعا آپکی بنا سے بمراحل بعید ہے - فی الواقع یہ تقریر بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت متین و لطیف ہیں اور تحقیق حق کے واد دی ہے - ع - والفضل ما شہدت بہ الاعداء + لیکن آپکو کچھ مفید نہیں چنانچہ گذارش ہو چکا **قولہ** تاہم اسقدر لکھنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ایسی دلیل سے خلافت خلفاء ثلثہ کی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ انکا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ آپکی خاتم المحدثین نے تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحفہ میں وہ یہہ کچھ فرماتی ہیں زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہلسنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ در افضلیت ہم گنجایش بحث بسیار است پس جبکہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت ہوا اور یہہ خلفاء اہلسنت کے ہے حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہیں تو انکی خلافت صحیح نہیں **اقول** ای حضرات اہل انصاف ذرا ہمارے مدعی انصاف محب کے اس دلیل کو جو ابطال خلافت خلفاء ثلثہ پر قائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجیے اور اس سے آپکی غور فہم و غزارت علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمایئے اور دیکھیے حضرت کو کیسے پوچ و لچر شبہات سد راہ حق ہو رہے ہیں باینہمہ دعوی یہہ ہے کہ ہمنے حق الیقین کا مرتبہ تحقیق مسائل میں حاصل کر لیا ہے اس دعوی کو دیکھیے اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمایئے زمین و آسمان کے فرق سے زیادہ فرق پائیگا اگرچہ اس لغو دلیل کے ابطال کے اور اہمین تضییع اوقات کے چنداں ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ ہمارے محب بسبب بے تہہ ہے ناز و افتخار سے بیان فرمائی ہے اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ مختصرا اسکی بطلان پر متنبہ کیا جاوے - پس واضح ہو کہ اول تو آپنے یہہ غلطی کہائی ہے کہ آپنے جو وجوب نص ازالۃ الخفا سے مستنبط کیا ہے اسکو شرط اور موقوف علیہ صحت خلافت سمجھہ لیا حالانکہ اگر بالفرض وجوب تسلیم بھی کر لیا جاوے تو مستلزم اشتراط نہیں دوسری ہے خطا یہہ ہوئی ہے کہ جو وجوب نص حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجہا تہا صاحب تحفہ کی اعتراف عدم منصوصیۃ خلفاء کو اسی نص پر محمول فرمایا جسکا وجوب عبارت ازالۃ الخفا سے سمجہا تہا

حالانکہ یہہ ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے ادنی طلبہ بھی شرمارین جس شخص کو عبارت فارسی کے
سمجھنے کا تھوڑا سا بھی سلیقہ ہو وہ بخوبی سمجھہ سکتا ہی کہ صاحب ازالۃ الخفا نے نص سے کونسی
نص مراد رکھی ہی - یہہ ہی متنازعہ فیہ ہی یا کوئی اور ظاہر ہی کہ یہہ نص متنازعہ فیہ تو مراد نہیں ہے
کیونکہ وہ عبارت جو ہم اوپر بیان کرائی ہین بدلالت مطابقی اسپر دال ہی وہ فرماتی و آن
نکتہ آنست کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بر وجوب ولزوم آن لب میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرماید و بہ بیعت آن خلیفہ امر نماید
بالفعل از افعال عہد استخلاف درین حالت بعمل آرد - چنانچہ الحال بر تخت نشاندن و چتر بر سر
نہادن مفہوم استخلاف میباشد اور بخوبی سمجھہ سکتا ہی کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوصیت سے کونسی
عدم منصوصیت مراد رکہی ہی ظاہر ہی کہ وہ ہی عدم منصوصیت مراد رکہی ہی جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہی
اور وہ منصوصیت جسکا وجوب صاحب ازالۃ الخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اوسکا ہرگز انکار نہیں
جسکا صاحب تحفہ کو انکار ہی وہ اوس سے بالکل جدا ہی پس یہہ ہماری مجیب کے فارسی دانی اور
خوش فہمی ہی کہ دونو کو ایک سمجھہ گئے - پہر ان باتو نپر کیا کچہہ دعوی انصاف ہی ہان اگر
آپ انصاف سے اپنی یہان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرماوین تو معلوم کرلین کہ اونسے
عدم استخلاف بالنص ثابت ہوتا ہی زیادہ تکلیف کی ضرورت نہین حضرت نہج البلاغہ کی شرح
ابن میثم کو ملاحظہ فرمالیجیی - (ا) المیثاق ما لزمہم من بیعۃ ابی بکر بعد القائہا ای فاذا
میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکننی المخالفۃ بعدہ - اس عبارت کو بغور دیکھیے اور فرمائیے کہ خلافت
صدیقی آپکی نزدیک بہر حال غیر منصوصہ ہی تو پہر خلافت غیر منصوصہ کا میثاق لازم کیونکر
تہا اس سے معلوم ہوا کہ اشتراط نص باطل بلکہ یہہ ہی دلیل بطلان اشتراط عصمت و افضلیت
کو بہی مثبت ہی اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل روز روشن ثابت ہی (۱۲)

۱ے میثاق وہ ہی جو کہ آپ پر بیعت ابی بکر اوسکی واقع کرنیکے بعد لازم ہوگئی یعنی اگاہ قوم کا عہد مجہپر لازم ہوگیا
پہر اوس سے مجہی مخالفت ممکن نہ ہو سکی ۱۲

اور اس خطبہ مین جسکی ابتدا یہہ ہی و من خطبة لہ لما خصمہم روایت نقل فرماتے ہین الائمة
من قریش جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش مین شائع فرما دیا تو
بعد اسکی دعوی تخصیص بعض ائمہ اثنا عشر مین محض ترآشی ہولی بات معلوم ہولی ہی اور خود جناب امیر
وہ نص جسکی ثبوت کا دعوی فرماتی ہین اسکو مخالف ہی شارح ابن میثم کی جواب کو بھی جو اسنی
افادہ فرمایا ہی ملاحظہ فرمائیگا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہہ ہی ومن کتاب لہ
الی معویة اما بعد فقد اتتنی منک موعظة اسکی شرح مین علامہ ابن میثم نے جو خط جناب
امیر کا نقل کیا ہی وکنت امرأ من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما
اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی الضلال ولا یضربہم دیکھے اس عبارت سے صاف
ظاہر ہی کہ جب مہاجرین کا اجماع خطا پر نہین ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴)
اسی خطبہ مین اسکی بعد یہی مذکور ہی واما ما میزت بین اہل الشام واہل البصرة وبینک و
بین طلحة والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد لانہا بیعة واحدة لا یثنی فیہا النظر
لانہا الخ اس عبارت کو بنظر تامل دیکھیے جاہی معلوم ہوگا کس صراحت سے اشتراط نص کو
باطل کر رہی ہی اور اگر اطراف وجوانب کلام کو ملحوظ خاطر رکہیگا تو یہہ بہی معلوم ہو جائیگا کہ یہہ
دلیل من باب مجارات الخصم نہین ہی (۵) یہہ امر اس پر بہی دلیل ہی کہ اگر معاذ اللہ خود اللہ تعالی
ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور سے اسطرح
نص فرماتی جسمین کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ جیسا مسائل دین سے تہا اور جب آپس نزاع
ہونی والا تہا تو ضرور تہا کہ اکثر مجالس نشست وبرخاست مین اسکی نسبت تصریح
فرماتے بلکہ قرآن منزل مین بطور وحی متلو کے نازل ہوکر در زبان اکا پیدا عام فہم ہوتا کہ

---

۱ امام قریش مین سے ہین ۲ ۔۔۔ مین ہی ایک شخص مہاجرین سے ہون وارد ہوا مین جسطرح وہ وارد ہوے
اور پرا جسطرح وہ لوٹے اور اللہ انکو گمراہی پر اکہٹا نکریگا ۔ اور انکو حق سے اندہا نہ بنائیگا ۱۲ ۳ لیکن تونی جو کچہہ اہل شام
اور اہل بصرہ مین اور اپنی مین اور طلحہ وزبیر مین فرق بیان کیا ہی اپنی حیات کی قسم صورت یہہ ایک ہی امر ہی کیونکہ ایک بیعت ہی ۱۲

اور اوسمین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تاکہ پہر کسیکو اوسمین مجال شبہہ و انکار باقی
نرہتی - اور اگر بالفرض کسیکو تفتیش کی ضرورت ہوتی اور کسیکو اسمین مخالفت ہوتی تو شیعہ
خصوصًا امامیہ کی تو باہم کچہہ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی بہی باہم تکاذب تجاذب
پایا جاتا ہے - تو اس سے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہہ محض بنائی ہوئی باتین ہین بعض نص
کسیکو واسطے نہین ہوئی پس نص یہہ ہے کہ جو نہج البلاغہ مین باین الفاظ مروی ہے
الائمۃ من قریش اور نص وہ ہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے
(۶) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم تنازع اور حجر اسود کا حکم ہونا صاف دیتی ہے کہ
امامت منصوص نہین ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر بہی مخفی ہوتا جو جناب امیر کا اشد نزدیکی تہا اور
اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تہا تو نہایت مستبعد ہے کہ نص خداوندی و رسالت پناہی مین تردد کی
جرات فرمائی اور حجر اسود کے فیصلہ کو منظور کر لیا حجر اسود کے فیصلہ کی نسبت اتنا اور بہی یاد رکہنا چاہیے کہ
اسمین بہی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ حجر اسود نے امام سجاد کی امامت کی تصدیق کی
اور بعض کہتے ہین کہ امامت محمد بن حنفیہ کی شہادت دی تہا و دلائل اور بہت دلائل ہین بوجہ
عجلت وقت انکی نقل کی فرصت نہین دیتا اسلیے اسی پر اکتفا کرتا ہون - **قولہ** نظر
بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل یہی ہے مقصد و فصل مقدم مین کہ
مین تحریر فرمائی ہین دلیل ثالث ہر کہ فن مغازی را تتبع نمودہ باشد بہ یقین میداند کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہرگاہ برای غزوہ از مدینہ شریف سفر میفرمودند شخصی را حاکم مدینہ می فرمود
و مسلمین را مہمل نگذاشتند پس چون کہ رحلت از دنیا نمودند و غیبت کبری
پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چرا رعایت نفرمایند اگر تامل کنی در رفتن تا آمدن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شدہ وند گذاشتن است بغیر نسق محال دانی و اگر اصلاح عالم سبب
بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است پیش نظر داری شانہ گذاشتن بنی آدم بے
سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آنہا تہافت و تناقض انگاری و اگر بہ سیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و قضات و تفویض ہر امری بمستحق آن نظر بر کمال ہی بعید
استخلاف بود و کردن ہیناستنکر بہت بعد شماری استقرای اکثر افراد و احوال و حکم کردن
بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کہ از اول خطا بعید ست کہ در معرفت احکام تا بان اکتفا میتوان
کرد و قصص نصب ثواب بعد برشماردن در غزوات از آن صریح تر است کہ بنقل رسیدہ از آن
احتجاج اقتد انتہی یہہ دلیل بہی نہایت متین و لطیف ہی اگر اہل حق مصنف مذہب اہل السنت
یہہ دلیل بیان کرتے تو حضرات شیعہ کیا کیا کچہہ نہ کہتے اور حماقت و عقل کے سخافت کی منسوب
کرتے عقل و نقل کے خلاف فرماتی مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہہ دلیل بیان فرمائی ہی اب
مجال نہیں کہ اس کے طرح تشیع میں چون و چرا کر سکیں — **اقول** اس ضعیف اور داہی
استدلال یہہ ہماری حبیب لبیب کا یہہ ناز و افتخار و جوش و خروش قابل تماشا ہی انحضرت
میر صاحب جناب کو اتنی ہی کچہہ خبر ہی کہ وہ مدعا جسپر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہی کچہہ اور ہی اور وہ مدعا جسپر آپ اس دلیل کو کہینچا تانی
کر کے بہینچ بیٹہے میں کچہہ اور ہی باہم ہر دو دعووں کی تغایر دنیا میں ہی گستاخی معاف ہیہ اگر
اہل سنت حماقت و سخافت عقل کے طرف آپکو منسوب نکریں اور تحمیق و تجہیل نکریں تو اور کیا
کریں کیونکہ حماقت کی کام پر کچہہ تحمیق ہی نہیں ہی — اور تغایر حضرت شاہ صاحب کی دعوی کا
آپکی دعوی سے ایسا بدیہی ہی کہ محتاج بیان نہیں اور ما قبل میں ہم کسیقدر بیان ہی کر آئی
ہیں اب بہی اگر شک ہی تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیگا عبارت از تہ اخفا
کی پڑہ کر انشاء اللہ تعالی آپکو بتلا دیگا — اور اس دلیل کا آپکی مدعا میں جاری ہونا یہہ بہی ایسا ہی
بدیہی ہی چنانچہ اسکیسیقدر آپ بہی متنبہ ہوی اور آئندہ عبارت میں بزعم خود اسی اعتراض
کی رفع کرنے میں تمام علم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا — چنانچہ اوسکی کیفیت ہم اوسی
قول کی شرح میں آپ پر اور ناظرین پر واضح کرینگی چونکہ یہہ دلیل متین اور لطیف حسب
اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری مفید و مثبت ہی

اور کچھ کچھ ایسی چون وچرا کی ہین ایسی ہم کو کچھ تامل ہی نہ آپ ہی کچھ چون کرسکتے ہین لیکن
آپ کی دعا کو جو شاہ صاحب مصر کی دعا کی مماثل ہی ہرگز سنت نہین ایسی کچھ ل اللہ د قوتہا سکی
نسبت البتہ کچھ تشبیہ رکھتی ہین اور سب کچھ کہہ سکتے ہین لیکن جناب کا یہہ خیال کہ یہہ
دلیل جو کہ شاہ صاحب نے بیان فرما ئی ہے اسلیے اسمین چون وچرا نہین کرسکتے محض غلط ہی منشا
اوسکا یہہ ہی کہ اہل سنت کی کتابونکو بغور ملاحظہ نہین فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تقویت
اور ضعیف کے تضعیف و تزییف کرتے رہتی ہین اگر آپ ازالۃ الخفا کو ہی دیکھین گے تو اس دعوی کو
ثبوت پاینگے - **قولہ** اگرچہ شاہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل مین استقراء کیطرف راجع ہے
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہی کہ یہہ دلیل قیاس بالاولویت ہے بالاتفاق معتبر ہی
اور عقل ہی اوسکی اعتبار پر صراحۃً دلالت کرتے ہی راجع ہے - **اقول** یہہ ہی قول ہے جسمین
ہماری محبت لبیب نے بنا معیار اصول غور چر فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع دخل مقدر ذکر فرمائے
لیکن بقول مشہور بہوز دلی در است مطلب کو پہونچا تو درکنار ایسی غلطیون مین غلطان وپیچان ہوی
کہ جو حضرت کے دعوی فضل و کمال علم و اجتہاد کی نقیص ہے واضح دلائل ہین پس واضح ہو کہ آپ
نافہم محب نے اس دلیل کو قیاس بالاولویت قرار دیا اور یہہ محض خطا ہی کیونکہ قیاس بالاولویت اگر
تسلیم کرلین کہ قیاس ہے اسجگہ ہرگز جاری نہین ہوسکتا اسکی مثال جو بالاتفاق اسماعیل ہی اثبات
حرمت ضرب و شتم ہی جو بالاولی حرمت تافیف سے مفہوم ہوتے ہی کہ اسجگہ اصل مین حرمت کا
حکم منصوص ہی کہ من تعالے نے بعض میشو حرمت تافیف بیان فرمائی تو چونکہ اصل مین
جسکا حکم قطعی ہوتا اور فرع مین بالاولویت ثابت ہوا تو قطعی ہوا بخلاف اسکے ان قیمہ کی کہ اس
مین اصل ہی نہ فرع فرع نہ اسلیے کہ اصل مین حکم وجوب منصوص قطعی ثابت ہی بلکہ نص سے جواب ہی ثابت
نہین پس جسکو فرع قرار دی گیا ہی اوسمین کیونکر وہ حکم بطور وجوب قطعی کی ثابت ہوگا
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ احوال سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات وغیرہ
مین پائی جاتے تھی اسکا امر یہہ حال ہی کہ آپ نے جب کبھی سفر فرمایا تو کسیکو مدینہ پر خلیفہ و حاکم

مقرر فرمایا اب اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمایی کہ آپکی قیاس بالاولویت کی اگر اصل ہی تو یہہ ہی سفر
غزوات وغیرہ ہی پس انکی اصالت کو دیکھیی اور یہہ دیکھیی کہ اسمین حکم کونسا ہی اور وجوب اسکا
کس دلیل سی ثابت ہی اور علت اوس حکم کی کیا ہی اور جبکہ اصل کی یہہ کیفیت ہی تو فرع
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالاولویت کہنا صریح غلطی ہے علاوہ ازین لفظ لیکن
کو ساتھ جملہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہہ تہا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
استقرار کی طرف راجع ہی اگر اس استدراک سی یہہ غرض ہی کہ ہرگاہ شروع کلام اس دلیل
کی قیاس بالاولویت ہونی پر دلالت کرتی ہی تو راجع الی الاستقرار ہونی کا اعتبار نہ ہا
تو یہہ صریح غلط ہی کیونکہ آخر کلام اول کلام کے لیے مغیر ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالاولویت
ہونا باطل ہو نہ رجوع الی الاستقرار۔ معہذا جبکہ وارمدار تتبع و استقرار احوال پر ہی ہی تو
اوسکو کوئی کیونکر رفع کرسکتا ہی اور اگر غرض یہہ ہی کہ قیاس بالاولویت جو شروع کلام سے
مفہوم ہوتا ہی وہ اس دلیل مین بجائی خود معتبر ہی اور رجوع الی الاستقرار جو پچہلی کلام سے
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہین تو
اوس سی بہی زیادہ بدیہی غلطی ہی کیونکہ یہہ ایک دلیل ہی جو اعتبار قیاس بالاولویت
اس دلیل کے قطعی ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرار اسکی ظنیۃ کو مقتضی ہی
تو ایک ہی دلیل قطعی بہی ہوئی اور ظنی بہی معہذا اتنا تو آپ ہی جانتے ہونگی کہ قطعی
اور غیر قطعی سے مرکب قطعی نہین ہوسکتا پہر معلوم نہین کہ اس استدراک نے آپکو کیا
فایدہ دیا اور بفرض محال اگر قیاس بالاولویت ثابت بہی ہو تو آپکو کیا مفید ہی اسکی بعد
اسقدر اور گذارش ہی کہ یہہ بہی صرف راۓ عالی ہی کہ قیاس بالاولویت کو قیاس کہنا
صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی ورنہ آپکی یہان محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے
انکار کیا ہی معالم الاصول بحث قیاس مین مذکور ہی - ذھب العلامۃ فے التھذیب وکثیر من العامۃ

لہ علامہ طوسی تہذیب مین اور بہت لوگ عامہ مین سے اسطرف گئی ہین ۱۲

الی ان تعدیتہ الحکم فے تحریر التانیف الی انواع الاذی الزائد عنہ من باب القیاس وسمّوہ القیاس الجلی واانکر ذالک المحقق وجمع من الناس۔ اور جو لوگ کہ اسکو قیاس ہونے کے منکر ہین وہ اسکو مفہوم الموافقہ اور فحوی الخطاب وغیرہ اسماء سے مسمی کرتے ہین اس سے یہہ بہی معلوم ہو سکتا ہی کہ یہہ بجز نصوص کے دوسری جگہ جاری نہین ہو سکتا پہر معلوم نہین ہماری فاضل مجیب باوجود علم وفضل ایسی کیون ہوکر اپنی اصول و فروع کی بہی خبر نہ رکہی۔ ہم نہ مانا کہ حضرت کا قیاس بالاولویت عقلاً معتبر ہے لیکن کہان معتبر ہے جسجگہ جاری ہو اور جسجگہ معتبر ہی یا جسجگہ جاری نہو وہان بہی اسکو معتبر سمجہیگا اگر وہان بہی معتبر ہے تو بجز اسکی کہ اسکی اعتبار کرنے والی صرف ہماری فاضل مجیب ہی کی عقل ہو اور کسی فرد بشر کی نہوگی۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** اور سینی پہر اسی صفحہ مین فرماتے ہین دلیل رابع اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برای دفع مفاسد عالم واصلاح جہانیان بجا آوردہ بچشم عبرت تتبع کنی شک نداری درآنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن اقربات کہ از ادنی ترحم را از حضیض بہیمیت با وج ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد آزان ہرچہ حاجت آن باشد از آداب معیشت ومکاسب ومعاملات وتدبیر منازل وسیاست مدن ہمہ را مشروح ساختہ ہر نا بایستی کہ درانجا بود آزان منع وزجر نمودہ وآزان ہمہ گذشتہ تحسینات وسد ذرائع مفاسد وآثام را بوجہ اتم مبین گردانید وہر چیزی بیان کردہ ارکان وشروط وآداب مفصل ساختہ مثل این حکیم دانا ومشفق مہربان عقل تجویز نمیکند کہ است خودرا درعین مہلکہ بسپارد وتدبیر خلاص ایشان نفرماید درغزوہ تبوک متوجہ شام شود واماره قوۃ غضبیہ درسینہ وایشان را تخویف نماید و نامہ بکسری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن بر ماغ او رسد و وی ازکمال عونت خود قاصدی پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد وقصد اہانت کند ومتنبیان مانند مسیلمہ کذاب

ف کہ اوس حکم کا تعدیہ صورت تانیف سے ہر انواع تکلیفات کیطرف جو تانیف سے زائد ہین اب قیاس سے ہے اور اسکا قیاس جلی نام رکہا ہی اور محقق اور ایک جماعت نے اسکے انکار کیا ہی ۱۲

واسود عنسی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی ترویج کفر افتاده باشند
و سور قرآن مانند عصا فیر در دست مردم پراگنده باشند بحکمت این حکیم دانا و رافت این مشفق
مهربان مناسبت دارد که تدبیر اصلاح عالم نا کرده امت خود را زیر دست خلیفه نسپرده از عالم
بگذرد — سوال اگر گوئی همه احکام در شرع مبین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس مجتهدین
حواله گذاشته اند نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باش گو — جواب گوئیم چیزی که در زمان
آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم واقع بود خبر آن تا آن حضرت رسیده لابد اصلاح آن حضرت صلی اللہ
علیه وسلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شر است منع فرموده والا تقریر بر معصیت
لازم آید و آن محال است بتضادم عصمت و چیزیکه قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان
فرموده آری آنچه بعید الوقوع است اثارت شبهات تا آن نکرد و آن عین رحمت است حکامیکه
بقیاس مجتهدین حواله کرده اند آن وقایع بعید الوقوع است نه قریب الوقوع و واقعه که تقریر
آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر عاقلی وقوع آنرا عنقریب بعد عذمید اند نشان
بین القبلتین باز بر قیاس مجتهدین اگر حواله کرد که عقل به تحقیق آن مستقل باشد نه آنچه تعبدی
محض باشد و تعیین خلیفه که در زمان آینده تغییر و تبدیل نکنند و سعی او مفید مطالب
مقصوده باشد امری هولناک متبرعان لسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود — انتهی غور فرمایئے
کہ اس دلیل کا ہر حرف ہمارے مدعا کو کیسا ثابت کرتا ہے اور وہ چاروں اصول انعقاد بیعت
خصوصاً اصل اول کہ حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کے شروع میں لکھے ہیں کیسے پامنشور
ہو گئے بخوف طوالت زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ
ہمارے فاضل مجیب کے مدعا سے بمراحل بعید ہے کیونکہ اولاً یہہ دلیل بھی دلائل خطابیہ میں سے ہے
اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہے ہرگز مثبت نہو گی — ثانیاً جو نص
کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہے یا اوس نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے اور یا اوس نص پر حمل کیجیگا جو ہمارے فاضل مجیب کا مقصود بالاثبات ہے اگر نص

احتمال وہی نقص مراد ہو جسکی اثبات کی مجیب دری ہیں تاہم مانع کو گنجائش ہو کہ وہ اس استدلال کو منع کری اور وہ یہہ کہی کہ محتمل ہو کہ وہ نقص مراد ہو کہ جو مدعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہو اور قاعدہ ہی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو یہہ استدلال جب تک کہ رفع احتمال کیا جاوی باطل ہوگا اور اس احتمال کا رفع ہونا محال ہی اور ظاہر ہی کہ اگر اس نقص کو اوسپر محمول کیا جاوی جو شاہ صاحب کا مدعا ہی اور بروی عقل و نقل اسی پر محمول ہی تو اس صورت میں اس دلیل سی ہماری مجیب کی مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل نہیں۔ باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی ہیں کہ اس دلیل سی چاروں اصول انعقاد بیعت کو خصوصاً اصل اول ہبا منثورا ہوگئی سو یہہ ہماری فاضل مجیب کی خوش فہمی سی منشا اوسکا یہہ ہی کہ اول نقص سی وہ نقص سمجھی جو اپنا مدعا تھا بعد اوسکی یہہ سمجھی کہ یہہ نقص انعقاد کی کافی تھی حالانکہ یہہ ہر دو امر فاسد تھی نہ نقص سی وہ نقص مراد ہی جو مجیب نے سمجھہ کہی تھی اور نہ یہہ نقص انعقاد کیلیے کافی ہی کیونکہ یہہ نقص محض کاشف وقایع اور مثبت استحقاق ہی پس بطلان اصول کا دعوی محض غلط فہمی سی ناشی ہے اور بنا فاسد علی الفاسد۔

قوله پہر صفحہ ۲۷۰ میں فرماتے ہیں دلیل خامس غلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ وکما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر انہ بشر بفتح فارس والروم فی اول بعثتہ بمکۃ وفی اول قدومہ بالمدینۃ وعند وفاتہ واگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ مختومہ نکنند ادای واجب کردہ باشند حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس و روم لزآن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میسر شود و شمق ایجاب خلیفہ اتی خلیفۃ کان کفالت نمیکند زیرا کہ برای امر قرشی نفسی صاعد نیست سخن باخبر مبینی مشتبہ ست و فرد اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفق باشد و آن امر بوی میسر گردد از علوم امتیاز بیرون ست ومقدمۃ الواجب واجبۃ و نیستند

ردّت معلوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود که پیدا شدنی است بنزول یا ایها الذین آمنوا
من یرتد منکم عن دینه و اوائل این فتنه در زمان شریف ظهور کرد که مسیلمه کذّاب و اسود عنسی
سر برداشتند و بالقطع معلوم بود که آن متنبیان و مرتدان اگر دست یابند ملت اسلام را برهم
زنند و مسلمانان را استیصال سازند و دفع این فتنه سوای نصب خلیفه راشد ممکن نیست و نه هر خلیفه
باشد بلکه شخصی عزیز القدری که شدید الغضب برای این امر عظیم تعیین فرماید و دفع ضرر واجب ست
و حقیقت حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم بغیر تقریب بخیر و تبعید از شر متحقق نمیشود و قال الله تعالی
اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله۔ اگر درین آیت فهم خود را کار فرما شوی
بدانی که مقاتله با کفار استبداد و دفع آن بغیر نصب خلیفه امکان نیست و هر خلیفه آن قائم نمیتواند شد
بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقول عامه خارج ست پیغامبری باید که از تلقی غیب تعیین
آن نماید و فتنه اختلاف ظاهر بینان در تعیین خلافت فرونشاند و آتش شغب قدح کنندگان
بعض معائب عرفیه و مثالب رسمیه بآب زلال معارف حقه اطفا نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی
البته بدانی که در مثل این حالات مضطر شده اند بنصب بادشاهی عزیز الوجود و در تعیین آن بادشاه
گاهی بدلیل نجوم متمسک میشدند و گاهی بر رویا و استخاره و گاهی بفراست حکیمی بر کهانت اعتماد
داشته باشند و جزئیات این قصص از حد شمار بیرون ست و اگر یاد نداری مگر قصه رای زدن
زال و بهمان بعد قتل نوذر و گفتن او۔ بیت۔ نزیبد پسر سوی تاج و تخت + بباید یکی
شاه فرخنده بخت + که باشد برو فره ایزدی + بتابد ز گفتار او بخردی + و در آخر کار
برزند در طهماسپ اتفاق نمودن و قصه ضعف سلطنت کاوس در وقت پیری او و خواب دیدن گودرز
که اصلاح سلطنت فارس بخلافت کیخسرو خواهد بود و گیو را فرستادن برای آوردن کیخسرو از
اقصای توران این نیز کفایت میکند۔ انتهی۔ اقول۔ اگرچه آپ جانتے ہین کہ ان فصیح
کلمون اور ان عمده عبارتون سے حضرت شاه صاحب کا کیا مطلب ہے مگر الحمد للہ کہ یہہ بھی
تقریرین ہمارا مدعا ثابت اور آپکا مطلب باطل کرتے ہین کیونکہ جب ان دلیلون سے خلیفہ ہم

نص کا وجوب ثابت ہوگیا تو ہمارا مطلب بکمال وضوح حاصل اور اس باب میں آپکی تمام شبہیں بھی
دباطل ہوگئیں۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل گذشتہ کے ہرگز آپکی مثبت مدعا نہیں ہی
اور اگرچہ آپ اس دلیل کی تعریف فرماتی ہیں اور اوسکو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مرام
اعتقاد کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت اگر آپ بنظر غور سے ملاحظہ فرمائیگی تو آپکو واضح معلوم
ہو جائیگا کہ یہہ دلیل آپکی خرمن مطالب کے لیے صاعقہ آتش بار ہی کہ جسنی اصول مطالب کا
بیخ و بن سے استیصال کردیا قطع نظر مفاسد استدلالات سابقہ کی جو یہاں بھی لازم آتی
ہیں اس اجمال کی شرح ذرا گوش انصاف و ہوش سے سنیے و اضح ہو کر مختصر اخذ یہہ مطلب
دلیل یہہ ہی کہ خداوند تعالے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا
جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تہا چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تہا
کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگی اور خوف کو زائل کردیگی اور اوسکی جگہ امن تام عطا فرمائیگی پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کیطرف رحلت فرمائی اور یہہ امور حجاب قوۃ سے
منصۂ فعلیت پر جلوہ گر نہوئی کیونکہ خود دو سلطنتیں عظیمہ پہلو بہ پہلو تہی وہ اسوقت تک
اس قوت و شوکت پر تہی کہ جنکو ہر طرح غلبہ تہا اور اونسے امن ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
نہیں کرسکتی تہی تو لامحالہ ایسی شخص کی ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اوسکا
فعل بمنزلہ فعل رسول ہو اور مراد خداوند تعالے کی ظہور کا جارحہ بنی ہو دو سلطنتیں پامال
ہوں مرتدین نے جو اوس وقت سر اوٹہایا تہا اونکی سرکوبی فرمادی اور اثر فتن معاندین کو با
تدابیر حسنہ سے فرو کری اور جسقدر امور داخلی و خارجی میں تشتت ہو اوسکو منتظم فرمادی
اور ایسی شخص کا دریافت ہونا عقول دانشمندوں سے خارج ہی تو ایسی ضرور ہی کہ ایسی عزیز الوجود کو
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت تلقی فرماکر متعین فرمادی کہ جسکی ہاتہہ پر یہہ مہمات
سر انجام ہوں اب ہم اسکی بعد اس دلیل کے مطالب کو آپکو ائمہ کی حالات سے مطابقت کرکے
دکہاتی ہیں تاکہ مثل روز روشن کی صداقت اور واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہی کہ اون حضرات کے

ہاتھوں نہ روم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غالب و شائع ہوا
نہ دین کی تمکین ہوئی نہ خوف زائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خائف
و مختفی و غیر مامون رہے دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار و منافقین کی خوف سے ہمیشہ جھوٹ
بولتے رہے اور غلط مسائل امت کو بتلاتے رہے ثقل اعظم آجتک تیرہ سو برس ۱۳۰۰ گذر گئے وہی
محرف اور غلط امت میں مروج رہا کبھی اوسکو نہ سنبھالا ثقل اصغر کے ساتھہ کیا کچھہ سلوک
ہوئی اور کچھہ اوسکا چارہ نہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنے بدن ہی سے جدا کر کے ایک ایسے
غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھہ دین اسلام میں فتن پھیلے کہ جنکی نظیر شاید عالم
میں نہو پھر کیا ایسے ہی اشخاص غیب سے انصرام مہمات کے لیے متعین ہوئی ہیں اور ایسے ہی
حضرات معاذ اللہ بقول آپکے جو انحطاط دولت دین کے جارحہ ہوئی سبب غلبہ دین کے
ہو سکتے ہیں سبحانک ہذا بہتان عظیم ہم کہانتک عرض کریں ورنہ اگر سب ایک ایک حرف
بس است پس اگر بفرض محال اس دلیل سے وجوب نص مدعا ہما ثابت ہو جاوی تو اوسکا
مصداق کونسی ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت اشتراط نص محال ہے وجوہات گذشتہ سے
یہہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ **قولہ** اگرچہ اسیقدر طول ہو گیا
مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لیجیے پہر فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصغا فرمائیے
انصاف کرنا آپکا کام ہے عبارت مسطورہ کی متصل یہ فرماتے ہیں و اینجا دقیقہ ایست
اگر فہم کنی اکثر معضلات آسان شود و سنۃ اللہ جاری است بر آن کہ چون اکثر خلق
بشدتی در مانند مدبر السموات والارض الہامی یا تقریبی می فرستد تا اصلاح عالم بآن تدبیر
و رفع شدت صورت گیرد بعثت رسل و نصب مجدد دین بر سر مائۃ و چیزہاے بسیار متفرع
برہمین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق
تقاضا کردہ است۔ کما جاء فی الحدیث القدسی ان اللہ مقت عربہم و عجمہم الا بقایا من اہل الکتاب۔
وانی اردت ان ابتلیک وان ابتلیہم بک الحدیث

ہمان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنی بعالم اعلی انتقال فرمود ہنوز مرام این
حق جنانکہ می بایست نشدہ و اسباب اختلال دین حق بہم رسیدہ باشد کہ بہر قطع آن ہمی کوشد
ارشاد و تعیین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ مرام حق تمام شد و موعود او متحقق گشت و چنانکہ معرفت
شخصی کہ متحمل اعباء نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند لولا نزل
هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ہمچنان معرفت شخصی کہ اعباء خلافت حمل نماید و آن مرام
حق بکمال رساند مقدور بشر نیست اینہمہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کارہا میکند ولابد است
کہ پیغامبر آن شخص معین ارشاد فرماید انتہی بقدر الحاجۃ۔ یہہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے
مطلب کو نہایت ہی صراحۃً ثابت کرتے ہیں اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہونچاتے
ہیں کیونکہ اس سے بذریعہ وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا مراد اللہ
و اعلی مرتبہ الوجوب ثابت ہوا یہہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدور نہیں کہ متحمل
اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے **اقول** اس کلام بلاغت نظام کی
نسبت جسقدر تعریف و توصیف مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ ہی کہ قابل ہے لیکن میں
اس تعریف کے نسبت وہ کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا ہے
کلمۃ حق ارید بہا الباطل اگرچہ دلائل سابقہ کی جوابات میں آپکی تمام استدلالات کا بخوبی ابطال
ہوچکا ہے لیکن یہان بھی استدلال مستدل مردود ہے کہ یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اس سے بذریعہ
وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہہ بالکل غلط
کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب
علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدیہیات سے بھی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا ابطال
جابجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اور اقوال ائمہ سے ثابت
معہذا اگر معاذ اللہ خداتعالیٰ پر بعث رسل و استخلاف ائمہ واجب ہے تو اوسکی علت غائی
یہہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جسمیں لوگ مبتلا ہوں رفع ہوجاوے تو اصلاح

[illegible]

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالی پر واجب ہوئی تو پھر وقوع فساد بجز اسکے
کیونکر ممکن ہی کہ خدا تعالے سے تارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہوا تو بعث رسل کی کیا
ضرورت رہی اور اوسکا وجوب محض لغو ہوگیا تو وجوب نص خود اس دلیل سے باطل ہوگیا
علاوہ ازین جو عبارت کہ مابعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہی اور جسکو ہمارے فاضل مجیب نے
اپنے مخالف مطلب سمجھکر نہین لکھی ہی وہ خود اس استدلال کو بیخ و بن سے اوکھاڑ رہی ہی
حضرت شاہ صاحب رح اس عبارت منقولہ کے بعد یہی فرماتی ہین۔ واگر فرض کنیم کہ بعض انواع
تعیین بگذارد و آن نخواہد بود الا از جہت اعتماد بر تکفل الٰہی کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر اس سے
صاف ظاہر ہی کہ جب کہ خداوند تعالے شانہ اسکی سرانجام کا متکفل ہوچکا تو ضرورت نہین ہی
کہ تعیین و تخصیص خاص فرماوے تو وہ نص جسکی آپ تمام عبارت مین دربی اثبات ہین ہباء
منثورا ہوگیی۔ انکو چاہیی کہ آپ خاص نص مدعا یہ کہ نبوت کی لیی دلیل کے فکر فرماوین ورنہ
دلیل عام کے ضمن مین مدعا خاص کا ثبوت محال ہی۔ اور یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ بشر کے مقدور
نہین کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکی اس سے اگر مراد یہہ ہی کہ جو خلافت
کی بوجہہ کو اوٹھا سکی اور مواعید خداوندی استخلاف سے اوسکی ہاتھون پر پوری ہون اور کفار
و فجار و فساق و اشرار کا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نفس الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدور
عوام الناس نہین لیکن یہہ ظاہر ہی کہ انکو کچھہ مفید نہین اور اگر مراد یہہ ہی کہ ایسی خلیفہ کی
پہچان مقدور بشر نہین ہی جو بوجہ خلافت اوٹھا نسکی بلکہ کفار و فجار کے ہمیشہ ہم پیالہ و ہم نوالہ
رہی بلکہ اوسکی مسامحت و مداہنت اور ضعف اور جبن کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور
باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اوس سے نہو سکی یا فرض کرو ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
انصرام مہمات خلافت مین تردد ہو اور یہہ معلوم نہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہوسکیگا
یا نہوسکیگا تو یہہ غیر مسلم اور بیا غلط ہی کہ محتاج دلیل نہین پھر باوجود اپنی علماء کی تصریحات کے
دیکھنی سکے جو ائمہ کے حالات انکے متعلق ہین یہہ فرمانا کہ انکی پہچان مقدور بشر نہین

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ ازین اس بیان اور عدم بیان کا قضیہ تو خود حضرت امیر علیہ السلام نے بھی فیصل فرما دیا اور اون خطبات مین جو نہج البلاغۃ اور اوسکی شروح مین منقول ہین یہہ قصہ چکا دیا شرح اس اجمال کی یہہ ہی کہ علامہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح کبیر نہج البلاغۃ مین اوس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہے ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معٰویۃ اما بعد فقد اتتنی منک موعظۃ موصلۃ الخ فرماتی ہین وکنت امرأ من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ولیضربہم بعمی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل وعقد مہاجرین و انصار جسپر اتفاق کرلین اور مجتمع ہوجاوین وہی امام و خلیفہ برحق ہی خواہ وہ اون امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت ہین اوسکی نسبت جنکو امام بنا دین معلوم کرین یا نکرین اور بیان مین آوی یا نہ آوی نہین کیونکہ بشہادت جناب امیر رضی اللہ عنہ اونکا اجماع ضلال پر محال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیر رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل وعقد کافی ہی چنانچہ دوسری خطبہ مین بھی اسکو بعبارت صاف ظاہر فرمایا وانما الشوری للمہاجرین والانصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی اس ارشاد سے بداہۃً واضح ہے کہ اجماع اہل حل وعقد بخلاف مرضی حق ہو نہین سکتا تو حسب ارشاد جناب امیر رضی اللہ عنہ آپکا سو یہہ نہین کہ بہمیر امام بیان نبی اوسکی منصوص ہونے پر استدلال کرین۔ **قولہ** پس یہہ بعینہ ہماری ہی تقریر ہے کہ ہم کہتی ہین کہ چونکہ امامت مین عصمت شرط ہے اور عصمت کا عالم بجز خدا و رسول کے کوئی نہین بلکہ ضرور ہے کہ امام منصوص اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے نہونے مین ہی ورنہ مطلب ایک ہے

اقول اول تو یہہ ہی غلط کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر مین اور حضرت شاہ صاحب عہ کی تقریر مین درباب نص کچھہ فرق نہین کیونکہ اولاً آپ اسکی وجوب علی اللہ کے قائل ہین اور حضرت شاہ صاحب اوسکی قائل نہین اور نہ کوئی عاقل مومن اوسکا قائل ہوسکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نفس کے قرار دیتی مثبت ہین جسکا اثبات نہ عقل سے ہوسکتا ہی نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بیان سے ہرگز اوسکا اثبات نہین ہوتا معہذا یہہ فرق جو عصمت کے ہونی نہونے کا ہے کہ جو در

ضیاء و ظلام کے فرق سے بھی زیادہ ہی کیا آپکے نزدیک کچھ فرق نہین ہی - اسکی اوپر تو دلیل
کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہی - چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہو چکا اسلیے جو
اوسپر مبنی ہی وہ بھی از قبیل بناء فاسد علی الفاسد اور باطل ہی اور حضرت شاہ صاحب کی
دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع جسمین مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجایش نہین ہی پس
انمین کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہہ کہنا کہ ورنہ مطلب یکسان
ہماری مجیب صاحب جیسے مدعی الضاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہین - **قولہ**
اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نفرماوین اور اس سے گھبرائین
اور انکار کے لیے آمادہ ہون تو حضرت شاہ صاحب کی یہہ عبارتین جو اوپر مذکور ہوئی پیش نظر
رکھین اور ہماری لفظونکا خیال نفرماکر نزاع لفظی نفرماوین بلکہ مطلب کے اتحاد پر نظر کرکے
اسکو تسلیم کرین اگر ہم عبارت منقولہ از ازالۃ الخفا پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتی
اور بہت طول ہوتا محض اسی خیال سے صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت مجیب صاحب
غور انکو ملاحظہ فرماوین انہین عبارت سے عصمت بھی بخوبی ثابت ہی بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا
جاسی تو عصمت کی بھی لیے ان امور کی ضرورت ہی جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہین مگر چونکہ خلفاء
ثلثہ مین عصمت مفقود ہی اون معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہی الضاف کے یہہ ہی
معنی ہین - **اقول** بفضل اللہ تعالےٰ حضرت شاہ صاحب رح کے عبارتین اہلسنت کے
پیش نظر ہین اور وہ اونکی مطلب و مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہین اور کسیقدر آپ بھی سمجھتی ہین
چنانچہ آپ بھی فرما چکے - (کہ اگرچہ آپ جانتی ہین کہ ان فصیح کامون اور عمدہ عبارتونسی حضرت
شاہ صاحب کا کیا مطلب ہی) لیکن آپ کیا کرین اپنی الضاف کے ہاتھہ سے لاچار ہین اگر
ان عبارتونکو اپنی مدعا کی طرف نہ کھینچین تو اور کیا کرین - کتاب و سنت سے تو دلائل کا میسر
ہونا معلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت مین اپنا دل یون ہی خوش کرین پھر اسکا
نام جواب رکھہ چھوڑا ہی اور اسپر یہہ جوش و خروش ہی شاید عوام کالانعام تو دھوکہا

کہاں جاینگی اور کہہ دینگی کہ جناب میر صاحب نے دلائل بعض تحریر فرمائی ورنہ اہل علم و انصاف ایسے جواب سے
سکوت بہتر سمجھتے ہین۔ جب نص کا یہہ حال ہے جو مسوق زبان دلائل کا ہی تو دوسری بر حال
ثبوت عصمت کہ جسکی طرف اشارہ بھی اور نیز عصمت جسکا ان دلائل سے بھی ثابت
نہو سکی جنہیں کیا کیا کچھہ نا واقفی رہتا قرآن دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکینگے مشتی نمونہ
از خروارے و قطرہ انموذج بحار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح
صحیح اندازہ کر لیا گیا فی الحقیقت آپنے دانشمندی کو کام فرمایا کہ کلام مین بسط نہین کیا
اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کمینہ نے بھی بجواب اسکی محض اشارات پر بھی اکتفا کیا اور
مجملاً و مختصراً آپکو آپکی غلطیون پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے تو اسی سے
آپ ہی اندازہ فرما لیجیے کہ بندہ بھی بجواب اسکی کیا کیا کچھہ آپکی استدلالات کے ساتھہ سلوک
کرتا اور آپکی ذخیرہ دلائل پر کیسی صواعق اعتراضات نازل ہوتی باقی رہا خلفاء ثلثہ رضی اللہ
عنہم مین عصمت کا مفقود ہونا سو یہہ اہل سنت کے نزدیک کچھہ خلفاء ثلثہ کے ہی ساتھہ مخصوص
نہین بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوای انبیاء تمام افراد انسانی اسمین شامل ہین لیکن اگر خدانخواستہ
اہل سنت بھی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفاء کے لیے مدعی عصمت
ہوتے اور انکی عصمت کیلیے ایسی ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کی لیے پیش کرتے ہین پیش کرتے
تو آپکے دلائل سے کچھہ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہلسنت کا امام و مقتدا تو کتاب و سنت ہے
جو اس سے ثابت نہو وہ معتبر نہین بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب اللہ یا
کسی دلیل قطعی سے ثابت نہین پہر اسکی ایسے معتقد ہین کہ اصول دین مین سے سمجھہ رکھا ہے
اور اسی پر کیا منحصر ہے بہت مسائل فروعی و اعتقادی ہین جنہین یہہ ہی حال ہے کتاب
کے معانی کو پہیر پہیر کر اوسطرف کہینچتے ہین اور نہین کہنچتی تاویلات بعیدہ و رکیکہ کرتے ہین
اور کسی کل سیدہی نہین بیٹہتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہین اہل سنت کو حاشا للہ
یہہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے **قولہ** اب اس بحث کو ختم کرتے ہین

اور افضلیت کو شروع کرتے ہین اسکے دلائل جتنی ہیں سب ہی عقل و نقل سے ثابت ہے اول ایک دو عقلی دلیلین عرض ہین غور سے سنیے خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہے اور غرض اس سے شرائع الٰہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کا پہیلانا اور حدود و ثغور کا ضبط و جہاد کرنا اور ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا وغیرہ ہے اور یہہ سب کام اسطرح ہونی چاہیین کہ رضاء الٰہی حاصل ہوا اور یہہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا بیشک اوس شخص سے کہ جو علم و ورع و تقوی وغیرہ مین ایسے نسبت اوسکے کم ہوگا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجا لائیگا اور حصول رضی حق تعالے جسطرح اس سے ہوگا مفضول سے ہرگز نہوگا اور بدیہی ہے کہ ایسے شخص سے جو خلافت کے امور بوجہ احسن انجام کرے خلافت لیکر ایسے مفضول کو دین کہ یہہ امور اوس سے ویسے سرانجام نہوسکین عقل مستقیم و رائے سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے

اقول یہہ شبہہ ہی مثل اپنی اختین کے خلاف عقل و نقل باطل ہے اور جسقدر دلائل اسجگہ ذکر ہوئی ہین وہ ہرگز مثبت مدعا مجیب نہین ہین بلکہ افضلیت کے معنی جو ہمارے مجیب لبیب نے سمجہہ رکہے ہین اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہین اور سابق مین تعریف افضلیت مین جو تحریر کرائی ہین وہ ہی غلط اور خلاف تصریحات علماء قوم ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اول مجیب لبیب کو انکی علماء کی بالخصوص سے افضلیت کو بتلا دیا جاوے کہ اوسکا دارومدار کن امور پر ہے بعد اوسکے ناظرین رسالہ مجیب صاحب کی غلطی کو خود سمجہہ لینگے اور تہوڑی سی تنبیہ کے بعد فاضل مجیب ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوجاوینگے پس واضح ہو کہ پہلی افضلیت کے تعریف ہمارے فاضل مجیب نے یہہ فرمائی (افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ مین افضل ہو) اسجگہ مدار افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر رکہا کہ ملکات نفسانیہ ہین اور اس دلیل کے ضمن مین فرمایا (جو شخص اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا) گویا اسجگہ ہمارے مجیب نے صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ کی

تفصیل بیان کرون - قطع نظر اسکے کہ اجمال وتفصیل باہم موافق ہین یا نہین حسب شمار ذکر
تصریحات کو اس بات میں دیکھنے مین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام مجتہدین افضلیت کی بحث
مین اعتقاد بالکل خطا ہے اور مدار فضل کا اونپر ہرگز نہین انکی تیسرے شیخ مفید صاحب اپنی رسالہ
امیر المومنین مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہے تحریر فرماتے ہین[1] فصل وقد اعتمد اکثر اهل
النظر فی التفضیل علی ثلث طرق احدها ظواهر الاعمال والثانی علی السمع الوارد بمقادیر
الثواب وما دلت علیه معانی الکلام والثالث المنافع فی الدین بالاعمال انتهی بقدر الحاجة
اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت کا مدار معاملات واخلاق پر نہین تیسرے صاحب
اسی رسالہ مین دوسری جگہ بیان اختلاف مسئلہ تفضیل مین فرماتے ہین وتوقف منهم نفر
فلم یقل فی هذا الباب شیئا وقالوا لسنا نعلم اکان افضل ممن سلف من الانبیاء اوکان مساویا لهم
اودونهم فیما یستحق به الثواب آپکے حضرت علم الهدی اپنی امالیہ مین فرماتے ہین -
[13] اعلم انه لا طریق من جهة العلم والعقل الی القطع بفضل مکلف علی آخر لان الفضل الراجع
فی هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب من ظواهر
فعل الطاعات - اور اسکے کچھ بعد فرماتے ہین - فان دل سمع مقطوع به من ذلک علی شیء عمل علیه
والا کان الواجب التوقف عنه والشک فیه آپکے علم الهدی صاحب نے تو فیصلہ ہی کر دیا
کہ افضلیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اسمین عقل کو کچھ دخل نہین صرف
اوسی نقل وسمع پر جو قطعی ہی موقوف ومنحصر ہے پھر اب آپ اپنی افادہ کو اسکے
مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکھیے کہ آپ اونکی موافق ہین یا مخالف - بیشک اگر فضیلت
مدار اخلاق حمیدہ وصفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آوے کہ حضرت ہارون ع حضرت موسی ع

---

[1] فصل اس لئے تفضیل میں تین طریقوں پر اعتماد کیا ہے - ایک تو ظاہری اعمال دوسری شارع سے سنی ہوئی
مقادیر ثواب میں وارد ہو اور جسپر معانی کلام دلالت کرین - تیسری دین مین منافع جو اعمال سے حاصل
ہوتی ہون -

انفعال ہوں کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے حالات دریافت کرتے ہیں تو آپکے اخلاق کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجای اخلاق حمیدہ کے معاذ اللہ اخلاق ناپسندیدہ تھے تفسیر صافی میں سورہ کہف میں جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنے استاد خضر کے ساتھ واقع ہوا اسکا بیان یہ ہے۔ القمی عن الباقر لما اخبر رسول اللہ قریشا بخبر اصحاب الکہف قالوا اخبرنا عن العالم الذی امر اللہ موسی ان یتبعہ وما قصتہ فانزل اللہ عزوجل واذ قال موسی لفتٰہ قال وکان سبب ذلک انہ لما کلم اللہ موسٰی تکلیماً فانزل علیہ الالواح وفیہا کما قال وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃً وتفصیلاً لکل شیء رجع موسی الی بنی اسرائیل فصعد المنبر فاخبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التوراۃ وکلمہ قال فی نفسہ ما خلق خلقا اعلم منی فاوحی اللہ الی جبرئیل ادرک موسی فقد ہلک واعلمہ ان عند ملتقی البحرین عند الصخرۃ رجل اعلم منک فصر الیہ وتعلم من علمہ فنزل جبرئیل علی موسی واخبرہ فذل موسی وعلم انہ اخطأ ودخلہ الرعب وقال لوصیہ یوشع ان اللہ قد امرنی ان اتبع رجلا عند ملتقی البحرین واتعلم منہ فتزود یوشع حوتا مملوحا وخرجا۔ اگرچہ اس روایت میں بہت سے فوائد منطوی ہیں لیکن بخیال تطویل بخیال اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہہ کہ بقول خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور بحکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور انکی اتباع کی مامور ہوئے اور بارشاد خداوند تعالیٰ بقول علماء شیعہ برادری تلمذ واسترشاد اپنے استاد کی تلاش میں اپنے وصی کو لیکر

ترجمہ قمی نے امام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت صلعم نے قریش کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا انہوں نے کہا کہ ہمکو اس بڑے عالم کا قصہ سناو جسکی اتباع کا خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہہ آیت واذ قال موسیٰ لفتٰہ نازل کی فرمایا کہ سبب یہہ ہوا جب خدا نے موسیٰ سے کلام کی اور تختیاں اوتاریں اور ان میں حسب ارشاد ہر شی کی نصیحت اور ہر شی کی تفصیل لکہدی موسیٰ بنی اسرائیل میں لوٹے اور انکو خبر دی کہ خدا نے اوسپر توریت نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنے دلمیں کہا کہ خدا نے کسیکو مخلوق میں مجہسے زیادہ جاننے والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبرئیل کیطرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لے کہ وہ ہلاک ہوچکا اور اسکو بتلا کہ ملتقی البحرین میں صخرہ کے پاس ایک شخص ہے وہ تجہسے زیادہ جاننے والا ہے اوسکی طرف جا اور اوسکے علم سے سیکہ جبرئیل موسیٰ کے پاس آئے اور خبر دی انہوں نے اپنی خطا کو سمجہا اور ڈرا اور اپنے وصی یوشع سے کہا کہ خدا نے مجکو ایک شخص کی پیروی اور اوس سے علم سیکہنے کا حکم دیا ہے جو ملتقی البحرین

[illegible]

بیابان نوردِ دشتِ غربت ہوئی اور پہر بعد ملاقات کے کس عہد وپیمان سے ہمراہ ہوئی کہ بین کیسے
معاملہ مین چون وچرا نکرونگا چنانچہ بصراحتِ تمام نصِ قرآنی مین مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ یعنی
غلام کے قتل پر حضرت موسی کو کیسا کچہ جوش آیا اور اپنی عہد وپیمان کو یک لخت توڑ ڈالا۔
اور اپنی اوستاد کی کیسی بیحرمتی فرمائی۔ فی العلل عن الصادق ؑ فغضب موسی واخذ
بتلبیبہ وقال اقتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ یحکم
علیہا فسلم لما تری واصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا۔
اس سے یہہ بہی یاد رکہیگا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے۔ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہین
اور اونکی کچہہ آگی مذکور ہے۔ القمی عن الرضا ؑ فی تتمۃ الحدیث السابق فمروا نلتہم حتی انتہوا
الی ساحل البحر وقد شحنت سفینۃ وہی ترید ان تعبر فقال ارباب السفینۃ نحمل ہؤلاء الثلثۃ
نفر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما جنحت السفینۃ فی البحر قام الخضر الی جوانب السفینۃ
فکسرہا وحشاہا بالخرق والطین فغضب موسی غضبا شدیدا وقال للخضر اخرقتہا
لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا فقال لہ الخضر الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا
قال لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترہقنی من امری عسرا فخرجوا من السفینۃ فنظر الخضر الی
غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجہ کانہ قطعۃ قمر وفی اذنیہ درتان فتاملہ الخضر وقتلہ
فوثب موسی علی الخضر وجلد بہ الارض فقال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا
نکرا فقال الخضر الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ اعلمیت
مستلزم افضلیت کو نہین کیونکہ حضرت خضر اعلم تہی اور افضل نہ تہی اور یعنی کہ قارون کے
لیے خلاف رضاء خداوندی عذاب کے خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو رحم کہ قارون نے

لے علل میں امام صادق سے مروی ہے کہ موسی غصہ ہوئی اور خضر کی گردن پکڑ لی اور کہا اقتلت نفسا الخ خضر نے کہا کہ عقول
خدا کے امر پر حاکم نہین ہین بلکہ اللہ کا امر عقلوں پر حاکم ہے پس جو کچہہ تو دیکہتا ہی اوسکو تسلیم کر اور اوس پر صبر کر مین تو
جانتا تہا کہ تو میری ساتہہ صبر نہیں کر سکیگا ۱۲۔

تضرع وزاری کی لیکن شدت غضب مین ایک مسموع نہوئی جو جناب خداوندی مین ناپسند
ہوئی اور حق تعالے نے اونہین کلمات کے ساتہہ موسیٰ کو پکار دلایا جن کلمات کے ساتہہ قارون نے
آپکو پکار دلایا تہا مختصر عبارت تفسیر لکہتا ہون۔ وقد کان قارون ف قد امر ان یغلق
باب القصر فاقبل موسی فاومی الی الباب فانفرجت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انہ قد
اوتی بالعذاب فقال یا موسی اسألک بالرحم الذی بینی وبینک فقال لہ موسی یا ابن لاوی
لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیہ فدخل القصر بما فیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتہ
فبکی وحلفہ بالرحم فقال لہ موسی یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیہ فابتلعتہ
بقصرہ وخزائنہ وھذا ما قال موسی لقارون یوم اھلکہ اللہ عز وجل فعیرہ اللہ عز وجل بما
قالہ لقارون فعلم موسی ان اللہ تبارک وتعالی قد عیرہ بذلک فقال یا رب ان قارون دعانی
بغیرک ولو دعانی بک لاجبتہ فقال اللہ عز وجل یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک فقال موسی
یا رب لو علمت ان ذلک لک رضی لاجبتہ انتہے بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قبطی کو مار ڈالنا
اور اپنی بڑی بہائی بے گناہ کی جو بنی تہے داڑہی پکڑ کر کہینچنا الواح توراۃ جو عطیہ خداوندی تہا اور جسمین
موعظہ اور تفصیل ہر ایک شی کے مذکور تہی شدت غضب مین ڈال دینا حضرت کی اخلاق و اوصاف
پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی بنسبت جو ہمنے تفسیر صافی مین دیکہی ہین تو اوسکی تفسیر سورہ
اعراف تحت آیت واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام ف۲ مین لکہا ہی وفی الکافی عن امیر المؤمنین

ف۱ قارون نے حکم کیا تہا کہ محل کا دروازہ بند کیا جاوی موسیٰ آئی اور دروازہ کیطرف اشارہ کیا وہ کہل گیا اندر اوسکی پاس گئے جب موسیٰ کو قارون نے
دیکہا سمجہا کہ عذاب آیا۔ کہا ای موسیٰ مین تجہسی بواسطہ اوس رحم کے جو میری اور تیری درمیان ہی سوال کرتا ہون موسیٰ نے اوسکو کہا ای
لاوی کے بیٹی مجہسی زیادہ کلام مت کر ای زمین لی اسکو پس محل اور جو کچہہ اوسمین تہا زمین مین اوتر گیا اور قارون بہی گہٹنون تک دہنس گیا
پہر قارون رو پڑا اور موسیٰ کو رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ نے کہا ای لاوی کے بیٹی مجہسی زیادہ بات مت کر ای زمین اسکو لی پس زمین نے اوسکو اوسکی
محل اور خزانون کو نگل لیا یہہ وہ بات جو قارون کی ہلاکی کے دن موسیٰ نے کہا۔ پہر خداتعالے نے موسیٰ کو اس کلام سے جو قارون کو کہی تہی عار
دلایا اور موسیٰ سمجہی کہ خداتعالے نے اوس کلام سے مجہکو عار دلایا عرض کیا ای پروردگار قارون نے تیری غیر کے واسطے سے مجہکو پکارا تہا اگر تیرے
واسطے سے پکارتا تو مین قبول کرتا اللہ تعالے نے فرمایا ای لاوی کے فرزند مجہسے زیادہ بات مت کر موسیٰ نے عرض کیا ای پروردگار اگر مین یہہ
جانتا کہ اسمین تیری رضا ہی تو مین قبول کرتا۔ ۱۲ ف۲ کافی مین جناب امیر رضی اللہ عنہ سے خطبہ وسیلہ مین مروی ہے ۱۲

فی خطبة الوسیلة انه کان اخاه لابیه وامه واکتفی منه عن الباقر والصادق قیل کان هارون
اکبر من موسیٰ بثلث سنین وکان محببا الینا ولذلک کان احب الی بنی اسرائیل انتهی
اب ہم ان روایات مین عقل کی نظر سے دیکھتے ہین اور حسب قاعدہ حضرات شیعہ کے عقل کو حسن
و قبح مین خدا پر بہی حاکم کر اس معاملہ مین حکم کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ مین
اخلاق ناپسندیدہ تہی اور اگر بالفرض ظاہر سے پہیر کر تاویل بہی آپ فرماوینگے تو بغایۃ مافی الباب
یہہ ثابت ہوگا کہ فی الجملہ بعض مواقع مین درشتی و سختی و غلظت و فظاظت محمود ہوتی ہے
لیکن بروی عقل جسکو احکم الحاکمین کہنا آپکی قاعدہ کی بموجب واجب ہے بداہتہ یہہ ثابت ہوتا ہے
کہ علی العموم لین و رفق بہ نسبت درشتی و عنف کی زیادہ محمود و پسندیدہ ہین اور اگر یہہ تسلیم
نکرینگی تو لازم آئیگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہون
آپکی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فبما رحمة من اللہ لنت لهم[۲] اور رؤف رحیم آپکی صفات
خاصہ مین معصوم وقائع و احوال آپکے رفق و لینت و رأفت و رحمت کی شاہد حال ہین آپ اسی بات کا
تعصب شاید آپکو یاد ہوگا۔ الحاصل اگر مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ پر ہی تو حضرت ہارون بہی
جنمین رفق و لینت پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہونگی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ
عنہ جناب امیر المومنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد اپنے والد سے افضل ہون اور یہہ
آپکی نزدیک بدیہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مدار افضلیت کا اخلاق حمیدہ
پر نہین ہے جو مدرک بالعقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر مدرک بالعقل
چنانچہ بیان تعریف افضلیت مین ہم اوسکی طرف ایما کر چکی ہین اب بعد اسکی گذارش ہی کہ ادراک عقل
ہونی کی قید بہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سی عقلاً اعقلیت کا جاننا اسپر موقوف ہے

ف ۱ کہ ہارون موسیٰ کا حقیقی بھائی تہا اور طبرسی نے مثل اسکی امام باقر اور امام صادق سے روایت کی کہ
کہتے ہین کہ ہارون موسیٰ سے تین سال بڑی تہے اور نہایت متحمل اور نرم مزاج تہے اسی سبب سی بنی اسرائیل
انکو زیادہ دوست رکہتے تہی ۱۲۔ ف ۲ یعنی خدا کی رحمت کے سبب تو انکو بہی نرم ہو گیا ہے ۱۲۔

کہ حرب و وقایع وغیرہ معاملات مین اون سے تدابیر حسنہ ظاہر ہون اور مثمر نتایج محمودہ کو
ہون اور اپنی ناخن تدابیر صائبہ سے پیچیدہ معاملات کی گتھیونکو عمدہ طور پر سلجھا دی اور جب
ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہہ نہین ثابت ہوتا کہ آپ اعقل تھے
اور نہین تو قصہ تحکیم کو ہی ملاحظہ فرمائیے یا خلع اپنی خلیفہ ثانی کو ہی دیکھہ لیجئے غرضکہ ایام
خلافت مین جسقدر معاملات پیش آئی اونمین سے کوئی بھی سلجھا اور کوئی بھی اور الجھ ہوا اور خلافت سے جو غرض
حق تعالے کی تھی کہ ترویج شرایع الٰہیہ ومعالم ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ واحکام شرعیہ پھیلین کچھہ بھی
حاصل ہوئی اور جب کچھہ حاصل نہوئی تو اوسکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہوگا اذا خلا الشی عن مقصودہ
لغا۔ علاوہ ازین اعقلیت کی ضرورت تو اوسوقت ہے جبکہ معصوم نہون اور جب معصوم ہون
اور سہواً وعمداً خطا کا صادر ہونا اونسے محال ہو تو پس یہہ قید محض لغو ہے۔ اعلم ہونے کی قید
بھی غلط ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب امامت تالی نبوت ہے تو اوصاف متشارکہ مین بھی فرعیہ
ہوگی نبوت کو جب نظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدار محض اصطفا
واجتبائے خداوند تعالی شانہ پر ہے حق تعالے اپنی عباد مین سے جسکو چاہتا ہے برگزیدہ فرمادیتی ہے جسکو
کچھہ زور خداوند تعالی پر نہین اور نہ کچھہ اعتراض لایسئل عما یفعل اوسکی شان ہے اور نہ یہہ ہے
کہ جو اعلم اہل زمان ہو وہی نبوت کے واسطے برگزیدہ ہو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم امی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی رہی کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہین پائی
اور اس زمانہ مین صدہا علما واحبار دین موسوی وعیسوی کی موجود تھے جنکو کتب سماوی
ازبر تھی اور مسائل شرعیہ مستحضر لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نبی امی صلوات اللہ علیہ وسلامہ
کو ہی عطا ہوا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ گو بعد نبوت کے حق تعالے نے اپنی
نبی کے سینہ کو مرات لوح محفوظ بنادی اور اوسکی قلب کو گنجینہ علوم ومعارف فرمادی
اسیطرح امامت کا حال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ اثنا عشر
نفس سے پیدا ہے اور قبل از امامت اوسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہو بلکہ باتباع رسول امی

گو بعد امامت بسبب محدثیة کی کہ خاصہ امام ہی اعلم ہو جاوی لیکن پہلی سی اوسکی اعلمیة کا دعوی
ہوا فظ ہی اور آپکو اس بحث امین حضرت موسی و خضر کا قصہ یاد ہوگا باوجودیکہ خضر اعلم تہی
تو بہی حضرت موسی اونسے افضل تہی - باقی رہا یہہ کہ خلافت فاضل سی لیکر مفضول کو
دینا عقلاً نہایت قبیح ہی اسمین یہہ تو فرمایئی کہ فاضل سی خلافت لینی کے کیا معنی
مین لینا فرع استخلاف کی ہی اور جب استخلاف نہین تو لینا کیونکر متحقق ہوگا ہان اگر اسکی
معنی یہہ ہین کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو خلافت دینا ہی تو صحیح ہی مگر اسکی سبب [illegible]
کہ ہم اسکی قبح کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ بنص قرآنی ثابت ہی کہ حق تعالی نے فاضل کو چہوڑ کر
مفضول کو امامت عطا فرمائی - حضرت شمویل علیہ السلام جو اپنی زمانہ مین نبی اور اورع اور ازہد
اور اعلم اور اتقی تہی حق تعالی نے اونکو چہوڑ کر طالوت کو امام بنایا جو اونسی کم تہی تو اس سی ثابت ہوا
کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو امام بنانی کا قبح محض اگر الحکم الحاکمین عقل سی ناشی ہے ورنہ بالتحقیق
عنداللہ تعالی کچہہ قبح نہین یسلمنا قبیح سہی لیکن یہہ بہی قبیح و شناعت جبہی مین
نواب و عمال مین بہی جاری ہی کیونکہ جیسی امامت تالی نبوت ہی ویسی نیابت تالی امامت ہی ورنہ
قبیح ہی کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو کسی ملک پہ نائب اور حاکم مقرر کرکے بہیجا جائی اور
اس سی زیادہ اقبح واشنع یہہ ہی کہ حکومت اوس شخص سی لیکر جو بعمدگی سے اوسکی فرائض
بجا لا رہا ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ابہی تک تجربہ مین نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ
شرح نہج البلاغة یا متن ہی کو کہولیی اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرماییی کہ آپنے کس
کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہان تک اس شرط کی رعایت رکہی تاکہ
آپکو اپنی ستر الخ کی بابت بندہ کی قول کی تصدیق ہو جاوے اور ہم بہی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالی
آپکو متنبہ کرینگے **قوله** اور نیز افضل کے ہوتے مفضول کی خلافت کے بطلان پر دلیل
اور طرح بہی دلالت کرتی ہی اور وہ یہہ کہ اگر مفضول افضل کے ہوتے خلیفہ ہو تو لازم آئی افضل
مفضول کا محکوم ہو اور اشرف ادون کی تواضع کا مامور ہو کیونکہ افضل مفضول کی [illegible]

ہوگا اور رعایا خلیفہ کی تواضع کرنیوالی ہوئی اور یہہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری
عرض قبول نہین کرتے تو فخرالدین رازی صاحب کی تقریر سنیے وہ سورہ بقر کی تفسیر مین
جسمین مقام ہیکہ ان لوگونکی دلائل بیان کیے ہین کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفضیل دیتے ہین یہہ فرماتے
ہین۔ و خامسہا قال بعض الانبیاء علی الملائکۃ بامور احدھا ان اللہ تعالی امر الملائکۃ
بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقبلۃ بل کانت السجدۃ فی الحقیقۃ لہ واذا ثبت
ذلک فوجب ان یکون آدم افضل منہ لان السجود نہایۃ التواضع وتکلیف الاشرف
بنہایۃ التواضع للادون مستقبح فی العقول فانہ یقبح ان یومر ابوحنیفۃ ان یخدم
اقل الناس بضاعۃ فی الفقہ فدل ھذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکۃ
انتہی **اقول** یہہ دلیل بھی بمراحل عاسی بعید ہی اور بوجوہ چند محل بحث ہی اولاً یہہ کہ گفتگو
اشتراط افضلیت مین ہی اور یہہ دلیل ہرگز مثبت اشتراط نہین کیونکہ اشتراط اوسوقت ثابت ہو
جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے یہان اگر ہی تو لزوم قبیح ہی
جسمین عنقریب بحث کیجاویگی ہان اگر اہل حل وعقد کسیکو خلیفہ کرین تو البتہ افضلیت کو
مرعی رکھین اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے متصدی خلافت ہو تو اوسکی
خلافت کی عدم انعقاد پر یہہ دلیل ہرگز دلالت نہین کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے
مامور ہونی اور اشرف کا ادون کے لیے محکوم ہونی کا لزوم بھی غلط ہی ہم کب کہتے ہین کہ فاضل
مفضول کا مامور اور اشرف ادون کا محکوم ہو بلکہ ہم یہہ کہتے ہین کہ وہ قانون شریعت جسکو
حق تعالی شانہ نے بواسطہ رسول کے امت کے لیے دستورالعمل مقرر فرمایا ہی تمام امت کیا افضل
کیا مفضول اور کیا شریف اور کیا وضیع سب اوسکی محکوم و مامور ہین امام کا حکم اگر واجب
الاطاعت ہی تو اوسی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
رسل مجیب بھی فرماچکی ہین کہ غرض اوس سے شرایع الہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج ہی پس
جو کوئی ایسا نہو جو اوس حیثیت واعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب الاطاعت نہین ہوگا

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کردے - یا
فی سبیل اللہ لٹادی یا مجکو سجدہ کری تو یہہ حکم ہرگز واجب الامتثال نہوگا چنانچہ قولہ تعالیٰ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ سے اسکی طرف اشارہ ہی بخلاف رسول کے کہ جمیع قول و افعال مخصوصات
وغیرہ مسببات کو بھی تشریع ہی کیونکہ امت کو بھی شریعت کا حصول بدون وساطت رسول
کی ممکن نہین - بالجملہ ہرجگہ فاضل کا مفضول کے محکوم ہونا لازم نہین آتا - ثالثاً مسلم افضل
مفضول کا محکوم ہو لیکن ہم اسکا قبیح ہونا تسلیم نہین کرتے کیونکہ بالاتفاق طالوت سے
حضرت شموئیلؑ بلکہ حضرت داؤدؑ افضل تہے اور اسکی محکوم اور تابع ہوئی اور حضرت خضرؑ سے
حضرت موسیٰؑ افضل تہی اور انکی امور مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضول کے مطیع و تابع
قبیح نہین ورنہ لازم آوی کہ معاذاللہ شارع آمر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ اگر
تو لزوم قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے - رابعاً بالفرض والتسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضول
کی لیے قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی تعین نواب عمال و حکام سرایا و جیوش و نصب قضاۃ
وغیرہ مین سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ مین جناب امیرؑ کے حالات کا تتبع
کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہین کی ہی اور اس قبیح کو قبیح
نہین جانا آپ شرح نہج البلاغہ ہی کو ملاحظہ فرمالیجیی مختصراً تنبیہاً گذارش کرتا ہون کہ آپ نے
عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کی ربیب تہی بحرین کی حکومت سے معزول فرما کر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
عمر بن ابی سلمہ نے امارت کی مہمات کو ایسی طرح ادا کیا کہ مورد تحسین و آفرین ہوئے چنانچہ اسکی تحسین
موجود ہی تو کیا نعمان عمر سے افضل تہی اور ظاہر ہی کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیرؑ کے کسی کام کی
موذی حسب ملیہ تہی اور نہ حضرت آپکی محتاج تہی پہر بلا ضرورت داعیہ کیون آپنی ارتکاب قبیح
فرمایا لو ربنما عصمت اور بہی زیادہ اقبح و اشنع ہی اور اسیطرح محمد بن ابی بکر کو اس
معزول کرکے اشتر کو مقرر فرمایا اور اپنی جیش سے دو امیرون پہ جو زیاد بن نضر اور

ابن ہانی تھی اوراونکی اتباع پر مالک بن حارث اشتر کو امیر کیا اوراونکو لکھا فاسمعا لہ واطیعا
ان سب کو رہنے دیجیے زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا
ضرور ہے آپ شروح نہج البلاغۃ سے مطابق فرمالین یہہ شخص سمیہ لونڈی کا بیٹا کمبخت
زبان کا فصیح وبلیغ وزبان آور تہا ایک روز حضرت عمر رضہ کی روبرو مجلس مین ایسی تقریر
کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاص بولی کاش اگر یہہ قریشی ہوتا تو تمام
عرب کو اپنی لاٹہی سے ہانکتا - ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم یہہ قریشی ہی اور اگر تو جانی تو معلوم
کرلے کہ یہہ قبیلہ کی عمدہ لوگون سے ہے عمرو بن العاص نے پوچہا کہ اسکا باپ کون ہے تو قسم کہا کر
کہا مینی اسکو اسکی ماں کے رحم مین رکہا تہا عمرو بن العاص نے کہا تو پہر اسکو اپنی ساتہہ نسب
مین کیون نہین ملالیتا - اونسنی امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ اس سے ڈرتا ہون کہ میری بدن پر میری کہال ہی جلادیگا چونکہ اسکی باپ کا
تعین نہین ہے اسلیے اسکو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتے ہین - جناب
امیر رضہ نے اپنی زمانہ امارت مین اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کو معلوم ہوا
کہ امیر معویہ رضہ اوسکو تحریص وترغیب دی رہا ہے اور اپنی ساتہہ ملانا چاہتا ہے تو آپنے زیاد کو
خط لکہا جو نہج البلاغۃ مین مروی ہے - اوس خط کو پڑہکر قسم کہا کر کہا کہ حضرت نے ابو سفیان
کی دعوی کے صدق کی شہادت دی قد شہد بہا ورب الکعبۃ انجام یہہ ہوا کہ حضرت
امیر المومنین کو چہوڑ کر امیر معویہ سے جاملا اور اوسکا جو کچہہ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے غرضکہ
ایسی شخص کو جسپر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تہا آپنے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ
ولد الزنا نجس عین ہے اور اوسکا جہوٹا تک نجس ہے من لایحضرہ الفقیہ مین ہے ولا یجوز الوضوء بسور[1]
الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک - اور ہرگز ولد الزنا مومن نہین ہوتا ابن بابویہ قمی خصال مین روایت کرتے ہین
عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلاوۃ الایمان قلب سندی ولا خوزی ولا زنجی ولا کردی ولا بربری

[1] یہودی نصرانی - ولد الزنا - مشرک کی جہوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہے ۱۲

ولا تبائد نہی ولا من حلۃ اسن الہا۔ شریح بن حارث کو جو خلفا کی زمانہ سی قاضی تھی اپنا قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہی کہ آپ نے تعین مین افضلیت کو ملحوظ خاطر نہین فرمایا۔ پس اس سے عدم اشتراط افضلیت ائمہ مین بھی ثابت ہوا۔ خامسًا امام رازی ؒ کی دلیل کو جو افضلیت انبیا مین بیان کی ہی اپنا مستدل قرار دینا غلط ہی اور اوسپر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی۔ کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار سجود پر ہی جو نہایت تواضع ہی اور نیز سجود بھی اسطرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تھا یہہ نہین تھا کہ سجود نے بحقیقت خدا تعالیٰ کو ہو اور حضرت آدم محض واسطہ تھی اور فاضل مجیب کے دلیل مین نہ نہایت تواضع ہی کہ امت امام کی اطاعت کرنے پر مامور ہی بشرطیکہ حکم موافق شرع ہو اور یہہ اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہین نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنے کیلیے مامور ہو پس یہہ کہنا کہ رعایا خلیفہ کے نہایت تواضع کے لیے مامور ہی غلط ہی اور نہ تواضع یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا و رسول ہی آپ خود فرما چکے ہین کہ مقصود امامت سی ترویج شرایع الٰہیہ و مسائل دینیہ ہی اور اگر آپکو دعوی ہو کہ امام کے لیے امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مطاع ہی تو ثابت کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادسًا اس دلیل کا ذکر کرنا اور اوسکا جواب جو امام رازی ؒ نے اون لوگونکی طرف سے دیا ہی جو ملائکہ کے تفضیل کے قایل مین ذکر نکرنا کسقدر ناانصافی ہی۔ ابھی ہم اوس جواب کو نقل کرتے ہین اور جواب استدلال کو اوسپر ختم کرتے ہین۔

اجاب القائلون تفضیل الملک عن الحجۃ الاولی فقالوا قد سبق بیان ان من الناس[1] من قال المراد من السجود ہو التواضع لا وضع الجبہۃ علی الارض ومنہم من قال انہ عبارۃ عن وضع

[1] امام ابو حمد شد سروری ہی کہ یاں کے شریحی سندھی اور حوری اور زنجی اور کردی اور بربری اور یکب ... ان عین برعادہ ولد الرے کے دلیں ۱۲۔ [2] جو لوگ فرشتوں کی تفضیل کے قایل ہوئی میں اونہوں نے حجت کا جواب دیا ہی کہ پہلی گذر چکا کہ بعض لوگ کہتی ہین کہ سجود سے مراد تواضع ہے نہ پیشانی رکھنا اور بعض کہتے ہیں ۱۲۔

الجبھۃ علی الارض لکنہ قال السجود للہ تعالی وادم قبلۃ السجود علی ہذین القولین لا اشکال انما اذا سلمنا ان السجود کان لادم فلم قلتم ان ذلک لا یجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلک لان الحکمۃ قد یقتضی ذلک کثیرا من حب الاشرف واظہارا لنہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس اقل عبیدہ فی الصدر وان یامر الاکابر بخدمتہ ویکون غرضہ من ذلک اظہار کونہم مطیعین لہ فی کل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الامر ہہنا کذلک وایضا الیس من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعالہ غیر معللۃ ولذلک قلنا انہ لا اعتراض علیہ فی خلق الکفر فی الانسان ثم فی تعذیبہ علیہ ابد الاباد واذا کان کذلک فکیف یعترض علیہ فی ان یامر الاعلی بالسجود للادون انتہی **قولہ** آپ تفسیر بیضاوی ملاحظہ کیجیے تحت آیت فلما انباہم باسمائہم لکھیں وہ یہ لکھتے ہیں واعلم ان ہذہ الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیہا انتہی بقدر الحاجۃ اور پھر آگے اخیر میں یہ لکھتے ہیں وان ادم افضل من ہؤلاء الملائکۃ لانہ اعلم منہم والاعلم افضل لقولہ تعالی ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون دیکھیے آگے قاضی صاحب اکثر شرط خلافت بل العمدہ فرماتے ہیں۔ **اقول** یہ استدلال تو اوس استدلال سے بھی کہیں بڑھکر ہی جیسا کسی نے لا تقربوا الصلوۃ سے کیا تھا اوس کمبخت نے تو صرف قید ہی کو حذف کرکے معنی مقصود کو بگاڑا تھا اور جملہ کے معنی حقیقی ٹھیک رکھے تھے لیکن ہمارے فاضل مجیب نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے ہیں انحرض

ف کہ سجدہ اوتار کہنا ہی ہے لیکن سجدہ اللہ تعالی کو تھا اور آدم سجدہ کرنے کی بطور قبلہ کے تھے اور ان دونو اقوال پر کچھ اشکال نہیں لیکن جب یہ تسلیم کریں کہ سجدہ آدم کو تھا تو تم یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ اشرف سے شریف کی حق میں جائز نہیں اور یہ اس وجہ سے کہ بسا اوقات حکمت اسکو مقتضی ہوتی ہے کہ اشرف کی محبت اور اسکی نہایت اطاعت ظاہر کیجاوے۔ بادشاہ کو اختیار کہ کمترین غلامان کو صدر میں بٹھلادے اور اکابر کو اوسکی خدمت کا حکم کرے اور اوسکی غرض اس سے اظہار اطاعت و انقیاد تمام امور و احوال میں ہو تو کیا جائز نہیں ہے کہ یہاں بھی اسیطرح ہو اور نیز کیا ہمارا مذہب نہیں ہے کہ خدا تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جسکا ارادہ فرماتا ہے حکم کرتا ہے اور اوسکے افعال معلل نہیں ہیں اسی سبب سے کفر کے پیدا کرنے میں انسان میں اوسپر کچھ اعتراض نہیں ہے اور نہ پھر اسکو ابد الاباد تک عذاب کرنے میں کچھ اعتراض ہے اور جب یہ حال ہے تو اوسپر اسمین کیونکر اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ اعلی کو ادنی کی سجدہ

کہ ابتدا اس قصہ کے یہہ ہی کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین مین نائب بنانا چاہتی ہین
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً تو اب اس سے اہل انصاف
وعلم وعقل وفہم بخوبی سمجھہ سکتی ہین کہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہی اور حضرت آدم
کس معنی کر خلیفہ تھی کیا اسجگہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری مجیب کے متنازعہ فیہا ہی اور
جسمین اسوقت گفتگو ہو رہی ہی اور جسکی لئی شرائط ثلثہ نص عصمت وافضلیت مختلف فیہا
بین الفریقین ہین وہ ہی خلافت مراد ہے اگر وہ ہی خلافت مراد ہی تو فرمائین تو سہی
کہ حضرت آدم علیہ السلام کونسی نبی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہی افسوس کہ ہم کو
عجیب کو یہہ بھی خبر نہین کہ اسجگہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہی اگر قرآن شریف یاد
نہین تھا تو کہولکر دیکھہ لینا تھا یا کسی سنی حافظ سے ہی پوچھہ لیا ہوتا تا کہ سیاق عبارت
سے ہی واضح ہو جاتا کہ یہہ حضرت آدم کا قصہ ہی اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہی علاوہ
ازین اسجگہ ہماری فاضل مجیب کے علم وفہم پر آفرین ہی کہ اس عبارت کو اشتراط افضلیت
کی دلیل سمجھکر پیش کیا ہی اور اپنی کمال دانشمندی اور وفور علم سے یہہ سمجھی ہین
مین وانہ کی ضمیر شرف یا افضل کیطرف راجع ہی حالانکہ اطفال کافیہ خوان بھی سمجھہ سکتی ہین
کہ یہہ غلط ہی پھر اوس پر طرہ یہہ ہی کہ اس سے آگی فرماتی ہین کہ دیکھیی آپکے قاضی صاحب
اسکو شرط خلافت بل العمدہ فرماتی ہین اسجگہ بھی لفظ (اسکو) پر التفات فرمایا اور یہہ نہ
کہ قاضی صاحب کسکو شرط خلافت فرماتی ہین مسلمنا آپکی سیاق عبارت کی خلاف ہم
ضمیر (وانہ) کا علم ہی اور لفظ اسکو بھی علم ہی کیطرف راجع ہی لیکن تاہم مدعا سے
بعید ہی کیونکہ یہہ جب ثابت ہو کہ جب اعلمیت افضلیت کو مستلزم ہو حالانکہ یہہ مسئلہ
آپکے اعتراف سے باطل ہی آپنے افضلیت کے تعریف مین اسکا دار ومدار اخلاق حمیدہ او
صفات پسندیدہ پر رکہا تھا اور شروع دلائل مین اعلم اور اورع واتقی واعقل ہونے
رکہا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہین بلکہ ان کی

لیے اوصفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی
پس جبکہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہین ہے تو یہہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
جب ہم نفس اس عبارت مین تامل کی نظر سے دیکھتے ہین تو بداہتہً معلوم ہوتا ہے کہ یہہ عبارت
ہرگز مثبت مدعا نہین کیونکہ قاضی رح فرماتے ہین وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیہا اور ظاہر ہی
کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہین ہے کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونے کے اعلیٰ واقویٰ ہی تو ترقی
ادنی سے اعلیٰ کیطرف ہوتی ہی نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیجاوے تو اعلیٰ یہی جو شرط ہے ادنیٰ کے
طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی کو اولویۃ ہے نہ موقوف علیہ
تو لا بد لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ الشرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
قاضی رح نے لفظ بل العمدۃ فیہا کہکر یہہ ثابت کردیا۔ وانہ شرط فی الخلافۃ سے یہہ مراد نہین
کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہی اور اگر یہہ معنی ہونگی تو لفظ بل العمدۃ فیہا محض لغو ولا طائل
مخل مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہہ قول آپکو کچھہ مفید نہین بلکہ مضر ہی کیونکہ عدم اشتراط
پر دلالت کرتا ہے نہ اشتراط پر **قولہ** حدیث سنیے آپکی علامہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع
و جامع صغیر مین روایت کی ہے۔ ایما رجل استعمل رجلا علے عشرۃ انفس وعلم ان فے العشرۃ
افضل ممن استعمل فقد غش اللہ ورسولہ وغش جماعۃ المومنین ع۔ عن حذیفۃ انتہے
اب ذرا انصاف فرمائیے کہ جب مفضول کی حکومت دس آدمیوں پر جائز نہو اور اوسمین خدا و
رسول و جماعت مومنین سے دغا لازم آوے پس تمام مومنین پر مفضول کی حکومت مین کہ اموال
وانفس وغیرہ کا شمل ہے اولی تصرف ہو کسقدر قباحت و شناعت لازم آئیگی **اقول** اس
حدیث کی معنی آپنے جو کچھہ سمجھی غلط ہین یہان افضلیت سے افضلیت متنازعہ فیہا
ہرگز مراد نہین کہ من حیث مرتبۃ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ افضلیت سے
مراد بالفضل الجزئی ہے کہ جو متعلق بجا آوری مقاصد ریاست و شرائط سرداری کی ہو مثلا اگر کسی
سریہ یا جیش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حروب وطعان

معنی افضلیت متنازعہ فیہا

وضرب مین زیادہ ماہر وخبیر ہو اور شجیع ہو اور خداع حرب اور اوسکی چالونسی واقف ہو
اور اگر کسیکو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وصف تالیف قلوب بغیر رزمن اور سیاست
بدون ظلم اوسمین اعلی درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص مصلحت کی وجہ سے
مقدم کیا جاوی ۔ مثلاً کسی خاص سانحہ کی وجہ سے اوسکی سعی و کوشش اوسمین زیادہ موثر
متصور ہو آپکو معلوم ہوگا کہ طالوت سی حضرت شمویل علیہ السلام و داود علیہ السلام افضل تھی باوجود
اسکی حق تعالے نے مفضول کو امام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہہ کچہہ ضرور نہین کہ جس شخص کو
زیادتی استحقاق ثواب حاصل ہو اور ولی کامل ہو وہ مہم متعلقہ کو بہی سب سی عمدہ طور پر
انجام دیوی علاوہ ازین ہم کب کہتی ہین کہ مراعات افضلیت نہین چاہیی ہم اگر انکار کرتی
ہین تو اشتراط کا انکار کرتی ہین ۔ اس حدیث سی صرف اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ جب کسی کو
عامل بنایا جاوی تو لحاظ افضلیت ضرور ہی ہم بہی یہی کہتی ہین کہ جب کسیکو امیر یا عامل بنادین
تو فضیلت ملحوظ رکہنا چاہیی لیکن اس سی یہہ کیونکر ثابت ہوا کہ اگر افضلیت فوت ہوگئی
تو امارت غیر منعقد ہوگی اور اوسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر تامل کی نظر سی دیکہا جاوی
تو اسی روایت سی انعقاد مفہوم ہوتا ہی کیونکہ خدا و رسول ؐ و جماعت مومنین کے ساتہہ غش تو اوسی
وقت سی ہی جبکہ اوسکی امارت منعقد ہوگی اور وہ واجب الاطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب الاطاعت
ہی نہین ہوا اور اوسکی امارت ہی منعقد نہین ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ تامیر
ہی لغو ہوگئی غرضکہ افضلیت کی مراعات سی انکار نہین اشتراط سی انکار ہی تحفہ اثنا عشریہ
کی بحث افضلیت مین کوئی آپنے دیکہا ہوگا آری اگر نصب رئیس بہ تعین اہل حل
وعقد باشد می باید کہ نصب افضل کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
بسا ولی کامل عالم متبحر و سید جمیل الطرفین کہ از ادای امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند شد
درینجا فضیلتی دیگر می باید ۔ اس سی قطع نظر آپکو بحث مین عنقریب معلوم ہو چکا ہی
کہ جناب امیرؑ نے اس شرط کا لحاظ نہین فرمایا کیونکہ جب زیاد جیسی شخص کو ایک ملک کا

حاکم بنا دیا تو بس اس سے بڑھکر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا
کہ یہ شرط جناب امیر رضہ کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہین یا آپ معصوم نہین کیونکہ
خدا اور رسول صلعم و جماعت مومنین کے ساتھہ غش کیا۔ معاذ اللہ **قولہ** ایک دو اور حدیث شاہ
ولی اللہ صاحب رح کی نقل کلام مین آئیگی اس مقام مین عترت کی شہادت سُن لیجیے آپکی عالم
جلیل فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود مشہور بمحمد پارسائی باوجود سخت تعصب کے
کتاب فصل الخطاب کے آخر مین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے علامات
امام مین جناب امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل روایت لکھے ہے چونکہ شیخ عبد الحق صاحب دہلوی نے
بہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اطہار مین جسکا ذکر فاضل رشید نے بہی ایضاح
مین کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی ہی فارسی روایت پہ
اکتفا کرتے ہین وہ اس رسالہ کی اخیر مین بعد ذکر ائمہ فرماتے ہین عبارتہ ہکذا و این ابو جعفر
قمی مذکور در علامات امام و فضل وی از امام علی رضا آوردہ است کہ فرمود امام را علامات است
کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر از دیگران باشد و ولادت کردہ شود
مختون و وی پاک باشد و از پیش و پس یکسان بیند و چون از شکم مادر بر زمین آید بر دو کف دست
افتد و آواز بشہادتین بر آورد و محتلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش بیدار بود و محدث باشد
و زرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم بر وی راست آید و نزد وی سلاح آنحضرت صلعم باشد و شمشیر او
ذو الفقار و نزد وی مصحف فاطمہ رضہ بود و نزد وی صحیفہ بود کہ در وی نامہای مخالفان او تا روز
قیامت باشند ثبت بود و بول و غائط او را کسی نبیند و زمین موکل بود بہ فرو بردن آنچہ بیرون
آید از وی و بوی وی خوشتر از بوی مشک بود و بمردم از نفسہای ایشان نزدیکتر بود
مہربان تر از مادر و پدر و متواضع ترین مردم بود و مر حق را عزوجلا و امر بمعروف کنندہ
و نہی از منکر کنندہ تر بود و از ہمہ خلق دعای او مستجاب بود کہ اگر بر سنگ دعا کند
بپارہ شود و موید بروح قدس بود و میان او و خدا عمودی بود از نور کہ بیند در وی

اعمال بندگان از دبر چه بدان محتاج بود گاهی پیش کرده شود و برای او پس مانده گاهی قبض
کرده شود از وی پس نماند و امام زائیده شود و نزاید تندرست بود و مریض بشود و بخورد و بنوشد
و جماع کند و بخسپد و شادمان شود و غمگین شود و بخندد و بگرید و بزید و بمیرد و در قبر نهاده شود
و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و ایستاده کرده شود در موقف عرصات و عرض کرده شود
برای اعمال پرسیده شود و از انها اکرام کرده شود و شفاعتش قبول کرده شود و دلیل در
دو خصلت است یکی علم و دیگر استجابت دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی الله علیه وسلم
کشته شده اند بشمشیر و زهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است نه چنانکه
غلات گویند علیهم اللعنت که ایشان کشته نشده اند و در حقیقت بر مردم مشتبه ایشان شده اند
و این سخن دروغ است چه این مخصوص از انبیا و اولیا بعیسی بن مریم ع است چه وی را
از زمین زنده برداشتند در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمانش بردند
روح او را در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکه مردم بعقل کنند آن را یا برسند
و او را بکسب حاصل کنند امام مخصوص است بتمام فضل بے طلب و کسب بلکه محض اختصاص از
مفضل وهاب حکما متحیر و عقلا قاصر و ادبا عاجز و بلغا محصور از وصف نشانی از نشانهای
و فضلی از فضائل امام و سید او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود و آنچه نمی دهد غیر او را. انتهی

اگرچہ اس روایت سے جو خرابی کہ مذہب اہلسنت و خلافت و امامت خلفاء ثلثہ و دیگر خلفاء
متغلبہ پر کہ ان اوصاف سے موصوف نہ تھے آتی ہے بسبب فہمی کی بلکہ ادنی صاحب فہم پر پوشیدہ
نہیں مگر یہاں منظر صرف شرط افضلیت امام کا ثابت کرنا ہے اور وہ اس روایت سے
اظہر من الشمس ہے قطع نظر اور اوصاف مندرجہ روایت ہذا کے شروع علامات امام میں
یہ الفاظ ہیں عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار و شجاع تر و عابد تر نزد دیگران باشد یہ کل
افضلیت پر دال ہیں کہ اہل حق خلافت و امامت کی شرط جانتے ہیں حضرت مجیب اور
کسی ہم مذہب کو یہ وہم ہو کہ چونکہ یہ روایت ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے اسلیے

اہل سنت پر حجت نہین کیونکہ یہہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی اوّل یہہ کہ خواجہ پارسا اور
شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہی اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
تک نہین کیا اور آپکی خاتم المحدثین کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہی دوم روایات
شیخ ابوجعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول و شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج ہیں و روایت
کی ہین چنانچہ اس سے پہلے چند روایتین نقل کرکے کہتے ہین - اخرج ھذہ الاحادیث
الخمسۃ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی وکان من شیوخ ائمۃ الشیعۃ
و شہودہم استشہد بہ البخاری رح فی کتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب
اس رسالہ مین فرماتے ہین - و این پنج حدیث ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی ابن بابویہ
القمی اخراج کردہ و ابن بابویہ از شیوخ شیعہ و مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود در کتاب
الطب بوی استشہاد کردہ و در حدیثیکہ مضمونش اینست کہ شفا در سہ چیز است حجامت کردن و عسل
خوردن و داغ نہادن گفتہ رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس انتہین آوردہ ست
در کتاب الانساب امام ابوسعد عبدالکریم محمد سمعانی انتہی - **اقول** ہماری ناظر
صحیب اس روایت کو نقل کرکے خوشی سے پہولی نہین سماتی جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہین اللہ
اللہ سیر کیا کچہہ اترائی مین اور کیسا کچہہ نازش و افتخار ہی گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے
ہاتہہ ہی اور بزعم خود مذہب اہلسنت پر کیسی کچہہ خرابی ڈالی مگر یہہ خبر نہین کہ اسی روایت
ہروت بطر و فرح کے بدلی حزن و غمگینی اور نازش و افتخار کے عوض ذلت و شرمندگی نصیب ہوگی
ہم تو کیا عرض کرین اہل انصاف خود دیکہہ لینگی اور انصاف سے بول اوٹہینگی کہ یہہ آپکا ناز و
افتخار بجا ہی یا بیجا اور تعلی و ترفع روا ہی یا ناروا ہمکو سخت افسوس ہی کہ آپنے فصل الخطاب
کو ماقبل و مابعد سے ذرا بہی نہ دیکہا کہ آپکو معلوم ہو جاتا کہ یہہ روایت کس موقع کی ہی اور کس
عبارت سے اسکا ربط ہی اور کس مدعا کی لیے نقل کی گئی ہی اگر آپ تمام کتاب کو ملاحظہ فرماتے
تو مین یقین کرتا ہون آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ مین نقل تک بہی نہ فرماتی

[illegible]

چہ جائیکہ آپ نازو افتخار او سے فرماتے ہین اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کی ہے اور رسالہ مذکور
مین بھی اوسی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسلیے ہم اصل فصل الخطاب ہی کو پیش نظر رکھکر اپنے
جواب ہدیہ کرتے ہین کہ یہہ ترجمہ کے جواب سے بھی مستغنی ہوگا۔ ہمکو ضرورت نہ تھی کہ بجواب اس
روایت کے ہم ابو جعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کی تغلیط و تزئیف کی طرف متوجہ
ہوتے کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہمارے پاس اسکا جواب ہادم بنیان استدلال اور قاطع عرق شبہ
موجود ہے جسکو ہم آئندہ گذارش پیشکش کرینگے لیکن جبکہ ہمارے مجیب صاحب نے بطور دفع
دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ نہ راوی کی تکذیب ممکن ہے
اور نہ روایت کی تغلیط ہو سکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنے مجیب لبیب کو انکی غلطی پر متنبہ
کردین واضح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت بالاتفاق فریقین عدالت
و عدم عدالت اور صدق و کذب رواۃ پر منحصر ہے۔ آپکے شہید ثانی صاحب معالم الاصول
مین تحریر فرماتے ہین ملخصاً عرض کرتا ہون۔ وللعمل بخبر الواحد شرائط کلہا تتعلق بالراوی
الاول التکلیف الثانی الاسلام الثالث الایمان الرابع العدالۃ وھی ملکۃ فی النفس
تمنعہا عن فعل الکبائر والاصرار علی الصغائر ومنافیات المروۃ الخامس الضبط
سی ہذا القیاس آپکو معلوم ہوگا کہ اہلسنت کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار راوی کی اعتبار پر ہے اگر آپنے
شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا
ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہہ ہی فرماتے ہین اور طریق معرفت عدالت کو
چند امور پر موقوف ہے معالم الاصول ہی مین دیکھیے یہ بھی لکھا ہے

لہ خبر واحد پر عمل کرنے کی لیے شرائط ہیں سب متعلق راوی کے ہین پہلی شرط مکلف ہونا ہے دوسری اسلام تیسرا
ایمان چوتھی عدالت اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو کبیرہ گناہونکے کرنے اور صغیرہ گناہون پر اصرار کرنے سے
بچاتا ہے اور مروت کے مخالف باتوں سے باز رکھتا ہے پانچواں ضبط ہے۔ ۱۲

تعرف عدالۃ الراوی بالاختبار بالصحبۃ المتاکدۃ وملازمتہ بحیث تظہر احوالہ ویحصل الاطلاع علی سریرتہ حیث یکون ذلک ممکنا وھو واضح ومع عدمہ باشتہارھا بین العلماء واھل الحدیث وبالقرائن المتکثرۃ المتعاضدۃ وبالتزکیۃ من السالم عمّا ینبغی انتھی نقد الحاجۃ۔

پس جب ہم روایت مذکورہ کے راوی ابوجعفر قمی کی حالات کی طرف تفحص کی نظر سے متوجہ ہو کر دیکھتے ہیں تو اہل حق کے اسماء الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان بھی نہیں پائی عدول وحفاظ میں تو کہاں ضعفاء ومجاہیل میں بھی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب التہذیب مغنی میزان الاعتدال میں کسی میں آپکا ذکر نہیں ہاں متکلمین نے مناظرہ کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی مجملاً و صاف ہی ظاہر کیی ہیں مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ نے صواقع میں اور حضرت خاتم المحدثین علامہ دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہی سو مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ تو امثال کلمہ نراتہ الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپنے خود ہی ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کس درجہ کی تکذیب فرمائی بخاری کی طرف نسبت کرنا کہ اونہی اپنی صحیح میں ابوجعفر قمی سے استشہاد کیا ہی سہو ہے صحیح بخاری اور اسکی شروح بفضلہ تعالیٰ نادر الوجود نہیں جسکا دل چاہے دیکھ لیوی اوسمیں ہرگز ابوجعفر قمی کی استشہاد نہیں بلکہ وہ قمی جس سے امام بخاری نے استشہاد فرمایا ہی اور شخص ہے اور اس قمی کا نام سے قسطلانی میں ہی رواہ القمی بضم القاف وتشدید المیم المکسورۃ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی بن عامر بن ابی العامر الاشعری من اھل قم مدینۃ عظیمۃ حصینۃ و اھلھا شیعۃ وصلہ البزاز

لے راوی کی عدالت اسقدر پختہ صحبت اور ملازمت کے ساتھ آزمائش سے معلوم ہو جاتی ہی کہ اوسکی احوال ظاہر ہو جائیں اور اوسکی چھپی ہوئی حالات پر اطلاع ہو جاوی جسجگہ ممکن ہو اور یہہ امر واضح ہے اور جب یہہ نہو سکی تو عدالت علماء اور اہل حدیث میں شہرت سے معلوم ہوتی ہی۔ اور قرائن سے جو بہت سی ہوں اور باہم ایک دوسری کی تقویت کری۔ اور نیز کسی جانبی اوسکی تزکیہ سے بھی معلوم ہو جاتی ہی ۱۲ سے قمی بضم قاف اور تشدید میم کسورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی بن عامر بن ابی العامر اشعری قم کے لوگوں سے ہے اور قم ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اوسکی باشندے شیعہ تھے ۱۲

اور اسیطرح دوسری شروح مین بہی اسکی تشریح ہی ہوا اس سے ثابت ہوا کہ یہہ ابو جعفر منفرد از مجاہیل
ہی مین نہین بلکہ اہل حق اسکو وضاعین وکذابین مین سے سمجہتی ہین خواجہ پارسا اور شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ
علیہما کی کتابون مین جو یہہ لکہا ہوا ہی کہ بخاری نے اس سے استشہاد کیا اسکو توثیق سمجہنا بالکل غلط اور نقش
بر آب یا لمعان سراب ہی کیونکہ یہہ توثیق نہین بلکہ حکایت ملزوم توثیق سے بلکہ حکایت در
حکایت کیونکہ خواجہ جو انساب سمعانی سے حکایت کرتے ہین اور صاحب انساب بخاری سے
اور ظاہر ہی کہ صحت حکایت محکی عنہ کی موافقت پر موقوف ہی اگر حکایت محکی عنہ کی مطابق ہی
تو حکایت صحیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکی عنہ کی مطابق نہین ہی تو ہرگز قابل اعتبار نہین اور
اسجگہ حکایت ہر دو محکی عنہ کی مطابق نہین بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہو ہی
چکا ہی دوسری حکایت انساب کی نسبت عنقریب واضح خدمت کیا جائیگا - باقی رہا خواجہ صاحب
رحمۃ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر نفس الواقع صحیح ہو اور یہہ جملہ الحاقیہ نہو چنانچہ قرائن اسکے
الحاق پر دال ہین اور ہم عرض خدمت کرین گے باعث کسی حرج یا خوف کا نہین ہی کیونکہ
ہمنی کب دعوی کیا ہی کہ خواجہ صاحب ہر سہو وخطا سے معصوم ہین اگر اونہون نے ایسا لکہا
اونسی خطا ہوئی بحمد اللہ مذہب اہلسنت ایسا محجہ بیضا ہی کہ اوسمین نہ کسیکی غلطی سے احتمال
نقصان ہی اور نہ غلطی کا اتباع کیا جا سکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب وسنت کو قرار دے
رکہا ہی نہ اپنی اپنے سوا کو والحمد اللہ علی ذلک لیکن جب ہم قرائن مین غور کرتے ہین تو
ظن غریب بیقین کے ہوتا ہی کہ خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب مین یہہ عبارت
استشہد بہ البخاری[۱] فی کتاب الطب فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثۃ شرطۃ محجم وشربۃ
عسل وکیۃ بنار رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لیکن کتاب
الانساب للامام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی سے الحاقی ہی کیونکہ اولاً جو جملہ کہ اس عبارت سے

[۱] بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الطب مین اسکے سامنے استشہاد کیا ہی کہ اس حدیث مین جسکا حاصل یہ ہی شفا تین چیزون مین ہی پچھنے کی دہار مین یا شہد پینے مین یا داغ دینے مین
لکہا ہی حدیث یہ کوئی لیث سے اور اوسی مجاہد سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہی اسیطرح امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب انساب مین

پہلی متصل کو ہی وکان من شیوخ الشیعۃ و مشہوریہم اسکی بالکل مخالف منافی ہی کیونکہ وہ جملہ پکار کر کہہ رہا ہی کہ یہہ شخص شیوخ شیعہ اور مشہورین اونکی سے ہی تو قابل رد و انکار ہی محالب الحق کی اصول حدیث کی رسائل مین علی الخصوص شیخ عبد الحق محدث دہلوی عرکی تحریرات مین جا بجا سے مطالعہ فرمایا ہوگا کہ جو شخص متہم بہ بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہی علی الخصوص بدعت تشیع مین باوث ہونا جسکو اہل حق رفض ہی تعبیر فرماتے ہین اوسکا اولی شبہ مسقط اعتبار ہی اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ روایت کی صحت کا مدار صدق راوی پر ہی اور ان حضرات کے نزدیک کذب بالتقیۃ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سے خارج فرماتے ہین تو اونکی صدق و کذب کی حالت ایسی ملتبس و مشتبہ ہوگئی کہ جسمین امتیاز احدہما عن الآخر محال و ممتنع ہوگیا تو جس شخص کے نسبت یہہ کہا گیا کہ یہہ متہم بہ بدعت رفض ہی تو گویا اوس سے یہہ مراد ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہی تو جس شخص کے لیے اذعان و یقین کے ساتھہ یہہ لکھا گیا ہو کہ یہہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہی اور از سرتا پا تشیع مصطلح مین غرق ہی تو اوسپر قیاس کر لینا چاہیے کہ اوسکا سقوط اعتبار کس درجہ مین ہوگا اور جب اوسکا سقوط و عدم اعتبار اسدرجہ پر پونہچا یا گیا تو اب یہہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ جو فی الجملہ وثوق و اعتبار پر دال ہی گویا جواز اجتماع نقیضین کا حکم ہی۔ علاوہ ازین بخاری اور اوسکی شروح عزیز الوجود نہین اور ہر زمانہ مین اسکی یہہ ہی تداول و کثرت رہی ہی چنانچہ خود امام ہی کی اسکی روایت آلاف کی درجہ کو پونہچی تھی اور نیز خواجہ پارسا اپنی کتاب مین بخاری سے روایات نقل فرماتے ہین اور اوسکی بعض شروح سے بھی نقل کرتے ہین تو ایسی حالت مین عقل سلیم ہرگز تسلیم نہین کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ سے ہی بلا مراجعت اصل کتاب کے محض سمعانی کی نقل پر اوسکو اسدرجہ معتبر اور صحیح سمجھین کہ اوسکو اپنی کتاب مین بھی داخل کر دین غرض بہرکیف سیاق و سباق کو دیکھکر اس جملہ کے الحاقی ہونیکا قوی شبہہ پیدا ہوتا ہی۔ معہذا یہہ کہنا کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اور ہرگز رد یا انکار نہین کیا سو یہ غلط ہی کیونکہ جب ما سبق مین بیان ہو چکا تہا کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ اثنا عشریہ مین سے ہی تو اب حاجت اسکی رد و انکار کی باقی نہین رہی کیونکہ اوس سے معلوم ہو چکا تہا کہ جسقدر روایات بواسطہ اس راوی کے جنہین یہ منفرد ہو گا مروی ہونگی وہ قابل اعتبار نہونگی سو فی التحقیق کلام سابق مین اس روایت پر بہی رد و انکار ہو چکا تہا اور نیز بعد ختم روایات اہلسنت سے نقل کیا ہی کہ رد اپنی دعا مین کہا کرتے تہی اللھم العن الرافضۃ فانھم ینھمونا۔ تو اب یہہ صریح رد و انکار نہین آگیا تو پہر تعجب ہی کہ آپ یہہ فرمائین کہ رد و انکار کا اشارہ تک نہین کیا اور بفرض محال اگر یہہ بہی صحیح ہو تاہم ہماری مجیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہہ بات محقق ہو چکی کہ ابو جعفر راوی شیوخ شیعہ سے ہی تو پہر اگر کسی روایت مین استشہاد کیا تو اوس سے جمیع مرویات کی نسبت اعتبار اور وثوق سمجہنا سراسر غلط و زیادتی ہی کیونکہ قاعدہ یہی ہی کہ اگر کسی متہم بہ بدعت کا وثوق و اعتبار بہی ہو تو اوسکی مرویات کا اعتبار مقصور اون ہی روایات تک ہی کہ جن روایات مین اپنی مذہب کیطرف دعوت نہین کی اور جن روایات مین مذہب کیطرف دعوت پائی جاویگی وہ قطعًا واجب الرد والانکار ہونگی سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت مین استشہاد بہی کیا ہی تو یہہ روایت وہ روایت ہی جسمین دعوت اپنی مذہب کیطرف نہین پائی جاتی تو اس روایت سے استشہاد مطلق اوسکی وثوق پر دال نہین اور اس سے اوس روایت کی تصحیح و تقویت نہین ہو سکتی جسکو ہماری مجیب نے اپنا مستدل قرار دے رکہا ہی کیونکہ اوس روایت مین صاف اور صریح اپنی مذہب کیطرف دعوت ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری مجیب نے استدلال فرمایا ہی قابل قبول نہین ہو سکتی۔ لیکن بحمد اللہ تعالے و بحولہ و قوتہ ہمکو اس کے کچہہ ضرورت نہین کہ ہم ابو جعفر کے تکذیب کرین یا روایت کی عدم اعتبار کو اس بناء پر ثابت کرین۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی ماقبل سے دیکہا جاتا ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی

ف یعنی رافضیون پر لعنت فرما کر وہ ہمپر تہمت لگاتے ہین۔ ۱۲

کہ خواجہ پارسا رحمہ نے کچھہ ماسبق سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ اس مدعا کی یہی ضرور تہا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لامحالہ اونکی روایات کو نقل فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ اپنی ماسبق سے بے جوڑ اور بے ربط ہی اور سیاق ہونے کا گمان ہوتا ہی لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے جو موافق روایات اہلسنت کے واقع ہو گئی تو اسلیے اونکو بعدہ ہی چند روایات اہل سنت کو بہی ذکر کرکے پہر اصل بیان کیطرف عود کیا جو کہ مقصود تہا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت شروع کر دیا تو اس سے یہہ سمجہا کہ خواجہ صاحب نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کی تہی سو اسی غلطی سے نشا اس غلطی کا یہہ ہی کہ اول تو یہہ نہیں سمجہے کہ یہہ مذہب شیعہ کا ذکر روایات سے بیان ہو رہا ہی دوسری یہہ غلطی ہوئی کہ جو روایات اثنا میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تہی اونکی نسبت یہہ نہیں خیال کیا کہ یہہ محض بطور جملہ معترضہ کے ہین اوسکی بعد یہہ غلطی ہوئی کہ جب روایات اہل سنت کو ختم کرکے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اوسکو یہہ نہیں سمجہا کہ رجوع الی المقصود ہی بلکہ اپنی دانشمندی سے یہہ سمجہہ گئی کہ خواجہ صاحب نے یہہ اپنا مذہب اور اپنا معتقد بیان کیا ہی حالانکہ یہہ گمان بالکل غلط تہا اب مین تمام عبارت متعلقہ من اولہا الی آخرہا فصل الخطاب کی نقل کرتا ہون اور ناظرین جو اسکے سوداٴت مین عموماً اور اپنی محبت کی خدمتمین خصوصاً گذارش کرتا ہون کہ ذرا ملاحظہ فرماوین اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اطناب و تطویل نہین لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی اسلیے آپ مجکو معاف فرمائینگی — وقال الامام فخر الملة والدین الرازی الغفار رحمة الله فی کتابه المحصل اما الامامیة فالذی استقر علیه رایهم ان الامام بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بن ابی طالب رضی الله عنه ثم ولده الحسن ثم اخوه الحسین

[1] اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل مین فرمایا ہے۔ لیکن جمہور امامیہ کی رای ٹہری ہی یہہ کہ امام بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہین پہر اونکی فرزند حسن رضی اللہ عنہ پہر اونکی بہائی حسین رضی اللہ عنہ ۱۲

ثم ابنه علي زين العابدين ثم ابنه محمد الباقر ثم ابنه جعفر الصادق ثم ابنه موسى
الكاظم ثم ابنه علي الرضا ثم ابنه محمد التقي ثم ابنه علي النقي ثم ابنه الحسن الزكي ثم ابنه محمد
القائم المنتظر رضي الله عنهم اجمعين ولقد كان فيهم كل هذه المراتب اختلافا وروى جعفر
الصادق رضي الله عنه باسناده عن آبائه الكرام رضي الله عنهم عن امير المؤمنين علي رضي الله
عنه انه سئل عن معنى كتاب الله وعترتي من العترة فقال رضي الله عنه انا والحسن والحسين و
الائمة الى المهدي رضي الله عنهم لا يفارقون كتاب الله عز وجل ولا يفارقهم حتى يردوا
على رسول الله صلى الله عليه وسلم حوضه وعن السيد زين العابدين علي بن الحسين عن ابيه رضي الله عنهما عن
سيد الشهداء الحسين بن علي عن امير المؤمنين علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم الائمة بعدي اثنا عشر اولهم انت يا علي واخرهم المهدي الذي يفتح الله سبحانه على يديه
مشارق الارض ومغاربها وفي حديث ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه عن آبائه عن علي
رضي الله عنهم انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنا عشر من اهل بيتي اعطاهم الله عز وجل
فهمي وحكمتي وخلقهم من طينتي فويل للمتكبرين عليهم بعدي وعن وكيع رحمه الله
باسناده عن سيد الشهداء الحسين بن علي رضي الله عنهما انه قال منا اثنا عشر مهديا اولهم
علي بن ابي طالب رضي الله عنهم واخرهم المهدي القائم بالحق يحيي الله تعالى به الارض بعد موتها

ل؎ پھر اونکے فرزند زین العابدین پھر اونکے فرزند محمد باقر پھر اونکے فرزند جعفر صادق پھر اونکے فرزند موسی کاظم پھر اونکے فرزند علی رضا پھر اونکے فرزند محمد تقی پھر اونکے فرزند علی نقی پھر اونکے فرزند حسن زکی پھر اونکے فرزند محمد امام کہ جنکا انتظار ہے خدا ان سب سے راضی ہو اور ان سب کو مرتب کی ہر ایک مرتبہ میں باہم اختلافات ہیں۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے اونکے آبا کرام رضی اللہ عنہم سے جناب امیر سے کہ کتاب اللہ و عترت میں پوچھا کہ عترت کون ہیں فرمایا میں اور حسن اور حسین اور ائمہ مہدی تک رضی اللہ عنہم یہ کتاب اللہ سے جدا نہ ہونگے اور نہ وہ انسے جدا ہوگی یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔ امام زین العابدین سے روایت ہے سید الشہدا امام حسین سے جناب امیر سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد بارہ امام ہونگے اے علی انمین کا اول تم ہو اور انمین کا آخر مہدی ہے جنکے ہاتھ پر مشارق و مغارب زمین کے فتح کریگا۔ امام جعفر صادق کی حدیث میں ہے اونکے آبا کرام کی جناب امیر سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اہلبیت میں بارہ شخص ہیں اللہ تعالی نے انکو میری سمجھ اور میری حکمت عطا فرمائی اور انکو میری مٹی سے پیدا کیا پس ہلاکت ہو اونپر جو میرے بعد انپر تکبر کریں اور وکیع سے روایت ہے سید الشہدا امام حسین سے مروی ہے فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں پہلے علی بن ابی طالب اور پچھلا مہدی حق کا قائم کرنے والا اوسکے سبب سے اللہ تعالی نے زمین کو آباد کریگا ۔۱۲

ويظهر به دين الحق على الدين كله ولو كره المشركون وعن ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهديا مضى ستة وبقي ستة ويضع الله تعالى في السادس ما احب اخرج هذه الاحاديث الخمسة ابو جعفر محمد بن علي بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي وكان من شيوخ الشيعة ومشهوريهم استشهد به البخاري رحمه الله في كتابه في كتاب الطب فقال في حديث الشفاء في ثلاثة شرطة محجم وشربة عسل وكية نار رواه القمي عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما كذا في كتاب الانساب للامام ابي سعد عبد الكريم بن محمد السمعاني رحمه الله وقد اخرج ابو جعفر القمي هذا باسناده عن جابر بن سمرة رضي الله عنه انه قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول ان هذا الامر لن ينقضي حتى يملك اثنا عشر خليفة كلهم فقال كلمة خفية لم افهمها قلت لابي ما قال فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم من قريش وفي رواية كلهم يعمل بالهدى ودين الحق وفي رواية وليس بعزيز ان يجمع الله تعالى هذه الامة يوما او نصف يوم وان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون وحديث جابر بن سمرة رضي الله عنهما اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابو داود رحمهم الله وقد مضى عن قريب روايات هذا الحديث وتابعه وبلاغه وعن ابي جعفر القمي هذا باسناده عن علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخير والشر والخير والشر والثلاث انما مثل امتي كمثل غيث لا يدرى

ك اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کریگا اگرچہ مشرکوں کو برا لگے ك ٢ امام جعفر صادق سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں چھ گزر چکے اور چھ باقی ہیں اور اللہ تعالی چھٹے میں جو چاہیگا رکھیگا۔ ان پانچوں حدیثوں کی تخریج ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی نے کی اور وہ شیعہ کے شیوخ اور انکی شہرت یافتوں میں سے ہے۔ بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الطب میں انکی ساتھ استشہاد کیا ہے اور اس حدیث میں مضمون یہ ہے کہ شفا تین چیزوں میں ہے۔ سینگی لگانا شہد پینا آگ سے داغ دینا کہا ہے کہ اسکو قمی نے لیث سے اور اس نے مجاہد سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اسیطرح امام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب الانساب میں ہے اور اس قمی نے اپنی سند سے جابر بن عبد اللہ سے تخریج کی ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا آپ فرماتے تھے یہ امر تمام نہو گا یہانتک کہ بارہ خلیفہ مالک ہونگے انکے سب قریش سے ہونگے اور ایک روایت میں ہے سبکے سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دشوار نہیں ہے کہ خدا تعالی اس امت کو ایک دن یا آدھا دن اکٹھا کر دے اور دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری گنتی کے موافق ہزار برس کے برابر ہے اور جابر بن سمرہ کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داود نے تخریج کی ہے۔ اور عنقریب اسکی روایات اور بلاغات گذر چکی ہیں اور اسی ابو جعفر قمی سے بواسطہ اسکی اسناد کے جناب امیر سے

اولا خيرٌ ام آخره وكيف يهلك امة انا اولها وانا من خليفة من بعدي والمسيح عيسى بن
مريم آخرها ... كتاب نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول صلى الله عليه وسلم تاليف
الشيخ الامام العارف الولي ابي عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي قدس الله
روحه ونور ضريحه في الاصل الرابع والعشرين والمائة حدثنا الحسين بن عمر بن شقيق
قال حدثنا ابان بن طريف عن مكحول عن ابي الدرداء رضي الله عنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خير امتي اولها وآخرها وفي وسطها الكدر حدثنا صالح بن عبد الله
قال حدثنا عيسى بن ميمون التيمي عن بكر بن عبد الله المزني عن ابن عمر رضي الله عنهما
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خير ام آخره اخبرنا صالح
لا ... عن ثابت البناني عن انس رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله حدثنا الفضل
بن محمد حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلمة الدمشقي ثنا ابي ثنا عبد الملك بن هارون
الازرقي الواسطي عن ابي يونس مولى ابي هريرة رضي الله عنه عن عبد الرحمن بن سمرة قال
بعثني خالد بن الوليد بشيرا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مؤتة فلما دخلت
عليه قلت يا رسول الله فقال على رسلك يا عبد الرحمن اخذ اللواء زيد بن حارثة
فقاتل زيد حتى قتل رحم الله زيدا ثم اخذ اللواء جعفر فقاتل جعفر حتى قتل رحم الله

سلہ اسکا اول بہتر ہے یا آخر اور وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی کہ جسکی اول میں ہوں اور میرے بعد میرے ... مسیح ابن مریم آخر
میں ہیں اور یہ کتاب نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول کی ہے تصنیف امام ابی عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ
[illegible] ... روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت
اول اور آخر اسکا بہتر ہے ... اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
امت کی مثال مینہ کی ہے کہ نہیں جانا جاتا کہ اسکا اول بہتر ہے یا آخر اور بواسطہ انس ... رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اسکی مروی ہے اور عبد الرحمن بن سمرہ سے ... روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھکو جنگ موتہ کے اندر
... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جب میں ... عرض کیا یا رسول
اللہ فرمایا اے عبد الرحمن ... زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالی زید پر رحمت
کرے پھر جعفر نے جھنڈا لیا ... یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالی جعفر پر رحمت کرے ۔۔ ۱۲

اخذ اللواء عبد الله فقاتل فقتل رحمہ الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله لخالد
فخالد سیف من سیوف الله فبکی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وهم حوله
فقال ما یبکیکم فقالوا وما لنا لا نبکی وقد قتل خیارنا واشرافنا واهل الفضل منا
قال لا تبکوا فانما مثل امتی مثل حدیقة قام علیها صاحبها فاجتث رواکیبها
وهیاء مساکنها وحلق سعفها فاطعمت عاما فوجا ثم عاما فوجا ثم عاما فوجا فلعل اخرها
طعما یکون اجودها قنوانا واطولها شمراخا والذی بعثنی بالحق لیجدن ابن مریم فی
امتی خلفا من حواریه حدثنا علی بن سعید بن مسروق الکندی قال حدثنا عیسی بن
یونس عن صفوان بن عمرو السکسکی عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر الحضرمی قال لما اشتد
جزع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی من اصیب مع زید بن حارثة یوم مونة
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیدرکن المسیح من هذه الامة اقوام انهم لمثلکم
او خیر منکم ثلاث مرات ولن یخزی الله تعالی امة انا اولها والمسیح اخرها قال ابو عبد الله
رحمه الله فمن الله سبحانه علی هذه الامة خصوصا ثم عدد المنة فقال كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ
أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ والموصوف
بالسطة هو الموصوف بالعدل لا یمیل الی افراط ولا الی نقصان فالمیزان لسانه فی وسطه

سلہ پھر عبد اللہ نے جھنڈا لیا اور لڑکر مقتول ہوا اللہ تعالیٰ عبد اللہ پر رحمت کرے پھر خالد نے جھنڈا لیا پس اللہ نے خالد کو فتح دی خالد اللہ کی تلواروں سے ایک تلوار ہے پس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور وہ آپکے گرد تھے آپنے پوچھا تم کیوں روتے ہو عرض کیا ہم کیونکر نہ روئیں حالانکہ ہماری بہتر اور شرافت اور بزرگی والے مقتول ہوئے فرمایا مت روؤ کیونکہ میری امت کی مثال مثل اوس باغ کی ہے کہ اوسکا مالک اوسکی اصلی کہڑا ہوا اور اوسکی کہجور کے تنہ میں سے دوسری کہجور نکلی ہوئی کو اوکہاڑا اور اوسکی رہنے کے جگہ کو تیار کیا اور اوسکی شاخون کو برابر کیا پس دنی ایک سال ایک جماعت کو پھل دیا پھر دوسری سال اور جماعت کو پھر تیسری برس اور جماعت کو پس شاید پچھلے پھل والا عمدہ خوشون والا اور لمبی شاخون والا ہو پس اوس ذات کی قسم جس نے مجھکو حق کے ساتھ بھیجا ہے ابن مریم میری امت مین اپنی حواریین کا جانشین پائیگا ۔ عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے جبکہ جنگ موتہ کے دن انپر جو زید بن حارثہ کی ساتھ شہید ہوئے تھے صحابہ کا واویلا سخت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا اس امت کی بعض لوگ عیسی بن مریم کو ملینگے وہ تم جیسے یا تمسے بہتر ہونگے اور اللہ تعالیٰ اوس امت کو رسوا نہین کریگا جسکا اول مین اور آخر مین مسیح ہوگا ۔ ابو عبد اللہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصا احسان کیا پھر احسان گنایا اور فرمایا تم بہتر امت ہو جو لوگونکی لیے نکالی گئی ہے ۔ اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ بہتر تاکہ تم لوگون پر گواہ ہو اور جو وسط ہونے کے ساتھ موصوف ہے وہی عدل کے ساتھ موصوف ہے جو افراط و تفریط کی طرف مائل نہو پس ترازو کا کانٹا اوسکی بیچ مین ہوتا ہے ۔ ۱۲

وباستواء الطرفين والكفتين يستوى لسان الميزان ويقوم الوزن فجعلت اوائل هذه
الامة واواخرها ممن يهدون بالحق وبه يعدلون فجعل اولها واخرها ككفتى الميزان
يستويان وما بينهما من الكدر والتمج والعوج كلسان الميزان يستقيم ولا يميل هكذا
وهكذا اما استواء الكفتين فمعناه ان يجىء هذا الوسط بين الكفتين فاذا ان مال
الوسط الى اى الجانبين مال الى ركن وشق فغير استواء هاتين الكفتين اعوجاج هذا
الوسط وتجيء الامرى ان عمهم فقال وكذلك جعلنا كرامة وسطا اى عدلا وفى وسط
الامة اعوجاج فكما كان فى استواء الكفتين استقامة اللسان فكذلك فى استواء اوائل
هذه الامة واواخرها يقوم الوسط فلا يهلك وقد جاء فى الخبر انه سيظهر العلم فى اخر الزمان
ويقبل الناس على امر الله سبحانه حتى يتم حجة الله على عباده وقد احتج ابو جعفر القمى المذكور فى
علامات الامام وذكر فضل الامام عن الرضا رضى الله عنه انه قال للامام علامات يكون
اعلم الناس واحكم الناس واحلم الناس واتقى الناس واسخى الناس واشجع الناس
واعبد الناس ويولد مختونا ويكون مطهرا ويرى من خلفه كما يرى من بين يديه واذا وقع
على الارض من بطن امه وقع على راحتيه رافعا صوته بالشهادتين ولا يحتلم وينام عينه ولا
ينام قلبه ويكون محدثا ويستوى عليه درع رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون عنده

ف ١ اور دونوں پلڑوں کی برابری سے کانٹا بھی برابر رہتا ہے اور وزن بھی برابر رہتا ہے پس اس امت کی پہلی و پچھلی وہ لوگ کئے گئے جو حق سے راہ بتاتے
ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں پس اسکی اول و آخر کو مثل ترازو کے دونوں پلڑوں کے جو برابر رہتے ہیں اور انکی درمیان میں کدورت اور کجی ہو
جیسے ترازو کا کانٹا سیدھا رہتا ہے اور جھکتا نہیں اور ایسے ہی ... دونوں پلڑوں کی برابری ... کسی طرف جھکا ہوا ...
... کسی طرف مائل ہوگا تو ... کی طرف مائل ہوگی ... تو ان دونوں
پلڑوں کی ناہمواری ... درمیان کی کجی ہے ... (اسطرح گیا ہی تم کو ... گروہ)
حالانکہ وسط امت میں کجی ہے ... جس طرح پلڑوں کی برابری میں کانٹے کی ہمواری حاصل ہوتی ہے اسیطرح اس امت کے پہلوں
و پچھلوں کی صلاحیت سے وسط کا قیام رہیگا تو وہ ہلاک نہوگا اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں علم ظاہر ہوگا اور لوگ اللہ کی
دین کیطرف متوجہ ہونگے یہاں تک کہ اللہ کی حجت اسکے بندوں پر پوری ہو ... ابو جعفر قمی مذکور نے علامات امام میں تخریج کی ہے
اور امام کی بزرگی امام رضا رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں امام کے لیے نشانیاں ہیں وہ یہ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہو اور سب سے
زیادہ حاکم اور سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع ہو اور سب سے زیادہ عابد ہو ختنہ شدہ پیدا ہو
جیسا سامنے سے دیکھتا ہے پیچھے سے بھی دیکھے اور جب ... زمین پر ... کلمہ شہادتین پکار کر کہتا ہوا ... آدمی ... محتلم ہو اور
... سوتی دل بیدار رہے ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ... برابر آتی ہو اور اسکے پاس ...

سلاح رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيفه ذو الفقار ويكون عنده مصحف فاطمة رضي الله عنها ويكون عنده صحيفة فيها اسماء محبينا الى يوم القيمة ولا يرى له بول ولا غائط لان الله تعالى قد وكل الارض بابتلاع ما يخرج عنه ويكون رائحته اطيب من رائحة المسك ويكون اولى الناس منهم بانفسهم واشفق عليهم من ابائهم وامهاتهم ويكون اشد الناس تواضعا لله تعالى ويكون اخذ الناس بما يأمر به واكف الناس عما نهى عنه ويكون دعاؤه مستجابا حتى انه لو دعا على صخرة لانشقت بنصفين ويكون مويدا بروح القدس بينه وبين الله تعالى عمود من نور يرى فيه اعمال العباد وكلما احتاج اليه يبسط له فيعلم ويقبض عنه فلا يعلم والامام يولد ويلد ويصح ويمرض وياكل ويشرب وينكح وينام ويفرح ويحزن ويضحك ويبكي ويموت ويقبر ويزار ويحشر ويوقف ويعرض ويسأل ويكرم ويشفع ودلالته في خصلتين في العلم واستجابة الدعوة والائمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم قتلوا بالسيف او السم ويجري ذلك عليهم على الحقيقة لا كما يقول الغلاة عليهم اللعنة فانهم يقولون انهم لم يقتلوا على الحقيقة وانه شبه على الناس امرهم فكذبوا عليهم غضب الله عز وجل فانه ما شبه امر احد من انبياء الله سبحانه واوليائه للناس الا امر عيسى بن مريم عليهم الصلوة والسلام لانه رفع من الارض حيا وقبض روحه بين السماء والارض ثم رفع الى السماء ورد

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتیار ہون اور اوسکی تلوار ذو الفقار ہو اور اوسکے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف ہو اور اوسکے پاس ایک ایسا صحیفہ ہو جسمین اونکے محبین کے نام ہون جو قیامت تک ہونگے اور اوسکا پیشاب پاخانہ کوئی نہ دیکھ سکے کیونکہ اوسکے فضلات کی نگہبانی پر زمین مقرر ہے اور اوسکی خوشبو مشک سے اچھی ہو اور لوگون کا اونکی جانون سے زیادہ اولی ہو اور انکے مان باپ سے زیادہ اون پر مہربان ہو اور اللہ کے سامنے سب سے زیادہ عاجزی کرنے والا ہو اور جسکا حکم کرے خود اوسپر سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہو اور جن باتون سے منع کرے خود سب سے زیادہ اونسے بچنے والا ہو اور اوسکی دعا یہانتک مستجاب ہو کہ اگر پتھر پر دعا کرے تو بیچ سے دو ٹکڑے ہو جائے۔ اور روح القدس کے ساتھ موید ہو اور اوسکے اور اللہ تعالے کے بیچ نور کا ایک ستون ہو جسمین بندونکے اعمال اور جسکی ضرورت ہو دیکھ لیا کرے۔ گاہے اوسکے لیے بسط ہوتا ہے پس جان لیتا ہے اور کبھی قبض ہوتا ہے پس نہین جانتا۔ امام پیدا ہوتا ہے اور اوس سے اولاد ہوتی ہے اور تندرست ہوتا ہے اور بیمار ہوتا ہے اور کھاتا ہے اور پیتا ہے اور نکاح کرتا ہے اور سوتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور روتا ہے اور مرتا ہے اور دفن ہوتا ہے اور زیارت کیا جاتا ہے اور (قیامت مین) اوٹھایا جائیگا اور ٹھیرایا جائیگا اور پیش کیا جائیگا اور سوال کیا جائیگا اور اکرام کیا جائیگا اور شفاعت قبول کیا جائیگا اور اوسکی ولایت دو خصلتون علم اور قبولیت دعا مین ہے۔ اور امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تلوار سے قتل ہوئے اور یہ مقتول ہونا واقعی ہے نہ جیسا غالی شیعہ کہتے ہین خدا تعالی اونپر لعنت کرے وہ کہتے ہین کہ وہ لوگ مقتول نہین ہوئے بلکہ لوگونکو اونکا اشتباہ ہوگیا جھوٹے ہین وہ جو ایسا کہتے ہین خدا کا اونپر غضب ہو کیونکہ انبیا اور اولیا مین سے بجز عیسی بن مریم کے کسیکا اشتباہ نہین ہوا وہ زندہ زمین سے اوٹھایا گیا اور اوسکی روح زمین و آسمان کے بیچ مین کھینچ لی گئی۔ پھر آسمان پر بلند کیا گیا اور اوسکی روح اوسکو واپس دی گئی۔

عليه روحه وذلك قول الله عز وجل اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الي الآية [۱]

ان الامام اجل قدرا واعظم شانا من ان يبلغها الناس بعقولهم او ينالوهم بآرائهم الامام مخصوص

بالفضل كله من غير طلب منه ولا اكتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب تحيرت الحكماء

وتقاصرت الاولياء وعجزت الادباء وحصرت البلغاء عن وصف شان من شؤونه او فضيلة

من فضائله يؤتيه الله عز وجل من مخزون علمه وحكمه ما لا يؤتي غيره وعن الرضا رضي

الله عنه انه قال ان سرك ان تلقى الله عز وجل ولا ذنب عليك فزر الحسين رضي الله عنه ان

بكيت على الحسين رضي الله عنه ثم سالت دموعك على خديك غفر الله تعالى لك كل ذنب وان سرك

ان يكون لك من الثواب مثل ما لمن استشهد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته وهم

ما لهم في الارض شبيه فقل متى ما ذكرته يا ليتني كنت معهم فافوز فوزا عظيما ولقد

نزل الى الارض من الملائكة اربعة الاف لنصره لم يؤذن لهم فهم عند قبره شعث غبر الى ان

يقوم القائم رضي الله عنه فيكونون من انصاره وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها

فقال دفنت في بيتها فلما زادوا في المسجد صار قبرها في المسجد وعن الرضا رضي الله عنه انه قال

من شد رحله الى زيارتي استجيب دعاؤه وغفرت له ذنوبه من زارني في تلك البقعة كان

كمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والف عمرة مقبولة

ل اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجکو دنیا سے لیلونگا اور اپنی طرف اٹھالونگا) بیشک امام باعتبار رتبہ کی بڑا اور عظیم الشان کا ہے اس سے کہ لوگ اسکو اپنی عقلوں سے پہنچ سکیں اور اسکو رایوں سے پا سکیں امام پوری بزرگی کے ساتھ مخصوص ہے بدوں طلب کرنے کے بلکہ مفضل وہاب کی طرف سے مخصوص ہے اسکے احوال میں سب کیحال اور اسکی فضائل سے ایک فضیلت کے وصف سے حکما حیران اور ولی قاصر اور ادیب عاجز اور فصیح گونگے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی علم و حکمت کی خزانہ سے جسقدر اسکو دیتا ہے دوسری کو نہیں دیتا اور امام رضا سے مروی ہے فرمایا اگر تجکو پسند آوے کہ خدا سے ملے اور تجپر کوئی گناہ نہو تو امام حسین کی زیارت کر اور اگر تو حسین پر روئے اور تیرے آنسو رخساروں پر بہیں اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہ بخش دیگا اور اگر تجکو خوش لگے کہ تجکو بھی اسقدر ثواب ملے جسقدر کہ ملا ہے ان کو جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ انکی اہل بیت سے شہید ہوئے جنکا روئے زمین پر اونکا مشابہ نہیں تو تو یہہ کہہ جب میں حسین کو یاد کروں۔ یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزا عظیما اور زمین پر چار ہزار فرشتے اونکی مدد کی لیے نازل ہوئے لیکن اونکو اجازت نہوئی پس وہ اونکی قبر کے پاس پراگندہ و سر غبار آلودہ قائم رضی اللہ عنہ کی قیام تک رہینگے وہ اونکی مددگاروں سے ہونگے اور کسی نے امام رضا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو پوچھا فرمایا اپنی گھر میں دفن ہوئیں اور جب مسجد میں بڑہایا اونکی قبر مسجد میں ہوگئی اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو شخص میری زیارت کی نیت کی جاوے اوسکی دعا قبول ہو اور اوسکی گناہ معاف ہوں اور جو شخص اوس جگہ میری زیارت کرے گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور اوسکی لیے ہزار حج مقبول اور ہزار عمرہ مقبول کا ثواب لکھا جاویگا ۱۲۔

وكنت انا وابائی شفعاؤه يوم القيمة وهذه البقعة روضة من رياض الجنة ومختلف
الملائكة لا يزال فوج ينزل من السماء وفوج يصعد الى ان ينفخ في الصور وعن رسول الله صلى
الله عليه وسلم انه قال سيدفن بضعة منی بارض خراسان ما زارها مكروب الا نفس
الله تعالى كربته ولا مذنب الا غفر الله تعالى ذنوبه وعن الرضا رضی الله عنه من زارنی وهو
على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه وعن الرضا رضی الله عنه من زارنی عارفا بحقی غفر الله
تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تاخر وعن الرضا رضی الله عنه من زارنی فی غربتی كان معی
فی درجتی يوم القيمة مغفورا له وعن علی بن محمد بن الرضا رضی الله عنهم انه قال من زار الرضا
فاصابه فی الطريق قطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار وعن علی بن محمد الرضا
رضی الله عنهم انه قال من كانت له الى الله عز وجل حاجة فليزر قبر جد الرضا رضی الله عنه وهو
على غسل وليصل عند راسه ركعتين وليسأل الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل
فی ماثم او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من بقاع الجنة لا يزورها مؤمن الا
اعتقه الله تعالى من النار وادخله دار القرار وعن الصادق رضی الله عنه انه قال من
زار واحدا من الائمة فكانما زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل للرضا رضی الله عنه
علمنی قولا بليغا كاملا اذا زرت واحدا منكم فقال اذا صرت الى الباب فقف واشهد

ك۱ اور قیامت میں میں اور میری آبا اوسکی شفیع ہونگی اور یہہ جگہ جنت کی باغوں میں سے ایک باغ ہے اور فرشتوں کے آمدورفت کی جگہ ہے نفخ صور تک ہمیشہ ایک جماعت فرشتوں کی اوتریگی اور ایک چڑہیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی فرمایا عنقریب میرا لخت جگر خراسان میں دفن ہوگا جو غمزدہ اوسکی زیارت کریگا خدا اوسکی سختی دور کردیگا اور جو گنہگار اوسکی زیارت کریگا اوسکی گناہ معاف کریگا۔ امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا جو شخص نہاکر میری زیارت کری اپنی گناہوں سے ایسا پاک ہوجائیگا۔ جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی دن تہا امام رضا رضہ سے مروی ہی جو شخص میرا حق سمجھکر میری زیارت کریگا اوسکی پہلی پچہلے گناہ خدا تعالی بخشیگا۔ امام رضا رضہ سے مروی ہی جو شخص میری غربت میں میری زیارت کریگا قیامت کی دن میری ساتھہ میری درجہ میں بخشا ہوا ہوگا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہی فرمایا جس شخص نے امام رضا کی زیارت کی اور رستہ میں اوسکو آسمان سے مینہ کا قطرہ پہنچ گیا اللہ تعالے اوسکی بدن کو آگ دوزخ پر حرام کردیگا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہی فرمایا جسکو خدا کیطرف کوئی حاجت ہوچاہی کہ نہا کر امام رضا کی قبر کی زیارت کری اور سر کے متصل دو رکعتیں پڑہی اور اللہ سے حاجت مانگی تو اوسکی دعا قبول ہوگی جبتک کہ گناہ اور قطع رحم کے دعا نہ کری اور اوسکی قبر کے جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہی جو مومن اوسکی زیارت کریگا اللہ اوسکو آگ سے آزاد کریگا اور اوسکو جنت میں داخل کریگا۔ امام صادق رضہ سے مروی ہی فرمایا جس نے کسی امام کی زیارت کی گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ امام رضا رضہ سے کسی نے کہا کہ مجھکو کوئی بلیغ کامل کلمہ سکہا دیجیے کہ میں آپکی زیارت کے وقت پڑہوں فرمایا جب دروازہ پر جاوی تو ٹہر اور پڑہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

الشهادتين وانت على غسل[ل] واذا دخلت ورأيت القبر فقف وقل الله اكبر الله اكبر
ثلاثين مرة ثم امش قليلا وعليك السكينة والوقار وقارب بين خطاك ثم قف و
كبر الله عز وجل ثلاثين مرة ثم ادن من القبر وكبر الله عز وجل اربعين مرة تمام مائة مرة
ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الرسالة ومختلف الملائكة ومهبط الوحي وخزان العلم
ومنتهى الحلم ومعدن الرحمة واصول الكرم وقادة الامم وعناصر الابرار ودعائم
الاخيار وابواب الايمان وامناء الرحمن وسلالة النبيين وعترة صفوة المرسلين صلى الله عليه
وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على ائمة الهدى ومصابيح الدجى واعلام التقى وذوي
الحجى والنهى ورحمة الله وبركاته السلام على محال معرفة الله تعالى السلام على مساكن ذكر الله
تعالى ومساكن بركة الله تعالى ومعادن حكمة الله تعالى سر الله عز وجل وحملة كتاب الله عز و جل
وورثة رسول الله صلى الله عليه وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على الدعاة الى الله عز و
والادلاء على مرضات الله عز وجل والمظهرين لامر الله عز وجل ونهيه والمخلصين في توحيد
الله سبحانه ورحمة الله وبركاته اني مستشفع الى الله تعالى بكم ومقدمكم امام طلبتي وارادتي ومسألتي
وحاجتي اشهد الله سبحانه اني مؤمن بسركم وعلانيتكم واني ابرأ الى الله عز وجل من عدو

ل اور تو نہایا ہوا ہو جب اندر جائے اور قبر دیکھے تو ٹھہر اور تیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ پھر تھوڑا سا تسکین و وقار کے ساتھ چل اور چھوٹے
قدم رکھ پھر ٹھہر اور تیس مرتبہ تکبیر پڑھ پھر قبر کے قریب ہو اور چالیس مرتبہ تکبیر پڑھ یہ پوری سو مرتبہ ہو گئی پھر کہہ تم پر سلام ہو
اے اہل بیت رسالت اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور وحی کے نزول کی جگہ اور علم کے خزانچی اور حلم کے ختم ہونے کی جگہ اور رحمت کی
کان اور کرم کے اصل اور ستون کے سردار اور نیکوں کے عنصر اور بہتروں کے ستون اور ایمان کے دروازے اور خدا کی امانت دار اور انبیاء کے
خلاصہ اور رسولوں کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اوپر ائمہ ہدی اور اندھیروں کے چراغ اور تقویٰ کے
جھنڈے عقل و ہوش والے اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے
مساکن پر سلام اور اللہ کی حکمت کے معادن اور اللہ کی کتاب کے اٹھانے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں پر سلام
اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانے والوں پر اور اللہ کی رضا کی طرف راہ بتانے والوں پر اور اللہ کی امر و نہی کے ظاہر کرنے
والوں پر اور اللہ کی توحید میں خالص والوں پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں میں اللہ کی جناب میں تمہاری شفاعت چاہتا ہوں
اور اپنی طلب اور سوال اور ارادہ اور حاجت سے آگے تم کو پیش کرتا ہوں میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری ظاہر و باطن
[illegible]

آل محمد من الجن والانس وصلى الله على محمد واله الطاهرين وسلم تسليما وعن الرضا
رضي الله عنه وعن ابائه رضي الله عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قيل له يا رسول الله متى يخرج
القائم من ذريتك فقال صلى الله عليه وسلم مثله مثل الساعة لا يجليها لوقتها الا هو
ثقلت في السموت والارض لا تاتيكم الا بغتة وبرواية اهل البيت في صفة المهدي
رضي الله عنه يحكم بالعدل ويامر به يخرج من تهامة يصدقه الله عز وجل في قوله ويصدق
الله عز وجل يجمع الله تعالى له من اقصى البلاد على عدة اهل بدر ثلثماية وثلثة عشر رجلا
معه صحيفة مختومة فيها عدد اصحابه باسمائهم وبلادهم وحلاهم له علم اذا حان وقت
خروجه انتشر ذلك العلم وانطقه الله عز وجل وناداه العلم اخرج يا ولي الله وله
سيف مغمد فاذا حان وقت خروجه اقتلع ذلك السيف من غمده وانطقه الله عز وجل
وناداه السيف اخرج يا ولي الله فيخرج ويقيم حدود الله ويحكم بحكم الله عز وجل جبرئيل
عليه السلام عن يمينه وميكائيل عليه السلام عن يساره طوبى لمن لقيه وطوبى لمن احبه وطوبى لمن قال
به وعن ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهديا مضى ستة
وبقي ستة ويضع الله عز وجل في السادس ما احب ومما قيل في مرثية الرضا رضي الله عنه

سلہ اور ہین آل محمد کی دشمن سب خواہ جن ہو یا انسان اللہ کی طرف بیزار ہون اور رحمت ہو اللہ کی محمد پر اور اوسکی اولاد طاہرین
پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور اونکی آبا سے روایت ہی کہ کسینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچھا یا رسول اللہ آپکی اولاد سی قائم کب
ظہور فرماویگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکی مثال قیامت کی ہی وہی ظاہر کریگا اوسکو اوسکی وقت پر بہاری ہی آسمانون مین
اور زمینون مین تمہاری پاس نہین آئیگی مگر ناگہان۔ اور اہلبیت کی روایت سے ہی مہدی رضی اللہ عنہ کی صفت مین کہ وہ انصاف کریگا
حکم کریگا۔ تہامہ کی زمین سے نکلیگا اللہ تعالے اوسکی قول کی تصدیق کریگا اور وہ اللہ تعالے کی تصدیق کریگا اللہ تعالی اوسکی پاس اقصی
بلاد سی تین سو تیرہ آدمی بقدر تعداد اہل بدر کے اکٹھی کریگا اور اوسکی پاس ایک مہری صحیفہ ہوگا جسمین اوسکی اصحاب کی تعداد اور
انکی نام اور انکی شہر اور انکی حلیے اور اوسکا علم ہوگا جب اوسکی ظہور کا وقت قریب آئیگا تو یہہ علم منتشر ہوگا اور اللہ تعالی اوسکو گویا کریگا اور
پکاریگا ای ولی اللہ نکل اور اوسکی تلوار میان میں ہی جب اوسکی خروج کا وقت قریب ہوگا وہ تلوار اپنی میان سی نکلیگی اور اللہ تعالے اوسکو گویا
کریگا اور تلوار اوسکو پکاریگی ای ولی اللہ نکل پہر نکلیگا اور اللہ کی حدود قائم کریگا اور اللہ تعالی کے حکم کے ساتھہ حکم کریگا جبرئیل علیہ السلام
اوسکی داہنی اور میکائیل علیہ السلام اوسکی بائین ہوگا مبارک ہو جو اوس سی ملا مبارک ہو جسنی اوسکو دوست رکھا گروہ ہو جو اسکا قائل ہوا
امام ابو عبد اللہ جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا ہم مین بارہ مہدی ہین چھہ گذر چکی اور چھہ باقی رہی اور اللہ تعالے چھٹی مین جو چاہیگا
دیگا۔ امام [illegible] کے مرثیہ مین کسینی کہا ہے۔

اشعار قبر بطوس به اقام امام + حتم الیه زیارة و لمام + قبر سنا انواره
یجلو العمی + و بتربه قد یدفع الاسقام + قبر اذا حل الوفود بربعه + رحلوا
وحطت عنهم الآثام + ارواحکم موجودة اعیانها + ان غن عیون غیبت اجسام +
تربة الرضا رضی الله عنه بطوس مبارکة کان یستشفی بها الناس وعن بعض وزراء خوارزم
انه اصابه البرص فدعا الله تعالی عندها فشفاه الله سبحانه فعمر ذلك الوزیر فیها عمارة
انفق فیها قریبا من عشرة آلاف دینار وعن بعض کبار اهل البیت انه کان یقول فی
دعائه **اللهم العن الرافضة فانهم یتهموننا** وعن زین العابدین
علی بن الحسین رضی الله عنهما انه قال له رجل کیف منزلة ابی بکر وعمر رضی الله
عنهما من النبی صلی الله علیه وسلم فقال کمنزلتهما الیوم وعن زین العابدین رضی الله عنه انه
قال اقرب ما یکون العبد من غضب الله عزوجل اذا غضب ومن کلامه رضی الله عنه العافیة
ملك خفی ومن کلامه قنوطك اعظم من ذنبك ومن روایته رضی الله عنه یقول
الله عزوجل اذا عصانی من خلقی من یعرفنی سلطت علیه من خلقی من لا یعرفنی ومن کلامه
رضی الله عنه یا اهل العراق احبونا حب الاسلام فما زال حبکم بنا حتی صار علینا عارا وعن
شیعتنا انا لا نغنی عنهم من الله سبحانه شیا وان ولایتنا لا تنال الا بالورع

ل مرتبہ طوس میں قبر ہے جس میں امام مقیم ہے - اوسکی زیارت اور اوسکی طرف قریب رہنا ہے - قبر کی اوس کی روشنی سے اندھے بینا ہوتے ہیں - اور اوسکی مٹی سے بیماریاں
دور ہوتی ہیں - ایسی قبر ہے جب قافلے اوسکے صحن میں اترتے ہیں - کوچ کرتے ہیں اور گناہ اونکے دور ہو جاتے ہیں تمہاری ارواح اعیانها موجود ہیں اگر
تمہاری آنکھوں سے جسم غائب ہو گئے - امام رضا کی تربت طوس میں مبارک ہے لوگ اوس سے شفا طلب کرتے ہیں - بعض وزرا خوارزم سے حکایت ہے کہ اوسکو
برص کی بیماری ہوگئی اوس نے وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پس اللہ تعالیٰ نے اونکو شفا دی اور وزیر نے دس ہزار دینار خرچ کرکے ایک عمارت
بنوائی - بعض کبار اہل بیت سے مروی ہے کہ وہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے الٰہی **رافضیوں پر لعنت** فرما کہ وہ ہمپر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں
زین العابدین علی بن حسین سے مروی ہے کسی شخص نے اونسے کہا کہ آپکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کیا رتبہ تھا
فرمایا جیسا آج اونکا مرتبہ ہے - امام زین العابدین سے مروی ہے فرمایا غصہ کے وقت بندہ اللہ کے غصہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے
آپکے کلام میں سے ہے عافیت پوشیدہ بادشاہت ہے - آپکے کلام میں سے ہے تیری ناامیدی تیرے گناہ سے بڑھکر ہے اور آپکی روایت ہے کہ
اللہ عزوجل فرماتا ہے - جب میری مخلوق میں سے میری نافرمانی وہ کرتا ہے جو مجھکو پہچانتا ہے تو اوسپر اپنی مخلوق میں سے
اوسکو مسلط کرتا ہوں جو مجھکو نہیں پہچانتا ہو - اور آپکے کلام میں سے ہے اے عراق والو ہمکو دوست رکھو بقدر اسلام کی محبت
تمہاری محبت ہمپر عار ہو گئی ہماری شیعوں کو ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ سے کچھ کفایت نہیں کر سکتی اور ہماری ولایت بغیر پرہیزگاری

اب اہل علم و انصاف اس عبارت مین بنظر تامل ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ اول خواجہ پارسا نے مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اوسکی بعد اونکی روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور اون روایات کی مخرج کی مذہب کو بیان کر دیا تا لوگ اوسکی اون روایات سے دھوکا نہ کہاوین جو متضمن بیان مذہب کو ہون - اور اگر الحاق نہین ہے تو غلطی سے استشہاد بخاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا بعد اوسکی اوسی قمی راوی سے چھٹی روایت جو کتاب الخصال مین مروی ہے - او مطابق روایات اہل حق ہے نقل کی اور اوسکی تخریج اہل سنت کی روایات سے کر کے اوسکی تاویلات سابقہ کیطرف اشارہ کیا اور انکو یاد دلایا اور اس روایت کی نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختبرعہ ہین اور صحیح یہہ ہے جو موید بروایات اہل حق ہے بعد اوسکی ساتوین روایت اوسی سے نقل کی جو کتاب الخصال مین مذکور ہے اور اوسمین بطور بشارت کے دو امر ارشاد ہوئی ہین ایک یہہ کہ امت کے مثل باران ہیسی ہے جسکی اول و آخر کی تمیز (خیریت و نفع رسانی مین) دشوار ہے دوسری یہہ کہ جس امت کہ اول مین مین اور ائمہ اثنا عشر ہون اور آخر مین عیسی بن مریم ہون وہ کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق تھی جزو اول پورا مطابق ہے جزو دوم مین ذکر خلفا اثنا عشر حفص قمی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھا دیا حالانکہ اپنی مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اوائل امت مین شمار کرنا غلط ہے امام قائم بالامر اواخر امت مین متصل حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہین نہ اوائل امت مین پس حضرت صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ یون فرماتے انا و احد عشر خلیفۃ من بعدی اولہا والامام القائم بالامر و عیسی بن مریم آخرہا - اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے کہ انا اولہا و اثنا عشر خلیفۃ من بعدی والمسیح بن مریم آخرہا کہ امسیح کا عطف اثنا عشر پر ہے تو اول سے بھی زیادہ غلط چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے لیکر آخر تک جانب آخر امت مین کہنا بدیہی البطلان اور خلاف واقع ہے تو اسلیے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی الجملہ اس روایت کی مطابق تھی ذکر دا اشارہ کر دیا کہ اس روایت مین لفظ و اثنا عشر خلیفۃ
بعدی حضرت قمی کا افترا و اختراع ہی پہر یہہ روایات نقل کرکے اصل مقصود کیطرف جو ائمہ
کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا تہا رجوع کیا اور اوسی ابوجعفر قمی کی روایت علامات امام
مین نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی استدلال مین پیش کیا اور اپنی کمال دانشمندی سے
یہہ سمجہ گیی کہ یہہ روایت خواجہ پارسا کی منقولہ ہے اور اسپر یہہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
روایت سکوت کیا تو یہہ سکوت دلیل قبول و تسلیم روایت ہی اور یہہ نہ سمجہی کہ مقصود اس روایت کی
نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہی اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچہہ تعلق نہین ہوسکتی بعد
اوسکے روافض شیعہ کی متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام مرویات شیعہ کو جو ائمہ کی
حق مین مبالغہ آمیز روایتین کرتی ہین اور اونکی مناقب و مدائح مین غلو و اغراق فرماتی ہین یہانتک
کہ انبیاء کے مرتبہ سے بہی بڑہا دیتی ہین جیسے جناب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آئی ہی یہلک
فی صنفان محب مفرط الخ روایات اہلبیت سے تکذیب فرمادی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا
کہ وہ اپنی دعا مین بجناب باری عز شانہ عرض کیا کرتے تہی اللہم العن المرافضۃ فانہم یتہمونا
افسوس کہ اسپر بہی آپ یہہ ہی فرماتی ہین کہ خواجہ پارسانی بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسیکو
آپ تسلیم کی دلیل قرار دیتی ہین - اگرچہ یہہ بحث کسیقدر طویل ہوگیی ہی لیکن ایک گذارش باقی رہگیی ہی
ذرا گوش انصاف و ہوش اسطرف متوجہ فرماکر سن لیجیی وہ یہہ کہ کمال تعجب اور نہایت افسوس ہے
کہ آپنے باوجودیکہ سن تمیز سے ہی آپکو مناظرہ مین توغل و انہماک رہا اور بہت کچہہ کتابین دیکہہ ڈالی
اور بہت لوگونسی مباحثہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمین صرف کیا اور مسائل خلافیہ
وغیرہ مین حق الیقین کا مرتبہ بہی بزعم خود حاصل کرلیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بہی گوی سبقت
لیگیی با اینہمہ ادعای ہمہ دانی تحفہ کو بہی ملاحظہ نفرمایا جو اس دبستان کے اطفال کا پہلا سبق ہی
کہ اوسکی مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیسا استیصال کیا ہی مجہی امید ہی کہ اگر
آپ اوسکو ملاحظہ فرماتی تو اس دلیل کا نام بہی نہ لیتی لیجیی اب مین تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہون

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ فرماتے ہین ۔ محمد بن علی بن بابویہ القمی و ابن قمی غیر آن قمی است کہ بخاری بوی استشہاد کردہ است و در روایت حدیث الشفاء فی ثلث شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار در کتاب الطب از صحیح خود گفتہ است ورواہ القمی عن لیث عن مجاہد زیرا کہ ابن بابویہ قمی از قرن رابع است ولیث از اہل قرن ثانی امکان نیست کہ لیث را دیدہ باشد و ازوی روایت کردہ و اگر روایت عن لیث را بر ارسال و روایت بالواسطہ حمل کنیم حالانکہ خلاف متعارف بخاری است در امثال این مقامات نیز درست نمی شود زیرا کہ وفات بخاری در سط ۲۵۶ و ثلثمائۃ است پس ابن بابویہ از وی متاخر است بزمان بسیار بوی چہ قسم استشہاد تواند کرد و لنعم ما قیل فی میلاد البخاری و فاتہ

وسنی عمرہ ولد فی صدق وعاش حمیدا ومات فی نور و در این مقام بعضی از بزرگان متاخر را در فہم عبارت سمعانی غلط افتادہ چنان گمان بردہ اند کہ این قمی ہمان قمی است کہ بخاری بوی استشہاد نمودہ در نیجا نقل عبارت سمعانی کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ آید قال السمعانی فی المنسوبین الی قم و ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد وحدث بہا عن ابیہ وکان من شیوخ الشیعۃ ومشہوری الرافضۃ روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی مستشہد بہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب قال فی حدیث الشفاء فی ثلثۃ شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار ورواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس والاستاد العمید ابو الطاہر سعد بن علی بن عیسی القمی صار وزیر السلطان سنجر بن ملکشاہ الی آخر ما قال عبارت الانساب وصرح شراح البخاری بان القمی الذی استشہد بہ البخاری ہو یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی

۱؎ سمعانی نے اونکے بیان مین جو قم کی طرف منسوب ہین کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی بغداد مین ٹہرا اور اپنے باپ سے وہان حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور رافضیونکی شہرت یافتونمین ہے محمد بن طلحہ نعالی نے اوس سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الطب مین اسکی ساتھہ استشہاد کیا ہی اور اوس حدیث مین جسکا حاصل یہ ہی کہ شفا تین چیزون مین ہی سینگی لگوانا شہد پینا آگ کے ساتھہ داغ دلوانا کہا ہی (روایت کیا ہی اسکو قمی نے لیث سے اور اوسنے مجاہد سے اور اوسنے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) استاد عمید ابو طاہر سعد بن علی بن عیسی قمی جو سلطان سنجر بن ملک شاہ کا وزیر ہو گیا تہا آخر عبارت سمعانی تک ۔ اور بخاری کے شراح نے تصریح کی ہی کہ بخاری نے جس قمی کے ساتھہ استشہاد کیا ہی وہ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی ہی ۔ ۱۲ ۔

لا ابن[1] بابویہ والضابطۃ فی کتاب الانساب ان یعطف احد المنسوبین بنسبۃ واحدۃ علی اخر بواو عطف مکتوبۃ بالحمرۃ فلعل ناسخ نسخۃ ذلک البعض سہا فکتب تلک الواو بالسواد حتی ظن من رواۃ ابن بابویہ وان ما بعدہ وہو قولہ استشہد بہ البخاری مما یتعلق بحال ابن بابویہ والواقع لیس کذلک بل تمت ترجمۃ ابن بابویہ الی قولہ روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی وابتداء بقولہ ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشہد بہ البخاری فی ترجمۃ اخری وکل ہذا نشاء من غلط الناسخ وتحرف النساخ اشد تغلیطا من ہذا القدر واللہ العاصم عن کل زلل - انتہی

ملتقط التہذیب اب اس تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ابو جعفر قمی سے نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استشہاد کیا اور ما انساب مین بخاری کا اوس سے استشہاد منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کاتب کی غلطی سے غلطی واقع ہو گئی ہے اور واضح ہو کہ بالفرض اگر بعض سے مراد علامہ ذہبی ہوں کی خواجہ پارسا ہم ہی ہیں تاہم اس تقریر کا مدار اسی امر پر ہے کہ اس عبارت کو خواجہ موصوف کی تسلیم کر لیجاوے اور اوسمین اوسکی الحاق کی نسبت چون وچرا کی جاوے - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجیہ ہی پر ہے جسمین گفتگو کی گنجایش ہے اور جواب بدون اوسکے بھی حاصل تہا تو طلبی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحفہ نے اوس عبارت کو خواجہ پارسا کی ہی تسلیم وفرض کر کے جواب تحریر فرمایا تو اب بعد اسکی اس تقریر مین اور تقریر سابقہ مین جو متعلق الحاق بیان ہو چکی ہے باہم کچھہ تعارض وتناقض نہین ہے اب اسقدر گذارش کرنا اور باقی رکھا ہے کہ بحمد اللہ تعالے ایسی دسی واہیہ وموضوعات ومفتریات سے اہل سنت کی مذہب پر خلل واقع ہونا محالات سے ہے - لیکن یہہ ہی روایت کہ جسکی ناصبیہ کا ذبہ سے ارادت وضع وافترا ظاہر

[1] مراد ابن بابویہ قمی ہے کتاب الانساب کا قاعدہ یہہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کے ساتھہ منسوب ہیں انمیں سے ایک کے دوسرے پر عطف کا واو درمیان میں لکھکر عطف کرتا ہو تو شاید ناسخ کی کاتب نے بعد اوسکے واو سیاہی سے لکھدیا یہانتک کہ یعقوب بن عبد اللہ ابن بابویہ کی روات سے گمان کیا گیا اور یہہ کہ ابعد وسکا اور وہ قول استشہد بہ البخاری ابن بابویہ کے حال سے متعلق ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ ابن بابویہ کا حال قول روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی تک تمام ہو گیا تب ابتدا قول ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشہد بہ البخاری سے دوسرا حال شروع ہو گیا اور یہہ سب کاتبوں کی غلطی سے ناشی ہوا کاتبوں کی غلطی اس سے بھی زیادہ سخت ہوا کرتی ہے اور اللہ تعالے ہی نگہبان ہے ہر ایک لغزش سے - ۱۲ -

وہاہرین حضرات شیعہ کی مذہب پر خرابی ڈالنی کے واسطے کافی ہی پس شرح اس اجمال کے مختصر ایہہ ہی کہ اس روایت مین بعضی جملہ ہین جو دوسری روایات کی معارض و مناقض ہین اور نیز باہم متعارض ہین (۱) اس روایت مین مذکور ہی کہ شجاع تر ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہین تو نقیض شجاعت ثابت ہوتی ہی روی الاخباریون کلهم من الامامیة عن ابی حمزة الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزة قال لی علی بن الحسین کنت متکئا علی الحائط وانا حزین متفکر اذ دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة فنظر فی وجهی ثم قال ما سبب حزنک قلت الخوف من فتنة ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی هل رایت احدا خاف الله ولم ینجه قلت لا قال یا علی هل رایت احدا سال الله فلم یعطه قلت لا ثم نظرت فلم ار قدامی احدا فعجبت من ذلک فاذا بقائل اسمع صوته ولا اری شخصه یقول یا علی هذا الخضر — عن تحفہ قطع نظر اس سے اس روایت سے قرائن اور حالات کو حسب تصریح علما شیعہ جب دیکھا جاتا ہی تو کچھ نفی شجاعت کے ہی نہین پائی جاتی بلکہ معاذ اللہ توبہ توبہ قطع نظر عدم شجاعت سے بغیر تیسہ جفاطلبی حضرات کی دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہی جناب امیر اور جناب حسنین رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت مین انکی مظلومی کے کیفیت بیان کرنے پر آتے ہین تو نہ شجاعت سے چہوڑتی ہین اور نہ غیرت و حمیت ہی باقی رہنے دیتے ہین بلکہ دین و ایمان تک خیرباد کہدیتی ہین (۲) محدث باشد یہہ بالکل خلاف کتاب اللہ ہی کیونکہ قرآن مجید مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصراحت تمام مذکور ہی ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کے ختم نبوت کو بالکل باطل کرتا ہی

---

۵ امامیہ کے تمام اخباریون نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین سے روایت کی ہی ابو حمزہ نے کہا جیسی امام زین العابدین نے کہا مین اندوہ اور فکر کی حالت مین دیوار سے سہارا لگائی ہوئی تہا ناگاہ ایک شخص عمدہ لباس اچہی خوشبو والا آیا اور میری طرف دیکہا اور کہا کہ تیری اندوہ کا کیا سبب ہی مینی کہا کہ مین ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہون تو وہ ہنس پڑا پہر کہا ای علی کیا تو نے کسیکو دیکہا کہ خدا سے ڈرا ہو اور اسکو نجات نہ دی ہو — مین نے کہا نہین — کہا ای علی کیا تو نے کسیکو دیکہا ہی کہ اس نے سوال کیا اور اسکو نہ دیا ہو مینی کہا نہین پہر مینی نظر کی تو اپنی سامنی کسیکو نہ دیکہا مجکو اس سے تعجب ہوا ناگاہ ایک کہنے والے کو سنا جسکی صورت کو نہ دیکہتا تہا کہتا تہا ای علی یہہ خضر ہے ۱۲

کیونکہ محدثیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اسطرح پر کہ فرشتہ کی حرف
آواز مسموع ہو اور اسکا مشاہدہ ہو خواہ اوسکا نام وحی رکہا جاوے یا نہ رکہا جاوے یہہ آپکی
اختیار ہی آپکی حضرت کلینی نے امام سجاد سے روایت کی ہی وان علی بن ابی طالب کان محدثا
وھو الذی یرسل اللہ الیہ الملک فیکلمہ ویسمع الصوت ولا یری الصورۃ (۳) ونزد وی مصحف
فاطمہ ہم بود۔ کیا جناب امیر کا مصحف تحفی نہ تہا جو صحیفہ جناب فاطمہ کی ضرورت پڑی (۴)
وامر معروف کننده ونہی از منکر کننده تر بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ
غلط مسائل خلق کو بتا کر گمراہ کریں استبصار کو دیکہہ لیجیے حال منکشف ہو جائیگا اور قسم کہا کر امراء جور
کی جہوٹی تعریفیں اور خوشامد کریں خطبہ لللہ بلاد فلان وغیرہ سے اسکی کیفیت منکشف ہو سکتی ہی لو
کیا امر بمعروف ونہی از منکر اسیکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلع خلافت کرکے کیا (۵) دعای
او مستجاب بود کہ بر سنگ دعا کند دو پارہ شود۔ افسوس کہ حکام ظالمین کے ظلم سے ائمہ نعلین
ذلیل وخراب ہوئی دین ودنیا ایک عالم کے درہم برہم ہوئی تمام اوسکا دفع کر سکتی تہی اور نہ کیا اگر
ظاہر سے فوج وسپاہ ذوعدد وعدد نہیں تہی تو کاش اگر اپنی دعای سحری سے کام کرتے جس سے
معاندین دین کا کام تمام ہوتا امت کی اصلاح ہو حق حقدار کو پہونچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہی
کہ جسقدر ائمہ کی زمانہ مین حکام وامرا تہی جابر وظالم دشمن دین نہ تہی ورنہ پہر استجابت کسدن کیلیے رکہہ
چہوڑی تہی (۶) درمیان او وخدا عمودی بود از نور کہ بہ بیند دروی اعمال بندگان ہر چہ
بدان محتاج بود یہہ جملہ اور دو جملہ جو اسکی بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہہ ہی
وگاہی بسط کرده شود برای او پس بداند وگاہی قبض کرده شود از وی پس نداند جملہ اول دلالت کرتا ہی
کہ ہر شی کو ہر وقت معلوم کر سکتی ہیں تو ہر وقت بدون تخصیص شی دون شی وزمان دون زمان
ہر ایک شی جسکی حاجت ہو معلوم کر سکتی ہیں اور جملہ دوسرا اوسکا مدعا یہہ ہی کہ ائمہ ہر دو حالتین

ملے اور علی بن ابی طالب بہی محدث تہی اور محدث وہ ہی جسکی طرف اللہ فرشتہ بہیجی وہ اوس سے کلام کری
اور آواز سنی اور اسکی صورت نہ دیکہی ۱۲

طاری ہوتی ہین ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بسط کی حالت بسط مین مغیبات کو
جانتی ہین اور حالت قبض مین مغیبات کے ساتھہ علم متعلق نہین ہوتا اور نیز جسم ثانیہ اوسکی
بہی منافی جو آپکی علماء محدثین و مشائخ اثنا عشریہ نے جناب امیر کے واسطے علم ما کان و ما یکون ایسی
روایات سے ثابت کیا ہی کہ شاید بعض ان مین درجہ تواتر کو پہونچتی ہون چنانچہ آپکی امام
کلینی نے کافی مین اور ابن بابویہ نے خصال وغیرہ مین ثابت کیا ہی بنظر اختصار اسجگہ صرف ایک
روایت خصال پر اکتفا کرتا ہون — حدثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا سعد
ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عیسی بن عبید و ابراہیم بن اسحق بن ابراہیم عن
عبد اللہ بن حماد الانصاری عن صباح المزنی عن الحارث بن حصیرة عن الاصبغ بن نباتہ [١]
عن امیر المؤمنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علمنی الف
باب من الحلال والحرام ومما کان ومما یکون الی یوم القیمہ کل باب منہا یفتح الف باب فذلک
الف الف باب حتی علمت علم المنایا والبلایا وفصل الخصومات — اب اس روایت کو
ملاحظہ فرمایئے اور اسکے جملہ سے مطابقت دیکھیے بلکہ اس روایت سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہی کہ
جناب امیر کو جسقدر علم ما کان و ما یکون تہا وہ اس تعلیم کے طفیل تہا جو حضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے
مرض کے حالت مین سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نوری محض
حضرات کا اختراع ہی اور یہہ ظاہر ہی کہ یہہ تعلیم ائمہ باقیہ تک نہین پونہچی تو چاہیے کہ انکو
علم ما کان و ما یکون نہو علاوہ ازین کتاب اللہ کی بہی مخالف ہی حق تعالی شانہ فرماتا ہی [٢]
وما تدری نفس ماذا تکسب غدا [٥٣] القمی عن الصادق [٣] فہذہ الخمسة اشیاء لم یطلع علیہا
ملک مقرب ولا نبی مرسل وہی من صفات اللہ تعالی اور فرمایا ہی عالم الغیب فلا یظہر

[١] اصبغ بن نباتہ جناب امیر سے روایت کرتا ہی کہتا ہی مینے جناب امیر سے سنا فرماتے تہی کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے حلال سے اور حرام سے جو گذر چکا ہی اور جو آئندہ ہوگا ہزار باب تعلیم فرمائی کہ ہر باب مین کا ہزار باب کہولتا ہی تو یہہ دس لاکہہ باب ہوئی یہانتک کہ مینے موتون اور مصیبتون اور جہگڑون کی فیصلہ کا علم سکہلایا گیا ۔١٢ [٢] اور کوئی نفس نہین جانتا ہی کل کیا کمائیگا [٣] امام صادق سے روایت ہی ان پانچ چیزون پر نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہی اور یہہ اللہ کی صفات سے ہین ۔١٢

علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الخ (۷) ابن بابویہ قمی نے جو روایت خصال میں
علامات امام میں لکھی ہے ہم اسکو نقل کر کے بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔ سلہ عشر خصال من علامات الامام علیہ السلام
عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام قال عشر خصال من صفات الامام العصمۃ و
النص وان یکون اعلم الناس واتقیہم للہ واعلمہم بکتاب اللہ وان یکون صاحب
الوصیۃ الظاہرۃ ویکون لہ المعجزۃ والدلیل وینام عینہ ولا ینام قلبہ ولا یکون لہ فیئ ویری
من خلفہ کما یری من بین یدیہ قال مصنف ہذا الکتاب معجز الامام ودلیلہ فی
العلم واستجابۃ الدعوۃ فاما اخبارہ بالحوادث التی تحدث قبل حدوثہا فذلک بعہد
معہود الیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانما لا یکون لہ فیئ لانہ مخلوق من نور اللہ
عزوجل واما رویتہ من خلفہ کما یری من بین یدیہ فذلک لما اوتی من التوسم والتفرس
فی الاشیاء قال اللہ عزوجل ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ انتہی اب براہ مہربانی اس
روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیے کہ آپکے صدوق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ
سے یکقدر مخالف ہے ائمہ کی لیے معجزہ بھی ثابت کردیا ہے بعد اسکی آپ اپنی صدوق صاحب کی
تاویل بلکہ تحریف کا بھی معائنہ فرمائیے کہ اونہوں نے معجزہ کو علم کے ساتھہ مخصوص سمجھا اور اخبار
بالحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اوسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث بعہد
معہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہو اور کسی سے
ماخوذ نہو تو آپکے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہہ خیال کیا کہ یہہ
بعہد معہود الیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اوسنی اپنی کتاب الخصال کی وہ روایت جو ابھی

سلہ غیب کا جاننے والا ہیں ظاہر کرتا اپنے غیب کو کسی پر مگر جو پسند کرلیا کسی رسول کو۔ سلہ امام کی صفات سے دس خصلتیں ہیں عصمت
اور نص اور یہہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار اور زیادہ کتاب اللہ جاننے والا اور ظاہر وصیت والا ہو اور اسکی لیے
معجزہ اور دلیل حاصل ہو اور اسکی آنکھہ سوتے اور دل بیدار ہو اور اسکی سایہ نہو اور جیسا سامنے سے دیکھے ویسا ہی
پیچھے سے دیکھے اس کتاب کا مصنف کہتا ہے امام کا معجزہ اور دلیل علم اور قبولیت دعا میں ہے اور امام کو جو پیشین
گوئیاں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے حاصل ہیں اور سایہ اسلیے نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے نور سے مخلوق ہے اور
پیچھے کو دیکھنا اسلیے ہے کہ اوسکو فراست عطا ہوئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے ۔۱۲

حضال سے نقل کیگئی علمنی الف با ب خود بطریق سہو عمد روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد
نرہی علاوہ اسکی جب اخبار بالحوادث بعہد معہود الیہ ہی تو وہ عہود نوری جو روایت
سابقہ مین بنایا گیا ہی وہ محض وضع واختلاق ہی اور نیز قصہ قبض وبسط کا سبب ہے غلط ہوا
قولہ سیوم یہہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف مین کتاب
ایضاح لطافة المقال مین لکہا ہی کہ تصانیفش در علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت
وجماعت وکلامش بجہت اتصاف بجودت واتصاف مستند اصحاب دیانت وبراعت است
انتہی بقدر الحاجة- اور یہہ روایت بہی شیخ عبدالحق صاحب کے تصنیف دینی مین بلا رد وانکار منقول ہی
چاہئی کہ یہہ بہی مسلم الثبوت علماء اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہو- **اقول** فاضل رشید
رحمة اللہ علیہ نے ہرگز یہہ نہین فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمة اللہ علیہ معصوم از سہو وخطا ہی بفرض محال
اگر یہہ بات ثابت بہی ہوجاوی کہ یہہ روایت بلا رد وانکار علی سبیل التسلیم نقل کی ہی تو بہی اسکی
صحت کو مقتضی نہین کیونکہ جب بداہةً نقل مطابق منقول عنہ کے نہین تو کیونکر واجب التسلیم
ہوگی- معہذا اگر یہہ قاعدہ آپکا مسلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام مرویات اور اسیطرح ابنی طوسی
صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگی علاوہ ان سب کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے بہی
اصح سمجہی جاتی ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگی- اور متقدمین مین سے
جوالیقی وصاحب الطاق وغیرہ بہی مسلم الثبوت مین انکی روایات بہی بلا دلیل بر ہر وچشم قبول ہونگی
لیکن ہم دیکہتی ہین کہ یہہ بالکل غلط اور غیر معمول بہ ہی ہشام بن الحکم نے جوالیقی اور صاحب الطاق
پر رد لکہا ہی معالم العلما محمد بن علی بن شہر آشوب مین دیکہیے یعنی ہشام الحکم کے ترجمہ مین لکہا ہی
جس جگہ اسکی مصنفات بیان کیے ہین- الرد علی ہشام الجوالیقی اور یہہ لکہا ہی کتاب علی
شیطان الطاق اور واضح ہو کہ یہہ مبارک لقب آپکی ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہی بندہ کے
طرف سے نہ خیال فرماوین کہ بندہ نے یہہ گستاخی نہین کی- آپکی امام کلینی جو مسلم الثبوت اور
کتاب کافی جو صحاح اربعہ مین اعلی مرتبہ اور امام پر پڑہی گئی ہی آپکو معلوم ہی کہ اسمین تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہین حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات
کو موضوع و مفتری اور اونکے قایل کو کاذب فرمایا ہی - وقال شیخنا[1] الصدوق رئیس المحدثین
محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثراہ فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی
انزلہ اللہ علی نبیہ ھو ما بین الدفتین وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک
قال ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فھو کاذب نقلا عن التقیہ البصر سنے صفحہ نمبر ۱۵
اسیطرح ابن مطہر حلی نے حدیث لیلۃ التعریس اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا ہی حالانکہ کلینی
مین باسناد صحیح مروی ہے اور نیز شریف مرتضی نے اپنی استاد الاستاد شیخ ابن بابویہ کی حدیث
جو بیشان کتابت روایت کی ہی تکذیب کی ہی اور موضوع کہا ہی باوجودیکہ اوسکی سند بھی صحیح ہی
لیکن اتنا فرق ہی کہ ہمنے اوس روایت کی ہی جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح تھی تکذیب
کی ہی اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفتری کہا ہی جنکی سند کی صحت مسلم الثبوت
درجہ میں ہیں پھر جو جواب ہماری نسبت اپنی روایات کیطرف سے تجویز فرمادین وہی ہماری طرف سے
براہ مہربانی قبول فرمادین - باقی رہا رد و انکار کے نسبت بھی گذارش مفصلاً ہو ہی چکا ہی **قولہ**
چہارم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ پارسا و شیخ عبد الحق نے علامات امام مین نقل کے ہی موضوع
و مفتری ہی اور ہم جانتی ہین کہ آپ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہہ ہی کہنا پڑیگی سو لازم آئیگا
کہ حضرت خواجہ پارسا و شیخ عبد الحق صاحب نہایت ہی صاحب حیا و غیرت ہین کہ خود ہی ایسی بحث
مین اہل حق پر اسی گمان و وہم سے کہ روایتین موضوعہ نقل کرکے جناب امیر ؑ کی افضلیت ثابت کرتے
مین نہایت ہی تشنیعات شنیع و تعریضات قبیح وارد کی ہین یہہ کیا اندھیر ہی کہ بمضمون اَتَأْمُرُونَ
النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ تم اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی خود مرتکب ہوئی

[1] ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی طیب اللہ ثراہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہی ہمارا
اعتقاد یہ ہی جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنی پیغمبر پر نازل فرمایا تھا وہ وہی ہی جو دو پٹھوں کی درمیان ہے اور جو لوگوں کی
پاس ہی وہ اس سے زیادہ نہیں ہے اور جو ہماری طرف نسبت کرے کہ ہم کہتی ہیں کہ یہہ زیادہ ہے -
وہ جھوٹا ہے - ۱۲

کہ جسکا طعن اہل حق پر کرتے تھی یعنی ایسی حدیث موضوع و روایت مجعول کہ اونکی زعم مین محض کذب و افترا ہی حضرت امام رضا کی نام لگا کر روایت کی اور اوسکو دینی کتاب مین جو ہدایت خلق سنیا اہل سنت کی لیے تصنیف کی ہی لکھی اور کچھہ بہی اوسکا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اوسکی راوی کی توثیق و بحاری کا اعتماد نقل کیا اور سنی مسلمانونکو جو ضعیفونکی ایسی خرافات سے پاک مین گمراہ کیا کیونکہ جب وہ دیکھینگی کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل و معتمد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب مین لکھا ہی اور بجای رد و انکار کے اوسکی راوی کی توثیق کی ہی تو بیشک اوسکو حق سمجھینگی اور تصدیق کرینگی **اقول** یہہ جوش و خروش ہماری محبیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب سے ہی کہ عبارت فصل الخطاب و رسالہ مناقب جسمین ترجمہ فصل الخطاب مذکور ہی نہین سمجھی ورنہ فی الحقیقت نہ اوس روایت کی اونمین توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہی اور نہ کسیکو گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتہ فہمی سے گمراہ ہو اوسکا الزام اونکی ذمہ نہین ہوسکتا ہزارہا آدمی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی وجہ سے گمراہ ہوگیی معاذ اللہ خدا تعالے پر اوسکا الزام آپکے نزدیک نہین حالانکہ وجوب لطف کی بہی آپ قائل ہین پس بحمد اللہ بقول سامی سنی مسلمان اب بہی ایسی خرافات سے پاک و منزہ ہین اور اہل سنت کو تشنیعات و تعریضات کچھہ بفضائل ایسہ کرہی بابت نہین ہین بلکہ تمام الٰہیات و نبوات و اعتقادات و عملیات کی نسبت ہین اگر آپ تہوڑی سی بہی تحقیقات اپنی روایات و عبوات کی فرماوین تو آپ پر بہی واضح ہوسکتا ہی اور مشرح جواب اس دلیل کا ابحاث سابقہ کی ضمن مین گذر چکا ہی اوس سے آپکو واضح ہوگیا ہوگا کہ ہمکو کچھہ مجبوری نہین کہ ہم اوس روایت کو موضوع و مفتری ہی کہین گو فی الحقیقت موضوع و مفتری ہے پس آپکا یہہ فرمانا صرف آپکی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہی۔ باقی کلمات ناملائم کا جواب ہم والسنہ قلم انداز کرتے ہین **قولہ** اب افضلیت کے باب مین حضرت خلیفہ اول کی شہادت لیجیی۔ کنز العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے فصل ثانی نے کتاب الامارت حرف ہمزہ مین لکھا ہی عن ایی النضر قال لما ابطاء الناس

عن بعد ابی بکر قال من احق بهذا الامر منی الست الست فذکر خصالا۔
خلیفہ اول کے یہہ کلام صریح اسپردال ہے کہ سبقت اسلامیہ و خصال تین بقیہ زعم اپنی کو اپنی خلافت
کی افضلیت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی احق خلافت وہی ہے
جو افضل ہو۔ **اقول** اجی میر صاحب ہمنی یہہ کب کہا ہے کہ افضل احق بالخلافت نہیں
ہے مدعا کچھہ ہے آپ کچھہ فرمانے لگی جسمدعا کی اثبات کا آپنے بیڑا اوٹھایا ہے وہ ہی
اوکی حافظہ شریفہ سے نکل گیا ہے پہلی اوسکو سوچکر یاد کریں پہر اس روایت سے اوس مدعا پر
استدلال کیجیے۔ افسوس کہ جنابنے یہہ خیال نفرمایا کہ ثبوت احقیہ مثبت اشتراط افضلیت
نہیں ہے بلکہ اگر آپ بنظر تامل ملاحظہ اس دلیل کا کرین تو اس آپکے ہی دلیل سے اثبات
عدم اشتراط افضلیت ہوتا ہے کیونکہ جسوقت ایک فرد کے لیے افضلیت اور احقیت ثابت
ہوئی اور ظاہر ہے کہ افعل التفضیل مین زیادتی نسبی ہوتے ہے جسکو اوسکی وضع مقتضی ہے
تو افراد باقیہ کے لیے بھی نفس افضل و حقیق بالخلافت ہونا ثابت ہوا پہر اگر خلافت حق
کو کسی وجہ سے نہ پونہچی اور حقیق کو پہونچ جاوی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ منعقد نہو کیونکہ جب
حقیق بالخلافت ہونا اوسکی لیے پایا گیا تو وہ خود بالبداہۃ مستلزم انعقاد کو ہی ورنہ حقیق
ہونا باطل ہوگا و ذلک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ افضلیت شرط انعقاد خلافت نہین
وہذا ہو المطلوب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین اعتراف
کرتے مین کہ اثبات خلافت خاصہ مین افضلیت کو دخل ہے مسند ابی بکر فصل رابع مقصد اول
واقع صفحہ نمبر ۵ مین یہہ عبارت لکھی ہے اما اثبات صدیق رض خلافت حضرت فاروق را
بافضلیت او۔ فقد اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انک ان قلت ذاک فلقد سمعت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علے رجل خیر من عمر و اخرج ابو بکر
بن ابی شیبۃ عن زبید بن حارث ان ابا بکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال

الناس تستخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افظ واغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ واستخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابربی تخوفنی اقول اللھم استخلفت علیھم خیر خلقک الحدیث واخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن محمد عن رجل من بنی زریق فی قصۃ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی

ناظر منصف درین آثار مضطر میشود در آنکہ این اوصاف را دخلی ہست در اثبات خلافت خاصہ کہ در طبقہ اولے بود والا ذکر این کلمات در مبحث اثبات خلافت خارج از قانون مخاطبات باشد انتہی۔ دیکھیئے حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کیلیے ایسی ضروری تہی کہ باوجودیکہ اصحاب کرام خلیفہ ثانی کو فظ غلیظ کہتی تہی اور انکی خلیفہ کرنے سے خداوند تعالے سے ڈراتے رہی مگر چونکہ خلیفہ اول کے نزدیک وہ افضل تھے کچہہ بھی خیال نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلیل سابق کی موافق مدعا نہین اور اس سے بھی اشتراط افضلیت ثابت نہین ہوتا کیونکہ حسب اعتراف فاضل مجیب اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ مین دخل ہی اور اسکا ہمنی انکار نہین کیا۔ انکار صرف اشتراط کا ہی اور مطلق دخل ہونا بداہۃ مستلزم اشتراط کو نہین پس اثبات اشتراط کیلیے اسکو پیش کرنا بیجا ہی خود نہین اور جبکہ افضلیت کو دخل ہی تو ہنگام استخلاف ضرور اسکو ملحوظ رکہا جائیگا اور افضل احق بالخلافت ہوگا لیکن اس سے اشتراط افضلیت سمجہنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہی اور خلیفہ بنانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگونکی ڈرانی کے ایسا مثمر خیرات ومنتج حسنات ہوا کہ ایک عالم مین خداتعالے کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈنکا بجگیا اور حسب ارشاد جناب امیر رضی اللہ منجز وعدہ خداوند تعالے شانہ کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہی کہ فراست صدیقی اس معاملہ مین رضامندی خداوند تعالے کے موافق ہوئی اور جو لوگ اس باب مین مخالف تہی انکی فراست خطا پر تہی۔ باقی رہا فظ وغلیظ ہونا یہہ وہ صفت ہی جو مقبول وپسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکی اور اوسکے آثار بدر کی

ابطال دلیل اثبات شرطیت افضلیت

قصہ مین اسی وصف مین حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے تشبیہ عطا ہوئی اَشِدَّآءُ عَلَے الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اونکی شان ہے اونپر اعتراض لیغیظ بہم الکفار کی مصداق ہے ۔ **قولہ** اب حضرت خلیفہ ثانی بانی مبانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لیجیے بخاری کی کتاب المحاربین باب الرجم علے الحبلے من الزنا اذا احصنت مین حدیث فلتہ مسطور ہے وہ بہت بڑی روایت ہے انعقاد بیعت خلیفہ اول کی کل کیفیت لکھی ہے اوسکے شروع سے مطلب کا فقرہ لکھتے مین آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائین وہ یہہ ہے ۔ ولیس فیکم من یقتطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر الخ اب غور فرمایئے کہ باوجود اس بیعت کی فلتۃ یعنی کار بے اندیشہ بدون مشورہ ہونے کی چونکہ آپکی خلیفہ ثانی کے زعم مین خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ واجماع وتامل یہہ بیعت صحیح ہوگیی چنانچہ آپکی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نہم مین یہہ عبارت لکھتے مین کہ در آخر این کلام کہ شیعہ او را برای ترویج شبہ خود نقل کردہ اند این لفظ ہم واقع است وایکم مثل ابی بکر یعنی کیست در شما مثل ابوبکر در افضلیت وخیریت وعدم احتیاج بمشورہ وتامل در حق او ۔ انتہی بقدر الحاجۃ ۔ **اقول** افسوس ہماری فاضل محبیب الی استدلال مین بھی وہی غلطی کہائی جو دلائل سابقہ مین کہا چکی تھے اور یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھہ مربوط نہین ہے کیونکہ اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت مین مدخل ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہے افضل احق بالخلافت ہے لیکن اس سے اثبات اشتراط افضلیت خیال محال ہے باقی رہا فلتہ کے معنی کار بے اندیشہ وبدون مشورہ کے فرماکر نفی اجماع کی فرمانا ہم تو کچھہ عرض نہین کرسکتی گستاخی مین شمار ہوگا ۔ لیکن جناب ہی فرمائین کہ یہہ کہانکی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہین ہے اوسکو اوسپر چپکاتی ہین ۔ ذرا دم لیکر تو سمجھو کہ اجماع کو فلتہ سے کیا تعلق ہے آپ اگر نظر انصاف سے ذرا بھی تامل فرمایینگے تو واضح ہوجائیگا کہ پہلی سے کام مین تامل ومشورہ نہ کرنا دوسرا امر ہے اور بلے تامل ومشورہ ایک امر کو بالاجماع قبول کرلینا دوسرا امر اول کے نفی سے دوسری کے نفی سمجہنا حضرت کی خوش

[illegible]

فہمی کی دلیل ہے **قولہ** تعجب حیرت ہی کہ آپکی خاتم المحدثین افضلیت کو شرط خلافت نہین
مانتی بلکہ اوسکو ہماری مقابلہ مین خلاف عقل و نقل فرماتے ہین اور خود ہی اسمقام مین تحریر فرماتے
ہین کہ بسبب افضل و خیر ہونے خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بہی احتیاج نہین - **اقول**
یہہ آپکی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہی کیونکہ اس قول سے (کہ بسبب افضل و خیر ہونے
خلیفہ اول کے مشورہ و تامل کے بھی احتیاج نہین) ہرگز اشتراط افضلیت پر دلالت نہین
بلکہ اس سے صرف اسقدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہی - پس اس سے اشتراط سمجہنا
آپ جیسی منصف و مناظرہ دان وذکی و ذہین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کی ہوگا پہر اوسپر
اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اضعاف مضاعفہ ہی - آپکی دلمین افضلیت
کچہہ ایسی سمائی ہی کہ آپکی عادت ہوگیی ہے کہ جسجگہ آپنے لفظ افضلیت دیکہا سمجہا کہ
اشتراط افضلیت کی دلیل ہے اور جہٹ پیش کردیا بیت لبکہ در جان فکار و چشم
بیدارم توئی + ہر کہ پیدا میشود از دور پندارم توئی + اور یہہ نہین خیال فرماتی کہ بمقابلہ خصم
ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرمندگی کچہہ حاصل نہین - **قولہ** اصل اجماع
جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تہی اور اوسپر بڑا ناز ہی اوسکا بہی کچہہ
خیال نفرمایا **اقول** ای اہل دانش و انصاف خدا کے لیے و ذرا اس جملہ کے مطلب کو فرمانا
اور اوس تعارض و تخالف کو جو فیما بین خلافۃ اور اجماع کے ہماری فاضل صاحب نے واقع کیا ہی
دیکہنا اور ہماری مجیب لبیب کے فہم کے داد دینا کیا لاحل اعتراض طبع وقاد سے ایجاد فرمایا
سبحان اللہ - الحضرت مشورہ و تامل کو اجماع کے ساتہہ تنا دہی اتحاد نہین ہے کہ اگر مشورہ
و تامل نہو تو اجماع بہی نہو سکے کیا ممکن نہین کہ مشورہ و تامل ہوا ور اجماع نہو یا مشورہ و تامل نہو اور اجماع ہوجاے
اسمین کوئی استحالہ نہین ذرا تامل فرمائیے اور سوچیے - **قولہ** افسوس ہی کہ آپکی خاتم المحدثین
اپنا قول بہی یاد نہین رکہتی اور یہہ بہول کچہہ اسی مقام سے منحصر نہین بلکہ تحفہ مین اکثر جا ایسا
ہوا ہی اور سبب اسکا آپ جانتی ہی ہین ہم کیا عرض کرین **اقول** جہانتک ہمکو علم ہے

دیکھا التجربہ شاہد ہی ہم نے ہمیشہ ملاحظہ کیا تو آپکی اور آپکی ان بزرگونکی جو تحفہ پر اعتراض کرتے مین خوش فہمی یہی ہے محض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب نماید ہنرش درنظر ۔ کی مصداق ہورہا ہی۔ آپنے اپنی اعتراض کا حال دیکھہ ہی لیا ہی اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرما لیجیگا پس آپ کا یہہ افسوس لائق افسوس کے ہی کہ مطلب خود نسمجہین اور الزام قائل کے ذمہ لگائین علاوہ ازین آپکو معلوم ہی کہ زبان عناد سے خدا تعالے اور اسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہین بچی تو مقابلہ اونکی تحفہ و صاحب تحفہ رح کے کیا حقیقت ہی باانیہمہ ہم صاحب تحفہ کو سہو و نسیان سے معصوم بھی نہین سمجھتے **قوله** علاوہ اسکی اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط افضلیت پر دلالت کرتے مین بخوف طوالت اونکو ترک کیا جاتا ہی **اقول** جبکہ آپنے اون اقوال سے تعرض نہین فرمایا تو ہم بھی اونسی اغماض کرتے مین اگر آپ اون اقوال کو ذکر فرماتے ہم بھی انشاء اللہ تعالے دریافت استعمال استدلال کی ہوتی **قوله** مگر اسقدر گذارش کرنا ضرور ہی کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہی کہ محققین اہل سنت نے اوسکا اقرار کیا ہی چنانچہ صدر المحققین ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری مین کتاب الاحکام نے اواخر الکتاب باب کیف یبایع الامام مین حدیث شوری کی شرح مین ابن بطال سے نقل کرتے مین فان قیل بعض ھولاء الستۃ افضل من بعض وکان رای عمران الاحق بالخلافۃ ارضاھم دینا وانہ لا یصح ولایۃ المفضول مع وجود الفاضل فالجواب انہ لو صرح بالافضل منھم لکان قد نص علی استخلافہ وھو قصد ان لا یتقلد العھدۃ فلذالک جعلھا فی ستۃ متقاربین فی الفضل لانہ تحقق انھم لا یجتمعون علی تولیۃ المفضول ولایالون المسلمین نصحا فی النظم والشوری وان المفضول منھم لا یتقدم علی الفاضل ولا یتکلم فی منزلۃ وغیرہ احق بھا منہ وعلم رضی الامۃ عمن رضی بہ الستۃ۔ انتہی اس سے صاف ثابت ہی کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت کے لیے شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نجانتی تہی **اقول**

یہہ استدلال بھی ہماری فاضل مجیب کے لیے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (وکان رایٔہم ان الاحق
بالخلافۃ ارضاہم دینًا) بصراحۃ اس امر کو بیان کر رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب
یہہ تھا کہ احق بالخلافت وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اوس سے بالبداہۃ یہہ ثابت ہوتا
ہے کہ اشتراط افضلیت باطل ہے کیونکہ اسم تفضیل جسکی صفت واقع ہے اوسکے لیے ثبوت
فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہہ ہرگز اسکو مانع نہیں ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کسیکی
واسطے ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضاء اصل وضع تفضیل کے وجود ایسی فرد کا ہونا چاہیے جسکی نسبت
زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفضیل مین کچھہ فرق باعتبار معنی کے نہ رہیگا جبکہ اس جملہ کا
مطلب ذہن نشین ہو چکا تو دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستنبط اور مستخرج ہے اوسکے مطابق ہونا
چاہیے اور اوسکا بھی مطلب صاف واضح ہے کہ لا یصلح کے معنی تو لیہ کے ہین اور لا یصلح کے معنی
لا یجوز کے حاصل مدعا عبارت یہہ ہوگا - وانہ لا یجوز تولیۃ المفضول مع وجود الفاضل یعنی
فاضل کے ہوتے مفضول کو متولی امور بنانا جائز نہین - پس اس صورت مین یہہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم
معنی ہو گئے کہ دونوں کا حاصل احقیۃ بالخلافت افضل کے لیے ہے اور اگر اس جملہ کو باوجود یکہ جملہ اولی کے
فرع ہے اوسکی طرف راجع نکیا جاویگا تو باہم اصل و فرع متعارض رہینگے - اسکی بعد سینی کہ خاتمہ جواب کے
عبارت سے جو لازم تحقیق سے آخر تک مذکور ہوئی یہہ سمجھنا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت
کو ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نجانتی تھی سراسر غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ مین دایر نہین کیا تھا بلکہ صرف چھہ شخصو نمین منحصر
کر دیا تھا جنکا عبارت اعتراض مین صراحۃً ذکر ہے تو جسقدر ضمایر جمع کی اس عبارت مین
مذکور ہین وہ سب راجع بطرف ستہ متقاربین فی الفضل ہین تو اوس سے ہماری فاضل
مجیب کا کل صحابہ کو سمجھنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہہ کہ بصراحت اوس عبارت
سے بھی فاضل کا احق بالخلافت ہونا ثابت ہوتا ہے - جو نہ ہماری فاضل مجیب کو کچھہ
مفید ہے اور نہ ہمکو کچھہ مضر ہے - لیکن اس سے اشتراط سمجھنا البتہ تعجب انگیز ہے منشا اسکا

مدعا مین بیان کیا ہے، بعد اگر بفرض محال یہ دلیل مثبت اشتراط ہو تاہم ہمارے مجیب کے
مذہب کے مفید نہین کیونکہ مسئلہ امامت جو اصول مذہب سے ہے تو اوسکے اور اوسکی شرائط کا اثبات
بھی ایسی ہونا چاہیے جو اپنی مدعا کو قطعی طور پر ثابت کرین ظنیات اسمین ہرگز کارآمد نہین
اور بالفرض اہل سنت کے نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد مین اشتراط افضلیت ثابت ہوجاوے
تو یہہ مسئلہ چونکہ اونکے نزدیک فروعات مین سے ہے ایسی اسکی ثبوت کی لیے ادلہ ظنیہ کافی ہونگے
اور قطعیہ کی ضرورت نہوگی۔ لیکن اون ادلہ کو علماء شیعہ کا بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت
اشتراط افضلیت میں جو اونکی زعم مین اصول اعتقادیات سے ہے باطل ہوگا پس ہمارے مجیب
نے ان دلائل کو جنکو بزعم خود مثبت اشتراط سمجھہ رکھا ہے ہمارے مقابلہ مین پیش کرتے ہین
اور چند جہت سے وہ انکار فراغ اور جادہ سے باہر ہوئی جاتی ہین کہ فی الواقع مثبت اشتراط نہین
لیکن اگر واقع کی روسی اشتراط افضلیت ثابت ہو بھی تاہم اپنی مدعا کی ثبوت مین انکو پیش
کرنا سراسر غلط اور خلاف قاعدہ ہے علی ہذا القیاس جسقدر شرائط ثلثہ کی اثبات کے دلائل فرمائی
سب کی یہی حالت ہے کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہہ ہے کہ الزامی جوابات و استدلالات
کافی ہونگی چنانچہ فرمودات سے ابتدا بحث مین ایک رباعی بھی زیب جواب فرمائی تھی
جسکا اول مصرع یہہ ہے ع خواہی کہ شود خصم تو ناچیز ز سخن ۔ حالانکہ یہہ غایت درجہ
بدیہی غلطی ہے اگر بفرض محال ان دلائل سے یہہ مدعا ثابت ہوتا ہم مفید مذہب شیعہ
نہین ہوسکتا اور خصم کو گنجایش ہے کہ اوسکو صرف اسی وجہہ سے رد کرے کہ چونکہ ہر دو علماء
اہل سنت و شیعہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے اونکی نزدیک مسئلہ متنازعہ فیہا فروعی اور انکی
نزدیک اصولی ہے تو کیا ضرور ہے اگر دلائل ظنیہ سے شرائط کا ثبوت اہل سنت کے نزدیک ہوتا ہے تو
قطعی طور پر بھی ثبوت ہو کر مفید مذہب شیعہ ہو بلکہ جب دلائل ظنیہ ہین تو ثبوت مدعا
قطعی کو نہین ہوسکتی۔ پہر باوجود ایسی موٹی برائی اور فاحش غلطی کے جو ہمارے فاضل
مجیب سے سرزد ہوئی ہین یہہ دعوی کرنا کہ صحیح ہوگا یعنی تمام مسائل متنازعہ فیہا مین

مرتبہ حق الیقین کا حاصل کرلیا ہی۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعوی کیا اور اسکا ثبوت کہین نہین دیا
پس بجز اسکے کہ اسکو سہو و نسیان پر محمول کر کے ٹال دیا جاوی مین اور کچھہ عرض نہین
کرسکتا کاش خود ہی چشم انصاف کہو لکر ملاحظہ فرماوین۔ علاوہ ازین ترجمہ عبارت مین جو کچھہ
غلطیان واقع ہوئی اونکو ہم بخوف تطویل ترک کرتے ہین **قولہ** تعجب و حیرت ہی کہ آپکی
خاتم المحدثین نے با اینہمہ تبحر فتح الباری کو بہی ملاحظہ نفرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی بلکہ کل صحابہ
کی افضلیت کو شرط خلافت جانتی تہی اسلئے اس شرط کو لازم نہین مانتی اور نہین تو خلیفہ ثانی کے
تقلید تو اونکو لازم تہی **اقول** یہہ تعجب و حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ با اینہمہ ادعائی
ہمہ دانی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہین سمجہا۔ لیکن طرفہ یہہ ہی کہ اس
بی سمجہی پر اپنی سمجہہ پر یہہ کچہہ ناز ہی کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے ندیکہنے کا
الزام لگاتی ہین حالانکہ خود ہی علامہ کنتوری نے شرح ابن میثم ندیکہنی کے الزام کے جواب مین
یہہ فرماتے ہین (کچھہ ضرور نہی کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا دیکھی ہو اور اسکا علم سب کو ہو)
افسوس کہ یہان اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا تہا تو کیا وہ عذر بہی محو خاطر سامی ہوگیا تہا
قولہ آپنے جو بتقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شیعہ کی خلاف فرمایا ہے
ظن غالب ہی کہ اب تو آپ بہی اس شرط کو مان لین کیونکہ اقتدای صحابہ خصوصاً خلیفہ ثانی آپکو
لازم ہی۔ **اقول** جو کچہہ بینی ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیا ہت وہ محض تقلیداً
ہی نہین تہا چنانچہ ابحاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس مجھکو امید ہی
کہ جناب میری معروضات کو نظر انصاف و تامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائینگی تو انشاءاللہ تعالی
آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائینگی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ**
اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہہ رای کہ افضلیت کو شرط خلافت جانتی تہی اگرچہ اس روایت
سے بخوبی واضح ہے مگر توضیحاً اسقدر اور گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب الفضائل
مین حدیث سقیفہ ملاحظہ فرمائیی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب مین فرمایا۔

بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ
اور خلیفہ ثانی کی یہہ کلام صریح دلیل اسکی ہے کہ جو شخص بہتر و افضل ہو وہ خلافت کا احق ہی
اقول ہم بہی کہتی ہین کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہی لیکن اس سے
آپ کا مدعا کیا حاصل ہوا اسکا وہی غلطی ہے جو اکثر استدلالات مین آپکو واقع ہوئی ہی
پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی افسوس فہم کا یہہ حال ہے اور ان
ترانیونکا وہ حال **قولہ** اور یہہ بہی ثابت ہوا جب آپ الرسول ہی احق بالخلافت ہو اسکو
یاد رکہیگا اگر آپ نے یہہ سلسلہ جاری رکہا تو پہر کسی کام آئیگا۔ **اقول** تسلیم گذارش
کو بندہ کو پہلی سے ہی یاد ہے لیکن تعمیل حکم یاد کر لیا ہے اور اوسوقت کا ہی منتظر ہون
جسوقت یہہ لفظ کام آئیگا۔ **قولہ** غرضکہ اسوقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو
تسلیم کر لیا اور یہہ نہین کہا کہ افضلیت کو خلافت مین کیا دخل ہے شرط خلافت
افضلیت نہین تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تہی **اقول** ای حضرات
اہل انصاف ہماری فاضل مجیب کے اس دلیل کی خوبی و متانت و برجستگی و لطافت کو تو ذرا
ملاحظہ فرمائیگا کہ کسطرح اس دلیل سی کل صحابہ کے نزدیک اشتراط افضلیت ثابت فرمایا ہی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سی یہہ ثابت ہوتا ہی کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہے
اچہا مسلم لیکن دخل ہونی سی یہہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت بہی ہو گئی علاوہ ازین
بجواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر اشتراط کر داسطے حجت ہو گیا ممکن ہی کہ یہہ
سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اوس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کسینی اوسکی
حقیت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کسینی کسی دلیل سی مثلاً بعض نص قرآنی سے
اوسکی حقیت سمجہی ہو اور بعض نے احادیث سی اور بعض نے اونکے ساتہہ دلائل قیاسیہ ہی منضم
کیے ہون۔ تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تہا تو کیا ضرورت تہی کہ اون دلائل مین
او کچہہ تہی جو اپنی ہی مدعا کو موید تہی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تہی اور مطابق واقع کی تہی

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہی معہذا انہیں سکوت کو تو آپ دلیل تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہی کہ جناب امیرؓ کی سکوت کو جو نزمان خلفاء ثلثہ فرمایا بلکہ مسائل بہی اون ہی کے موافق بتلاتے رہی اور سامنی ہوکر یہہ کبہی نفرمایا کہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا ہی تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علی ہذا القیاس جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بلکہ تسلیم کو بہی تسلیم نہیں کرتے اور یہیطرح ائمہ باقیہ میں سے جنہوں نے سکوت فرمایا اور سب کچہہ دیکہتے رہے اور کچہہ نہ بولے تو اسکو بہی تسلیم تصور نہ کیجیگا۔ رہا خوف وجہ تقیہ کا جہگڑا وہ خود ایک امر عجیب بات ہی کہ اصول شیعہ کے موافق بہی کوئی اوسکو تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہہ حرف اسلیے عرض کیا ہے کہ آپنے سکوت کی حجیت کو تسلیم کرکے استدلال فرمایا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمحضر صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے بہی مسلم تہا کہ باعتبار واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ اوصاف حاصل ہیں اور اس اعتبار سے بہی تسلیم تہا کہ ان اوصاف کو خلافت میں دخل ہے **قولہ** اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن عمر وغیرہ کے یہہ رائی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازالۃ الخفا وغیرہ میں مفصل درج ہی ارادہ تہا کہ گذارش کیجیے بخوف اطناب باز رہا اگر حضرت مجیب چاہیں ازالۃ الخفا ملاحظہ فرماوین اکثر علما اہلسنت کا یہہ مذہب ہی کہ افضل امام ہوتا ہی چنانچہ شرح مقاصد کے مبحث سادس کے خاتمہ میں تحریر ہی۔ ذہب معظم اہل السنۃ وکثیر من الفرق الی انہ یتعین للامامۃ افضل اہل العصر **اقول** ظاہر ہی کہ جن دلائل سے جناب نے اشتراط افضلیت پر استدلال فرمایا ہے تو وہ دلائل بہ نسبت اون دلائل کے جو ترک فرمائی اصح و اقوی ہونگی تو جب میں دلائل مذکورہ کو جو اصح و اقوی تہی دیکہہ چکا اور اونکو باطل کرچکا تو متروکہ دلائل کے دیکہنے کی کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچہہ کم درجہ کے ہی ہونگی تو جو اونکا جواب ہی وہی جواب تقریبًا اونکا بہی سمجہہ لیجیے شرح مقاصد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہین اور اوسکی مطلب کو آپنی نہین سمجھا افضل اہل العصر کی امامت کی یہی متعین ہونے کے یہہ معنی ہین کہ اگر اہل حل و عقد بیعت خلافت کے لیے امام کو منتخب کرین تو چونکہ افضل احق ہے اوس سے تجاوز کرکے کسی دوسری کو امام بنا دین۔ افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام بنانا نہین چاہیے اور اسکی یہہ معنی نہین ہین کہ افضل بدون بیعت اہل حل و عقد کے امام ہو جائیگا اور اوسکی انعقاد خلافت کے لیے بیعت اہل حل و عقد کی حاجت نہوگی اور اگر افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام ہوگیا تو اوسکا انعقاد نہوگا اور اوسکی اطاعت لازم نہوگی پس اس سے بھی اشتراط کا ثبوت نہین ہوسکتا۔ **قولہ** تعجب ہے، عبرت کا مقام ہے کہ آپکے خاتم المحدثین باینہمہ والا شانی اپنی کتابون مین احادیث و اقوال صحابہ و علما ملاحظہ فرما کر اس شرط کو مخصوص اور انفس سے فرماتے ہین اور اوسکی نفی کتاب اللہ سے اپنی زعم مین ثابت کرتے ہین۔ **اقول** یہہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبارتکے مطالب تک ذہن رسائی رسائی نہین ہوئی ورنہ اگر نظر انصاف سے اون دلائل کو ملاحظہ فرماینگے اور عبارات فقیر کو نظر انصاف دیکھین گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائینگے اور اوسیکو عبرت کا مقام سمجھینگے چنانچہ پیشتر ہی عرض کیا جا چکا ہے۔ **قولہ** اگرچہ اور بہت سے بیانات اسکی ثبوت مین ہین مگر بخوف طوالت ان سب سے قطع نظر کرکے اب کچھہ شہادتین آپکی خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کے پیش کرتے ہین وہ کتاب قرۃ العینین مین لکھتے ہین کہ۔ این سخن حق ست کہ تا اعتقاد افضلیت مبلغ قرآن و سنت و مبین معانی مردم نکند خاطر باخذ شرائع جمع نگردد۔ اور یہہ بھی اوسمین لکھا ہے شیعہ قائل شدہ اند باآنکہ امام می باید افضل امت باشد و معصوم و مفترض الطاعت و منصوب من جہۃ اللہ و رسولہ و این قول متضمن حق و باطل ہر دو شدہ ست قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت و نبوت کہ متقن قوانین و مبلغ شرائع و مروج دین باشند لازم ست والا اعتماد کلی حاصل نشود و بجای عصمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب عادت می باید اثبات کرد و بجای نص قرآن

طاعت ونصب من عند اللہ ورسولہ استخلاف منصوص واشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد انتہی - اگرچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ محض خلافت خلفاء ثلثہ یکجائی کے پیش نظر چاہئے یہہ تاویل عامیل بلادن دلیل فرماتے ہی اور خود انکی آئی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعوی ثابت ہی مگر چونکہ یہہ محل صرف افضلیت کی ثبوت کا ہی اسلیے ہم اوس سے تعرض نہین کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت ازامت کو لازم لکھتے ہین

اقول چونکہ ہمارے مجیب لبیب نے اسجگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے استدلال فرمایا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ کسیقدر بسط وتفصیل کے ساتھہ جواب گذارش کرین تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل مجیب کو عبارت ازالۃ الخفاء وغیرہ سے واقع ہوئی ہین رفع ہو جائین اور اس وقت ہم قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتین نقل فرمائی ہین لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھہ رکھا ہی بتمامہ نقل کرتے ہین اس سے یہہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع مین نقل عبارت مین شاید سہواً خطا واقع ہوئی ہی ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند باینکہ امام می باید کہ افضل است باشد ومعصوم ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسولہ واین قول مشتمل حق وباطل بر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بنسبت اہل خلافت نبوت کہ متضمن قوانین تبلیغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم ست والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجای عصمت حفظ الٰہی وتائید رحمانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمود وبجای افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسولہ استخلاف بنص واشارت می باید ذکر کرد اہل سنت وجماعت ہمین قول محقق منقح در شیخین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگوئیند در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت وتقنین قوانین آن بود نہ در ہر صفت خصوص زیرا کہ در ملک خصوص عالم علم ہر یکی جدا وصحاب دولت دیگر چنانکہ فتوحی نیز موقوف بود بر علم تشیر احکال انہمہ فتوحات را منقح کردہ نوشتہ اند

اسی اصل عبارت والی مین پایہ ویسین انتہی - اس عبارت مین لفظ اہل خلافت نبوت بترکیب
اضافی واقع ہی اور ہماری مجیب لبیب کی عبارت منقولہ مین واو عاطفہ زیادہ ہوکر اہل خلافت
ونبوت منقول ہوا ہی فرق باہمی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہین کہ اصل نسخہ منقول
عنہ مین یہہ غلطی کاتب سی ہوئی ہو غرضکہ ہمکو اس سے چندان تعرض نہین ہے اسکی
بعد گذارش ہے کہ جوکچہہ افضلیت کے بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
فرمایا ہی نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اوسکی معارض ومخالف ہی جو حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ مین علامات شرائط افضلیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وجہ اوسکی
یہہ ہی کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی مین بیان
فرمائی ہین یہہ ہی کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی بہی افراد مختلفہ ہین اور انکی عوارض جداگانہ
اور اس کلی کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہی پس محصل مدعا یہہ ہی کہ خلافت جو طبقہ
اولی مین پائی جاتے ہین وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت
معین تک ہی اور متصف بصفت خلافت نبوت ہی اور افراد خلافت مین اکمل ہی اور ایسی دیگر
خواص مین سی چند امور مین مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیبیہ اور
حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہد عظیمہ مثل بدر وتبوک مین سی ہو - دوسری یہہ کہ مبشر
بجنت ہو تیسری یہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی ساتہہ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ امیر
مستقر الامارت کے ساتہہ معاملہ کیا کرتا ہی - چوتہی یہہ کہ جن امور کی ظہور کا وعدہ حق تعالی
شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اونمین سے اوسکی ہاتہہ پر بہی ظاہر
ہون - پانچوین یہہ کہ اوسکا قول دین مین حجت ہو بسبب ترویج وتنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی - ساتوین یہہ کہ افضل امت ہو اس سی صاف ظاہر ہے کہ افضلیت گویا نتیجہ
اوصاف ولوازم سابقہ کا ہی اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولی مین پائی جاتی ہے
وہ منحصر خلفاء اربعہ پر ہی اور مخصوص اونہین کے ذوات مقدسہ کے ساتہہ ہی اسکی

بعد سنئے کہ جو لوازم خلافت خاصہ کی مذکور ہوئی اگر اونمین سے کسیکا تحقق خلیفہ مین نہ پایا جاوے مثلاً افضلیت ہی مفقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جائیگی لیکن مرتبہ اکمل سے اوسکا انحطاط ہوگا اور مرتبہ عزیمت سے نکلکر درجہ رخصت مین مستقر ہوگی لیکن اوسکی خلیفہ کی اطاعت واجب ہوگی اوسکی تحت حکم جہاد جہاد کہلائیگا اوسکا نصب عمال وقضات واخذ زکوۃ وصدقات صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جاوے تو مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اوسکی اطاعت واعانت اور اوسکی ساتھ ہو کر جہاد معصیت ہوگا پس منشاء اختلاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے جسکی فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہین ہو سکتی اور حضرات شیعہ نے اوسکو شرط نفس خلافت ٹھرایا ہے جسکی فوت ہونے سے اونکی نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی پہر اگر حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ مین بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز معارض اونکی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کے نہین ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جسکی شیعہ قائل ہوئی ہین وہ یہہ کہ افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہے کہ جسکی شیعہ مثبت ہین اور صاحب تحفہ نافی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت کیطرف پس نفی واثبات اون مختلفین کیطرف راجع ہین اور آپکو شاید معلوم ہوگا کہ تناقض مین آٹھہ وحدتین ماخوذ ومعتبر ہین جب اونمین سے کوئی فوت ہو جائیگی تناقض مرتفع ہو جائیگا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہہ بھی ازانجملہ صفحہ ہو گیا کہ جسقدر عبارتین ازالۃ الخفا یا قرۃ العینین مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر مین ہماری مجیب لبیب کا اونسی استشہاد صحیح نہین ہے اسلیے کہ اونکی مدعا کی موافق نہین اونکا مدعا اثبات اشتراط

افضلیت کا ہی نفس خلافت کے واسطی اور اون عبارتون کا مدعا ثبوت اشتراط افضلیت کا واسطہ
نفس خلافت کے نہین ہی بلکہ کاملیت خلافت کے واسطی ہے پس اگرچہ بار یک فرق اگرچہ عبارات
مین تامل کرنے سی واضح ہے تاہم اگر ہماری حبیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو ہم معذور سمجھتے ہین
علاوہ ازین ہم پہلی گذارش کر آئی ہین کہ آپ کا مدعا جو اصول دین مین ہے ثبوت قطعی کو مقتضی
ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قطعیہ کے اسلیے ضرورت نہین کہ اسکو اصول
مین سے نہین سمجھتے تو ہمکو دلائل ظنیہ کافی ہونگی لیکن آپ انکو ہماری مقابلہ مین اپنی
مدعا کی ثبوت مین کیونکر پیش کرسکتے ہین اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کرسکتے ہین
پس ان دلائل کا اپنی دعوی کے ثبوت مین پیش کرنا صریح غلطی ہے جسکا منشا یہہ ہے
کہ آپ ہمیشہ اپنی دعوی کو بھول جاتے ہین اور یا یہہ ہے کہ دھوکہ دہی مدنظر عالی ہے

قولہ اب ذرا ازالۃ الخفا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمایئے مقصد اول کے فصل دوم
واقع صفحہ ۱۷ کو دیکھیے یہہ عبارت تحریر ہے از لوازم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ افضل
امت باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجہت کہ در نکتہ اولی تقریر کردیم کہ چون
خلافت ظاہرہ ہمدوش خلافت حقیقیہ است دفع ستی در محل خود ثابت گردد لیکن اینجا این نکتہ
باید شناخت کہ عین بعض خواص ریاست خواص را لازم نیست پس خلافت او مطلق نباشد
نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت عزیمت و رخصت خالی از ضعفی نیست بلکہ مورد
مدح مطلق نتواند شد و از آن جہت کہ در خلافت خاصہ تمکین دین مرضی من کل وجہ مطلوب است
و آن بغیر استخلاف افضل صورت نبندد چنانکہ حضرت مرتضی نزدیک استخلاف امام حسن فرمود
ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعھم بعدی علی خیرھم - رواہ الحاکم -
بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکین دین مرتضی من وجہ دون وجہ مطلوب است لا من کل الوجوہ از انجہت کہ
خلافت خاصہ شبیہ است بہ نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ خلافۃ علی منہاج النبوۃ و نیز آمدہ
تکون نبوۃ و رحمۃ ثم خلافۃ و رحمۃ و مع ہر دو ریاست عامہ است در دین و دنیا ظاہرا و باطنا

پس چنانکہ استخلاف شخصی دلالت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قبح از مستقبی جل ذکرہ مرتفع گردد ہمچنان استخلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت واز انجہت کہ حال ساختن شخص مفضول خیانت است عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا من عصابۃ وفی تلک العصابۃ من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ وخان رسولہ وخان المومنین وعن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیہم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جہنم اخرجہما الحاکم — ازینجا میتوان دانست کہ خلافت کبری چہ خواہد بود آری نزدیک تزاحم امور واختلاط خیر وشر وعدم نظام امر علی ما ہو حقہ میتوان راہ ترخص پیش گرفت واز انجہت کہ در وقت مشاورت صحابہ مدار استخلاف افضلیت را نہادند ولفظ احق بہذا الامر گفتند وجمیع ایشان فہمیدند واشتند ودر استخلاف صدیق اکبر چون خطا رای خود بر ایشان ظاہر شد قائل شدند بافضلیت او واین مقتضی است برآنکہ استخلاف بافضلیت متلازم باشد وافضلیت خلفاء اربعہ ثابت است بترتیب خلافت بادلہ بسیار اینجا بر سہ مسلک اکتفا کنیم مسلک اول آنکہ استخلاف این بزرگواران بنص واجماع ثابت شدہ واستخلاف کذا لازم است افضلیت را الی آخر تقریرہ انتہی بقدر الحاجۃ - اس عبارت کو بنظر غور وانصاف ملاحظہ فرمایئے کہ عقلا ونقلا افضلیت کے قائل ہیں اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آئے تھے وہ بھی اسی میں مذکور ہے **اقول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مسلک حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کر آیا ہوں بصراحۃ یہاں جاری ہے افسوس کہ آپنے باوجود اس وضوح مرام اور ظہور مطلب کے عبارت کو نہ سمجھا اور ہمشتی لا تقربوا الصلوۃ کی استدلال فرمایا پس مختصر گذارش ہے متوجہ ہو کر سنیے وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو خلافت نبوت کے مرتبہ کمال میں واقع ہے اور عالی تبہ ہے اسکے لیے افضلیت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگی افضلیت بھی ضرور پائی جائیگی

اور جسجگہ افضلیت فوت ہوگی یہہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگی - دلیل اسکی خود
شاہ صاحب کے اسی عبارتسے ظاہر ہی فرماتے ہین (و نصب غیر افضل حکم رخصت دارد نہ عزیمت
و رخصت خالی از حقیقی عزیمت و صودرجح مطلق تواند شد) اس سے صاف ظاہر ہی کہ غیر افضل
کی امامت و خلافت منعقد ہو جاتی ہے - لیکن مرتبہ عزیمت مین نہین رہتی اور مطلق مرجح
نہین رہتی تو افضلیت شرط کملیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت - اور اسیطرح کی
فرماتے ہین - آری نزدیک تزاحم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام علی ما ہو حقہ میتوان از
رخص پیش گرفت تعجب ہی کہ آپنے اس عبارت کو نقل کیا - اور اس سے استدلال
فرمایا اور ان جملونکو ندیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا - ای کاش کچھہ بھی فہم و انصاف
سے کام لیتی اب ملاحظہ فرمایئی کہ آپکا استدلال ان عبارتونسے اور جو انکی مماثل ہین
کیونکر صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کارآمد ہوگی **قولہ** حیرت ہی کہ حضرت شاہ
صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہون اور اونکی خلف رشید یعنی آنکی خاتم المحدثین
اس عقیدہ کو مخصوص بروافض جانین اور کتاب اللہ سے اوسکی مخالفت بزعم خود ثابت
کرین اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر - کاش یہہ کتاب اونکا ہی بزرگوار کی ہی جسکا حوالہ
خود فرماتے ہین مطالعہ کرلیتے **اقول** اس افسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب کے
فہم شریف ہی ہی اور یہہ امر عبارات ازالۃ الخفاء وغیرہ کو دیکھکر اور بندہ کی گذارش سنکر بخوبی
سمجھہ سکتا ہی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہین حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ اوسکی ہرگز منکر و مخالف نہین یہہ معارضہ محض فاضل مجیب کی خوش فہمی سے
ناشی ہی حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا وہ سرتاپا صحیح ہی یہہ عقیدہ مخصوص
شیعہ کے ساتھہ ہی اور مخالف عقل و نقل کے ہی نہ اسکو کتاب اللہ مساعد ہی اور نہ احادیث صحیحہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسکی موید فارجع البصر کرتین **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ
کی تقریر اسی مقام مین نہین فرمائی - بلکہ ملازمت افضلیت و خلافت مین

ایک طومار طویل الذیل لکھا ہی اور کتاب و سنت و اقوال صحابہ سی دلائل و براہین لالی ہین چونکہ وہ عبارت طویل ہی اور اس مختصر رسالہ مین طول نہو ناچاہیی لہذا ہم نہین لکھتی اگر حضرت مجیب لبیب چاہین تو ازالۃ الخفا کا ملاحظہ فرماوین ہم نشان بقید فصل و مقصد و صفحہ گذارش کرتی ہین مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین کے مقدمہ اولی کو واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو بنظر غور ملاحظہ فرماوین شروع اسکا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و افضلیت شخصی کہ باین خلافت نگرسش ساختہ اند اور ختم۔ پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت واللہ اعلم ہی **اقول** ہمنی ازالۃ الخفا مین یہہ مقام ہی دیکھا علاوہ اسکی بہت مواضع مین افضلیت کے ابحاث مین تامل کیا ہماری فاضل مجیب لبیب کے مفید مدعا نہین اور اس سے شرط افضلیت مطابق خلافت کی بہی ثابت نہین ہوتا جسکی اثبات کی ہماری فاضل مجیب دلی ہین درحاصل مطلب دلائل وہ ہی ہی جو پیشتر گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہین **قولہ** اگرچہ افضلیت کی ثبوت مین جسقدر گذارش ہوا منصف کو کبھی کافی و وافی ہی اور اسیقدر طول ہی ہو گیا مگر اس شرط کا ثبوت مختصر سا اپکی خاتم المحدثین کی تقریر سی ہی پیش کرتے ہین وہ اور سن لیجیی پہر اپنی اقوال باقیہ کا جواب گوش ہوش توجہ سنیی اور وہ یہہ کہ آپکی خاتم المحدثین باب نبوت عقیدہ دوم مین یہہ تحریر فرماتے ہین وعقل نیز صریح دلالت میکند کہ بنی راد لیجب الاطاعت کردن و وحی بسوی او فرستادن و او را آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ساختن و امام را نائب و تابع او گردانیدن بدون افضلیت بنی بر وصی متصور نیست و چون اینہمہ معانی در حق ہر بنی موجود اند و در حق امام مفقود ہیچ امام از ہیچ بنی افضل نمیتواند بود انتہی بقدر الحاجۃ یہہ کلام صریح دلالت کرتی ہی کہ نبی کا آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا سبب ہی اور امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہی اور آپکی خاتم المحدثین کے نزدیک یہی امر عقل صریح دلالت کرتی ہی پس بحمد اللہ کہ آپکی خاتم المحدثین کے اس افادہ سی امام کا افضل ہونا سب رعایا سی ثابت ہوگیا کیونکہ امام ہی آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہی اور تمام رعایا اوسکی تابع ہین **اقول** گستاخی معاف عصبیت کے غبار نے نور بصیرت فہم و انصاف سامی کو یہانتک مکدر کر دیا ہی کہ سلیس سہل الماخذ عبارتونکو

آپ نہیں سمجھتے اور اوسکی فہم مطالب میں سراسر خطا کی راہ پر چلتی ہیں افسوس آپ جیسا ذکی
الطبع مناظرہ دان جسنے تمام مسائل خلافیہ میں یہانتک تحقیقات کی ہو کر مرتبہ حق الیقین کا
حاصل کر لیا ہو ایسی عبارت توہمین ایسی فحش غلطی کھاوی فیا للعجب ولفضیحتہ لادب آپنے اس عبارت
سے استدلال نہیں کیا بلکہ اوسکو مسخ و تحریف کر ڈالا آپ جیسی محقق الکذا رش ہے شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کا واجب الطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا
اور آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اوسکی تابع ہونا یہہ مجموعہ اوصاف جو خداوند
تعالے نے نبی میں ودیعت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ نبی امام سے افضل ہو اور
یہ وجہ افضلیت نبی کے امام سے یہہ امور مفقود ہیں اور یہہ تمام اوصاف ایک نبی میں
پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا ہے
آپنے اس سے استدلال اسطرح فرمایا کہ آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا
سبب ہے اور یہہ امر یعنی آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام میں بھی پایا جاتا ہے تو وہ
بھی افضل ہوا اس استدلال میں چند وجہ سے بحث و تامل ہے اول یہہ کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ نے بصراحت ان امور کے امام میں نہ پائی جانے کو بیان فرمایا ہے آپنے اپنی استدلال
میں اوسکی خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہہ کہا کہ امام میں آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالف دعوی کو کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس
شاہ صاحب کی عبارت سے یہہ کونسا استدلال ہے آپکو شاید یہہ خیال نہیں رہا کہ اس تقریر سے
تمام دلیل ہی درہم برہم ہو جاوے اور اصل مدعا سے اوسکو کچھہ تعلق نہیں رہیگا کیونکہ مدعا
یہہ تھا کہ کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ جن
پر نبی کی افضلیت کا مدار تھا امام میں بھی پائی جاوے تسلیم کریں تو تمام دلیل و
مدعا کو مسخ کردیا بس آپکے تحقیق یہہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں
بلکہ آپکی مقدمہ مطویہ فی الذہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت نہ عقلاً ہو سکی اور نہ نقلاً

ثانیاً ہم کہتی ہین کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہے نہ ہر واحد کیونکہ واجب الاطاعت
ہونا علی العموم علت افضلیت نہیں ہے کیونکہ والدین واجب الاطاعت ہین اور افضلیت
شرط نہین تو یہہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی اور نہایت فہم و انصاف ہی کہ
اوس مجموعہ مین سے بعض اوصاف لیکر اوسپر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہہ سمجہا کہ مجموعہ کا
حکم اجزا کی حکم سے جداگانہ ہوتا ہی اگر نزول وحی کو بہی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطے
ثابت ہی چنانچہ آپکی حضرت کلینی نے محدث کے معنی مین ایک قسم کے نزول وحی کو درست
کیا ہی اور جب نزول وحی اور آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپکا استدلال
شاید صحیح ہوجاتا گو خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہین۔ ثالثاً سلمنا کہ آمر و ناہی و حاکم
علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہی۔ لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہین کہ امام آمر و ناہی علی الاطلاق
و حاکم علی الاطلاق ہی یہہ تو صرف حضرات شیعہ ہی نے خلاف عقل و نقل تسلیم
فرما رکہا ہی پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہماری مجیب لبیب کی کمال
دانشمندی اور مناظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق نہین کہتے بلکہ
علی التقیید کہتے ہین کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہی بخلاف نبی کے کہ اوسکی اوامر و نواہی خود
تشریع ہین جو کچہہ وہ فرماوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالے ہی اوسمین دوسرا احتمال نہین اور نہ
کوئی دوسرا قانون اوسکی لیے ہے کہ جسکی مطابقت و عدم مطابقت سے اوسکی صحت
و غلطی پر مطلع ہوسکین وہ دوسرونکی اوامر و نواہی کیلیے میزان و قانون ہے۔ رابعاً
اس جملہ کا مطلب ہماری سمجہہ مین نہین آیا معلوم نہین یہہ کیا چیستان و پہیلی ہی (اور
امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہی) ہماری مجیب فرماوین تو سہی کہ
حضرت نے اس جملہ مین مطلب رکہا ہی یا نہین ہماری خیال مین تو یہہ آتا ہی کہ متبوع اسم
مفعول کا صیغہ تہا تو خیال کیا ہوگا کہ اوسکی لیے مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)
تو مناسب نہین اور باعتبار معنی کے صحیح نہوگا اوسکی لیے اگر صحیح ہوگا تو ہمجنس مفعول کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیے مفضولیت کا اطلاق کردیا سبحان اللہ ع برین علم و دانش
بباید گریست * بلکہ بباید غند ید - پہر اس فہم و لیاقت پر یہہ دعوی ہیہ کہ یہہ ہندی کی شل سوچہ کی
اس بل پرتا پانی **قولہ** اب امید ہی کہ کوئی غبی بہی چہ جائیکہ ہماری مجیب سی ذکی
ذوی ہوش اس شرط کا انکار نکریگا کیونکہ ہمنی عقل و نقل کتاب و سنت حتی کہ اقوال شیخین
وصحابہ و عترت و علماء اہلسنت و والد ماجد آپکی خاتم المحدثین کے قول سی اس شرط کو بخوبی
ثابت کردیا والحمد للہ علی ذلک **اقول** جسقدر آپنے افضلیت بلکہ شرائط ثلثہ کی ثبوت مین
دلائل پیش فرمائی اور بزعم خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علماء
اہلسنت سی ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش بر آب بلکہ لمعان سراب تہا بحول اللہ و قوتہ تعالی
ہماری معروضات سی جو اوسپر متعلق جرح و قدح کے کیگئی یک لخت بتمامہ کرماد اشتدت بہ الریح
فی یوم عاصف ہبا منثورا ہوگیا اور مثل تار بود عنکبوت کی تہی اوسکو توڑ پہوڑ کر رکہدیا - اور مثل
آفتاب نیمروز کی واضح کردیا کہ یہہ استدلالات محض حضرت مجیب کی اور اونکی بزرگون کی خوش
فہمی کی ناشی ہین اب بعد اسکی یقین ہی کہ کوئی اجہل و اغبی بہی چہ جائیکہ ہماری فاضل
مجیب جیسی ذکی لقیع و ذوی ہوش ان شرائط کو تسلیم نکریگا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے خلاف
ہو اوسکو کوئی عاقل و منداز التسلیم نہین کرسکتا واللہ الموفق للرشاد **و قال الفاضل المجیب**
قولہ - اور بیان کرنا چاہیے کہ مدار وجوب نصب کا اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی کہ بایں تعمیم
اگر دی پر تو اسکا اثبات بہی ضروری ہی - اقول ہم آپکی علماء و صحابہ مقبولہ کی اقوال سی وجوب
نصب ثابت کرچکی آپ اپنی علماء سی دریافت کیجیے کہ وجوب نصب کا مدار اس اصل پر ہی یا کس اصل پر
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کی اقوال سی جیسا
کچہہ وجوب نصب ثابت فرما کر آئی وہ اہل علم و انصاف پر بخوبی واضح ہوچکا اب اس سی
صاف ظاہر ہی کہ یہہ محض تعلل یا دفع الوقتی بلکہ گریز ہی جب ان حضرات کو دار و گیر ابحاث کے
شکنجہ مین پہنسنی کا خوف ہوتا ہی تو اسیطرح راہ فرار ڈہونڈہتی ہین علاوہ ازین

یہہ کیا ضرور ہی کہ جو چیز وجوب نص کے لیے آپکی نزدیک اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
بھی ہو - ہماری نزدیک سرے سی وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہی لیکن آپکی نزدیک
بروی آپکی عقل کے خداوند تعالے عما یقولون علوا کبیرا کی ذات پاک پر لطف واجب ہی
اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نص کا مدار بہی اسی پر ہے - لیکن چونکہ
وجوب نص کے دلائل ہی مین بہت غلطیان وبیجا ان ہوے اور بہزار وقت وہ بہی
غلط سلط دلائل نقل کیے تو اب اگر اس اصل کے دلائل کو چھیڑا جاتا تو دلائل بہم پہونچتی تو
تو معلوم ہوتیں لیکن الحکم المبنی علی الفاسد فاسد - جسقدر دلائل ثبوت وجوب نص مین ذکر فرمائی
تہی وہ بہی لغو اور باطل ہوجاتی اس در بہی پر آفرین ہی **قولہ** اگرچہ اسیقدر جواب
کافی تہا اور جو عبارت ازالۃ الخفا کی نقل ہوئی ہین اونمین اس وجوب کا مدار بہی اسیقدر
لکہا تہی مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہین اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے
ہین چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گذر چکا اور عصمت
سوای اللہ جل شانہ کے کوئی نہین جانتا اسلیے ضرور ہی کہ امام منصوص من اللہ ورسول
ہو - عبارت ازالۃ الخفا سے بہی یہہ بات ثابت ہی گو شاہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہین لکہا
اور وہ بپاس خلافت خلفا ثلثہ یہہ لفظ کیونکر لکہہ سکتی تہی - **اقول** کتب عقائد
شرح تجرید و شرح باب حادی عشر المسمی بالنافع یوم المحشر کے دیکہنے سی معلوم ہوتا ہی کہ اصل
امامت کا بہی مدار اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی اور اوسکی یہہ شرائط ہین خواہ بلاواسطہ
خواہ بالواسطہ اوسی اصل کیطرف راجع ہونگی - لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لین اسلیے
نہ اوسکی اصالت کا اقرار کرتے ہین اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہین اگر اقرار کرین
تو اوسکا ثبوت کہانسے لاوین اور انکار کرین تو یہہ ڈر ہی کہ کل خصم دست بگریبان ہوگا
اسلیے آپنے وجوب نص کا مدار وجوب عصمت کو ٹہرایا اور اصل سوال (کہ وجوب نص کا مدار
اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہین) کی جواب مین لا و نعم کچہہ نفرمایا یہہ مناظرہ مین

وا رد کیہ خصم سے کچہی کے نکہنڈے ہی نہین تو کیا ہین ۔ لیکن آپکا خصم بجوج کب چہپا چہوڑتا ہی والا ہی
اور چیر وجوب لطف کو اچہا رہنی دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچہہ ناز ہی تو ہمنی اوسکی دلائل
پر بہی مختصر اور کچہہ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانینگی اور حضرت شاہ صاحب نے اگر عصمت کو
نہین لکہا تو بیاس خلافت خلفا نہین بلکہ بپاس کتاب سنت نہین لکہا کہ خلاف کتاب
و سنت کیونکر لکہہ سکتی ہی **قولہ** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہی اور اوسکا ثبوت
چاہا ہی اگرچہ یہہ اصل بہی اپنی محل پر ثابت کی گیی ہی مگر چونکہ یہہ بحث الہیات سے
متعلق ہی لہذا اوسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین **اقول** جناب میر صاحب
یون تو آپکا جو دل چاہی فرمائین نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ ثبوت اسکے حرف ایک
امامت ہی امامت کافی ہی لیکن پہلی آپ اپنی خصم کے گذارش سنیی اوسکی بعد فرماییی کہ آیا ملجو
وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہی یا نہین وہ یہہ گذارش خدمت والا کرتا ہی کہ وجوب
عصمت نص وغیرہ بلکہ تمام مبحث امامت کے لیی وجوب لطف علی اللہ اصل ہی یا نہین
اگر ہی اور فی الواقع آپکے نزدیک اوسکی اصالت مسلم ہی تو یہہ اصل فاسد ہی کیونکہ مسلم
محال کہ ہی تو وہ فرع جو اس اصل پر متفرع ہوگی وہ بہی فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی خصم نے
اس صورت مین آپکے مسئلہ امامت کو مع اوسکی لواحق کے سب اس بحث ہی مین باطل کرنا چاہا
اور خیال کیا کہ ابطال دلائل مین زیادہ تجشم استدلالات کی ضرورت نہ پڑی اسپر جناب والا کا
یہہ فرمانا کہ چونکہ یہہ بحث الہیات سے متعلق ہی لہذا اسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین
آپ ہی انصاف سے فرمادین کہ بروی آداب مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہی اور آپکو
بحث امامت ہی مین اوسکی ثبوت و اثبات کے ضرورت ہی یا نہین ۔ علاوہ ازین اس
بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہہ غرض ہی کہ اسکا امامت سے کچہہ تعلق نہین
تو غلط ہی چنانچہ ابہی واضح ہوچکا ہی اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہین تو پہر یہہ
ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کی میدان نہ آرا نہین میدان مناظرہ سے صریح گریز ہی ۔ **بیت**

حرف مطلب کو میری سنکی بصد ناز کہا + ہم سمجھتے نہین بکتا ہی یہہ سودائی کیا + شاید
امید حیدان سلیے بڑہا لیوگا کوئی جملہ ضرورت تو ہی لیکن بمقابلہ کشمکش تحفہ انظار کی کالم بکن
سمجھی گئی قال الفاضل المجیب قولہ اور اختلاف نص کے صورت ہین کسکو امام
سمجھا جائیگا - اقول - اسکا مطلب سمجھہ مین نہین آتا جبکہ نص کی شرط ہمنی ثابت
کردی اختلاف نص کے کیا معنی اگر نص مین اختلاف ہے تو نص ہی کہان ثابت ہوئی
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - حضرت میر صاحب واقعی اسکا مطلب
جناب کے فہم شریف مین نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعائے تبحر آپکو اپنی مذہب کے
روایات و نصوص کی خبر نہین ہی لیجیے ہم ہی خدمت سامی مین گذارش کرتے ہین کہ حضرت
امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھی ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم ان مین سے
آپکے فرزند کلان اسمعیل تھی جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الائمہ سب سے زیادہ محبوب رکھتے
تھی اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت مین تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجھتے
تھی اول حضرت نے امامت کو انکی نامزد فرمایا اور انکی ہی امامت کی نص فرمائی یہہ ہی وجہ
ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہوا فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے
بعد اسکی حسب روایات حضرت شیعہ (دروغ برگردن راوی) جب اسمعیل سے بعض افعال ذمیمہ و حرکات
قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے منصوص
فرمایا اور اپنی اصحاب کے جواب مین جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بدا کا عذر فرمایا آپ کے
رئیس المتکلمین نے نقد المحصل مین اپنے پیشوایان دین سے نقل کیا ہی کہ حضرت امام صادق رضی اللہ
عنہ اسمعیل پسر خود را قائم مقام خویش فرمودہ بر امامتش نص نمودند چون امور ناشایستہ ازو صدور
یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و بجواب اصحاب عذر بدا را آغاز نہادند - انتہی نقلا عن
ازالۃ الغین اور اسکی تائید و تقویت کلینی کی روایت سے ہوتی ہے جسکو خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے
ازالۃ الغین مین نقل کیا ہی سئل ابو عبد اللہ عن ابی محمد بعد ابی جعفر بما لم یکن یعرف لہ کما بدا لہ فی

بعد[1] مضی اسمعیل بلکہ روایت کلینی کی اس اختلاف کے علاوہ دوسرا اختلاف امر امامت محمد اور
ابو جعفر مین بہی معلوم ہوتا ہی پس ان روایات کو ملاحظہ فرمایئے اور انکا مطلب سمجہیے اور
اور اختلاف نص کو دیکہیے سب ہماری گذارش آپ کی سمجہہ مین آجاویگی بعد اسکے جواب کا فکر کیجیے اور اگر
پہر بہی سمجہہ مین نہ آوے تو بندہ کا قصور نہین ہے **قولہ** کیا بارگاہ خداوندی مین بہی مثل
تخالف و تشاجر صحابہ اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** جناب کیا آپکو معلوم نہین ہے کہ حسب روایات
حضرات شیعہ کے بارگاہ خداوندی مین (معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد) مثل تخالف و تشاجر
صحابہ بلکہ مثل عوام اختلاف ہوتا ہے اور بمقتضائے ان روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خداوند
تعالی شانہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا اول خلاف مصلحت نادانستگی سے کوئی ارادہ
یا امر فرمادے اور بعد اسکے امر قرین مصلحت دریافت ہو اور اسکا حکم فرمادے اور اسکو بلفظ بدا سے تعبیر
فرماتے ہین چنانچہ روایات سابقہ مین پہلے نادانستگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت
امامت کی نص ہوئی اور جب اوس سے افعال ناشائستہ سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ پہلی تجویز
جو اونکی امامت کی تہی خلاف مصلحت تہی تو پہر دوسری دفعہ حضرت امام موسی کاظم کے نام امامت
نص فرمائی اور عذر کردیا گیا کہ پہلی نص مین خدا تعالی کو (معاذ اللہ) بدا واقع ہوگیا تہا۔
علی ہذا القیاس اور بہت روایتین ہین جو اس امر کو ثابت کرتی ہین تفسیر صافی سورہ رعد تحت قولہ
تعالی یمحو اللہ ما یشاء روایت مذکور ہے والعیاشی عن الباقر[2] انہ قال کان علی بن الحسین
یقول لو لا آیۃ فی کتاب اللہ لحدثتکم بما یکون الی یوم القیمۃ فقلت لہ ایۃ آیۃ قال
قول اللہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب اس روایت سے صاف ظاہر ہے

[1] یعنی جعفر کے بیٹے اسمعیل تھے جنکو باپ نے امام بنانا چاہا تھا وہ مر گئے جب اسمعیل مر گئے تو بعد انکے موسی امام ہوئے۔ [2] معصوم شیعی کے امام اوسنے روایت کی ہے کہا امام زین العابدین فرمایا کرتے تھے اگر کتاب اللہ میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمکو قیامت تک ہونے والی باتوں کی خبر دیتا میں نے پوچھا کونسی آیت ہے فرمایا قول جسکا ترجمہ یہ ہے مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اوسکے پاس ہے اصل کتاب ۱۲

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

کہ حضرت امام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے مین خوف تھا تو یہ بھی بات کہ شاید
بطور ارادہ کے بدل سدل ہو جاوے اور ہم جھوٹے ہون اور نہین بیان فرماتے تہے تو اسی وجہ سے نہین
بیان فرماتے تہے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے مواضع مختلفہ سے بدلالت النص بدا ثابت ہے
اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین جو اسکی نسبت بہت روایات
نقل فرمائے ہین اونمین سے تبرکاً چند روایات نقل کرتا ہون - ۵۱ وما رواه ایضاً صاحب الکافی
فی کتاب النکاح فی باب اللواط فی تضاعیف حدیث رواه بالاسناد عن ابی جعفر و
هذا موضع الحاجة منه قال لهم لوط یا رسل ربی فما امرکم ربی قالوا امرنا ان ناخذهم
بالسحر قال فلی الیکم حاجة قالوا وما حاجتك قال تاخذونهم الساعة فانی اخاف ان
یبدو فیهم لربی وما رواه صاحب الکافی فی باب بداء خلق الانسان من کتاب
العقیقة ان الله یقول للملکین الخلاقین اکتبا علیه قضائی وقدری ونافذ امری
واشترطا لی البداء فیما تکتبان اور تفسیر صافی مین ہے ۵۲ وعن الصادق انه سئل عن قول الله
تعالیٰ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ قال کتبها لهم ثم محاها ثم کتبها
لابنائهم فدخلوها والله یمحو ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب لیکن فقیر گذارش کرتا ہے
کہ اس بداء مذکورہ کو نسخ کہہ سکتے ہین تامل کیجیگا بدا کو آپکے علماء محققین نے اسطرح بیان فرمایا ہے
یقال بدا له اذا ظهر له رای مخالف للرای الاول وظهر له من الامر ما لم یکن ظاهراً —

۵۱ اور نیز وہ جو صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب لواط مین ایک حدیث کے ضمن مین بوسطہ اپنی اسناد کے ابوجعفر سے روایت
کیا ہے اوسمین سے بقدر حاجت یہ ہے فرشتونکو لوط نے کہا ای میری رب کے پیغام پہنچانیوالو تمکو میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہے اونہون نے کہا
کہ ہمکو حکم کیا ہے کہ ہم اونکو وقت سحر پکڑ لین کہا تو مجکو تمہاری طرف حاجت ہے اونہون نے پوچھا کیا حاجت ہے کہا کہ ابہی پکڑ لو کیونکہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین اونمین میرے پروردگار کو بدا ہو جاوے اور وہ ہے جو صاحب کافی نے کتاب عقیقہ کے باب بدء الخلق مین روایت کی ہے
اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والے دونو فرشتونکو فرماتا ہے کہ اسپر میری قضا اور میری قدر اور میرا حکم جاری لکھو اور میرے لیے بدا کی شرط
جو کچھ لکھو اوسمین کر لیجو ۵۲ امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اونسے کسی نے اس آیت سے پوچھا
ادخلوا الارض المقدسة التی کتب الله لکم فرمایا اونکی لیے اوسکو لکھا تہا پہر مٹا دیا پہر اونکی اولاد کے لیے لکھا اور وہ داخل ہوے
واللہ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ۱۲ -

اور بدا مین نادانستگی اور خلاف مصلحت ہونی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ مین بیان اتمام حکم ہوتا ہے
دین غرضیکہ بداو نسخ بر دو متغایر و متباین ہین انمین اتحاد نہین **قولہ** اسکو مفصل تحریر فرمائیے
تاکہ جواب گذارش ہو **اقول** ہمنے مفصل گذارش کرکے بخوبی سمجھا دیا حسب وعدہ جواب عنایت
ہو- **قال الفاضل الحبیب** قولہ- اور زمان فترت مین کیا حکم ہوگا- اقول
وہی جو زمان فترت نبوت مین ہوتا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاہ**
یہہ جواب محل بحث و تامل ہے کیونکہ فترۃ الرسل کے معنی حسب تصریح صاحب تفسیر صافی کے
فتور الارسال اور انقطاع الوحی کے ہین جس سے مراد وہ زمانہ ہے جسمین رسالت بند ہوجاوے
اور وحی منقطع ہوجاوے تو ہمارے فاضل نے جو فترۃ امامت کو فترۃ رسالت پر قیاس کیا ہے قیاس
قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالےٰ شانہ کیطرف سے
حفظ اور بقا کا وعدہ نہین تہا یہی وجہ ہوئی ہے کہ لوگ دین کو متغیر کردیتے تہی
اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتے تہی بعد اسکے جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تہا تو اوسکی تجدید
کرتا تہا اور جوکچھہ اوسمین خرابیان ہوئی تہی رفع فرماتا تہا کوئی مستقل شریعت جداگانہ دیکر
بہیجا جاتا تہا جب ہمارے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کافۃ العرب والعجم مبعوث
ہوئی اور خداوند تعالےٰ شانہ نے کتاب نازل فرماکر دین کی تکمیل فرمائی اور اوسکی حفظ و صیانت
کا وعدہ فرمایا اور تمام ادیان پر دین اسلم کی غلبہ کا مژدہ سنایا تو اس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ اس شریعت مین تغیر واقع نہوگی اور اوسکی کتاب محرف ہوگی تو اگر ایسی شریعت مین
فترۃ امامت واقع ہے جسکا واقع ہونا کچھہ ضرررسان نہین ہے تو اوسکو انبیا شرائع کی فترۃ رسالت پر قیاس
کرنا جو مندرس ہوچکی ہو اور نہ اوسکی کتاب باقی ہو اور نہ اوسکی احکام اپنی حال پر ثابت
رہی ہون سخت بدیہی غلطی ہے قطع نظر اس سے فترۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
لطف کے خلاف ہے گویا اگر نبی مبعوث نفرماوے یا ائمہ منصوص نفرماوے تو معاذ اللہ
آپکی نزدیک خدا تعالےٰ خود تارک واجب اور ملام ہوگا تعالےٰ شانہ عما یصفون اور ظاہر ہے

کہ قضیہ موجبہ میں وجود موضوع کی ضرورت ہی تو اگرچہ حضرات شیعہ خلاف کتاب اللہ
و شواہد حسیہ محض ایک خبر واحد کی وجہ سے جو خود بھی جناب امیر سے روایت کرتے ہیں
لا یخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ظاہر مشہور و اما خائف مغمور زمان فترت کو منکر
ہیں لیکن ہماری ناقص سمجھ سے انصاف فرمایا زمان فترت کو قبول فرمایا اگر قیاس میں نہ آتا تھی کہاں کی سو خیر ہم اسکو بھی تسلیم
سمجھتے ہیں۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ و بعد تحقق امامت نزع و خلع جائز ہے
یا نہیں۔ اقول۔ اس سوال کا جو ہی تعجب ہی جبکہ ہم ثابت کر چکے کہ امت کا کام ہی امام
بنانا نہیں ہے بلکہ منصوص من اللہ و من الرسول ہونا چاہیے تو بعد تحقق امامت نزع
خلع کے کیا معنی۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بے شک
اس سوال سے جناب کو تعجب ہوگا لیکن بہت زیادہ تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دوم جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصالحت محفوظ خاطر اشراق مآثر نہ ہوگا اور عنقریب بزعم
خود منصوصیت امام ثابت کر ائی ہیں تو ایسی حالت میں اس سوال سے زیادہ استعجاب ہوگا
لیکن جناب وہی قصہ مصالحت کو دیکھیں اور مصالحت نامہ کو تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں
تو یہہ استعجاب جو سوال سے ناشی ہوا ہی رفع ہو جائیگا اگرچہ دوسری حیرت لاحق حال
ہو جائیگی اول مصالحت نامہ کی نقل کرتا ہوں جسکو میرزا غیاث الدین شیرازی نے جنکا تشیع
انکی تاریخ سے ثابت ہی اپنی تاریخ مسمی حبیب السیر میں جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵ پر مصالحت
نامہ بایں الفاظ لکھا ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن
ابیطالب و معویہ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین
علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالی و سنۃ رسولہ و سیرۃ الخلفاء الصالحین ولیس لمعویۃ

سلہ اللہ کی زمین امام سے خالی نہیں ہوتی یا تو ظاہر مشہور ہوتا ہی اور یا ڈر کر چھپا ہوا۔ ۱۲۔ سلہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہہ وہ ہی جس پر حسن بن علی بن ابیطالب نے معویہ کے ساتھ مصالحت کی یعنی مصالحت کر کہ مسلمانوں کے امر کی ولایت اسکو سپرد کر دی اس شرط پر
کہ انمیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء صالحین پر عمل کی اور نہیں ہی کہ معویہ۔ ۱۲

سلہ بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من بعدہ عہدا بل یکون الامر من بعدہ
شوری بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کانوا من ارض اللہ فی شامہم
وعراقہم وحجازہم ویمنہم وعلی ان اصحاب علی وشیعتہ امنون علی انفسہم
واموالہم ونسائہم واولادہم وعلی معویۃ بن ابی سفیان بذلک عہد اللہ
ومیثاقہ وما اخذ اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بما اعطی اللہ من نفسہ و
وعلی ان لا یبغی للحسن بن علی بن ابی طالب ولا لاخیہ الحسین ولا لاحد من
اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائلۃ سرا ولا جہرا ولا یخیف احدا منہم
فی الافاق شہد علیہ بذلک وکفی باللہ شہیدا فلان وفلان والسلام اس
صلح نامہ کی کلمات کو غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت امام نے امیر معویہ کو کیا چیز
تسلیم فرمائی وہ تولیت در ولایت امر المسلمین ہے جو عبارت امامت سے ہی یا کوئی اور چیز ہے
اگر ولایت امر المسلمین سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ امامت کو اپنے سے خلع
کیا یا نہیں کیا اب فرمائیے آپکی وہ نص کہان گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی اور
علاوہ اسکی دو جملے علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنت رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین
اور بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین مذہب تشیع پر کیسی کچھ خرابی و آفت ڈھاتی
ہین اور جڑ تشیع کی نکالتے ہین چونکہ مقصود اختصار ہے اسلیے اشارہ کیے دیتی ہین اہل فہم

سلہ معویہ بن ابی سفیان کو اختیار نہیں کہ اپنی بعد کسیکو اپنا ولی عہد مقرر کرے بلکہ اسکی بعد امر مسلمانوں میں بطور شوری کی ہوگا
اور یہ کہ لوگ امن سے رہیں جس جگہ ہونگی خواہ شام میں ہو عراق میں اور حجاز میں اور یمن میں امن سے ہونگی اور یہ
کہ علی کے اصحاب اور اسکی شیعہ اپنی جانوں اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر امن سے ہونگی ۔ اور اس معاملہ
میں معویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور میثاق ہے اور جو عہد اللہ نے عہد لیا ہے کسی سے اپنی مخلوق میں سے
وفا کرنے اور اس عہد پر جو اپنی طرف سے خدا کے ساتھ کیا ہے اور یہ کہ حسن بن علی بن ابی طالب
اور اسکی بھائی حسین کو اور اہلبیت میں سے کسیکو کوئی فریب ہوگا در پوشیدہ اور نہ ظاہر اور نہ کوئی ڈراوے کسی کو
عالم میں اسپر فلان فلان گواہ ہوتے اور اللہ گواہ کافی ہے ۔ والسلام

ودکا سمجھیں ۔ ہاں یہاں اسقدر باقی رہگیا کہ حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی ۔ لیکن بیعت بھی فرمائی یا نہیں فرمائی سو اسکو ہم حبیب السیر ہی میں دیکھتے ہیں ۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت بھی فرمائی ملخصاً عبارتہ

چون امام ہمام اہل اسلام بقبضۂ اقتدار حاکم شام درآمد روزی عمرو بن العاص معویہ را گفت کہ حسن را بگو کہ خطبہ خواند و مردمان را از استعفای خویش از خلافت آگاہ گرداند و چنان نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از ادای خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را قابلیت این امر نبودہ معویہ بحث از قبول این سخن ابا نمودہ بالآخر بنابر الحاح عمرو آن امر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت ملتمس او را مبذول داشتہ در مجلسی کہ جمہور اعیان عراق و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمودہ و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مراکب تقوی ست و بدترین حمق فجور ست و بدرستی کہ اگر شما طلب نمائید از جابلقا و جابلسا مردی را کہ جدش محمد باشد نیابید کسی غیر از من و برادرم حسین میدانید کہ خدا تعالی شما را ہدایت داد بجد من و نجات بخشید از غوایت و شما را عزیز گردانید بعد از ذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدرستیکہ معویہ با من نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این مہم را بوی بازگذاشتم و ترک محاربہ گفتہ ریختن خون اہل شام را روا نداشتم و ہر آئینہ شما ملامت کنید مرا کہ این امر را بغیر اہل آن وادہم و این حق را در غیر موضعش نہادم اما قصد من صلاح امت بود وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین چون سخن بدینجا رسید معویہ بی طاقت شدہ گفت بس است ای ابو محمد فرود آی و بر دانکہ در کشف الغمہ مرقوم گشتہ و در خطبۂ مذکورہ مسطور ست کہ قد بایعت[له] و رأیت ان حقن الدماء خیر من سفکہا ولم ارد بذلک الا صلاحکم وبقائکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین ۔

له تحقیق میں نے اس سے بیعت کرلی ہے اور میری رائے میں یہ آیا کہ خون ریزی سے اوسکی حفاظت بہتر ہے اور میرا ارادہ اس سے بجز تمہاری خیرخواہی اور بقا کے اور کچھ نہیں ہے اور میں نہیں جانتا ہے شاید تمہاری یہی فتنہ اور ایک وقت تک نفع لوٹھانا ہو ۔ ۱۲

اوسکو قبیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہے پس ہم پوچھتے ہین کہ عصمت اونچا
یعنی ہے۔ علاوہ ازین اوائل رسالہ ہذا مین گذر چکا ہی کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال
کی عسل سے ایک ضیف کے لیے بقدر ایک رطل کے عسل لے لیا تھا اوسپر جناب امیرؓ نے بقدر
غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور بعذر استحقاق بیت المال کا پذیرا نفرمایا بلکہ تصرف
قبل القسمت کو ناجایز فرمایا اور حضرت امام نے جسقدر عسل بیت المال سے لیا تھا نے الفور
جناب امیرؓ نے فوراً اول بازار سے خرید کرکے اوسیقدر اوسمین داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہہ
تخطیہ ہے پس اب فرمائیے کہ عصمت او چنانچہ یعنی ہے۔ یہی آپ امکان تخطیہ کے بھی منکر
تھے سو ہمنے آپکو اوسکا وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس رسالہ مین ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات سخت مثل جنین پردہ
نشین تہمت شدہ الخ فرمانا بیان کر آئی ہیں آپکو یاد ہوگا اب ہمکو نظر آتا ہے کہ آپ حصا انحاث
مین محصور ہوکر بیجا دامن قصہ حضرت موسی و ہارون علیہما السلام کو سمجھینگے اور الزاما اسکو
پیش فرماینگے لیکن اسکا حال ہے کہ اول اونکا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا الشی حفظا ہو
جس سے انبیا معصوم مین غیر مسلم ہے اور بفرض محال اگر انبیا مین تخطیہ واقع ہو بھی تو چونکہ
انبیاء باتفاق فریقین معصوم ہین اور اونکی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہی تو اسلیے اونکو
تاویل ضرور ہوگی بخلاف ائمہ کی کہ نہ اونکی عصمت مسلم اور نہ اوسپر کوئی دلیل مثبت قائم ہے
تو اونکا انبیاء کی تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قولہ** مگر ہم حسب مذاق حضرت
مجیب عرض کرتے ہین کہ بفرض محال اگر یہہ امر ثابت بھی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا جسطرح
انبیاء ایک دوسری کا تخطیہ فرماتے ہین جو جواب حضرت مجیب وہان دینگے وہی یہان بھی
تصور فرمادین۔ **اقول** ہماری فاضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف اوٹھانی کی کچھ
ضرورت نہین ہمنے اونکی ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائین کہ انبیاء مین
کونسا تخطیہ واقع ہوا ہے جو امر تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک الجواب تصور فرما رکھا ہی

علاوہ ازین اسکا دار و مدار ثبوت عصمت ائمہ پر ہی اور اوسکو ہم سابق مین باطل کر آئی ہین تو یہہ بیع
محض بناء فاسد علی الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو تامل سے دیکھا جاے تو یہہ مستلزم
الالزام بھی نہین ہوسکتا کیونکہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوا ہی وہ اسطرح ہی کہ امام بالفعل نے
امام بالقوہ کی تخطیہ فرمایا ہی اور اگر یہہ ہی صورت تخطیہ کے انبیا مین فرض کیجاوی تو چونکہ
عصمت انبیا قبل البعثۃ علی الخصوص صغائر سے مختلف فیہ بین اہل السنت ہی اسلیے کہا جاسکتا ہی
کہ نبی بالفعل کا تخطیہ کرنا نبی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپکی حکم کے موجب ہمنی اس
جواب کو آپکی طرف سے ائمہ مین بھی تصور فرمایا تو یہہ ثابت ہوا کہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوگا
اوسمین امام بالفعل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے قصہ مین جناب امیر رضی اللہ عنہ
صواب پر تھے اور معاملہ صلح مین جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر تھی لیجیے ابطال
عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرما لیا قال الفاضل المجیب۔ قولہ اور نہ عصمت کا
تحقق جمیع عمر مین ہی بالبعض مین ۔ اقول مذہب اہل حق یہہ ہی کہ از مہد تا لحد عصمت
متحقق ہی یقول العبد الفقیر الی مولاہ چونکہ عصمت کی نسبت سابق مین
بہت کچھہ بحث ہو چکی ہی جو کافی ہی اسلیے اوسکی اعادہ کی ضرورت نہین ہاں صرف اسقدر گذارش
ہی کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا از تا انتہا ازمہد صحیح ہی یا نہین کیونکہ شاید آپکو معلوم نہین ہوگا
کہ اسمین بھی باہم اختلاف ہی اسلیے اسکو مذہب اہل حق فرماتے ہین بحث اثبات عصمت
مین جسقدر دلائل ذکر فرمائی ہین اون مین سے کوئی دلیل بھی عصمت از مہد پر دلالت نہین کرتی
تا بوقت اثبات کے وقت بھی یہہ ہی دعوی ملحوظ خاطر سامی ہوتا قال الفاضل المجیب
قولہ جب جناب مخاطب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتھہ بیان فرماوینگی تو اوسپر رد و قدح اوسطرح
ہوگی ۔ اقول ہمنی آپکے حسن کتب سے یہہ شرائط مدلل بیان کر دیے اگر آپ رد و قدح
علما کی کلام و صحابہ کی اقوال پر کر سکتے ہین تو بسم اللہ کیجیی ہمارا ہر طرح فائدہ ہی یقول
العبد الفقیر الی مولاہ سبحان اللہ یہہ ہمارے فاضل مجیب کی

تحفہ مین یہہ تحریر فرماتے مین - منہا ما اورده الرضی فی نہج البلاغۃ عن امیر المومنین فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وهو اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمتک وانت بالشام فانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوهم علیہ فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج منهم خارج بطعن او بدعۃ ردوه الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوه علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاه الله ما تولی واصلاه جهنم وساءت مصیرا - انتهی

اب اسکا جواب سنیے یہہ امر بخوبی ثابت ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے بعد انعقاد خلافت نہین کی بلکہ اوسکی برہم کرنے کی تدبیرین فرماتے رہی چنانچہ اثنا عشریہ کی عبارت سے بہ قصد احراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام مین نقل ہوئی ہی سیر شاہد ہے اور چہ مہینہ تک بیعت فرمائی وہ بہی بخوشی نہین کی چنانچہ بروایت بخاری جو صحیحین سے ہے تا مشروط وحیات جناب سیدہ بیعت نہین کی اور اس روایت مین یہہ الفاظ مین وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ پس اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کیطرف تحریر فرمایا ہی خلیفہ اول کی صحت خلافت ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہون تو لازم آتی کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق وامام مطلق سے تا شش ماہ منحرف رہی ہون اور نیز خلیفہ برحق کے خلاف برامت برہم کرنے کو بہی مشورہ کرتے رہی ہون حالانکہ کتاب اللہ مین یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وحدیث رسول اللہ مین من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ موجود ہی اور جناب امیر علیہ السلام کے شان ان سے ارفع ہی بلکہ اصل بات یہہ ہی کہ یہہ جناب امیر الموءمنین نے معاویہ کو تحریر فرمایا ہے چونکہ معاویہ خلفاء سابق کو برحق خلیفہ جانتا تہا

اور انکا بہی حاکم کردہ تہا اسلیے جناب امیر نے اوسپر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے یہہ الفاظ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم اسپر صاف دلالت کرتے ہین اگر یہہ امر تحقیقی ہوتا تو اسکی لکہنے کی کیا ضرورت تہی اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تحریر عالمی سے اصل سمجہہ گئے یعنی لزمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہہ دأب تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین - **اقول** ہمنے تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا والانامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصماً بصراحۃ تکذیب خلفاء ثلثہ کے لیے اور فی الحقیقت استیصال اصول و فروع مذہب تشیع کی غرض سے گذارش خدمت کیا تہا بجواب اوسکی جناب نے اوسکے تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اوسکا تسلیم فرمایا گویا اس امر کو تسلیم کرلیا کہ اگر یہہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو خلفاء ثلثہ بلکہ تمام اصول و فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کرماد اشتدت بہ الریح ہباءً منثوراً ہوجائینگے ع

بس اک نگاہ پہ ٹہرا ہے فیصلہ دل کا ÷

اب ہمپر لازم ہے کہ اوس خط کے الزامی ہونیکا بطلان اظہر من الشمس و ابین من الامس کرکے دکہلاوین اور ثابت کردین کہ یہہ خطبہ الزامی طور پر تحریر نہین ہوا بلکہ واقعی و تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے - پس واضح ہو کہ جب ہم اس خطبہ کے جملوں اور اونکے مضامین مین غور و تامل کی نظر سے دیکہتے ہین تو تمام خطبہ مین اول سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہین پاتے ہین جو اوسکے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہو اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول تمام خط کی نقل شرح ابن میثم بحرانی سے کیجاوے اور بعد اوسکے اوسکے جملونسے ثابت کیا جاوے کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہے اوس خطبہ کی شرح مین جسکا شروع یہہ ہے - ومن کلام لہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد لحرب اہل الشام بعد ارسالہ الی معویۃ جریر بن عبد اللہ - شارح ابن میثم تحریر فرماتا ہے

لہ یہ آپکے اوس کلام مین سے ہے جبکہ آپکے اصحاب نے اہل شام کی لڑائی کی لیے مستعد ہونیکا مشورہ جریر بن عبد اللہ کو معویہ کی طرف بہیجنے کے بعد دیا۔

ثم کتب معها اما بعد فان بیعتی بالمدینة لزمتک وانت بالشام لانه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار اذا اجتمعوا علی رجل فسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج لطعن او رغبة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی ویصلیه جهنم وساءت مصیرا وان طلحة والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی فکان نقضهما کردتهما فجاهدتهما علی ذلک حتی جاء الحق وظهر امر الله وهم کارهون فادخل فیما دخل فیه المسلمون فان احب الامور الی فیک العافیة الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت له قاتلتک واستعنت بالله علیک وقد اکثرت فی قتلة عثمان فادخل فیما دخل فیه الناس ثم حاکم القوم الی واحملک وایاهم علی کتاب الله فاما تلک التی تریدها فخدعة الصبی عن اللبن ولعمری وان نظرت بعقلک دون هواک لتجدنی ابرأ قریش من دم عثمان - واعلم انک من الطلقاء الذین لا تحل لهم الخلافة ولا تعرض فیهم الشوری وقد ارسلت جریر بن عبد الله وهو من اهل الایمان والهجرة فبایع ولا قوة الا بالله

سلہ پھر اسکے ساتھ لکھکر بھیجا بعد حمد و صلوٰۃ کے میری بیعت مدینہ میں تجھپر لازم ہوگئی گو تو شام میں ہی کیونکہ مجھسے ان لوگوں نے بیعت کی ہی جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی تو نہ حاضر کو کچھ اختیار ہی اور نہ غائب رد کر سکتا ہی شوریٰ صرف مہاجرین و انصار کا ہی جب وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جاویں اور امام جانلیں تو اللہ کی رضا بھی یہی ہے پھر اگر کوئی شخص ان میں سے طعن یا رغبت سے ان سے نکل گیا تو اسکو پھیر جہاں سے نکلا ہی لاویں اور اگر انکار کرے تو اس سے مومنوں کے رستہ کے سوا پیروی کرنے پر لڑیں اور اللہ اسکو متوجہ کریگا جدھر وہ پھرا ہی اور داخل کریگا اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہی اور طلحہ و زبیر نے مجھسے بیعت کی پھر بیعت توڑ دی تو یہ انکا بیعت توڑنا بمنزلہ انکے مرتد ہونے کے تھا تو میں نے اسپر ان دونوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور وہ ناخوش رہے تو تو بھی داخل ہوجا جسمیں مسلمان داخل ہوے ہیں کیونکہ مجھکو تیرے بارہ میں سب سے زیادہ عافیت ہی پسند ہے مگر یہ کہ تو بلا کے در پے ہو اگر تو ایسا ہوگا تو میں تجھسے لڑونگا اور تجھپر اللہ سے اعانت چاہونگا اور تو نے عثمان کے قاتلوں میں بہت گفتگو کی ہی تو جسمیں کہ اور لوگ داخل ہوے ہیں تو بھی داخل ہو پھر قوم کو میری طرف حکم کر میں تجھکو اور انکو کتاب اللہ پر اٹھاؤنگا اور یہ جو تو چاہتا ہی تو بچہ کو دودھ سے فریب دینا ہی اور میری زندگانی کی قسم اگر تو اپنی خواہش نفسانی کے سوا عقل سے نظر کریگا تو مجھکو قریش میں عثمان کے خون سے سب سے زیادہ بری پائیگا اور جان لے کہ تو طلقاء میں سے ہی جنکو یہ خلافت کا لینا حلال نہیں ہی اور انکو شوریٰ میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں نے تیری طرف جریر بن عبد اللہ کو بھیجا ہے اور وہ اہل ایمان اور ہجرت میں سے ہی پس تو بیعت کرلے ولا قوۃ الا باللہ ۱۲

عاقل منصف اول اس تمام خط کی عبارت کو اجمالی نظر سے دیکھے کوئی جملہ یا کوئی حرف وغیرہ
اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہین تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ خط
الزامی نہین ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ خبر فی الحقیقت حکایت ہوتے ہین اور اوسکا محکی عنہ یا تو
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکی عنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے معتبر ہے کہ متکلم
اپنے اعتقاد کو مطابق واقع کے سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدق وکذب کا مدار جمہور کے
نزدیک مطابقت اور عدم مطابقت واقع پر ہوا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھہ تکلم کریگا تو سامع بمجرد استماع
خبر کے یہہ سمجھیگا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور اسقدر سمجھنے
مین کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہوگا اور ظاہر ہے کہ متبادر الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے
لفظ موضوع کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ متبادر الی الفہم ہونگے اونکو حقیقی
سمجھا جاویگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھے جاوینگے اور محتاج سمجھنے مین قرینہ کی طرف
ہونگے اونکو حقیقت نہین کہا جاویگا بلکہ اونکو مجاز کہینگے تو اب اگر اس خط کی مضمون
کو حقیقی سمجھا جاویگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگی اور بسبب متبادر الی الفہم
ہونے کے کسی قرینہ کی محتاج نہوگی اور سمجھا جاویگا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ حال واقع کی
حکایت فرما رہے ہین۔ اور اگر اسکو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
الزام کے حکایت حال اعتقاد مخاطب کی فرما رہے ہین تو یہہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول
نہوگی اور بسبب عدم تبادر الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاویگا
تو اپنی حقیقت سے متجاوز ہوکر اس معنی پر محمول ہوگی ورنہ نہین۔ اب تفصیلی نظر سے اہل فہم
وانصاف ہر ایک جملہ کی مضمون کو بغور ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ اس کلام مین کوئی
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے اسکا الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہین اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو
کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہووے وہ ہوتا ہے جو تمام طور پر متبادر الی الفہم ہو
اور ہر شخص اوس سے سمجھہ سکے کہ یہہ کلام مصروف عن الظاہر ہے اور ما نحن فیہ مین ایسا قرینہ

معقود ہی اور جسکی نسبت ادعا ہی وہ بلا دلیل ہی اور غیر مسلم اول جملہ لانہ بایع القوم الذین
بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ۔ ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ جملہ حال
واقع کی حکایت ہی اور اپنی محکی عنہ کے مطابق ہی اور یہہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہی
کیونکہ جن لوگون نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل وعقد تھی اونہون ہی نے
حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرا جملہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد
ہی اس جملہ مین کوئی قرینہ دلالت نہین کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مخاصم کے
اعتقاد پر مدار کلام ہی اور اسکی معنی فاذا عدکم لیس للشاہد ان یختار الخ ہین اور جب
کوئی قرینہ موجود نہین تو یہہ جملہ اس معنی خلاف متبادر ظاہر پر محمول نہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
پر جو متبادر الی الفہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہہ کہ بیعت اہل حل وعقد کی
صورت مین باعتبار واقع ونفس الامر کے نہ شاہد اختیار کرسکتا ہی نہ غائب رد کرسکتا ہی جب
بیعت اہل وعقد کی واقع ہوگئی تو پہر کسیکو چون وچرا کی گنجایش نہی تیسرا جملہ وانما الشوری
للمہاجرین والانصار ہی اس جملہ مین بہی کوئی قرینہ نہین جو اسکی الزامی ہونے پر دلالت
کرے بلکہ اگر اس عبارت مین تامل کیا جاوی تو صراحۃً ثابت ہوتا ہی کہ اس سے مراد
تحقیق ہے اور الزام نہین کیونکہ لفظ انما مفید حصر کو ہی جسکی معنی یہہ ہوئی کہ شوری حق
مہاجرین وانصار ہی مین منحصر ہی اور کسی دوسری کو اوسمین دخل نہین تو گو یا ضمناً اسجگہ
یہہ ثابت کیا کہ مخاطب کو جو طلقاء مین سے ہے شوری مین بہی کچہہ دخل نہین تو خلافت کا
مستحق کیونکر ہوسکتا ہی اور اس حصر کے موجب یہہ تقریر اوسی وقت صحیح ہوسکتی ہی جبکہ اسکو
تحقیق پر محمول کیا جاوے اور اگر اسکو الزام پر حمل کیا جاوی تو باطل ہی کیونکہ امیر معویہ اس
امر کے قائل نہین کہ شوری منحصر مہاجرین وانصار مین ہی۔ بلکہ اونکی نزدیک شوری مین
تمام مسلمین کو دخل ہی چنانچہ اس خط کی جواب مین جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت مین
بہیجا ہی اوس سے ظاہر ہی اور اوس خط کو ہم آیندہ نقل کرینگے۔ اس جگہ کچہہ بے موقع

نہین ہے اگر ہم اپنی دعوی کے ثبوت مین شارح ابن ہمام کے عبارت جو اس جملہ کی شرح
مین لکھی ہے نقل کرین اہل انصاف وفہم اوس عبارت سے بخوبی سمجھہ لینگے کہ یہہ عبارت
بالکل خط تحقیقی ہے یا الزامی وھذہ عبارتہ وحصر الشوری والاجماع فی المھاجرین
والانصار لانھم اھل الحل والعقد من امۃ محمد فاذا اتفقت کلمتھم علی حکم من الاحکام
کاجماعھم علی بیعتہ وتسمیتہ اماماً کان ذلک اجماعاً حقا انتہی بقدر الحاجۃ
چوتہا جملہ فان اجتمعوا علے رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضی ہے اسمین بہی کوئی
قرینہ نہین جس سے سمجہا جاوے کہ مراد فی الواقع نہین یا باعتبار المخاطب ہے اور صارف عن الحقیقۃ ہو
تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکر جائز سمجہا جائیگا کیونکہ
بلا ضرورت مصیر الی المجاز جائز نہین تو بس یہہ عبارت محمول اپنی معنی حقیقی پر ہوگی اور حاصل
معنی یہہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل وعقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بناوین تو وہ شخص
فی الواقع عند اللہ امام ہوجائیگا اور اوسکی امامت خداتعالے کے نزدیک پسندیدہ ہوگی
پانچوان جملہ فان خرج منھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ ہے
اس جملہ مین بہی کوئی حرف نہین جو صارف عن الحقیقۃ ہو اور الزام ہونے پر دلالت کرے
تو اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور نسبت مطابق واقع نفس الامر کے متصور ہوگی چہٹا جملہ
فان ابی قاتلوہ علے اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ جھنم و
ساءت مصیرا ہے اس عبارت مین بہی کوئی لفظ نہین جو اسکی الزام ہونے پر دلالت کرے
بلکہ یہہ عبارت بصراحۃ اس امر پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہے نہ الزام کیونکہ یہہ عبارت بطور اقتباس کے
کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف مشیر ہے جو سورہ نساء مین ہے
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی
ونصلہ جھنم وساءت مصیرا ۔ اور اس آیت سے استدلال فرماکر امیر معویہ رض
کو متنبہ کیا کہ یہہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتہہ استدلال ہے اور اسمین گنجائش شک وشبہ

نہیں ہو کیونکہ جس دلیل کا مبنی علاوہ اجماع کے نص قطعی پر ہو اوسمین شک وشبہ کو دخل
نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہی کہ اتباع غیر سبیل کی مذمت حق تعالے شانہ نے بطور الزام
نہیں فرمائی بلکہ بسبیل تحقیق فرمائی ہے اور اس آیت شریفہ سے کسیکو الزام نہیں دیا بلکہ
واقع اور نفس امر کے اعتبار سے فرمایا ہی پس جناب امیر نے اوسی آیت شریفہ کو اوسی تحقیق کے
اپنی مدعی کی ثبوت مین پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہی کہ اوسکو الزام پر محمول کیا جاوے کیونکہ اگر
اسکو الزام پر محمول کیا جاوے تو یہہ ثابت ہوگا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے معنی
سمجھتے نہ تھے حالانکہ یہہ بالبداہت غلط ہی - پس ہمارے اس بیان سے بخوبی اولی کے واضح ہو گیا کہ یہہ تمام
بنا تحقیق واقع پر مبنی ہی اور حضرت علماء شیعہ کی جو خواہش ہے کہ اس کلام کو الزام پر محمول
کر کے اوسکی مقصودی تحریف فرماتے ہین اور مکر سے تو کیا کرین صریح دیکھتے ہین کہ مذہب
تشیع کی بیخ و بنیاد اوکھڑی جاتی ہی اسلیے ہاتھ پانو مارتے ہین تو اس تمام عبارت مین
باوجود اسقدر بسط و تطویل کے بااینہمہ عقل و فراست و دانش وکیاست ایک حرف بھی
ایسا تحریر فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ بدون قرینہ کے
ہرگز الزام پر حمل نہیں کیا جا سکتا بلکہ جسقدر بسط کیا اور جسقدر رجال حجۃ ہائی اوسی امر کا ثبوت
قوی ہوتا گیا کہ اس عبارت کی بنا تحقیق پر ہی الزام ہرگز ممکن نہیں پس اگر اب بھی اوسکو
الزام ہی پر محمول کیا جاوے تو اس سے یہہ ثابت ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
نویسی کا کچھہ بھی سلیقہ نہیں تھا اور آپکو یہہ بھی خبر نہیں تھی کہ کس مضمون کیلیے قرینہ کی حاجت
ہی اور کونسی معنی قرینہ سے مستغنی ہین علاوہ اسکی جو عبارت کہ اسکی بعد اس خط کی شارح نے بربادی
جسکو حضرت سنی صاحبان قطع کر دی ہی جسکو ہم اوپر نقل کر آئی ہین وہ بھی دلالت کرتی ہی
کہ مقصود الزام نہیں وہ جملے یہہ ہین - وان طلحۃ والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی وکان
نقضهما کردتهما فجاهدتهما جب حقیت خلافت اول اجماعی و نصی ہی ثابت فرما چکے
اوسکے بنا بفرماتے ہین کہ طلحہ اور زبیر نے بیعت خلافت جو دلائل حقہ سے ثابت تھی

تو وہی اور یہہ نقض مثل یہود کے ہے کیونکہ گویا انکار بعض کا ہے ایسا ہی ... تو اس سے
معلوم ہوا کہ سابق مین جو کچھہ فرمایا ہے وہ تحقیقی تھا الزامی نہین تھا اوسکی بعد فرماتے ہین
فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الامور الیک فیہا العافیۃ
پھر مکرر امیر معویہ کو اتباع سبیل المومنین کی تاکید فرماتے ہین کہ جس امر مین مسلمان داخل ہوے ہین
تو بہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اوسمین عافیت ہے اور مجکو پسندیدہ وہی امر ہے کہ جسمین
عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کرین وہ حق ہوگا اور اوسمین
عافیت دارین متصور ہوگی تو وہ امر جسکو کبار اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے منعقد
کیا وہ کیونکر حق نہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبداہت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیقی ہے الزامی نہین۔ اسکے بعد آخر خط مین تحریر فرماتے ہین واعلم انک من الطلقاء
الذین لا تحل لہم الخلافۃ ولا یتعرض لہم الشوری۔ اس عبارت سے
بالکل واضح ہے کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہے کہ باعتبار واقع و نفس الامر کے خلافت و شوری
مین طلقاء کو کچھہ دخل نہین خلافت ہے سوا طلقاء کے اور لوگون کی ہے اور اہل شوری بہی
سوای طلقاء دوسری آدمی ہین تو اس سے سمجھا گیا کہ شوری حق ہے پس اس کا بہی ثمرہ اولا کا
بطلان سمجھہ لیجیے گا۔ اب اسکے بعد گذارش ہے کہ جو جواب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچھہ اوسکا جواب الجواب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اوسکو شرح سے نقل کر لیتے ہین
آپ اونکو ملاحظہ فرماوین اور دیکہین کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہے ہین کہ ان تحریرات کا
مدار الزام پر نہین اور یہہ دلائل باب مجارات الخصم سے ہرگز نہین بلکہ بیان واقع اور تحقیق نفس الامر
ہے [1] فاجابہ معویۃ اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بری
من دم عثمان کنت کابی بکر وعمر وعثمان ولکنک اغریت بعثمان وخذلت

---

[1] پس معاویہ نے اسکا جواب لکھا۔ اما بعد تجھسے جنہون نے بیعت کی ہے اگر وہ تجھسے بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے بری ہوتا
تو تو بہی مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کہڑکائی) اور اس سے مددگار رہ کر جدا کر دیا ۱۲۔

عنه الانصار فاطاعك الجاهل وتقوى بك الضعيف وقد ابى اهل الشام الا قتالك حتى تدفع اليهم قتلة عثمان فان فعلت كانت شورى بين المسلمين ولعمري ما حجتك على كحجتك على طلحة والزبير لانهما بايعاك ولم ابايعك وما حجتك على اهل الشام كحجتك على اهل البصرة لانهم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام واما شرفك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم وموضعك من قريش فلست ادفعه وكتب في اخر الكتاب قصيدة كعب بن جعيل اور بعض روایات سے اس خط کے الفاظ اسطرح معلوم ہوتے ہیں من معوية بن ابي سفيان الى علي بن ابي طالب اما بعد فلو كنت على ما كان عليه ابو بكر وعمر وعثمان ما قاتلتك ولا استحللت ذلك ولكنه انما افسد عليك حتى خطيئتك في عثمان وانما كان اهل الحجاز الحكام على الناس حين كان الحق فيهم فلما تركوه صار اهل الشام الحكام على اهل الحجاز وغيرهم من الناس ولعمري ما حجتك على اهل الشام الخ اب اس خط کو منصفین اہل انصاف ودانش تامل فرماوین اگر جناب امیر کا خط الزام ہو تو بالکل مہمل و بے معنی ہوا جاتا ہے کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب خلیفہ خلافت

سلہ تو جاہل نے تیری اطاعت کی اور ضعیف اب جب تیری قوی ہوگیا اور اہل شام نے سوای تیری قتال کے انکار کیا جبتک کہ تو عثمان کے قاتلونکو حوالہ کردے پھر اگر تو نے ایسا کیا تو خلافت بطور شوری کے مسلمانون مین ہوگی اور میری زندگانی کی قسم جیسی تیری حجت طلحہ اور زبیر پر تھی مجھ پر نہین کیونکہ انہون نے تجسے بیعت کی تھی اور مین نے بیعت نہین کی اور جیسی تیری حجت بصرہ والون پر تھی اہل شام پر نہین کیونکہ انہون نے تیری اطاعت کی تھی اور اہل شام نے تیری اطاعت نہین کی لیکن تیری بزرگی اسلام مین اور تیری قرابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیرا مرتبہ قریش مین سو مین اسکو نہین اوٹھاتا اور خط کے آخر مین کعب بن جعیل کا قصیدہ لکہا ۱۲ سلہ معویہ کیطرف سے علی بن ابی طالب کیطرف - اما بعد اگر تو اوس طریق پر ہوتا جس پر ابو بکر و عمر و عثمان تھے تو مین تجسے نہ لڑتا اور نہ تیرا قتال حلال جانتا لیکن صرف عثمان کے معاملہ مین تیری خطا نے میری بیعت کو تیری پاس سے بگاڑ دیا اور حجاز والے لوگون پر حاکم اوسوقت تک تھے جب تک ان مین حق رہا اور جب انہون نے حق چھوڑ دیا تو اہل شام حجاز والون اور دوسری لوگون پر حاکم ہین اور میری حیات کی قسم تیری حجت اہل شام پر ایسی نہین جیسی اہل بصرہ پر ہے - الخ - ۱۲ -

لائق ہو اور مہمات خلافت کو سرانجام نکر سکے تو بیعت اہل حل وعقد سے وہ شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے تو جب اونکا یہہ مذہب ہے تو اوسکو یہہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت ہے کیونکہ ہم سے اہل حل وعقد نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل وعقد نے بیعت کی وہ خلیفہ ہے بالکل پوچ اور لغو ہوگا اسلیے کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل وعقد کو بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور مختل سمجھتا ہے بلکہ اس ہیچ الزام پر بسط کلام اور تطویل اور بھی زیادہ بیہودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے اسیکی طرف اشارہ فرمایا ہے اسکے بعد اس خط کا جو کچھہ جواب جناب امیرؓ نے تحریر فرمایا اور اوسکو آپکی حضرت رضی نے نہج البلاغۃ مین نقل کیا ہے لیکن اپنی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اوسمین کمی وبیشی فرمائی اور سبب اسکا آپ جانتے ہین کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط مین ایسا تصرف کیون فرماتے ہین اور کسواسطے اونکی تحریف کرتے ہین اسلیے ہم اصل خط شرح ابن میثم سے نقل کرتے ہین اور بعد اسکے شارح نے جو کچھہ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کرینگے

سلہ فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویۃ بن صخر اما بعد فانہ اتانی کتابک کتاب امرء لیس لہ بصر یھدیہ ولا قاید یرشدہ قد دعی الھوی فاجابہ وقادہ الضلال فاتبعہ فھجر لاغطا وضل خابطا ان قال زعمت انما افسد علی بیعتک ولست امرء من المھاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا

سلہ جناب امیر نے اوسکا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کیطرف سے معویہ بن صخر کیطرف اما بعد میرے پاس تیرا خط آیا ایسے شخص کا خط تھا کہ نہ اوسکی بینائی ہے جو راہ دکھلاوے اور نہ کھینچنے والا ہے جو سیدھا رستہ چلاوے خواہش نفسانی نے اوسکو بلایا اوسنے اوسکی اجابت کی اور گمراہی نے اوسکو کھینچا تو اوسنے اوسکا اتباع کیا پس بیہودہ بکواس کی اور خبط مین گمراہ ہوا بیانتک کہ فرمایا تو نے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میرے ساتھہ بگاڑ دیا۔ مین بھی ایک شخص مہاجرین مین سے ہون وارد ہوا مین جسطرح وہ وارد ہوئے اور لوٹا جسطرح وہ لوٹے ۱۲

وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ولم یھم بعضی ولما ما میرت بین اھل الشام واھل البصرۃ وبینک وبین طلحۃ والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد لانہ بیعۃ واحدۃ لا یثنی فیہا النظر ولا یستانف فیہا الخیار والخارج منہا طاعن والمروی فیہا مداھن

اس خط سے جیسی کچھ خرابی معیت مذہب شیعہ پر واقع ہوئی ہی بے پایان اور خارج از بیان ہی اور جو کچھ فواید و منافع اس سے حاصل ہوتے ہین اونکا حصر و احاطہ خارج از حیطہ امکان ہی لہذا بخوف اطناب حوالہ اذہان صافیہ اولو الابصار البصائر کر کے صرف اس بحث کی متعلق اسقدر بیان کرتے ہیں کہ یہہ خط صریح دلیل ہی کہ جو کچھ مضامین پہلی خط مین مرقوم تہی جنکی نسبت الزامی ہونیکا دعوی کیا گیا ہے وہ سب تحقیقی تہی اور الزامی ہونا اونکا بالکل باطل ہی پس واضح ہو کہ جناب امیر رض نے اپنی پہلی خط مین جسمین بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا ہے امیر معویہ نے اوسکی جواب مین اوسکی مضامین مین سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کنایۃً غیر مسلم رکھا اور باقی امور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہہ تحریر فرمائی تہی کہ میری خلافت اہل حل و عقد کی بیعت سی ہی کہ جنکی بیعت سے ابوبکر و عمر و عثمان رض کی بہی خلافت ثابت ہوئی تہی واقع ہوئی چونکہ اوس خلافت کی حقیت جو بیعت اہل حل و عقد سے واقع ہو عند اللہ و عند المومنین واقعی اور بنفس الامری ہی ایسلیی اوسمین نہ حاضر کو بدل سدل کا اختیار نہ غائب کو رد کی گنجایش اور اہل شوری صرف مہاجرین و انصار ہین جسکو وہ امام

سلک و بعد سے اوس کو گمراہی پر اکہٹا نہیں کرے گا اور اونکو اندہی پن مین مبتلا نہیں فرمائیگا اور جو کچہ فرق اہل شام اور اہل بصرہ مین اور طلحہ و زبیر اور اپنے مین درمیان کیا ہے۔ پس میری زندگانی کی قسم اسمین صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک بیعت ہی۔ اسمین مکرر نظر ہو سکتی ہی نہ پہر شروع سے اختیار ہو سکتا ہی اسمین سے نکلنی والا طعن کرنے والا ہی اور اسمیں توقف کرنیوالا مداہن ہے ۱۲



بنائین اور جسپر وہ اکھٹے ہو جائین وہی خدا کی نزدیک بھی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
اسکی جواب مین اس امر کو تو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل وعقد نے بیعت کی ہی
اور وجوہ مہاجرین وانصار نے جنہون نے خلفاء ثلثہ سے بھی بیعت کی اونہون ہی نے
آپکو بھی خلیفہ بنایا گویا امیر معویہ نے قیاس کے صغریٰ کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو
نمانا اور اوسکی کلیّت کو باطل کیا اور کہا کہ یہہ غلط ہی کہ جس شخص سے مہاجرین وانصار
بیعت کرلین وہ امام برحق ہی بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل وعقد بیعت کرین صلاحیت خلافت
نرکھتا ہو تو وہ بیعت اہل حل وعقد سے خلیفہ نہین ہوسکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہین
رکھتی کیونکہ مہمات خلافت کا سرانجام نہین کرسکتی اور قوی سے ضعیف کا حق نہین دلا سکتی بلکہ
بلکہ امام برحق کے خون مین شریک ہوئی کہ اونکی مدد نکی یہانتک کہ بغاۃ نے اونکو شہید
کرڈالا پس اگر تم مین صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر وعمر وعثمان
تھی ایسی ہی تم بھی ہوتے تو بیعت اہل حل وعقد تمکو بھی مفید اور باعث انعقاد خلافت
ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہین تو تمکو بیعت اہل حل وعقد
کچھہ مفید نہین اور نہ اونکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کے منعقد
ہوسکتی ہی اگر تم مثل ابوبکر وعمر وعثمان کے ہوتی تو مین تمہاری ساتھہ ہرگز قتال نکرتا لیکن
جب تم جور پیشہ ہوگئی تو اب خلافت تم مین سے نکل گئی اسکی جواب مین جو کچھہ جناب امیر نے
تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہی حضرات شیعہ خصوصاً ہماری مجیب لبیب بغور ملاحظہ فرمائین
حاصل جواب یہہ ہی کہ تیری کتاب پونھچی ایسی شخص کی کتاب کہ اوسکی لیئے عقل ہادی نہ کوئی قائد
رہنما ہی ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہوکر بیہودہ گوئی کی اور خبط کے ساتھہ ہاتھہ پانو ماری۔ جو
معاملہ شہادت عثمان مین ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
سمجھا اور فارق میری اور خلفاء ثلثہ کے درمیان جتایا سو بالکل بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ
گوئی اور خبط ہی کیونکہ مین بھی مہاجرین مین سے ایک شخص ہون جیسی وہ وارد ہوئی میری بھی

مین بہی وارد ہوا - اور جیسی وہ بعاد ہوئی مین بہی سادر ہوا اور خدا تعالے اوکو یعنی
مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہین کریگا - اور سبکو اندہی پن مین مبتلا نہین فرمائیگا ماحصل یہہ
کہ موجب اعتراض کے اگر مین صالح للخلافت ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اہل حل
وعقد نے میرے ساتہہ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل حل وعقد وجوہ مہاجرین و اعیان
انصار گمراہی پر ہون کہ غیر صالح للخلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی
پر مجتمع ہونا محال ہی کیونکہ خدا تعالے ہرگز اونکو گمراہی پہ مجتمع نہین فرمائیگا اور نہ اونکو اندہا
نہ کریگا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتہہ بیعت کی
تو مین صالح للخلافت ہون ورنہ لازم آوے کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہون اور
یہہ محال ہی اور ثبوت اس استحالہ کا کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ سے ہے اب
اوس خط کی عبارت مین بانضمام مطلب اس خط کی عاقل منصف تامل فرما ہو اور سوچی تو آیا
اوس سی مقصود قطع نظر قرینہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے یا تحقیق - اس خط کی عبارت نے
مثل روز روشن کے روشن کر دیا کہ پہلے خط مین جسقدر مضمون شوری کے متعلق تہا وہ
سب تحقیقی تہا ہرگز الزامی نہین تہا کیونکہ اگر اوسکو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہہ
جواب بالکل لغو اور مہمل ہو جاویگا - یعنی کہ جب امیر معویہ رض بیعت مہاجرین و انصار کو
بدون صلاحیت لغو سمجہتے ہین تو پہر اونہین مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزاماً
اپنی صلاحیت استحقاق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہوگا دوسرا ارشاد جناب امیر نے
طلحہ و زبیر کا تحریر فرمایا ہے کہ اونہون نے بیعت توڑی اور یعنی اونسے جہاد کیا سو اگر
تو بہی مخالفت کریگا تو تجسے بہی جہاد کرونگا - امیر معویہ نے اسکا جواب لکہا کہ میری
اور طلحہ و زبیر و اہل شام اور اہل بصرہ کے معاملہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی
آپکی حجت طلحہ و زبیر و اہل بصرہ پر قائم ہے مجہپر قائم نہین ہو سکتی کیونکہ طلحہ و زبیر نے
آپکی بیعت کی تہی اور یعنی آپ سے بیعت نہین کی اور اہل بصرہ نے آپکا ربقہ اطاعت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کی بیعت بیواسطہ
جنہوں نے قبول کی اون ہی پر لازم ہے نہ جنہوں نے قبول کی ہی اور نہ ہم پر لازم ہو سکتی ہی
جناب امیر نے اوسکی جواب میں یہہ مضمون لکھا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اسمیں کچھہ فرق نہیں
حاضر و غائب سب برابر ہین کیونکہ ایک بیعت ہی نہ اسمین مکرر ہو چکنے کچھہ ہو سکتا ہی
اور نہ اوسمیں کچھہ اختیار رہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیی وہ ہو گیی اوسمیں گنجایش
چون وچرا کی کچھہ نہیں رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہو گیی جو شخص اوسمیں سی خارج ہی
وہ گویا اوسمیں طاعن ہی اوسکی ساتھہ جہاد کرنا واجب ہی کہ سبیل المومنین کا مخالف ہی
اور جو اوسمیں متوقف ہو وہ مداہن ہی اور یہہ بہی ایک قسم کا نفاق ہی شارح فرماتا ہی
قوله[1] الخارج منها الخ قسمه من لم يدخل فى بيعته الى قسمين لانه اما خارج عنها
وهو الطاعن فى صحتها ويجب مجاهدته لمخالفته سبيل المومنين واما متوقف
فى ذلك وحكمه انه مداهن وهو نوع من النفاق انتهى اہل انصاف اس جواب کو بہی بلاحظہ فرماوین
کہ اہل حل وعقد کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزاماً فرما رہی ہین یا تحقیقاً اور قسم اوسکی الزام
ہونے پر کہا رہی ہین یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب اسکو تسلیم کیا تہا
اور اگر تحقیق ہی تو ہو المراد غرض جواب الجواب کے انضمام سی مثل آفتاب نیمروز روشن ہو گیا
کہ پہلی خط مین حضرت نے جو کچھہ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہی
اور جس امر کو کنایۃً غیر مسلم رکہا وہ یہہ تہا کہ حضرت نے شوری کو مہاجرین و انصار مین
منحصر فرمایا تہا اور فرمایا تہا کہ طلقا کو اوسمین کچھہ دخل نہین تو اسکی عدم تسلیم کیطرف کنایۃً

---

[1] قوله الخارج منہا الخ جو لوگ آپکی بیعت مین داخل نہیں ہوئی اونکو دو قسمون پر منقسم کیا کیونکہ یا تو وجہ
بیعت کے اوسمین سی نکلنی والا تہا اور وہ اوسکی صحت مین طعن کرنے والا ہی اور اس سے مومنین کے رستہ کی
مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہی اور یا بیعت مین متوقف ہی اور اوسکا حکم یہہ ہی کہ وہ مداہن ہے
اور یہہ بہی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲

ایما کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ہماری حوالہ کردو تو خلافت شوری بین المسلمین ہو گی گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بنا دین وہی خلیفہ سمجھا جائیگا بتخصیص اہل حل و عقد کی نہیں اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خطونکی تحریف کی نسبت جو کچھ الزام حضرت رضی کیطرف شارح نے قائم کیا ہے اوسکو نقل کرتے ہین شارح اس جواب الجواب کی شرح مین جسکا شروع یہہ ہی ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معویۃ اما بعد فقد اتتنے منک موعظۃ موصلۃ لکھتے ہین فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین الی معویۃ بن صخر اما بعد فانہ اتانی کتابک کتاب امرئ الی قولہ خالطا لم یتصل بہ ان قال انما انت علی بیعتک وکنت امرا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ولیضربہم بعمی وما امامیزت بین اہل الشام واہل البصرۃ وبینک وبین طلحۃ والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد ثم یتصل بہ قولہ لانہا بیعۃ عامۃ الخ آخر مین شارح لکہتا ہی ومما ینبہ علی ہذا ان ہذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول لان الاول لم یکن فیہ ذکر موعظۃ حتی یذکرہا فی جوابہ غیر ان السید اضافہ الی ہذا الکتاب کما ہو عادتہ فی عدم مراعات ذلک وامثالہ انتہی۔ اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کہ رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ مین عبارت جو اوس مین نہین تہی اضافہ کردی اور واضح ہو کہ یہہ عبارت جو عمیت انما انت سے شروع ہو کر بعمی پر ختم ہوئی جو مخالف مذہب کے تہی یہہ بہی حذف فرمادی ہی تاکہ کسیکو موقع استدلال کا ہاتہہ نہ آوے اسکے بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہی جسکا شروع یہہ ہی

ف بایر تحفۂ حضرت رضی کی تحریف

ــــــــــ

لہ اور عجیب تر اوس مورخ کے حق پر عجب کرنا چاہیے یہہ ہے کہ یہ فصل ہو کر پہلے خط مین سے نہین۔ کیونکہ پہلا خط میں موعظت کا ذکر نہ تہا تاکہ اسکی جواب مین اوسکے ذکر ہوتا مگر یہہ کہ سید نے اس خط میں اضافہ کردیا۔ جیسا کہ ان کی عادت ہی کہ امثال ایسی امور کی رعایت نہیں کرتے۔ ۱۲

ومن کتاب له الی معاویة فاراد قومنا قتل نبینا شارح اسکی شرح مین فرماتے ہین
ثم یتصل به قوله ولعمری الخ وهذا خبط عجیب من السید رح مع وجود
کتبه ع فی کثیر من التواریخ اب آپ دیکہہ لیجیے که شارح انکی نسبت وق ہو ہو کر کیا کیا
کچہہ فرما رہے ہین خیر یہہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخاطب کو جتلا دیا ہے یاد رہین
اور کچہہ اسی جگہ خاص نہین بلکہ یہہ قطع و برید بہت جگہہ ہے اب پہر ہم اصل مقصود کیطرف
رجوع کرتے ہین اور گذارش کرتے ہین که جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سے واضح
وعیان ہوگیا که خلفاء راشدین کے بیعت اجماع اہل حل وعقد سے منعقد ہوئی اور خداوند تعالے
کی رضوان کے نورانی اوپر پرتو روشنی ڈالا اور جس شخص نے اوس سے انحراف کیا بغاۃ مین معدود
ہو کر مستوجب جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرمائیے که جناب امیر خلفاء راشدین رض
خلافت کی وقت اگر ہمراہ مہاجرین و انصار کے تہے جیسا که معتقد اہل حق کا ہے تو فہو المراد
اور اگر مہاجرین و انصار سے خارج تہے حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچہہ لازم آتا ہے ظاہر
و باہر ہے آپکے ہی زبان اوسکی ادا کی طاقت رکہتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے
حاجت نہین رہی که ہم اوس خط کا تحقیقی ہونا اور بہی ثابت کرین - لیکن تبرعاً حضرت مجیب کے
مزید اطمینان کے لیے تہوڑی سے اور بہی گذارش کرتے ہین ذرا متوجہ ہو کر سنین علاوہ اوسکی
که جو کچہہ نہج البلاغة سے نقل کیا گیا اور جگہہ بہی جو ابات اوسمین مذکور ہین اسپر اول دلیل
یہین که حضرات ائمہ اہل حل و عقد کو تسلیم کرتے تہی اور امامت کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے
تہی بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجتماع جمیع کا شرط نہین سمجہتے تہی اول ہم ارادۃ الغین سے
نقل کرتے ہین - ولعمری لئن کانت الامامة لاتنعقد حتی یحضرها عامة الناس
ما الی ذلک سبیل ولکن اهلها یحکمون علی من غاب عنها ثم لیس للشاهد ان یرجع ولا للغائب

۱؎ پہر اسکی ساتہہ متصل ہے قول ولعمری الخ اور یہہ سید ؒ سے عجیب قسم کا خبط ہے باوجودیکہ جناب
امیر کے خطوط اکثر تواریخ مین مذکور ہین - ۱۲

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کرو جلین رجلاً ادعی بالبرلہ والخصم
گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بنا دیں جاری ہو اسیہ کہ علی بن حسن نام او ست ابت ذمہ
اب اسکے بعد حسب وعدہ جناب امیر تو تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان ممکن نباشد بانعقاد امامت لازمی
کیطرف شارح نے قائم کیا ہے اب انکار معاویہ و اہل شام را در بیعت آن امام علیہ السلام جایز
مین جسکا شارح محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام کہ
امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل او را در غایت دشواری میشمارد بلکہ معتبر در انعقاد
اتفاق اہل حل و عقد است از امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری از امور چنانچہ اشارہ
بدان و لیکن اہل امامت حکم میکنند بر کسیکہ غائب است از آن پس از آن بیعت مردم
ہمچو طلحہ و زبیر کہ از بیعت رجوع نماید و نہ غائب را ہمچو معاویہ کہ او را برای خویش اختیار
بلفظہ اس عبارت کو تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماویں اور اسکے ترجمہ کو جو آپکی زبان میں
پڑھیں اور دیکھیں کس صراحت کے ساتھہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل و عقد کی
ثابت فرمایا اور انکی اجماع سے انعقاد امامت کو تسلیم فرمایا اور انعقاد اجماع کے لیے
نسبت عدم اشتراط حاضر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور مذہب یہی ہے کہ
الزام نہیں تو وہ خطبہ جو مابہ النزاع ہی اور اسیکی ہم معنی ہے وہ بھی الزامی
الحمد للہ والمنۃ خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کی اجماع کی حجیت انعقاد
کو بھی ثابت فرماکر اور مہاجرین و انصار کے اتفاق پر ترتب رضا الہی تحریر فرما
مذہب شیع کو بیخ و بنیاد سے قلع و قمع کر ڈالا۔ دوسری نہج البلاغۃ مین
جسکا شروع یہہ ہے۔ ومنہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ لہ
اماؤکم اس خطبہ مین یہہ جملہ مذکور ہے دکانت امورہ اللہ علیکم ترد و عنکم تصدر والیکم ترجع
شارح ابن میثم اپنی مختصر شرح مین اس جملہ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں

ف[1] اور اللہ کے کام ... ہی کی طرف لوٹتے تھے۔

قولہ کانت امور اللہ الی قولہ ترجع ای انکم کنتم اہل الاسلام والحل والعقد
فیہ وهم المہاجرون والانصار اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے
کہ حضرت اپنے اصحاب کو اہل حل و عقد فرماتے ہین اور شارح کی تصریح سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد مہاجرین و انصار ہین اور جب اہل حل و عقد ہونا ثابت ہوا
تو انکی شرائط ثلثہ باطل ہوگئی تو اصل اصول دین آپکا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہوا کہ
تمام اصول و فروع بھی باطل ہوگئے اور ظاہر ہے کہ یہہ خطبہ بخطاب اپنے خواص اصحاب
کے ہے تو اسمین نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجایش ہو سکتی
ہے تیسری جو صلح نامہ فیما بین حضرت امام حسن اور حضرت امیر معویہ تحریر ہوا تھا
اور اوسکی نقل ہم عنقریب اوپر کر چکے ہین اوسکی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کیلئے
بھی کرتے ہین ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائین چنانچہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ
امر المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالی و سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
واقع ہوا چنانچہ صاحب ازالۃ الغین کے مخاطب نے اسیطرح ضبط کیا ہے اور دوسرا جملہ اسکے
متصل مذکور ہے ولیس لمعویۃ بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من بعدہ
بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین انتہی یہہ ہر دو جملے اس صلح نامہ کے حقیت خلافت خلفا کو
اور صحت و حقیت اوس بیعت کو جو بطور مشوری کے بین المسلمین واقع ہو ثابت کرتے ہین اور جبکہ
یہہ امر ثابت ہوگیا تو تمام مذہب تشیع اصولاً و فروعاً باطل ہوگیا اور مذہب اہل حق ثابت ہوا الحمد للہ
علی ذلک بعد اسکی اسقدر گذارش کرنا ضرور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کی الزامی ہونے
پر جب اونکو کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تو تاخیر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
جو مشعر ہے کہ جناب نے تا ایام حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نہین فرمائی اپنا مستدل
ٹھرایا تو ضرور ہوا کہ مختصر ہم اسکا بھی جواب گذارش کرین پس واضح ہو کہ ہمکو مجملاً اسکو

جواب مین اسیقدر کافی ہی کہ یہہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہین ہی کیونکہ اولاً تاخیر غیر مسلم ہے
چنانچہ ابہی عرض ہوتا ہی - ثانیاً اگر تاخیر تہا تو قدح فی الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے ثالثاً
ممکن ہی کہ تاخیر خطاء اجتہادی کے وجہ سی ہو - رابعاً اس تاخیر کی دلالت اس خط کے الزامی
ہونے پر تسلیم نہین کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر بیعت سی آپکی ناخوشی مفہوم
ہوتی ہو بہی تو ساتہہ ساتہہ آپکا خلفا کی ساتہہ تمام دنیاوی و دینوی امور مین شریک
و غمگسار رہنا صریح اوسکا مبطل و ناسخ ہے ہان اگر آپ رضی اللہ عنہ خلفاء کی بیعت سی تمام
عمر ناخوش رہتی اور اونکی کسی کام مین شریک نہوتی اور اونکی اعانت نکرتی اور وہانسی
ہجرت کرکے کہین نکل جاتے اور تمام عمر خلفا کی عداوت مین رہتی تو شاید یہہ کلام
اس قرینہ سی الزامی سمجہی جاتے - علاوہ ازین اسیقدر واضح گذارش ہی کہ جناب امیر کا
مذہب معلوم ہوچکا ہی کہ انعقاد خلافت کے واسطی جمیع کی بیعت کو ضروری نہین سمجہتی تو
جب اکثر افراد اہل حل وعقد نے بیعت کرلی خلافت منعقد ہوگیی تو جناب نے یہہ خیال فرمایا
کہ بیعت تو منعقد ہو چکی ہے خواہ مین بیعت کرون یا نکرون لیکن آپکی دلمین بطور شکر رنجی کے
استبداد و عدم مشورہ کی وجہ سی ملال تہا ہی نہ یہہ کہ معاذ اللہ آپکو استحقاق خلافت
خلیفۂ اول مین تامل ہوا جسلیی آپنی تاخیر فرمایا اور یہہ نہین ہوا کہ آپنے اطاعت سی
انحراف کیا ہو اور اگر کبہی اتفاقاً بالفرض ہوا ہو تو ہم کب آپکو معصوم اعتقاد کرتی ہین
غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفۂ اول کی نسبت مین کبہی تردد نہین ہوا اور نہ کبہی
استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کی مشورہ کی بابت ہم شروع
رسالہ مین عرض کرچکی کہ روایت سی صراحۃً یہہ مفہوم نہین ہوتا کہ نقض خلافت کی مشوری
کیی ہون بلکہ چونکہ یہہ اجتماع و مشوری منجر بفساد تہی تو اسلیی اونکو نقض خلافت کے
مشوری کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہوگیی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
کرلی - چنانچہ یہہ بہی اوس روایت مین مذکور ہی جسکی تخریج بخاری سی ہماری مجیب

سبب اپنے فرائی علاوہ ازین ہم حسب مذاق اہل تجسس یہ سبب کے یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ حسب روایات شیعہ کے یہہ بھی ممکن نہین کہ جناب امیر بعد انعقاد خلافت صدیقی بیعت کرنے اور تخلف فرمادین بلکہ شش ماہ تک منحرف رہین کیونکہ بالتاکید و تشدید آپ سے صبر و سکوت کا عہد لیا گیا تھا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا حتمی وعدہ کرایا گیا کتاب مختوم بخواتیم الذہب اسی مدعا کی واسطے نازل ہوئی وصیت نامہ آپ ہی شہادات و خواتیم کے ساتھہ مرتب ہوا تھا سابق مین ہم شرح نہج البلاغہ سے لکھہ چکے ہین وکان معهودا الیه ان لا ینازع فی امر الخلافة الخ اور صدہا روایات اسی قول مین تحفہ مین سے روایت نقل کے ہی

رویٰ ابان بن عیاش عن سلیم بن قیس الهلالی وغیرهما عن غیره ان عمر قال لعلی ان لم تبایع ابا بکر لنقتلنك قال لولا عهد عهده الی خلیلی لست اخونه لعلمت اینا اضعف ناصرا واقل عددا۔ قرآن کے تحریف پر اسی وجہ سے نہ بولے نبات طیبات کے معاذ اللہ توبہ توبہ غضب سے بچے ہون و چرا کی صدہا احداثات اور ابتداعات ہوئی اور جنکی اسی باعث سے چپ رکہی تو باوجود معصومیت کی کیونکر ممکن ہی کہ حکم الہی کا خلاف فرمادین اور وصیت رسالت پناہی پس پشت ڈال دین اور تسلیم خلافت مین چون و چرا فرمادین ہان یہہ ممکن ہی کہ بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غم مفارقت مین مبتلا رہے ہون اور بعد اسکی جمع مصحف مین مشغول رہے ہون جسکی نسبت قسم کھائی تہی کہ جب تک جمع نہین کرلونگا چادر نہین پہنونگا۔ تفسیر صافی مین ہی روی علی بن ابراهیم القمی باسناده عن ابی عبد الله قال ان رسول الله قال لعلی

له جناب امیر سے عہد لیا گیا تھا کہ امر خلافت مین جھگڑا نہ کرنا ۱۲ سے سلیم بن قیس ہلالی وغیرہ سے روایت ہے کہ عمر نے علی سے کہا اگر تو ابو بکر سے بیعت نہین کریگا تو بیشک ہم تجھکو قتل کر ڈالینگے حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر عہد نہوتا جو میرے خلیل نے مجھسے لیا ہی کہ جسکو مین توڑ نہین سکتا تو تو جانتا کہ ہم مین کون ضعیف تر مددگار والا اور تھوڑی تعداد والا ہے ۱۲ سے امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا ۱۲

یا علیؑ ان القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوہ
واجمعوہ ولا تضیعوہ کما ضیعت الیہود التوراۃ فانطلق علیٌ فجمعہ فی ثوب اصفر
ثم ختم علیہ فی بیتہ وقال لا ارتدی حتی اجمعہ قال کان الرجل لیاتیہ فیخرج الیہ بغیر رداء حتی جمعہ
اور ظاہر ہے کہ اس جمع وتالیف کے لیے ایک مدت دراز چاہیے ۔ اس سے فارغ ہوئی کہ حضرت
فاطمہ کی دلجوئی اور تیمارداری مرض حالت میں مشغول ومبتلا ہوئی ہونگی تو ان حیلوں کی وجہ سے
ست یا حجابات فاطمہ رضی اللہ عنہا سے قدر بیعت مین تاخیر رہا ہوگا ورنہ بطور منافسۃ اور نزاع کے
کہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کے سبب سے تاخیر فرمایا ہو بہرحال بر خلاف روایات معتمدہ اہل سنت کے
اگر اس تاخیر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے
نزدیک بر روایات خود واجب التاویل اور مصروف عن الظاہر ہے اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے
کہ ابو بکر صدیق خلیفہ برحق ہیں اور ادنی انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت ذیل جناب سیدہ
تاویل واجب ہے اور شیعہ کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلاف حکم خدا اور رسولؐ
کرنا محال ہے تو تاویل لازم ہوئی باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال
سو شرح نہج البلاغہ اور تاسیدات مجلسی سے خوب روشن ہے کہ خلفاء وصحابہ کے نزدیک کیسی
وجاہت تھی کیا اسی کا نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تذلیل وتوہین وبے حرمتی کا (معاذ اللہ
خاک بدہن دشمنان آن پاک نژاد) اوٹھا نہ رکھا تفصیل کسیقدر سابق میں مذکور ہو چکی
تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب وتوہین کی اور
گھر کو جلا ڈالا تو وہ انکی وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کرینگے

لہ اے علی قرآن میرے فرش کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذوں میں ہے اسکو لیکر اکھٹا کرلیجو اور ضائع مکیجو
جیسے یہود نے توریت کو ضائع کر دیا پس علی نے اوسکو جمع کیا زرد کپڑے میں پھر اوسپر مہر لگائی اپنے
گھر میں اور فرمایا میں تا وقتیکہ اسکو جمع نہ کرلوں چادر نہ پہنونگا۔ کہا بعض شخص انکے پاس آتا تھا تو بدون
چادر کے اوسکی لیے نکلتے تھے یہانتک کہ آپ نے اوسکو جمع کرلیا۔ ۱۲

[illegible]

ثان اسقدر گذارش کرنا رہا جاتا ہے کہ یہہ روایت بخاری کے جسکو بخاری صاحب نے بسبب
اپنی استدلال مین پیش کیا ہی دوسری روایت صحیحہ صریح معارض ہے جسمین صاف مذکور ہی
کہ حضرت علی و زبیر نے ابتداء انعقاد خلافت مین بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور
حاکم اور بیہقی نے تخریج کی ہی اور الفاظ اوسکو مختصراً صواعق سے نقل کرتا ہون ثم بایعه [1]
المهاجرون والانصار وصعد ابو بكر المنبر ونظر في وجوه القوم فلم
ير الزبير فدعا به فجاء فقال قلت ابن عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم وحواريه اردت
ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقام فبايعه ثم نظر في وجوه القوم فلم ير عليا فدعا به فجاء فقال قلت ابن عم رسول الله
صلى الله عليه وسلم وختنه على بنته اردت ان تشق عصا المسلمين فقال
لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعه اور نیز اسیکی قریب دوسری روایت
ابن حجر نے صواعق مین نقل کی ہے [2] واخرج موسى بن عقبة في مغازيه والحاكم
وصححه عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابو بكر فقال والله ما كنت حريصا على الامارة
يوما ولا ليلة قط ولا كنت راغبا فيها ولا سألت الله في سر وعلانية ولكن
اشفقت من الفتنة وما لي في الامارة من راحة لقد قلدت امرا عظيما

---

[1] پہر اسسے مہاجرین اور انصار نے بیعت کی - اور ابو بکر منبر پر چڑہے اور وجوہ قوم مین نظر کی زبیر کو نہ پایا اسکو بلایا وہ آئی فرمایا مین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہوپہی کا بیٹا اور آپکا حواری تونے مسلمانون کی جماعت کا تفریق کرنا چاہا کہا ای رسول اللہ کے جانشین ملامت نہین پس اوٹہا اور بیعت کی پہر وجوہ قوم مین نظر کی اور علی کو نہ دیکہا بلایا وہ آئی فرمایا مینی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹا اور آپکے داماد تونے مسلمانون کی جماعت کا تفریق کرنا چاہا - کہا ای خلیفہ رسول اللہ کے ملامت نہین پہر بیعت کی ۱۲ -

[2] موسی ابن عقبہ نے اپنی مغازی مین اور حاکم نے تخریج کی ہی اور اسکو صحیح کہے ہی عبدالرحمن بن عوف سی کہا خطبہ پڑہا ابو بکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم مین امارت پر کبہی نہ کسی دن اور نہ کسی رات حریص تہا اور نہین اوسمین راغب تہا اور نہ پوشیدہ و ظاہر خدا سے اسکا سوال کیا ہے لیکن مین فتنہ سے ڈرا اور مجہے امارت مین کچہہ راحت نہین مین ایک امر عظیم گلی مین پہنایا گیا ہون ۔ ۱۲ ۔

تأتی بہ من طاقتہ ولایبالی الا بتقویۃ الله تعالی فقال علی والزبیر ما غضبنا الا لانا اخرنا عن المشورۃ وانا نری ان ابابکر احق الناس بہا انہ لصاحب الغار وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم بالصلوۃ وھو حی اور جب ہم اس روایت مین جو ابو سعید سے مروی ہوئی اور اس روایت مین جو بخاری مین حضرت عائشہ رضی الله عنہا سے مروی ہوئی اور ہماری مجیب لبیب نے اوسکو اپنا مستدل قرار دیا ہی وجوہ تطبیق کو دیکھتے ہین تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع مین شریک ہونا ثابت نہین بلکہ بظاہر نہایت مستبعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بیعت ضرور ان مجامع مین شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کرینگے اپنی مشاہدہ محسوس اور اپنی معاینہ روایت کرینگے اور بدیہی ہی لیس الخبر کالمعاینۃ تو اسلیے روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت ہی بنسبت روایت ام المومنین کے جو نافی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازین حضرت ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہی اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو اور قاعدہ ہی کہ عند الترجیح اثبات نفی پر مقدم ہے اور مثبت نافی سے ارجح و اقوی ہی علی الخصوص جبکہ اسکی سب تعداد میں آیت و حدیث کو بھی منضم کیا جاوی جسکو ہماری فاضل مجیب نے ملتفت کیا ہی یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ و من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ سے خیال کیا جاوی کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہی کہ خلیفہ برحق سے تا شش ماہ منحرف رہین - چنانچہ سابقاً بروایت بحار مجلسی گزرچکا ہی کہ تقیۃً امراء جور بھی مثل خدا و رسول کے واجب الاطاعۃ ہین اور اولو الامر کے زمرہ مین معدود ہین تو ان

سلہ حکم کرا الله کے تقویت کے مجکو طاقت اور قوت نہیں تو اسپر علی اور زبیر نے کہا ہم ناخوش نہیں ہوئی مگر اسواسطے کہ ہم مشورہ سے پیچھے ہٹائی گئی - اور ہم جانتی ہین کہ ابو بکر لوگون مین سب سے زیادہ اوسکی مستحق ہین کیونکہ وہ یار غار ہین ہم اون کے بزرگی اور بھلائی کو ہم پہچانتی ہین - اور بیشک رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہین نماز کے امامت کا اونکو حکم فرمایا تھا - ۱۲ - سلہ خبر معاینہ کی برابر نہین ہوتے ۱۲ -

وجوہ مذکورہ سے ابوسعید کی روایت کو حسب قاعدہ رجحان واعتبار ہوگا تو اب اس صورت مین مرجع نفی بیعت اول کا جو روایت بخاری مین ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپکو بیعت سابقہ کی اطلاع نہین ہوئی اور یاوہ بیعت ہے جسکی بعد کچھہ ملال اسکی رنجش سے ہی ہو چونکہ بیعت اول کے بعد بھی نفسے جسملہ ملال رہا تھا اور معاملہ فدک اوسکا ضمیمہ ہوکر اور باعث کشیدگی ہوگیا اور دلجوئی وتیمارداری حضرت زہرا اور بہی مشغولی اور عدم حاضری مجلس خلیفہ برحق کا سبب ہوا اوسکی بعد جب آپنے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس بلاکر تفصیلاً معذرت فرمائی اور افضلیت کا اقرار کیا اور مکرر بیعت کر تو قلب شریف ملال وکدورت سے بالکل صاف ہوگیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپنے بیعت فرمائی پہر کیفیت جہانتک روایات مین دیکھا جاتا ہے تو آپ کا ملال یا تاخر عدم البتہ وصلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہین تہا جو قادح یا مضر اجماع ہو کہین روات نے اسکو صراحۃً بیان کیا - ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورہ اور کہین کنایۃً روایت کیا اور کہا ولکنا کنا نری ان لنا فی ہذا الامر نصیبًا اور ظاہر ہے کہ بقرینہ سیاق عبارت ہذا الامر نصیبًا سے مراد مشورہ ہی ہے کیونکہ ماقبل اس عبارت کا یہہ ہے وحلف انہ لم یمنعہ علی الذی صنع نفاسۃ علی ابی بکر ولا انکار للذی فضلہ اللہ بہ اور بعد مین یہ ہے واستبد علینا تو اس عبارت کے ماقبل ومابعد کے لحاظ سے ہرگز یہہ معنی معلوم نہین ہوسکتے کہ لنا فی ہذا الامر نصیبًا سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہون کہ ہم جانتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے یہہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے روایت مسلم کی ابوسعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اوسکو شراح بخاری نے بسبب عدم

ف اور لیکن ہم جانتے تھے کہ ہم کو بھی اس امر مین حصہ ہے - ۱۲ - ف۲ اور بیان کیا کہ ابوبکر کی اور اسکی فضیلت کے انکار نے کچھہ اسپر برانگیختہ نہین کیا جو کام کیا ہے - ۱۲ -

+ + + + + + +

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہی اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہی قال البیہقی واما ما وقع فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخر بیعتہ ہو وغیرہ من بنی ہاشم الی موت فاطمۃ فضعیف فان الزہری لم یسندہ وایضا فالروایۃ الاولی عن ابی سعید ہی الموصولۃ فیکون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت خلیفہ اول سے جناب امیر کو کبہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجوع ہی اور اوس سے استدلال ہماری دشمن محجیب کا صحیح نہین ہی اور داونکی مفید مدعا تو اس جملہ کا تحریر فرمانا - انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان اسوجہ سے ہی کردہ خلافتین عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل وعقد سے ثابت ہوئی ہین اور جس سے وہ بیعت کرین اوسکی خلافت حق ہی تو اس جملہ سے آپ اسطرح استدلال فرمایا کہ اوسکی حقیت مین کسیکو کسیطرح کا تامل نہ تہا اور ہمیشہ دانشمندونکا قاعدہ ہی کہ ایسی ہی دلایل سے استدلال کیا کرتے ہین کہ جنکی حقیت مثل آفتاب نیمروز روشن ہو پس یہہ دلیل بہی ایسی مقدمات حقہ سے مرکب ہی کہ جنکی حقیت عند اللہ وعند الفریقین مسلم ہی اور فی الحقیقت یہہ دلیل اوسی وقت تام ہوسکتی ہے بلکہ لاجواب ہی جبکہ اوسکے مقدمات تحقیقی اور تسلیم کیجاوین اور مقدمات حقہ سے مرکب سمجھی جاوین کیونکہ جب واقع اور نفس الامر اور عند اللہ وعند الفریقین صحت وحقیت خلافت کے اجماع اہل حل وعقد سے ثابت ہوچکی ہی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بہی حقیت خلافت اسیطرح اور اسی دلیل سے ہم ثابت کرلیتے ہین تو آپ ہی فرماتی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہی اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ اوسکی کیونکر تردید کرسکتے ہین اگر اسکی جواب مین یہہ کہین کہ صحت وحقیت خلافت بیعت اہل حل وعقد

ف بیہقی نے کہا ہی کہ جو روایت ابو سعید سے مسلم مین واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک بیعت جناب امیر و دیگر بنی ہاشم کی تاخیر ہونے کی وہ ضعیف ہی کیونکہ زہری نے اوسکا مسند نہین کیا اور نیز پہلی روایت ابو سعید سے موصول ہے تو وہ اصح ہوئی - ۱۲ -

اوسوقت مترتب ہوتی ہی جبکہ بیعت اہل حل وعقد صالح للخلافت کے واسطی واقع ہو چنانچہ خلفاء
ثلثہ کی لیے ہوے ہتی اور اگر غیر صالح کے لیے واقع ہوگی جیساکہ جناب کے لیے ہوئی
تو وہ بیعت مثبت نہوگی تو ظاہر ہی کہ یہہ تردید بالکل مردود ہی اور اسکا جواب خود جناب امیر رضہ
نی اوس خط مین جو اسکی جواب مین لکہا تحریر فرمایا وہ یہہ کہ جب خداوند تعالے نے صحت
خلافت بیعت اہل حل وعقد پر رکہدی ہی تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکی ہاتہہ
بیعت کرینگی وہ صالح للخلافت ہوگا اسلیے اوسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالے
اونکو ہرگز گمراہی پر مجتمع نہین فرماویگا اور اگر اونکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صالح
للخلافت کے ہاتہہ پر واقع ہوجائی تو سب گمراہ اور ضال ہوگئی اور تمام ضلالت پر مجتمع
ہوگئی اور یہہ محال ہی تو اہل حل وعقد کا کسی شخص کے بیعت پر متفق ہونا خود اوسکی صلاحیت
اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچہہ جواب نہین ہوسکتا نہ امیر معویہ اسکا کچہہ
جواب دیسکتی ہین اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اونکی طرف سے اسکی تردید کیجیی اور اگر اس دلیل کو
دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص و ناتمام ہے اور ہرگز مثبت مدعا نہوگی اور اسکی جواب مین
جناب امیر ملزم و محجوج ہوجاوینگی کیونکہ جب امیر معویہ نے بجواب اسکی اہل حل وعقد کے
بیعت پر ترتب حقیت کے لیے صلاحیت وعدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب
فرمائیے الزام تو باطل ہوگیا اب جناب امیر کو مرحلہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو
اوسکو خود اس بیعت اہل حل وعقد سے ثابت نہین کرسکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامری مین
تو دوسری کسی دلیل کیطرف مثل نص وعصمت کی رجوع فرماوینگی اور یہہ دلائل ایسی ہین کہ صدہا
مواقع و مراحل پیش آئی لیکن کبہی ظاہر نہین کی گئین پس انکی نسبت امیر معویہ کو اونکی
ابطال مین اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہہ دلائل خلفاء ثلثہ کے زمانہ مین کبہی نہ
پیش ہوئی ہین جو آج میرے مقابلہ مین پیش کیجاتے ہین اور جب اونہون نے تسلیم
نہین کی تو مین کیونکر تسلیم کرون تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہی اور اس مرحلہ سے کیونکر خلاصی ممکن ہی بجز اسکی کہ آپ ملزم و محجوج ہون اور
اگر جناب نے کوئی امر اسوقت تراشا ہی ہو تو اوس جواب کا ملحوظ خاطر رکھنا ضرور ہوگا جو
اسکی جواب مین خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا ــــ اور اس قول مین جو آپنے
یہہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تبحر علمی سے اصل
سمجھہ گیی ہین یعنے لزمتك وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہی کیونکہ یہہ داب تحریر ہین سے
کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین) معلوم نہین آپنے کس
حالت مین یہہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہی نہ دلیل دعوی کے مطابق اور اسکی تقریب
اب سنیی کہ حضرت خاتم المحدثین رح کی نسبت الزاماً تحریر فرمایا کہ وہ جملہ لزمتك و
انت بالشام کو اپنی تبحر علمی سی اصل سمجھہ گیی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہی اور
یہان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور مین جناب
امیر نے اول اپنا دعوی ذکر فرمایا اور وہ یہہ ہی جملہ ہی یعنے لزمتك وانت بالشام
اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب مین داخل
اصل ہے اور اس اعتبار سے بھی اصل ہی کہ دعوی مقصودہ ہی جسکا اثبات مد نظر ہی
پہر حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھہ گیی اور گویا فی الحقیقت
اصل نہین ہے سراسر نا فہمی ہی قطع نظر اس سی جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط کو
نقل فرمایا ہی اور اوسپر بحث کی ہی چنانچہ ہماری فاضل مجیب بہی اوسجگہ سی اس خط کو نقل
فرماتے مین وہان اس جملہ کا کچہہ مذکور نہین ہے اور نہ اسکی اصالت و عدم اصالت سے
تعرض فرمایا ہی اور اس جملہ سی تعرض کرنیکی کوئی وجہ بہی نہین ہی کیونکہ یہہ محض دعوی
ہی دعوی ہی اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہی تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
الزامیہ مسلمہ خصم سے استدلال فرمایا ہی یا مقدمات حقہ ثابتہ فی نفس الامر سی اور اس
جملہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سی کیا تعلق ہی غرض

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اسکی اصالت مین کچھہ
تردد نہین مدعا حاصل ہوا ہی کرتا ہی۔ پس یہہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری
فاضل مجیب کے خوش فہمی پر ہی تحفہ کے جوابات مین کہین کچھہ مضمون دیکھا ہوگا بے سمجھے اسکو
کچھہ سے کچھہ نقل و ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہہ لکھنا کہ یہہ جملہ الزامی تحریر ہونی پر دال ہے سراسر
تجار اور واہیات محض ہی مدعا کو دلیل کے الزامی یا تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ دلیل ہی
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا مسلمہ ہی اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اوسکا ثبوت صحت
و حقیقت نفس الامری و عند الخصم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجاویگی ورنہ اگر صرف
اسکات و الزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کیجاوی گی پس یہہ کہنا کہ یہہ جملہ تحریر کے
الزامی ہونے پر دال ہی حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہی ہان حضرت کی تبحر علمی سے
کچھہ بعید نہین کہ اس جملہ مین جو لفظ لزمتک کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تہا تو اس سے
جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
دال ہی اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہہ داب تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان
کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین سبحان اللہ یہہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً
مناظرہ دانی پر صریح دلیل ہے کیون حضرت یہہ دلیل جو جملہ لزمتک وانت بالشام کے
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہین اوسکو کیونکر مثبت ہی ذرا سمجھا بہی تو ہی کاش
آپکے ان افادات تازہ کو کوئی منصف لبیب دیکھی اور آپکو آپکی علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد دی
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوتا ہی کہ جملہ لزمتک وانت بالشام کو بہی آپ مسلمات
خصم سے سمجھی ہوئی ہین حالانکہ یہہ مدعا ہی یہہ اگر مسلم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیون بنی اور
دلیل سے اوسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ای حضرت یہہ دعوی ہی جو صرف اپنا ہی
مسلم ہی اور خصم اسکا منکر ہی اب اس دعوی کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر
اس سے ہم پوچھتی ہین اس قول سے کہ یہہ داب تحریر نہین کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کرین) کیا مراد ہی اگر یہہ مراد ہی کہ ایسی اقوال سی جو صرف اپنی ہی مسلمات
ہین اور خصم اونکو تسلیم نہین کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سی مسلم ہین خصم پر کوئی
بات لازم کرنا داب تحریر نہین تو صحیح و مسلم لیکن آپکو مفید نہین کیونکہ اس دلیل کی
نسبت ہم کب کہتی ہین کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقع کے غیر
مسلم ہی اور اگر یہہ مراد ہی کہ اپنی مسلمات سی گو وہ حقہ واقعہ اور مسلم خصم ہی کیون
نہون ایسی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از داب تحریر ہی تو غلط ہی اور اسکی غلطی
ایسی بدیہی ہی کہ اوسپر حاجت دلیل پیش کرنیکی ہی نہین اور ہم اس دلیل کو
ایسا ہی کہتی ہین مثلاً کوئی شخص اہل اسلام مین سے کسی مسلمان پر قرآن کے آیت
پیش کری یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اوسکو کوئی الزامی دلیل نہین
کہیگا حالانکہ اوسی اپنی مسلمات سی خصم کو الزام دیا جاتا ہی غرضیکہ یہہ جملہ عجیب
وغریب ہی جو حضرت کی سخن فہمی کو آشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ
دانی کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قولہ** جناب امیر علیہ السلام جونکہ حجت خدا تھی
خصم پر ایسی حجت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نرہی- **اقول** اس دلیل کا
ایسی حجت ہونا جسکو پھر جواب کا موقع نرہی وسیوقت ممکن ہی جبکہ اسکو باتباع
اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیجادی اور اوسکی بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا
بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل الزامی
کہا جاوے تو پھر یہہ دلیل ہی تام نہین رہ جاتی کہ عمر لاجواب ہوا اور حضرت کا حجت
خدا ثابت ہونا تو درکنار آپ ملزم مفحم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مفصلاً ہم ابھی گذارش کرائی مین
قولہ جب ابا کرنا بعد انعقاد بیعت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیعت کیواسطی بلایا
تو آپنے فرمایا کہ تمنی قرابت رسول کے ذریعہ سی انصار سی خلافت لی ہی اب تم ہی انصاف
کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی کون اقرب ہی چونکہ تمنی حق پایا ہی حق دار

جواب بجز سختی و درشتی حسب عادت خود خلیفہ ثانی نے کچھہ ندیا اور جواب ہی کیا تھا
چنانچہ یہہ کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا وغیرہ مین مفصل و مشرح مندرج ہے
اقول اس کلام مین بوجوہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت کی معتبر
کتابون سے ثابت کیجیے اوسکے بعد جواب لیجیے اور کتب معتبرہ کے اندراج کی سنیت جو کچھہ
آپنے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد ہین تو ہم پر حجت نہین اور اگر ہماری
معتبرہ مراد ہین تو پہلی اعتبار ثابت فرمایئے اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم ہے ثانیاً
خود آپکی ہی کتب معتبرہ مین اسطرح مروی نہین نہج البلاغۃ جو نہایت معتبر کتاب ہے
اسمین لکھا ہے و من کلام لہ[1] علیہ السلام لما انتہت الی امیر المومنین انباء السقیفۃ
بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما قالت الانصار قالوا قالت
منا امیر ومنکم امیر قال فھلا احتججتم علیھم بان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وصی بان یحسن الی محسنھم ویتجاوز عن مسیئھم قالوا وما فی ھذا من الحجۃ[1] فقال
لو کانت الامارۃ فیھم لم یکن الوصیۃ بھم ثم قال فماذا قالت قریش قالوا احتجت بانھا
شجرۃ الرسول فقال احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ انتھی۔ دیکہو نہ اس مجلس مین خلیفہ
ثانی کا حاضر ہونا ہے نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ خلفا رسی کلام و گفتگو ہے نہ
باہم سختی و درشتی ہے اسمین صرف اسقدر مذکور ہے کہ جب آپکو سقیفہ کے خبرین پہنچی تو آپنے
حال دریافت فرمایا اور یہہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبرہ ہولی تو اوسکو آپکے
رضی صاحب نقل فرماتے کہ اول علی المقصود تہی۔ ثالثاً یہہ مطالبہ اپنی حق کا کرنا

---

[1] اور آپکی کلام میں ہے جبکہ سقیفہ کے خبرین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپکو پہنچی پوچہا انصار نے کیا کہا اونہون نے جواب دیا کہ انصار نے کہا ایک امیر ہم مین سے ہو اور ایک امیر تم مین سے فرمایا تمنے اونپر یہہ دلیل کیون نہ پیش کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ اونکی نیکو کارون کے ساتھہ احسان کیا جاوے اور اونکی گنہگارون سے درگذر کیجاوے کہا اونہون نے کہا کہ اسمین تو کچھہ حجت نہین ہے فرمایا اگر اونہین امارت ہوتے تو اونکی وصیت نہوتی فرمایا تو قریش نے کیا کہا کہا کہ قریش یہہ دلیل لائی کہ وہ رسول کے درخت مین یعنی رسول اور وہ ایک درخت کی شاخین مین تب فرمایا درخت سے تمسک کیا اور پہل کو چہوڑ دیا ۱۲

اور خلفا کے ساتھ معاملہ خلافت مین چون و چرا کرنا سراسر خلاف حکم الٰہی و وصیت
رسالت پناہی ناجائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہی کہ آپ باوجود عصمت کے مرتکب
معصیت کے ہوئے چنانچہ آپکے ایک خطبہ مین جسکا شروع یہہ ہی و من کلام لہ فی
بیعۃ عثمان فرماتے ہین واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین و لم یکن فیہا جور الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ روایت
بالکل غلط اور موضوع و مفتری ہے۔ رابعاً جب ہم نفس اس الزام مین تامل کرتے
ہین تو اسکو غلط اور لچر پاتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اس دلیل سے ہرگز احتجاج
صحیح نہین ہوسکتا ہی اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھہ سکتا ہی کیونکہ
یہہ دلیل حضرت نے اپنی احقیت خلافت کے لیے حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہی
پس ہم دیکھتے ہین کہ اس سے آپکی احقیت خلافت کسیطرح ثابت نہین ہوتی کیونکہ
آپکے اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو پکڑا اور ثمرہ کو ضائع کیا یا یہہ مراد ہی کہ ابعد کو لیا
اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپکی خلافت متنازعہ فیہا یعنی بلافصل ہرگز ثابت
نہین ہوتی بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہی کہ حضرت عباس و عقیل احق بالخلافت ہین
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب ہونے مین اعمام کا درجہ بنی الاعمام
سے مقدم ہے۔ یا یہہ مراد ہی کہ اصول کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہی کہ
جناب امیر اسجگہ اپنی آپکو فروع ہونے سے تعبیر فرماتے ہین حالانکہ ابن العم فروع
مین داخل نہین اور اگر احقیت بالخلافت فروع کے لیے ثابت ہوگی تو جناب حسنین
بہ نسبت جناب امیر احق بالخلافت ہونگے اور اگر فرعیہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی
امور مین مجازیہ کو دخل نہین اور لفظ شجرہ اور ثمرہ اس سے ابا کرتا ہی یہہ لازم آتا ہی کہ اسامہ
بن زید احق بالخلافت ہون غرض یہہ دلیل کسیطرح ٹھیک نہین بیٹھتی اور کسی کل سیدھی
نہین ہوتی۔ ایسی واہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپکی حجت
خدا ہونے مین قدح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ استدلال کا کچھہ بھی نہین تھا

جناب سالار ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اوس وقت سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے
دعوی خلافت کے تردید مین جو دلیل پیش کے تھی جسکو سب نے تسلیم کیا اور کسی نے چون و چرا
نہین کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لہ الائمۃ من قریش۔ صورت استدلال یہہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص سے
امامت کا خاص قریش مین ہونا ثابت ہوا کہ جسمین انصار شریک نہین ہو سکتے تو انصار کا
استحقاق باطل اور اونکا مطالبہ بیمحل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیعہ و اہل سنت سے
یہہ بھی واضح ہے کہ جب امامت قریش کا ہی حق ہے تو نفس استحقاق مین تمام قریش متساوی
الاقدام مین کیونکہ الفاظ نص سے کسیکی تخصیص و ترجیح مفہوم نہین ہو سکتے اور ظاہر ہے
کہ خداوند کریم کے نزدیک اوسکے عباد مین سے محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اہل
۲ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
پیارا وہی ہے جو احکام الٰہی کا زیادہ مطیع ہو خواہ حر ہو یا عبد عربی یا عجمی چنانچہ شرح
نہج البلاغہ مین آپ سے نقل ہوا ہے ۳ ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ وان
عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابتہ۔ اسیواسطے خداوند کریم نے
حضرت نوح کے فرزند کی نسبت انہ لیس من اھلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
مدار قرب کا قرب قرابت پر نہین بلکہ اوسکی لیے دوسری اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے
واضح ہوا کہ اس حدیث مین حضرت نے خاص قریش ہی کا اس فضل خاص کے ساتھہ
مخصوص فرمایا کہ الائمۃ من قریش یہہ خصوصیت محض توقیفی ہے عقل کو اس مین دخل نہین
ہے اور قاعدہ ہے کہ جو امر شارع علیہ الصلوۃ سے خلاف قیاس ثابت ہوا اوسکا تعدیہ نہین
ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس شرعاً یون ہی جائز نہین ہے حضرت خلیفہ اول رضی

لہ امام قریش مین سے ہونگے ۱۲ منہ ۲ خدا کے نزدیک تم مین بزرگ زیادہ وہی ہے جو تم مین زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۲
۳ محمد کا دوست وہی ہے جو خدا کی اطاعت کرے اگرچہ اوسکی قرابت بعید ہو اور محمد کا دشمن وہ ہے جو خدا کی نافرمانی کرے اگرچہ اوسکی قرابت قریب ہو ۱۲

اگر اس حدیث سے انصار کی اماست کو رد کیا تو آپ نے نص سے رد کیا جو خلاف قیاس محض تھی تو اگر جناب امیر نے ارشاد سنکر یہہ فرمایا ہو احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ جیسا کہ شیعہ کا زعم ہے اور واقع مین ایسا آپ نے نہین فرمایا ہوگا تو گویا آپنے خلاف قیاس نص مین قیاس کیا اور یہہ ایسی خطا ہے کہ مجتہدین امت سے بھی صادر نہین ہوسکتی آپکے شہید ثانی نے معالم الاصول مین تحریر فرماتے ہین القیاس ہو الحکم علے معلوم بمثل الحکم الثابت لمعلوم اخر لاشتراکہما فی علۃ الحکم فموضوع الحکم الثابت یسمے اصلاً و موضوع الاخر یسمے فرعا والمشترک جامعاً وعلۃ وہی اما مستنبطۃ و منصوصۃ وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شذ وحکی اجماعہم فیہ غیر واحد منہم وتواترت الاخبار بانکارہ عن اہل البیت علیہم السلام وبالجملۃ فمنعہ یعد من ضروریات الدین واما المنصوصۃ ففی العمل بہا خلاف بینہم فظاہر المرتضی المنع ایضا الخ اور نیز اس متفق علیہ نص سے یہہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تخصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کیطرف عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اسکی تمام افراد کو شامل ہوگا اور اس قبیلہ کی افراد مین سے جسمین وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت بابت نص فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطے ہے تو الائمۃ من قریش کی کیا ضرورت تھی پس معلوم ہوا کہ وہ نص محض حضرات کی تراشی ہوئی ہے الغرض یہہ الزام ایسا واہی الزام ہے کہ ہمکو جسکو ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کیطرف منسوب کرنا نہایت شنیع سمجھیگا اور حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھہ افتخار و ناز ہے اور اسیکو لاجواب سمجھتے ہین افسوس ایسی وقت مین تمام نصوص و وصایا حضرت کو فراموش ہوگئیں اور یاد آیا تو یہہ ایک ناقص و لغو استدلال یاد آیا فاعتبروا یا اولی الالباب **قولہ** اسیطرح اس خط مین معویہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہین کہ تو خلفا سابقہ کی خلافت کو حق جانتا ہے اور مہاجرین

وانصار کا شوری حجت سمجہتا ہو میری بیعت بہی تجہپر لازم ہے کیونکہ یہہ بیعت بہی اون
اشخاص نے کی ہی کہ جنہون نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تہی **اقول** حضرت
خط کے آخر جملونکے مطلب کا خلاصہ بہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور
زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے اونکے مضمون کو ترک کیا ہی ہم سابق مین بتفصیل
ساتہہ گذارش کر آئی ہین کہ یہہ دلیل دلیل الزامی نہین ہو سکتی اور یہہ جو ہمارے فاضل
عجیب اپنی کمال تبحر اور تدین سے فرما رہی ہین کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق
جانتا تہا اور مہاجرین وانصار کا شوری حجت سمجہتا تہا یہہ ہرگز اون الفاظ کا
مفہوم نہین ہوتا اگر اس عبارت کے یہہ معنی ہون تو مصداق مثل المعنی فی بطن الشاعر کا
ہوگا اور کیا ضرورت ہی جو بے ضرورت خلاف اصل ارتکاب حذف کا اختیار کیا جاوے
پس صیاقت اور سیاق مطالب اوس عبارت کا یہہ ہی جو ہم کہتے ہین کہ حضرت نے فرمایا
میری ہاتہہ پر بالتعین خلفاء نے بیعت کی ہی اومین کسی حاضر و غائب کو چون و چرا
کی گنجایش نہین ہی کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مہاجرین وانصار ہی کو ہی اگر جب
کسی امر پر مجتمع ہو جاوین اور کسیکو امام بنالین تو اوسمین خدا کی رضامندی ہی اور اگر
کوئی طعن یا بدعت کرکے اوسمین سے نکلے اوسکو اوسمین لوٹاؤ اور اگر انکار کرے تو
لڑو۔ اور خدا اوسکو جہنم مین ڈالیگا۔ آپ اس مضمون کو بہی مطابق اصل عبارت کے پیش نظر رکہیے
اور اپنی مدعا کو بہی مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکہیے کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
کے ہی پہر آنکہین کہولکر دیکہیے کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ ہو الموفق **قولہ** آپکی خاتم المحدثین
یہہ فرماتے ہین کہ دیدہ باید است کہ بیعت مہاجرین وانصار اگر ہرگز موجب ہدایت نیست
نبود اگر جہوری ہی شد چرا در حیات حضرت امیر در مجالس ومکاتیب خود ذکر کردہ
انتہی بقدر الحاجۃ۔ اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ لازم نہین کہ ہر آدمی اپنے ہر قول
وفعل مین ہمیشہ صواب پر پہنچے ہو اور اکثر افعال و اقوال مین تناقض نہو بلکہ اہل ہوا

وہی ب دنیا کا یہہ بھی حال ہی کہ جسمین اپنا نفع دیکھتی ہین اوسکو اختیار کرتے ہین جب خلفاء
ثلاثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی فائدہ دیکھا اونکی صحت حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا
اور جب سمجھا کہ جناب امیر علیہ السلام کے صحت خلافت مین دو فائدہ دینوی نہین تو منکر
باطن ہو گیا ورنہ آپ ہی فرماوین کہ اگر معویہ خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت پر مہاجرین انصار
کی بیعت کا قائل تہا تو انکی خلافت اوسکے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تہی کیا
سے یہہ جو رجال المومنین اور اصحاب رسول اللہ صلعم سے ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت سمجہتا تہا
اور وہ بھی مثل روافض بعض عصمت و افضلیت کا قائل تہا یا اوسکے نزدیک خلافت کے
اور شرطین تہین اگر یہہ بات ہے تب بہی اجماع حجت نرہا اور خلیفہ اول کے خلافت
جو اجماع سے ثابت ہے ہی اور اہل سنت کا اسپر مدار ہے درست نرہی **اقول** اگرچہ اسکا جواب
ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم مین
خطا ہوئی اور یہہ مضمون اوسپر بطور اعتراض بیان فرمایا ہے اسلیے آپکے خوش فہمی کا اظہار
بہی واجبات سے ہی پس واضح ہو کہ ای حضرت میر صاحب سخن فہمی جناب پر ختم ہے
جواب تو آپنے تحریر فرمایا لیکن پہلے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجہا ہوتا بے سوچے
سمجہے انا پشناپ یون نہین کہہ دیا کونسی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جسجگہ
دستیاب ہوتا ہی نقل عبارت کے کچہہ ضرورت نہین صرف بیان مضمون پر اکتفا
کرتا ہون اور اوسکے بعد آپکی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جاینگی حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ
اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال مین فرماتے ہین کہ اگر یہہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
دلیل کے واسطے لازم ہے کہ اوسکے مقدمات مسلم عند الخصم ہون۔ اور امیر معویہ کے نزدیک
یہہ مقدمات کب مسلم تہی اوسکا مذہب جو اوسکے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
جوابون مین بہیجی اور امامیہ و زیدیہ کی کتابون مین مذکور ہین ظاہر ہوتا ہے وہ یہہ ہی کہ جو سلطان
قریشی کہ مہمات امت کو سرانجام کرسکے اور تنفیذ احکام و جہاد کفار و سیاست رعایا

اور تجہیز جیوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانونمین سی ایک جماعت اوسکو ہاتھہ پر بیعت کرین خواہ وہ جماعت اہل مدینہ اور مکہ ہون یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جسکی اندر یہہ صفات مذکورہ نپائی جاوین اور وہ غیر قادر ہو اور دفع مفاسد نکرسکی گو وہ مہاجرین اولین سے ہو اور اگرچہ اوسکی ہاتھہ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صالح اور اہل للامامۃ نہین اور بیعت اہل حل و عقد سی وہ امام نہین ہوسکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ کی نزدیک اسیواسطی صحیح نہین ہے کہ اوسکی زعم مین جناب مین یہہ اوصاف مفقود تہی بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کی لیے شرائط ہین بوجہ اتہام قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور اوسکی قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر مصلح اور ساعی فے الارض بالفساد گمان کرتا تہا چنانچہ بارہا مجالس و مکاتیب مین اوسکا ذکر کیا اور طنز و تعریض کے طور پر تخطیہ کیا تو ایسی حالت مین جبکہ اوسکی نزدیک معاذ اللہ جناب امیر مین شرائط صحت خلافت ہی مفقود ہین اور آپ اہل اور صالح للخلافت ہی نہین ہین تو بیعت مہاجرین و انصار اوسکی نزدیک کیا حقیقت و وقعت رکہہ سکتی ہے اور یہہ بیعت اوسکی نزدیک کیونکر صحیح اور مسلم ہوسکتی ہی اور اس بیعت سی اوسپر کیونکر الزام دیا جاسکتا ہی بخلاف خلفاء ثلثہ رضہ کی کہ وہ بحول اللہ وقوتہ ان سب صفات کے ساتھہ متصف تہی مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کی ہمت عالیہ نے خاک مین ملایا کسری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتین ان ہی کی حسن تدابیر سی پائمال ہوکر اہل اسلام کے قبضہ مین آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان ہی کی قوت ایمانی اور سیاست ملکی کا ثمرہ ہی اور ان ہی کے نامہ اعمال مین ثبت ہی جناب امیر اسیواسطی ہمیشہ حسرت سے فرماتے رہی ابتلیت بقتال اهل القبلہ اور اس سی زیادہ اونکی قوت و شوکت ہمت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اونہون نے امت کو بدرو زبردستی ایسی شخص کے ہاتھہ سی غصب کیا جو شجاعت مین یکتا اور تہور مین لاثانی اور جرأت مین بے مثل تمام قوم عاد کو تن تنہا

ایک لحظہ مین دار الفنا کو پہنچ دیا اور منصوص من اللہ اور منصوب من الرسول تہا موت وحیات کا
بہی اوسکو علم تہا بلکہ اختیار بہی تہا اگر تمام روی زمین کے آدمی بہی اوسکے مقابلہ مین ہون
تو کچہہ پرواہ کرتے للانہ تہا فی الواقع ایسی شخص سے زبردستی غصب کرنا بڑی بیجا حرکت اور
عقل کی دہل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہہ ہی کہ معاذ اللہ توبہ توبہ خدا ورسول نے بہی ایکر بکمال تاکید
وتشدید اجمع الناس واعقل الناس کو فرمایا کہ تو اونکی مقابلہ مین چون وچرا کچہہ نکیجو اور
بہولی سے بہی کبہی اپنی حق کا نام نلیجو اور اونکی بیعت بہی کر لینا اور جس طرح گذری تقیہ کے
پردہ مین اطاعت وآشتی سے گذارنا پس جب اونکی اندر یہہ کمالات وجوہر تہی تو جب
اہل حل وعقد نے اونکی ہاتہہ پر بیعت کر لی تو معویہ کو اسمین کیا چون وچرا کی گنجایش تہی اور کسی
متدین عاقل کو اسمین چون وچرا نہین ہوسکتی اب اسپر آپکا یہہ فرمانا کہ (اگر معویہ
صحت خلافت خلفا ر بیعت مہاجرین وانصار کا قائل نہ تہا تو اونکی خلافت ایکی
نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تہی م) بالکل لغو اور ہیچ ہو گیا منشا اوسکا یہہ ہی
کہ مطلب عبارت کا نہین سمجہی اور بعد اوسکی یہہ فرمانا کہ (کیا عصمت ونص وافضلیت کا
قائل نہ تہا یا اوسکی نزدیک اور شرطین تہی تب بہی ثبوت خلافت باجماع نہ تہا) اوس سے بہی
زیادہ لغو اور بیہودہ ہی عبارت تحفہ کو سمجہی ہوتی اور اس سے بخوبی واضح ہی کہ اوسکو کون امر تسلیم
خلافت جناب امیر سے مانع تہا اور وہ خلفاء ثلثہ مین موجود تہی یا مفقود نہ اوسکی
نزدیک شرائط ثلثہ شرط خلافت تہی نہ کوئی اور شرط تہی بلکہ بیعت اہل اسلام کو مع وجود الاہلیت
وہما تحیۃ شرط خلافت کہتا تہا جو اوسکی زعم مین جناب امیر مین مفقود تہی اور خلفاء
ثلثہ مین موجود پس بیروی اوسکی مذہب کے خلفاء ثلثہ رضی کی صحت خلافت مین تامل ذرہ
نہین ہو سکتا رہا یہہ الزام کہ امیر معویہ نے جبتک خلفاء ثلثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی
فائدہ دیکہا اونکی حقیت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجہا کہ جناب امیر کی خلافت مین
وہ فائدہ نہ ہوگا منکر وباغی ہو گیا تعجب بالائے تعجب ہے کیا آپکی نزدیک امیر معویہ بہی مثل

جناب امیر کی محدث و غیب دان تہا کہ وہ اول ہی سمجہہ گیا کہ حضرت کی خلافت مین وہ فایدہ نہ ہی گا کیا امیر معویہ زیاد بن ابی سفیان سے بہی زیادہ برا تہا کہ آپنے اوسکو عامل مقرر فرمایا اور امیر معویہ کو نکرد لیتے علاوہ ازین اگر آپکی نزدیک یہہ امر شنیع ہی تو آپکی حضرت محمد بن حنفیہ نے جناب سید الشہدا کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور آستانہ بوسی کا احرام باندہا دستان بینما - آپکی صحابہ مقبولین نے جناب امیر کی خدمت چہوڑ کر خلفا کا عامل ہونا قبول فرمایا - پس آپکے نزدیک اگر یہہ حضرات مطعون بطلب دنیا ہین تو امیر معویہ بہی سہی ورنہ جو جواب یہان دین وہ بہی وہان بہی قبول فرماوین - **قوله** واقعی یہہ الزامی حجت جناب امیر نے اوسپر ایسی ختم فرمائی تہی کہ اوسکا کچہہ جواب نہ لیسکا اور صرف دو کاغذ سفید وسادہ پیچیدہ کرکے اور یہہ عبارت لکہکر من معویہ بن ابی سفیان الی علی بن ابی طالب بہیجدیئی چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے جو محدثین اہل سنت سے ہے نقل کیا ہی کہ اوسنے جریر بن عبد اللہ بجلی سے ایک طویل روایت کی ضمن مین روایت کی ہے لما جاء هذا الكتاب وصل بين ابيضين ثم طواهما وكتب عنوانهما من معوية بن ابى سفيان الى على بن ابيطالب ودفعهما الى لا اعلم ما فيهما ولا اظنهما الا جوابا وبعث معى رجلا من بنى عبس لا ادرى ما معه فخرجنا حتى قدمنا الكوفة واجتمع الناس فى المسجد لا يشكون انها بيعة اهل الشام فلما فتح على الكتاب لم يجد شيئا انتهى ان جو نسب اسکا آپکی خاتم المحدثین نے لکہا ہی اگر وہی ہوتا تو اس خط کی جواب مین کیون نہ لکہا اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہہ حجت الزامی اوسپر ایسی ختم ہوئی تہی کہ بجز سادہ کاغذ کچہہ جواب نہ دیسکا کیونکہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہوسکتی ہی ورنہ اور قسم کا جواب تو ہر شخص عقل کے موافق دیسکتا ہی **اقول** امیر معویہ رضہ کے جواب نہ بہیجنے اور سادہ کاغذ لپیٹ کر بہیجنے کی نسبت جو کچہہ لکہا وہ حضرت کے باوجود ادعائی ہمہ دانی کے کمال تبحر علمی پر ماتم کرتا ہی اور اوسکی تکذیب ہماری پہلی قول سے جسمین ہمنی ابن میثم سے جواب

اور جواب بجواب نقل کیا ہی کہ حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی الحدید با وجود معتزلی ہونی کے اگرچہ
علماء شیعہ کے نزدیک فی الجملہ معتبر ہی لیکن بعد ابن ہیثم اسکا قول ہرگز قابل احتجاج
نہین ہوسکتا ہی اور اہلسنت پر اوسکی قول و روایت سے حجت لانا ہماری فاضل مجیب جیسی مناظرہ
دان کا ہی کام ہی غرض آپ شرح ابن ہیثم دیکھ لیجیئے اسکو ابن ابی الحدید کی روایت کی غلطی
معلوم ہوجاویگی اور ثابت ہوجائیگا کہ امیر معویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہہ تحریر الزامی ہو
تو آپ ملزم و مفحم ہون اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہی جیبدہ کر کے بہیجدیا تو اس سے ہماری مجیب
لبیب کا یہہ مطلب سمجھنا کہ چونکہ جواب کچھ نہ دی سکا اسلئی سادہ کاغذ لپیٹ کر بہیجدیا
بالکل غلط ہی بلکہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے سادہ کاغذ بہیجا ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہوجاوے
کہ آپکا مدعا یہان حاصل ہونے کا نہین ہے چونکہ آپنے جریر کے ہاتھ جو خط بہیجا تہا اوسمین
بیعت کرنے کی لکہا تہا تو یہہ سادہ کاغذ اوس سے انکار کے طور پر بہیجا تاکہ اوسمین کا سیاہی
پر دلیل ہو جاوی — یا ممکن ہے کہ سادہ بہیجنی سے ایما اسطرف ہی کہ یہہ تحریر قابل جواب
ہی نہین کیونکہ پہلی آپ اپنے آپ کو اہل و صالح للخلافت تو ثابت کرین — باقی رہا
یہہ* فرمانا کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہوسکتی ہے — ورنہ اور قسم کا جواب
تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے) حضرت کی کمال مناظرہ دانی پر دال ہی
حضرت کو یہہ ہی ابتک معلوم نہین کہ اقسام ادلہ مین سے کونسی دلیل زیادہ قوی باعتبار
ہوتی ہے — حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطی یہہ لازم نہین ہے کہ باعتبار واقع
اور نفس الامر کے بھی صحیح ہو یا نہو پس اگر اوسکی صحت ہوتی ہی تو صرف بزعم مستدل علیہ الزام
ہوتی ہی خواہ واقع مین اور عند الخصم غلط ہی کیون نہو اور ہم اس تحریر کو جو دلیل تحقیقی
اور مقدمات حقہ سے مرکب کہتی ہین اوس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ دلیل عند اللہ حق ہے
اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اوسکا اتباع واجب ہی کیونکہ اسکی حقیقت
اصول شرع سے ثابت ہو وہ تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور مستدل اور خصم کے

نزدیک مسلم ہوگی اب خیال فرمائیے یہہ تحقیق قوی ہی جو سب کے مسلم ہو یا وہ الزام قوی ہے
جو صرف خصم کے ہی بزعم مستدل مسلم ہو - اگر بالفرض اسپر بھی امیر معاویہ کیطرف سے آپ یہی
اعتراض فرماوین جو اونہون نے کہا ہی سو اوسکا جواب وہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
فرمایا کہ جب خدا تعالے نے اتباع سبیل المومنین کا حکم فرمایا اور اوسکی مخالفت سے ڈرایا
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی تو اب یہہ کہنا
کہ بیعت اہل حل وعقد کی غیر صالح للامامت کے واسطے ہوئی گویا سب کے تضلیل ہے جو مستلزم
تکذیب خداوند تعالے شانہ ہی چنانچہ اسکا جواب امیر معویہ رضہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہین
گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہوگا ہی تو غالباً اوسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جسکے
تردید ایک جملہ مین کردی گیی تو اب آپ خیال فرمائین کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو
امیر معویہ کے اعتراض کا کچھہ جواب نہین ہوسکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم نفرماوین
اوسوقت تک یہہ خط لاجواب نہین ہوسکتا لیکن اسکے تحقیقی ہونے مین مذہب تشیع سے
دستبردار ہونا پڑیگا کیونکہ یہہ خط قلع اساس تشیع بالبداہۃ کر رہا ہی - **قولہ**
جب یہہ ثابت ہوگیا کہ یہہ خط اوسکو الزاماً لکھا گیا ہی تو یہہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزا
ہی ہی آپکی خاتم المحدثین یہہ جو فرماتے ہین کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف دیگر جواب
کلام کہ زائد بر قدر الزام است الخ انکی اس تحریر سے سخت تعجب ہی کیونکہ دلائل الزامیہ
اسطرح بیان کرنے چاہئین کہ مخالف کے نزدیک اونکی قدر و منزلت ہو اور یہہ بدون بسط کلام
و تکریر متصور نہین سکتا - **اقول** جو کچھہ آپنے بزعم خود ثابت سمجھا تھا کہ یہہ خط
الزاماً لکھا گیا ہے وہ محض کنسیج العنکبوت تھا اوسپر بندہ نے جو کچھہ گذارش کیا
اوس سے مثل روز روشن جلی و واضح ہوگیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہی بلکہ تحقیقی ہونا
ثابت ہی خاتم المحدثین رح کی تحریر سے اگر آپکو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھہ تعجب
نہین عموماً آپکا فہم عبارات مین یہہ ہی حال ہے کہ سہل عبارتو مین غلطان و پیچان

ہوتی ہین اور نہین سمجھتی اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھی تو کچہ تعجب نہین اس کلام مین
قدر الزام سی جسقدر زیادہ بسط کیا ہی وہ صاف طور پر اسکی تحقیق ہونے پر دال ہے
تو جب ایسی کمی بڑہائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کریگی تو کیونکر مخالف کو نزدیک
باعث قدر و منزلت دلیل کے ہوگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہین پھر چشم پوشی
کرنا اطراف و جوانب کلام سی جو زائد قدر الزام سے ہی الزام صرف اسیقدر سی حاصل
ہو سکتا ہے کہ ذکر بیعت فرما دیتی اور باقی عبارت کو فاذا اجتمعوا علی رجل سی آخر
تک الزام مین کچہ دخل نہین ہی ترک کرتے امام معصوم معاندہ کیون جہوٹ بولی اور وہ بھی
خدا تعالے پر کہ کان للہ رضی و یصلہ جہنم و سائت مصیرا کمال نشاط و تحسین و تاکید
و تکریر کے ساتہہ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف جوانب جو زائد قدر الزم سے ہین وہ
ہین جکو الزام مین کچہ دخل نہین جا کذب بیجا حاصل در الزام کے مخالف ہین بلکہ نہین
بسط و نشاط کرنا سراسر بیجا اور ناجائز ہی ـــ افسوس کہ کلام مین اسقدر بسط و نشاط ہو
اور ایک لفظ بہی ایسا نہ فرما دین جو اسکی الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جسقدر بسط کرین وہ
اور نشاط اوسکی تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جاتی آپ ہی کہ اعتقاد کے بموجب جناب
کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچہ کرین اور زبان سے اوسکی خلاف کچہ ظاہر ہو معاذ اللہ
سن سوء الظن **قولہ** معہذا ہیہ کلام کو بطور الزام فرماتے مگر واقع مین عین تحقیق
محض حق ہی اور اسی سی بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت
پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہین ہوا کیونکہ جناب امیر و بنی ہاشم وغیرہ و سعد
بن عبادہ نے بیعت نہین کی جو کہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر بہی
داخل ہے کیونکہ آنحضرت بہی جملہ مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین تہی فی نفسہ
ہماری موید ہی اس تقریر پر جا بیجی کہ شش ادہ تک خلیفہ اول خلیفہ و امام ہون اور
الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اسوقت ہماری فاضل مجیب نے اس دلیل کی تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شعرا ئی سچا میرے آیام پہلے آئینگے جب ابن بلالی میرے گہر آپ چلی آئینگی + ہماری فاضل مجیب فرماتے ہین تو یہہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقع مین عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اسیکو کہتے ہین کہ جو باعتبار واقع اور نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہہ کلام باعتبار واقع کے عین صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقع کے ہے اور صغری و کبری قیاس کے عند اللہ حق ہین تو صغری قیاس اقترانی کا جو اس دلیل سے مستنبط ہوتا ہے یہہ ہے لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوہم علیہ اور اسکا کبری یہہ ہوگا وکل من بایع ہولاء القوم فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا اور یہہ ہر دو صغری و کبری حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق و محض حق ہین تو نتیجہ اسکا بہی حق ہوگا وہ یہہ کہ انہ لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لی اور یہہ اس امر کو مستلزم ہے کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم ہوگی کیونکہ جب یہہ عند اللہ حق ہوئی تو سبکو حاضرین و غائبین مین سے چون و چرا کی گنجایش نہین ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی اسکو موید عرض کرتا ہون۔ فقولہ اما بعد الی قولہ الشام صورۃ الدعوی وقولہ لانہ بایعنی الی قولہ علیہ صورۃ صغری القیاس الضمیر من الشکل الاول لینتج منہ ملزوم تلک الدعوی لغایۃ صدقہما لصدق لازمہما وتقدیر الکبری وکل من بایعہ ہؤلاء القوم فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا ینتج انہ لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لی وذلک یستلزم کونہا لازمۃ لمن حضر او غاب وہذہ النتیجۃ ہی قولہ فلم یکن الی قولہ

لمنہ قولہ۔ اما بعد سے قولہ الشام تک دعوی کی صورت ہے اور قولہ بایعنی سے قولہ علیہ تک شکل اول کے صغری کی صورت ہے تاکہ اس سے اس دعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائے کیونکہ اسکی ملزوم کے صدق کو منتج ہے اور کبری کی تقدیر یہہ ہے وکل من بایعہ ہولاء فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا۔ تو نتیجہ یہہ ہوگا لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہ لی۔ اور یہہ مستلزم ہے اسکو کہ بیعت حاضر اور غائب کو لازم ہو جائے ۱۲ —

یردؔ وقولہ وانما الی قولہ تولی تقریر الکبری القیاس وحصر الشوری والاجماع فی
المہاجرین والانصار لانہم اہل الحل والعقد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فاذا اتفقت کلمتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیتہ اماما کان
ذلک اجماعا ورضی للہ ای رضاء لہ وسبیل المؤمنین الذی یجب اتباعہ فان خالف
امرہم وخرج عنہ بطعن فیہم او ان اجمعوا علیہ کخلاف معویۃ وطعنہ فیہ بقتل عثمان
ونحوہ او بدعۃ کخلاف اصحاب الجمل وبدعتہم فی نکث بیعتہ ردوہ الی ماخرج عنہ فان
ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین حتی یرجع الیہ وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ
جہنم وساءت مصیرا۔ اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف صریح
مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اونکی تحقیقی ہونے
پر کسی شاہد وبرہان کی ضرورت نہین تو یہہ عبارت صرف بطور تنبیہ وتشریح اجزاء قیاس
عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق اور
محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام مین ابوبکر وعمر وعثمان کے حقیت خلافت کو شاہ
اپنی خلافت کے حقیت پر استدلال کیا ہے اگر اونکی خلافت کے صحت وحقیت کسی دلیل
سے باطل ہو تو آپ کے خلافت بھی ثابت نہو گی اور اگر اونکی خلافتین حق ہونگی تو چونکہ یہہ خلافت
بھی اون ہی پر متفرع اور اون ہی کی قدم بقدم ہے یہہ بھی حق ہو گی تو اس کلام کے
عین صدق محض حق ہونے کی صورت مین ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ کی

سلہ اور یہہ جو قولہ کہ نہین سے قولہ یردہ تک ہے اور قولہ انما سے قولہ تولی تک کبری قیاس کی تقریر ہے اور شوری اور اجماع کو مہاجرین
اور انصار مین حصر کیا کیونکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین وہ ہی اہل حل وعقد ہین جب وہ متفق ہو کر کسی حکم پر احکام مین سے
ہو جاوین جیسا آپکی بیعت اور آپکی امامت پر تو یہہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور مومنین کا رستہ جسکا اتباع واجب ہی ہوگا پھر
اگر کوئی اونکی امر کی مخالفت کرے اور اونمین سے اونپر طعن کرکے نکلے جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب مین قتل عثمان
کا طعن کیا یا مثل اسکے اور کوئی شخص بدعت کرکے نکلے جیسا اصحاب جمل نے خلاف کیا اور بیعت نکال ڈالی تو اوسکو پھیر دو جس جگہ سے
نکلا ہے اور اگر پھر انکار کرے تو لڑو مسلمانوں کے سوا اس رستے کی پیروی کرنے پر یہانتک کہ اسطرف لوٹے اور اسکو پھیر دیگا اودہر کو
جدہر وہ پھرا ہے اور جہنم مین اسکو داخل کریگا اور وہ بری جگہ ہے - ۱۲

اولاً یہی اور ثبوت حقیت خلافت جناب امیر ثانیاً کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اہل حل و عقد کے
صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اسکے صحت و حقیت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکے بعد
حضرت کی خلافت کی حقیت ثابت ہوئی اسیہ ہماری فاضل مجیب کا یہہ ارشاد کہ اسی سے
بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
اجتماع نہین ہوا الخ قابل تماشا سے منصفان روزگار اولی الابصار ہی کیونکہ اس
قول مین کہان ہی کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے
اور اس کلام مین کس جگہ اشتراط اجتماع جمیع اہل حل و عقد حقیت خلافت کو لیے لکہا ہے
اسمین تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری ہاتہہ پر بیعت اون لوگون نے
کی۔ جنہون نے ابوبکر و عمر و عثمان کی ہاتہہ پر کی تہی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تہی
اور خواہ وہ بعض سے تہے اور خواہ وہ دس تہی یا پانچ تہے یا ہزار تہے یا دس ہزار تہی
جسقدر تہی انکی بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیت خلافت متحقق ہوئی
خواہ جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تہی یا نہین تہی حضرت امیر نے اس
قول مین صدق و محض حق مین یہہ تسلیم فرمالیا کہ جنہون نے خلفاء سے بیعت کی وہ
کرکی تہی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بہی نہین تہی کیونکہ معرفت حجیت کے جو شرط ہجرت
علی مزعوم الامامیہ ہی مفقود تہی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیت خلافت تہا پہر اس
پر دعوی عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچیے اور دمین شرمائیے حفظت شیئاً و
غابت عنك اشیاء خود اس خط کا یہہ جملہ فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد
اور شارح کا یہہ قول فلیس لمن شهد بیعتهم ان یختار غیر من بایعوه ولا للغائب
عنها ان یردها اور یہہ فرمانا وذلك یستلزم کونها لازمة لمن حضر او غاب

سلہ اور شخص کہ انکی بیعت مین حاضر ہو اوسکو یہہ امر حاصل نہین ہے کہ اوسکی سوا کسیکو اختیار کری
جسکے ساتہہ اہل حل و عقد نے بیعت کی ہو اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۱۲
اور یہہ حاضر و غائب پر لازم ہونی کو مستلزم ہی ۱۲

بدلالت مطابقی اس امر کو مثبت ہی کہ بعد ان لوگون کے جنہون نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی
تہی کسی بات کے عیب ہے اور کسی شخص کا تخلف اسکو قادح نہین ہی اور نہ اوسکی انعقاد
کو مانع ہے بلکہ جب اونہون نے بیعت کر لے چونکہ اونکا منہ بالالت پر اکہٹا ہونا محال ہی
اور سب کا حق سے اندہا ہونا ناممکن ہی پس وہ خلافت راشدہ ہوتی ہی اور سب حاضرین و غائبین
پر لازم ہو جاتی ہی تو جیسا طلحہ و زبیر ولید بن عقبہ و جمیع اہل شام پر باوجود انکی تخلف کی لازم
ہوگئی تہی اسیطرح جناب امیر و زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہو گیی تہی پس
جبکہ حسب اعتراف سامی یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع ایسی ہی ہی
اور اس سی جو آپ نے اپنی خوش فہمی سے بطلان خلافت خلفاء سمجہا تہا وہ بالبداہت باطل
ہوا تو اس کو ملاحظہ فرما لیجیی کہ آپکے شرائط ثلثہ بلکہ تمام امامت بلکہ تمام اصول و فروع کا
کیا حال ہوا اب یہ تکلم پانی پہر گیا اور مٹی چہٹ گیی اور آپکی بلکہ جناب سید کی اعتراف
سے صحت و حقیقت مذہب اہل حق ثابت ہوئی والحمد للہ علی ذلک مضمون آیت۔
هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله صادق آیا
باقی رہا نفس تخلف کی نسبت گذارش ہی کہ جناب امیر و حضرت زبیر کے تخلف کے نسبت
پہلی مفصلاً عرض ہو چکا ہے سعد بن عبادہ کا بیعت سی تخلف کرنا
مرجوح اور ضعیف ہی چنانچہ صواعق اور صواقع اور منتہی الکلام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی اور ابن میثم
بحرانی نے بہی اپنی کبیر شرح نہج البلاغۃ مین اسکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہی وہ کہ
سعد بن عبادة وهو مریض بایع حمله وقیل انه بقی ممتنعا من البیعة حتی مات
بحوران فی طریق الشام۔ علاوہ ازین حسب اقرار سامی اگر بفرض محال
خلیفہ اول چہہ ماہ تک امام نہون اور بعد چہہ ماہ کے امام مسلمین اور خلیفہ برحق

سعد بن عبادہ کو رجسا کی حالت میں بٹہا کر گہر میں لگئی اور کہہ گیا ہی کہ وہ بیعت سے بار رہا بلکہ
رات کا شام میں ماہ حوران میں اوسی ناسب مالی ۔ ود ۔

ہوجاوین تو آپ خیال کریں کہ مذہب شیعہ کی استعمال کے واسطے تو یہہ بھی بہت ہی کیونکہ پہر آپکا بعد چہ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق مین باعتبار آپکے مذہب کے مسلم ہوگیا۔ اچہا اگر آپکی دین وایمان وعقل وانصاف کے رو سے بہی خلیفہ اول چہ ماہ تک خلیفہ نہوں اور بعد شش ماہ اونکی خلافت ثابت ہوئی ہو تو آپ اوسی وقت سے اونکی حقیت خلافت کے قائل ومعتقد ہوجیہی شش ماہ کے لیے پہر ہم آپ سے سمجہینگی ہان خوب یاد آیا اسکی توہم آپکی نہایت شکرگذار ہین کہ آپنے اس کلام کو باعتبار واقع ونفس الامر کے عین صدق ومحض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپنے اوسکے ساتھ یہہ کیا فرمایا کہ (یہہ کلام کو بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ کلام دلیل الزامی ہے لیکن باوجود اسکی پہر واقع مین عین صدق اور محض حق ہے تو ظاہر البطلان ہے کیونکہ دلیل الزامی صرف اوسکو ہی کہتی ہین جو صرف مسلمہ خصم ہو اور بطور مجازات مع الخصم ذکر کیجاوی اور اگر یہہ مراد نہین ہے تو اسکی ذکر سے کیا ضرورت تہی اور کیا اسمین فائدہ تہا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے بہی مقصود یہی ہوتا ہی کہ خصم پر مدعا کو لازم کرین اور اوسکا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام وتحقیق کا اجتماع اسجگہ ذکر فرمانا صرف حضرت مجیب کے مناظرہ دانی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم سمجہتے ہین یہہ جملہ صرف آپکی دعوی مناظرہ دانی کی ہی وجہ سے ذکر کردیا ہے وبس۔ **قولہ** اور نیز نہج البلاغہ مین اس خط سے چند ورق پہلی ایک خطبہ موجود ہی جسمین یہہ عبارت ہی لا یقع اسم المہاجر علی احد الا بمعرفۃ الحجۃ فمن عرفہا واقر بہا فہو مہاجر اور ابن ابی الحدید نی اوسکی شرح مین لکہا ہی لا یصح ان یسمی الانسان من المہاجرین الا بمعرفۃ امام زمانہ وہو معنی الا بمعرفۃ الحجۃ فی الارض قال فمن عرف الامام واقر بہا فہو مہاجر۔ انتہی۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمانے کے بموجب خلیفہ اول کی بیعت کرنے والی مہاجرین بہی نہ رہے کیونکہ اسوقت تک اعتقاد وامام وقت جناب

امیر علیہ السلام تہی کہ اونہون نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کے اسکے معنی بہی جانین تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہین ہتے **اقول** اس قول مین بوجوہ چند بحث ہی۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محب نے شرم و حیا کو بالای طاق رکہکر رضی شیعی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سے یہ استدلال فرمایا ہم نے کب تسلیم کیا ہی کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہی ہم ایسی پوچ بحر اقوال کو جو باعتبار لغت و اصطلاح کے ہرگز صحیح نہین کب جناب امیر کیطرف منسوب کرتے ہین ثانیاً ہمنی کب کہا ہی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی حجۃ اللہ اور امام مطلق تہی جنکی نہ پہچاننی سے آدمی مہاجر نہین رہتا۔ ثالثاً ہمنی ہرگز نہین کہا ہی کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہی۔ رابعاً ہم ہرگز نہین کہتی کہ جناب امیر و بنی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہین تہی خامساً ہم کہتی ہین کہ اس قول مین امام سے مراد خلیفہ نہین بلکہ رسول ہی اور اوسکی معرفت کر مراد اوسپر ایمان لانا ہی یعنی مہاجر انسان اوسوقت ہوتا ہی جبکہ رسول پر ایمان لاکر ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہین ہوتا۔ سادساً اگر مہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی موقوف ہو تو ہم کہتی ہین کہ حسب مذاق شیعہ خلفاء ثلثہ اور اونسی بیعت کرنے والی سب مہاجرین تہی کیونکہ اونکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تہی ایسی کہ اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی زعم الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزارہا نصوص سنی تہی جو ہمہ طرح کی تاکیدات و تشدیدات قارع صماخ ہوئی اور یہی نہین تو خم غدیر کا خطبہ تو ضرور یاد تہا جو آج تک اہلسنت کی بہی کتابون مین مروی ہی علاوہ ازین بہت روایتین شیعہ کی اسپر دال ہین کہ صحابہ نے نکث عہد کیا اور عہد کو پس پشت ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اسمین کسی شیعہ کو چون و چرا نہین ہی کہ صحابہ حضرت امیر کو امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تہی لیکن باوجود امام برحق جاننی کے بطمع نفسانی

مقصدی خلافت ہوئی اور حق جناب امیر کا غصب کیا غرض اس ساری گفتگو سے
یہہ ثابت ہوا کہ علمائے ۱ہلسنت کے ہمہ تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہچانتی تھی ۔ لیکن
معاذ اللہ طمع لقمانے کے نا پہہ سکی لاچار ہو کر مخالفت اختیار کر رکہی تہی پس اس سے ثابت
ہوا کہ وہ مہاجرین ہوئی کیونکہ مہاجر ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اونمین پائی
گئی اور چونکہ مہاجر ہونے کے واسطے صرف معرفت شرط ہی تسلیم و انقیاد کا ہونا اس کے
مفہوم نہین ہوتا اسلیے عدم انقیاد و تسلیم اونکی مہاجر ہونے کو مضر اور قادح نہوئی
چنانچہ خداوند تعالے شانہ نے اوس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حاصل تہی جبکو ان الفاظ کے ساتہہ تعبیر فرمایا ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ[1] وَ
جَحَدُوْا بِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا[2] ایمان کے تحقق کے واسطے
کافی نہین فرمایا اور ہاتحن فیہ مین صرف معرفت ہی ضروری ہی اور وہ متحقق ہے تو مہاجر
ہونا صحابہ کا متحقق ہوا ۔ سابعًا آپکی صحابہ مقبولین ہی جنہون نے خلفاء ثلثہ کی
بیعت کی اور اونکی حکم کے موافق خدمات بجا لائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا وہ ہی مہاجرین
نہی جو جواب اونکی طرف سے دیجیگا وہی ہماری طرف سے قبول کیجیگا ثامنًا باعتبار
لغت کی مہاجر وہ ہی جو ایک جگہ سے چہوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
مین وہ ہی جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کرکے اور جدا ہو کر دار الایمان مین آکر
متوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیی نہ لغۃً ہی نہ اصطلاحًا تاسعًا اگر فرضًا
کوئی شخص دار الکفر مین ایمان لاوی اور اوسکو چہوڑ کر دار الاسلام مین توطن اختیار کری
تو ظاہر ہی کہ اسوقت بعد غیبت کبری کے امام کی معرفت شیعان اخص الخواص کو
بہی حاصل نہین ہی چہ جائیکہ ایک بیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت مین شیعیان

[1] اوسکو پہچانتی ہین جیسا اپنی بیٹونکو پہچانتی ہین ۱۲ [2] اور اونہون نے اسکا انکار کیا براہ ظلم
اور بڑائی کے اور اونکی دلون نے اوسکا یقین کر لیا تہا ۱۲

پاک اور کیا ہجرت کو منقطع کہینگے یا نہیں - فاتشرا بطور حل گذارش ہے کہ آپنے اپنی عادت
قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم میں بہی خطا کی اور صحیح مطلب نہ سمجہے اسلیے مختصر
شرح ابن میثم بحرانی کی عبارت اسکے متعلق[1] نقل کرکے اصل مطلب عرض کرتا ہوں
شیخ متبحر کمال الدین بحرانی فرماتے ہیں قولہ والہجرۃ قائمۃ علے حدہا الاول ای
لما کانت حقیقۃ الہجرۃ ترک منزل الی آخر لم یکن تخصیصہا بہجرۃ الرسول صلے اللہ
علیہ وسلم من مکۃ الی المدینۃ ومن تبعہ مہاجرا بہا من حدہا اللغوی واذا کان
کذلک کان مرادہ من بقائہا علے حدہا الاول صدق قولہا علے من ہاجر الیہ والی الائمۃ
من اہل بیتہ علیہم السلام فی طلب دین اللہ کصدق قولہا علے من ہاجر الی الرسول ص
وفی معناہا ترک الباطل الی الحق کقولہ ومن یہاجر فی سبیل اللہ الآیۃ وکقولہ علیہ
صلعم المہاجر من ہاجر ما حرم اللہ علیہ والمقصود من الہجرۃ لیس الا اقتباس
الدین وتعرف کیفیۃ سبیل اللہ وہذا المقصود حاصل ممن یقوم مقام الرسول یجب
لا فرق الا النبوۃ والامامۃ ولا مدخل لاحد ہذین الوصفین فی تخصیص مسمی
الہجرۃ بمن قصدہ دون من قصد الائمۃ - انتہی لفظہ الحاجۃ شارح کی یہہ کلام صریح واضح
طور پر دلالت کرتے ہے کہ جناب امیر کا مقصود اس کلام سے یہہ ہی کہ واسطہ تخصیص کا رفع
ہو جائی اور تحقق ہو جاتے کہ جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحقق تہی اب بہی

---

[1] قولہ والہجرۃ قائمۃ علے حدہا الاول - یعنے جبکہ حقیقت ہجرت کی ایک مکان کو چہوڑ کر دوسری جگہ جانا
تو اسکو ہجرت رسول کے ساتہہ خاص کرنا جو کہ مکہ سے مدینہ کیطرف ہوئی تہی کسی کا کوئی وجہ نہیں اور جب یہہ ہی تو اسکی حد اول کا
باقی رہنی سے مراد اسکا صدق ہے اوپر جنہوں نے جناب کیطرف اور ائمہ اہلبیت کیطرف اللہ کی دین کی طلب میں ہجرت کی جسطرح کہ اسکا
صدق ہے اوپر جنہوں نے رسول کیطرف ہجرت کی اور اسیکے ہم معنی ہی باطل چہوڑ کر حق کیطرف ہجرت کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا
ومن یہاجر فی سبیل اللہ الآیۃ - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر وہ ہے جو حرام چیزوں سے ہجرت کرے اور ہجرت سے مقصود سوائے دین کے حاصل کرنے کے
اور خدا کی راہ کی معرفت ہی کے اور کچہہ مقصود نہیں اور یہہ مقصود رسول کے قائم مقام سے حاصل ہے کیونکہ دونوں میں بجز نبوت اور امامت
کے کچہہ فرق نہیں اور ان دونوں وصفوں کو مسمی ہجرت کی تخصیص میں انکے ساتھہ جنہوں نے رسول کا قصد کیا نہ انکے ساتہہ جنہوں نے ائمہ کا قصد کیا کچہہ دخل نہیں ۱۲

تحقق او ظاہر ہی کہ رسول صلعم کے زمانہ میں جن لوگون نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو اونکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل تھی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین تھی اور اسلیے خداوند تعالی نے جابجا اونکو مہاجرین کے نام سے ذکر کرکے مشرف فرمایا تو جب اونکا مہاجر ہونا مشخص ہوگیا تو پھر اونکی لیے کسی حالت منتظرہ کی ضرورت داعیہ نہیں رہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے زمانہ میں ہجرت کرین گے اونکے لیے بموجب اس قول کے اوس امام کی معرفت ضرور ہوگی پس لیکن اگر نظر تدقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود کی شرط ہجرت ہی بالکل غلط ہی کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار پر مکتفی ہی تو جس طرح گذشتہ ائمہ میں ہی کسیکو پہچان کر بلکہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کیجاتی ہی کہ وہ مہاجر ہو اور یسلمہ ولا یدخل لاحد بعد من المومنین فی تخصیص مسمی الہجرۃ الخ اسپر صاف دلالت کرتا ہی کہ معرفت لاعلی سبیل التعیین کسیکی ہونی چاہیی علاوہ ازین کیا ضرور ہی کہ حجت سی مراد بتقلید ابن ابی الحدید خلیفہ ہو بلکہ حجت سی مراد حکم خداوندی ہی جو نبی نے اور خلیفہ نے پہونچایا اور ایمان کیطرف دعوت کی جو شخص اوس حکم خداوندی کو جو انبیاء و ائمہ کی واسطہ سی پہونچا پہچانی اور ایمان لاکر دار الکفر سے قطع تعلق کرکے دار الاسلام میں آیا ہو وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اسپر دلالت کرتی ہی ۵ ولا یقع اسم الاستضعاف علی من بلغتہ الحجۃ پس اسجگہ حجت سی خلیفہ مراد لینا خود غلط ہی — ہان حسب اقرار اصل حجت بخط انہ یا لیتنی القوم الذین الخ میں صدق و تحسین حق ہی جو مثبت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ ہی اور بجای خود امام کو حجت اعتقاد کرلیا رکہا ہی جنکی پہچاننی سے نجات ہونا باطل ہوتا ہی اور یہہ بھی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفاء ثلثہ کو خلفاء

۵ استضعاف کا نام اوسپر واقع نہیں ہوتا جسکو حجت پہونچ چکی ہو ۱۲

نہین مانا تو لازم آیا کہ حضرت امیر و بنی ہاشم و زبیر وغیرہ مہاجر نہی اور مین لم یعرف امام زمانہ کی وعید مین زیادہ نہین تو شش ماہ تک حسب اعتراف فاضل مجیب داخل ہوئی ۔ تعجب یہہ ہی کہ مہاجرین ہونے مین تو یہہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے مین کچہہ کیون نہ تراشا گیا ۔ شارح ابن میثم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہی معلوم ہوتا ہی کہ اس جملہ مین بہی آپکو حضرت رضی نے قطع و برید فرمائی ہی ۱ تحریر مین الہٰی بین والکلمۃ وما قبلہا وما بعدہا وہو قولہ لیقع اسم الہجرۃ الی قولہ قبلہ کلمات ملتقطۃ منقطعۃ اب آپ اس گذارش کو بہی ملاحظہ فرمایئے اور اپنی استدلالات کو بہی دیکہیے **قولہ** جناب امیر علیہ السلام حجت خدا تہی آپکی کلام جامع مانع فرماتے تہی کہ مخالف کو چون و چرا کی گنجایش ہی نہی **اقول** یہہ تو حضرات کا محض زبانی دعوی ہے دعوی ہے جسقدر اسکے ثبوت مین تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت اس دعوی کو تو مثبت نہین ہان اسکی نقیض کو مثبت ہی چنانچہ جو کچہہ مجملاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف لبیب کے لیے وہ ہی کافی و وافی ہی ۔ **قولہ** انما الشوری الخ اصل مین موقعہ مین قابل بیان خلافت خلفاء سابقہ ہی اور ظاہر مین انکے مذہب کے موافق ہی سوائے حجت آلہی یہہ کسیکا کام نہین **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول تشیع مین حجت آلہی اوسکا نام ہی جو ظاہر مین کچہہ اور باطن مین کچہہ اور اوسکا قول ذو وجہین ہو ایسی حضرت امیر کی کلام میں یہہ اعجاز ہی جیسا آپکا ظاہر و باطن یکسان نہ تہا ظاہر مین خلفاء سابقہ کے ساتہہ خلا و ملا محبت و الفت رکہتے تہی اور باطن مین خلاف و عداوت اوسیکا اثر گویا حسب زعم مجیب لبیب آپکے کلام مین ہی کہ اوسکا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ اور ہی ہی لیکن سوائے مخلصین لسان نے کہ دوسرونکو اوسکا سمجہنا محال ہی اہل فہم اس تقریر سے اس قول کے لغو اور واہی ہونے کو علاوہ یہہ بہی سمجہہ گئے ہونگی کہ اصول تشیع پر جناب امیر معاذ اللہ وحاشاہ عن ذلک

[illegible]

ملہ ؎ یہہ کلمہ اور جو کچھ اسکے ماقبل یا مابعد ہی اور وہ قول لایقع اسم الہجرۃ سے قولہ قبلہ تک کلمات ملتقطہ اور منقطع ہین ۱۲۔

صفت نفاق مین تمام منافقین سے بڑہکر تہی کہ اونکا راز تو فاش بہی ہوگیا ہے لیکن یہہ عقدہ کہل ہی نہین سکتا نعوذ باللہ من ذلک ۔ ان حضرات دشمن دوست نما اہلبیت سے کوئی پوچہے کہ ایسی واہیات باتوں سے جن سے علاوہ توہین اہلبیت کی خود اپنی عقل و فہم پر دہبہ لگے اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اسکی بدولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون روایات کی صحت سے ہاتہہ دہو بیٹہین جنکا بین تو وہ تو وہ منافقت شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفا کی روایت کیی جاتے ہین کیونکہ جب جناب امیر کو یہانتک اخفا منظور تہا اور یہانتک رعایت فرمائی تہی کہ محض اونکی خوشنودی کے واسطے ایسی کلام فرمائی تہی جو بظاہر اونکی موید ہو اور فی الحقیقت اونکی خلافت کی قاطع بنیان ہو تو کیونکہ ممکن ہے کہ ایسے امور جو باعث اثارہ و ہیجان فتن ہوت برملا عمل مین لاوین تعجب ہماری فاضل مجیب نے اپنی زبان شریف سے بیان بہی اسقدر اعتراف فرمایا کہ یہہ کلام بظاہر خلفا کے مذہب کے موافق ہے اور یہیں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہمکو ظاہر کاہی مامور و پابند فرمایا اور یہہ حکم نہین کیا کہ لوگونکے دل چیر کر دیکہین تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتراف سامی ہماری موید ہے تو ہماری استدلال کے حقیت کے لیے بس ہے خداوند تعالی کے یہان بہی ہماری لیے یہہ ہی آپکی حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہے کہ ظاہر مین اس خطبہ کا خلفاء ثلثہ کے مذہب کے موید ہونا اوسی وقت ممکن ہے جبکہ اوسکو دلیل تحقیقی قرار دیا جاوے اور عدم و تعدد ان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت نہ لایا جاوے اور اگر اوسکو دلیل الزامی قرار دین جیسا کہ علماء شیعہ نے توجیہ فرمائی ہے تو بہر بظاہر موید ہونا بہی غلط ہوگا تو اس صورت مین آپنے اوسکی تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمالیا والحمد للہ ۔ باقی رہا اس قول کا فی الحقیقت قاطع بنیان خلافت خلفا ہونا سو بحول اللہ تعالی و قوتہ بخوبی ہم اسکا قلع بنیان کر چکی ہین ضرورت اعادہ نہین قال الفاضل المجیب ۔ قولہ ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے ۔ وانہ لابد للناس من

امیر برا و فاجر یعمل فی امرتہ المؤمن و یستمتع بہا الکافر – اقول حضرات اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہے کہ اصل مطلب کو نہیں سمجھتے فحوائے کلام پر نظر نہیں رکھتے ماقبل و مابعد کا کچھہ خیال نہیں کرتے جہان لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سند الزام نقل کر دیا اور اپنے زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو کچھہ تو عقل و علم سے بہی کام لینا چاہیے انصاف بالائے طاعت مشہور ہے یقول العبد الضعیف ایسے مولاہ اہی اسکے جواب مین ہم اور کچھہ نہیں صرف اسقدر باادب گذارش کرتے ہین کہ اہل علم و انصاف فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروعاً عموماً اور ہماری اور ہمارے فاضل مجیب کے تقریرات کا خصوصاً موازنہ کر کے دیکھین اور جو کچھہ امر واجبی انصاف سے اونکے سمجھہ مین آوے فرماوین۔ **قولہ** اب ذرا انصاف فرماوین کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو تو اوس سے لازم آتا ہے کہ معاذاللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بہی شرط امامت نہ تھی کیونکہ آپکی غرض اس نقل کرنے سے یہہ ہے کہ آنجناب نے فرمایا ہے کہ آدمیونکو امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت کیون صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم نہین اگر یہہ بات درست ہے تو باوجود ادعائے تمسک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت کی قید کو وقت نصب ہی کیون نہو کیون لگاتے ہین چنانچہ آپکے خاتم المحدثین تحفہ مین فرماتے ہین آری در وقت نصب باید کہ مرتکب کبایر و مصر بر صغایر نباشد کہ معنی عدالت است **اقول** مناظرہ دانان روزگار و ارباب قانون توجیہ و استدلال کہان ہین جو ہمارے فاضل مجیب کے ادعائے مناظرہ دانی کا تماشا دیکھین کہ حضرت کو اپنی منصب کا بہی ہوش نہین رہا بندہ نے ابطال شرائط امامت کے لیے الزاماً نہج البلاغۃ کی ایک عبارت

سلہ اور یہہ کہ مراد ہے کہ لوگوں کے لیے امیر چاہئے نیک ہو یا فاجر مومن اوسکی امارت مین عمل کرے اور کافر اوس سے فائدہ اوٹہاوے ۱۲

نقل کیے تھے جن سے صاف متحقق ہوتا ہی کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف
عدالت بھی شرط نہین ہی کیونکہ فاسق وفاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزعم شیعہ ضروری
تسلیم فرمائی اور فرماتے ہین وانه لابد للناس من امیر برا وفاجر اسکے جواب مین ہمارے حضرت
فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہین (کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہو) مین کہتا ہون کہ یہہ توہم
نہین بلکہ واقعی مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہی کہ بزعم شیعہ جناب امیر کی
نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہین پس اسکا لزوم آتا ہی مگر کف وضرر کیا ہی ہمکو اور
آپ ہی اسکی جوابدہ ہین نہ ہم تو اس لزوم سے آپکا ہمکو ڈرانا یہہ آپکی مناظرہ دانی اور کمال عقل
وفہم کی دلیل ہے ہمنی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہلسنت پر الزام
دینا کہ جب تم بھی مدعی تسنک اہلبیت ہو تو یہہ الزام درباب تعارض عدالت تمہاری
بھی مخالف ہی اور زیادہ عقل وفہم سامی کا اندازہ بتاتا ہی کیونکہ جب یہہ لزوم محض نہج البلاغہ
کی عبارت سے ہے تو اس سے اہل حق کو الزام دینا اسیر خلاف عقل ہی ہم کب کہتے ہین
کہ جو آپکی رضی صاحب نے نقل کیا ہی وہ صحیح ہے **قولہ** اگر فرماوی کہ ہمنی الزاما یہہ روایت
پیش کیے ہی جو اعتراض اسپر ہوگا اوسکی جوابدہ شیعہ ہین نہ اہلسنت **اقول** یہہ
تو صاف واضح تہا کہ یہہ الزاما عرض کیا گیا ہی پھر بانی مین اس حشو وتطویل سے کیا فائدہ تہا
ہان اس کلام سے یہہ مترشح ہوتا ہی کہ پہلے تو بزعم خود جواب لکھا اوسکی بعد تنبہ ہوا
اور آنکھہ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہہ جواب تو کچھہ بھی نہین ہے کیونکہ خصم الزام دی رہا ہی
تو اوسکو اسطرح پھیرا سوا اسکی کیفیت بھی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اسکے جواب
مین گذارش ہی کہ اول تو کتاب نہج البلاغہ ثقات اہلسنت مثل نوشنجی و تفتازانی و یعقوب
لاہوری وگازرونی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان اللہ
ثقات اہلسنت کے اعتراف سے نہج البلاغہ کا کلام جناب امیر ہونا اب حرز ثابت

دہانیگی حالانکہ ہمنی اُنکی فاضل تبحر ابن میثم شارح نہج البلاغۃ کے اعتراف سی ثابت کردیا کہ
کہ اسمین جابجا حضرت رضی صاحب کے طرف سی خلط وخبط وحذف والحاق ومحو واثبات ہی
پس کیونکر ممکن ہی کہ اہل سنت جو کلام حق وباطل کے امتیاز کے لیے نقاد ومعیار ہین اسکو
خالص کلام جناب امیر رض کا تسلیم کرلین اہل سنت کے اصول حدیث کا عام قاعدہ ہی
کہ جس روایت کے سلسلہ سند مین کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اوسکو صحیح نہین
سمجھتی ہین پس نہج البلاغۃ کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی
اوسکو کیونکر کلام جناب امیر کا باور کرین گے۔ علی الخصوص اسمین جابجا اوسکی عقیدہ فاسدہ
کیطرف دعوت پائی جاتی ہی۔ ہان نہج البلاغۃ کو جناب امیر کی ایسی کلام سمجھین تو
کچھ بعید نہین جیسا کہ توراۃ وانجیل کو جو آب یہود ونصاری کے پاس ہی بابعد
تحریف کے بھی کلام خداوند تعالیٰ شانہٗ کی سمجھتی ہین۔ اور آنکو یہہ تسلیم کچھ مفید نہین ہے

قولہ ثانیاً اہل سنت کے اور کتابون مین یہہ کلام جناب امیر علیہ السلام سی وارد ہی
چنانچہ شہرستانی نے کتاب ملل ونحل ترجمہ خوارج محکمہ مین لکھا ہی ولما سمع امیر المؤمنین
علی رضی اللہ عنہ ھذہ الکلمۃ قال کلمۃ عدل یراد بہا جور انما یقولون لا امارۃ و
لا بد من امارۃ برۃ او فاجرۃ اور درمنثور مین ذیل آیۃ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ الخ یہہ عبارت
لکھی ہی اخرج البیہقی عن علی بن ابیطالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجر الخ
اور اوسکی وجہ بھی بیان فرمائی ہے ہمنی صرف اشارہ کردیا ہے آپ تفسیر مذکورہ کا یہہ مقام
ملاحظہ فرمائین۔ ثالثاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سی بھی نقل کی ہی چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف مین تحریر ہی۔ لا بد للناس
من الامارۃ برۃ او فاجرۃ فاما البرۃ فتعدل فی القسم وتقسم بینکم بالسویۃ واما الفاجرۃ
فیبتلی فیہا المومن والامارۃ خیر من الھرج قیل یا رسول اللہ وما الھرج قال القتل و
الکذب طب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائیی کہ اگر کوئی ان روایتون سی دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجار کے امارت و خلافت
جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید کو وقت نصب ہی ہو کیون لگاتی ہو تو آپ کیا
جواب فرمائینگے کیونکہ یہان باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہی بالجملہ جو جواب
آپ عدالت کے شرط قائم رکھنے کے واسطے فرمائین وہی ہماری طرف سے عصمت
مین قبول فرمائین۔ **اقول** لله الحمد ہر چیز کہ خاطر میخواست + آمد آخر زپس
پردہ تقدیر پدید + یہان تو ہماری فاضل مجیب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنے ہاتھ سے
جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس اجمال کے یہہ ہی کہ اسجگہ امارت برہ اور فاجرہ ہماری روایات
سے ثابت کر کے فرماتے ہین کہ یہہ جیسا عصمت کی منافی ہی ویسا ہی عدالت کی
مخالف ہی جو معتقد علیہ اہلسنت ہی پس جو جواب عدالت کیطرف سے اہلسنت دوین
وہی جواب شیعہ کیطرف سے عصمت کے بارہ مین قبول فرماوین۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی
جواب ہماری فاضل مجیب کو عصمت کے باب مین تسلیم ہوگا خواہ اوس جواب سے عصمت
باقی رہی یا نرہی۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا اشتراط عدالت کی نسبت ہی۔
اوسکو یہہ روایات ہرگز مخالف نہین ہین اول روایات کی الفاظ مین تامل کرنا چاہیے اور
پہر مذہب اہلسنت کو سمجھکر اوسکی مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر
ہی کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ بر ہو یا فاجر اور وقت
ضرورت و احتیاج اگر امیر بر نہو سکے تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنے غلبہ
و استیلا کی وجہ سے امیر ہوگیا یا اہل حل و عقد نے کسی بر کو امیر بنایا تہا اور بعد امارت کے
وہ فاجر ہوگیا اور جور پیشہ ہوگیا تو ایسے وقت مین اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاویگا
کیونکہ اسکی رفع مین نائرہ قتل و قتال متضمن افناء نفوس مشتعل ہوگا جو بہ نسبت اس
امارت کے مفاسد کے اشد ہی۔ بالجملہ اسوقت اس امارت کی لابدیت جو لفظ لابد سے
مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت مین اشتراط عدالت کی

نسبت تامل کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اشتراط عدالت اہل سنت کی نزدیک اوس وقت
کی ساتھہ مخصوص ہی جبکہ اہل حل و عقد باختیار خود دانستہ کسی شخص کو امیر بناوین اور اگر یہہ صورت
ہو تو انعقاد امارت کے لیے اشتراط عدالت نہین ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد
ہو جاویگی اور انواع زکوۃ و عشر و خراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جاویگا اوسکی ساتھہ
ہوکر جہاد بہی ادا کیا جاویگا اوسکی غنائم و لونڈی و سبایا وغیرہ سب حلال ہونگی غرض
اس تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ یہہ روایات مذہب اہل حق کے درباب اشتراط عدالت
منافی نہین ہین اور نہ اہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور لابدی
وقت مین شرط عدالت ساقط ہو جاتی ہی اور امارت غیر عادل منعقد ہو جاتی ہی چنانچہ
اشتراط قرشیت کے بارہ مین یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین یہہ ہی
لکہا ہی پس حسب الحکم جناب مجیب جب ہم اس جواب کو جو ہمنی اشتراط عدالت کے بارہ مین
اہل سنت کی طرف سے دیا ہی حضرت مجیب کی طرف سے قبول کر لیتے ہین تو اوسکا حاصل
یہہ نکلتا ہی کہ ہماری فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کی مسئلہ مین اس امر کے معتقد ہین
کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہین بلکہ اگر کوئی شخص منصوب خداوندی ہو جنکو
اہل حق امام کہین تو وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نص یا بیعت اختیاری اہل
حل و عقد مدعی ریاست ہو اور دار الاسلام پر اپنا تسلط و استیلا کرے تو اوسکی امارت
باوجود عدم عصمت کے بہی منعقد ہو جاویگی اور باوجود عدم عصمت کے اوسکی امارت منعقد ہوکر
اوسکو نصب عمال و قضات و اخذ جزیہ و خراج و صدقات و قسمت غنائم وغیرہ حلال ہوگی
اور ظاہر ہی کہ عصمت کے لیے ہی نص کی ضرورت ہی جب اشتراط عصمت مرتفع ہوگیا
تو نص بہی مرتفع ہو گئی پس حسب ارشاد ہی فاضل مجیب کے اشتراط عصمت مین اس
جواب کو ہمنی اونکی طرف سے نہایت شکرگذاری کے ساتھہ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس
قول پر مستقیم رہینگے اور اس سے نہین پہرینگے تو مذہب تشیع سے پہر چکے اور اوسکو باطل کر چکے

تسلیم کر چکے اور فی الواقع وہ مذہب اسی لایق تھا **قولہ** یہہ جواب تو الزامی تھا
اب بطور حل گوش توجہ سے سنئے یہہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ مین رداً
لقولہم کہ بارادہ باطل کہتے تہے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ نہج البلاغۃ مین اسکا
عنوان اسطرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بہا الباطل نعم لاحکم
الا للہ ولکن ہؤلاء یقولون لا امرۃ وانہ لابد للناس
من امیر بر او فاجر الخ جناب امیر نے جب اونکا یہہ قول لاحکم الا للہ سنا
تو فرمایا کہ یہہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکے اصل معنے ہی نہین
سمجھے اور باطل معنے سمجھکر گمان کیا ہے کہ ہمکو رئیس کی متابعت درکار نہین اسکے جواب مین
فرمایا لابد للناس الخ غرض اس سے یہہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت بنی
نوع اسکے کام تمام نہین ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد وافساد ہوتا ہے اور
جانون مالون کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلی یہہ بات ہے کہ بدون رئیس وامیر کہ خواہ
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہین کرسکتا اور مطلق امارت سے انکار انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ یہہ
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبد اللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر اونکا
کام منتظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون ذلک ویذہبون
الی انہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا
عبد اللہ وہب الراسبی انتہی **قولہ** اب ہم اس حل کی بھی قلعی کھولی دیتے ہین ذرا گوش
توجہ سے سنئے کہ شیعہ کے نزدیک حسن وقبح عقلی ہین عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپکو اسکا اعتراف ہے کہ شروع
رسالہ مین اہل حق پر حسن وقبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے
حاجت نقل روایات وتصریحات طایفہ نہین ہے اب ہم مطلق امارت کو دیکھتے ہین تو بروے عقل

ف ارشاد جناب امیر لابد للناس من امیر بر او فاجر سے
ابطال عصمت کی تقریر۔

نہایت ضروری علوم تمدنی سے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اسکی امور کا انتظام
و اجتماع بدون مشارکت ابنی نوع کے ممکن نہین اور مشارکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع
منجر بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہین ہو سکتی تو امارت
خواہ جائرہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابد اور ضروری ہی اور واجب عقلاً اقسام حسن مین
داخل ہی بلکہ اقسام حسن مین سے اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اوسکی اقسام مین سے مندوب و غیرہ
بھی ہین پس جبکہ امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہوئی اور حسن مین بھی اعلیٰ درجہ کے
یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اورنا جائز اور حرام نہین
ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقابلہ حاکم عقل کے جو بدیہی ہی یا حسب اصول قوم مسموع ہو سکتا ہی
ہان یہہ بھی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اوسکی اعتبار سے یہہ ممکن
ہی کہ فیما بین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
فاجرہ سے اولی و احق ہو چنانچہ عقل اسکی استحسان کے بھی بالبداہت شہادت دیتی ہی
جسکا کسی عاقل کو انکار نہین اور اگر فاضل مجیب یا اونکی کسی ہم مذہب کو یہہ شبہ ہو کہ امام
برحق کے ہوتے امام جائر کے ضرورت اور اوسکا لابدی ہونا غیر مسلم ہے واجب ضروری
نہوئی تو قبیح ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اول تو اس صورت مین یہہ عبارت خطبہ کی
لغو اور مہمل ہو جاویگی کیونکہ ہم پوچھتی ہین امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
یا غیر ضروری - اگر ضروری ہی تو مدعا حاصل اور اوسکی ضرورت سے انکار باطل ہو اگر غیر ضروری
ہی تو خطبہ مین مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہوا اور نیز اوسکی
ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکی ہین اوسکی مناقض ہو گا دوسری یہہ کہ امام کے غیبت مین
علی الخصوص جبکہ غیبت کبریٰ کے حاصل ہو تو اوسوقت بداہتہ عباد امام برحق کی بیعت
کرنے مین عاجز ہین اور اوسکو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہین کر سکتی چنانچہ ابن نما
اسی وجہ سے لکھو کہ سامنے سکان بلاد ایران اسکی منتظر ہین اور روایت ایسی

لابدی ہی کہ بدون اوسکی مدت قلیل بہی گذارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی ایسی وقت
مین بہی ضرورت نہوگی تو کس وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت وسیاست کی کچھہ
ضرورت نہین علاوہ ازین اگر بالفرض امام بہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی حیلہ وتدبیر
سی لوگونکو اپنی طرف راجع کرلے اور امیر بن جاوے اور مسند امارت پر ایسا استحکام پیدا کری
کہ اگر اوسکی عزل کا نام بہی لیا جاوے تو ہیجان فتن وثوران حوادث ومفاسد کی یقین
ہون تو ایسی وقت مین کوئی سلیم العقل اوسکی ضروری ہونیکا انکار نہین کرسکتا تو جب امارت
مطلقہ عقلاً لابدی اور حسن ہوئی تو لامحالہ شرعاً بہی حسن ہوگی کیونکہ برخلاف حکم عقل
شرعاً قبیح نہین ہوسکتی اور جب عقلاً وشرعاً لابد اور حسن ہوئی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا
کہ ضرورت کی وقت مین منعقد ہوجاوے اور شرعاً وعقلاً اوسپر احکام امامت کی جاری
ہون اور جہاد وقسمت غنائم وغیرہ مین اوسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اوسکی اطاعت
واجب ہو اور عموم اولی الامر مین شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا بہی اس بارہ
مین یہہ ہے کہ ایسی امارتین ضرورۃً منعقد ہوجاتے ہین اور نیز شرعاً انکا حکم امارت جاری
ہوتی ہین اور اونکی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اگر خود ان ہی الفاظ مین جو بعینہ آیۃ
مین ہین تامل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب امیر نے اس کلام مین لا بد للناس من
امیر بر او فاجر فرمایا مسلم او کافر نہین فرمایا حالانکہ انسانی ضرورت کیواسطی امارت مسلم
اور کافرہ دونو برابر ہین سب سیاست اوس سی حاصل ہوتی ہے کافرہ سی بہی حاصل ہوتی ہے
اور انتظام واجتماع ودفع فساد وافساد جیسی اوس سی مقصود ہی اس سی بہی مقصود ہی باوجود
اسکی حضرت امیر نے کافرہ نہین فرمایا کیونکہ کافر کی امامت کسیطرح صحیح نہین ہے
ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا ارشاد ہی اور مسلم کی امامت گو فاجر ہو
ضرورۃً منعقد ہوجاتی ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر کی
ہی بخلاف اثنا عشریہ کی کہ اونکی نزدیک کسی درجہ مین امامت کیسا ہی متقی پرہیزگار بلکہ

اور اللہ کی نہین کریگا کافر نکا ایمان دارونپر راہ -۱۲۵۱

قریشی فاطمی حسنی حسینی ہو اوسکی امامت علاوہ ایمہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہین اور ایسے
ہی ضرورت کے وقت مین ہو منعقد نہین ہو سکتی سوائے ایمہ اثنا عشر کے کوئی شخص
واجب الاطاعۃ نہین ہو سکتا اور نہ اوسکے ساتھہ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سبایا و اموال
کفار کہ اوسکی جہاد سے حاصل ہون نہ وہ حلال ہین اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
بابت علماء شیعہ مبتلائے تشویش ہین بہرحال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہہ مذہب
حضرت ع کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
بطلان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اوسکے سمجھنے کے لئے بھی عقل بینا چاہیئے۔
وباللہ التوفیق **قولہ** بالجملہ اس قول سے جناب امیر ع کی غرض یہہ ہے کہ انسان
کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہین نیک ہو یا فاجر اس سے یہہ تیاس
نہین کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکی پس
یہہ کلام بلاعت نظام جناب امیر تعیش انسان کے بیان مین ہے نہ حکم شریعت مین
اقول ہمارا مدعا بھی اسی غرض سے جو جناب امیر ع کی اس کلام سے ہی حاصل
ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت مین سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت
کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعوے عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا سو اسکے ہم بھی معتقد ہین بیشک فاسق و فاجر خلیفہ
راشد نہوگا لیکن یہہ اسکو مستلزم نہین کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان مین
مراتب کثیرہ ہین اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اسکو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام بامامت عامہ
نہو سکے ممکن ہے کہ علے سبیل التنزل ضرورۃً اوسکی امامت منعقد ہو جاوے اور اوس سے منافع دینی
و دنیوی حاصل ہون اور کچھہ نہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہونگی غرض
انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہین تو جناب امیر کا یہہ ارشاد
اگرچہ تعیش انسان کے بیان مین ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہوگا اور تشریع اس امر کی

جو برو ے عقل انسان کو لازم و متحتم ہے مخالف عقل ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریع اسکے خلاف واقع نہین ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہون ابن بابویہ قمی نے خصال مین روایت
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلهم الله الجنة بغیر حساب
وثلثة یدخلهم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلهم الجنة بغیر حساب
فامام عادل وتاجر صدوق وشیخ افنی عمره فی طاعة الله عزوجل واما
الثلاثة الذین یدخلهم الله النار بغیر حساب فامام جائر
وتاجر کذوب وشیخ زان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ ائمہ نے جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کی فصل خصومات وغیرہ مین پیش آتے ہین منوط و مربوط فرمایا گو
اور اصل بناء فساد یعنے انعقاد امامت جائرہ کی نسبت کچھ نہین فرمایا اول واجب تھا کہ اوسکی
نسبت عدم انعقاد بیان فرماتے اور لوگون کو ہدایت کرتے کہ اوسکے نزع و خلع کرا دینا اور امام
جائر پر خروج کرین جب یہہ نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائرہ جیسی کچھ تھی ضرورۃً منعقد
تو ہو گئی اب اوسکے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہین کہ امام جائر سے صادر ہون اوسکو تخویف
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازین یہہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہان
کہین لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اوسکے معنے لغوی لینے پر تیار ہو گئے
اس حدیث سے وہ بہی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر بہے بامامت عامہ نہ بامامۃ
خاصہ راشدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنے اصطلاحی شرعی
مین حقیقۃ شرعیہ ہے اور عدول حقیقۃ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہو جائز نہین قاعدہ ہے کہ حتی الامکان

(۱) امام ابو عبد اللہ رضہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہین جنکو اللہ تعالے بلا حساب جنت مین داخل کریگا اور
تین ہین جنکو دوزخ مین بلا حساب داخل کریگا جنکو جنت مین بلا حساب داخل کریگا وہ ایک امام عادل دوسرا سچا سوداگر
تیسرا بڈہا جسنے اپنی عمر اللہ کی طاعت مین فنا کردی ہو اور جن تینونکو بلا حساب دوزخ مین داخل کریگا وہ امام ظالم اور جہوٹا سوداگر اور بڈہا زانی

نصوص اپنی ظواہر سے محمول ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل و لفظ امام عادل و امام جائر واقع ہیں پس ان دونو لفظونسے یا ہر دو جگہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہہ باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صارف ہو علاوہ ازین جو سلاطین و خلفا کہ عادل گذرے ہیں جنکا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان و عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب برخلاف مزعوم امامیہ اس وعدہ کے مستحق ہونگے اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد لیے جاوین تو یہہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صارف عن الحقیقت ہو غیر مسلم ہے علاوہ ازین تقابل صحیح نہیں ہوگا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہونگے وہی ثانی کے ہونگی اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گریگا بلکہ مہمل ہو جاویگا تو اب متعین ہوا کہ ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل باقی نہیں اور ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہونے پر بوجہ انعقاد خلافت ائمہ جور کے جو کچھ کہ بیعت و آفت مذہب شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہوتا جاتا ہے اسلیے ہم اسکی شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قولہ** اور اگر معاذ اللہ یہہ بات جائز ہوتی تو فرمایئے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کیون نہ کی اور کیون شہید ہوئے بلکہ اصلی بات یہہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہ نہیں امام معصوم کو جب رعایا برایا کی امور میں تمکین نہ دین اور اس سے منازعت کرکے اسکی اصلی مقام سے ممانعت کرین تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام کیواسطے لیگو وہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گریز نہیں **اقول** کیون حضرت اور اگر معاذ اللہ یہہ بات جائز نہوتی تو اول الائمہ و افضلہم کیون خلفاء ثلثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور کیون انسے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کرکے ہنگامہ کارزار گرم نہ کرنے پایا تاکہ یا اپنی حق کو پہونچتے یا مثل جناب امام ثالث کے شربت شہادت چکھتے

اور نیز اگر معاذ اللہ یہہ بات جائز نہوتے تو کیون جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معویہ کو
خلافت تسلیم کر دیتی اور کیون اوس سے بیعت کر لیتی اور با وجود وعدہ و عدد کیون
جدال و قتال نہ کر گئے یا اپنی حق کو پاتے - یا درجہ شہادت پر پہونچتے اور مصداق
اس شعر کے ہوتے بیت ورنشاید بدوست رہ بردن + شرط عشقست در طلب مردن
ع حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء - افسوس کہ آپکو ایک امام ثالث کا ہی
قصہ یاد رہا اور امام اول و ثانی کا فراموش ہوگیا لیجیے ہم ہی نے انکو یاد دلا دیا کما ینبغی
مثل جنبہ علاوہ ازین جبکہ دلائل و بینات واضحہ سے اس بات کا ضرورۃً جائز ہونا
ہمنی حسب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اسکی ہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہونگے
مع ہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل مجیب نے عدم انعقاد بیعت امام جائر کی
نسبت بیان فرمائی ہے یہہ ہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائرہ منعقد ہوتی تو امام
حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہوتے اور جب اونھون نے بیعت
نفرمائی اور یہانتک لڑے کہ شہید ہوگئے تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت
جائرہ تہی صحیح نہوئی تو کوئی امامت جائر منعقد نہوگی لعدم الفصل فیہا - بندہ
عرض کرتا ہی کہ خود اس دلیل سے بالبداہت یہہ امر ثابت ہی کہ امامت مین جیسا مناقشہ
کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اوسکی بطلان اور عدم انعقاد کا ہی اسیطرح تسلیم
امامت اور مناقشہ نکرنا دلیل اوسکی صحت کی ہے علی الخصوص ایسی حالت مین ترک
مناقشہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو - اب ہم ائمہ کی حالات کو در باب تسلیم
خلافت کی نظر تفصیلی سے دیکھتی ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ جناب امیر نے زمانہ خلفاء ثلثہ
مین اونکی خلافت کو تسلیم کیا اور یہہ تسلیم و انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہین تہا
بلکہ اس وجہ سے تہا کہ یہہ خلافتین مطابق رضاء خداوند تعالی شانہ واقع تہین چنانچہ یہہ امر
آپکے اون بعض خطبوں مین جو نہج البلاغہ مین شریف رضی نے جمع کیے ہین بصراحت درج ہی

وہ خطبہ یہہ ہے ومن کلام لہ لما عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا
من غیری واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی
خاصۃ التماسا لاجر ذلک وفضلہ وزھدا فیما تنافستموہ من زخرفہ
وزبرجہ۔ اس تیہیے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے احقیت الخلافۃ کے جسکا مدار حسب مزعوم امیہ وجود
نص وعصمت وافضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کہا کر
فرمایا کہ مین جبتک مسلمانون کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور وظلم
نہوگا اوسوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسمین چون وچرا نہ کرونگا تو اس سے صاف
جواب کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ اگر مسلمانون کے اوپر اس خلافت مین جور ہوا اور انکی
حق تلفی ہوئی تو اوسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیئے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت وبلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت تک
اوسمین مناقشہ اور منافسہ نہین فرمایا اور کچھہ چون وچرا نہین کی اور پہلی دونون خلافتون
مین حقیت کا بہی نام نہین لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم کہا اور یہہ تسلیم کچھہ عجز اور بیچارگی اور تقیہ
کے وجہ سے نہ تہی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ماسلمت امور المسلمین
ولم یکن الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہہ سکوت وتسلیم حقیہ خلافت کیوجہ سے تہا اور اس وجہ سے
تہا کہ خدا اور رسول کیطرف سے حکم سکوت وتسلیم تہا چنانچہ فاضل بحرانی نے اپنی شرح
مین دوسرے جگہ لکہا ہے وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ پہر اگر

ترجمہ آپ کی کلام سے جبکہ لوگون نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ مین البتہ
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہون اللہ کی قسم مین تسلیم کرونگا جبتک مسلمانون کے امور سلامت
رہینگے اور اوسمین بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجر اور بزرگی کی طلب کیلئے اور
جسکی زینت اور خوش آیندگی مین تمنے رغبت کی ہے اوسمین بے رغبتی کے سبب سے۔۱۲

ان خلافتوں میں کسی پر جور ہوتا تو ضرور جناب امیر مناقشہ فرماتے کیونکہ آپنے فرمایا کہ اوسوقت تک خلافت تسلیم ہے جب تک کسی پر جور نہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ سے ثابت ہوا کہ یہہ خلافتیں منعقد نہیں بلکہ اس سے یہہ بھی ثابت ہوا جو کچھہ تو وہ تو وہ روایات متضمن کمال ظلم و جور کے جو خلفاء رض کے ہاتھوں اہلبیت رضی پر یا صحابہ مقبولین پر ہوئے بشہادت جناب امیر کے کذب و زور و افترا و بہتان ہیں چنانچہ ہم شرح کبیر ابن میثم سے ملخصاً احداثات عثمان رض نقل کرتے ہیں - واما الاحداثات المنقولۃ عنہ فالمشہورۃ منہا عشرۃ الاولی تولیۃ امور المسلمین من لیس اہلا من الفساق مراعاۃ للقرابۃ دون حرمۃ الاسلام کالولید بن عقبۃ وسعید بن العاص وعبد اللہ بن السرح - الثانیۃ ردہ للحکم بن ابی العاص - الثالثۃ انہ کان یوثر اہلہ بالاموال العظیمۃ الرابعۃ انہ حمی الحمی الخامسۃ انہ اعطی من بیت مال الصدقۃ المقاتلۃ وغیرہا السادسۃ انہ ضرب عبد اللہ بن مسعود السابعۃ انہ جمع الناس علی قراءۃ زید بن ثابت واحرق المصاحف الثامنۃ اقدام علی عمار بن یاسر بالضرب التاسعۃ اقدامہ علی ابی ذر حتی نفاہ الی الربذۃ العاشرۃ تعطیل الحد الواجب علی عبید اللہ بن عمر فانہ قتل الہرمزان مسلما انتہی اب ان احداثات کو دیکھکر ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ یہہ احداثات ظلم اور جور ہیں بعض ان میں سے عموماً حقوق اہل اسلام پر جور و تعدی ہے اور بعض خاص کبار صحابہ پر لیکن حضرت امیر کی ذات خاص کے متعلق انمیں سے کوئی نہیں ہے اگر فی الواقع انکا وقوع صحیح ہوتا تو ضرور تھا کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپنے تسلیم میں آخر تک سکوت فرمایا چون و چرا

ل اور یہ دس منقولہ دس سے انمیں مشہور دس ہیں اول نالایقوں نا سقوں کو بسبب رعایت قرابت کی بدون حرمت اسلام کے امور مسلمین پر متولی کرنا جیسا ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص اور عبد اللہ بن سرح دوسری حکم بن ابی العاص کو لوٹا لیسنا تیسرے اپنی لوگونکو اموال عظیمہ سے مخصوص کرتے تھے چوتھی انہوں نے چراگاہ محفوظ کی پانچوین بیت المال سے مقاتلہ وغیرہ کو دیا چھٹی عبد اللہ بن مسعود کو مارا ساتوین لوگوں کو زید بن ثابت کی قرات پر اکٹھا کرکے باقی مصاحف کو جلادیا آٹھوین عمار بن یاسر کو پیٹوایا نوین ابوذر کو ربذہ کیطرف جلاوطن کردیا دسوین احد کو جو عبید اللہ بن عمر پر سبب

نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداثات محض ان جیسی حضرات کے محدثہ و مخترعہ ہیں جو لغو
و لاطائل ہیں اور جنکی موہنہ پر تیغ تیز بہت ساب کیا تھا اور فی الواقع ایسی کذبات کے ارشاد
ایسی ہی ہونے چاہییں اور شارح ابن میثم نے اسکی کسیقدر انسبت کیا اور بعد بیان احداث
مذکورہ لکھا وقد اجاب الناصرون لعثمان عن هذه الاحداثات باجوبة
مستحسنة وهی مذکورة فی المطولات ابن ابی الحدید اس عبارت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور گزارش کرتے
ہیں کہ ابن میثم بجا ہے دوسرے خطبہ کے شرح میں جسکا عنوان یہ ہے - ومن کلام
لہ لما اریدہ علی البیعة بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری الخ فرماتے ہیں
قولہ علیہ السلام وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم ای
کست کاحدکم فی الطاعة للامیر بل لعلی اکون اطوعکم لہ ای بقوة علمہ بوجوب
طاعة الامام - خدا کے لیے کوئی عاقل منصف ان نصوص صریحہ کو دیکھے کہ جناب امیر
حسب تقریر و اعتراف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ مجھکو چھوڑ کر جسکو تم امام
بنا لوگے میں بھی تم میں کا ایک ہوں جیسی تم پر اسکی اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھپر بھی واجب
ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بہ نسبت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہوں کیونکہ جب امام
واجب الاطاعت ہے تو میں ادائے واجب میں زیادہ ساعی ہونگا اسلیے کہ اطاعت امام
کے وجوب کا علم آپکو سب سے زیادہ تھا اب فرمائیے کہ اگر امامت منعقد ہی نہیں ہوئی
تو وجوب اطاعت اور وہ بھی امام منصوص و معصوم مفترض الطاعت پر کیسا اور امام معصوم
کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کے کیا معنی یہاں بھی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تقیہ

---

[1] اور تحقیق ان بعض لوگ عثمان کے حامیوں نے عمدہ عمدہ دلیلیں ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں [12]

[2] قولہ علیہ السلام وان ترکتمونی الخ اور اگر تم مجھکو چھوڑ دوگے تو میں تم کو ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ سننے والا اور اطاعت کرنے
والا ہوں جسکو تم اپنے امر کا متولی بنا دینگے یعنی میں تم ہی کا ایک جیسا ہوں تمہارے امیر کی فرمانبرداری میں بلکہ شاید میں
تم سے زیادہ مطیع ہوں یعنی اسبب سے کہ مجھکو امام کی اطاعت کی وجوب کا قوی علم ہے [12]

جیالتی کہیا امیر سے کلمہ شریفی سبحان اللہ فہم و انصاف ہمارے فاضل مجیب پر بس ختم ہے جنکا جناب امیر کے اس ارشاد نے ہر سہ شرائط یعنی عصمت و افضلیت کا بھی بیخ و بن سے استیصال کر دیا اور یہ امر بخوبی ثابت کر دیا کہ اہل حل و عقد جسکو امام بنا دین وہی امام ہے اور واجب الاطاعت اور بنا بر یہ ہے کہ حسب اصول امامیہ درمیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ نہین ہے بلکہ جو امامت کہ غیر منصوص و معصوم کے واسطے ثابت ہوگی کائناً من کان وہ امامت فاجرہ ہوگی کیونکہ امام معصوم کا حق انہین غصب ہوا ہے اور جناب امیر نے اپنی ارشاد مین امارت اور امیر دونکو حصر سا دو قسمون مین محصور فرمایا ہے لابد للناس من امیر بار او فاجر اور ہر ایک قسم کا حکم بھی بیان کیا کہ امارت بارہ راشدہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امارت جائرہ ہوگی یا اسیطرح امیر بار خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجر جائر ہوگا اس مسئلہ مین بھی ہم فاضل مجیب نے کو بھی حکم مقرر کرتے ہین وہ اس خطبہ با حسن وجہ کی شرح مین فرماتے ہین وممّا یؤید ذٰلک[1] ان اکثر الخلق متفقون علی ان امراء بنی امیة کانوا فجارا عدا رجلین اولہما عثمان و عمر بن عبد العزیز اور جب یہ فاجر نہین تو بار اور انکی امامت امامت بارہ ہوئی جو امارت راشدہ کے مرادف ہے پس عصمت و غیرہ شرائط بالکل باطل ہو گئی اگرچہ اس معروض مین کسیقدر طول ہو گیا ہے مگر اسقدر اور گذارش ہے کہ امامت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا جائرہ آپ بھی اسکی اشد ضروری ہونے کے قائل ہین کہ دنیا دی مصالح عباد کے اوسکی ساتھ منوط و مربوط ہین بدون اوسکی انتظام ممکن نہین ہے اور اوسکی حالت یہہ ہے کہ اگر اوسکی نزع و خلع کا نام بھی لیا جاوی تو اوسمین ایسی ایسی نوائر فساد کا مشتعل ہونا یقینی ہے کہ جسمین بحیثیت دین و دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے حیثیت سے اگر بھی جب ہم نظر کرتے ہین تو اوسمین بہ نسبت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہے

---

[1] اور اوسمین سے جو اوسکی تائید کرتا ہے یہہ بھی ہے کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہین کہ امراء بنی امیہ بجز دو تین شخصونکی مثل عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے فاجر تھے ۔ ۱۲

تو خاص انکی ذات کی واسطی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین وعلما احیاد مراسم دین و اجرای شعائر اسلام مین مشغول ہین تو انکی فسق و فجور سے اسلام مین ضرر کا اندیشہ نہین چنانچہ خود فاضل بحرانی نے اپنی شرح مین اسکی بہی شہادت دیتی ہین[1] ومما یوید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علے ان امراء بنی امیۃ کانوا فجارا عدا جلیس اولثلثۃ کعثمان وعمر بن عبد العزیز وکان الفئی یجمع بہم والبلاد تفتح فی ایامہم والثغور الاسلامیۃ محروستہ والسبل آمنۃ والقوی ماخوذ بالضعیف ولم یضرہم شیا فی تلک الامور پس جب نفی رکھے امامت مین یہہ امور مثل ثغور وبنا و قناطر وجسور و تجہیز جیوش فتح بلاد وقلاع وجمع فی و امن طرق و فصل خصومات علی الحق ہوتے ہین تو انکی فجور سے اسلام مین کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی امامت کو وہ فاجر ہی سہی باعتبار دنیا کے تو حسب اعتراف فاضل مجیب لابدی ہے لیکن باعتبار دین کے بہی اوسکی منافع اوسکی مضار سے بہت زیادہ ہین تو ایسی ضرورت کی حالت مین جبکہ وہ لابدی ہوا اور اس کے گزیر نہو بروی عقل ہرگز جائز نہین کہ اوسکو غیر منعقد کہا جاوے اور اوسکی ساتہہ جہاد کو ناجائز اور اوسکی فئی کو حرام اور اوسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع مین ہو معصیت اور ناجائز قرار دیا جاوے سبحانک ہذا بہتان عظیم تو جب بروی عقل اوسکا واجب ہونا ثابت ہوا تو حسب قاعدہ امامیہ اگر شرع سے اوسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو لازم آوی کہ معاذ اللہ خدا تعالے نے قبیح کا حکم کیا اور ترک اصلح بلطف فرمایا کیونکہ اسوقت اصلح و الطف یہہ ہی تہا کہ اوسکی جواز و رخصت انعقاد کا ضرورۃً حکم دیا جاتا تعالے شانہ عن ذلک علوا کبیرا پس اس تمام گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ مین حکم تعیین ہی

---

[1] اور مسعودی کی حو آگی تائید کرتا ہے یہہ بہی کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہین کہ امرا بنی امیہ فجر او تین شخصون کے سوا عثمان اور عمر بن عبد العزیز فاجر ہی اور انکی سلطنت اموال بیت جمع ہوتے ہتی اور بلاد انکی ایام مین فتح ہوتی تہی اور اسلام کی سرحدین محفوظ تہی اور رستے امن تہے اور قوی ضعیف کے حق کے عوض پکڑا جاتا تہا اور فجور سے انکی کچہ نقصان نہیں پہنچایا جاتا تہا ۔

نہین فرمایا بلکہ حاکم شرعی ہی بیان فرمایا ہی تو اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ عصمت امامت کی
شرط نہین ٹھہرا جب ہم ان ہی الفاظ مین تامل کرتے ہین اور قطع نظر دوسری روایتون
و عبارات سے جو اوپر بیان کرائی ہین دیکھتی ہین تو بداہتہ سمجھ مین آتا ہی کہ عصمت امامت کے
لیے شرط نہین کیونکہ جناب امیر نے منحصر فرمایا کہ یا امام نیک ہوگا یا امام فاجر ہوگا مسلما
فاجر کے امامت ناجائز اور غیر منعقد ہی لیکن امامت بر و نیک تو ضرور جائز در انعقاد ہی کیونکہ
خلوان دونون سے جائز نہین اور ظاہر ہی کہ نیک کے واسطی یہہ ہی کچھ لازم نہین ہے کہ وہ معصوم
ہی تو مطلق بر کے امامت جائز و منعقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہی تو اگر بالفرض
فاجر کے امامت صحیح نہو تا ہم ہمارا استدلال اس عبارت سے بےغبار ہی اور اس عبارت سے
بطلان عصمت کالشمس فی نصف النہار ہی بحمد اللہ علی ذلک اس بحث کے تفصیل
مین ہمکو اور بہی گنجایش ہی اور مضامین ذہن مین ہین لیکن خوف تطویل اجازت نہین
دیتی اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ تعالی کسی موقع پر عرض کرینگے یار باقی صحبت باقی

قولہ جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی مثال یہہ ہی کہ لابد للناس مین قوت اور
عام ہے حلال او حرام سی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہین دیتی مگر انسان کو قوت لابد ہی اگرچہ
حلال سے حاصل کری شرع کی پابندی کے ہو اور اگرچہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اسیطرح
امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرائط جو بدلائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہین اگر ایسی امام کی اطاعت
کرین اور اوسکو امام مانین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہین کسی نہ
کسیکو ضرور حاکم و امیر کرینگے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار زبانی آخر کو حاکم کیا

اقول اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تشبیہ
علیہ قرار دیا یہہ بعینہ ہماری مدعا کی موید ہی اور فاضل مجیب اسکی نقل مین مصداق مثل مشہور ہو
کالباحث عن حتفہ بظلفہ کے ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ امام مطلق کا لابدی
ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہی کہ لوگو کو

وہی امام لابدی نیک ہو اگر نیک میسر نہو سکے تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احدہما سے گزیر
اور جب اسکا لابد ہونا ثابت ہوا لاچاری اور ضرورت کے وقت مین اوسکا انعقاد بطور
رخصت بلکہ حسب روایات امامیہ اوسکی صحت اور اوسکا جواز انعقاد بطور وجوب عزیمت کے
ہوگا کیونکہ مقیس علیہ اسکا قوت ہے کہ لابد للناس من قوت من حلال کان او حرام پس اگر
انسان کو قوت حلال میسر نہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشہادت نص صریح
قرآنی جو چند جگہ کلام مجید مین ارشاد ہے تناول حرام اوسکی لیے جسکو مخمصہ[۱] لگا ہے گناہ نہین ہے فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[۲] بلکہ حسب تنصیص روایات شیعہ ایسی حالت مین اوسپر فرض ہے کہ حرام کو
قوت بناوے اور اگر اوسنے حرام سمجھکر ترک کیا اور مرگیا تو کافر مرا کیونکہ حق تعالے نے جس چیز کو
اوسکے حق حلال فرمادیا تہا اوسکو اوسنے حرام سمجھا تفسیر صافی مین تحت تفسیر قولہ تعالے
فمن اضطر جو روایت لکہی ہے اوسی پر اکتفا کرتا ہون[۳] فے الفقیہ عن الصادق فمن
اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الخنزیر فلم یاکل شیئا من ذالک حتی یموت فہو
کافر اب ہم اسی حکم کو جو مقیس علیہ مین موجود ہے مقیس یعنی امامت مین جاری کرتے ہین چنانچہ اوسی[۴]
وکذالک من اضطر الی الامامۃ الفاجرۃ فلم یقبلہا ولم ینعقد لہا حتی مات
فہو کافر یعنی اگر کوئی شخص امامت فاجرہ کیطرف مضطر ہوا اور اوسکو حرام سمجھکر اوسکا مطیع
ومنقاد نہوا اور نہ اوسکے لیے بہانتک کہ مرجاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالے نے
اوسکے لیے حلال فرمادیا اوسکو اوسنے حرام سمجہا اور مقابلہ حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا

[۱] پہر جو شخص مضطر ہو ۔ بے حکمی کرتا ہے ۔ مرنا اوس کا ہی نہین ۱۲ [۲] پہر جو شخص لاچار ہو ہوک میں نہ گناہ پر
ڈہلنے والا تو اللہ بخشنے والا ہی مہربان ۔ [۳] فقیہ میں امام صادق سے مروی ہے جو مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کیطرف
مضطر ہوا اور اسمین کچھہ نہ کہا وی ۔ یہانتک کہ وہ مرجاوے وہ کافر ہے ۔ ۱۲ [۴] اسیطرح جو امامت فاجرہ کیطرف
مضطر ہوا اور اوسکو قبول نکرے اور مطیع نہو یہانتک کہ مرجاوے وہ کافر ہے ۔ ۱۲

تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و اضطرار کے وقت مین شریعت تناول قوت حرام کی
رخصت و اجازت دیتی ہی بلکہ فرض فرماتے ہین اور اوسکے تارک و منکر کو کافر کہتی ہی تو اوسنے
جب ایسی حالت مین قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے انتظار
و تلاش مین رہا اور اوسکو ترک کیا تو سراسر مخالفت شریعت کے اور کا قدر مراد ظاہر ہی کہ حکم
امامت بہ نسبت اکل کے اکد و اہم ہی تو امامت کی اضطرار کے صورتین میں اوسکا انکار یا الا د
منجر بکفر ہو گا پہر ہماری مجیب کا یہہ ارشاد کہ اگرچہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہی ناحق فیہ
مین سراسر غلط ہی منشا اوسکا یہہ ہی کہ آپکو بایہہ ادعائی ہمہ دانی اپنی گہر کے بہی خبر
نہین ہے۔ الحمد للہ کہ جو مثال آپنے اپنی مدعا کے ثبوت مین پیش کے تہی وہ ہی
اوسکی مکذب اور خود جناب پر منقلب ہو گئی و الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔
قال الفاضل المجیب قولہ۔ اگر شک ہو تو نہج البلاغۃ نکال کر دیکہہ لیجیی اور انصاف
سے فرمایئی کہ آپکا دعوی سچا ہی یا امیر المومنین رض کا ارشاد سچا ہی۔ اقول۔ بے شک
یہہ نہج البلاغۃ مین ہی اور جناب امیر علیہ السلام کا یہہ ارشاد سراسر ارشاد عین صدق محض و
حق ہے مگر آپ اسکا مطلب نہین سمجہی اگر گستاخی معاف کلمہ یراد بہا الباطل کا مضمون آپ پر
صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب یہہ ارشاد جناب
امیر جو نہج البلاغۃ مین منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہمنی بدلائل صحیحہ ثابت
کر دیا کہ اسکا مطلب یہی وہی ہی جو ہم سمجہی اور جو کچہہ آپنے سمجہا تہا وہ غلط اور آپکی
اصول کے برخلاف تہا تو انصاف سے فرمایئی کہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل کس پر صادق آیا
اور اسکا مصداق کون ہوا چنانچہ اگر اس گذارش کو بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائینگی
تو آپکو بہی اسکی بخوبی تصدیق ہو جائیگی۔ قولہ اور چونکہ ہمارا دعوی جناب امیر و
رسول خدا و دیگر ائمہ ہدی علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہی بیشک سچا ہی۔ اقول
شیعہ کا یہہ دعوی آپکی زعم مین یا اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ ہدی سے مقتبس اور سچا

ـ ود لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ فی الواقع آپکا اقتباس صحیح ہو بلکہ فی الحقیقت آپکا
اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اسیطرح ہر ایک فرقہ کے دعوی
اقتباس کو مطابق واقع سمجھا جاوے تو خوارج بھی کہتے ہین کہ ہمارا دعوی خدا و رسول خدا
کے ارشاد سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاری و مجوس وغیرہ تمام اہل ملل یہی کہتے ہین کہ ہمارا
دعوی خدا و رسل کے کلام سے مقتبس ہے پھر معلوم نہین کہ جناب کو انکی تسلیم کرنے مین
کیون انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے وہان دلیل قایم کرین وہی دلیل یہان
بھی سمجھ لین ـ ہان جناب میر صاحب آپنے شروع جواب مین یاد آتا ہی کہ یہہ
اعتراض فرمایا تھا کہ ہمنے اپنی خطبہ مین جو تقدیم آل کے صلوۃ و سلام مین اصحاب پر کی تھی
تو آپنے فرمایا تھا کہ یہہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہی کیونکہ باعتبار مذہب اہلسنت کے
تقدیم اصحاب کے آل رسول پر چاہیے اور وجہ اوسکی یہہ ہی کہ آپکے نزدیک تقدم فی الذکر
مستلزم تقدم فی الرتبہ کو ہی پس اسجگہ جو آپنے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا
کیا آپکے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے من حیث الرتبہ افضل ہین جیسا کہ یہہ تقدم
حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپکی بہت سی روایات سے مستنبط ہوتا ہی کہ جناب
امیر جیسا تمام انبیا سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی افضل ہین لیکن چونکہ مناظرہ بطور خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے
اسیوقت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہین تو اسلیے دریافت کر لیا گیا
قولہ اور حاشا کہ ہمارا دعوی اور اس ارشاد مین کسی قسم کی مخالفت ہو مردود بجای
خود ہستین اقول یہہ صرف جناب کا زعم ہے ورنہ واقع مین جناب امیر کے
ارشاد اور آپکے دعوی مین سراسر تناقض و تخالف ہی کیونکہ جناب امیر کا ارشاد
ضرورۃ مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپکا دعوی اوسکی عدم صحت کو مقتضی
پس جناب نے ثابت کیا کہ آپکے دعوی اور جناب امیر کے ارشاد مین باہم توافق ہو نقیضین کا

اجتماع باتفاق وحدات ثمانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد مین تو کچھہ تردد نہین ہے ہان آپکا دعوی باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعوی صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا پس ہر دو یکجا می خود درست کسیطرح نہین ہو سکتی **قولہ** آپ عقل سے علم ذراتھا سے کام لین **اقول** بحول اللہ وفضلہ ہمنی تو اپنے عقل وعلم وانصاف خدا داد سے کام لیا تھا مگر افسوس کہ آپنے اسپر عمل نفرمایا اور معاف آیت اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مضمون آپ سچ صادق آیا اور ہم اب بہی اسپر شکر گذار ہین اور عامل ہین اور جو کچھہ عرض کرتے ہین وہ اپنی علم وعقل وانصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ خداوند تعالے جناب کو بہی توفیق عطا فرماوے آمین اللہم آمین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین **قال الفاضل المجیب** - **قولہ** - اسکی بعد فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا اگر اس کلام کے موافق ہے تو وہ جناب بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کیونکہ باب تا دیل مسدود ہے - **اقول** کلام ملاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی اور اصلی مراد وغرض ہو لی آپکا شبہہ رفع کیا گیا اور اپنی دعوی شرائط ثلثہ کو آپکی ہی علما مستند کی کلام سے ثابت کر دیا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اوس سے اصلی غرض جو کچھہ آپنے سمجہی ہے وہ جناب کے مزعوم پر ہی منحصر ہی صحت اور واقعیت اوسکو کچھہ مساس ہی نہین اور اس کلام سے معنی مذکورہ کو اصلی غرض سمجہنا قبیلہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ سے ہی اور شرائط ثلثہ کا بطلان تو ایسا جلی وبدیہی ہے کہ کسی عاقل پر مخفی نہین رہ سکتا علاے المخصوص جناب نے جسقدر ثبوت لکہا دی تو بہا سبہی بیچ ہے جیسا مذکور ہو چکا جو کچھہ اوسمین گذارش کیا ہی اگر اوسکو بنظر انصاف ملاحظہ فرما لینگی اور انصاف کو ہاتھہ سے نہ دینگے تو خود ہی بطلان دکھلائی دیگا اور اگر اسکو ملاحظہ فرما لینگے پہر بہی وہ اپنی شبہہ اپنی تقریر کو قائم رکھین تو ہم ہی بہی تقریر اونکی

حاضر ہین واللہ ہو الموفق **قولہ** آپ چاہتی ہین کہ جو ہمنے سوال مین دریافت کیا ہی
وہ ہمسے بہی پوچہین اور اس سے غرض آپکی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ اسطرح بحث مین طول
ہو اور آپ اعتراض و شبہات کرتے رہین اور اصل سوال کے جواب سے بہی بچ جائین
اقول جب ہمنے جناب امیر کی ارشادات مسلمہ سامی سے آپکی شرائط اور مسئلہ امامت کا
ابطال کردیا تو وہ سوال جو آپ ہمسے کرتے ہی آپ پر ہی منقلب ہوا اور آپکو ہی اوسکا
جواب دینا لازم ہوا پہر اگر ہمنے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا
یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیون گہبرا گئے ہین اور اگر آپ اعتراضات
و شبہات سے ڈرتی ہین اور طوالت پسند نہین فرماتے تو قصہ مختصر کیجیے اور زبانی لمبی چوڑی
گفتگو کریے بہی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہمنے آپکی شرائط کا بطلان مثل آفتاب نیمروز روشن
کردیا اور مسئلہ امامت مسلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہمکو آپکے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت
رہی اور جواب دینے سے بچنے کی کیا حاجت اگرچہ ہمکو مناسب یہہ تہا کہ ہم آپکی سوال کا جواب
اوسوقت لکہتے کہ جب آپ اپنی مسلمہ مسئلہ امامت کو اور اوسکی شرائط ثلثہ کو بدلائل ثابت فرماتے
حالانکہ اسوقت تک جسقدر دلائل بہ ثبوت شرائط ثلثہ تحریر فرمائے ہین وہ دلائل اون شرائط کو آپکے
اصول پر بہی ثابت نہین کرتے اور خصم کے اصول پر تو اوسکا ثبوت از قبیل محالات ہی
لیکن ہم انشاء اللہ تعالے حسب فرمائش ایما پاس خاطر سامی خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی
خلافت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت سامی مین بہت جلد پیش کرینگے تاکہ آپکو بہی حسرت
اعتراضات باقی نہ رہ جاوے فانتظروا ولا تکونوا من المستعجلین **قولہ** اگرچہ ہم
اس سوال کا جواب بہی مفصل و مدلل دے سکتی ہین اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالے آپکو
بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچہہ انصاف و غور کرینگے تو سمجہہ جائینگی کہ ہمارا یہہ
دعوی زبانی ہی نہین ہے یہہ جواب جو لکہا گیا ہے نمونہ ہے مگر اسوقت بخیال
مذکورہ بالا ہی اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہین جانتی **اقول** جسقدر جناب نے

تحریر فرمایا ہی وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپکے مناظرہ دانی اور پایہ علم معلوم ہو سکتی
ہین یہہ ہی وجہ ہوئی کہ جب اس ہیچمدان نے آپکی علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپکے جواب
کی لیی بکرات قلم اوٹھایا اور تمام دلائل کو فجعلناها حصیدا کان لم تغن بالامس کا مصداق
کر دیا بلکہ نہ اس تحریر کو قابل جواب اور نہ جناب سامی کو اس حیثیت سی لائق خطاب سمجھا جاننا کہ
یہہ ہی وجہ تھی کہ آپکی تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر فرمایا جس سے دماغ سامی نشین
یہہ سمایا کہ ہمچومن دیگری نیست اگر وہ حضرات پہلو تہی فرماتے تو جناب کو یہہ حوصلہ
کبھی نہوتا پس عینی جہانتک انصاف سی دیکھا اور غور کیا مجکو تو یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ
اپنی ضروریات دین اور اصول مذہب کو بھی ثابت نہین کر سکتی تو آپکا یہہ دعوی محض
زبانی اور تقلیدی ہے جسقدر مواقع آئی کہ جنمین آپنے بہت کچھہ زور لگایا جب اونمین
بھی آپ سی کچھہ نہوسکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جسمین آپ کچھہ کر کے دکھلاوینگی آپ
کسی مصلحت سی اور کسی خیال سے جواب مین تعلل کیجی اور جان بچائی لیکن جب کبھی
آپ کچھہ فرماوینگی انشاء اللہ تعالے ایسی شکنجہ ایجاث مین کھنچی جاوینگی کہ راہ فرار تنگ ہوگی
الا ان حزب الله هم المفلحون وان جندنا لهم الغالبون۔ **قولہ** آپکے ارشاد
کی ہمنی تعمیل کردی اب آپ براہ مہربانی ہماری بھی عرض قبول فرماوین **اقول**
آپنے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرما سکتی ہین لیکن ہم آپکی حکم کی
تعمیل کرتے ہین اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل تحقیقیہ و الزامیہ عقلیہ
و نقلیہ ثابت کرتے ہین ذرا تھوڑی دیر کی لیی انصاف دوست ہوکر سنین اور یہہ بھی
اختیار ہی کہ چاہی دشمن انصاف ہوکر پھر منبر کے نزدیک خاک افشانی کرین جب ہمنی
نمونہ سے آپکی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہی تو ہماری نظر مین آپکی اعتراضات
[illegible] سے زیادہ وقعت نہین رکہتی [illegible] جملہ علماء [illegible] وخیالات
آپ [illegible] کا اعتراضات قدیم و جدید [illegible] جسقدر ہو سکتی [illegible]

واضح ہو کہ اس رسالہ مین جسقدر دلائل کہ ہم مواقع مختلفہ مین لکہہ آئی ہین ایسی ہین جو خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہین چنانچہ بعض جگہ بہی سطرف اشارہ بہی کردیا ہی لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے فرمائش سے یہہ معلوم ہوتے ہین کہ بحث اثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو اسلیے ہم حسب ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکہنے کے لیے آمادہ ہوتے ہین پس سنیے کہ ہم اول معاملات فیمابین جناب امیر و خلفاء ثلثہ کو دیکہتے ہین اور سوچتے ہین تو اول مرحلہ آپکے باہمی محبت و عداوت کا ہی اہلسنت کہتے ہین کہ یہہ حضرات باہم یکجان و دل شیر و شکر تہے نہایت محبت و الفت کے اللہ اور تواضع و تعظیم رکہتے تہے اور ہمیشہ فضائل و محامد بیان فرماتے تہے ہر ایک دوسری کا خیرخواہ دلی تہا - اور اگر مقتضائی بشریت کبہی کسی معاملہ مین دوستانہ شکر رنجی ہو جاتی تہی تو وہ زائل ہو جاتی تہی اور اوسکی کدورت مین ہرگز قرار نہوتا تہا اور کبہی اتفاق بعض بوجہ جوش حمایت خلاف جتہادی ناشی ہوتا تہا جو اونکی مراتب عالیہ کو کم نکرتا تہا - حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کے ساتہہ اونکو کمال عداوت تہی بلکہ تمام اہلبیت نبوت کے ساتہہ یہی حال تہا آپکا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی دقیقہ تکلیف رسانی اور تذلیل کا اوٹہا نہین رکہا تہا تا ایک کہ قتل کا بہی قصد کیا تو لامحالہ جناب کو بہی اونسی ویسی ہی بغض و عداوت تہی لیکن جناب امیر مظلوم و مخذول تہے اور انکے اصحاب ہمیشہ تقیہ کے پردہ مین اونکی ساتہہ خلا و ملا رکہتے تہے تقیہ کے طور پر کبہی کبہی اونکی تعریفین بہی فرماتی تہی اور خلفاء ثلثہ بہی زمانہ سازی کے طور پر اونکو اپنی شامل رکہتے تہی اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہین کرتے تہی - لیکن جب ہم کتاب کو دیکہتے ہین اور روایات و واقعات مین تامل کرتے ہین تو دعوی اہل سنت کا حق اور دعوی شیعہ کا باطل پاتے ہین - اما آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب صحابہ کو خیر امت ارشاد فرماتا ہی اور ظاہر ہی کہ اوسکی مخاطب وہی ہی کہ جو پہلے تہین ہین جنکو حضرات شیعہ کرام

سمجھتے ہین بلکہ خطاب تمام صحابہ موجودین وقت نزول آیت کو عام ہی پس اگر یہہ سورہ نساء سابقہ
اولٰی فرضاً صادر ہوئین جنکی مصدر کا حضرات شیعہ دعوی فرماتے ہین تو صحابہ خیر امت ہوتین
بلکہ شرارت انکی ہو کہ باوجود صدہا معجزے دیکھنے کے اور سالہا سال فیض صحبت نبوی اٹھانیکے و
ترک ایسے اعمال شنیعہ کے ہوئی۔ ثانیاً موقع مدح و امتنان مین ارشاد فرمایا ہی ہو الذی
ایدک بنصرہ و بالمؤمنین و الف بین قلوبہم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت
بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم اگرچہ بحیثیت نزول یہہ آیت مخصوص بانصار ہو لیکن بحسب
قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال مدح و امتنان
کو بھی زیادہ مناسب اور چسپان یہہ ہی ہے علاوہ ازین عقل سلیم کب یقین کرتی ہی
کہ خداوند تعالی انصار کو تو کینہ و بغض کو رسول کے اعانت کے واسطے نکال دی اور قریش
جو باہم اسقدر خوار رہتے تہی وہمی سکے مخذول کرنے کے واسطے بغض و عداوت کے آگ بہڑکا دی
حتی کہ انکو ... تو جب خدا تعالی نے باہم انکی دلوں مین الفت ڈال دی تو اب یہہ کہنا
کہ انکی دلوں مین ... جاہلیہ کے انکی دلوں مین کا سن تہی جو وقت غصب خلافت
بروزہی پکار آئی ... خداوند تعالی کو جہٹلانا ہی اور شیخ علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی
شرح نہج البلاغۃ مین بیعت سقیفہ کی بارہ مین جو یہہ لکہا ہی فقام بشیر بن سعد الخزرجی
وکان یحسد سعد بن عبادۃ ان یصل الیہ ہذا الامر البتۃ فکان اول من بایع ... بالکل
حق تعالی شانہ سورہ حجرات مین فرماتا ہے اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم
الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین والزمہم
کلمۃ التقوی وکانوا احق بہا واہلہا وکان اللہ بکل شیء علیما۔ اس آیت شریفہ مین

۱؎ اوسی نے تجکو زور دیا اپنی مدد کا اور مؤمنون کا اور انکی دلوں مین الفت ڈال دی اگر تو خرچ کرتا جو کچہہ ساری دنیا مین ہی سبکا سب الفت دے سکتا انکی دلوں مین لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان مین ۲؎ ... بشیر بن سعد ... اور وہ سعد بن عبادہ کا حسد کیا کرتا تہا کہ ... ۳؎ جب رکہی منکروں نے اپنی دلوں مین ضد جاہلیت کی ضد پہر اوتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور قائم رکہا ادبکا کی بات پر اور وہی تہی اوسکی لایق اور اسی لائق اور ہی اللہ ہر چیز سے خبردار ۔ ۱۲

خداوند تعالے نے مدح صحابہ اسطرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے
رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کلمہ تقوی اونکو لازم کردیا اور وہ اوسکے ساتہہ احق اور
اوسکی اہل تہی اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتہہ
ممدوح تہی تو اونمین حمیۃ جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کوشش حضرات شیعہ کی ان نصوص
مین یہہ ہے کہ یہہ کہین کہ عمومات ان نصوص کے مخصوص بائمہ ہین یا یہ بعض سے مقبولین صحابہ لیکن
چونکہ ایسی احتمالات جوناشی عن غیر دلیل ہر ایک نص مین پیدا ہوسکتی ہین اور خوارج بہی
بالمقابلہ یہہ ہی احتمال پیدا کرسکتے ہین اور خود نصوص کے عمومات انکو رد کرتے ہین
لہذا ہمکو اونکی ابطال کیطرف توجہ کرنے کی کچہہ ضرورت نہین۔ الروایات پس اولا شیخ
ابن بابویہ قمی ملقب بصدوق خصال مین روایت کرتے ہین[۱] حدثنا ابی ومحمد بن الحسن
بن احمد بن الولید ومحمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ
عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبۃ عن
الحرب بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاء ابو بکر و عمر رضی اللہ
تعالے عنہم الی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث
طویل قال لہما فیہ اما اذ کہتما انی لم اشہد کما انی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
فانہ قال لا یری لی عورۃ غیرک الا ذہب بصرہ فلم اکن لاوذی کما بہ انتہی بقدر الحاجۃ
اس حدیث کو دیکہیے اور آخر جملہ کو ملاحظہ فرمایئے اوس سے کسقدر محبت شیخین کے ساتہہ ثابت
ہوتی ہے اور کیسی الفت جہلکتی ہے جناب امیر کو یہہ گوارا نہوا کہ اونکی بینائی جاتی رہے

[۱] ابن بابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ ؑ سے روایت کی ہے فرمایا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المومنین ؑ کی پاس
جبکہ فاطمہ کو دفن کیا۔ طویل حدیث مین سے اسمین جناب نے ان دونوں سے فرمایا تہی جو یہہ ذکر کیا کہ مینی تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تجہیز و تکفین مین نہ بلایا سو اسکی وجہ یہہ ہی کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ میری بدن پہنائی کو بجز تیری کوئی نہ دیکہی گا مگر یہہ کہ اسکی آنکہ
جاتی رہیگی تو مین نہین چاہتا کہ تمکو اسکی ایذا پہنچاؤن ۱۲۔

اگر ہاہم عداوت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غصب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع عداوت نکالنے کا اور اپنی حق کے لینے کا نہیں تھا شیخین کو حضرت کے تجہیز و غسل میں اونکی خواہش کے موافق شریک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اوسوقت اپنا حق بسہولت حاصل کر لیتے نہ لشکرکشی کی نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ کسی حیلہ و تدبیر کے بھی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اول بیعت کے لیے آمادہ ہوئی تھی اب بھی وہی بیعت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے قصد کیا تھا کہ ابوبکر کو منبر سے اوتار دینا چاہیے اور خلافت سوائے جناب امیر کے اور کسیکا حق نہیں چنانچہ مطابق روایت صدوق کے سب بر ملا جا کر امر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑے اور جو ہزار آدمی اوسوقت سب موجود تھی جب فراہم ہو کر میدان صاف دیکھتی پھر کسیکو سوائے جناب امیر کیوں مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اوسکی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے اسلیے ہم اصل روایت خصال سے نقل کرتے ہیں الذین انکروا علی ابی بکر جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر جلوسہ فی الخلافۃ وتقدمہ علی علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلا من المہاجرین والانصار کان من المہاجرین خالد بن سعید بن العاص والمقداد ابن الاسود وابی بن کعب وعمار بن یاسر وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی وعبد اللہ بن مسعود وبریدۃ الاسلمی وکان من الانصار خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین وسہل بن حنیف وابو ایوب الانصاری وابو الہیثم

ف زید بن وہب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ابوبکر پر مسند خلافت پر بیٹھنے اور علی بن ابی طالب پر سبقت کرنے کے بابمیں انکار کیا تھا بارہ آدمی مہاجرین و انصار سے تھے (مہاجرین میں سے خالد بن سعید بن العاص مقداد بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود بریدہ اسلمی تھے اور انصار میں سے خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین سہل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو الہیثم ۱۲۔

ابن التیهان وغیرهم فلما صعد المنبر تشاوروا بینهم فی امره فقال هلا نأتیه فننزله عن منبر رسول الله صلی الله علیه وآله قال آخرون ان نعلتم ذلک اعنتم علی انفسکم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة ولکن امضوا بنا الی علی بن ابی طالب علیه السلام نستشیره و نستطلع امره فاتوا علیا علیه السلام فقالوا یا امیر المومنین ضیعت نفسک وترکت حقا انت اولی به وقد اردنا ان نأتی الرجل فننزله عن منبر رسول الله صلی الله علیه وآله فان الحق حقک وانت اولی بالامر منه فکرهنا ان ننزله دون مشاورتک فقال لهم علی علیه السلام لو فعلتم ذلک ما کنتم الا حربا لهم ولا کنتم الا کالکحل فی العین وکالملح فی الزاد وقد اتفقت علیه الامة التارکة لقول نبیها والکاذبة علی ربها عز وجل ولقد شاورت فی ذلک اهل بیتی فابوا الا السکوت لما یعلمون من وغر صدور القوم وبغضهم لله عز وجل ولاهل بیت نبیه علیهم السلام یطلبون بثارات الجاهلیة والله لو فعلتم ذلک لشهروا اسیوفهم مستعدین للحرب والقتال کما فعلوا ذلک حتی قهرونی

ل ابن تیہان وغیرہ تھے۔ جب ابوبکر منبر پر چڑھے اوہوں نے باہم اوسکے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا کہ ہم کیوں نہ جاکر اوسکو حضرت کے منبر سے اوتار دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر تم ایسا کروگے تو تم لوگ اپنی جانوں پر احسان کروگے اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے اپنے ہاتھوں کو ہلاکی میں نہ ڈالو لیکن چلو علی بن ابیطالب سے مشورہ کریں اور دیکھیں اور دریافت کریں علی کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین تو نے اپنی نفس کو ضایع کردیا اور تو نے اپنے اوس حق کو جسکا تو مستحق تھا چھوڑ دیا اور ہم چاہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس جاکر اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اوتار دیں کیونکہ یہ حق تیرا حق ہے اور تو اسکے زیادہ مستحق ہے۔ نسبت اسکی اور ہم نے ناپسند سمجھا کہ اوسکو بغیر تیری مشورت کے اوتار دیں علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا کروگے تو تم اونکے بجز لڑائی کے اور کچھ نہ ہوگی اور تم ایسی تھوڑی ہوگی جیسا آنکھ میں سرمہ اور کھانے میں نمک اور تحقیق امت اپنے نبی کے قول کو چھوڑنے والی اور اپنے رب پر جھوٹ بولنے والی اس پر متفق ہو گئی اور میں نے اپنے اہل بیت سے مشورہ کیا او نہوں نے سکوت کی صلاح دی کیونکہ قوم کے دلوں کی کدورت اور عداوت خدا اور اہل بیت نبی کے ساتھ جانتے ہیں کہ وہ جاہلیت کے بدلے چاہتے ہیں قسم خدا کی اگر تم ایسا کروگے تو وہ لڑائی کے واسطے مستعد ہو کر تلواریں کھینچ لینگے جیسے کہ وہ پہلے ایسا کر چکے ہیں یہانتک کہ مجھ پر غالب آئے

سے وغلبوني على نفسي ولببوني وقالوا لي بايع والا قتلناك فلم اجد حيلة الا ان
ادفع القوم عن نفسي وذلك اني ذكرت قول رسول الله صلى الله عليه وآله يا علي
ان القوم نقضوا امرك واستبدوا بها دونك وعصوني فيك فعليك بالصبر
حتى ينزل الله الامر الا وانهم سيغدرون بك لا محالة فلا تجعل لهم
سبيلا الى اذلالك وسفك دمك فان الامة ستغدر بك بعدي
كذلك اخبرني جبرئيل عليه السلام عن ربي تبارك وتعالى ولكن ايتوا الرجل
فاخبروه بما سمعتم من نبيكم عليه السلام ولا تجعلوه في الشبهة في امره ليكون
ذلك اعظم للحجة عليه وابلغ في عقوبته اذا اتى ربه وقد عصى نبيه وخالف
امره قال فانطلقوا حتى حفوا بمنبر رسول الله صلى الله عليه وآله يوم الجمعة فقال
المهاجرون والانصار ان الله عز وجل بدأ بكم في القرآن فقال لَقَدْ تَابَ
اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فبكم بدأ فكان اول من بدأ وقام
خالد بن سعيد بن العاص بادلاله لبني امية فقال يا ابا بكر اتق الله فقد
علمت ما تقدم لعلي بن ابي طالب من رسول الله صلى الله عليه وآله الا تعلم ان

سے مغلوب کیا میری نفس پر اور مجکو زخم کیا اور کہا کہ بیعت کرلے ورنہ ہم تجکو مار ڈالینگے پس نہیں پایا میں نے کوئی حیلہ سوا اسکے کہ قوم کو
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہہ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ اے علی قوم نے تیرا امر توڑ دیا اور بدون
تیری اوسپر مستقل ہوگیی اور میری بابت تیری نافرمانی کی تو تجکو صبر کرنا لازم ہی یہانتک کہ اللہ اپنا امر نازل کری خبردار یہہ لوگ
میری بعد ضرور تیری ساتھہ غدر کرینگے تو انکی لیی کوئی راہ اپنی ذلیل کرنے اور خون بہانے کی مت نکالیو کیونکہ امت میری بعد
غدر کریگی مجکو جبرئیل نے پروردگار تعالے سے اسیطرح خبر دی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھہ اپنی نبی
علیہ السلام سے سنا ہوا وسکو جتا دو یقینی طور پر اوسکی امر میں تاکہ یہہ اوسپر جبکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اوسکی مخالفت
کرکے اوسکے پاس آئیگا بڑی حجت اور ابلغ فی العقوبت ہو کہا پس وہ چلی یہانتک کہ حضرت کی گھر کو جمعہ کے دن گھیر لیا
انصار نے کہا کہ اللہ تعالے نے قرآن میں پہلی تمکو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار تو تمہارا
بھی پہلی ذکر کیا ہے پس جو پہلی اول ابتدا کی اور بنی امیہ پر ناز کرکے اوٹھا خالد بن سعید بن العاص تھا کہا اے ابوبکر خدا سے
ڈر تو جانتا ہے جو کچھہ علی بن ابی طالب کیلیی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذر چکا ہے کیا تو نہیں جانتا

رسول الله صلى الله عليه واله قال لنا ونحن مجتمعون في يوم بني قريظة وقد اقبل
على رجال منا ذوي قدر فقال يا معشر المهاجرين والانصار اوصيكم بوصية فاحفظوها
واني مود اليكم امرا فاقبلوه الا ان عليا اميركم من بعدي وخليفتي فيكم اوصاني
بذلك ربي وانكم ان لم تحفظوا وصيتي فيه وتآزروه وتنصروه اختلفتم في احكامكم
واضطرب عليكم امر دينكم وولي عليكم شراركم الا ان اهل بيتي هم الوارثون
من بعدي والقائمون بامر امتي اللهم فمن حفظ فيهم وصيتي فاحشرهم في زمرتي
واجعل لهم من مرافقتي نصيبا يدرك نور الاخرة اللهم ومن اساء خلافتي في
اهل بيتي فاحرمه الجنة التي عرضها السموت والارض فقال عمر بن الخطاب اسكت
يا خالد فلست من اهل الشورى ولا ممن يرضى بقوله فقال خالد بل انت اسكت يا ابن
الخطاب فوالله انك لتعلم انك تنطق بغير لسانك وتعتصم بغير اركانك وان
قريشا لتعلم انك الامها حسبا واقلها ادبا واخملها ذكرا واقلها من الله عز وجل ومن
رسوله وانك لجبان عند الحرب بخيل في الجدب لئيم العنصر مالك في قريش
مفخر وامسك خالد فجلس ثم قام ابو ذر رحمة الله عليه الخ الحديث الطويل —

سلمه کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ہم بنی قریظہ کے دن مجتمع تھے ہماری بڑی مرتبہ والے آدمیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین
وانصار کی جماعت میں تمکو ایک وصیت کرتا ہوں اسکو یاد رکھو اور میں تمکو ایک امر پہنچاتا ہوں اسکو قبول کرو۔ دیکھو علی
بن ابیطالب میری بعد تمہارے امیر اور میرے جانشین تم میں ہے۔ مجھکو میرے پروردگار نے یہ وصیت فرمائی ہے اور تم
اگر میری وصیت کو یاد نہ رکھو گے اور اسکی مدد نہ کرو گے تو اپنی احکام میں مختلف ہو گے اور تمہارے دین کا امر مضطرب
ہوگا اور تمہاری شریر لوگ تمپر حاکم ہونگے۔ دیکھو میری اہلبیت ہی میری وصی وارث ہیں اور میری امت کے امر کے برپا
رکھنے والے الٰہی جو لوگ میری وصیت یاد رکھیں انکا میری گروہ میں حشر فرما اور انکو میری رفاقت کا حصہ عطا فرما جس سے
آخرت کا نور حاصل ہو اور جو اہلبیت میں میری بری جانشینی کرنے۔ اوسکو جنت سے محروم فرما جسکی چوڑائی
آسمان وزمین ہے عمر بن خطاب نے کہا اے خالد چپ رہ تو نہ اہل شوریٰ میں ہے اور نہ انمیں سے جنکا قول پسندیدہ ہو۔
خالد نے جواب دیا بلکہ تو ہی چپ رہ اے ابن خطاب خدا کی قسم تو جانتا ہے کہ تو بغیر اپنی زبان کے بولتا ہے اور بغیر اپنی ارکان کے
پناہ پکڑتا ہے اور خدا کی قسم قریش جانتے ہیں کہ تو زیادہ مذمت کی قابل ہے حسب میں اور کم ہی ادب میں اور کم ہے ذکر میں خدا اور
اسکے رسول سے دور تر ہے اور تو لڑائی کے وقت نامرد اور قحط میں بخیل ہے قریش میں تیری کوئی فخر نہیں اور خالد چپ ہو کر بیٹھ گیا اور ابوذر نے کھڑے ہو کر

اسیطرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہرایک نے اپنی اپنی بولیان بولی - اِن حدیثون مین جو کچھہ چھپا یا ہے کی روایا مین ہین انکی تخریج کو حوالہ اذہان صافیہ اذکیا کرکے جنکی ہم دریے ہین اوسکو لکھتے ہین روایت سابقہ مین صدوق سے بدلالت واضحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو شیخین کے ساتھہ کمال محبت و الفت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہین تھی تو خلافت کو اپنا ہی خاص حق سمجھتے تھے اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے ورنہ اوس سے بہتر خلافت لینے کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدون تشہیر سیوف و ثوران فتن بسہولت ہاتھہ آتی تھی - ثانیاً حضرت شیعہ کے صدوق نے خصال مین روایت فرمائی ہے حدثنا احمد بن جعفر المعمدانی رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراھیم بن ھاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ھشام بن سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و الہ وسلم اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ و الفان من غیر المدینۃ و الفان من الطلقاء لم یر فیھم قدری و لا مرجی و لا حروری و لا معتزلی و لا صاحب رای کانوا یبکون اللیل و النھار و یقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخمیر

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام جنکی مدائح و محامد بیان کی گئی ہین بارہ ہزار تھے اب ہم پوچھتے ہین کہ جس وقت بیعت سقیفہ واقع ہوئی اور خلافت غصب ہوئی اوس وقت یہہ حضرات کہان تشریف رکھتے تھے کیا معاذ اللہ یہہ حضرات بھی اون ہی مین سے ہین جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوای ابوذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے کوئی بھی نہین بچا تھا بلکہ سوائے مقداد کے کوئی بھی ایسا نہین رہا کہ جسکو شک ہوا ہو اور اوسکے دل مین کچھہ شبہہ نہ ہوا ہو پس اگر یہہ مرتدین مین سے ہین تو یہہ طویل مدح بعض مناقب و محامد بالکل لغو و بیجا ہونگی جب انہون نے امام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو انکی تمام اعمال صالحہ حبط و باطل ہو گئے اور غصب خلافت کی اور انکی ظہور و رقاب پر ہے اگر یہہ لوگ امام برحق کو مخذول کرنے اور اوسکی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیون متجاوز ہوتا تو جب امام

معصوم کے زبانی جو مامور باظہار حق تہی اونکی اسقدر مدح و ثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہہ لوگ وہ ہین جو کل صحابہ مین سے ہین اور جو کاملین فی الایمان ہین تو ایسی حضرات موصوفین و ممدوحین کی نسبت محال ہی کہ وہ اہل بیت نبوت کی دشمن ہین اور امام حق کو مخذول کرین یا خلافت غصب کیجے دینا یا خود غصب کرین پہر بعد اسکی اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما انہین داخل مین جیسا کہ تعریف و توصیف ائمہ سے جو حضور کی ساتہہ فرمائی واضح ہوتا ہی کہ کہین انکو امامان عادلان فرمایا اور کسی جگہ انکی عظمت اسلام مین بیان فرمائی اور کہین صدیق کے لقب سے مخالفین کے تکذیب فرمائی اگر وہ انہین داخل ہین تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر بفرض محال شیخین ان بارہ ہزار مین داخل نہین ہین تاہم ہمارا مطلب حاصل ہی کیونکہ بے شبہہ یہہ جماعت بہی انکی معاونین مین سے ہی اور جسکی اتباع یہہ جماعت ممدوحہ کرتی وہی لامحالہ ممدوح ہونگی تو جو ایسی محامد کے ساتہہ موصوف ہون انکی نسبت بروے عقل سلیم خیال کر لینا چاہیے کہ انکو اہلبیت نبوت کے ساتہہ ولا و تمسک کسقدر ہوگا اور اہلبیت کو انکی ساتہہ نظر عنایت و محبت کسدرجہ ہوگی تا آنکہ جناب حضرت فاروق نے غزوہ روم مین خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپنے یہہ مشورہ دیا جو نہج البلاغۃ مین موجود ہی - ومن کلام لہ وقد شاورہ عمر بن الخطاب فی الخروج الی غزو الروم وقد توکل اللہ لاہل ہذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی نصرہم وہم قلیل لا ینتصرون ومنعہم وہم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متی تسر الی ہذا العدو بنفسک فتلقہم فتنکب لا یکن للمسلمین کانفۃ دون اقصی بلادہم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیہم رجلاً محرباً واحفز معہ اہل البلاء والنصیحۃ فان اظہر اللہ فذاک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردأ للناس ومثابۃ للمسلمین - انتہی اب اس شوری کے الفاظ مین غور کرنا چاہیے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ باہم کسدرجہ اتحاد و نصح تہا اور جناب امیر جناب فاروق کو کانفۃ المسلمین اور ردأ للناس و مثابۃ للمسلمین سمجہتے تہی اور آپ یہہ بہی خیال

کرسکتے ہیں کہ اگر حضرت فاروق شہید ہوگئے تو بعد آپ کے فوج اسلام کا کوئی مرجع وملجا نہوگا
اسلئے جب حضرت فاروق رضؓ نے خود بنفس نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا اور جناب امیر سے
مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اوسکی جواب میں جو کچھہ فرمایا نہج البلاغۃ سے نقل کرتا ہوں

سلہ ومن کلام لہ ع وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس
بنفسہ ان ہذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا بقلۃ وھو دین
اللہ الذی اظہرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع
ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر
مکان النظام من الخرز یجمعہ ویضمہ فان انقطع النظام تفرق وذہب ثم لم یجتمع
بحذافیرہ ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فہم کثیرون بالاسلام عزیزون
بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلہم دونک نار الحرب
فانک ان شخصت من ہذہ الارض انتقضت علیک العرب من اطرافہا
واقطارہا حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اہم الیک مما بین یدیک
ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا ہذا اصل العرب فاذا اقتطعتموہ
استرحتم فیکون ذلک اشد لکلبہم علیک وطمعہم فیک فاما ما ذکرت
من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان اللہ سبحانہ ہو اکرہ لمسیرہم منک وہو
اقدر علی تغییر ما یکرہ واما ما ذکرت من عددہم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرۃ

سلہ اور منجملہ آپکے کلام کے جبکہ عمر بن خطاب نے اہل فارس سے لڑائی کرنے میں خود جانے کا مشورہ کیا اس دین کی فتح و شکست کچھہ کثرت
وقلت پر نہیں ہی اور یہہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکا لشکر ہی جسکو بڑہایا یہانتک کہ جہان پہنچنا تہا پہنچا اور جسجگہ سے طلوع ہونا تہا
ظاہر ہوا اور ہم اللہ کی وعدہ پر ہین اور اللہ تعالی اپنی وعدہ کا پورا کرنیوالا اور اپنی لشکر کا مددگار ہی اور امام منزلہ دہاگہ کی ہوتا ہی لڑی مین کہ اوسکو
اکہٹا کرتا ہی اور ملاتا ہی اور اگر لڑی ٹوٹ جاتی ہی تو پوتھین پراگندہ ہوجاتی ہین اور جاتی رہتی ہین پہر سب کے سب کبھی فراہم نہین ہوتے
اور عرب اسوقت اگرچہ تعداد مین قلیل ہین لیکن اسلام کیوجہ سے کثیر ہین اور اپنی اتفاق کے سبب سے عزت و شوکت والے ہین تو تو کلی بنکر عرب سے
چکی چلا اور انہی آڑ مین لڑائی کی آگ بہڑکا کیونکہ اگر تو خود اس سر زمین سے اوٹہیگا تو ہر طرف عرب اوسکی کنارونسی ٹوٹ پڑینگی یہانتک کہ تو جو کچہہ پیچہی
حفاظت کے قابل چہوڑ جاویگا وہ زیادہ مہتم بالشان ہوجاویگا اوس سے کہ جو تیری سامنی ہی اور عجمی اگر کلکو تجکو دیکہینگی تو کہینگی یہہ اصل

وانماکنا نعاتل بالنصر والمعونة — انتہی جناب امیر کے اس کلام سے جسقدر خوبیان اہلسنت کے
لیے حاصل ہوئی اور جسقدر دلائل ثبوت حقیت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہ کے لیے پیدا ہوئی
اونکی بیان تفصیلی کے لیے تو ایک دفتر چاہیے یہہ رسالہ اوسکی گنجایش نہین رکہتا یہان
اسقدر گذارش کرنا ہی کہ اس کلام سے اندازہ کرلینا چاہیے کہ فیمابین جناب امیر وجناب فاروق
کس درجہ اتحاد وربط وضبط تہا اور یہہ بہی سمجہنا چاہیے کہ جناب امیر نے اوسوقت کے اسلام کو
بزعم شیعہ خواہ وہ ارتداد تہا یا طغیان اور خواہ فسوق تہا یا عصیان وہ دین فرماتے ہین کہ جسکے
غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کریم نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تہا اور
غایت رسالت تہی هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ارشاد ہوا تہا اور اوس دین کو اوس دین سے تعبیر فرماتے ہین
جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تہا اور اس دین کو جسپر خلفاء تہی اور جسکی
تائید وتقویت کرتے تہی جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اوسوقت کے اہل اسلام
کو خواہ معاذ اللہ مرتدین یا کافر اور خواہ ناکثین ومارقین اور غاصبین وناصبین عداوت اہل بیت ہی
یا فی جند اللہ اور خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالی کے وعدہ کے منتظر ہین یعنی اوسکا وقت
یہہ ہی جو کہ خداوند تعالی نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ تمامہ یہہ ہی جسکی شرح اسنے چند جگہ
تشریح کی ہی[۱] وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم
من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک
فاولئک ہم الفاسقون اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالی اپنے وعدہ کو جو ہم سے کیا ہے

---

[۱] وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم مین سے ایمان لائے اور کیے نیک کام البتہ پیچہے حاکم کریگا اونکو زمین مین جیسا
حاکم کیا تہا اون سے اگلون کو اور جمادیگا اونکے لیے اونکا دین جو پسند کردیا اونکے واسطے اور دیگا اونکو ڈر کے بدلے مین بس میری بندگی
کرینگے میرا شریک نہ کرینگے کسیکو اور جو کوئی ناشکری کریگا اسکے پیچہے سو وہی لوگ ہین بے حکم۔ قرآن — ۱۲

ظہور پذیر فرمائیگا اور اپنی لشکر کو جو یہہ موجود ہی بے شک مظفر و منصور کریگا چنانچہ جیسا کہ جناب
امیر نے فرمایا تھا اوسکے مطابق واقع ہوا خداوند تعالے نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھون
تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے
دین مرضی کو تمکین دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو امن سے بدل دیا دو سلطنتین عظیم الشان
کسری و قیصر کے جو پہلو مین تھی جنکا سخت خوف تھا اور ہر وقت کھٹکا رہتا تھا پامال
ہوگیئی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف مین آگئی اسلام کے نور نے مشرق و مغرب مین اطراف و اکناف
عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر دور ہوگئی پس یہہ سب کچھہ اگر خلافت راشدہ کا ثمرہ
نہین ہے تو کیا ہی اوسکی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیم بالامر فرمایا اور فرمایا کہ اگر عمر [illegible] شہید
ہوگئی تو یہہ اجتماع ہرگز نہو سکیگا اوسکی بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین کثرت فوج و سپاہ پر نہین لڑا کرتے تھے بلکہ خداوند تعالی کی امداد و اعانت پر
کفار سے لڑا کرتے تھی اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہے وہی اسلام کے سپاہ ہی جسکی خداوند
تعالے نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد
مقصود ہے۔ تو پھر اب کیون خدا تعالے کی نصرت کے بھروسہ پر قتال نکیا جاوے پس جو
کچھہ حضرت امیر نے اسجگہ فرمایا عاقل منصف اسمین غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
اور اونکی خلافت کے کسقدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کسقدر اونکی حقانیت کو
بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ یہہ ہے کہ اوسکی ناقل بھی حضرت شریف رضی جیسی غالی
شیعی ہین۔ ہمکو اسجگہ خوف اطناب و تطویل ہے ورنہ ہم اونکی تصدیق کے لیے تمام و کمال عبارت
کمال الدین بحرانی کی شرح سے جو اوسکے متعلق ہے نقل کرتے اب بھی جنکو تفصیل کا شوق
ہو وہ علامہ بحرانی کی شرح کبیر کو مطالعہ فرماوین۔ رابعاً نہج البلاغہ کی اوس خطبہ
کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ الی معویۃ فاراد قومنا قتل
نبینا الخ علامہ ابن میثم نے اوس خط کی دو عبارات نقل کی ہین جو آنکی شریف صادق [illegible]

نہج البلاغۃ میں حذف فرمالی - وہی ہذہ وذکرت ان اجتبیٰ لہ من المسلمین اعوانا ایدہم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا — انتہی

بسبب جناب امیر کی اس کلام کو تامل دیکھی اور سوچی کہ جناب نے شیخین کے فضائل ومناقب کس درجہ تاکید شدید کے ساتھ قسم کھا کر بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجھکو اپنی عمر وزندگانی کی قسم تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام میں البتہ عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ میں ختم فرادی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھ اور جملہ اسمیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور لام کے ساتھ مؤکد کیا تاکہ منکرین کو گنجایش انکار کی کسی راہ سے باقی نرہی جمیع جہات سے انکار کا رستہ مسدود ہو جاوے اور فرمایا کہ اونکا انتقال اسلام میں سخت زخم ہی خدا اون دونو پر رحم فرماوی اور اونکی نیک کاموکی اونکو جزا عطا فرماوی خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین کے انتقال کو اسلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اون رذائل کی ساتھ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور مصدر اون اعمال کے ہوں جنکی حضرات شیعہ مدعی ہیں تو جناب امیر کا یہہ ارشاد سراسر کذب ہوگا اور اونکا انتقال ہرگز اسلام میں زخم نسمجھا جائیگا بلکہ اونکا وجود اسلام میں زخم ٹھہریگا — لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہی پس ثابت ہوا کہ جو کچھہ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ ثقلین کے مخالف ہی اور ضلالت ہی اور جو کچھہ اہلسنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق ثقلین کے ہے خامسًا جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم (جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے تہیں) کا نکاح خلیفۂ ثانی سے کردیا چنانچہ کمال اتحاد ومحبت کی ذات جلیل ہے اگر حضرت فاروق اعظم

بحیثیت دین ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو ممکن نہ تہا کہ جناب امیر سے جبراً و ظلماً جیسا کہ شیعہ کا
زعم ہے اس کام کو کرا سکتے اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھہ ہماری مجیب نے تحریر فرمایا ہے
اسکا جواب مفصل ہم آئندہ انشاء اللہ تعالے اوسی موقع پر عرض کرینگے سادساً حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بینات سابعاً فرماتے
ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسی رضا سے روایت کی ہے
عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ
السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد اور تفسیر امام حسن عسکری سے نقل
کرتے ہیں پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلۃ السمع
والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات سے صاف واضح ہے کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تہا اور اسی سے قیاس کرلینا چاہیے کہ خدا تعالے کی جناب میں
اونکی کیسی قدر و منزلت ہوگی تو جب انکا یہہ مرتبہ ہے تو اہل بیت کو اونکے ساتھہ کس قدر محبت ہوگی اور
اونکو اہلبیت کے ساتھہ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھہ فضائل و مناقب ایک دوسرے
کی نسبت فرماتینگے وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہونگے نہ از راہ تقیہ کذب اور زور - ساتویں خاتم
المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر اللآلی ابن جمہور وغیرہ سے نقل کیا ہے
ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر وفیہم العباس وعقیل
ابن عمہ فاستشار ابا بکر فیہم فقال قومک والملک استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم
وخذ الفدیۃ یقوی بہا اصحابک وقال عمر نبذ وک واخرجوک نخذ بہم
واضرب اعناقہم فانہم ائمۃ الکفر ولا تاخذ منہم الفداء مکن علیاً من عقیل
وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللبن ویقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

من الحجارة ومثلك يا ابابكر مثل ابراهيم اذ قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني
فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر على الارض من
الكافرين ديارا انك ان تذرهم يضلوا عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفارا ثم
قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فاديتم ويستشهد منكم بعدتهم قالوا بل ناخذ
الفداء فاستشهد بعدتهم باحد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس ارشاد سے دیکھا چاہیے کہ شیخین کا مرتبہ کسقدر عظیم وجلیل ثابت ہوتا ہے جب شہادت
سید الانبیاء والرسل علو مرتبہ شیخین کا یہان تک پہونچا کہ اپنی ذاتی اوصاف مین اولوالعزم
رسل کے ساتھہ تشبہ حاصل ہوا تو پہر اسکی بعد کونسی فضلیت باقی رہگئی سو جب شیخین کے اوصاف
وکمالات وملکات نفسانی اسقدر رفیع المنزلت ہوئی اور اونکا اسلام مین یہہ رتبہ ہوا
تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ اونکو اہلبیت نبوت کی ساتھہ کیا تعلق ہوگا اور اہل بیت کو اونکی
کی ساتھہ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کرسکتا ہے کہ جنکی کمالات کمالات نبوت کی ساتھہ
مشابہہ ہون وہ منافق وفاجر ہون یا وہ غاصب خلافت ہون یا وہ اہلبیت کے
توھین وتذلیل کرین اگر وہ فی الواقع ایسی ہون تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپکے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا
بہی منافق وغاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جسمین شیخین کو تشبہ بانبیا کا تمغہ
عطا فرمایا مطلق مشورہ فرمانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اُسارئ بدر کی بابین
اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفا کو جناب رسالت مین کمال قرب حاصل تہا اور
بمنزلہ وزیرین کی تہی کہ آپ حسب ارشاد وشاورهم فی الامر مہمات امور مین انسی مشورہ لیتی تہی پس
جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ قرب ومنزلت حاصل ہوا انکو بدی
کی ساتھہ یاد کرنا اور دشمن اہلبیت نبوت اعتقاد کرنا کسقدر اسلامی طریقہ سے بعید ہے
نعوذ باللہ من ذلک تتمہ تفسیر مجمع البیان مین سورہ واللیل کے تفسیر مین

اور ان سے مشورہ لے شریک ہین

تحت قوله تعالے وسیجنبها الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکی کے لکہا ہی
وعن ابن الزبیر ان الآیة نزلت فی ابی بکر لانه اشتری الممالیک الذین
اسلموا مثل بلال وعامر بن فهیرة وغیرهما فاعتقهم والاولی ان یکون
الآیات محمولة علی عمومها فی کل من یعطی حق الله من ماله وکل من یمنع
حقه سبحانه تاسعاً آیات بینات میں مجمع البیان سے نقل کیا ہے قال الله تبارک
وتعالے والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون قیل الذی
جاء بالصدق رسول الله وصدق به ابوبکر عن ابی العالیة والکلبی عاشر جب حضرت ام المومنین عایشه
رضی الله عنها کے برائت نازل ہوئی اور منجملہ اون لوگونکے جنہوں نے افک کے بابمیں کلام کی تہی
مسطح بن اثاثہ تہی تو ابوبکر صدیق رضی الله عنه نے اسکی پاداش میں وہ نفقہ کہ جو مسطح پر کیا کرتے
تہی بند کر دیا تو اوسپر حق تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی ولا یاتل اولوا الفضل
منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله و
لیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم اس آیت شریف
میں حق تعالے شانہ نے ابوبکر صدیق کو اولوالفضل ہونے سے تشریف بخشی اور خلعت فضیلت
عطا فرمایا منتہی یہی چند دلیلہا حضرت صدوق کا جو ان ہر سہ آیات کے جواب میں ہے
قابل مطالعہ اہل فہم و دانش ہے ہمکو تطویل مانع ہے ورنہ اونکی رسالہ امامت سے وہ جواب
نقل کرتے اور اہل فہم وانصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہہ سلسلہ جاری رہا تو
انشاء الله تعالے عرض کرینگے غرض بحول الله وقوته بشہادت کتاب الله
سے اور ارشادات رسول الله صلعم سے اور افادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہوا
کہ جناب شیخین رضی الله عنہما خدا اور رسول خدا کی نزدیک مقرب اور صاحب مراتب رفیعہ
اور مدارج عالیہ تہی اور اہلبیت کی ساتھہ باہم محبت و نصح رکہتے تہی چنانچہ حسب نقل
مولانا مولوی حیدر علی رحمة الله علیہ آپکی مولانا باقر مجلسی بحار میں فرماتے ہیں

کہ جناب امیر نے بارہا قسم شرعی کہا کر فرمایا کہ میری اُن میں کوئی عداوت باعتبار دلائل
شیخین کے نسبت نہیں ہے تو جسقدر اُنکی مناقب وفضائل زبان مطہرہ ائمہ کے بیان کئے ہیں
وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہیں تقیہ پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتی اور یہہ بھی ثابت
ہوا کہ جو کچھہ قبائح و ذمائم سے حضرات ثلثہ اُنکی دامنہائی پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ
سراسر خدا اور رسول و ائمہ کے تکذیب اور دین و اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء رضی اللہ
عنہم کے فضائل و مناقب و علو مرتبہ عند اللہ والرسول اور محبت و الفت باہم اہلبیت کے
ساتھہ ثابت ہو چکی جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے تمہید اور فی الحقیقت ثبوت
خلافت کے لیے برہان موثق اور مزید تقویت و تائید تھی تو اب ہم ثبوت حقیقت خلافت
خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب و سنت و اقوال ائمہ سے مختصر بیان کرتے ہیں
لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے نزدیک اُنکی عقل سب پر مقدم و حاکم ہے اسلیے ہم اول
دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مثل مہر نیم روز کے ثبوت حقیقت خلافت ہوجاوے
پس واضح ہو کہ امامت مثل نبوت کے اصول دین میں سے ہے اور تالی نبوت ہے جن اوصاف
خاصہ اور خواص مہمہ کے ساتھہ نبوت مخصوص و متصف ہے اُنہیں اوصاف و خواص
کے ساتھہ امامت بھی متصف ہے یہی وجہ ہے کہ عصمت و افضلیت و نص جو شرط
نبوت ہی تو شرط امامت بھی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اسپر اتفاق ہے اور خصوصاً
ہماری فاضل مجیب نے شروع جواب میں اسکا اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
ہرسہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر ہی گذارش کافی تھی کہ جب امامت تالی مرتبہ
نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں وہی بعینہ
یا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی) اور نیز یہہ کہ امام اور نبی میں کچھہ فرق نہیں
تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اسم نبوت اور نزول وحی میں فرق ہے
چنانچہ آپکے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں بتقریب ذکر

دلیل اول بر اثبات خلافت خلفاء ثلثہ

محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی ورق نمبر ۱۶۲ پر فرماتے ہیں یعنی بیشک امام
قائم مقام نبی است در جمیع امور مگر در ختم نبوت و نزول وحی - اس سے بدلالت مطابقی
ثابت ہے کہ امام نبی کے تمام اوصاف میں شریک ہے سوائے ختم نبوت اور نزول وحی کے منصب
ہدایت امت جیسا نبی کے ساتھ منوط ہے ویسا ہی امام کے ساتھ مربوط ہے اور حفظ شریعت
جس طرح نبی پر موقوف ہے اسی طرح بعد نبی کے امام پر ہی منحصر ہے اور جس طرح نبوت لطف
خداوندی ہے اور خدا تعالیٰ سے مربوط ہے اسی طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ ہے اور اس پر
واجب ہے اور جیسے نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کے کسی کے بنانے سے
نہیں بن سکتی اسی طرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ لوگوں کی اجتماع سے نہیں ہو سکتی
اور جس طرح نبی کے ساتھ معارضہ اور مخاصمہ نہیں کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا
اسی طرح امام کے ساتھ معارضہ و مخاصمہ نہیں کر سکتے کوئی اس پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا
بالجملہ قطع نظر ان اوصاف کے جن کا بہت بڑا تعلق نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
چھوٹی چھوٹی اور جبلی اوصاف میں بھی اشتراک و اتحاد ہے چنانچہ جیسا نبی کا دل بیدار
اور آنکھیں خفتہ ہوتی ہیں اسی طرح امام بھی بیدار دل اور چشم در خواب ہوتا ہے جیسا نبی کے
سایہ نہیں ہوتا امام کے بھی سایہ نہیں ہوتا جیسا نبی آگے پیچھے سے یکساں دیکھتا ہے
اسی طرح امام بھی آگے پیچھے سے برابر دیکھتا ہے جیسا معجزہ اور مستجاب الدعائی
نبی کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا نبی محتلم نہیں ہوتا امام بھی محتلم
نہیں ہوتا علیٰ ہذا القیاس بہت سے ایسے اوصاف و خواص ہیں کہ جن میں نبی و امام باہم
مشارک ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحیثیت ریاست عامہ دینوی و دنیاوی خلق کے ساتھ
عائد ہوتا ہے اور ان میں کوئی وصف ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہ ہو الا اطلاق
اسم نبوت سو یہ ایک لفظی امر ہے کہ جو راجع الی الاصطلاح ہے ورنہ لغۃً یہ اطلاق بھی صحیح ہے
لفظ امام تو قطعاً عام ہے جس کا اطلاق لسان شرع میں انبیاء پر بھی کیا گیا ہے

اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث انبیاء کے ساتھ مختص ہی ائمہ میں
نہیں پایا جاتا ہی لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم باطل ہے کیونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر کو
آنحضرت محدث تو فرماتی ہی ہیں اور محدث حسب تصریح محمد بن یعقوب الکلینی اسکا نام ہے
کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اوسکی آواز سنے لیکن اوسکی صورت کو نہ دیکھے پس اگر اسکا نام وحی
نہیں ہے تو یہ امر بھی راجع اسکے الاصطلاح ہے اور نزاع لفظی ہے غرض یہ کہ صفت
یہ دو وصف ایسی ہیں کہ جنہیں انبیاء سوائی ائمہ کے منفرد ہیں۔ اور جبکہ اتحاد و اشتراک
فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ مخصوص اوصاف نبی کے ایک یہ بھی وصف
ہے کہ انبیاء کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابل میں متنبی نبوت کا جھوٹا دعوی
کرنیوالا ہرگز اپنی دعوی میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بمقابلہ معجزات نبوی کے اسکے
سب استدراجات منقلب اور منعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا جھوٹا دعوی کرنیوالا ہمیشہ
انجام کار مخذول اور مقہور ہوتا ہی اور ہرگز فروغ نہیں پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
آجتک کوئی نظیر ایسی نہیں ملتی کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا جھوٹا دعوی
کیا ہو اور وہ اپنی دعوی میں کامیاب ہوا ہو مسیلمہ کذاب اسود عنسی سجاح وغیرہ کے
قصص و حکایات تاریخ کے واقفوں پر مخفی نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالے بمقابلہ
اپنی نبی رسل کے جھوٹے مدعی کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو تحقیق تلبیس ہو خداوند
تعالے شانہ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہی وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا
يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ
جسکا حاصل یہ ہی کہ خداوند تعالے جھوٹی مسرف کے ہاتھ پر بینات اور معجزات کی مدد
نہیں کرتا کہ نبوت کا جھوٹا دعوی کرکے کامیاب ہو جاوے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی کا

له اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو پڑیگا اوسپر اوسکا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمپر پڑیگی کوئی وعدہ جو وہ کرتا ہے بیشک اللہ نہیں
دکھاتا اسکو جو ہو حد سے گذر نیوالا جھوٹا ۔ ۱۲

دعوی کذب نہین ہو سکتا کیونکہ اگر یہہ دعوی کذب ہوتا تو یہہ معجزات اسکی لیے اور بینات ظاہر نہوتے اور خدا تعالے ان پر قدرت نہ دیتا۔ صاحب تفسیر صافی اسکی تفسیر مین لکھتے ہین[1] قیل احتجاج ثالث ذو وجھین احدھما انہ لو کان مسرفا کذابا لما ھداہ اللہ الی البینات ولما عضدہ بتلک المعجزات اور جب نبوت اس صفت کے ساتھہ متصف ہی اور نبی کے ساتھہ عادت اللہ جاری ہے کہ متنبی ہمیشہ مخذول ہوتا ہے تو چونکہ امامت بھی تمامی اوصاف مہمہ مین نبوت کے ساتھہ متحد ہی اور مقاصد مین اوسکی شارک ہی تو امامت بھی لامحالہ اس صفت کے ساتھہ متصف ہوگی اور امام کے ساتھہ بھی یہہ بھی عادت اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نیابت رسول اور امامت کا جھوٹا دعوی کرے وہ ہرگز اپنے دعوی مین کامیاب نہوگا اور مخذول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہو تو قطع نظر اون مفاسد بیشمار و قبائح غیر متناہی کے جو اس تلبیس سے لازم آتی ہین اشتراک فی الاوصاف اور اتحاد و اختصاص جو نبوت کے ساتھہ ہی وہ فوت ہو جاویگا تو ضرور ہوا کہ امامت کی لیے بھی یہہ وصف لازم ہو اور امام مین بھی یہہ خاصہ پایا جاوے بعد اسکے ہم جناب سالتمآب صلوات اللہ علیہ و سلامہ کے خلفا مین بموجب اس قاعدہ کے تامل کی نظر سے دیکھتے ہین بعد اس امر کے کہ ہم فرضاً حسب زعم شیعہ تسلیم کرتے ہین کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق اور خلیفہ راشد جناب امیر تھی تو بداہتہ یہہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہون تو جو لوگ بالمقابل کذبا و عدوانا مدعی خلافت ہوئے وہ مخذول و مطرود ہون اور اونکی خلافت ہرگز مسلم نرہی بلکہ اونکا انجام خواری و خرابی دنیا ہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات مین نظر کرتے ہین تو معاملہ بالعکس پاتی ہین اور قصہ منقلب دیکھتے ہین اور وہ یہہ کہ بعد وفات جناب سرور

---

[1] کہتے ہین کہ یہہ تیسرا استدلال ذو وجھین ہی ایک تو یہہ کہ اگر موسی مسرف کذاب ہوتا تو اللہ تعالے اوسکو بینات کیطرف ہدایت نکرتا اور ان معجزات سے اوسکو تقویت ندیتا ۔ ۱۲

کائنات علیہ وعلی آلہ افضل التحیات و اکمل التسلیمات جناب امیر کے سامنے اور انکی حیات ہی میں تین شخص
یکے بعد دیگرے مدعی خلافت ہوئے اور امامت کا دعوی کیا اول ان تینوں سے ابوبکر صدیق
ہیں۔ دوسرے عمر بن الخطاب۔ تیسرے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دو حال
سے خالی نہیں کہ یا یہہ تینوں حضرات اپنے دعوی میں کاذب تھے یا صادق اگر کاذب
تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنے دعوی میں کامیاب نہوتے۔ بلکہ مخذول ہوتے۔ لیکن بمثل
روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دعوی امامت میں ایسے کامیاب ہوئے کہ امام برحق سے بھی
زیادہ بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے اس دعوی کی تصدیق اسلام کے نمایاں ترقی
کرکے ایسا ظاہر کیا کہ اپنے دعوی کو بلاشبہ مبرہن کر دیا اور خداوند تعالے نے انکو وہ
قدرت دی کہ دینی اور دنیاوی ترقیات اسلامیہ میں اپنے رسول کا جارحہ ہوئے تفصیل اسکی
یہہ ہے کہ اسلام کے دو ترقیں ہیں اور دو جہتیں ہیں ایک جہت دینیہ کی ترقیات اور دوسری جہت دنیاویہ
ترقیات جہت دینیہ میں تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع و رواج ہو حدود
وقصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب الجہاد کا درس ہو کفر و کفار نگونسار ہوں اور
کلمۃ اللہ ہی العلیا صادق آوے شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور علی ہذا القیاس اور ترقیات
جہت دنیاویہ کے یہہ صورت ہے کہ مثلاً مال و دولت کے اہل اسلام میں کثرت ہو اور بنیاد ملک
داری اہل اسلام ہوں سلاطین باجگذار اسلام ہوں قریے و امصار و ولایات اور قطائع
و جاگیرات اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں آتے ہوں و غیر ذلک اب ہم دونو اسلامی
حالتوں کی ترقی کو جو زمانہ خلفاء ثلثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اہل اسلام کے دونو حالتوں کی ترقی زمانہ خلفاء ثلثہ میں اوج کمال پر پہونچ گئی تھی پھر جب
ہم دعوی خلافت کے ساتھہ وجود خلافت میں غور کرتے ہیں تو تین طرح سے پاتے ہیں
اول تو یہہ کہ خداوند تعالے نے ان خلفاء کے واسطے ہی گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو
پھیلایا اور دین اسلام کو انکے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار نگونسار ہو کر کلمۃ اللہ ہی العلیا کا مصداق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی کی سعی کا نتیجہ ہے غرض جو اصلی غرض ارسال رسل اور نصب خلفا سے تہی کہ دین اسلام کو شیوع و رواج ہو وہ بخوبی خلافت ثلاثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالے نے انکو ان مہمات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہہ حضرات اپنی دعوی خلافت مین کاذب ہوتی تو ممکن نہ تہا کہ وہ بمقابلہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعوی مین کامیاب ہوتے اور حق تعالے انکو مقاصد خلافت کے حصول پر تمکین دیتا۔ دوسری یہہ کہ اسلام کی شوق دنیاوی کے ترقی بہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پہونچ گئی اور خزائن کسری قیصر جنکا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کہودنے کے وقت فرحت و انبساط کے ساتہہ فرمایا تہا ان ہی خلافتوں کی بدولت اہل اسلام کے ہاتہہ آئی بلکہ ہر چہار طرف سے اموال لوٹ پڑی اور خزائن کے موںہہ کہول گئی اگرچہ صرف دنیاوی ترقی حقیت کی عموماً دلیل نہین ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوندی کو متضمن ہی جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز بانضمام ترقی دینوی البتہ قطعاً ثبوت حقیت خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہہ کہ انکے زمانہ خلافت مین انکی خلافتون کو تمام اقاصی و ادانی نے اور عزیز اور ذلیل سب نے حق تسلیم کر لیا جس سے ہمارا مدعا یہہ ہی کہ خداوند تعالے نے انکو وہ قدرت و تمکین دی کی تمام حوزہ اسلام انکی مطیع و مسخر و منقاد ہو گیا اور یہہ تسخیر و انقیاد اور یہہ بجا آوری در حصول مہمات خلافت آخر تک یکسان بہ تمکین اللہ تعالی رہی بلکہ الی یوم القیمۃ جماعت عامہ اسلام جنکی شان مین نہج البلاغۃ مین ہی وان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان[۱] اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی شان مین ہی فالزموا السواد الاعظم سوا

[۱] بیشک اللہ کا ہاتہہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تفرقہ باہمی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونے والا آدمیون سے شیطان کے واسطے ہی۔ ۱۲

چنانچہ جنتنشین کی حقیقت خلافت خلفا ثلثہ کے معتقد اور قائل ہیں پس اس سے زیادہ خداوند تعالے کی طرفسے اور کیا تمکین و عطا ہو قدرت ہوسکتی ہی تو اس سے مثل آفتاب کے ظاہر و باہر ہوا کہ یہہ حضرات خلفا اپنی دعوی خلافت میں ایسی صادق تھی کہ اس سے زیادہ کسی کو حاصل نہیں ہوا اور ان امر غاصب کے لیے دعوی کیا جاتا ہی اور مثل یہہ بات اور یہہ کی ثابت ہوا کہ یہہ دعوی جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بلا فصل جناب امیر تھی اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت تھی کہ حق جناب امیر کا بزور غصب کرکے متمتع خلافت ہوگئی محض کذب اور باطل اور لغو اور لاطائل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بلا فصل جناب امیر ہوتے اور خلفا محض جابر و غاصب اور جہوٹے مدعی خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنی دعوی میں کامیاب نہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوئی ہی ان مدعیان خلافت میں بہی جاری ہولی تو اس سے مثل آفتاب نیمروز ثابت ہوا کہ حضرات خلفا رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھی - اب مجکو یہہ خیال ہوتا ہی کہ بعض کم فہم اسوجہ سے کہ اونکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہوئی شاید یہہ اعتراض کرین کہ بہت سی ملوک اسلام مثل امیر معویہ رضہ کے ایسی ہین کہ جنکو خداوند تعالے نے بمقابلہ ائمہ کے کامیاب فرمایا اور اونکو تمکین دی اور صدہا قریٰ و امصار اونکی سعی و کوشش سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے اونکو بہی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیی حالانکہ وہ سلاطین باتفاق فریقین خلفا راشدین میں سے نہین ہین - تو اسکا جواب اول تو یہہ ہی کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہی اگر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی تو اصول شیعہ پر بہی وارد ہوتا ہی اسکا جواب بہی وہی دیوین ہم کب کہتی ہین کہ نبوت و امامت مشترک فی الاوصاف والخواص ہین ہم کب قائل ہین کہ امام قائم مقام نبی الخ - اور جب یہہ مقدمات مسلمہ خصم ہین تو جو اونپر ایراد ہو اوسکا جواب خصم کی ذمہ ہم

ثانیاً مسلم لیکن ہم کہتے ہین کہ بعد خلفاء کے ترقیات اسلامی ہر دو جہت دینوی اور دینی مین کامل طور پر کسی کو تمکین نہین ہوئی اور اگر قدرت و تمکین ہوئی ہے تو صرف دنیاوی ترقی مین جو منافی مقاصد سلطنت سے ہی ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت سے ہے ہرگز حاصل نہین ہوئی اسکو بھی ہم بحول اللہ تعالے و قوتہ آپکی کتب معتبرہ سے ثابت کرسکتے ہین علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نہج البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر مسمّٰی بمصباح السالکین مین اوس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کلام لہ ع لمّا عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیری والله لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ فرماتے ہین فان قلت السوال من وجہین الاول ما وجہ منافستہ فی ہذا الامر الخ الثانی کیف سلم ہہنا عند خوف الفتنۃ ولم یسلم لمعٰویۃ و لطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی حربہم قلت الجواب عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ وبین معٰویۃ فی اقامۃ حدود الله والعمل بمقتضٰی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً۔ ثالثاً ہم گذارش کرتے ہین کہ مدعی امامت کی کامیابی کے لیے اپنی دعوی امامت مین جیسی ترقیات اسلامیہ کے ہر دو شق کے ضرورت ہی اسیطرح یہہ بھی ضرور ہی کہ جماعت عامہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہون اور سواد اعظم امت محمدی نے اوسکو حق تسلیم کر لیا ہو تاکہ اوس جماعت کا اتفاق حجت ہو ید اللہ ہی اور جسکی شان وما کان الله لیجمعہم علیٰ ضلالۃ و یدہم یعنے فرماتے ہین اوس خلافت کے

لہ اگر تو اعتراض کرے سوال دو وجہہ سے ہے اول تو یہہ کہ امامت مین آپکی رغبت کی کیا وجہ ہے۔ الخ۔ دوسری یہہ کہ یہان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کرلیا اور معٰویہ اور طلحہ و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم نکیا مین کہتا ہون پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہی الخ اور دوسری کا جواب یہہ ہی کہ خلفاء ثلثہ مین اور معٰویہ مین اللہ کے حدود کے قائم کرنے مین اور اوسکی امر و نہی کے مقتضا کی موافق عمل کرنے مین فرق ظاہر ہے ۱۲-

حقیت کی ایل ہوجاوی پس جسقدر سنا جین اسلام گذری ہین اونکو کسینی خلیفہ راشد نہین تسلیم کیا نہ اونکو سواد اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود بھی مدعی خلافت نہین ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت مین غلطی سی ہوئی بعد اوسکی آخر اپنی ملوک اسلامی مین ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اونسی یہہ دلیل منقوض نہین ہوسکتی باب دلائل نقلیہ مین پہلی دلیل تائید حق سبحانہ وتعالے سورہ نور مین اوسوقت کے مومنین کو خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہی - وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون حاصل یہہ ہی کہ خدا تعالے نے اون لوگونکو سا تہہ تم مین سی جو ایمان لائے ہین اور عمل صالحہ کیی ہین وعدہ فرماتا ہی کہ اونکو بیشک زمین مین خلیفہ بناویگا جیسا اونسی پہلے لوگونکو خلیفہ بنایا اور البتہ ٹہراویگا اونکی لیی اوس دین کو جو پسندیدہ ہے اونکی واسطی اور بیشبہ اونکی خوف کو امن سی بدل دیگا میری پرستش کرینگے اور کسیکو میری ساتہ شریک نکرینگی اور اسکی بعد جنہون نے اس نعمت کی ناشکری کی پس وہی فاسق ہین اس آیت شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہہ کہ حق تعالے نے بعض مومنین حاضرین عند نزول الآیۃ کی ساتہہ یہہ وعدہ فرمایا ہی من اگر تبعیضیہ ہی تو ظاہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اولا من بیانیہ ضمیر مخاطب مجرور پر داخل نہین ہوتا اپنے ساتہ ہم نے دیکہا ہوگا کہ من تبیینیہ کی علامت صحت وضع لفظ الذی کی اوسکی جگہ ہی اور ظاہر ہی کہ اسجگہ لفظ الذی نہین داخل ہوسکتا اور اگر بتکلف بتاویل بعید اسکو بیانیہ کہا جاوی تاہم مخاطبین کے استخلاف سی بعض کا استخلاف مراد ہی اور چونکہ اوسکا نفع تمام کو شامل ہوتا ہی اسلیی سب پر اطلاق کیا گیا عرف مین شایع ہی جب کسی قوم مین سلطنت ہوتی ہی تو باوجودیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کی سلطنت کہلاتی ہی کیونکہ اوسکا نفع اون سب کی طرف عاید وراجع ہوتا ہی اور فی الجملہ

وہ بھی حاکم ہوتی ہین اب آپ کیا دیکھتے ہین اونی اونی گوری کیسی حکومت کرتے ہین اور اپنی حکومت وسلطنت سمجھتی ہین - علاوہ ازین اگر من تبعیضیہ کے آپ ابطال کے دری ہون اور تبیین ثابت کرین تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدی ع کا استخلاف مراد لیتی ہین وہ باطل ہوگا جو جواب اوسکی طرف سے دیوینا وہی ہماری طرف سے بھی قبول فرماوین - حاضرین عند نزول الآیت سلیے خاص نہ کرین کہ اہل سنت و شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطاب مشافہہ کے لیے موضوع ہو وہ حاضرین کے ساتھہ ہی مختص ہوتی ہے چنانچہ آپکے علامہ شہید ثانی معالم الاصول مین صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہین - وما وضع لخطاب المشافہۃ نحو یا ایہا الناس ویا ایہا الذین امنوا لایعم بصیغتہ من تاخر عن زمن الخطاب وانما یثبت حکمہ لہم بدلیل اخر وہو قول اصحابنا واکثر اہل الخلاف - اور ظاہر ہے کہ یہہ عبارت موضوع المشافہ ہے تو حاضرین کے ساتھہ مخصوص ہوگی دوسری یہہ کہ خداوند تعالی نے وعدہ فرمایا کہ تم مین سے بعض کو خلیفہ بناوینگے اور اسوجہ سے کہ خداوند تعالی کی وعدہ مین بدا اور خلف محال ہے لامحالہ یہہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آویگا - جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو ہو خود محال ہے اب وقوع استخلاف موعود کی دو احتمال ہین اول یہہ کہ وعدہ استخلاف سے یہہ مراد ہے کہ ہم نص یا استخلاف کرینگے اور جب نص یا استخلاف فرمادی تو وعدہ پورا ہوگیا دوسری یہہ کہ موعود یہہ ہے کہ ہم خلیفہ بناوینگے اور نفس استخلاف واقع کرینگے لیکن احتمال اول بوجوہ باطل ہے اول معنی استخلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے کہ امر بالشی عین شی نہین اور نص یا استخلاف عین استخلاف نہین تو اس صورت مین لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھہ فرمادی اور کری کچھہ اور یہہ بھی خلف وعدہ ہے - ہان بعض جگہ

سلہ اور جو الفاظ خطاب مشافہہ کے لیے موضوع ہین مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی صیغہ سے ان لوگون کو شامل نہین ہوتے - جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہین اور اسکا حکم انکی بھی طرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور ہماری اصحاب کا اور اکثر اہل خلاف کا یہہ ہی قول ہے ۱۲ -

سے بذریعہ قرائن خارجیہ استخلاف سے نص بالاستخلاف ہی مراد ہوتا ہے اور یہہ امر کچھہ معارض نہیں۔ ثانیاً بعد استخلاف کے جو امور کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے بمنزلہ نتائج و ثمرات استخلاف کے بیان فرمائے ہیں مثل تمکین دین مرضی کے اور تبدیل خوف کے امن سے وہ بداہتہً مستلزم ہیں کہ وعدہ استخلاف سے مراد نفس استخلاف ہے نہ نص بالاستخلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرع علی الاستخلاف اسیوقت ضروری ہے جبکہ وعدہ نفس استخلاف کا ہو اور اگر نص بالاستخلاف ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نص بالاستخلاف وقوع نفس استخلاف کو ہی مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس استخلاف پر مترتب ہیں کیونکر مستلزم ہوگی کیونکہ اگر حق تعالے نے استخلاف پر نص فرمادی تو یہہ ضرور نہیں ہے کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد اوسکو نامنظور اور اوسپر عمل نکرین چنانچہ حسب مزعوم شیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتب ان ثمرات و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ ثمرات و نتائج بھی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ الٰہی لازم آیا اور یہہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔ ثالثاً حق تعالے شانہٗ نے اس موعود کو اوس فعل کے ساتھہ تشبیہ دی ہے جو گذشتہ لوگون مین پہلے ہوچکا اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگون مین صرف نص بالاستخلاف نہین تہا بلکہ نفس استخلاف تہا تفسیر صافی مین ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض لیجعلہم خلفاء بعد نبیکم کما استخلف الذین من قبلہم یعنی وصاۃ الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہ سے صاف ثابت ہوا کہ وعدہ نفس استخلاف مراد ہے۔ رابعاً حضرات شیعہ اسی آیت کو امام مہدی کے استخلاف پر محمول فرماتے ہین اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس استخلاف اور اوسکی

لہ وعدہ دیا اللہ نے تم مین سے جو ایمان لائی اور نیک کام کئے البتہ خلیفہ بنائیگا انکو ملک مین یعنی بنائیگا انکو خلیفہ تمہارے نبی کے پیچہے "جیسا کہ اگلی لوگون کو خلیفہ بنایا" یعنی انبیا کے اوصیا کو انکا جانشین کیا" ۱۲

نتائج کو نہیں تو یہہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت و غلبہ و شوکت کی ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی - خامسا یہ کہ نص یا استخلاف ہی مراد ہی لیکن لا نسلم کہ نص سے وہی نص مراد ہو کہ جس خصوصیت کی ساتھہ اور ہیئۃ کذائیہ سے حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ نص سے مراد نص جلی ہو یا خفی کسی ہیئۃ کی ساتھہ اور کسی طریقہ کی ساتھہ ہو چنانچہ اہلسنت خلفاء ثلثہ کی خلافت کے لیے نص کے قائل ہیں آپنے ازالۃ الخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اوس سے بخوبی یہہ امر ثابت ہو سکتا ہی لیکن پہر بہی وعدہ تمکین دین مرضی اور تبدیل امن بعد الخوف میں کوئی احتمال نہیں اور اوسکی وقوع میں موعودلہم کے لیے کچہہ شک و تردد نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نص ہے تاہم متضمن وعدہ استخلاف کو ہی اور اوسکا وقوع لازم و متحتم ہے - تیسری یہہ کہ اس استخلاف سے مراد وقوع سلطنت جائرہ جیسی فساق و فجار یا اشرار و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہی جو اجرای شرائع دین و احیاء شعائر اسلام کے لیے ہو اور جس سے عالم میں احیاء مراسم اسلام پایا جاوی اور اسپر وجوہ چند دلالت کرتے ہیں اول یہہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام مہدی کی استخلاف پر محمول فرمایا ہی چنانچہ محمد بن مرتضی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں - والقمی[۱] نزلت فی القائم من آل محمد والمجمع المروی من اہل البیت انہا فی المہدی من آل محمد قال وروی العیاشی باسنادہ عن علی بن الحسین انہ قرأ الآیۃ وقال ہم واللہ شیعتنا اہل البیت یفعل

---

[۱] تفسیر قمی میں ہی کہ یہہ آیت قائم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجمع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں ہے کہا اور عیاشی نے اپنی اسناد کے ساتھہ امام زین العابدین سے روایت کی ہی کہ آپنے یہہ آیت پڑہکر فرمایا کہ خدا کی قسم یہہ لوگ ہم اہلبیت کی شیعہ ہیں - - -

ذلک علی یدی رجل منا وھو مھدی ھذہ الامۃ وھو الذی قال رسول اللہ[1] لو لم یبق من الدنیا الا یوم یطول اللہ ذلک الیوم حتی یلی رجل من عترتی اسمہ اسمی یملاء الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً قال وروی مثل ذلک عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وفی الاکمال عن الصادق فی قصۃ نوح وذکر انتظار المؤمنین من قومہ الفرج حتی اراھم الاستخلاف والتمکین قال وکذلک القائم فانہ تمتد ایام غیبتہ لیصرح الحق عن محضہ ولیصفوا الایمان من الکدر بارتداد کل من کانت طینتہ خبیثۃ من الشیعۃ الذین یخشی علیہم النفاق اذا احسوا بالاستخلاف والتمکین لہم والامر المنتشر فی عہد القائم الی غیر ذلک من الروایات تو ظاہر ہو کر اونکی خلافت تو حضرات شیعہ کے نزدیک منصوص راشدہ ہی تو اگر اس آیت سے استخلاف حق مراد ہی نہین اور خلافت راشدہ پر یہہ آیت دال ہی نہین تو اس کا نزول امام مہدی کے لیے جنکی خلافت راشدہ ہی کیونکر ہو سکتا ہی اور یہہ سب روایات جنمین نزول آیت کا امام غائب عن الابصار ہی تحریر القصار کے لیے بیان کیا گیا ہی اور دعوی کیا گیا ہی کہ اس استخلاف موعود سے مراد استخلاف

---

[1] یہہ وعدہ ہم مین سی ایک شخص کے ہاتھہ پر پورا ہوگا اور وہ اس امت کا مہدی ہوگا اور وہ وہ ہی جسکے لیے رسول اللہ نے فرمایا اگر دنیا سے بجز ایک دن کے باقی نرہیگا تو خداتعالی اوسکو طویل کر دیگا یہانتک کہ ایک شخص میری عترت سے حاکم ہوگا میرا ہمنام ہوگا جیسا دنیا ظلم و جور سے پر ہو گی اسیطرح عدل و انصاف سے بھر دیگا کہا اور ایسی ہی روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہی۔ اور اکمال مین امام صادق سے نوح کے قصہ مین ہو مومنین اونکی قوم مین سے کشایش کے انتظار کا ذکر کیا یہانتک کہ اونکو استخلاف و تمکین دکھلایا فرمایا اور اسیطرح قائم ہی کہ اونکی غیبت کا زمانہ دراز ہوگا تاکہ خالص حق ظاہر ہو جاوی اور ایمان کدورت سے صاف ہو جاوی اون شیعون کے جنپر نفاق کا خوف ہی ہر ایک کے ارتداد کے ساتھہ جنکی خبیث مٹی ہے جب استخلاف اور تمکین اونکے لیے دیکھینگے اور امر پھیلا ہوا قائم کے زمانہ مین ہوگی ۔ ۱۲

امام مہدی کا بھی سب لغو و لاطائل ہو جائیگی تو ثابت ہوا کہ مراد استخلاف سے استخلاف حق اور خلافت
وامامت حقہ ہے اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ بعض روایات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سے
نقل کرتے ہیں کہ مراد استخلاف سے استخلاف و تمکین مہدی علیہ السلام ہے سراسر کذب و افترا ہے تفسیر
صافی میں نقل کیا ہے فی الکافی عن الصادق انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقال ہم
الائمۃ وعن الباقر لقد قال اللہ فی کتابہ لولاۃ الامر من بعد محمد خاصۃ
وعد اللہ الذین امنوا منکم الی قولہ فَاُولٰئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ یقول استخلفکم
لعلمی ودینی وعبادتی بعد نبیکم کما استخلف وصاۃ آدم من بعدہ حتی
یبعث النبی الذی یلیہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا یقول یعبدوننی بایمان
لا نبی بعد محمد فمن قال غیر ذلک فاولئک ہم الفاسقون فقد مکن
ولاۃ الامر بعد محمد بالعلم ونحن ہم فاسئلونا فان صدقناکم فاقروا وما
انتم بفاعلین اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ اول تو استخلاف جو متضمن تمکین فی الارض ہو اوسکا حصول
جبتک سلطنت اور تسلط ظاہری فی الارض حاصل نہو نہیں ہوسکتا دوسری یہہ کہ
تمکین بالآیت خود حکومت ظاہری کو مستلزم ہو رہی ہے کہ اوسکا حصول بدون سلطنت
ظاہری اسکے صرف استخلاف فی العلم سے ممکن نہیں ہے علاوہ ازین مخالف اون روایات کے بھی
جو سابقاً گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق
میں ہے اور اس استخلاف سے استخلاف امام مہدی مراد ہے افسوس کہ یہہ حضرات نہ خدا

سلہ کافی میں امام صادق سے مروی ہے اونسے کسی نے آیت سے پوچھا فرمایا وہ ائمہ ہیں اور امام باقر سے مروی ہے بتحقیق
اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے خاص اماموں کے لیے فرمایا۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ یعنی
فرماتا ہے کہ خلیفہ بناؤنگا میں تمکو اپنے علم اور دین اور عبادت کے واسطے تمہارے نبی کے بعد جیسا خلیفہ بنایا آدم کے
اوصیاء کو اسکے پیچھے یہانتک کہ اوس کے پیچھے نبی مبعوث ہو میری عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک
نہ کرینگے فرمایا میری عبادت ایمان کے ساتھ پرستش کرو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہے جو اسکے سوا کہے
وہ فاسق ہے پس تحقیق تمکین دی ولاۃ امر کو بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اور وہ ہم ہیں پس ہم سے پوچھو اگر تم سے سچ کہیں تو اقرار

درسول سے ڈرتی ہین نہ ائمہ سے حیا و شرم فرماتے ہین اور جو دل چاہتا ہی جسمین اپنی مخلصی
ونجات کی ابحاث علمار سی صورت دیکھتی ہین خدا و رسول و ائمہ پر افترا باندھتی ہین دوسری
یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اس وعدہ کو مومنین عاملین صالحات کے ساتھہ فرمایا ہی اور
قاعدہ ہی کہ حکم معلق المشتق علیۃ ماخذ پر دلیل ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایۃ
صلاح فے العمل اس استخلاف موعود کے علت واقع ہی اور نہایت بدیہی ہی کہ جس موعود
خداوندی کا موقوف علیہ اور جسکی علت ایمان اور اعمال صالحہ ہونگی وہ امر خیر اور حق اور رشد
محض ہوگا اور خداوند تعالے کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب استخلاف کو
بھی حق تعالی نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھہ منوط ومربوط فرمایا ہی تو یہہ استخلاف
استخلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل وعلا شانہ ہوگا۔ تیسری یہہ کہ حق تعالی شانہ
نے اس آیت شریفہ مین صرف استخلاف ہی کا تو وعدہ نہین فرمایا کہ اوسکو سلطنت کے
اور یہی محصول کہ میسر گنجایش ہو بلکہ اوسکی ساتھہ یہہ بھی وعدہ فرمایا کہ اوسکی ساتھہ ہین
ہم اوس دین کی بھی تمکین اونکی لیے کرینگے جو دین کہ ہمارے نزدیک مرضی اور پسندیدہ
ہی اور یہہ وعدہ فرمایا کہ ہم اونکی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن
کے ساتھہ بدل دینگے اب ان وعدون سے صاف ظاہر ہی کہ جو استخلاف کہ ان فوائد کو مثمر و منتج ہو
وہی خلافت جایزہ ہوگی اسکے بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب استخلاف پردہ غیب سے
منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اوسکی ثمرات ونتایج کمال تمکین دین اور زوال خوف اور حصول
امن تام عالم مین شیوع پذیر ہونگی تو لوگ میری عبادت مین مشغول ہونگی اور کسیکو
میری شریک نہین کرینگے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جسمین شریعت
کمال طور پر مروج اور شایع ہوگی اور بدیہی ہے کہ جو خلافت اسکو متضمن ومشتمل ہوگی
وہ راشدہ اور حقہ ہوگی۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک
ہم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمی کے جو شخص اسکا کفران کرین پس وہی

فاسق ہین ظاہر ہی کہ حق تعالے شانہ نے اوس ہی انکار و کفران اور اوسپر پورش و
طغیان کو کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اوسکا بڑی نعمت اور کمال احسان
خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی اسیلیے موقع امتنان مین اوسکو بیان فرمایا پس اگر یہہ
خلافت محض سلطنت اور خلافت جائرہ ہو تو اوسکا انکار تو بجای خود عند الشیعہ واجب
اور اوسکی نقض کی تدابیر لازم و منحتم ہین چہ جائیکہ خداوند تعالے اوسکو موقع امتنان مین
بیان فرمادی اور اوسکی انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سے صاف صریح طور پر معلوم ہوا
کہ جب یہہ استخلاف اسقدر پسندیدہ جناب باری ہی کہ اوسکو موقع احسان و امتنان
مین بیان فرمایا اور اوسکی انکار کو فسق کے ساتھہ تعبیر فرمایا تو وہ استخلاف کمال حقیت و رشد
کی ساتھہ متصف ہوگا - چوتھی یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اس استخلاف کو اپنی ذات
پاک کیطرف منسوب فرمایا ہی کہ ہم خلیفہ بناوینگی اور ہم تمکین دینگی اور ہم تبدیل خوف کی
امن سے ساتھہ کرینگے اور جب اسکا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اسکا ذمہ دار ہوا
پہر اوسنی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جائرہ تھی تو یہہ فعل خداوند تعالے
کا قبیح ہوا تعالے عن ذالک علوا کبیرا پس علی مذہب الشیعہ صدور قبیح نسبت جناب
باری لازم آیا و ہو محال تو معلوم ہوا کہ یہہ استخلاف سلطنت و خلافت جائرہ نہوگی بلکہ امامت
حقہ و خلافت راشدہ ہوگی - علامہ طوسی تجرید مین لکہتی ہین واستغنائہ وعلمہ یدلان
علی انتفاء القبح عن افعالہ[1] اسکی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالے نے خلیفہ بنانیکا
وعدہ فرمایا تو لامحالہ یہہ وعدہ واقع ہونیوالا ہی اب باقی رہا یہہ امر کہ یہہ وعدہ کس زمانہ مین
واقع ہوا اور موعود لہم اس وعدہ کی کون ہین اور یہہ خطاب کسکو ہی سو اسمین تین احتمال
ہین ولا رابع لہا باتفاق الفریقین - احتمال اول یہہ ہی کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ

[1] اور اوسکی بے پروائی اور اوسکا علم اوسکی افعال سے برائی کے دور ہونے پر دلالت کرتے ہین - ۱۲ -

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام فتح مکہ مین ہوا اور آیت سے مراد
استخلاف مومنین کا ہی بجای کفار کے اور موعود لہم اوسکے مومنین ہین جو اوسوقت
موجود تھی یا اون ہی کو خطاب ہی تو دوسرا احتمال یہہ ہی کہ اوسکے موعود لہم حضرت امام مہدی
رضی اللہ عنہ اور اونکی اتباع ہین اور یہہ وعدہ اون ہی کے زمانہ خلافت مین پورا ہوگا
تیسرا احتمال یہہ ہی کہ یہہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الآیۃ کو ہی اور اوسکی موعود لہم
خلفاء اربعہ ہین رضی اللہ عنہم اور یہہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کی زمانہ خلافت مین پورا ہوچکا ہی
اور خداوند تعالی نے بعد وفات جناب رسالتماب صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے آپکی جگہ خلفاء
اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان ہر سہ احتمالون مین جہانتک ہم غور کرتے ہین اور اپنی ایمان و انصاف
سے تامل کرتے ہین تو پہلی دو احتمالونکو غلط پاتے ہین اور تیسری احتمال کو متعین سمجھتے
ہین اگرچہ ابطال احتمال اول پر کسیکو کچھہ چندان تجشم استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ
مفسرین و محدثین شیعہ نے اسکو امام مہدی پر محمول کرکے اور اوسکی نزول کا سورہ متعین کرکے
خود اس احتمال کو باطل کردیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ انظار علماء اہلسنت مین گرفتار
ہوکر میدان فرار تنگ دیکھتے ہین تو ایسی پوچ احتمال اور وا ہی توجیہین پیش کرنے لگتے
ہین لہذا مناسب ہی کہ مختصرا اس احتمال کے ابطال کیطرف بھی اشارہ کیا جاوے اور ضمنا
وتبعا اوسکا ابطال بھی معرض اثبات مین لایا جاوے پس واضح ہو کہ ہر دو احتمالات کا
بطلان ایسا واضح ہی کہ اگر ذرا آیت مین تامل کیا جاوے تو انکا بطلان بے تکلف فہم
مین آسکتا ہی احتمال اول کے ابطال کیلیے پس یہہ ہی وجوہ کافی ہین کہ اولا حق تعالے
شانہ نے یہہ وعدہ مومنین کے ساتھہ فرمایا ہی - اگر مراد اس سے فتح مکہ ہوتا تو یہہ وعدہ حضرت
۲ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ہوتا اور تبعا مومنین بھی اوسمین داخل ہوتے ثانیا یہہ کہ خداوند
تعالے نے فتح مکہ کو بصورت رویا کے دکھلا دیا تھا اور چونکہ انبیاء کے خواب وحی
ہوتی ہے تو پہلی اوسکا وقوع قطعی ہوتا ہی چنانچہ خداوند تعالے نے ارشاد فرمایا

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ
امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون - اور نیز اوسکو فتح کے ساتھ تعبیر فرمایا ہی
وجعل من دون ذلک فتحا قریبا - اور اذا جاء نصر اللہ والفتح - تو اس سے نزد
ذوق سلیم صاف سمجھہ مین آتا ہی کہ یہہ واقعہ دوسرا ہی - ثالثاً ممکن ہی کہ اس آیت کا
نزول بعد فتح مکہ کے ہو - رابعاً مسلمنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم
عند الشیعہ فتح مکہ پر حمل کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ اس صورت مین وعدہ استخلاف کو الذین
امنوا وعملوا الصلحت کے ساتھ مقید کرنا اور تخصیص موعود لہم کے اہل ایمان و صلاح کی
ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا - اور قید الذین امنوا وعملوا الصلحت کی سراسر فضول ہو گی کیونکہ
حسب تصریحات قوم یہہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعد کفار مکہ کے استخلاف جیسا کاملین
فی الایمان اور عاملین صالحات کو نصیب ہوا اوس سے زیادہ اون صحابہ کو نصیب ہوا
کو بزعم شیعہ بدتر از کفار تھی نعوذ باللہ من ذلک اور اگر سب مومنین اور عاملین صالحات
تھی تو مرحبا باالوفاق ہم بہی یہہ ہے کہتی ہین - خامساً ممکن نہین کہ اس آیت کا مورد
فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت مین بعد استخلاف کی جو دو صفتین ذکر فرمائی ہین اونکا
مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہین ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالے اونکی لیے دین
پسندیدہ کو متمکن اور راسخ کریگا اور دوسری فرمایا کہ اونکی مطلق خوف کو امن سے
بدل دیگا اور امن تام حاصل ہو جائیگا اور یہہ دونو امر فتح مکہ کے زمانہ مین حاصل نہین ہوئی
کیونکہ جب دو سلطنتین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تھی پہلو بہ پہلو
لگی ہوئی تہین جنکی ظاہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ مین اہل اسلام کو
کچہہ نسبت نہ تھی تو ایسی دشمنوں کی محاصرہ مین جب تک وہ مغلوب نہون اور اونکی شوکت
و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جا سکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف
امن سے بدل کر امن تام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب مین بہی اسلام شائع نہین ہوا تھا

بلکہ علی عمہم حضرت کی اصحاب اکثر منافقین و کفار و فساق تہی تو ایسی حالت مین کیونکر ین دین اور امن تام کا حصل ہو سکتا ہی تو اس سی بداہتہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد فتح مکہ نہین ہو سکتا۔ شاید اسجگہ ہماری فاضل مخاطب کو یہہ شبہہ واقع ہو کہ حق تعالے نے فتح مکہ کے بیان مین بہی فرمایا ہی آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایام فتح مکہ مین امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت مین مصداق ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کا بہی واقعہ فتح مکہ ہوگا جواب اس شبہہ کا یہہ ہی کہ یہہ شبہہ عدم تدبر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد مین غور نہ کرنے سی ناشی ہوا ہی ورنہ فی الحقیقت اسمین اور اسمین فرق از زمین و آسمان کا ہی کیونکہ آیت سورہ فتح مین اسطرح واقع ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون جس سے صاف واضح ہی کہ اسجگہ امن و عدم خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جسکے معنی یہہ مین کہ جو خوف تمکو دخول مسجد کی وقت کفار مکہ سی بسبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہوتا وہ خوف تمکو دخول مسجد حرام کے وقت نہوگا اور اوس خوف سی تم آمن ہو گی نہ یہہ مراد ہی کہ تمکو اوسوقت امن تام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائیگا یہہ تو سراسر واقع کے اور عقل کے خلاف ہی جب تک دو سلطنتین مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہین ہرگز خوف زائل نہین ہو سکتا اور امن تام حاصل نہین ہو سکتا تو بقرینہ سیاق نظم ماقبل مین ادنے تامل سے مفہوم ہو سکتا ہی کہ اسجگہ امن و عدم خوف سی وہی مراد ہی جو کفار مکہ سے پہلے ہوا اور آیت سورہ نور مین ارشاد فرمایا ہی۔ لیستخلفنہم فے الارض ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا اس نظم کے سیاق سے بداہتہ واضح ہی کہ حق تعالے شانہ نے وعدہ فرمایا ہی کہ اللہ تعالے تمکو جانشین فرمائیگا جسکی سبب سی تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا اور تمہاری دین کو مستقر و متمکن فرمائیگا اور حقیقتہ

کفر و کفار کی شوکت بہی سب ٹوٹ جاویگی اور تمکو خوف کے بدلی امن مطلق ارزانی فرمایگا
جسکو تہوڑی سی بہی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب مین تدبر
کرنے سے سمجہہ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ مین حق تعالے شانہ نے حصول امن اور
زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہی وہ امن تام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت
کسری و قیصر کے ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا
وستبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا پس معلوم ہوا کہ یہہ حصول امن و زوال خوف دوسرا ہی
اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو دسیر حصول نہین کرسکتی تو اس موعود کا فتح مکہ پر
حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بہی نظم کلام سے صاف و صریح ہی کیونکہ
اول حق تعالے شانہ نے یہہ وعدہ الذین امنوا کی شان فرمایا ہی جو حقیقۃً جمع ہی اور باعتبار معنی حقیقی جمع کم سے کم
اسکی صدق کیلئے تین فرد کا ہونا لابد ہی تا کہ معنی حقیقی جمع کے صادق آوین جیسا صاحب مسلم الاصول نے کہا ہی
فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع الثلثۃ علی الاصح وقیل اقلہا اثنان
پہر کیف اقل مراتب صیغہ جمع کے لئے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہین پس اگر ایک فرد پر
محمول کیا جاویگا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی المجاز جب تک حمل علی الحقیقۃ
متعذر نہو جائز نہین ہے اور یہان کوئی قرینہ قائم نہین ہے کہ جو معنی حقیقی سے صارف
ہو صیرورت الی المجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد ہین
جائز ہوا ثانیا یہہ وعدہ حق تعالے شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتہہ فرمایا
چنانچہ ارشاد وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم یعنی خدا نے
وعدہ فرمایا ہے تم مین بعض اون لوگونکے لیے جو مومنین اور عاملین صالحات ہین کہ انکو
اپنی رسول کا جانشین وخلیفہ بناویگا تو یہہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابق مین مسلم سے
گذارش ہو چکا ہی وما وضع لخطاب المشافہۃ لا یعم بصیغتہ من تأخر عن زمن الخطاب

لہ فائدہ صیغہ جمع کے مراتب کا کم درجہ تین ہین اور بعض کہتے ہین دو ہین - ۱۲ -

اور یہ بھی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سے نہیں ہیں اور اونکی خلافت کے حق ہونے
پر کوئی دلیل دلالت کرتی ہے تو یہ آیت اونکی خلافت پر جب قاعدہ محمول ہو سکی
تا کہ خداوند کریم جل و علا شانہ نے اس استخلاف کو اوس استخلاف کے ساتھ تشبیہ دی ہے
جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے اونکی خلفاء اونکی جانشین
ہوتی تھی اور اونکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقیماندہ نبوت حق تعالے اونکے
ہاتھوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین اونکے بعد
خلیفہ ہوتے تھے اور مہمات خلافت کو سرانجام فرماتے تھے چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام
کے بعد حضرت یوشع اونکے خلیفہ اور جانشین ہوئے پس اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی خلافت آپکے بعد گذرنے دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ
رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و ناتمام ہوگی
کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت راشدہ متمکن نہوئی اور آخر تک دشمنان
دین کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء اونکے بعد ہی متمکن ہوگئے تھے تو اس سے بداہۃً
معلوم ہوتا ہے کہ آپکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت بہ نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہے اگر دس
پانچ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور ایسے رسول کا جو افضل الرسل ہے تمام زمانہ امتداد
نبوت میں بعد دو ہی چند سال کے فقط ایک خلیفہ کو تمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ
شقاق و کفر و فسق سے مملو رہے تو وہ استخلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور اون انبیاء کے
کیونکر ہمپلہ ہو سکتا ہے کہ جنکے خلفاء و اوصیاء اونکی تتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً تجدید
دین اور احیائی شریعت کرتے رہے اور یہ تشبیہ کیونکر تام ہو سکتی ہے اور باقی ائمہ
جب اونکو تمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و مختفی رہے وہ خود بیں سے ساقط
ہوگئے کیونکہ اونکا وجود و عدم برابر ہوگیا تو اس تشبیہ سے صاف بداہۃً ثابت ہوا کہ اس
استخلاف سے استخلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہے جو بعد رسول اللہ صلی ا

علیہ وسلم کے متصلاً متتابعاً ہوا اور خدا تعالے نے اوسکو تسلط اور تمکین عطا فرمایا اور اوس سے عالم میں دین شیوع پذیر ہوا اور وہ استخلاف بحسب استخلاف خلفاء اربعہ کے اور کا نہیں اور اوسکی اتصال و قرب پر وہ روایت بھی دلالت کرتے ہیں جو صافی میں اوسی آیت کے تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع[1] عن النبی علیہ السلام قال زویت لی الارض فاریت مشارقہا و مغاربہا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا آپنے نحو کی چھوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سین استقبال قریب کا فائدہ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہہ تمام مشارق و مغارب زمین کے جو حضرت کو دکھلائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام میں داخل ہونگی اور دوسری روایت جو صافی میں مروی ہے وہ بھی ہیکا گویا مصداق ہے قال و روی[2] المقداد عنہ انہ قال لا یبقے علے الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل اما ان یعزہم اللہ فیجعلہم من اہلہا واما ان یذلہم فیدینون لہا غرض اس سے بھی اس آیت کا امام مہدی کی غیبت پر حمل کرنا صحیح نہوا۔ اب حق تعالے شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون یعنی بعد اتمام اس نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کرینگے وہ فاسق ہیں اور اس میں اشارہ اسطرف ہے کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلاح من الصحابۃ الحاضرین عند نزول الآیۃ جنکی تعداد حد جمع تک پہونچیگی اور تمکین و استقرار دین اور بعد تبدیل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالے شانہ نے

---

[1] تفسیر جوامع میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سمیٹی گئی میری لیے زمین اور اسکی مشرقی و مغربی کنارہ دکھلایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہانتک پہونچیگا جہانتک میرے لیے سمیٹا گیا ۱۲۔

[2] مقداد نے روایت کی ہے کہ فرمایا زمین پہ کوئی گہر مٹی اور نہ اون کا باقی رہیگا۔ مگر اسمین خدا تعالے اسلام کو داخل کریگا کسی عزیز کی عزت کی ساتھ یا کسی ذلیل کے خواری کی ساتھ یا انکو خدا عزت دیگا کہ انکو اسکی اہل میں سے کریگا اور یا انکو ذلیل کریگا کہ وہ اسکو تسلیم ہو جاینگے ۱۲

بطور تخویف اور بصورت تحذیر کے ان لوگوں کی وصف کی خبر دی کہ جو مصداق اس کفران نعمت کے ہونگے اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اسطرح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطے اس آیت کو خلافت مہدوی پر محمول نہیں کرسکتے اور ظاہر ہی کہ یہہ کفران بجز بزمانہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالے عنہم میں جسطرح جناب رب العزت عز اسمہ نے خبر دی تھی کہ اول استخلاف ہوگا۔ پھر تمکین دین اور تبدیل خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کیطرف ایما فرمایا تھا اسیطرح واقع ہوا اول استخلاف ہوکر تمکین دین اور تبدیل خوف واقع ہوئی بعد اوسکے کفران نعمت کا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بداہتہ ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا خلافت مہدویہ نہیں ہوسکتی بلکہ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم ہی خاص ہمکو اسپر ان دلائل کے بیان کرنیکی کچھہ ضرورت نہیں کہ یہہ آیت سوائی خلافت خلفاء اربعہ کی کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے خود اسکا فیصلہ فرما دیا اور اسکا فیصلہ چکا دیا آپنے فرمادیا کہ اس وعدہ کا زمانہ وہی ہی جو خلافت خلفاء کا زمانہ ہی اور اوسکی موعود لہم یہی حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ مصداق ہیں قوم اوصاف مذکورہ فی الآیت کے ہیں اور طرفہ یہہ کہ اوسکو شریف رضی نے نہج البلاغۃ میں نقل فرمایا ہی چنانچہ بعینہ ہم وہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن میثم نے اپنی شرح میں اس آیت کیطرف اشارہ کیا ہے اوسکو نقل کرینگے خطبہ یہہ ہی ومن کلام لہ وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسہ ان ہذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا بقلۃ وہو دین اللہ الذی اظہرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعہ ویضمہ فان انقطعت النظام تفرق وذہب ثم لم یجتمع بحذافیرہ ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فہم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی

بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت
عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراءك من العورات اهم
اليك مما بين يديك ان الاعاجم ان ينظروا اليك غدا يقولوا هذا اصل العرب
فاذا قطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلبهم عليك وطمعهم
فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم لے الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو
اكره لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانا لم
نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة انتهى- اگرچہ اس ارشاد
سے ہمکو بے شمار فواید حاصل ہوتے ہین لیکن بسبب خوف تطویل ادنی اعراض و اغماض کرکے
اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم درپے ہین رجوع کرتے ہین وہ یہہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ
مین زمانہ حصول موعود آیت سراپا ہدایت کو زمانہ خلفاء کی قرار دیا- اور اس دین کو وہ
دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس لشکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہی اگرچہ اس
خطبہ سے ہی یہہ مضمون واضح ہی لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہہ مدعا آشکارا
طور پر ثابت ہوتا ہی- ہلیے ہم جو کچہہ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح مین تحریر فرماتے
ہین لکہتے ہین وقوله ان هذا الامر الى قوله للاجتماع صدر الكلام المبني عليه
الراي فقرر فيه اولا ان هذا الامر اي امر الاسلام ليس نصره بكثرة ولا
خذلانه بقلة ونبه على صدق هذا الدعوى بانه دين الله الذي اظهره وجنوده
هي جنده الذي اعده وامده من الملائكة والناس حتى بلغ هذا المبلغ

لے قوله ان هذا الامر سے قوله للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ اسپر رای قائم کری- تو پہلی یہہ ثابت کیا
کہ اس امر یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچہہ کثرت پر ہی اور نہ اسکی شکست کچہہ قلت پر ہی اور اس دعوی کے صدق
پر اسطرح متنبہ کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی لشکر اللہ کا لشکر ہے جسکو تیار کیا اور جسکی مدد ملائکہ
اور آدمیون سے کی یہانتک کہ اس مرتبہ مین پونہچا اور شہرون کی کنارون مین نکلا-۱۲

وطلع فی اقاق البلاد حیث طلع تمر وعدنا بموعود هوالنمر وا لخلیفة لاستخلاف
فی الارض کما قال وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الاٰیه وکل وعد من الله فهو منجز لعدم
الخلف فی جزء وقوله ناصر جنده یجری مجری النتیجة اذ من جملة وعده نصر جنده
وجنده هم المؤمنون فالمؤمنون منصورون علی کل حال سواء کانوا قلیلین
او کثیرین ثم شبه مکان القیم بمکان الخیط من الخرز وجه التشبیه هو قوله
یجمعه وینضمه الی قوله ابدا آخر شرح تک جو نہایت طویل و عریض ہی اور اس خطبہ کی
شرح کی آخر مین پہر تحریر فرمایا واما ما ذکرت من عددهم الخ فهو ان عمر ذکر کثرة القوم
وعددهم فاجابه بذکر قتال المسلمین فی صدر الاسلام فانه کان من غیر کثرة و
انما کان بنصر الله ومعونته فینبغی ان یکون الحال الان کذلک فهو یجری مجری
التمثیل کما اشرنا الیه ثم السورة الاولی وعد الله تعالی المسلمین بالاستخلاف
فی الارض وتمکین دینهم الذی ارتضی لهم وتبدیلهم بخوفهم امنا کما هو مقتضی
الاٰیة نفسه انتهی حاصله اس خطبہ کے الفاظ سے اور شہادت و بیان شارح سے ثبوت حقیت
خلافت ایسا عیان ہی کہ جسکی بیان کی حاجت نہیں علاوہ ازین دوسرا خطبہ جو نہج البلاغة
مین منقول ہے ومن کلام له وقد شاوره عمر فی الخروج الی غزو الروم بنفسه

سلہ پہر ہم سے وعدہ فرمایا ادسنے اور غلبہ اور ملک مین جانشین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا
الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم الاٰیة۔ اور اللہ کا جو وعدہ ہی وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ اسکی خبر مین خلاف
نہین ہوسکتا اور قوله ناصر جنده نتیجہ کے قائم مقام ہی کیونکہ منجملہ اسکی وعدہ کے اپنے لشکر کی مدد ہی اور اوسکا
لشکر مومن ہین تو مومن ہر حال منصور ہین خواہ تہوڑے ہون یا بہت پہر امام کے مرتبہ کو لڑی کے دہاگے سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ
قوله یجمعه وینضمه ہی قوله ابدا تک ۱۲ سلہ قوله واما ما ذکرت من عددهم الخ وہ یہ ہی کہ حضرت عمر نے کثرت تعداد سلطان کا ذکر کیا تہا تو آپنے
صدر اسلام مین مسلمانون کا قتال یاد دلاکر جواب دیا کہ وہ کثرت سے نہ تہا بلکہ نصرت اللہ کی مدد اور اعانت سے تہا تو اب بہی ایسا ہی حال ہونا لازم ہی تو یہ قائم مقام

وقد توکل الله لاهل هذا الدین باعزاز الحوزة وستر العورة والذی نصرهم وهم قلیل لا ینتصرون ومنعهم وهم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متی تسر الی هذا العدو بنفسک فتلقهم تنکب لا یکن للمسلمین کانفة دون اقصی بلادهم و لیس بعدک مرجع یرجعون الیه فابعث الیهم رجلا مجربا واحفز معه اهل البلاء والنصیحة فان اظهر الله فذلک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءً للناس ومثابة للمسلمین۔ اسکی شرح مین شارح ابن میثم فرماتے ہین۔ قوله وقد توکل الله الی قوله لا یموت صدر لهذه النصیحة والرای بنیه علی وجوه التوکل علی الله والاستناد الیه فی هذا الامر وخلاصتها انه ضمن اقامة دینه واعزاز حوزة اهله وکنی بالعورة عن هتک الستر فی النساء ویحتمل ان یکون استعارة لما یلحقهم من الذل والقهر لو اصیبوا فضمن ذلک سبحانه ستر ذلک بافاضة النصر علیهم وهذا الحکم من قوله تعالی وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا۔ انتہی بقدر الحاجة اس سے صاف ظاہر ہی کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلفاء رضی اللہ عنہم ہی اور اس وعدہ کے موعود لہم خلفاء ثلثہ ہین اور ایجاز اس وعدہ کا زمانہ خلفاء اربعہ مین ہوا اور مثل آفتاب نیمروز روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تہی

ف قوله وقد توکل الله سے قوله لا یموت تک اس رای اور نصیحت کا صدر ہی جسمین اللہ پر توکل کرنے اور اسکی طرف سہارا لگانے پر متنبہ فرمایا ہے اور خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ اللہ تعالی اس دین کے قائم رکہنے اور دین والونکی عزت و بچنے کا ضامن ہوا ہی اور لفظ عورت کی نساء عورتونکی بے پردگی سے کنایہ کیا اور احتمال ہے کہ یہہ اسکی لیے استعارہ ہو جو ذلت و سختی انکو پہونچیگی اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالے اسکی پردہ پوشی کا ضامن ہوا۔ اپنی مدد کے بہیجنے کی ساتھ اور یہہ حکم قوله تعالی وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا سے ماخوذ ہے ۱۲

اور آپکو یقین تہا کہ جو کچہہ وعدہ خداوند تعالے نے مومنین کے ساتہہ تمکین دین اور تبدیل خوف
اور حفظ و حمایت اور غلبہ وعصیانت کی فرمائی ہین اون سب کے انجاز کا وقت یہہ ہی زمانہ
خلفا ہکا ہے اور جو کچہہ مفسرین ومحدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کرنے
کی کوشش کی ہے وہ بالکل اسکی مخالف ہی اور جسقدر توجیہات لاطائلہ اس آیت کے
خلافت مہدویہ پر کرنے مین کی ہین وہ سب کہبا منثور ہوگئین بلکہ یہہ بھی ثابت ہوا
کہ وہ سب تو وہ تو وہ روایات جو جناب امیر سے درباب شکایت غصب خلافت خلفار کی
نسبت کے گئین ہین وہ سب محض افترار واختلاق ہین — اور خلافت خلفار
ااست حقہ اور خلافت راشدہ ہی اور حضرات خلفا امام برحق اور خلیفہ راشد ہین جناب
امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک وشبہات وخلجان واحتمالات رفع ہوگیے والحمد للہ
علی ذلک دلیل ثالث ثبوت حقیت خلافت خلفا رضی اللہ عنہم سیوہ خطبہ ہی
جو سابق مین بھی نہج البلاغتہ اور اوسکی شرح سے تعبیر بسیر نقل کیا گیا ہی اما بعد
فان بیعتی بالمدینة لزمتك وانت بالشام لانه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر
وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد
وانما الشوری للمهاجرین والانصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان
ذلك لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه
فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی ویصلیه جهنم
وساءت مصیرا وان طلحة والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی فکان نقضهما کردتهما
فجاهدتهما علی ذلك حتی جاء الحق وظهر امر الله وهم کارهون فادخل فیما دخل
فیه المسلمون فان احب الامور الی فیك العافیة الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت
قاتلتك واستعنت بالله علیك وقد اکثرت فی قتلة عثمان فادخل فیما دخل
فیه الناس ثم حاکم القوم الی احملك وایاهم علی کتاب الله فاما تلك التی ترید

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی ثبوت حقیت کی تیسری دلیل نہج البلاغت سے ۔

حذ عنا الصبی من اللبن ولهم ہے وان نظرت لعقلک دون هوا ک لتجدنی
ابرء قریش من دم عثمان واعلم انک من الطلقاء الذین لا یحل لهم الخلافۃ
ولا تعرض فیهم الشوری وقد ارسلت الیک جریر بن عبد اللہ وهو من اهل
الایمان والهجرۃ فبایع ولا قوۃ الا باللہ۔ اس خط سے ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ
مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور نہایت کوشش علماء شیعہ کے اسکی تاویل میں یہہ ہی کہ اسکو دلیل الزامی
کہکر اپنی مذہب کی جان بچاتے ہیں اور ظاہر ہو کہ ایسی ایسی واہی اور بیہودہ تاویلات بلکہ تحریفات
سے ناموس مذہب گیروہ اور علماء ہی محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا ع کف ممکن است
کہ گہر لب دریا گرد د۔ چونکہ ہم بحول اللہ وقوتہ اس دلیل کے تحقیقی ہونیکا اثبات اور الزامی ہونیکا
ابطال سابق میں عنقریب کر آئی ہیں۔ اسلیے حاجت اعادہ وضرورت تطویل بحث نہیں
دیکھتے۔ دلیل رابع نہج البلاغت میں ایک خطبہ آنکی شریف رضی نے اپنی عادت
شریفہ کی موافق کلام طویل سے منقطعًا نقل کیا ہی جسکا عنوان یہہ ہی۔ ومن کلام
لہ یجری مجری الخطبۃ تقسمت بالامر حین فتلوا الخ اس خطبہ کہ خاتمہ کی عبارت
یہہ ہی فنظرت[1] فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی
عنقی لغیری عاقل ان جملوں کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا
دیکھی اب سینی کہ شارح ابن میثم اس سے واضح تر اور صاف فرماتی ہیں انکی عبارت نقل
کرتا ہون قولہ[2] فنظرت فی امری الخ هذہ احتمالان احدهما قال بعض
الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معهودا الیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ بل ان

[1] یعنی اپنی امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تہی اور غیر کا میثاق میری گردن میں تہا ۱۲۔
[2] قولہ فنظرت فی امری الخ اسمین دو احتمال ہیں ایک تو یہہ ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہہ کسی کلام مین سے مقطوع ہی جسمین رسول اللہ صلی اللہ کے وفات کی بعد کا حال اور یہہ کہ آپ سے عہد لیا گیا تہا کہ امر خلافت میں جہگڑا نہ کرین ۔۱۲

اثبات حقیت خلافت ثلاثہ از [illegible]

حصل له بالرفق والا فليسلك فقوله فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی ای طاعتی لرسول الله صلی الله علیه وسلم فیما امرنی به من ترک القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل لی الی الامتناع منها وقوله واذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول الله صلی الله علیه وسلم وعهده الی بعدم المشاقة وقیل المیثاق لامیر المؤمنین ابی بکر بعد ایقاعها ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفة بعده الاحتمال الثانی ان یکون ذلک فی تضجره وتبرمه من تقلد اعباء الخلافة وتکلف مداراة الناس علی اختلاف هوائهم ویکون المعنی انی نظرت فاذا طاعة الخلق لی واتفاقهم علی قد سبقت بیعتهم واذا میثاقهم قد صار فی عنقی فلم اجد بدا من القیام بامرهم ولم یسعنی عند الله الا النهوض بامرهم انتهی اور اسکو آخر مین لکھا والاول اشهر بین الشارحین عاقل جناب امیر کی کلام مین تامل کرے اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کرے اور دیکھے کہ خلافت صدیقیہ کا ثبوت حقیت اس کلام سے کس وضوح وصراحت وظہور وبداہت کے ساتھہ ہو رہا ہے بندہ اوسکو مختصر سا عرض کرتا ہے کہ شارح کے بیان سے یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہہ کلام اوس کلام سے مقطوع ہے جسمین ایا دہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا ہے پہلی عبارت جو شارح نے بڑہائی ہے وانہ کان معہودا الیہ ان لا ینازع فی الامر

سلہ یعنی اگر نرمی سے حاصل ہو جاوے تو نہیں تو نہ یعنی بیان فرماتے ہین پس آپکا ارشاد (کہ میں نے اپنے امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکی تھی) یعنی میری طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترک قتال کی اب مین میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب اوس سے باز رہنی کی طرف رستہ نہین ہے اور آپکا ارشاد (اور ناگاہ غیر کا میثاق میری گردن مین تہا) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق اور عہد عدم منازعت میں اور بعض کہتے ہین کہ میثاق وہ ابو بکر کی بیعت تہی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گئی تہی یعنی قوم کا میثاق مجہکو لازم ہو گیا تو بعد اوسکے مجہسے مخالفت ہو سکی دوسرا احتمال یہہ ہے کہ یہہ آپکا ارشاد دہبات خلافت کی بابت کے دلتنگ ہو رہے ہین اور لوگو کی مدارت کی تکلف مین باوجود اختلاف خواہشات کے بیان ہوا اور معنی یہہ ہو کی نہی دیکہا لوگو کا میری طاعت کرنا اور مجہہ پر اتفاق کرنا اونکی میری ساتہہ بیعت سے

الخلافۃ بل ان حصل لہ بالرفق والا فلیمسک۔ دلالت کرتے ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طمانیۃ تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل کو حاصل ہوگی اور چونکہ اوس وقت اہلبیت وصلاحیت خلافت چند اشخاص مین دائر تھی جنمین جناب امیر بھی اس وصف التیہ الخلافت مین شریک تھی اور حسب تصریح علامہ ابن میثم کی شرح خطبہ شقشقیہ مین ثابت ہی کہ حضرت امیر کو استشراف الی الخلافت تھا اور دوسری بہت جگہ بھی شرح نہج البلاغت مین یہہ امر ثابت ہی چنانچہ بوقت بیعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق بہا من غیری اور شارح اسکی شرح مین بطور اعتراض وجواب کے لکھا ہی[1] فان قلت السوال من وجہین الاول ماوجہ منافستہ فی ہذا الامر مع انہ منصب یتعلق بامور الدنیا ولا سیما اشتہر عنہ من الزہد فیہا والاعراض عنہا ودفعہا ورفضہا قلت الجواب عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصبا دنیاویا و ان کان متعلقا باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دنیاویا بل لانہا مضمار الاخرۃ ومزرعہا الخ تو اس سے صاف ثابت ہی کہ آپکو رغبت واستشراف الی الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسے عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری کو حاصل ہو تو منازعت نکرنا کیونکہ جسکو حاصل ہوگی وہ اہل الخلافت ہوگا اور صحابہ غیر اہل کو خلافت کیلیئے ہرگز تسلیم نکرینگے پس جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اوسکی ساتھ منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی احق بہا من غیری

---

[1] اسجگہ اعتراض دو وجہ سے ہے پہلی یہہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق اصلاح امور دنیا ہی اور آپکا اوس سے زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہی پھر اوسمین آپکی رغبت کی کیا وجہ ہی پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہی کہ رسول اللہ کا منصب اگرچہ احوال دنیا کی اصلاح کے متعلق ہی تاہم منصب دنیاوی نہین ہی لیکن اوسکا تعلق دنیا کو ساتھ بحیثیت دنیاوی ہونیکی نہین ہی بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ آخرت کی کھیتی کے جگہ ہی ۱۲۔

واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین شارح اکر شرح مین کہتا ہے دفیہ اشارۃ الیٰ ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتھم عن الفتن وقد کان لھم ممن ملف من الخلفاء استقامۃ امرالخ ما قال۔ تو آپ نے خلافت کو اسی شرط کے ساتھہ تسلیم کیا کہ جو شرط خلافت راشدہ کی ہی گویا یہہ فرمایا کہ اگر یہہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کرونگا ورنہ نہیں اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہہ آپ کا ارشاد معاذ اللہ کہ سر لسر لغو ہوگا اور خلاف وصیت رسول کے ہوگا اور یہہ ہی وجہ ہی کہ آپ نے زمانہ خلفاء مین منازعہ و مناقشہ نہین فرمایا اور امیر معویہ کے ساتھہ منازعہ فرمائی اور فتنہ کا کچھہ خوف نفرمایا۔ اگر مطلقاً عدم منازعہ معہود ہی تو آپ کا یہہ مناقشہ امیر معویہ کے ساتھہ صریح خلاف معہود ہی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلفاء کے ساتھہ ترک منازعہ کی تو یہان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اسی وجہ سے نہین فرمائی کہ وہ خلافتین راشدہ نہین اور حضرت کا ارشاد ہی عدم منازعہ کی بابت گو فقرہ اسی شرط کے ساتھہ ہے کہ اگر امور سلمین سالمت رہین تو عدم منازعت معہود ہے یعنی اگر خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت معہود ہی حاصل یہہ کہ ہکی استثناء کی وجہ سے عہد عدم منازعہ لیا گیا ہے اور اسلیے کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشدہ ہوگی اور سکی ساتھہ منازعہ نکرنا اور اسکی نقض کے تدابیر نکرنا بلکہ تمہاری لیے اگر اوسکی حصول بارفق ہو سکی تو فبہا کیونکہ تجمعہ صاحبین الخلافت کے ایک آپ ہی ہین اور اگر حصول اوسکا بالرفق نہو اور اہل حل وعقد آپ سے بیعت نکرین بلکہ کسی دوسری سے بیعت کرلین تو اوسپر منازعت سے باز رہنا چاہیے اور اس عبارت سے یہہ بھی صریح مستفاد ہی کہ اوسوقت تک خلافت جو حاصل

سلہ اور اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ آپکی حرص خلافت مین رغبت سے مسلمانونکی حال کی درستی اور انکی کامونکی استقامت اور انکی فتنونسی سلامتی تھی اور گذشتہ خلفا سے ایسی ہی استقامت امور دستی امر کی حاصل تھی۔۱۲

جناب امیر کو نہین ہوا ہے ظاہر ہے کہ ضمیر حصل کے امر خلافت کیطرف راجع ہے اور یہہ جملہ
مدخول ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل وضع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہہ ہوئی
کہ اگر تمہاری لیے حصول امر خلافت بسہولت ہوسکی تو فبہا اور اگر حصول نہو۔ تو
منازعت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی لیے مشکوک ہے اور موقوف
اس پر ہے کہ اگر بیعت اہل حل و عقد کے آپکی ساتھہ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا
ورنہ نہین تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول امر خلافت کا
دارمدار بیعت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہہ ایک جملہ معترضہ تہا جو درمیان مین مذکور ہوا اصل
مقصود یہہ ہے کہ اس عبارت سے بانضمام عبارت خطبہ ثانیہ واللہ لاسلمن ما سلمت
امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ عہد عدم منازعت صرف اسوجہ سے تہا کہ جو خلافت
واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہوگی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر واقع
ہوئی بے پایان اور اوسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر
کی کلام مین ہے نہج البلاغت مین مذکور ہے یہہ ہے فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد
سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مینے اپنی امر مین تامل
کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کرچکی تہی اس جملہ کی ترکیب
ملاحظہ ہو واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی مین مصدر مضاف طرف یاء متکلم ہو رہی ہے اور
اسمین دو احتمال ہین اول یہہ کہ مصدر مضاف الے المفعول ہو اور اوسکا فاعل محذوف ہے
اور دوسرا احتمال یہہ ہے کہ مصدر مضاف الے الفاعل ہوا ور مفعول محذوف ہو احتمال اول چند وجوہ سے
باطل ہے اولاً یہہ کہ اضافت الے المفعول خود قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو مین مذکور ہے شرح
جامی مین ہے وقد یضاف ای المصدر[1] الے المفعول سواء کان مفعولا بہ

[1] کبہی مصدر مفعول کیطرف مضاف ہوتا ہے خواہ مفعول بہ یا ظرف یا مفعول الیہ ہو فاعل یکے بعد
تسہیل نحوریہ ۱۲

او ظرفا او مفعولا له لم علی قلته بالنسبة الی الفاعل اور رضی شرح کافیہ مؤلفہ ابن الحاجب میں ہے
وانما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینة علی کونه مفعولا[1] اما یجی تابع له
منصوب حملا علی المحل نحو عجبنی ضرب زید الکریم او یجی الفاعل بعده صریحا
کقوله ع امن رسم دار مربع ومصیف لعینیک من الشئون وکیف او بقرینة
معنویة نحو عجبنی اکل الخبز تو جب یہ قلیل ہے تو اسکو کثیر الاستعمال پر بلا ضرورت ترجیح
بلا قرینہ ترجیح دینا باطل ہے - ثانیاً یہ کہ حسب تصریح شارح جب اس کلام کو اوس حال کے
بیان پر محمول کیا جاوے جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع
کے اور سیاق کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفقت
لها عند الناس لم تطع البیعت واقع ہوئی ہی نہیں اور حذف مثل عند اللہ وغیرہ کو تسلیم کرنا
خود خلاف ظاہر و خلاف اصل ہی - ثالثاً یہ کہ یہ کلام بطور تحسر کے صادر ہوئی اور
یہ بھی ہی کہ اضافہ الی المفعول کی صورت میں تحسر و تحزن کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب کے
مطاع ہونے میں جنکی طرف خواہش استشراف تھا کیا تحسر لاحق ہو سکتا ہی ہاں جب کہ
اضافت الی الفاعل ہو اور آپ مطیع ہوں تو اوسوقت تحسر کا اظہار زیبا اور شایان ہوگا
رابعاً - اگر اس عبارت کو جناب امیر کے اوس تحسر پر محمول کیا جاوے جو مدلول احتمال ثانی کا ہی
کہ آپنے اپنی زمانہ خلافت میں اعباء خلافت سے کہ ثقل ہے دلتنگ ہو کر یہ فرمایا تو یہ بالکل
اوس سے بھی زیادہ دور ہی جس شارحین کا اشہر ہیں پس بوجوہ مذکورہ ثابت ہوا کہ لفظ لمّا کی
اضافت یہاں اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور اضافت الی المفعول نہیں ہی چنانچہ
شارح ابن میثم بھی اسیکا قائل ہوا ہی کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف ہی لیکن

---

[1] جبکہ اوسکی مفعول ہونے پر قرینہ قائم ہو یا کوئی اوسکا تابع منصوب حملاً علی المحل نہ آجاوی جیسا عجبنی
ضرب زید الکریم یا فاعل اوسکے بعد صریح واقع ہو جاوی جیسا قول شاعر میں یا کوئی قرینہ معنویہ ہو جیسا
عجبنی اکل الخبز ۱۲

اب گفتگو اس مین ہی کہ دونو مصنفون کی لیے مفعول کیا محذوف ہی سو آلین تو ہمارا اور شارح ابن
میثم کا اتفاق ہی جو لفظ بیعتی کا مفعول محذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا طاعتی قد
سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منہا اور ہم بھی یہہ ہی کہتی ہین کہ جب
بیعت اہل حل و عقد بسوی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہوگئی تو عموما
حاضر و غایب کو اور اوسکو کہ جسنی بیعت کے ہتی اور جسنی نہین کی ہتی ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی اطاعت وجب و لازم ہوگئی تو اوسکو آپ فرما رہے ہین کہ یعنی اپنے امر مین تامل کیا
تو معلوم ہوا کہ اس سی پہلے کہ مین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرون میرا
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا ہے صرف ہماری اور شارح
ابن میثم کے درمیان مین درباب اظہار تقدیر مفعول لفظ بیعتی اسقدر فرق ہے کہ شارح صاحب
کو ل بعول لفظ قوم کا فرماتے ہین اور صاف لفظ لابی بکر نہین کہتی اور ظاہر ہی کہ مراد شارح
کی لفظ قوم سے ابوبکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئندہ کے شرح مین بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا
لیکن ابوبکر کا نام بھی لیا جس سے بصراحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد
ابوبکر ہین کیونکہ مطلق قوم کے بیعت کی کچھہ معنی نہین اگر تھی تو بیعت ابوبکر کی ہتی
اور شارح بیچارہ معذور ہی ابوبکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال
ہوا جاتا ہے لیکن تاہم مجبور ہو کر ایسا لفظ لکہا جو بمنزلہ نام کہنے کے ہی لیکن لفظ
طاعتی کے مفعول مین ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فی الجملہ اختلاف ہی شارح
صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہہ نکالتی ہین فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فیما امرنی بہ من ترک القتال اور ہم یہہ کہتی ہین فاذا طاعتی لابی بکر
لاجل انعقاد خلافتہ و لکونہ اماما حقا اسکی تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہو
اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہی کیونکہ اولا اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا
کی ہی اذا مفاجاتیہ انکار کرتا ہی ایسی کہ اذا مفاجاتیہ کا مدلول تو یہہ ہی کہ وہ

جملہ جو مدخول اذا کا ہی اوسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغتۃً
اور فجاۃً ہوا کرتا ہی اسیواسطی اوسکو مفاجاتیہ کہتی ہین شرح جامی مین ہی[1] یقال فاجا
الامر مفاجاۃ من قولہم فجئتہ فجاءہ بالضم والمد اذا لقیتہ وانتکلتہ
خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل نحو مین مذکور ہی اوس سے بخوبی یہہ معنا
فہم مین آسکتا ہی اب ہم مانحن فیہ مین اسکو دیکھتی ہین تو بموجب تقدیر شارح کی حصول
مضمون جملہ کا جو مدخول اذا کی ہی مفاجاۃً صادق نہین آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہی
کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالے کیطرف سے احکام تاکید نازل ہوئی ہون اور رسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اوسکی بابت عہود موثقہ اور مواثیق موکدہ لیے ہون وصیتنامہ
یا کاغذ شہادات لکھا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیے نازل
ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حرز جان موجود ہو تو ایسی حالت مین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مدلول ایسا موثق وموکد ہی
بغتۃً اور مفاجاۃً ہو فہل ہذا الاکذب صراح ومین بواح اور بموجب ہماری تقدیر
کلام کے البتہ حصول مضمون جملہ مفاجاۃً اور بغتۃً ہونا صحیح اور درست صادق
آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حل وعقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہوگئی اور ہر ایک
عام وخاص پر اوسکی اطاعت لازم ہوگئی تو جناب امیر نے اوسکی نسبت فرمایا کہ مینی
اپنی امر مین سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکرؓ کو جو ذرا پیشتر لازم نہین تہی اپنی بیعت کرنے سے
بہی پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت مین یہہ تقدیر اذا مفاجاتیہ کو نہایت چسپان
اور اوسکی ساتہہ نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاجات کے
ہوتا ہی علاوہ ازین جسکو فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھہ سکتی ہین کہ اسجگہ درصورۃ

---

[1] یولتی مین فاجاہ الامر مفاجاۃً ماخوذ قول عرب سی فجئتہ فجاءۃً بالضم والمد جب تو اوس سے ملے اور
اوسکو خبر نہو – ۱۲

مضاف فاعل کیطرف جو بینہما متحد ہی اور وہ ضمیر متکلم کی ہی واقع ہین اور جب وہ متحد فی الحکم
ہین کہ دونو وجوب اطاعت کو مقتضی ہین اور متحد فی الفاعل ہین کہ دونو کا فاعل
متکلم ہے تو اوسکو مناسب اور چسپان یہہ ہی ہے کہ مفعول بھی دونو کا متحد ہو اور یہہ
امر ہماری تقدیر کی صورت مین ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا
کہ تقدیر کلام یہہ ہی فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی [1] اور ظاہر ہی کہ لزوم
وجوب اطاعت بدون صحت وحقیت خلافت متصور نہین تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب
امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہی وھو المطلوب
قطع نظر اس سی اگر ہم صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کرلین تاہم اوسکا مآل بھی وجوب اور لزوم
اطاعت ابی بکر ہی کیونکہ شارح کی تقدیر یہہ ہی فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی ترک المنازعۃ والقتال اور ظاہر ہی کہ اوسکی معنی یہہ ہی ہین [1] فاذا طاعتی لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعۃ ابی بکر اور یہہ نہایت بدیہی ہے فاذا طاعتی
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعۃ ابی بکر [2] اور فاذا طاعتی لابی بکر
کا مدعا اور مآل ایک ہی پس اس تقدیر مین بھی ہماری اور شارح کی تقدیر مین صرف لفظی فرق ہوا
اور باعتبار معنی کے اتحاد ہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی بارہ مین محض بوجہ مصلحت عدم ثوران فتن تھی یا یہہ کہ یہہ اطاعت
بوجہ حقیت خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی سو اسکو ہم بعون اللہ تعالے
ابھی جملہ سابقہ کی شرح مین بیان کر چکے ہین کہ جناب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور منازعۃ
نکرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اسکے تیسرا جملہ جو آخر مین
مذکور ہی یہہ ہے واذا المیثاق فی عنقی لغیری یہہ جملہ ثبوت حقیت خلافت مین

---

[1] اچانک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے لیی ابوبکر کے فرمانبرداری مین [2] اچانک
میری فرمانبرداری ابو بکر کے لیے ۱۲

گویا نص صریح ہی اور شارح بہی اس جملہ کی شرح مین اسکو مثبت خلافت تسلیم فرما دیا ہی شارح
ابن میثم اسکی شرح مین فرماتے ہین قولہٗ واذا المیثاق فی عنقی لغیری[1] ای میثاق
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعہدہٗ الی بعدم المشاجرۃ وقیل المیثاق
ما لزمنی من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعہا ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم
یمکننی المخالفۃ بعدہ شارح نے اس جملہ کی دو تقدیرین لکہی اور دو معنی بیان کیے
ظاہر ہے یہی ہی کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کیے وہ سراسر ہماری
مدعا کی مثبت ہین اور قالع اساس تشیع کیونکہ لزوم بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بجز اسکی
ممکن نہین کہ انکی خلافت حقہ راشدہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بجز امام
برحق کے واجب الاطاعت نہین اور جو شخص غصباً وعدواناً متقمص خلافت ہوا اسکی
اطاعت و اسکی اعانت اسکی حمایت حرام ہے اور اوسکی اطاعت و اعانت کرنے والے آثم
اور مرتکب حرام کے اور اوسکا خذلان واجب ہی۔ پس جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی
بیعت جناب امیر پر لازم ہوگئی اور یہہ لزوم بنص رسول تہا۔ اور بدون خلافت راشدہ
ہونے کی لزوم ہو نہین سکتا تہا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حقہ
اور امامت راشدہ تہی اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اوسوقت نہ خلیفہ تہی
اور نہ امام تہی اور یہی شرائط ثلثہ عصمت و نص و افضلیت ہی بالکل باطل ہوگئی اور خود آپکی علامہ
ابن میثم بلکہ شریف رضی بلکہ خود جناب امیرؓ نے ان دو جملون مین مذہب تشیع کا استیصال
کردیا علی الخصوص لفظ بعد ایقاعہا جو شارح نے بڑہایا ہی عجب قدرت الٰہی کا تماشا دکہلاتا ہی
شارح نے توجیہ قید جس غرض سے لگائی ہی وہ ہر شخص سمجہ سکتا ہی لیکن وہ بالکل لغو اور

---

[1] اور اسوقت غیر کا میثاق میرے گردن مین تہا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق عدم
منازعت مین اور بعض کہتی ہین میثاق وہ ہی جو ابوبکر کی بیعت کا میثاق اسکو واقع کرنے کی بعد تہا یعنی گویا اب
ہوگیا یعنی قوم کا میثاق مجہ پر لازم ہوگیا اور بعد اسکی مجہ سے مخالفت نہو سکی ۱۲

باطل ہے اگر ہماری مجیب لبیب اوسکو در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ تعالے بدلائل اوسکو بطلان کو
ثابت کردکھاینگی حق یہہ ہے کہ یہہ جملہ ہماری ہدایت اسفیہ مدعاہی اور ہماری نہایت
کارآمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہہ ہی واذا میثاق تیمی ابی بکر بعد ایقاع القوم
ایاھا فی عنقی اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت
اہل حل و عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرمائی ہیں
وہ غلط ہین چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے بحث سی اوسکا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہی علاوہ
اسکی جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا مفاجاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہہ التماس ہی
کہ اس جملہ کے لیے مقدر و محذوف کی کچھہ ضرورت نہین اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
ارتکاب اوسی جگہ کیا جاتا ہی جسجگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہو ہو مسلطی
حذف خلاف اصل ہے اور یہہ جملہ بجمیع اجزاء المذکورہ تام ہی محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر
کا نہین ہی کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اسطرح سے فاذا میثاق الغیر فی عنقی
اور یہہ خود جملہ تام ہے جو اپنی تامی مین محتاج کسی جز کا نہین بجز اسکی کہ خبر ظرف مستقر ہی
جو محتاج متعلق کا ہی سو اوسکی تقدیر خارج از بحث ہی پس اس عبارت مین بجز تقدیم و تاخیر کے حذف
کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہی تو اس صورت مین معنی صاف و واضح
ہین کہ مینی اپنی امر مین فکر کیا ناگاہ میثاق غیر کا میری گردن مین تہا اور پہلے شارح
کی تصریح سی معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہی جس سے مراد ابوبکر نہین اور بیان
حذف مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اسکی معنی یہہ ہوئی فاذا میثاق
ابی بکر من لزوم بیعته بعد القاع القوم ایاھا فی عنقی فلم یمکننی المخالفة
بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گیی اور دونو جملی باہم خوب

سلہ ناگاہ ابوبکر کا میثاق اوسکی بیعت کے لزوم مین بعد واقع کرنے قوم کے اوسکو میری گردن
مین تو بعد اوسکی مجہسی مخالفت نہو سکی ۱۲—

مرتبط ہوگئی اور از مفاجاتیہ کے بہی مناسب ہوگیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات کی بیان حال کے ساتھہ بھی نہایت چسپان ہوگیا اور حاصل عبارت یہہ ہوا نظرت فی امری فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی لہ واذا المیثاق الغیر وھو ابو بکر من یوم بیعۃ ووجوب طاعتہ علینا بعد اتفاق القوم ایاھا فی عنقی فلا سبیل الی الامتناع منہا ولا یمکننی مخالفتہا۔ علاوہ ازین اگر شارح کی اس تقریر کو صحیح تسلیم کرلیا جاوی تو بھی ہماری مدعا کی مناقض نہین ہے جیسا تحدید سے پہلے جملہ کے مقدمہ مین گذارش ہوچکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید ہے کیونکہ میثاقاً فی رسول اللہ وعہدہ الیٰ بعد مرافاقتہ کا حاصل اور میثاق رسول اللہ فی لزوم بیعۃ ابی بکر والطاعتہ کا حاصل ایک ہی ہے اور یہہ معنی۔ میثاق ابی بکر فی لزوم بیعتہ والطاعتہ کا ہی بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و میثاق کا اور زیادہ موکد ہوگیا اور ہمارا دعوی اسی بینہ و برہان ہوا الحمد للہ کہ خود جناب امیر رضی کی اعتراف اور انکی جناب رضی کے نقل اور جناب شارح ابن میثم کی شرح سے صحت و حقیت خلافت خلفائے ثلاثہ ہوئی اور جھگڑا چکا۔ **بیت** کیا لطف جو غیر پردہ کھولے + جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے + **دلیل خامس**۔ شریف رضی نے نہج البلاغۃ مین ایک خطبہ نقل کیا ہے جسمین تمام وہ مناقب و اوصاف بیان فرمائی ہین جنکا مصداق شیخین کے سوا ممکن نہین کہ کوئی دوسرا شخص ہو خطبہ یہہ ہے ومن کلام لہ علیہ السلام للہ بلاء فلان[1] فلقد قوم الاود وداوی العمد اقام السنۃ وخلف الفتنۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ

[1] فلان شخص کے آرایش خدا کے ہی ہی خدا کی قسم اوسنی کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سنت کو قایم کیا اور فتنہ کو پیچھے چھوڑا اور پاکدامن نے عیب کیا صاف کی بہلائی کو پہنچا اور برائی سے گذر گیا خدا کی طاعت ادا کی اور تقوی ادا کیا اور گویا ایسی حیثیت سے دنیا چھوڑکر کوچ کر گیا اور انمین گروہ در گروہ باب جسکو اوسنے کجی شیخ راہ پایا اور نہ سیدہی را پر ٹھیک ہو

لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی ــ انتہی بندہ کمترین عرض کرتا ہی کہ ممدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابوبکر ہین یا عمر یا رجل ثالث لیکن جائز نہین کہ مراد رجل ثالث ہو کیونکہ جو رجل ثالث کہ مراد ہے وہ یا ابوبکر و عمر سے پہلے ہی یا پیچھی ظاہر ہے کہ پیچھی بجز عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہین اور ظاہر ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد نہین اور نہ کوئی انکا قائل ہوا تو لامحالہ یہہ ممدوح وہ رجل ہوگا جو ابوبکر و عمر سے پہلے زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھا اور اوسی زمانہ مین وفات پاگیا لیکن چند وجوہ سے ممکن نہین کہ یہہ توصیف ایسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ مین ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وجود باجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوتے ہی تو تمام امور وحی خداوندی سے سرانجام پاتے ہین اور خود جناب امیر بھی موجود ہین اور بفضلہ تعالی آپکو بوجہ قرب و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر کے رتق و فتق مین دست اندازی ہے اور بفضلہ تعالے اوسوقت آپ مخذول و مقہور کبھی نہین ہین تو ایسی حالت مین کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوا اور نہ بالقوہ خلیفہ راشد ہو ایسی اوصاف کے ساتھہ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطی ہون سراسر کذب و خلاف واقع ہے علاوہ ازین ثانیاً اس خطبہ کی الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہین کیونکہ اصاب خیرہا و سبق شرہا کی ضمیرین خلافت کیطرف راجع ہین شارح ابن میثم فرماتے ہین والضمیر فی خیرہا وشرہا للخلافۃ وان لم یجر ذکرہا لکونہا معہودۃ او لتقدم ذکرہا ــ انتہی ــ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف ان صفات کا ہی اوسنی خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات خلافت سرانجام کر کے تمام برائیون سے بچکر اور تمام خوبیون کو سمیٹ کر اپنی ساتھہ لیگیا پس ایسا شخص بجز حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی نہین ہو اتو اس سے متعین ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہی یا ابوبکر رض ہے یا عمر رض تیسرا شخص

کوئی نہین ہوسکتا۔ ثالثاً اگر سوای اِن دونوکی کوئی تیسرا ہی لوآپکے قطب صاحب راوندی اور آپ فرماوین توسہی وہ کون ہے اور اوسکا نام تو لین بہلا جو ایسا نموار شخص ہو اور جس کے ایسی اوصاف ہون عقل سلیم کب تسلیم کرتے ہے کہ وہ ایسا مجہول الاسم و الجسم عنقا صفت ہو کہ جسکو کوئی بھی نہ پہچانے اور کہا ہے کہ حضرت امیر نے جو اوسکا نام نہین ذکر فرمایا تو اوسکی وجہ یہی ہوگی کہ بوجہ اوسکی شہرت کی اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے مغنی سمجہا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا کیا اور جب کوئی آیا اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف کا ہو نہین معلوم ہوا تو شخص یہہ تخییل و وسوسہ ہی اور آپکی قطب صاحب کے سکاشفہ کی غلطی ہے اگر مصداق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتے اور کیا کچھ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے تیسرا شخص موصوف ان اوصاف کا نہین ہوسکتا ہے رابعاً سنو ہذا کچھ اسی موقع پر منحصر نہین ہی بلکہ جناب امیر نے بعض اور مواقع مین بہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب ایسی تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہان بہی جناب امیر تعریف و توصیف انہین کی فرما رہی ہین نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپکی قطب صاحب نے توہم فرمایا چنانچہ بجواب خط امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہین جسکو علامہ ابن میثم نے اپنی شرح کبیر مین نقل کیا ہے[۱] وذکرت ان الله اجتبى له من المسلمين اعوانا ايدهم بهم فكانوا فی منازلهم عنده على قدر فضائلهم فی الاسلام وكان افضلهم فی الاسلام كما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخليفة الصديق وخليفة الخليفة الفاروق

---

[۱] اسکا ترجمہ صفحہ ۔۔۔ پر گذر چکا ہے۔۱۲

سلہ ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما فی الاسلام لجرح شدید یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا — انتہی لعبد الحاجۃ اور یہہ عبارت اوس خطبہ کے شرح مین مذکور ہے جسکا عنوان یہہ ہے ومن کتاب لہ الی معاویہ فاراد قومنا قتل نبینا الخ اس تعریف مین جو حضرت نے شیخین کی فرمائی جسکو حضرت رضی نے خطبہ مین سے نکال ڈالا ہے — دو جملے ایسے جامع ذکر فرمائے ہین جو اوصاف مشہورہ مذکورہ سابقہ کو مع شی زائد جامع ہین پس اسلیے ہم ان دونو جملونکے مضمون کو اوس خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اوس مدح و توصیف سے مقابلہ کرکے دیکھتے ہین اور موازنہ کرتے ہین پس اس خطبہ مین پہلا جملہ اس خط کا ان مکانهما فی الاسلام لعظیم ہے اور دوسرا جملہ — وان المصاب بهما فی الاسلام لجرح شدید ہے ظاہر ہے کہ ہر شخص کے علی الخصوص خلیفہ کے دو حالتین ہین ایک یہہ کہ اوسکا معاملہ خدا کے ساتھہ جو اپنی ذاتی امور مین ہو مثل تقوی و صلاح اعمال و ادای طاعات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ مین ہوگا دوسرا یہہ کہ اوسکا معاملہ عباد کے ساتھہ اونکی حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہوگا جناب امیر نے اپنی دونو جملونمین ان دونو امرونکو جمع فرمایا اور دونو حقوق کے ادا کرنے کی نسبت ایسی مدح و توصیف فرمائی جو اعلی درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہے پہلا جملہ ان مکانهما فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم علی سبیل التنزل کہتے ہین کہ اس سے مراد اونکی عظمت مکانی فی الاسلام صرف باعتبار بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقوی ہے چنانچہ ارشاد ہے — ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور دوسرا جملہ ان المصاب بهما فی الاسلام لجرح شدید بصراحت انکی مدح باعتبار کمال بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہانتک کہ اون پر مصائب موت کا واقع

سلہ اسکا ترجمہ صفحہ ۱۳۸ پر گذر چکا ہے ۱۲

ہونا یعنی اونکا وفات پانا اسلام مین سخت زخم ہی یا یون کہیی کہ خلیفہ کے درحقیقت دو حالتین
ہین ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی زمانہ حیات مین خیرات وحسنات کا حقوق اللہ اور
حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہہ کہ بعد اوسکی وفات کے امت مین اوسکی
وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اوسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پونہچی پس ظاہر ہی کہ پہلا
جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واشگاف بیان کر رہا ہی
جسکا حاصل یہہ ہی کہ اونسی ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اونکی باعث عظمت مزید کے
عند اللہ تعالے لئے ہوگیی اور دوسرا جملہ واقعات بعد وفات کو پکار کر کہہ رہا ہی کہ اونکی مفارقت
کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہونچ گیا ہی چنانچہ مشاہد ومحسوس ہی عیان را چہ بیان
کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہونچا جو پہر مندمل نہوا اب ہم ان
دو جملونکی مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتونکی اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ وموازنہ
کر کے دیکہتی ہین تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف عشرہ مین سے پہلا وصف خلق اللہ
کی اعوجاج اور کجی کو سیدہا کرنا اور دوسرا وصف اپنی مواعظ بالغہ کے ساتہہ امراض
نفسانیہ عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا ۔ تیسرا وصف سنت نبوی کا قائم کرنا جبکہ اوس سے
مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا ۔ چہٹا وصف دنیا سے قلیل العیب رخصت ہونا
یعنی معاصی قلیلہ کے ساتہہ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہی کہ معصوم نہی آٹہواں
وصف خداوند تعالے کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا
تعالے کے حقوق کے ساتہہ اور اوسکی حقوق کو اوسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہہ
چہہ اوصاف گویا اوس جملہ کے شرح اور تفصیل ہین جو اس خطبہ مین اول مذکور ہوا یعنی
ان مکا نہما من الاسلام لعظیم جو مجملاً ان سب صفتونکا جامع ہے اور تیسرا وصف
اگر اوس سے مراد یہہ ہی کہ سنت نبوی کا لوگونمین جاری کرنا اور لوگونکو اوسکا پابند کرنا
اور عامل بالسنہ بنانا اور چوتہا وصف فتنہ کو پیچہی چہوڑنا پانچوان وصف دنیا سے

پاک صاف لوگونکی مذمتو لنسے اپنی حقوق کی نسبت جانا ساتوان خلافت کے بہلائی
عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اوسکی شرور یعنی فتن اور خونریزی سے محفوظ رہنا
دسوان ایسی حالت مین دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد مین لوگ جہالتونکی پیچیدہ رستون مین گمراہ
ہوگئی ہون کہ جن مین گمراہ کو راہ پانے دشوار ہوا اور راہ یاب کو اپنی راہ پانی یہ پورا اہتمام ہو
یہہ پانچون وصف متعلق حقوق العباد کے ہین اور گویا شرح جملہ ان المصائب بہما فی
الاسلام لجراح شدید کی ہین بلکہ چوتہا اور دسوان وصف تو گویا اوس جملہ کا ہم
اور مرادف بھی ہی چنانچہ ظاہر ہے ہمنی بخوف تطویل اجمالاً ذکر کردیا ہے اور تفصیلاً ہر ایک
وصف کو جداگانہ اوسکی شرح کرکے جملہ کے اندر داخل کرکے نہین بیان کیا اگر ایسا
کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اہل فہم خود سمجھہ لین اگر جب ہم اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ
دونو جملونکی ساتہہ باعتبار دوسری دو نو احتمالونکی مقابلہ کرتے ہین تو واضح ہوتا ہے
کہ جملہ اولی اس شعر کا ان مکانہما الخ ممدوح کے اون اعمال حسنہ کی جو اپنی زمانہ حیات
مین کیا اور ہی حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہی گویا تصویر کھنچی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ
ان المصائب بہما الخ اون حالات اور واقعات کو ظاہر کررہا ہی جو ممدوح کے وفات کے
مہینا کو پیش آئی اور اون صدمونکی خبر دی رہا ہی جنکی سبب سے ممدوحین کے انتقال کے
بعد اسلام زخمی اور مجروح ہوگیا اور یہہ ہی دو نو امر ہین کہ جنکی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ
مین مذکور ہی چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا اور تیسرا اور پانچوان اور چہٹا اور ساتوان اور آٹھوان
نوان جملہ اولی کی شرح ہے جنمین اون حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح
نے زمانہ حیات مین کیا اور ہی حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کرکے عظمت مرتبہ خدا تعالی
نزدیک پیدا کرکے لیگیا اور چوتہا اور دسوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہی اور اون
مصیبتونکا بیان ہی کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پونہچی
ن یہہ تفصیل اور یہہ اجمال باہم پوری طور پر مطابق ہین تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کو ترجیح و ثنا کسی غیر کی شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خاصکر علامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہی کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکر ہے یا عمر بلکہ اپنی رای میں حضرت ابوبکر کو بہ نسبت جناب عمر کی ترجیح دیتا ہی ہم علامہ کی کلام اسکی شرح کبیر سی نقل کرتے ہیں اہل فہم و انصاف ملاحظہ فرماوین[1] والمنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندی انہ انما اراد بعض الصحابۃ فی زمن الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارھا وقال ابن ابی الحدید ان ظاھر الاوصاف المذکورۃ فی الکلام یدل علی انہ اراد رجلا ولی امر الخلافۃ قبلہ لقولہ قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعہ فی الفتنۃ وتشعبہا بسببہ ولا ابابکر لقصر مدۃ خلافتہ وبعد عہدہ عن الفتن وکان الاظہر انہ اراد عمر واقول ان اراد تعالی اشبہ من ارادۃ لعمرلما ذکرہ فی خلافۃ عمر وذمہا بہ فی خطبتہا المعروفۃ بالشقشقیۃ کما سبقت الاشارۃ الیہا انتہی بقدر الحاجۃ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلان سے سوائی ابوبکر و عمر کے شخص ثالث کا مراد ہونا مرجوح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہیں قطب راوندی

---

[1] اور منقول یہی ہی کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہیں اور قطب راوندی سے منقول ہی کہ مراد بعض صحابہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو فتنوں کی واقع ہونے کے پہلی ہی وفات کر گیا مراد رکھا ہی ابن ابی الحدید نے کہا کہ ظاہر اوصاف اس کلام میں کہ وہ شخص مراد ہی جو آپ سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب اس قول کے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا۔ اور عثمان تو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ فتنوں میں پڑا اور اسکے سبب سے فتنے پھیلے اور ابوبکر بھی بسبب کمی مدت خلافت اور بسبب دور ہونے زمانہ خلافت کے فتنوں سے مراد نہیں ہے لوگوں کا ظاہر یہی ہے کہ عمر بن خطاب کو مراد رکھا ہے اور میں کہتا ہوں ابوبکر کو آپ کا مراد رکھنا بہ نسبت عمر کے زیادہ ثابت ہے بسبب اسکے کہ خطبہ شقشقیہ میں خلافت عمر کی مذمت کی ہی جیسا کہ اسکی طرف اشارہ گذر چکا۔ ۱۲

قول نقل کیا ہی اوسکے بعد ابن ابی الحدید سے قول حسین عقلی طور پر بطلان قول راوندی کا
ثابت کیا گیا ہی اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راوندی کا قول مجوای عبارت کے سر اسر
مخالف ہی اور بیان کیا گیا ہے کہ اظہر یہہ ہی کہ مراد حضرت عمر ہین پہر شارح خود کہتا ہی
کہ اشبہ بحق یہہ ہی کہ مراد ابوبکر صدیق ہین پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہین
کہ شخص ثالث مراد نہین اور غیر اس شخص مصداق ان اوصاف کا نہین ہو سکتا ہی چہ معنی آنکہ قطب
صاحب کے دستگاہ تالی یا قصور کا شغہ سے ہے کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہین نہ اوسکی مضمون کو سمجھتے
ہین اور اپنی توجیہی چلے جاتے ہین خواہ الفاظ سے پیدا ہو یا نہو خیر ہمکو اس سے کیا بحث
خدا تعالے اونکو اس ایمانداری اور دیانت کے جزا دیوی اور یہی کہا ع جزاہ بعنی عدی
بن حاتم الخ ـ ہماری غرض یہہ ہی کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکر ہین یا عمر اور یہہ ثابت
ہو گیا اور یہہ بھی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہوگا وہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہوگا
نہ ظالم و غاصب و فاسق و فاجر کیونکہ امام ہانی اور وہ قطعاً باتفاق شیعہ مراد نہین یا ملوک و سلاطین ور نہین بعد وجہ
تنقلہا مفقود ہیہ نہ تھی ہین یا خلفا راشدین سے اور یہی محل ان اوصاف کی ہین لیکن ائمہ اثنا عشریہ سے کوئی مراد نہین ہی تو ابوبکر یا عمر مراد
ہونگی اور انکا خلیفہ راشد ہونا ثابت ہوا اب ہم ان اوصاف عالیہ کو بغرض عموم نفع شرح سے لکھتے ہین وقد وصف
بامور احدہا تقویمہ للاود وھو کنایۃ عن تقویمہ لاعوجاج الخلق عن سبیل
اللہ الی الاستقامۃ فیہا الثانی مداواتہ للعمد واستعار لفظ العمد للامراض
النفسانیۃ باعتبار استلزامہ للاذی کالعمد ووصف المداواۃ لمعالجۃ
تلک الامراض بالمواعظ البالغۃ والزواجر القارعۃ القولیۃ والفعلیۃ الثالث اقامۃ

ے اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اوسکو موصوف کیا اول اوسکا کجی کو سیدھا کرنا اور یہہ کنایہ ہی اوس سے کہ اوسنی خلق کی کجی کو
اللہ کی رستہ سے استقامت اور ہمواری کیطرف سیدھا کیا ـ دوسری اوسکا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو
امراض نفسانیہ کے لیے چونکہ وہ بھی مثل عمد کی تکلیف کو مستلزم ہی استعارہ کیا اور پوری نصیحتوں اور بڑی دھمکیوں قولیہ اور
فعلیہ کے ساتھ امراض کے معالجہ کو مداوا کے ساتھ وصف کیا ـ ۱۲ ـ

للسنة ولم وهما الرابع تخليفه للفتنة اي موته قبلها ووجه كون ذلك مدحا هو اعتبار عدم وقوعها بسببه وفي زمنه بحسن تدبيره الخامس ذهابه نقي الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضه ونقاه سلامته عن دنس المذام السادس قلة عيوبه السابع اصابة خيرها وسبق شرها والضمير في الموضعين يشبه ان يرجع الى المعهود مما هو فيه من الخلافة اي اصاب ما فيها من الخير المطلوب وهو العدل واقامة دين الله الذي به يكون الثواب الجزيل في الآخرة والذكر الجميل في الدنيا وسبق شرها اي مات قبل وقوع الفتن فيها وسفك الدماء لاجلها الثامن اداؤه الى الله طاعته التاسع اتقاؤه لحقه اي ادى حقه خوفا من عقوبته العاشر رحيله الى الآخرة تاركا للناس بعده في طرق متشعبة من الجهالات لا يهتدي فيها من ضل عن سبيل الله ولا يستيقن المهتدي في سبيل الله انه على سبيله لاختلاف طرق الضلال وكثرة المخالف له فيها والواو في قوله وتركهم للحال۔ عاقل منصف ان اوصاف عالیہ میں غور کرے اور دیکھے جو کچھ ابن ابی الحدید اور ابن میثم وغیرہ نے کہا ہے وہ صحیح ہے یا جو کچھ قطب راوندی نے فرمایا ہے اور یہ بھی خیال کرے کہ یہ اوصاف مجموعہ بجز خلیفہ راشد کے

ف تیسرے اسکا سنت کو قائم کرنا اور اسپر قائم رہنا۔ چوتھی فتنوں کا پیچھے چھوڑ جانا یعنی فتنوں سے پہلے مر جانا اور یہ اسوجہ سے اسکی مدح ہے کہ اسکی حسن تدبیر سے اسکے عہد میں فتنے نہ واقع ہوئی پانچویں اسکا پاک دامن جانا اور ثوب کو اسکی آبرو کی لیے استعارہ کیا اور ثوب کی پاکیزگی کو اسکی سلامت رہنی مذمت و ملامت کی میل کچیل سے استعارہ کیا چھٹی اسکی عیوب کا کم ہونا ساتویں خلافت کی بھلائی کا پانا اور اسکی برائی سے محفوظ رہنا اور ضمیر خیرہا و شرہا کی شاید کہ یہیں پر خلافت کی طرف راجع ہے جو معہود ہے یعنی خلافت سے جو چیز مطلوب ہے اور وہ عدل کرنا اور اللہ کا دین قائم کرنا جس سے عمدہ بدلا آخرت میں اور اچھی زندگی دنیا میں حاصل ہوتی ہے وہ اسنے پالیا اور خلافت کی شر سے بچا یعنی فتنوں کی واقع ہونے سے پہلے اور خلافت پر خونریزی کے ہونے سے پیشتر وفات پاگیا آٹھویں اسکا اللہ تعالے کی طاعت و بندگی کو ادا کرنا نویں اسکا تقوی کرنا جو کہ حق تقوی کا ہے یعنی اسکی عذاب کے خوف سے اسکا حق ادا کیا دسویں اسکا لوگوں کو ایسی حالت کو چھوڑ جانا کہ پراگندہ راہوں میں جن میں راہ گم کردہ گمراہ ہدایت نہیں پاتی اور راہ پایا ہوا ۹

کسی مین پائی جاسکتی ہین حاشا وکلا اور خلفا مین سے جب ایک کی بھی خلافت راشدہ ثابت ہوگئی تو سبکی
ثابت ہوگئی یا تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفا خلیفہ راشد تھے اور یہی مدعا تھا اور یہہ تغلیط قول قطب الدین
راوندی کے جو کی گئی ہے بشرط التسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہہ ہو کہ مراد رجل سے وہ رجل
ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھا اور اسی زمانہ مین قبل از وقوع فتن وفات
پا گیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مضمون مذہب راوندی نقل کی ہے اوس سے صرف
اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ رجل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت
ہوگیا اور ظاہر ہے کہ یہہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتی کہ مراد رجل سے کوئی شخص
ثالث سوای ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے
کہ مراد یا ابوبکر ہے یا عمر رض کیونکہ اولاً وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہہ ممکن نہین
کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین مصدر ان اوصاف کا ہو سکے - اور ثانیاً
من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ زمانہ حیات
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسنے وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم
ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندہ رہا - ہان وقوع
اور انتشار فتن سے پہلے رحلت کر گیا اور ایسا شخص بجز ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
اور کوئی دوسرا نہین - ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے
کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین فتنون اور آشوب سے بالکل پاک اور صاف
ہے زمانہ فتن بعد وفات جناب فاروق رض شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین پر مضمون
عبارت راوندی - انہ انما اراد بعض الصحابۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ممن مات قبل وقوع الفتنۃ وانتشارہا بخوبی صادق آتا ہے اور
اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک بھی مراد رجل سے یا ابوبکر ہین
یا عمر رض لیکن صاف نام نہین لیتا اور نام لے تو کیونکر لے اوسکو اپنی مذہب کا

پیچ رخصت ہمین یہی کر خود اپنی ہاتہون سے اپنی مذہب کا استیصال کری پس بہہ
بقول قطب الاقطاب شیعہ وعلامہ ابن میثم وابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابوبکر مین
پس الحمد للہ علے وضوح الحق وفضوح الباطل اب وہ جواب بہی
ضروری جانتے ہیں جو حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب مین فرمائے مین۔ جواب
اول یہہ ہی کہ ممکن ہے کہ یہہ مدح اون لوگونکی دلجوئی واصلاح کے لیے فرمائی ہو کہ جو
صحت وحقیت خلافت شیخین کے معتقد تہی اور بدیہی ہے کہ یہہ جواب نہایت واہی
ہی کیونکہ ہم تسلیم کرلیتے ہین کہ آپنے یہہ مدح دلجوئی کے طور پر فرمائی تہی لیکن ہم پوچھتے
ہین کہ یہہ مدح مطابق واقع ونفس الامر کے تہی یا نہ تہی اگر مطابق واقع کے نہ تہی۔ تو
معاذ اللہ اپنی لوگونکی دلجوئی کے واسطی قسم کہا کر دس جہوٹ بولی اور جہوٹ
وفریب کے ساتہہ لوگونکا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالے کی ناراضی کے ساتہہ لوگونکی رضا
چاہی اور اس جہوٹ کا نتیجہ صرف یہہ ہے کہ لوگ شیخین کی مدح وثنا حضرت کے
زبانی خلافت کے بارہ مین سنکر اونکی حقیت خلافت کے معتقد ہون اور زیادہ گمراہی
مین پڑین پہر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپکو ایسا ہی جہوٹ بولکر کام نکالنا تہا تو
بمقابلہ امیر معویہ کے اسطرح کیون جہوٹ بولکر کام نکالا۔ وہان تو امیر معویہ علیہ ما علیہ کی بابت
اوراپنی مدح مین فرماتے ہین کہ وہ فریب کرتا ہی اور ہم دغا اور فریب نہین کرتے
پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے ولا وتمسک پر کہ اسکی پردہ مین کیا کیا خوبیان حضرات
ائمہ کیطرف منسوب فرماتے ہین اور اگر یہہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
اور یہہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہہ فرماتے ہین کہ یہہ مدح بطور
طنز وتعریض عثمان اور اونکی توبیخ کے تہی یعنی کہ بعد اوس شخص کے جو ان صفات
کی ساتہہ متصف تہا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی اضداد کے ساتہہ متصف تہا
یعنی کہ خلافت عثمانی مین فتنہ اوٹہی اور انہون نے بیت المال کو بیجا صرف کیا جسکو

سبب سے ادن پر ہوا ہوا یہہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور واہی ہے جیسا کہ پہلا جواب تھا کیونکہ اسمین بھی وہی کلام ہے کہ جو اوس جواب مین کی گیی ہے علاوہ اسکی ابن انصاف نظر انصاف سے دیکھین کہ اس کلام مین کوئی ایسا لفظ مذکور ہے جو طعن و تعریض یا توبیخ پر دلالت کرتا ہو۔ حقیقت یہہ سب ڈہکوسلہ گھڑا ہوا ہے کیونکہ جناب امیر نے خدا کی قسم کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین لم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ ظاہر ہے کہ آپنے باوجود اس جور و ظلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی یمین مین جو طاعت پر ہاتہی حانث ہوئی اور عاصی۔ علاوہ ازین یہہ جواب خود ہماری موید ہے اور صاف دلالت کرتا ہے کہ مراد رجل سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین یا عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گیی تو بہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گیی گویا یہہ کہا گیا کہ فلان خلیفہ تو ان محامد و اوصاف کے ساتہہ متصف تہا اور یہہ خلیفہ ادن اوصاف سے متصف نہین اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بجز ابوبکر رضؓ و عمرؓ کے نہین ہوا کہ وہ ان اوصاف کے ساتہہ متصف ہو اور اگر واقع مین وہ خلیفہ جسکی بہ نسبت عثمان رضؓ کو تعریض کی گیی ہو ایسا نہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمانؓ اور اونکی اولیا کہہ سکتی ہین کہ آپنے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف بائین صفات ہو آپ خود معتقد نہین ہین کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جہوٹ سے الزام نہین ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہہ مدح و صفت و ثنا و منقبت ابوبکر رضؓ کی ہے یا عمر رضؓ کی اور واقعی اور نفس الامری ہے اور جب یہہ ثابت ہوا تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرع ہے وہ بہی ثابت ہوئی باقی اسکی بحث اوسجگہ کیجائیگی جسجگہ ہماری فاضل مجیب نے بہت کچھہ جوش و خروش فرمایا ہے۔

دلیل سادس — اونکی امام الائمہ امام کلینی نے فروع کافی مین باب من یجب علیہ الجہاد و من لا یجب مین ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین نقل کیا ہے چونانچہ وہ حدیث مشعر حقیت خلافت خلفا

ثلثہ رضوان اللہ علیہم ہم بھی اوس حدیث کو اون تینون سے نقل کرتے ہین علی بن ابراھیم
عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن
ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ اھو لقوم
لا یحل الا لھم ولا یقوم بہ الا من کان منھم ام ھو مباح لکل من وحد اللہ
عزوجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ومن کان کذا فلہ ان یدعو
الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاھد فی سبیلہ فقال ذلک لقوم لا یحل
الا لھم ولا یقوم بذلک الا من کان منھم قلت من اولئک قال من قام بشرائط
اللہ عزوجل فی القتال والجہاد علی المجاھدین فھو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل
ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجہاد علی المجاھدین فلیس بماذون لہ
فی الجہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجہاد
قلت فبین لی یرحمک اللہ تعالی قال ان اللہ تبارک وتعالی اخبر فی کتابہ الدعاء الیہ ووصف الدعاۃ الیہ فجعل
ذلک لھم درجات یعرف بعضھا بعضا ویستدل بعضھا علی بعض فاخبر انہ

---

[1] ابو عمیر زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہی کہا مین نے عرض کیا یا حضرت مجکو اللہ کیطرف بلانی اور اسکی راہ مین جہاد کرنے کی خبر بھی کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز انکی کسی دوسرے کو حلال نہین ہے اور اسکو بجز انکے کوئی دوسرا برپا نہین کرسکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدانیت الہی کا قائل اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی معترف ہو مباح ہی کہ اللہ کے اور اسکی بندگی کیطرف بلائی اور اسکی راہ مین جہاد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ انکے سوا کسی کو حلال نہین اور سوای انکے اوسکو اور کوئی برپا نہین کرسکتا مینے عرض کیا وہ کون لوگ ہین فرمایا جو شخص شرائط کے ساتھ قتال جہاد مین مجاہدین پر قائم ہو ۔ وہ اللہ عزوجل کیطرف دعوت کا مجاز ہی ۔ اور جو اون شرائط کے ساتھ جو جہاد مین مجاہدین پر قائم نہو ۔ تو وہ جہاد کا اور خدا کی طرف دعوت کا مجاز نہین ہے تاوقتیکہ اللہ اوسکی نفس مین شرائط جہاد کا جو اوسپر مقرر کی ہین حکم کری مین نے عرض کیا ۔ تو بیان فرمایئی خدا آپ پر رحمت کری فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب مین اپنی دعوت کی خبر دی اور داعیون کو بیان کیا ۔ اور انکیلیے اوسکی درجہ مقرر کیے جنمین بعض کو بعض جانتے ہین اور بعض پر بعض سے استدلال کرین پس خبر دی ۱۲ —

تبارك وتعالى اول من دعا الى نفسه فدعا الى طاعته واتباع امره فبدأ بنفسه فقال والله يدعو الى دار السلام ويهدى من يشآء الى صراط المستقيم ثم ثنى برسوله فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن يعنى بالقرآن ولم يكن داعيا الى الله عز وجل من خالف امر الله ويدعو اليه بغير ما امر فى كتابه والذين امر ان لا تدعى الا به وقال فى نبيه صلى الله عليه وآله وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ يقول تدعو ثم ثلث بالدعاء اليه بكتابه ايضا فقال ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم اى يدعو ويبشر المؤمنين ثم ذكر من اذن فى الدعاء اليه بعده وبعد رسوله فى كتابه فقال ولتكن منكم طائفة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامة وممن هى وانها من ذرية ابراهيم ومن ذرية اسمعيل من سكان الحرم ممن لم يعبد واغير الله قط الذين وجبت لهم الدعوة دعوة ابراهيم واسمعيل من اهل المسجد الذين اخبر عنهم فى كتابه انه اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا الذين وصفناهم قبل هذا فى صفة امة ابراهيم الذين عناهم الله تبارك وتعالى فى قوله ادعو

سل کہ اللہ تبارک وتعالے نے سب سے پہلی اپنی دعوت کی اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کیطرف بلایا پہلی اپنی آپ کو کہا اور فرمایا (اللہ جنت کیطرف بلاتا ہی اور جسکو چاہتا ہے سیدہی راہ دکہاتا ہی) دوسری اپنی رسول کو مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کیطرف دانائی اور اچہی نصیحت کے ساتھ بلا اور انسی جہگڑ اچہی طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآنی حکموں کے سوا اوسکی طرف بلائی تو وہ اللہ کیطرف داعی نہو اور دین ایسا امر ہی کہ بجز اوسکی دعوت نہیں کیجاتی اور اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے باب میں فرمایا (اور بیشک سیدہی راہ دکہاتا ہی یعنی بلاتا ہی پہر تیسری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہہ قرآن محکم طریقہ کی طرف راہ دکہلاتا ہی) یعنی بلاتا ہی اور خبر سناتا ہی پہر اونکا ذکر کیا جنکو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہی اور فرمایا (تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بہلائی کیطرف بلائیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور یہہ لوگ فلاح پاب ہیں) پہر اس امت کی خبر دی کہ یہہ کن سے ہی اور یہہ ابراہیم و اسمعیل کی اولاد حرم کے رہنی والے ہیں جنہوں نے خدا کی سوا کبہی کسیکی عبادت نہیں کی اور جنکو بسبب ابراہیم و اسمعیل کی دعا واجب ہوئی اور مسجد والے ہیں جنکی خبر اپنی کتاب میں دی ہی کہ انسی پلیدی دور کرکے انکو خوب پاک کردیا اور جنکا ہم نے اس سے پہلی وصف بیان کیا ابراہیم کے امت کے صفت میں اور جنکو اللہ تبارک تعالی نے اپنی اس قول میں ادعوا لے الخ ۱۲

بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی اول من اتبعه علی الایمان به والتصدیق له وبما جاء به من عند الله عز وجل من الامة التی بعث فیها ومنها والیها قبل الخلق ممن لم یشرک بالله قط ولم یلبس ایمانه بظلم وهو الشرک ثم ذکر اتباع نبیه صلی الله علیه وآله وسلم واتباع هذه الامة التی وصفها فی کتابه بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر وجعلها داعیة الیه واذن له فی الدعاء الیه فقال یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المؤمنین ثم وصف اتباع نبیه من المؤمنین فقال عز وجل محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل وقال یوم لا یخزی الله النبی والذین امنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم وبایمانهم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر یعنی اولئک

ك علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی سے مراد اور کہا ہے یعنی سب سے پہلی جنہوں نے حضرت کی پیروی کی آپ پر ایمان لا اللہ کی تصدیق کرنے میں اور ان کو جو آپ خدا تعالی کے پاس سے لائے اس امت سے جس کی طرف مبعوث ہوئے حق کو قبول کیا اور کبھی شرک نہ کیا اور اپنے ایمان کو ظلم کو جو شرک ہے ملایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر کیا اور اس امت کی اتباع جسکا بھی کتاب میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ وصف فرمایا انکو اپنی طرف بلانیوالا قرار دیا اور انکو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا اے نبی اور تیری پیروی کرنیوالے مومنین کافی ہیں پھر مومنین اپنی نبی کے پیروی کرنیوالوں کا وصف بیان کیا اور فرمایا (محمد رسول ہیں جو اسکے مصاحب ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں رحم ہیں تو انکو رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے کہ اللہ سے فضل و رضوان کو انکی علامتیں انکی چہروں پر سجدہ کے نشان ہیں یہ انکی مثل ہی توریت میں انجیل میں) اور فرمایا (جس دن رسوا نہ کریگا اللہ نبی کو اور انکو جو اسکے ساتھ ایمان لائے ہونگے انکا نور انکے آگے ہوگا کہینگے اے رب ہمارے پورا کر ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش ہمکو تو ہر شی پر قادر ہے) وللہ ہو ۱۲ —

المؤمنين فقال قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ثم حلاهم ووصفهم كيلا يطمع
في الميثاق بهم الا من كان منهم فقال فيما حلاهم ووصفهم الَّذِينَ هُمْ
فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ الى قوله
تعالى أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
ثم حلاهم ووصفهم كيلا يطمع في الحاق بهم الا من كان منهم فقال
فيما حلاهم به ووصفهم وقال في وصفهم وحليتهم ايضا الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ الآية ثم اخبر انه اشترى من هؤلاء المؤمنين ومن كان
على مثل صفتهم أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ
ثم ذكر وفاءهم له بعهده ومبايعته فقال وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ
فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ فلما نزل
هذه الآية إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ

له یعنی پہلے مومنین او فرمایا (بیشک کامیاب ہوئے ایمان والے) پھر اونکو زینت بخشی اور اونکا وصف کیا تاکہ
بجز اونکی جو اونہین سے ہوا ونہین ملنے کے طمع نکرے تو اونکی زینت اور وصف مین فرمایا (جو اپنی نمازمین خشوع کرتے
ہین اور جو بیہودہ سے معرض ہین - الی قولہ تعالے - یہہ ہی وارث ہین جو جنت فردوس کے وارث ہونگے ہمیشہ اسمین
رہینگے) پھر اونکو زینت بخشی اور وصف کیا تاکہ بجز اونکے جو انہین سے ہوا ونہین ملنے کی طمع نکرے تو انکی صفت اور حلیہ مین فرمایا
جو نہین پکارتے ہین اللہ کے ساتھہ دوسری معبود کو الآیہ) پھر خبر دی کہ اوسنے ان مومنوں سے اور جو انکی صفت
رہین اونکے جانون اور مالون کو اسکے عوض مین کہ اونکی لیے جنت ہوگی اللہ کے راہ مین لڑینگے پس
ارینگے اور مرینگے اللہ کا سچا وعدہ ہے توراۃ اور انجیل اور قرآن مین پھر اونکی عہد کے پورا کرنیکا - اور
بیعت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنے عہد کو اللہ سے تو شاد ہو تمہاری بیعت کا جو تمنے کی ہے اور
یہہ بڑے کامیابی ہے) جبکہ یہہ آیت - ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم
منہ ۱۲

الجنة قام رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله ارئيتك الرجل
ياخذ سيفه فيقاتل حتى يقتل الا انه يقترف من هذه المحارم اشهيد هو فانزل
الله عز وجل التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ففسر النبي صلى الله عليه وسلم المجاهدين
من المؤمنين الذين هذه صفتهم وحليتهم بالشهادة والجنة وقال
التائبون من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون الا الله ولا يشركون
به شيئا الحامدون الذين يحمدون الله على كل حال في الشدة والرخاء السائحون
وهم الصائمون الراكعون الساجدون الذين يواظبون على الصلوات
الخمس الحافظون لها والمحافظون عليها بركوعها وسجودها في الخشوع
فيها وفي اوقاتها الامرون بالمعروف بعد ذلك والعاملون به والناهون
عن المنكر والمنتهون عنه قال فبشر من قتل وهو قائم بهذه الشروط بالشهادة

ف ل نازل ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا نبی اللہ بتلائیے ایک شخص
کہ اپنی تلوار لیکر لڑتا ہے اور مقتول ہوتا ہے لیکن وہ حرام کاموں کا مرتکب ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو اللہ نے
نازل فرمایا (توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے روزہ رکھنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیکی
کا حکم کرنیوالے برائی سے روکنے والے اللہ کی حدود کی نگہبانی کرنیوالے اور خوشخبری دے ایمان والوں کو) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجاہدین کی ان ایمان والوں کی جنکی یہ صفت ہے اور یہ زیور ہے شہادت اور جنت کے ساتھ تفسیر
فرمائی اور فرمایا گناہوں سے توبہ کرنیوالے جو سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور کسیکو
اوسکا شریک نہیں کرتے شکر کرنیوالے جو ہر حال سختی و نرمی میں شکر کرتے ہیں روزہ رکھنے والے
رکوع سجدہ کرنیوالے جو پانچوں نمازوں پر مداومت کرتے ہیں اور انکے رکوع سجود کے ادا اور انکی خشوع اور ان
کے اوقات کی نگہداشت کرنے والے ہیں بعد اسکے بھلی باتوں کا حکم کرنیوالے اور خود اوس پر عمل کرنیوالے اور برائی سے روکنے
اور خود باز رہنے والے فرمایا پس خوشخبری سنا دو ان شرطوں کے ساتھ قائم ہو کر مقتول ہونے پر شہادت ۔

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يأمر بالقتال الا اصحاب هذه الشروط[1] فقال عز وجل اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وذلك ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ولرسوله ولاتباعه من المومنين من اهل هذه الصفة فما كان من الدنيا في ايدي المشركين و الكفار والظلمة والفجار من اهل الخلاف لرسول الله صلى الله عليه وسلم والمولي عن طاعتهما مما كان في ايديهم ظلموا فيه المومنين من اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله فهو حقهم افاء الله عليهم ورده اليهم وانما معنى الفئ كلما صار الى المشركين ثم رجع مما قد كان عليه او فيه فما رجع الى مكانه من قول او فعل فقد فاء مثل قول الله عز وجل فان فاؤا فان الله غفور رحيم اى رجعوا ثم قال وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وقال اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

---

[1] اور جنت پھر خدا تعالی نے خبر دی کہ اوسنے بجز ان شرطون والونکے کسیکو قتال کا حکم نہین دیا پھر خدا عز وجل نے فرمایا۔ (اذن دیا گیا اونکے لیے جنسی لوگ لڑتے ہین اس سبب سے کہ اونپر ظلم ہوا ہی اور اللہ اونکو ادید قادر ہے جو لوگ نکالے گیے اپنے گھرونسے ناحق لیکن یہہ کہتے ہین کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہہ اسلیے کہ تمام جوکچھہ آسمان اور زمین مین ہی اللہ تعالے اور اوسکے رسول اور اوسکی پیروی کرنے والے مومنونکا ہی جنکی یہہ صفت ہی تو جوکچھہ دنیا مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفون اور اوسکی نافرمانون مشرکین اور کافرون اور ظالم اور فاجرونکے قبضہ مین ہے اوسمین اس صفت کے ایمان والونپر ظلم کیا ہی اور اونپر غلبہ کرکے لیلیا۔ جوکچھہ اللہ نے اپنے رسول کو بطور فے کے دیا وہ اونکا حق ہی کہ اللہ نے اونپر لوٹایا اور کلمہ فے کے معنی ہر وہ شی جو مشرکون کی طرف چلی جاے پہر لوٹ آئی جس حال پر تہی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اوسکو بہی لفظ فا ہے چنانچہ اللہ عز وجل کا قول فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم ہے یعنے اگر لوٹین پہر فرمایا۔ فان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المومنین ۱۲—

اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغي
حتى تفئ الى امر الله اى ترجع فان فاءت اى رجعت فاصلحوا بينهما بالعدل
واقسطوا ان الله يحب المقسطين يعني بقوله تفئ ترجع فذلك الدليل على
ان الفئ كل راجع الى مكان قد كان عليه اوفيه ويقال للشمس اذا زالت قد فاءت
الشمس حين يفئ الفئ عند رجوع الشمس الى زوالها وكذلك ما افاء الله على المؤمنين
من الكفار فانما هي حقوق المؤمنين رجعت اليهم بعد ظلمهم اياهم
وذلك قوله اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المؤمنين احق به
منهم وانما اذن للمؤمنين الذين قاموا بشرائط الايمان التي وصفناها وذلك
انه لا يكون ماذونا له في القتال حتى يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون
مومنا ولا يكون مومنا حتى يكون قائما بشرائط الايمان التي شرط
الله عز وجل على المومنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل
كان مومنا واذا كان مومنا كان مظلوما واذا كان مظلوما كان ماذونا في الجهاد

سلہ اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفئ الى امر الله - يعني لوٹے پس اگر
لوٹ آوے - يعني لوٹے تو صلح کرا دو ان دونوں ميں بالعدل واقسطوا ان الله يحب المقسطين - ذمراد تفئ سے يہ ہے کہ لوٹے
(يہ دليل ہے کہ فئ ہر وہ شے ہے جو اپنی پہلے حال ميں لوٹ آوے اور يہ کہا کرتے ہيں جب آفتاب ڈھل جاتا ہے قد فاءت الشمس
جبکہ آتا ہے زوال کی طرف روشنی کے وقت سايہ پھر آئی اور اسی طرح جو کچھ مومنوں کو الله نے کفار سے بطور غنيمت کے
دلايا ہے وہ صرف مومنوں کا حق ہے جو انکو بعد کفار کے ظلم کے انپر واپس آگيا - اور يہ الله کا قول ہے
(اذن ديا گيا انکو جنسے کفار لڑتے ہيں بسبب اسکے انپر ظلم ہوا ہے) مومن بہ نسبت انکے زيادہ حق دار
نہيں تھے اور صرف اذن مومنوں کو اذن ديا گيا ہے جو ايمان کے شرائط کے ساتھ متصف جنکا ہم بيان کر چکے
اور يہ اسليے کہ ماذون نفس القتال نہيں ہوتا يہاں تک کہ مظلوم ہو اور مظلوم نہيں ہوتا - يہاں تک کہ مومن
ہو اور مومن نہيں ہوتا يہاں تک کہ ايمان کے ان شرائط کے ساتھ قائم ہو جو الله نے مومنوں اور مجاہدين کے ساتھ
شرط کی ہيں پس جب اسميں الله تعالے کے شرطيں پوری ہونگی تو مومن ہوگا اور جب مومن ہوگا مظلوم ہوگا
اور جب مظلوم ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا - ۱۲ -

بقوله[1] عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الاية وان لم يكن مستكملا بشرايط الايمانات فهو ظالم لمن ينبغي ويجب جهاده حتى يتوب وليس مثله ماذونا في الجهاد والدعاء الى الله عز وجل لانه ليس من المؤمنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما نزلت هذه الاية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم احل لهم جهادهم بظلمهم اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذه الاية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي اهل مكة لهم فما بالهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لم يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم بغير حق فلو كانت الاية انما

[1] بسبب قول عز وجل کے — اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الایۃ — اور اگر مستکمل ایمان کی شرائط کو مستکمل نہیں تو وہ ظالم ہے اوسپر جہاد کرنا واجب ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور ایسا شخص جہاد کرنے اور اللہ کی طرف بلانے میں ماذون نہیں کیونکہ وہ ان مومن مظلوموں میں سے نہیں ہے جنکو جہاد کا اذن ہوا ہے جیسا آیت اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا — اون مہاجرین کے باب میں جنکو اہل مکہ نے اونکے شہروں اور مالوں سے نکال دیا تہا اوتری تو بسبب ظلم کفار کے اونکے جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی میں نے عرض کیا یہہ تو مہاجرین میں بسبب ظلم مشرکین مکہ کے نازل ہوئی پھر کسری وقیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب سے لڑائی کا کیا حال ہے فرمایا اگر صرف اہل مکہ کی لڑائی کا اذن ہوتا تو پھر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل مکہ سے لڑائی کی کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنیوالے اونکے غیر ہیں اور اونکو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تہا جنہوں نے اونپر ناحق اونکی گہروں اور مالوں سے نکالنے کا ظلم کیا تہا اور اگر اس آیت سے — ۱۲ —

سله
عنت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الاية مرتفعة الفرض عنهم
بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضها مرتفعا
من الناس بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس
كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل
مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله تعالى لهم
في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم
بما كان في ايديهم مما كان المؤمنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن
الله عز وجل لهم في ذلك وبحجة هذه الاية تقاتل مؤمنو كل زمان وانما اذن
الله عز وجل للمؤمنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التي
شرطها الله على المؤمنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط
فهو مؤمن وهو مظلوم ومأذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان
على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بمأذون له في القتال

سله مراد مہاجرین ہی سے ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا تو پہلو سے اس آیت کا مدعا ہی مرتفع ہو جاتا ہے
اون ظالموں اور مظلوموں میں سے کوئی باقی نہیں اور اونکے بعد یہہ حکم ہی اوٹھہ جائے جبکہ ظالم اور مظلوم کوئی
باقی نہ رہی اور یہ جیسا تونے گمان کیا اور بیان کیا لیکن مہاجرین دو طرح سے مظلوم ہیں اہل مکہ
نے اونکو گہروں اور مالوں سے نکالنے میں ظلم کیا تو اونہوں نے خدا کی اذن کے ساتھہ لڑے اور کسری و قیصر وغیرہ قبائل عرب نے
اسپر قبضہ کرنے میں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تہا اونسے بہی خدائے عز وجل کے اجازت سے لڑے اور اسی آیت کی
حجت کے ساتھہ ہر زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے صرف اون مومنوں کو اجازت دی ہے جو اللہ کے اون شرطوں
کے ساتھہ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں پر ایمان اور جہاد میں کئے ہیں اور جو اون شرائط کے ساتھہ قائم ہو وہ مومن اور مظلوم
ہے اور اونکے لئے جہاد بہی اسی سبب سے اور جو اسکے خلاف ہو وہ مظلوم نہیں ظالم ہے اور نہ اسکو قتال کی اذن ہے

سلہ ولا بالنہی عن المنکر والامر بالمعروف لانہ لیس من اہل ذلک ولا ماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل لانہ لیس مجاہد امثلہ وامر بدعائہ ولا یکون مجاہدا من قد امر المومنون بجہادہ وخطر الجہاد علیہ ومنعہ منہ ولا یکون داعیا الی اللہ عزوجل من امر بدعاء مثلہ الی التوبۃ والحق والامر بالمعروف والنہی عن المنکر ولا یامر بالمعروف من قد امر ان یومر بہ ولا ینہی عن المنکر من قد امر ان ینہی عنہ فمن کانت قد تمت فیہ شرائط اللہ عزوجل التی وصف بہا اہلہا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو مظلوم فہو ماذون فی الجہاد کما اذن لہم لان حکم اللہ عزوجل فی الاولین والاخرین وفرائضہ علیہم سواء الا من علۃ او حادث یکون والاولون والاخرون ایضا فی منع الحوادث شرکاء والفرائض علیہم واحدۃ یسال الاخرون من اداء الفرائض عما یسال عنہ الاولون ویحاسبون عما یحاسبون ومن لم یکن علی صفۃ من اذن لہ فی الجہاد من المومنین فلیس من اہل الجہاد ولیس بماذون لہ فیہ

سلہ اور نہ بھلائی کی حکم اور برائی سے روکنے کے ادہکو اجازت ہی کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا کے عزوجل کیطرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگونمین سے جن سے جہاد کرنے اور جنکو خدا کے طرف بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسکی جہاد کا مومنونکو حکم ہو یا اوسکو جہاد ممنوع ہو اور وہ شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جسکو توبہ اور حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا حکم ہو اور وہ شخص بھلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسکی بھلائی کے حکم کیے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہین کر سکتا جسکو خود بازرہنی کا حکم ہو اور جس شخص مین اللہ کے شرائط پوری ہون جنکی اہل کی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ مظلوم ہو تو وہ ماذون فی الجہاد ہے جیسے اونکو اذن تہا کیونکہ اللہ کا حکم اور اسکے فرائض مین پہلے اور پچھلے برابر ہین مگر یہہ کہ کوئی علت یا حادثہ پیش آوے اور پہلے اور پچھلے ہی حوادث کے منع مین شریک ہین اور فرائض مین متحد ہین جن فرائض سے پہلے پوچھے جاتے ہین پچھلے بہی سوال کیے جائینگے اور جسکا پہلونسے حساب ہوگا پچھلونسے بہی ہوگا اور جو شخص اونکی صفت پر نہو مومنونسے جنکو جہاد کی اجازت ہے تو وہ

حتى يفى بما شرط الله عز وجل عليه فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل على المومنين والمجاهدين فهو من المأذونين لهم فى الجهاد فليتق الله عز وجل عبد ولا يغتر بالأماني التى نهى الله عز وجل عنها من هذه الأحاديث الكاذبة على الله التى يكذبها القرآن ويتبرأ منها ومن حملها وروايتها ولا يقدم على الله عز وجل بشبهة لا يعذر بها فانه ليس وراء المتعرض للقتل فى سبيل الله مرتبة يؤتى الله من قبلها وهى غاية الأعمال فى عظم قدرها فليحكم امرء لنفسه وليرها كتاب الله عز وجل وليعرضها عليه فانه لا احد اعرف بالمرء من نفسه فان وجدها قائمة بما شرط الله عليه فى الجهاد فليقدم على الجهاد وان علم تقصيرا فليصلحها وليقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد ثم ليقدم بها وهى طاهرة من كل دنس يحول بينها وبين جهادها ولسنا نقول لمن اراد الجهاد وهو على خلاف ما وصفنا من شرائط الله عز وجل على المومنين والمجاهدين لا تجاهدوا ولكن نقول قد علمنا كم ما شرط الله عز وجل

ك يہانتك كہ اللہ كے شرطون كو پورا كرے پس جب اسمين اللہ كى شرائط جو مومنون اور مجاہدون پر ہين پورى ہون تو وہ انمين سے ہے جنكو جہاد كا اذن ہے تو بندہ خدا سے ڈرے اور ان جہوٹى باتونكى اميد نہ كرے جنسے خدا نے منع كيا اور جنكو قرآن جہٹلاتا ہے اور جن سے اور جنكو اوہٹا نيوالون سے اور جنكى روايت سے بيزار ہوتا ہے فريب نہ كہاوے اور اللہ عز وجل پر شبہہ كے ساتہ جسمين عذر نہ ہو پيش قدمى نكرے كيونكہ اللہ كے راہ مين تعرض كرنے كى سوا كوئى مرتبہ نہين ہے كہ اس سے پہلے اللہ ديوے اور وہ اميدونكى منتہا ہے اپنى قدر كى عظمت مين پس چاہيے كہ كتاب اللہ كو اپنى نفس كے ليے حكم بناوے اور اوسپر پيش كرے كيونكہ اپنى آپكو اپنى نفس سے زيادہ كوئى پہچانتے والا نہين اگر اپنى نفس كو اللہ كى شرطون پر قائم پاوے تو جہاد پر پيش قدمى كرے اور اگر كوتاہى سمجہے تو اوسكى اصلاح كرے اور اون شرطون پر قائم كرے جو اللہ نے جہاد مين مقرر كيے ہين پہر ميل كچيل سے جو اوسمين اور جہاد مين حائل تہا پاك صاف ہوكر پيش قدمى كرے ـ جو لوگ كہ جہاد كا ارادہ كرنيوالے اون اوصاف پر نہين ہين جو مومنين مجاہدين كے ہين ہم اونكو يہ نہين كہتے كہ وہ جہاد نكرين ليكن ہم كہتے ہين كہ ہمنے تمكو سكہلا ديا ہے جو اللہ نے ١٢٠

على اهل الجهاد الذين بايعهم واشترى منهم انفسهم واموالهم بالجنان فليصلح امرء ما علم من نفسه من تقصير عن ذلك وليعرضها على شرائط الله فان راى انه وفى بها وتكاملت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل في الجهاد وان ابى ان لا يكون مجاهدا على ما فيه من الاصرار على المعاصي والمحارم بالاقدام على الجهاد بالتخبط والعمى والقدوم على الله عز وجل بالجهل والروايات الكاذبة فلقد لعمري جاء الاثر فيمن فعل هذا الفعل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم فليتق الله عز وجل امرؤ وليحذر ان يكون منهم فقد بين لكم ولا عذر لكم بعد البيان في الجهل ولا قوة الا بالله حسبنا الله عليه توكلنا واليه المصير — انتهى چونکہ اس حدیث کی عبارت سہل ہے محتاج ترجمہ و بیان حاصل مطلب نہیں اور نیز ہمیں بخوف طول ترجمہ اور حاصل مطلب بیان کرنا ترک کر دیا تھا اسلیے ہم ترجمہ اور حاصل مطلب نہیں لکھتے تھے لیکن چونکہ بعض جوید اللہ اس حدیث سے واضح نہیں بیان کرکے اپنے مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت ہے استدلال کرتے ہین پس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ مینے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الی اللہ کسی خاص قوم کے ساتھہ مخصوص ہے یا ہر مومن ہو حقد کرسکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھہ مخصوص ہے کہ بجز انکے کسیکو حلال نہین ہین عرض کیا

سلہ اذن اہل جہاد سے شرط کی ہے جنکی جانون اور مالون کو جنت کے بدلے خرید پس آدمی اپنی نفس مین اسکا جو کوتاہی دیکھے اوسکی اصلاح کرے اور اوسکو اللہ کے شرائط پر پیش کرے پھر اگر دیکھے کہ وہ اسمین پوری ہوگئی ہین تو وہ انہین سے ہے جنکو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حرامون پر اصرار کے اور خبط اور اندھے پن کے ساتھہ جہاد پر اقدام کرے اور نادانی اور جھوٹے روایتونکے ساتھہ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کرے اسکو تمانی کہ مجاہد ہو پس مجھکو اپنی زندگانی کی قسم جو یہہ کام کرے اسکے بابمین حدیث وارد ہوئی ہے (تحقیق اللہ عز وجل اس دین کی ایسے اقوام کے ساتھہ مدد کرتا ہے جنکو آخرت مین حصہ نہین ہے پس آدمی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور خوف کرے کہ انمین سے ہو۔ تمہارے واسطے بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل مین تمہارے لیے کچھہ عذر نہین ولا قوة الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر ۱۲ ——

وہ کون لوگ ہین فرمایا کہ اوسکی شرائط ہین جو لوگ تمام شرائط ہون وہی ماذون نے الجہاد
ہونگے یعنی عرض کیا بیان کیجیے فرمایا کہ خدا تعالے نے اسکی درجات مقرر فرمائی ہین اور درجہ بدرجہ
بیان فرما کر آخر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہہ
لوگ مصداق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علے الکفار
رحماء بینہم الایۃ کہ ہین پہر اونکو اوصاف مذکورہ آیت قد افلح المومنین الذین
ہم فے صلوتہم خاشعون الایۃ کے ساتہہ متصف فرمایا کہ اونہین بحقوق کے جمع کر کے
مگر جو انہین کی ہو پہر اونکا وصف آیت والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر کے ساتہہ
بیان کیا پہر خبر دی کہ خدا تعالے نے اونکی جانون اور مالونکو جنت کے بدلے خرید لیا راہ
خدا مین مارین اور مرین جب یہہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتری من المومنین ا
انفسہم الایۃ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی تلوار لیکر لڑتا یہانتک کہ مارا جاتا ہی
یہانتک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہہ آیت نازل ہوئی التائبون
العابدون الحامدون الایۃ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا کہ مژدہ
شہادت اور جنت کا اوسکو ہی جو ان اوصاف کے ساتہہ متصف ہو کر مقتول ہو پہر خداوند
تعالے نے خبر دی کہ خدا نے کسیکو قتال کا امر نہین کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتہہ
متصف ہون چنانچہ ارشاد ہی اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الایۃ اور یہہ اسلیے
کہ تمام اشیاء ما بین السماء والارض خدا و رسول کی اور اون مومنین کی ہین جو ان اوصاف کے ساتہہ
موصوف ہون پس جو کچہہ کفار کے قبضہ مین ہی وہ سب مومنین موصوفین بالصفات
کا ہی لیکن کفار نے مومنین پر ظلم کیا اور اونپر غالب ہو گئے اور جب مظلوم ہوئے
تو ماذون نے الجہاد ہوئے اور مظلوم نہین ہوتا جب تک کہ مومن نہو اور مومن
اوسوقت ہوگا جب شرائط مذکورہ کے ساتہہ متصف ہو پس جو شخص شرائط
مذکورہ کے ساتہہ متصف ہوگا مومن ہوگا اور جو مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جو مظلوم ہوگا

ماذون فی الجہاد ہونگا دلیل قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیۃ
جب یہہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنکو کفار مکہ نے اونکے گہروں سے نکال دیا تہا
تو اونکے لیے بسبب اونکی مظلومی کے جہاد حلال ہوا ۔ شیعی عرض کیا کہ یہہ آیت مہاجرین
کے لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اونپر اہل مکہ نے ظلم کیا تہا پہر کیا وجہ ہے کہ کسری و قیصر
اور سوا اونکے مشرکین عرب سے کیون لڑے نہ اونہون نے ظلم کیا نہ گہروں سے نکالا ۔ فرمایا
کہ اگر اذن بالقتال خاص بسبب ظلم اہل مکہ کے ہو تو پہر واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
کی کوئی سبیل نہیں اور یہہ فرض قتال بہی لوگوں سے اوٹہہ جاتی لیکن اسطرح نہیں جیسا
تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم دو طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہہ ہے کہ مومنین کو اونکے
گہروں سے نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اسطور ہے کہ جو کچہہ اونکے قبض و تصرف مین ہے
وہ مومنین کا حق ہے جبکہ کفار ظلماً غالب ہوگئے تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اسیطرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
دلیل سے کفار کے ساتہہ مقابلہ کرینگے پس اس حدیث سے بدلالت واضح ثابت و متحقق ہے
کہ جن لوگون نے کسرے و قیصر سے جہاد کیا وہ ماذون فی الجہاد تہے اور وہ خلفاء راشدین تہا
رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جب وہ ماذون فی الجہاد تہے تو معلوم ہوا کہ مظلوم
تہے اور مظلوم نہین ہوسکتا جب تک مومن کامل نہو تو ثابت ہوا کہ وہ مومن کامل تہے
اور جب مومن تہے تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ تہے کہ رسول کی
رفقاء و مصاحبین کفار پر سخت مومنین کے ساتہہ نرم عبادت مین سرگرم بارگاہ خداوندی
مین اوسکی فضل و رضوان کے طالب اونکی خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند
تعالے نے کتب مقدسہ توراۃ و انجیل مین اونکی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
اور اونسے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت مین فرمایا اور جیسے دنیا مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمگسار رہے آخرت مین بہی اسکا نتیجہ اونکو یہہ ملیگا کہ

تو وہ آگے آگے جنت مین ہونگے اور انبیاء کی ساتہہ جنت مین داخل ہونگے - اور نیز فلاح یاب
کامل الایمان خاشعون نماز مین لغو بیہودگی سے مجتنب اور معرض زکوٰۃ دینی والی عفیف
امانتیں ادا کرنے والی عہد کی پورا کرنے والی اپنی نماز پر ہمیشہ ہوشیار قائم اور ان حضرات نے
بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس کو میراث مین پایا ہے گناہونسی توبہ کرنے والے
خدای وحدہ لاشریک کی پرستش کرنے والی ہر ایک حال مین خدا تعالے کی حمد کرنیوالے
روزہ رکہنی والے - نماز کو اونکی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے لوگونکو
معروف کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لانے والے منکر سے روکنی والے اور خود باز
رہنی والی - اور خدا کی حدود کی حفاظت کرنے والے پس یہہ صفات ہین جنکی وجہ سے
حق تعالے نے مومنین سے جانون اور مالونکو جنت کے بدلے خرید لیا خدا کی راہ مین لڑتے ہین
تو مارتے ہین اور مرتے ہین خدا کا سچا وعدہ ہے توراۃ اور انجیل و قرآن مین جسنے خدا کے ساتہہ اپنا
عہد پورا کیا خوش ہوا اپنی بیع کے ساتہہ اور یہہ بڑی کامیابی ہے پس یہہ اوصاف ہین جنکی ساتہہ
وہ مہاجرین متصف ہین جنکو کفار نے گہر سے نکال دیا اور اون اوصاف کے ساتہہ وہ مہاجرین
موصوف ہین جنہون نے باجازت تامہ خداوندی - اذن للذین یقاتلون الآیۃ کسری
و قیصر کے ساتہہ جہاد کیا اور اپنا حق واپس لیا پس اگر معاذ اللہ یہہ حضرات جنکی شہادت
امام جعفر صادق رض جو بصورت اظہار ما فی الحق ہے یہہ اوصاف ہین کافر منافق ہون
اور غصب خلافت مرتضوی اور فدک فاطمی ہون یا محرف قرآن اور محرق بیت اہل
ہون یا اہلبیت کی تذلیل کرین یا معاذ اللہ بنات کو غصب کرین یا جناب فاطمی کو
صدمہ ضرب سے تو پہنچا دین جس سے اسقاط محسن ہوکر مر دو وفات پا دین یا صحابہ مقبول کو زدوکوب
اور تذلیل و توہین کرین الی غیر ذلک من الافترات تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ امام
جعفر صادق رض نے جو کچہہ فرمایا وہ جہوٹ ہے اور اس باب مین آپ جہوٹی ہون اور یہہ
محال ہے تو ثابت ہوا کہ شیخین مجاہد قیصر و کسری اوصاف مذکورہ کے ساتہہ متصف یقیناً

متصف تھی اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب مراتب رفیعہ اور مدارج عالیہ تھی
اور اونکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ تھی و الحمد للہ تعالی ذلک اور نیز اس سے کہ بالبداہۃ اونکا
بھی بطلان واضح ہوگیا جو انکی علامہ رضی نے نہج البلاغۃ میں مباحثہ ہو کے شکایتیں کی ہیں
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے ۔ دلیل سابع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و انصار اوس وقت حاضر و موجود تھے
مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پیشوائی نماز مقرر فرمایا اور تمام
حاضرین پر امامت نماز میں مقدم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر وہ صاف استحقاق امامت میں
فضیلت اور تقدم رکھتے تھے چنانچہ حسب تصریح خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رفع اللہ
درجتہ فی علیین ائمہ مولانا مجلسی وغیرہ نے بحار وغیرہ میں اسکی روایات نقل فرما کر
جواب دیے ہیں قطع نظر اس سے اگر مجیب لبیب کو اسکا انکار ہے تو فرماویں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اشتداد مرض میں جو شب جمعہ سے لیکر پنجشنبہ و دوشنبہ تک سترہ نمازیں
ہیں جنمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لیجا سکے کون
امام تھا اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ بلا امام کے تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے
کسیکو امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر صلوۃ کو مہمل نہیں چھوڑا ہوگا تو آپ نے کسکو نماز کیلیے
امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہے کہ یاد نہ رہا ہو ۔ قریب وفات کا واقعہ ہے ہاں اگر بعض
روایات شیعہ نے بنظر حفظ مذہب اس سے نسیان یا اخفا سے فرمایا ہو تو کچھ تعجب نہیں لیکن
اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کیونکر بیان کرتے ہیں غیاث الدین بن ہمام الدین الحسینی
صاحب حبیب السیر اپنی کتاب میں لکھتا ہے نقل است کہ در ایام بیماری آن حضرت ختم انبیا و
مرسلین در وقت ادای نماز یک نوبت بمسجد تشریف برده شرائط امامت بجا آورد و گاہی
اما در آخر اوقات مرض سه روز بیرون نتوانست آمد و دران ایام بجہت جمعہ اشارت تقدیم نمود

صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلایق بود اسیطرح اور مورخین نے
بھی تصریح کی ہے پس اس سے انکار گویا آفتاب کو مشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہے اور محض عناد
ومکابرہ ہے پس باوجود اسکے کہ آپ پر واقعہ غصب خلافت منکشف تھا اور جانتے تھے کہ
بعد آپکے یہ لوگ خلافت مرتضوی غصب کرینگے تو ایسی حالت مین کہ سب اکابر مہاجرین
واعیان انصار موجود ہون اور آپکا بھی وقت رحلت قریب ہو ایسا فعل کرنا جو موید اونکی نبوت
حقیت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ نصوص خلافت مرتضوی ہو اسلیے حسب روایات شیعہ موجب
کمال استعجاب اولو الالباب ہے اول تو خود ایسے شخص کو اکابر مہاجرین وانصار پر امام مقرر
فرمانا جو محض عشق وعاشقی کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر مین یہ کلمہ گو ہو جاتا
سورہ برات وغیرہ نازل ہو چکی تھی دین کی تکمیل ہو چکی تھی ماکان اللہ لیذر المومنین
علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو
ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الانبیاء والرسل
ہین حیرت خیز اور التعجب انگیز ہے پھر غصب خلافت کے کھٹکے نے اور زیادہ قابل حیرانی
وتعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہہ لزوم ہے فی الحقیقت وہ
اصول ہی موضوع ومفتری اور مخالف دین اسلام ہین اور فی الواقع حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو آخر وقت مین ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہہ ہی غرض
تھی کہ اونکی خلافت کی طرف ایما جو قریب تنصیص کے ہے ہو جاوے چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ
مین منجملہ دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کیگئی تھی جسکو انصار نے بسر وچشم قبول
کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت مین مذکور ہے اور جب انصار نے اسکو قبول کر لیا اور تحیہ ردو
قدح وچون وچرا نہین کی تو اوسکو تائید وتقویت حاصل ہوگئی اور معلوم ہوا کہ اہلیت
امامت کبری کے لئے توطیہ وتمہید تھی ہم اسوقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتے ہین
بعد اسکے اگر ہماری فاضل مجیب نے کچھہ سمین الرد والسلم فرمائی تو انشاء اللہ تعالی مفصل

گذارش کرینگے دلیل ثالث مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظہار حق
تھے اور تقیہ انکو جائیز نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ اونکو حکم تھا۔ حدث الناس وافتہم[ل]
ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق اباءک الصالحین
فانک فی حرز وامان اور ہرگز خلفا کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہما
کی حق مین فرماتے ہین ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما
رحمۃ اللہ یوم القیمۃ۔ نقلا عن کاشف۔ ارباب عقول اس عبارت کو ملاحظہ کرین اور دیکھین کہ یہہ کلام
ثبوت حقیت خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے نص صریح ہے چونکہ جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ وصدق اباءک
الصالحین پس بموجب اس حکم کے آپنے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر و
جناب امام حسن رضی اللہ عنہما ہین چنانچہ ہم سابق مین سیقدر گذارش کرچکے ہین یہان بطور تذکر
کی اسقدر گذارش ہے کہ پہلے معروض ہوچکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا
ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام
لجرح شدید یرحمہما اللہ جزاہما باحسن ما عملا اب ہم نفس جعفری کی اس کلام سے
مطابق کرتے ہین اور اسکی تصدیق اوس سے کرتے ہین ظاہر ہے کہ شیخین کے لیے امامت حقہ
کا ثابت ہونا متضمن ثبوت عدل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پر تھے اور یہہ
گویا شرح ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید
کی ہے اور اس سے پوری تصدیق اون دونو جملونکی ہوتی ہے۔ بعد اسکی فعلیہما
رحمۃ اللہ یوم القیمۃ اور جملہ یرحمہما وجزاہما باحسن ما عملا ظاہر ہے کہ بالکل
ہم معنی ہین ہمین کچھہ حاجت بیان ہی نہین ہے علاوہ ازین خطبہ للہ بلاد فلان
کو بھی مصدق ہے علی الخصوص فلقد قوم الاود وداوی العمد۔ اضافہ خیرہا

ل لوگونسے حدیث بیان کر اور انکو فتوی دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہلبیت کے
علوم کو پھیلا اور اپنی اباء صالحین کی تصدیق کر تو حفاظت اور امان مین ہے۔ ۱۲

وسبو ہتر جنا ۔ کی جیسا اماما ن عادلان قاسطان کانا علی الحق گویا ہم معنی
اور مرادف ہین اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے
اس کلام میں گو جملہ دعائیہ ہین لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستلزم ملک علیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ
کو ہین اسیطرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق کرائی
کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تہی اور باہم
صلح نامہ تحریر ہوا تہا تو اول شرطیہ تحریر ہوئی تہی بسلم الیہ ولایۃ المسلمین
علی ان یعمل بینہم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء
الراشدین ۔ اور ظاہر ہی کہ حضرت امام حسن رضی کے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی
ہہنین جب انکو راشد فرمایا اور انکی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر فی الواقع امام برحق اور خلیفہ
راشد نہون تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آویگی تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین
اور ائمہ برحق تہی اور جو کچہہ انہون نے کیا وہ عدل و قسط تہا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
نے اوسکی تصدیق فرمائی در اپنی اس کلام مین حضرت امام حسن رضی کے ارشاد کی گویا شرح کردی تو اب
مطابق وصیت نامہ کی حضرت امام جعفر رضہ پورے طور سے صادق آیا ۔ وصدق اباءک
الصالحین اور واقعی آپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی اباء صالحین کی پوری تصدیق
فرمائی ۔ اور علاوہ ازین چونکہ حضرت امام جعفر مامور باظہار حق تہی اور تقیہ جائز نہ تہا
اسلیے جو کچہہ ظاہری طور پر آپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچہہ تخلیہ مین خفیہ طور پر اوسکے
خلاف بیان کرنا جو باعتبار لفظ و معنی کے نہایت لغو اور پوچ ہے اور اوسکی طرف منسوب کیا جاتا ہی
وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محض ہوگا چنانچہ مصرح بعض علماء شیعہ کے بعض کی نسبت یہہ
ثابت ہی ملا باقر مجلسی نے صدوق کی نسبت ایک حدیث مین یہہ امر فرمایا ہی وانما فعل
ذلک لیوافق اھل العدل ۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام مین کیا کیا کچہہ
ابتری کی ہی کہ وہ تحریفات یہود و نصاری سے بہی بڑہ گئی پس ایسی حالت مین ایسے

زیادتیونکو کیونکہ غلط یقین نہیں جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہون باعتبار حالت
قایل کے غلط ہون باعتبار قایل کے غلط اور کذب ہونے کوئی قرینہ اونکی صدق پر شاہد ہو
ایسی زیادتیونکو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کاہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی یہہ ہی
راوی اس حدیث کا کہتا ہو - فلما انصرف الناس قال له رجل من خاصتہ یا ابن
رسول الله لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر و عمر فقال نعم هما اماما اهل النار
کما قال الله تعالے وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ واما العادلان
فلعدولهم عن الحق کقوله تعالے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ واما
القاسطان فقد قال الله تعالی وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا
والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیه هو امیر المومنین حیث
اذیاه و غصبا حقه والمراد من موتهما علیه انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامة
عن ذلک والمراد من رحمة الله رسول الله فانه کان رحمة العالمین وسیکون
خصما لهما ساخطا علیهما منتقما عنهما یوم الدین انتہی - اہل دانش انصاف اس زیادتی
کو جو روات شیعہ نے فرمائی ہی ملاحظہ فرماوین اور حضرات شیعہ کے علم و فضل و عقل و انصاف دین و ایمان
کی داد دین اس بحث مین مجھکو یہہ تو بیان کرنا ہی ہین کہ اس نقل سے غرض یہی ہین اگر اسکو ظاہر پر محمول کیا جاوے
پوری طور پر تصدیق اونکی اور اصحاب ثلثہ رضوان الله علیہم اجمعین کے ہوتی ہی لیکن اگر اس زیادتی

ـــــــ

سلہ جب لوگ چلی گئی تو ایک شخص نے اونکی خواص مین سے پوچھا کہ ای رسول الله کے فرزند مجھی اوس سے تعجب ہے
جو اپنی ابوبکر و عمر کے حق مین فرمایا - فرمایا ہان - وہ دونو دوزخ کے امام ہین - جیسا الله تعالی فرمایا (اور ہمنے
اونکو امام بنایا کہ آگ کیطرف بلاتے ہین) اور یہہ کہ وہ عادل ہین تو یہہ حق سے عدول کرنے اور پھرنے کے سبب ہے مثل
قول الله کے (جنہون نے کفر کیا اپنی پروردگار کے ساتھہ برابر کرتے -) اور یہہ کہ قاسط ہین بس تحقیق الله تعالی
فرمایا کہ قاسط ظالم دوزخ کا ایندھن ہین اور مراد حق سے مراد جسپر وہ غالب تھے امیر المومنین ہین کہ اسکو ایذا دی اور اسکا حق غصب کیا
اور یہہ مرنے سے یہہ مراد ہی کہ بدون پشیمانی کے اوسکی عداوت پر مرے اور رحمۃ الله سے مراد رسول الله ہین کہ وہ رحمت العالمین ہین انتہی

رواۃ کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو ابن صحیح روایتین الباقسانحین کے تصدیق نہو گی بلکہ تکذیب ہو گی
اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہین کو ہماری گذارش سابقہ سے اسکی تکذیب بخوبی
ہو چکی ہے اور علماء کے بالخصوص اس زیادتی کی روایت کو جھوٹا کرتی ہین چنانچہ صحیح ہو کر اولاً جملہ
ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم الخ اور کلام — رحمہ اللہ فلان و فلان صریح اسکی اور اسکے رواۃ کے
تکذیب کرتے ہین — ثانیاً علامہ بحرانی نے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہے کیف نسلم ہذا مع
سب المعویۃ وطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی عہدہم — اور وہ یہہ ہے — الثانی ان الفرق بین الخلفاء
الثلثۃ وبین معویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر — اس سے صریح
ثابت ہوتا ہے کہ راوی نے جو عادلان فاسقان کے معنی جابران ظالمان کے گھڑی مین یہہ محض دروغ ہے
کیونکہ خلفاء ثلثہ کا حدود اللہ کو قائم کرنا اور بموجب اوامر و نواہی خداوندی کے عمل کرنا یہہ ایسا امر ہے
کہ جسکا شیعہ کو بھی اعتراف ہے اور ظاہر ہے کہ عدل و انصاف اسیکا نام ہے کہ حدود اللہ کو قائم کیا جاوے
اور بموجب امر و نواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا بھی اسی پر منحصر ہے اور استحقاق دعا
نفعہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کا بھی اسی پر گویا موقوف ہے اور جب یہہ صفت شیخین مین جسکا
اعتراف علامہ بحرانی پائی جاتے ہین اور ہم جانتے ہین کہ شیعہ مین سے کسی کو بجز خاص
وقت کے اسکا انکار نہین اور ہر ایک کو جھوٹا نہین سمجھتے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھ
فرمایا وہ اپنی ظاہر پر محمول ہے اور راوی نے جو اسکے بعد مین تحریف فرمائی وہ کذب و دروغ ہے
ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور واضح تر عرض کرتے ہین جس سے پوری تکذیب اس
زیادت اور اوسکے رواۃ کی ہو جاوے — نہج البلاغت مین ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہہ ہے
واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ یہہ خطبہ
صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ امور مسلمین منتظم رہین
اور سیاست مین کسی پر جور و جفا ظلم و زیادتی نہو چنانچہ آخر خلافت خلفاء ثلثہ تک جناب نے اس
تسلیم کو قائم رکہا اور کوئی امر ایسا واقع نہین ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ ہوتی

بلی چنانچہ شارح ابن میثم اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور اسکی تائید میں کہتے ہیں قوله واللہ لاسلمن ماسلمت امور المسلمین ای لاترکن المنافسة فی هذا الامر ما سلمت امور المسلمین من الفتن وفیه اشارة الی ان غرضه من المنافسة فی هذا الامر هو صلاح حال المسلمین واستقامة امورهم وسلامتهم عن الفتن وقد کان لهم ممن سلف من الخلفاء قبله اس سے بدلالت مطابقی ثابت ہے کہ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم ظلم و جور کی روش سے بالکل پاک و صاف ہے اور شیخین رضی اللہ عنہما مصداق هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیه فعلیهما رحمة الله یوم القیمة کی ہیں اور واضح رہے کہ بعد اسکے جو کچھ من تلقاء النفس اضافہ کیا وہ سراسر کذب اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی کلام اور رجال کی تصریح سے اسکی تکذیب ہے۔ رابعاً خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمة اللہ علیہ فاضل اخباری کی جواب میں اس سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں و اگر با انصاف تامل فرمایند در صحیح است کہ بنا بر علی مزعوم الامامیہ از خلفا ثلثہ گو نسبت امیر المؤمنین علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقض عہد و نکث بیعت غدیر و غصب فدک و دیگر چند اعمال در آن بعضا سرزدہ اما باینہمہ بار و ظاہر طریقہ معاشرت ایشان با اہل بیت عین اعزاز و اکرام بود باتفاق فریقین بود و اجرای شعائر اسلام بجز افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر موجود و منشا طعن و قدح و ریشان شان ہست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بر نداشتہ بودند و پاس شرع متین را نصب العین خاطر خود نامیہ داشتند ۔ دیکھئے فاضل اخباری کس تصریح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ کا طریقہ معاشرت اہل بیت کے ساتھ عین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین شیعہ و اہل سنت کے تھا اور اجرای شعائر اسلام کو امامیہ کے نزدیک بھی اونہوں نے نہیں دیا تھا اور پاس شرع متین کو ہر وقت اپنی دل کی آنکھوں کی سامنے رکھتے تھے پس جنکی بخلاف فاضل اخباری ایسا صاف بیان اونکی نسبت خلفاء کا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ زیادتی بالکل دروغ ہے اور یہہ جو فاضل اخباری نے بعض اعمال معدودہ کی نسبت ذکر کیا یہہ بھی جناب امیر کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افترا ہے چنانچہ ہم بارہا گذارش کر چکے اور ابھی گذارش کیا ہے کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مشروط کرنا باصلاح امور اہل اسلام کے ساتھ

پہر اونسے التسلیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون و چرا نکرنا اون افعال کو جو کتب کلامیہ اور سیر میں موجود ہین مثل
تمکث بیعت و نقض عہد و غصب فدک و غیرہ سب کو ثابت کرتا ہی کہ موضوعہ و مفتریہ ہین کیونکہ مجہول شیعہ
کوئی فعل ایسا سرزد نہین ہوا جسکا اثر خاص جناب امیر کے ذات بابرکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر
ہوا جسکو حضرات شیعہ معرض طعن و قدح مین بیان کرتے ہین وہ علاوہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے دوسرونکی
حقوق پر بہی موثر ہی مثلاً غصب خلافت یہہ ایسا فعل ہی کہ اس سے زیادہ دینوی اور دنیاوی حقوق
اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہین ہی چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غصب فدک خاص حق
جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تہا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا
نقصان چند روز جناب امیر کا بہی سمجہو علیٰ ہذا القیاس پس اگر انکار وقوع صحیح ہو تو معاذ اللہ
جناب امیر نے جو کچہہ - واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین - الخ - فرمایا وہ جہوٹ تہا اور اگر
وہ سچ تہا تو ان امور کا وقوع کذب ہی لیکن ہم کہتی ہین جناب امیر کا ارشاد سچ تہا وہ ہرگز کذب
نہین لیکن یہہ امور محض اون جیسی لوگونکی تراشی ہوئی ہین جو لاعن و ملعون ائمہ تہی جنکی مونہہ
پر کتنی عیتاب کرتے تہی جنکی صراحۃً ائمہ تکذیب فرماتے تہی جو ائمہ پر افترا و بہتان باندہتے
تہی پس انکی تکذیب کردینا البتہ قرین قیاس ہی - غرض یہہ دلائل ایسے ہادی مختصرہ کی بخوبی تکذیب
کرنے مین اور علاوہ انکی اور بہی دلائل عقلی ہین جو ایسے زنادقہ و ملحدین کی روایات کے تکذیب کرنے مین
مگر ہمنی بخیال تطویل احتراز اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا بہی عقل و فہم سے کچھ علم و انصاف سے
حصہ ملا ہوگا وہ بمجرد دیکہنی اسی بیان کی بداہۃً یقین کر سکتا ہی کہ یہہ محض بناوٹ اور جہوٹ
ہی انکی استیعاب کو ترک کر دیا ہی **دلیل تاسع** جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب
خلع خلافت فرمایا اور امیر معویہ سے مصالحت کرکے اونکو تسلیم فرمائی اور صلح نامہ لکہا گیا جو علماء
تاریخ نے نقل کیا ہی اور ہم سابق مین اوسکی نقل کر چکی ہین کہ اوسمین چند شرائط قرار پائی تہی
چنانچہ اول شرط یہہ تہی کہ کتاب و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کری دوسری
شرط یہہ تہی کہ معویہ کو یہہ استحقاق نہین ہی کہ اپنی بعد کسیکو خلیفہ مقرر کری بلکہ بعد اوسکی

[illegible]

خلافت شوریٰ کی طور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صلحنامہ کی یہہ ہے بسم اللہ الرحمن
الرحیم ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ومعٰویۃ بن
ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یعمل
فیھم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ
الخلفاء الصالحین ولیس لمعٰویۃ بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من
بعدہ بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین انتہی بقدر الحاجۃ
یہہ دونو شرطین بداہتہ ایسی ہین جو ہماری مدعا کی مثبت ہین اور اصول شیعہ کی مبطل کیونکہ قائم
ہے پہلی شرط مین بدلالت مطابقی ہماری دعوی کا ثبوت موجود ہے امیر معٰویہ سے معاہدہ فرمایا کہ سیرت
خلفاء صالحین پر عمل کریں اب فرمایئے کہ خلفاء صالحین کون ہین جنکو جناب امام صالحین
یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہین اس سے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہین ہوسکتا
تو بجز اسکے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہوا اور کوئی صورت نہین اور خلفاء صالحین
اوسی وقت ہوسکتے ہین جبکہ اونکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہو نہ امارت فاجرہ تو یہہ شرط
چند وجوہ سے مثبت مدعا ہے اول یہہ کہ جناب امام علیہ السلام نے اونکو خلفاء صالحین فرمایا
اگر فے الواقع وہ خلفاء صالحین ہین تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین
نہین ہین تو معاذ اللہ امام معصوم نے جھوٹ بولا دوسری یہہ کہ کتاب و سنت کی ساتھہ اونکی
سیرت کو بھی معمول بہا شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اونکی سیرت اتباع سنت
مین یہانتک راسخہ ہے کہ جو اوسکا اتباع کریگا — فے الحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا
اور اونہون نے یہانتک اجرای شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال مین
یہانتک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص اونکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت
سے جدا نہوگا اور یہہ مستلزم اسکو ہے کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور اونکی خلافت خلافت
راشدہ تھی — تیسری یہہ کہ جناب امام حسنؓ نے وسیرت الخلفاء الصالحین ایسا لفظ فرمایا

جو خلفاء اربعہ کو شامل ہی جسمین جناب امیر اور جناب خلفاء ثلثہ برابر شریک ہین اگر خصوصیت کے ساتہ اسکا اطلاق جناب امیر پر نہین ہوسکتا اور بدون اتحاد فرق کے سب کی سیرت کی اتباع کو شرط گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ رشد و صلاح مین جیسی انکی نزدیک جناب امیر تہی ویسی ہی خلفاء ثلثہ تہی اور جیسی اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تہا ویسی ہی اتباع سیرت خلفاء ثلثہ بہی پسندیدہ تہا اور یہہ عین مدعا اہلسنت کا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ وقت تقیہ کا نہین اور شرط تقیہ کی یہان گنجایش ہی اور کتاب و سنت کا ہی ذکر فرمانا کافی تہا یہہ جو آپنے بڑہایا اس سے صراحۃً معلوم ہوسکتا ہی کہ یہہ آپکا عقیدہ قلبی تہا اور دوسری شرط بہی ہماری مدعا کو ثابت کرتی ہی دوسری آپنے یہہ شرط کی کہ معویہ ابن ابی سفیان کو حق نہین ہی کہ اپنی بعد کسیکو خلیفہ بنا دی بلکہ امر خلافت کا مسلمین مین بطور مشورہ کے ہوگا اس شرط مین غور کرنا چاہیے کہ کس صریح طور پر یہہ شرط شوری مسلمین کی تصویب اور تصحیح کرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جو خلافت بطور شوری کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جسپر اہل حل و عقد متفق ہوجاوین وہ امام حق ہی پس اس سے صریح حقیت خلافت خلفاء ثلثہ ثابت ہوئی اور ثابت ہوا کہ جو حضرات شیعہ نے نص کو شرط امامت قرار دی رکہا ہی یہہ باطل ہے دلیل عاشر شریف رضی نے نہج البلاغت مین ایک خطبہ نقل کیا ہی جو صراحۃً مثبت مذہب اہلحق و مبطل مدعای شیعہ ہی ہم اسکو شرح نہج البلاغت سے نقل کرتے ہین جو کچہہ شارح اسکی شرح مین تحریر فرمایا ہی اپنی مدعا کی ثبوت مین اسکو بہی نقل کرتے ہین ومن کلام له لما اراده الناس على البيعة بعد قتل عثمان دعوني والتمسوا غيري فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا يثبت عليه العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنكرت واعلموا اني ان اجبتكم ركبت بكم ما اعلم ولم اصغ الى قول القائل وعتب العاتب وان تركتموني فانا كاحدكم ولعلي اسمعكم واطوعكم لمن وليتموه امركم وانا لكم وزيرا خير لكم

صنے امیرا۔ انتہی عاقل منصف اس کلام کو ملاحظہ کریں اور اسکا مطلب سمجھیں خصوصاً جو کچھ جناب امیر نے
آخر میں قول ان ترکتمونی سے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ تین جملے ہیں اور ہر ایک جملہ الگ ہیں کا گویا گنج گرانمایہ

پہلا جملہ جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہہ ہے۔ فان ترکتمونی فانا کاحدکم
یعنی اگر تم مجھکو چھوڑ دو اور مجھسے بیعت نکرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں جیسے تم پر
اطاعت امام واجب ہے اسیطرح مجھپر بھی واجب ہے یعنی اگر تم مجھسے بیعت کرو تو میں امام واجب
الاطاعت ہوں اور اگر تم بیعت نکرو تو پھر میں تم جیسا شخص ہونگا یہہ معنی اسکی آپکی صاف
وصریح ہیں جو مجموع الفاظ سے بیان میں مستنبط ہوتے ہیں اور شارح ابن میثم اس معنی کی شہادت
دیتا ہے اور غالباً حضرت ناصبی تعجب اسکی تحلیل فرمائینگے اور فرمائینگے کہ حضرت امیر نے
اس کلام میں کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرمایا بلکہ یہہ حالت جو واقع ہونے والی تھی بیان
فرمائی پس اسکی جواب میں قبل اسکی کہ ہم آپکی تکذیب ابن میثم کے قول سے کریں
یہہ گذارش کرتے ہیں کہ یہہ تو حضرات کو بھی مسلم ہے کہ ترک بیعت میں حضرت کا شغل
تو اس سے صرف اسوجہ سے تھی کہ امت میں فتنہ نہ کھڑے ہوں ۔ سکوت اس سے تھا
کہ محض خوف ثوران فتن ہی یہہ وجہ تھی کہ جب ابوسفیان نے اور حضرت عباس نے
درخواست بیعت کی تو آپنے نامنظور فرمائی اور باوجود اس قوت وشجاعت مفرط
کی جو آپکو تھی مطیع ومنقاد خلفاء بنے حالانکہ خلفا نے جو کچھ جایز فرمایا جایز جانا کیا پس جب آپکا
سکوت وعدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے
یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھکو ترک کرو تو میں تمہارے ہی میں سے مثل ایک کے ہونگا
اور ظاہر ہے اگر تمہارے شریک حال نہونگا پھر کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ سے مناقشہ کیا اور جھگڑا
کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی تہا جناب امام ثانی کی طرح مصالحت کر لیتے اور خلافت تسلیم
کر کے مطیع بن جاتے نہ تو کوئی جھگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اٹھتا اسپر اگر آپ
مثل ابن میثم سیرت کا دیکھا چھیڑینگی تو پہلے یہہ خیال فرمائیں کہ افسوس جناب امام

تاانی کو یہہ نہ سوجھی جو لاکھون آدمی مسلمانونکی دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھہ سے فرمائی اور اگر یہہ
فرمائین کہ بمقابلہ خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ تہا تو ہم گذارش کرینگے کہ نہایت
افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزارہا مسلمانونکی جانین ضائع
کرائین تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہین بیان کیا بلکہ حکم شرعی بھی بیان
فرمایا علاوہ ازین اس صورت مین جملہ لاحقہ اور اوسکی ترقی صحیح ہوگی پھر ابن میثم کی
شرح جسکو ہم جملہ آیندہ کی شرح مین نقل کرینگے - بالتصریح اسکی تکذیب ہے اور نیز ترک
بیعت اور عدم ذکر کے حالت کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل ہے پس
ہماری فاضل مجیب کا یہہ زعم اس جملہ کی تاویل مین محض لغو اور لاطائل ہوگا دوسرا جملہ
جناب امیر نے یہہ فرمایا ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم گویا جملہ سابقہ سے
بطور ترقی فرماتے ہین اور شاید مین تم سے زیادہ اوسکی حکم کا سننے والا اور اوسکی حکم کا
مطیع ہون جسکو تم اپنے امر کا والی بناؤ اور اپنا امام قرار دو - اب ہم پوچھتے ہین کہ جناب
امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے - جو لوگ ایسے ہین کہ جنہون نے
اون خلفا کو کہ جنکو اہل حل وعقد نے خلیفہ بنایا ہے امام برحق سمجہہ کر کہا ہے سو وہ
تو اپنی غلطی کی وجہ سے کسیقدر معذور ہونگے لیکن جناب امیر نے بھی اگر اونکو امام برحق
اور خلیفہ راشد اعتقاد کر کے کہا ہے تو ہو المراد اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور فاسق و ناشد
سمجہہ کر کہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو بہ نسبت عوام کے زیادہ فرماتے
ہین علاوہ برین یہ کہ اگر ایکی سمع اور اطاعت محض ضروری ہین جو بنظر مصلحت بخیال ہیجان فتن
کے خوف سے اختیار کی گئی تو ضروریات بقدر ضرورت رہتا اور قدر ضرورت سے تجاوز نہین ہوتے
پس اگر ضرورۃً اختیار کی گئی تھی تو وہ کسیقدر ہوتے جس سے ضرورۃ وقت رفع ہو جاتے
یہہ فرمانا آپکا کہ جسکو تم اپنا والی امر بناؤگے مین اوسکا تمہاری بہ نسبت زیادہ مطیع
ہونگا تو یہہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اسکے ممکن نہین کہ آپنے اوس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنایا ہی شرعاً واجب الاطاعت سمجھہ کر کہا ہو اور جب آپ بروی حکم شرع
واجب الاطاعت اعتقاد کرینگی تو بے شک بہ نسبت دوسروں کے آپ زیادہ اتیان اوامر مین سرگرم
ہونگی اور بدیہی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الاطاعت ہونا اور جناب امیر کا اوسکی مطیع ہونا بدون
اوسکی ممکن نہین ہے کہ بروی شرع اوسکی امامت و خلافت صحیح و منعقد ہو۔ چنانچہ ہم اپنے مدعا کی
ثبوت مین محقق علامہ بحرانی کی عبارت کو اوسکی شرح سے نقل کرتے ہین اہل فہم و انصاف
ملاحظہ فرماوین قوله وان ترکتمونی الخ ای کنت کاحدکم فی الطاعة
لامیرکم بل لعلی اکون اسمعکم واطوعکم له ای لقوة علمی بوجوب طاعة
الامام وانما قال لعلی لانه علی تقدیر ان یولوا احدا یخالف امر الله
لا یکون اطوعهم له بل اعصاهم واحتمال تولیتهم لمن کذلک قائم
فاحتمال طاعته له قائم فحسن ایراد لعل انتهی بقدر الحاجة بحرانی صاحب کی عبارت
اور اوسکی تصریح قابل ملاحظہ اولو الابصار ہے وہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے ہے
کہ آپ حکم شرعی وجوب طاعت امام کے اعلم ہین اور آپ جانتے ہین کہ امام کی طاعت بروی حکم
شرع واجب ہے اور ظاہر ہے کہ امامت تاوقتیکہ شرعاً منعقد نہو اور امام بروی شریعت امام
صحیح نہو واجب الاطاعت نہین ہوسکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو
امام بناوین وہ شخص عند الله امام اور واجب الاطاعت ہے اور جناب امیر بھی اوسکو
واجب الاطاعت اعتقاد فرماتے ہین اور جب شرعاً امام اور واجب الاطاعت ہوا تو آپ کیون نہین
اوسکو امام سمجھینگی لیکن شارح بحرانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہہ حکم عام نہین بلکہ لفظ لعل
سے یہہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بناوین کہ جو مخالف
امر الله کے ہو تو اوس وقت آپ اطوع نہونگی بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہونگی اگرچہ بحرانی کا
یہہ فرمانا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب و تغلیط خود جناب امیر بجواب
امیر معویہ کے فرما چکی امیر معویہ نے اونکو اپنی اوس خط کے جواب مین جسمین آپنے امیر معویہ سے

بیعت طلب کی تھی اور یہ تحریر فرمایا تھا کہ میری ہاتھ پر اون لوگون نے بیعت کی ہے جنہون نے ابوبکر
و عمر و عثمان کے ہاتھ بیعت کی تھی تو تم بھی اسکو قبول کرو - لکھا تھا - کہ اگر آپ بھی مثل ابوبکر و عمر
ہوتے تو آپکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور مین آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب آپ
مثل ابوبکر و عمر کے نہین بلکہ حدود و قصاص جاری نہین کر سکتے یا قاتلین عثمان سے حامی ہین
تو اس حالت مین بیعت اہل حل و عقد سے آپکی خلافت منعقد نہین ہو سکتی اور اہل حل و عقد خدا کی
جو آپ ایسے شخص کی بیعت خلافت کے جو مہمات خلافت کو سر انجام نہین کر سکتا اسکی جواب مین
جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت انا افسد علی بیعتک خطیئتک فی عثمان
کنت امرا من المهاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا
ماکان الله لیجمعهم علی ضلال ولیضربهم بعمی حاصل جواب یہ ہے کہ تو جو مجھ پر الزام خذلان و قتل
عثمان کا لگاتا ہے اور اسوجہ سے مجکو صالح واسطے اہل الخلافت نہین سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد
نے خطا کی جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور لغو ہے کیونکہ مین بھی ایک
رجل مہاجرین مین سے ہون جو اونکا حال تھا وہی میرا حال تھا اگر میری ذمہ الزام ہے تو سبکے
ذمہ الزام ہے اس معاملہ مین مجھی کوئی خاص کام کہ جو سب مہاجرین سے علیحدہ ہو نہین کیا پس
اگر اہل حل و عقد نے مجسے بیعت کی اور مین غیر صالح للخلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گمراہی
پر مجتمع ہون اور سبکے سب حق سے اندھے ہون اور یہ محال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا
کہ بیعت اہل حل و عقد کی صالح للخلافت کے ساتھ نہین ہو سکتی ہے اور علامہ بحرانی نے
جو نقیضہ حقانی کا الزام کیا کہ اہل حل و عقد جس شخص کو امام بنا دین جو مخالف امر اللہ کے ہو یہہ غلط ہے
اور جناب امیر کا جواب سراسر اسکو مکذب ہے لیکن باینہمہ ہم اسکو علی سبیل التنزل تسلیم کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ اچھا اوسی امام کو واجب الاطاعت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد
امام بنا دین اور وہ بھی شعائر اور تصریح شرائع مین مخالف امر اللہ کی نہو اور خاص اسی
نوع مین جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنی علامہ بحرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ میں سامع و مطیع رہے کبھی کسی قسم کی چون و چرا انہیں کی
باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنجناب کو جنین سے تشبیہ دی تھی اور بسبب تہمت خاموشی کے ناراض
ہوئیں اور کلمات قبیحہ مثل تشبیہ جنین پردہ نشین شدہ و خائنین در خانہ گریختہ الخ الی آخر
الکلمات فرمائی بلکہ مسجد میں مہاجرین و انصار میں جاکر داد بیداد اور فریاد و فغان کے
مگر آپکو جوش نہ آیا۔ بروایت صدوق الشیعہ چالیس آدمیوں نے کبار مہاجرین و انصار
سے آپ سے ابتدائے خلافت صدیقی میں درخواست کی کہ ہم ابوبکر کو مسند خلافت سے
اوتار دیں آپنے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابوسفیان نے درخواست بیعت کی
قبول نہ فرمایا۔ قسم قسم کی اذیتیں اور صعوبتیں جھیلیں اور طرح طرح کی تذلیل و توہین سہی
لیکن سمع و طاعت کی عروۃ الوثقی کو ہاتھ سے نہ دیا پس جب باوجود ان باتوں کے بھی
آپنے کبھی چون و چرا نہ فرمائی تو آپ سے زیادہ کون سامع و مطیع ہو سکتا ہے کیونکہ امام کے واجب الاطاعۃ
ہونیکا آپکو بسبب عصمت بخوبی علم تھا اور جب امام بھی خدا تعالے کے حکم سے واجب الاطاعۃ
ہے تو اسکی اطاعت سے انحراف گویا خدا کے حکم سے انحراف ہے جو معصیت ہے قطع نظر
اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کرچکے ہیں کہ سیرت خلفاء راشدین مثل سیرت ملوک
و سلاطین جائرہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج معالم دین اور احیاء شعائر اسلام میں سرگرم تھی
اور ہمیشہ پاس شرع شریف نصب العین اور پیش نظر رکھتی تھی۔ تو جب ایسی خلفاء
کی اطاعت سامع و مطیع نہ ہونگے تو پھر کسکی ہونگے۔ بہر کیف خلفاء راشدین کے زمانہ میں انکے حکم
کے مطیع و منقاد رہے اور آپنے [illegible] بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
فرمایا کہ تم جسکو امام بناؤ میں اسکا مطیع و منقاد ہونگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہم آپکی
دنیاوی اطاعت نہ تھی اعتقاد سے تھی کہ آپکو وجوب اطاعت امام کا سب سے زیادہ معلوم
و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپنے اسکی
بسرو چشم حکم شرع مطیع ہوئی۔ تو آپکی امامت منصوصہ باطل ہوگئی اور اس شخص کی

امامت ثابت ہوئی اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل وعقد تسلیم
کرلیں اور متفق ہو کر اہل حل وعقد جسکو امام بنالیں اور خلفاء ثلثہ کو اہل حل وعقد نے امام برحق
تسلیم کرلیا ہے اور اونکو امام بنالیا ہے تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ
راشد ہوئی۔ تیسرا احمد جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہارے
لیے مین وزیر ہون یہہ بہتر ہے اس سے کہ مین تمہارا امیر ہون حاصل یہہ ہے کہ میری امارت سے
تمہاری لیے میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر و مشیر اور جن
امراء کے آپ معین و مددگار ہونگے وہ امارت بھی خیر ہوگی اور یہہ بھی ہے کہ خلفاء ثلثہ سابقہ
مین جناب امیر وزیر و مشیر رہے ہمیشہ مہمات مین آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپکے
مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلافتین جنکے آپ وزیر تھے وہ حق اور خیر ہوئی باقی رہا
یہہ امر کہ یہہ خیر تھی کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال
کیطرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی و دنیاوی امور کے سب کے طرف عائد ہے لیکن ہم
کہتے ہین کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہین اور احتمال ثانی بے تردد اور لائق صحیح و متعین ہے
کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جسمین دین دنیا کا نقصان ہو اوسپر خیریت کا
اطلاق کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا امامت دین و دنیا کی امامت عامہ ہے جسکے ساتھ دین اور
دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام بمنزلہ نبی کے ہے کہ امت کے احوال دینی اور
دنیاوی کی اصلاح کرتا ہے لیکن تیسیر و سہولت خود شارع علیہ الصلواۃ والسلام کو
مدنظر ہے اسیواسطے اوسکی شان مین۔ عزیز علیہ ما عنتم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالی ارشاد
فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اور فرماتا ہے وما جعل علیکم فی
الدین من حرج۔ پس جب شارع کو تیسیر و سہولت مدنظر ہے تو اوسکو کون انکار کرسکتا ہے
اور امامت کا طریق یہہ جاری کہ جو کچھ اونکی مرضی ہو وہ کرے یہہ نہین اگر ایسا ہی کسی
امام نے کیا ہوتا تو اوسوقت جناب کو اوسکا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے

ایسا نہین کیا اور نہ لوگ اسکی عادی ہین ہمیشہ امام اپنی رای و مشورہ سے سرانجام مہمات
کرتے رہے تو ایسی حالت مین آنکا یہ ارشاد صرف سہولت حال کیطرف راجع ہین ہو سکتا
علاوہ ازین مطلق خبر سے بلا قرینہ فرد ناقص کا یعنی المفضول مراد لینا یہ خود خلاف قاعدہ عرف اور غلط
ہے تعجب ہے کہ امام منصوص من اللہ و منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کبھی اپنی حق کا
نام نہ لے اور اگر لوگ اوسکو چاہین تو مدافعت اور تعلل فرما دیں اور فرما دیں کہ میری وزارت
تمہارے لیے بہتر ہے امارت سے قدر بہتر نہین - خبر - دعونی والتمسوا غیری نے تک مفاد نقض
نہ تہا لیکن یہ امر منصوصیت خلافت کو باطل کر رہا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ انعقاد خلافت
بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں مین یہ جملہ صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبتکم
رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب اسمین آپنے اجابت کو
ضمیر متکلم کیطرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری التماس کی اجابت کرلونگا تو پہر تم کو اپنی رائے پر چلاونگا
اور تم سے اپنی علم کے موافق کام لونگا تو آپنے اپنے عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہے
تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرمادینگے خلیفہ بالفعل اوسوقت
ہونگے کیونکہ انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول و رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ
بالفعل امام و خلیفہ نہ تہے ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالے کیطرف سے مقرر ہو اجابت کے سوا چارہ
نہین ہے - ان اجبتکم کچھ معنی نہین رکہتا اگر اہمال امر خلافت اسوجہ سے تہا کہ امت کے
طرف سے اجابت و تسلیم مین کوتاہی ہے تو پہر ان اجبتم کے فرمانا مناسب تہا یعنی
تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کرو گے - الخ - پس اس سے صراحتہ یہہ ثابت
کر دیا کہ وار و مدار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر ہرگز خلیفہ
منصوص نہ تہے جیسا کہ حضرات شیعہ کا ادعا ہے پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
یہہ ہے کہ آپکو معلوم تہا کہ ابتدا زمانہ خلافت نبوت مین کوتاہی نمایان اور مساہلی تو قبیلہ
لی پاپان ہونے والی ہین تو تعجب نہین کہ کبھی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہہ کام میری

ہاتھ سے کچھ کام نہ ہوا اور یہ حسنات میرے نامۂ اعمال میں درج ہوں لیکن چونکہ یہ امر مقدر نہ تھا اور اسکی تکمیل کے لیے کارپردازان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپکا دست مبارک اوسکے حصول سے کوتاہ رہا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آپکو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت قریب الاختتام پہونچا اور ترقیات اسلام کا شباب تنزلی کے ساتھ مبدل ہوگیا۔ اب باہم خانہ جنگیونکی گرم بازاری ہوگی تو پہلی آپنے بیعت کے قبول کرنے میں تعلل و تسویف فرمائی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا یقوم له القلوب ولا تثبت له العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة تنکرت چنانچہ آپکی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شورش فتن سے یا یہ ہوا یہانتک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہوگیا اور ملک عضوض کی نوبت آگئی اسیواسطے حسرت کے ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ ابتلیت لقتال اہل القبلة۔ غرض ہمکو اسکی مطلب سے کیا غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکو ہم اثبات کے درپی ہیں یعنی ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہوگیا۔

دلیل حادی عشر۔ امام ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغانی میں روایت درج کی ہے عن ابی الابجر الاکبر قال جاء ابوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا اباالحسن ما بال هذا الامر فی اضعف قریش واقلها فوالله ان شئت لاملأنها علیهم خیلا و رجالا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیت الله ورسوله والمسلمین فما ضرهم ذلک شیأ انا وجدنا ابا بکر لها اهلا۔ اس روایت سے ثبوت حقیت خلافت صدیق نقلی

ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ از روایت ابوالفرج اصفہانی

سلہ ابوالابجر اکبر سے مروی ہے کہا ابوسفیان علی بن ابیطالب کے پاس آیا اور کہا ای ابوالحسن امر خلافت کا کیا حال ہے کہ قریش میں سے ضعیف و ذلیل ترین میں ہے۔ خدا کی قسم اگر تو چاہے تو زمین سوار پیادہ لوگوں سے بھر دوں علی بن ابی طالب نے فرمایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور مومنوں کا دشمن رہا اور تیری دشمنی نے اونکو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ ہمنے ابوبکر کو خلافت کے لیے لائق پایا۔ ۱۲

بدلالت خطا لفظی ثابت ہوتا ہے اور دوسری خلافتیں ایسی ہیں جو کہ اسپر متفرع ہیں تو جب اگر
حقیقت ثابت ہوئی تو اونکی بھی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا
مکرر ان استدعا گذارش ہے کہ جناب اگر صاحب اغانی ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی
کی عدم اعتبار کا قصہ پیش کرینگے تو ہم اونکی روایات و درایات کی جہالت اور انکی علمائے
تحقیقات عرض کر کے مستند کرینگے کہ اس صورت میں آپکی صحاح کی خبریں
اور تمام روایات قابل اخراج ہونگی جنکو معمول بہا اور مستند علیہا و معتبر خبر یار کہا ہے چونکہ
اس بحث میں بہت بقدر اطناب ہو گیا ہے اسلیے اسکو اسجگہ ختم کرتے ہیں اور اقوال آئندہ کا
جواب لکھتے ہیں - قولہ - جبکہ ہم نے اپنی شرائط ثلثہ کو آپکی کتب معتبرہ سے
مدلل ثابت کر دیا اور ضمنا اسکے ہمکو الہامات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ انکی قول آئندہ میں
ثابت کیا جائیگا تو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا - یا
اس باب میں کیا ارشاد فرمایا - اقول دعوی اثبات شرائط ثلثہ بدلائل
محض بیجا اور تخیل ہے ناشی ہونا بکمال خود تخیل کہ شیعی ہیں ہم شرائط ثلثہ دلائل سے ثابت کرچکے ورنہ
فی الحقیقت اونکا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں اونکا
ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہے چنانچہ آپکی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم
الہامات ہونا جو بار بار آپکی زبان پر ہے سو معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اپنی عادت قدیمہ کی
موافق ابھی یاد نہیں کہ اس مسئلہ میں اختصار کو فنیہ کیا ہے چنانچہ ہم انکے وقوع میں
جسمیں آپ نے اسکی بحث کی ہے گذارش خدمت کرینگے اور جب شرائط ثلثہ کا آپ سے ثابت نہیں
ہو سکتا تو یہ سوال آپکا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں
کیا ارشاد فرمایا بے موقع ہے ہاں بموقع ہماری سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلثہ باطل ہوگئیں
تو فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا
قولہ رہا آپکا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو مرحبا بالوفاق الخ جب اس

کلام کے اصلی معنی بیان کیے گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھے تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہین ہو سکتا
شبہہ رفع ہوگیا جو کچھہ جناب رسالت مآب نے اس باب مین فرمایا ہوگا ظاہر ہی کہ انہین اور اس
کلام مین کچھہ فرق نہوگا اور ہرگز مخالفت نہوگی ورنہ دو ارشاد بجائی خود حق و درست ہونے کے
اقول بحول اللہ وقوتہ ہم ثابت کرائی ہین کہ جو معنی آپنے اس کلام کے سمجھی تھی وہ محض
غلط تھی اور ناتمام بلکہ وہی معنی دوسری کلام مین کسیقدر ہمارے موید تھی پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا کہ
کلام کی اصلی معنی اور واقعی مطلب وہی تہا کہ جو ہم سمجھی تھی پس تمارا اعتراض کسیطرح اکثر اصول سے رفع شدنے
نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب مین جو کچھہ فرمایا وہ اسکی ہرگز موافق
نہین ہوگا قولہ تعجب ہی کہ باب تاویل آپنے کس دلیل سے مسدود کردیا ہی حالانکہ یہہ جو معنی
وہ عرض معلی ہین جو اصلی و واقعی ہین ورنہ اگر تاویل کیجائی تو تاویل کی بہت گنجایش تہی کیونکہ
باب تاویل نہایت وسیع ہی اقول جن دلائل سے ہمنی باب تاویل کو اسجگہ بند کیا ہی
وہ دلائل وہ ہین کہ جن سے ہمنی آپکی معانی کو باطل کیا ہی اور سابق مین مذکور ہوچکی ہین اور نیز
یہہ بھی ثابت کیا گیا ہی کہ یہہ معنی جو آپنے بیان فرمائی ہین محض خیالی ہین اور واقعی ایسی معانی کو
تاویل نہین کہا جاتا بلکہ یہہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی کی کسی دوسری
معنی کو محتمل ہی نہو اور نہ بجز ایک معنی موضوع لہ کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ
قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قرائن دلالت کرتی ہون تو ایسی حالت مین باب تاویل مسدود
ہوا کرتا ہی پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہی یہہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہوسکتا ہی یہہ جنفر ہی کی علم
فضل پر زیبا ہی بھلا اگر ایسا ہی باب تاویل واسع ہی تو نصوص صحیحہ مین مثل الله الهنا محمد نبینا وغیرہ مین
تو تاویل کیجئی تعجب ہی کہ باوجود آپکی خطبہ غدیر من کنت مولاہ کو نص صریح استخلاف مین سمجھتی ہین اور
قابل تاویل نہین سمجھتی معلوم نہین آپنی کس دلیل سی باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کی وسعت اسکو
مقتضی نہین کہ ہر جگہ جاری ہوسکی قال الفاضل المجیب قولہ باقی رہا
اہلسنت سی یہہ سوال کہ خلافت انکی نزدیک امر دین ہی الخ سو اولاً اسکی کچھہ ضرورت نہین

کیونکہ جب امر امامت کو مع اوسکی شرائط کے بدلائل ثابت فرما دینگے تو اوسکا اہم المہمات ہونا بھی ثابت
ہو جائیگا اہلسنت کچھہ ہی کہا کرین بمقابلہ دلائل معتبرہ کے اونکا قول کیونکر معتبر ہوگا۔ اقول جبکہ
بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ مین امر خلافت ہی ٹہرا جیسا کہ ثابت کیا گیا
اور آپکے نزدیک بھی جو امر منشی معظم اختلاف کا ہی وہ بھی بالآخر منجر بحث امامت ہی ہوتا ہی تو اس
سوال کی اشد ضرورت تہی کیونکہ جبتک وہ امر اہم المہمات اور مسائل شرعیہ مین سے عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا
تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ نہوگا جو طرفین ایک دوسری کو کہتے
ہین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** اہل انصاف دیکھین کہ
ہمنے کیا عرض کیا تہا اور ہمارے مجیب لبیب اوسکی جواب مین کیا فرما رہے ہین پہر جو کچھہ فرمایا ہی اوسکی
دلیل مدعا سے کچھہ مساس رکہتی ہی یا نہین یہہ محض حضرت کی سخن فہمی ہی آپنے سوال کیا تہا کہ امامت
امر دین سے ہے یا نہین اگر ہی تو اصول سے ہے یا فروع سے اسپر ہمنے عرض کیا تہا
کہ اس سوال کی کچھہ ضرورت نہین ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اوسکی شرائط کے بدلائل آپ
ثابت فرما دینگے تو اوس مسئلہ کا امر دین مین سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی
ثابت ہو جائیگا اسکی جواب مین آپ ارشاد فرماتے ہین کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف
امر امامت مین ہی اور آپکی نزدیک بھی معظم خلافیات راجع بہ بحث امامت ہی تو اس سوال کی اشد
ضرورت تہی اور اسکی دلیل یہہ ارشاد ہوئے ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم المہمات اور مسائل
شرعیہ سے عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہوگا پس اس
تقریر سے ہماری اعتراض کا کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکر ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب
یہہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہی اور جب تک اسکا اہم المہمات ہونا ثابت نہوگا تب تک
یہہ اختلاف موجب ضلالت نہوگا تو اس سے صرف یہہ بات ثابت ہوئی کہ اوسکی اور اوسکی شرائط
کی اثبات کی ضرورت ہی جب وہ مع اپنی شرائط کی دلائل سے ثابت ہوگا تو اوسوقت یہہ
اختلاف موجب ضلالت بہی ثابت ہو جائیگا پس اسکی مع اوسکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہی

تو سوال کی اور بندہ نے بھی یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں آپنے اسجگہ
محض دعوی بلا دلیل فرمایا ہے دلائل سے اونکو ثابت فرما دیجیے دین میں اور اصول میں ہی ہونا
خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے تقویت ہوئی نہ ہماری اعتراض کا
جواب اور اس سے یہہ بھی خوب واضح ہو گیا کہ مدعا تو اثبات ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے اثبات
ضروری ہونا اثبات امر خلافت کا مع اوسکی شرائط کے ثابت ہوا - رہا اثبات امر خلافت
مع اوسکی شرائط کے سو اوسکی بحث گذر چکی سائل انصاف ملاحظہ فرمائین سوا انصاف کر
بولا ہی نہین اور بحث ام المہمات ہونی کی عنقریب آتی ہے اوسکی منتظر رہین **قولہ**
الحمد للہ کہ ہمنے امامت کو مع اوسکی شرائط کے مدلل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل سے
آپنے امامت کو مع اوسکی شرائط بزعم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اون دلائل کی کیفیت رکیکت
بندہ بخوبی واضح کر چکا ہے اور بحول اللہ ثابت کر چکا ہے کہ یہہ دلائل ایسی واہی اور ضعیف
ہین کہ ہرگز ممکن نہین کہ قیامت تک بھی ثبوت مدعا ہو سکے **قولہ** جو عبارت ازالۃ الخفاء
سے نقل کیجاتی ہین اونمین یہی لفظ یعنی ام المہمات بلکہ اس سے بہتر مثل اسکی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تقریب عباد تان فریضہ مختو نکند ادای واجب نکرده باشد حاشا من ذلک
جو تفسیر ہےاس آیت وانی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود ہے
آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے ملاحظہ فرما دین - **اقول** آپ کی اس تقریر سے [illegible]
اور نیز تقریرات سابقہ و لاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مسئلہ امامت کی
ام المہمات ہونیکے بارہ مین تنازع ہے اور نیز جو اوسکی اثبات مین اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اوسمین
آپ نے یہی نہین سمجھا کہ اصل ما بہ النزاع کیا ہے اور کس چیز مین نزاع و خلاف ہے - آپکی فحوائی کلام
سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے ام المہمات ہونے اور نہونیکو ما بہ النزاع سمجھے ہوئی
ہین اور یہہ سمجھ رکھا ہے کہ نزاع اوسکی ضرورت اور اہمیت مین ہے لیئے اہلسنت کی کتابون مین
جسجگہ لفظ اہمیت یا اوسکی ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلیئے بزعم خود نص ہے حالانکہ یہہ

خیال بالکل غلط اور سراسر لغو ہے کیونکہ جس شخص نے احکام و نصوص شرعیہ کا تتبع کیا ہے وہ سمجھہ سکتا ہے کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اصول ہی میں ہو۔ ممکن بلکہ بہت احکام ایسے
ہیں جو فرعی عملی ہیں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپکے نزدیک صوم و صلوٰۃ اہم اور ضروری
نہیں کیا آپ انکو نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شی کے
کچھہ اسی پر منحصر نہیں ہے کہ وہ اصول ہی میں سے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی اہمیت بوجہ وجوب اور قطعی
الثبوت ہونے کے ہو چنانچہ اتیان بالفرائض اور اجتناب عن المحرمات اسکے لیے شاہد عدل
کافی ہیں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت حکم کی بالواسطہ اور بالتبع کسی دوسرے ضروری امر کی ہو اور
وسائل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدمۃ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
چنانچہ ہمنے جو لفظ اہم المہمات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھہ سکتا ہے بشرطیکہ فہم سے کام لے پس یہہ ضرور نہیں کہ جو بردینی
شرع اہم ہو وہ اصول ہی میں داخل ہو ہاں یہہ ضرور ہے کہ جو امر اصول دین میں سے ہوگا وہ ضرور
اہم اور ضروری ہوگا پس ہم مسئلہ امامت کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن اصول میں سے نہیں سمجھتے
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرلیتے ہیں تو منشاء نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ
امر خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے اسلیے ہماری مقابلہ میں
وہ دلائل پیش کرنا جنکا مدلول صرف اہمیۃ خلافت ہو بالکل واہیات اور پوچ ہیں جنکا منشاء
یہہ ہے کہ مستدل نے محل النزاع کو ہی نہیں سمجھا اور نہ تعیین محل نزاع کا اوسکو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس
قابل ہیں کہ ہم اونکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہلسنت
و شیعہ مسئلہ خلافت میں یہہ ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہے کہ کسیکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور امام
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھہ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرماوے اہلسنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہے تو اسکا
وجوب متعلق انکے عمل کے ہوا اسلیے فرعی عملی ہوا۔ پس مقابلہ اہلسنت کے اسکے ابطال کے لیے وہ

دلیل قابل جواب ہوگی جو اس مسئلہ کے فرعی ہونے کو باطل کرے اور اصولی ہونا ثابت کرے اور بنا بر تسلیم
کے جو دلیل ازالۃ الخفا سے نقل کی ہے وہ ہرگز مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہہ ثابت ہوتا ہے
کہ خلافت فریضہ محتومہ ہے وبس اور یہہ مستلزم اسکی اصولی ہونے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام سے یہہ ثابت ہے
کہ فریضہ محتومہ بھی عباد پر ہے اور انکی عمل کے متعلق ہے تو اس سے بھی اسکا فرعی عملی ہونا ثابت
ہوا نہ اصول میں سے ہونا - رہا آیت وان لم تفعل فما بلغت رسالته سے استدلال اس مدعا پر
اوس سے بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام وجوب و حرمت
و ندب و اباحت و کراہت اور علی ہذا القیاس قصص و امثال و متشابہات وغیرہ سے نازل ہوئے
اور جنکی نسبت حکم ہے کہ عباد کو پہنچا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ اون سب کے
تبلیغ فرما دیں اور کسی میں اخلال و کوتاہی نہ فرما دیں خواہ وہ اہم اور ضروری فی نفس الامر کے ہوں یا نہوں
پھر اگر بالفرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انمیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اخلال فرماویں
خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا نہو تو بھی تبلیغ رسالت میں کوتاہی ہوگی اور مضمون آیت
وان لم تفعل فما بلغت رسالته صادق آویگا - پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت سمجھنا
للناظرین لا طائل ہے پس ان عبارات کو ہماری ناصح مجیب بغور ملاحظہ فرماویں اور عقل و انصاف سے کام لیں

قولہ معہذا ایک بڑا بھاری ثبوت لیجیے جن صحابہ کرام کے آپ فضیلت کے معتقد ہیں اور جنکی
معظم اختلاف کا اور فضائل کے بھی اعتقاد کرتے ہیں وہ بھی اسکو ایسا اہم المہمات سمجھتے تھے کہ سید
کائنات و فخر موجودات کی نعش اطہر بدون تجہیز و تکفین کی پڑی رہی اور اسکی طرف انکی
صحابہ کرام متوجہ بھی نہوئی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں تا آنکہ اول کو خلیفہ بنا نہیں دیا آپ فرمائیے
کہ اسمیں یہہ جلدی و عجلت کس امر سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور اہلبیت اطہار
کی ہمدردی و مروت پر دال ہے امر خلافت کے اہم المہمات ہونے کی غرض سے تھی یا کسی اور غرض سے
مفصل ارشاد ہوا اور یہہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور نہیں تو
مدارج النبوت کو بھی ملاحظہ فرما دیں اسمیں بعینہ یہی لفظ یعنی اہم المہمات تحریر کیا

اقول اس استدلال میں بھی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے استناد غیر فیہ کو جسکا
اثبات مطلوب ہے اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اوسکو بھول گئی اور صرف
لفظ اہم المہمات کو پکڑ بیٹھی ہولیں اور یہہ نہ سمجھا کہ مابہ النزاع کیا ہے اور اگر یہہ ثابت ہو گیا تو اس سے
خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاباش اس حیا و شرم کو سقیفہ بنی ساعدہ
کے قصہ سے جو آپنے استدلال فرمایا ہے بالکل لاطائل و پوچ ہے کیونکہ غایۃ ما فے الباب اگر اس سے
لازم آتا ہے تو یہہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امرین ضروریین میں کہ جو باہم
متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری پر مقدم فرمایا۔ پس اس سے بجز اسکی
کہ یہہ ثابت ہو کہ امر خلافت اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سو اسکا کوئی منکر
نہیں ہے جسقدر فرائض و واجبات عملی ہیں وہ سب اپنی اپنی مرتبہ میں اہم اور ضروری ہیں لیکن مابہ
النزاع یہہ ہے کہ امر خلافت اصول میں سے ہے یا فروع میں سے پس اس دلیل سے صاف ثابت ہے
کہ امر خلافت اصول میں سے نہیں ہے بلکہ فروع میں سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک جمعیت سقیفہ
بنی ساعدہ تھی وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب امر خلافت کو
منجملہ فرعیات اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ واجب اونکی نزدیک
داخل فروعات تھا - رہا یہہ امر کہ امر خلافت کا سرانجام تجہیز و تکفین نعش اطہر و اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہہ خود ظاہر ہے کہ امر خلافت ایسا مقدمہ ہے کہ اسپر استحکام
بناء دین و اسلام اور انتظام امور دین موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو خدانخواستہ تمام دین
ہی درہم برہم ہو جاتا اور تجہیز و تکفین کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ قاعدہ ہے
کہ اہم الامرین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تعجب تو یہہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں امر خلافت کا مطالبہ کردن اور دعوی منازعت
کردن تو یہہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بباطن کافر ہیں ظاہری اسلام سے بھی پھر جاوینگے
اور فتنی اوٹھہ کھڑی ہونگی امر خلافت کا مطالبہ نہ فرمایا اور اوسکو ترک کیا اور جیسا کہ مثل

توحید ونبوت کی اصول دین مین سے تہا اوسکو بہی ڈال دیا تو گویا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے موفق
اصول شیعہ کے کفر ونفاق کو اصل اصول ایمان سے مقدم فرمایا اور کفر ونفاق کو بہ نسبت اصول دین کے اہم المہمات
سمجہا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ آپکے نزدیک کفر ونفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تہا
نعوذ باللہ من ذلک - اور یہہ طعن کہ صحابہ نعش اطہر کی تجہیز وتکفین کیطرف متوجہ نہوئے
اسکا جواب ہم اجابات سابقہ مین مفصل گذارش کرچکے ہین حاجت اعادہ نہین - پس اگر مدارج
النبوۃ وغیرہ مین خلافت کی نسبت لفظ اہم المہمات درج ہو تو وہ ہماری ہرگز مخالف نہین ہے
اور نہ وہ مجیب کے مفید مدعا بلکہ وہ اوسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کرچکے ہین

قولہ شرح عقاید نسفی مین یہہ عبارت موجود ہے کہ ولان الامۃ قد جعلوا
اہم المہمات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن
وکذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ الخ
شرح عقاید نسفی تو شاید اہل سنت مین کتب درسیہ مین سے ہے اور حضرت مجیب عالم فاضل ہین غالب
کہ یہہ کتاب تو سبقاً پڑہی ہوگی پہر تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم مہمات نہین سمجہتے - **اقول**
عبارت منقولہ شرح عقاید نسفی سے استدلال کا منشا بہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل مجیب کو
واقع ہوگئی ہے کہ محل النزاع کو فراموش فرمادیا ہے اور لفظ اہم المہمات کے دیکہتے ہی [illegible]
یہہ لفظ ملکہ فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہوگئی اور آنکہین بند کرکے بے سمجہے بوجہے نقل
کردیا اور سمجہے کہ میدان مارلیا پہر اس فہم پر کسقدر دعوی اور کیا کچہہ ناز وفخر ہے اس عبارت
مین بجز اسکے کہ لفظ اہم المہمات مذکور ہے کونسا مفید مدعا ہے اور کون لفظ ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ امامت اصول دین مین سے ہے - اور پہلے گذارش ہوچکا ہے کہ لفظ اہم المہمات
سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہہ حکم اصول مین سے ہے اور فروع مین سے نہین
شرح عقاید بیشک درسی کتاب ہے لیکن آپکو کچہہ مفید نہین بلکہ اس ناشائستہ استدلال کی راہ سے تو اگر آیت قرآنی
بہی ہو تو بہی ثبوت مدعا محال ہے - پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم المہمات

نہ سمجھنے سے تعجب فرماوین تو کچھ تعجب نہین لیکن تعجب یہہ ہے کہ خود ہی سوال فرماوین کہ آپکی نزدیک خلافت امور دین مین سے ہے یا نہین شق اول مین اصول مین سے ہے یا فروع سے) اور خود ہی بھول جاوین یا بھولا دیوین **قولہ** جو امر واقع مین اہم ہو وہ کسی کے ماننے نہ ماننے پر منحصر نہین اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی ایک امر کو اہم المہمات کہتے ہین بلکہ اوسکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہین اور باایہمہ خصم کے مقابلہ مین اوسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہین **اقول** بے شبہ جو امر واقع مین اہم ہے اوسکو کوئی مانے یا نہ مانے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہہ مراد ہے کہ امر خلافت باعتبار داخل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہہ سراسر غلط ہوا سوقت تک آپنے اسکے ثبوت کے لیے نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو واقعیۃ بلا دلیل کیونکر تسلیم کیجاوے۔ اور اگر اہمیۃ خلافت اسطرح ملحوظ ہے جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہین تو اسکا کوئی منکر نہین پس یہہ اہل سنت کا حال نہین ہے جسپر آپکو تعجب ہے یہہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول مین ہونے مین امتیاز نہین فرماتے اور باہم تفرقہ نہین سمجھتے اہلسنت کے نزدیک اہمیتہ وغیر اہمیتہ باعتبارات مختلفہ ہے لیکن البتہ حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے کے ہے کہ خود ہی اسکو اہم المہمات اور اصول دین مین سے کہتے ہین اور خود ہی فرماتے ہین کہ ائمہ نے کبھی خلافت کا نام ہی نہین لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو تالی نبوت ہے ایک کافر و منافق کو گلے لگا کر بخشدیا ان ہذا لشی عجاب **قولہ** جب ہمنے اسکو اہم المہمات بدلائل ثابت کر دیا تو اب آپکی ہی قول کے موافق اہلسنت کچھ ہی کہا کرین وہ امر اہم المہمات ہی ہے بمقابلہ دلائل معتبرہ مذکورہ بالا انکا قول معتبر نہین **اقول** بے شک اگر آپ دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول مین ہونا ثابت کر دیتے تو اہلسنت کا قول بمقابلہ دلائل شرعیہ کے کیونکر معتبر ہوتا لیکن دلائل غیر شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول دین مین سے کیونکر مجال ہے آجتک آپکے اسلاف بزرگوار نسے تو یہہ ثابت ہو ہی نہین سکا تو آپ کیا ثابت کرینگے اور جسکو آپنے اپنی زعم مین اثبات سمجہا ہے اوسکو ہم نے منہدم کر ہی دیا کمین کر یہہ آپکی خوش فہمی کا ثمرہ ہے **قال الفاضل المجیب** قولہ مسئلہ خلافت اہل سنت کے نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین تصریح کی ہے۔ **اقول** اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب خلافت ضال و گمراہ کیون ہے حالانکہ مسائل فروعیہ مین ائمہ اربعہ اہلسنت مین اختلاف کثیر ہے اور باہم چارون برحق ہین کوئی ایک دوسرے کو مبتدع و ضال نہین کہتا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** مجکو اپنی مجیب کی خوش فہمی پر کمال افسوس ہے کہ حضرت کو یہہ بہی معلوم نہین کہ کونسے مسائل و احکام مین جنکی انکار سے مستحق تکفیر و تضلیل ہوتا ہے اور یہہ سمجہے ہوئے ہین کہ منکر فروع کو مطلقاً ضال نہین کہا جا سکتا بلکہ صرف اوسیوقت تکفیر و تضلیل کیجاویگی جب انکار اصول دین کا ہوگا۔ حالانکہ یہہ اعتبار بالکل غلط اور باطل ہے کیا یہہ بات آپکو معلوم نہین ہے کہ اوس نے فروعات کی انکار سے بہی مثل ضو و تیمم کے مستحق تکفیر و تضلیل کا ہو سکتا ہے حاصل یہہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار خواہ فروع ہی کیون نہون مستوجب تکفیر منکر ہوگا چنانچہ خود بدیہی ہے اور مسئلہ ترتیب خلافت باوجودیکہ فروع مین سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے کہ اجماعی ہے اوسکا منکر بہی مستوجب تضلیل ہے پس استحقاق تضلیل منکر مسئلہ کی اصول دین مین ہونے پر دلالت نہین کرتا علاوہ اسکے وہ مسائل جنمین اجتہاد کو مساغ ہے اور ایک نوع کا خفا یا اشکال یا اجمال اونکی نصوص و دلائل مین پایا جاتا ہے اور احتمالات ناشیہ عن دلیل کی اونمین گنجایش ہے تو ایسی اختلافات موجب رحمت ہین اور یہہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تضلیل کے نہین ہین چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت مین جسقدر اختلافات ہین وہ اسی قسم کے ہین اور جب یہہ اختلافات موجب توسعہ و رحمت ہین چنانچہ ارشاد ہے اختلاف امتی رحمۃ تو یہہ اختلاف نہ

خلافت [illegible] اصول

مستحق تفضیل کے نہین ہو سکتے اب ہم اپنی اس دعا کی ثبوت پر آپکی معتبر کتب مع الالم الاصول شہیدثانی سے دلیل لاتے ہین وہ بحث اجتہاد مین معظم صفحہ ۱۳۲ پر تحریر فرماتے ہین اتفق الجمہور من المسلمین علی ان المصیب من المجتہدین المختلفین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہما واحد وان الاخر مخطی آثم لان اللہ تعالی کلف فیہما بالعلم ونصب علیہ دلیلا فالمخطی لمقصر فیبقی فی العہدة وخالف فی ذلک شذوذ من اہل الخلاف وہو بمکان من الضعف واما الاحکام الشرعیة فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضا واحد والمخطی غیر معذور وان کانت مما یفتقر الی النظر والاجتہاد فالواجب علی المجتہد استفراغ الوسع فیہا ولا اثم علیہ حینئذ قطعا بغیر خلاف ایضا ۔ پس اپنی شہید ثانی کی شہادت کو ملاحظہ فرمایئے اور اپنے استدلال کو دیکھئے کچھہ تو شرمایئے لیکن اسقدر گذارش کرنا باقی رہگیا کہ تمام فرق شیعہ کو دنیا مین جو کچھہ اصول دین مین تکاذب وتجاحد ہے خصوصاً فرق شیعہ امامیہ مین جو کچھہ در باب امامت اختلاف ہوا اوسکی نسبت ہم پوچھتے ہین ہماری فاضل مجیب فرمائین تو سہی قطع نظر اسکے آپکے اکابر واسلاف مثل ہشام الجوالیقی اور مومن الطاق جنپر ہشام بن الحکم نے اونکی رد مین کتابین

۱؎ جمہور اہل اسلام متفق ہین کہ مجتہدین مین سے جو باہم اون عقلیات مین مختلف ہین جنپر تکلیف واقع ہوئی ہو ایک مصیب بصواب ہے اور دوسرا خطا پر ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالی نے اوسمین علم کی تکلیف دی ہو اور دلیل قائم کی ہو ۔ پس مخطی اوسکی لیی کوتاہی کرنے والا ہے تو اوسکے ذمہ پر باقی رہیگا اور اسمین اہل خلاف مین کے چند لوگون نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کے نہایت مرتبہ مین ہے اور لیکن احکام شرعیہ اگر اون پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اوسمین بھی ایک ہی مصیب ہے ۔ اور مخطی معذور نہین اور اگر وہ اون احکام مین سے ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہین تو مجتہد پر اونمین کوشش کا خرچ کرنا ہے اور بدون خلاف کے جو قابل اعتبار ہو اوسوقت اوسپر یقیناً گناہ نہین ہے ۱۲ ۔

کس مین ایک تو جو صریح ضروریات دین کے منکر تھی اور اصول دین مین جمہور فرق اہامیہ کے مخالف تھے اور خدا وند تعالے شانہ عما یقولون علوا کبیرا کی جسم کے قائل تھے اونکی نسبت بتفصیل ارشاد فرمائین - اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور اونکے اختلافات کو رہنی دو جناب امیر ہی مین ثالث در باب تسلیم خلافت امیر معویہ جو اختلاف ہوا اگر یہہ مسئلہ اصول دین مین سے ہے اور اصولی اختلاف مستوجب تضلیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسکی تکفیر و تضلیل کیجئیگا اور نیز امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن حنفیہ مین باہم امامت مین اختلاف ہوا اگر ہر ایک شخص اون مین سے اپنی امامت کا مدعی اور دوسری کی امامت کا منکر ہوا تو فرمایئے کہ اپنی قاعدہ کے موجب کسکی تکفیر و تضلیل کیجئیگا اور کسکو مبتدع اور ضال کہیگا اور جو کچھہ اختلاف کہ فروعات مین ہے اوسکا تو کیا ذکر کرون **قوله** اس فروعی مسئلہ کے لیئے آپکی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے بیعت نہ کرنے والونکو اور نیز جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم اور اونکی عشیرہ و مشیر و تابعین زبیر ہی کو گہر جلانے کی دہمکی کیون دی اور ان حضرات کا کچھ پاس لحاظ کیون نکیا غیر فروعی اختلاف مین اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فروعی اختلاف انکے نزدیک مستوجب تشدد نہین ہی تو جناب امیر جناب امام حسین رضی اللہ عنہ پر اونکے عسل بیت المال سے بقدر ایک قلیل کے لینے پر کیون اسقدر تشدد اور غضب فرمایا اور کیون اونکے مارنے کا قصد کیا اور آدمکا پاس لحاظ کیون نکیا آپ ہی فرمایئے کہ فروعی اختلاف مین اسقدر تشدد کے کیا معنی - اور نیز جبکہ بزعم شیعہ مخالفین کے ڈر سے گہر مین دبکہ کر بیٹھ گئیے اور اپنی حقوق و فدک وغیرہ کا نام تک نلیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت کی (بروایات قوم و العہدۃ علیہم فیہا) کیا کچھہ تذلیل و توہین کی اور کیسی کیسی کلمات ناملائم مستنکر فرمائی پس اگر فروعات مستوجب تشدد نہین ہوتے تو آپنے جناب امیر کی ایسی کیون تذلیل و توہین صرف فروعات کی لیئی فرمائی اور کیون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت کی حیثیت اور اونکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھہ لحاظ و پاس نفرمایا فروعات مین

فروعی اختلافات مین تشدد کے معنی —

استقدر تشدد کی کیا معنی - اسی ہی ایک طرف دیکھو جناب یا بن عم النبی وافقہ الناس ابن عباس
جنکی بشہادت روایات قوم بیت المال بصرہ سے کچھہ مال لیکر مکہ آبیٹھے اور جناب امیر کو اس امر کی
اطلاع ہوئی اور آپنے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو نہج البلاغۃ میں مندرج ہے اور ہم ابحاث
سابقہ مین اوسکو نقل کرآئے ہین اوسمین یہانتک لکھا۔ فانک لم تفعل ثم امکنني الله
لاعذرن الی الله فیک ولاضربنک بسیفی پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
تشدد نہین تو جناب امیر نے فروعات مین کیون اسقدر تشدد کیا اور کیون پاس لحاظ کچھہ
نکیا اور یہانتک فرمایا کہ اگر حسن حسین ایسا کام کرتے تو مین اونسے بھی مصالحہ نکرتا اور باطل
کو اونکی مظلمہ سے دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہین ہوتا تو آپکی اس تشدد کی
کیا معنی اور اسکے علاوہ جناب امیر نے اپنے عمال پر فروعات مین تشددات فرمائی وہ بھی آپکی
نزدیک ظلم اور ناحق ہونگی۔ قطع نظر اس قصہ کے یہہ بھی آپکی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص
کا اجرا اور سیاست و تعزیر کا عمل سب ظلم ہے اور ناجائز کیونکہ یہہ امور بالاتفاق فروعات مین اور فروعیات
مین ایسا تشدد جائز نہین ہے تو یہہ بھی ناجائز ہونگی پس آپکی اس قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت
بڑا حصہ بھی منہدم کردیا اور بنائے اسلام کو بھی گرادیا - آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس ہے
اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپنے تمام عمر مناظرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابونکی
اوراق گردانی مین گذاری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہوگا پھر اسپر یہہ حال ہے
اب مختصر گذارش ہے کہ تحفہ مین جواب قصہ احراق بیت سیدۃ فاطمہ کے ضمن مین لکھا ہے
کہ جناب فاروق کا یہہ قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد سے مستنبط ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کی حق مین وعید تحریق فرمایا تھا حالانکہ جماعت
فروعات مین سے ہے یا واجب ہے یا سنت موکدہ پس اسکی ترک کے وجہ سے جب آپنے وعید احراق
صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعات مین بھی تاکید و تشدید جاری ہوتے ہین اگر آپکو
فن حدیث سے کچھہ بھی مس ہوتا تو صدہا احکام اس قسم کی ہم پہونچتی مثلاً چندی بطرز

کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوٰۃ کو کفر سے تعبیر فرمایا تعبیر حج کی ترک کرنے کو
یہودیت و نصرانیت سے تعبیر فرمایا جس شخص کی نسبت اتہام تھا کہ اسنے آپکی لونڈی سے ساتھ
زنا کیا ہی حضرت علی رضی کو اسکا قتل کا حکم فرمایا آپنے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت
(اعاذنا اللہ من ذلک) لقطعت یدہا علی ہذا القیاس با مبالغہ صدہا ایسی واقعات
فریقین کی کتابوں میں نکلینگے جنا ایسے واضح دلیل ہونگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں تہدیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس انکو
یا اصول دین میں داخل سمجھیں یا اپنے قول سے رجوع کبھی اور قائل ہوجیں کہ یہ الزام غلط ہوا اور وہم
فروعات میں تشدیدات شرعیہ وارد ہوئی ہیں سنی اسوقت محرف التحویل چند اسند سے یہ اکتفا
کیا ورنہ اگر یہ بھی ہماری جناب مخاطب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت جزئیات
فریقین کی کتابوں سے نکالکر دکھا دینگے **قولہ** فروعی مسائل سے جاہل موت جاہلیہ سے نہیں
مرتا ہے حالانکہ یہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ متفق علیہ
ہے جاہل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرتا ہے اگر یہ بات ہو کہ جاہل مسائل فرعیہ کا یہ حال ہو
تو اکثر خلفاء ثلثہ بعض مسائل نہیں جانتے تھے حتی کہ بعض الفاظ قرآن کے معنی سے آگاہ نہ تھے
انکا کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس استدلال میں بوجوہ چند بحث ہے۔ اول تو اس روایت کو
اہلسنت کی کتب سے صحت ثابت کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اسجگہ لفظ
امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کتاب اللہ ہو چنانچہ اطلاق
لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب امامت نزدیک تمہارے
اصول دین میں سے ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے
اور یہ خبر بعد تسلیم صحت خبر واحد ہے اور ظنی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے چوتھی
یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کفار کو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابناءهم

اپنا تھے اور باوجود اس کمال معرفت کے اُنکے حق میں تحقق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہیں سمجھی گئی
تو امام کے حق میں یہہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہی پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہی
یا وجوب طاعت اول باطل ہی کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں جسجگہ ایمان مذکور
فرمایا ہی یا ایمان باللہ ہے یا ایمان بالرسل یا ایمان بالکتب ہی یا ایمان بالمعاد کسیجگہ ایمان بالائمہ
نہیں فرمایا اگر امامت بھی داخل اعتقادیات ہوتی تو کہیں تو خداوند کریم تعالے شانہ اپنی
کتاب میں مذکور فرماتا اور جب کسیجگہ اسکی نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ مسئلہ
اصلی واعتقادی نہیں ہی تو فرعی عملی ہوا چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری اشق یعنی وجوب اطاعت کا
ذکر فرمایا اور وہ بھی اسطرح پر کہ عمال و قضات و نواب علما کو شامل ہے اور ظاہر ہی کہ حکم وجوب اطاعت
امیر کا جزو فرعیات سے ہی اور متعلق بافعال عباد ہی تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان
تو نہیں ہی اگر ہی تو اطاعت ہی کیونکہ خداوند تعالے نے ایمان بالائمہ کی تکلیف نہیں دی
بلکہ انکی اطاعت کو مامور بہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہہ معنی ہونگے من لم یطع
امام زمانہ فقد مات میتة جاهلية اور یہہ معلوم بھی ہو چکا ہی کہ حکم وجوب اطاعت
فروع میں سے ہی تو یہہ بمنزلہ اون فروعات کی ہوگا جنکی بنسبت تاکیدات و تغلیظیں کے بدایات
میں مذکور ہیں مثلاً ترک صلوة سے کفر کے ساتھ تخویف مذکور ہو ترک حج سے موت یہودیت
و نصرانیت سے ڈرایا گیا ہی ترک تقیہ کو خروج دین سے تعبیر کیا گیا ترک متعہ کو خروج اپنی جماعت کی
بیان کیا گیا ہی حالانکہ اونمین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقادی نہیں سب فرعیات میں اسیطرح
اس مسئلہ فرعی میں بھی تغلیظ و تشدید کے طور پر آپنے یہہ ارشاد فرمایا - اسوجہ سے کہ بہت سی
فرائض و واجبات کا موقوف علیہ ہی بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شعائر دین اسی پر منحصر ہیں
اگر اسمیں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اسیواسطے بزعم شیعہ جناب امیر نے بھی
سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرعی جو موقوف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ مستحق
ہی کہ اسکی ترک و اخلال سے موعید شدیدہ لانا و اجر غلیظ کے ساتھ عباد کو ڈرایا جاوی

پس اب بنا دینا ہی مجیب کا خلافت کے اصلی اعتقادی ہونے پر دلیل لانا اونکی خوش فہمی کا بہی ثبوت ہے۔ پانچویں مجہول طعن دو استدلال مین موت جاہلیتہ سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر مراد ہے تو خفت سجانہ کا ثبوت دیجیے اور اگر موت جاہلیتہ کے ساتھ تشبیہ مراد ہے کہ جیسے زمانہ جاہلیتہ مین لوگ خود مرتے تھے اور اونکا کوئی امام عام نہین ہوتا تھا ایسی ہی یہہ شخص جو امام زمانہ کو نہ جانے اور اوسکا منقاد نہو خود مثل موت زمانہ جاہلیتہ کی مریگا تو کوئی وجہ صحت طعن واستدلال کی نہین ہے۔ باقی رہا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کی نسبت یہہ طعن کہ بعض مسائل نہین جانتے تہے اونکا کیا حال ہوگا سو اول تو اس طعن کی بنا ہی فاسد ہے کیونکہ اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہماری نزدیک جمیع مسائل جزئیہ کا علم شرط ہے ورنہ خرط القتاد اور جب یہہ ثابت نہین تو پہر یہہ طعن محض بنا فاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہہ کہ ہم کہتے ہین کہ بعض مسائل جناب امیر بہی نہ جانتے تہے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلوایا حالانکہ شریعت مین سزا اوکی احراق نہین ہے اور نیز جناب امیر نے مخنّث کو بہی جلوایا اور جناب امیر نے غلمان وجواری پر حد جاری فرمائی من لا یحضر مین ہے وروی ابوایوب عن الحلبی عن ابی عبداللہ علیہ السلام[۱] قال ان فی کتاب علی انہ کان یضرب بالسوط وبنصف السوط وببعضہ فی الحدود وکان اذا اتی بغلام او جاریۃ لم یدرکا لم یکن یبطل حدا من حدود اللہ۔ حالانکہ رفع القلم عن ثلثۃ صریح حدیث متفق علیہ ہے اور نیز جناب امیر نے حد سرقہ معاف کردی۔ من لا یحضر مین ہے وجاء رجل الی امیر[۲] المومنین علیہ السلام فاقر بالسرقۃ فقال لہ امیر المومنین أ تقرأ شیئا من کتاب اللہ عز وجل قال نعم سورۃ البقرۃ فقال قد وہبت یدک لسورۃ البقرۃ حالانکہ یہہ بیجا

جواب طعن

[۱] امام ابو عبداللہ سے مروی ہے فرمایا حضرت علی کی کتاب مین تہا کہ آپ پوری کوڑی سے اور آدہی کوڑی اور بعض کوڑی سے یعنی حدود مین مارتے تہے جب کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی لاتے تہے اور اللہ کے حدود کو معطل نہین کرتے تہے ۱۲

[۲] ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اوس سے جناب نے فرمایا کیا تو کچہہ قرآن بہی پڑہا ہوا ہے کہا ہان سورۃ بقر فرمایا تو تجکو تیرا ہاتہ سورۂ بقر کے بدولت بخش دیا ۱۲

حدود میں یہہ تشدد تہا کہ صبیان پر جاری کیجاتی تہی اور معطل نہیں کیجاتی تہی یا یہہ کہ عاقل
بالغ پر جاری نہیں فرمائے اور معطل فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گہڑ دیا کہ جب تک جنایت پر
اقرار کرے تو امام کو اخذ و عفو کا اختیار ہے لیکن جب بینہ قائم ہو تو امام کو عفو کا اختیار نہین
علاوہ ازین آپکو امام ابو جعفر سے من لا یحضر مین اسی قسم کی روایت پہنچی ہو گی الہٰ
سلہ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سألته عن الصبی یسرق قال
ان کان له سبع سنین او اقل رفع عنه فان عاد بعد السبع قطعت بنانه او حکت
حتی تدمی فان عاد قطع منه اسفل من بنانه فان عاد بعد ذلك وقد بلغ تسع سنین
قطعت یده ولا یضیع حد من حدود الله ـ اور یہی شریعت محمدیہ ہو گی کہ جاری
حدود کا صبیان پر ہو بعض نسخ القلم پر خلاف شرع ہو اور حکم لا یضیع حد من حدود اللہ وغیرہ
سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ یہہ محض سیاست اور تعزیر نہین تہی علاوہ اسکے اور بہت مسائل
ہین کہ جن سے بہی ثابت ہوتا ہے کہ آپکو اونکا علم نہ تہا پس جو حال جناب امیر و دوسری ائمہ کا ہوگا وہی
خلفاء ثلٰثہ کا ہوگا قولہ اگر آپکے زعم مین جناب امیر علیہ السلام بعد حضرت رسالت پناہ رشد ہدایت پر ہوا
تو ثقین انکی کیا کیفیت ہوگی اقول اونکی بہی ہماری نزدیک وہی کیفیت ہوگی جو
جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو کہ خلفاء ثلٰثہ کی ہوگی قولہ اسکی اہمیت مسئلہ ہونے پر ثابت
کیا گیا ہے اگر یہ فروعی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکو بسنیت النبی الفاظ تحریر
فرماتے جو عبارتین موجود ہین اقول یہہ تکرار بیفائدہ ہے شبہ یہہ استدلال ابہی گذر
چکا ہے اور اسکا جواب بہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہہ عبارت ہرگز اس مسئلہ کی اصلی ہونے پر
دلیل نہین ہو سکتی بلکہ محض حضرت کے خوش فہمی پر دلیل قولہ اگر ابن عمر جیسے جلیل القدر

سلہ محمد بن مسلم امام ابو جعفر سے روایت کرتا ہے کہ میں نے لڑکے سے پوچہا جو چوری کرے فرمایا اگر سات برس یا کم
ہوا اس سے حد رفع کیجاتی ہے - پہر اگر بعد سات برس کے پہر کرے تو اوسکی پوریان کاٹ ڈالی جاوین یہانتک کہ
خون آلودہ ہو جاوین اگر پہر بہی کرے تو اوسکی انگلی نیچے سے کاٹ جاوے پہر اگر نو برس کا ہو کر پہر بہی کرے تو اوسکا
ہاتھ کاٹا جاوے اور اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو ضائع نہ کیا جاوے - ۱۲

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتے تھے کہ یزید پلید کی بیعت کرلے اور خلع بیعت سے ممانعت
مانع ہوئی۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیئا و صحیح مسلم کی کتاب
الامارۃ باب من فرق امر المسلمین وہو مجتمع کو ملاحظہ فرمائیے **اقول** یہاں بھی انکی
وہی مسئلہ میں خوش فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصل اعتقادی ہونا سمجھتے ہیں
حالانکہ یہ بداہۃً غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کو
نہیں ہے بلکہ بعض فروعات بھی ضروری اور لابدی ہیں اور یہ جب ہے کہ ہم تسلیم کرلیں
کہ ابن عمر نے یزید سے بیعت کرنا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتے ہیں کہ اول یہ اثر نہ ثابت
ست نامہ نوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں اگر کوئی ہے تو ممکن ہے کہ بکراہت بخوف سلب
نفوس و نہب اموال وغیرہ مفاسد کی ہو اور خلع بیعت سے بھی ایسے ہی خطرے مانع آئے ہوں
پس انکا استدلال اس سے باطل ہے آخر جناب امیر و دیگر صحابہ مقبولین نے بھی تو خلفاء
ثلثہ کے ساتھ بیعت کی تھی جناب عقیل حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معویہ کی خدمت میں جا رہے
جناب امام حسن نے امیر معویہ سے بیعت فرمائی محمد بن الحنفیہ یزید کو مشیع ہوگئے اور بیعت کرلی
غرض یہ کہ ابن عمر بیعت کی ضرورت سمجھے ہے اس مسئلہ کو اصلی اعتقادی اعتقاد
کرنا سراسر خطا ہے اور سوء فہم سے ناشی ہے **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتے
تھے کہ ایک رات بدون امام رہنا جائز نہ جانتے تھے حتی کہ وقت شب حجاج کے گھر تشریف
لائے تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرمادیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ
وصاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طرق علی الحجاج
بابہ لیلا لیبایع لعبد الملک کیلا یبیت تلک اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن
النبی انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ خلاصہ مطلب اسکا ہو گیا
اور بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے بیعت کے لئے اپنا پیر بڑھا دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے
اقول بعد تسلیم صحت روایت مقتضا اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

بدون امام کے ایک رات بھی گذارنا جایز نجانتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب نے سمجھا ہے اور بہت ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ابن عمرؓ کے ضروری سمجھنے سے امامت اصول دین مین سے ہو جائے یہہ محض غلط ہی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا بھی ثابت نہین ہوتا چہ جائیکہ اوسکا اصول دین سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سنن کو بھی التزام کے ساتھہ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہین حالانکہ وہ فی الواقع ضروری نہین ہوتے پس ابن عمرؓ کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موہم ہے خلافت کا ضروری ہونا بھی مفہوم نہین ہوتا اور غایۃ ما فی الباب بعد رد و قدح اگر بطور تنزل تسلیم کرلین تو اچھا اس سے یہہ ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمرؓ کے نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے تھی لیکن اس سے ہرگز یہہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ خلافت مسایل اصلیہ اعتقادیہ مین سے ہو یہہ تو اوسوقت ثابت ہوگا جب ضروری ہونا مسایل اصلیہ اعتقادیہ مین منحصر ثابت ہو جائیگا اور مسایل فرعیہ عملیہ سے ضرورت مرتفع ہو جائیگی اور یہہ محال ہی قطع نظر اس سے اس روایت کے الفاظ خود اس قصہ کو موید نہین ہوتے کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحۃً ترتب موت جاہلیۃ کا عدم معرفت امام پر ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی ہے یا ایمان ہے اور یہہ دونو صحیح نہین پھر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت نصاً ثابت ہی اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہین ہے کہ بدون اوسکے ایک رات بھی نگذرے چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہہ فعل اس حدیث سے مستنبط نہین ہوسکتا تو نفس اس روایت مین ایک علت قادحہ موجود ہے علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی مکذب ہی حدثنا مسدد حدثنا یحیی عن سفیان حدثنا عبد اللہ ابن دینار[1] قال شہدت ابن عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملک کتب انی اقر بالسمع والطاعۃ لعبد اللہ عبد الملک امیر المؤمنین علی سنۃ اللہ وسنۃ رسول اللہ ما استطعت وان بنی قد اقروا بمثل ذلک

---

[1] عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملک کی خلافت پر مجتمع ہوئے مین ابن عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اونہون نے لکھا کہ مین بقدر اپنی استطاعت کے اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المؤمنین عبد الملک کے حکم سننے اور اطاعت کرنیکا اقرار کرتا ہون اور میری بیٹون نے بھی یہی اقرار کیا ہے ۱۲

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رض نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تہی نہ یہہ کہ تسلی
روایت عجیب لبیب کے جو ابن ابی الحدید معتزلے شیعی وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمر رض حجاج کے گہر پر رات کے
وقت بیعت کے واسطے گئے ہون اور اوسنے پانو پہیلایا ہو اور اس روایت بخاری سے یہہ بہی واضح
ہے کہ ابن عمر کی خطی بیعت عبد الملک کے ساتہہ ابتدا خلافت مین نہین ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع اختلاف
ناس واقع ہوئی اور جبتک اختلاف رفع نہو لیا کسی سے بیعت نہین کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علی رض
و امیر معویہ کے عہد مین بہی انکا یہی طریقہ رہا ہے۔ رہا یہہ طعن کہ حجاج نے بیعت کرئی پانو پہیلا دیا اگر حجاج
پر طعن ہے تو اوسنے صدہا مسلمانون کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کچہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمر ہے تو
یہہ بہی بیجا ہے کیونکہ اس مین ابن عمر کا کیا قصور ہے جناب امیر کو ابن ملجم نے شہید کیا جناب امام حسین رض
کو یزیدیون نے شربت شہادت چکہایا تو کیا اس سے اونکے شان مین خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے
بیعت کیواسطے پانو بڑہایا تو اس سے ابن عمر کا نقصان نہین ہوتا ہان حجاج کے خبث پر دلالت واضحہ
ہوتی ہے وبس **قوله** اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروعی کہتے ہین مگر سب کتب اعتقادیہ کلامیہ
مین بہی ذکر کرتے ہین چنانچہ شارح مواقف اسپر متنبہ ہوکر یہہ تحریر فرماتے ہین کہ انما ذکرناها فی
علم الکلام تاسیا بمن قبلنا اذ قد جرت عادة المتکلمین بذکرها فی اواخر کتبهم
المذکور فی صدر الکتاب اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض اپنے سے
دور کرکے علما سابقین کے ذمہ لگاتا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہہ ہے فانها
وان کانت من فروع الدین الا انها الحقت باصوله دفعا لخرافات اهل البدع
وصونا للائمة المجتهدین عن مطاعنهم کیلا یفضی بالقاصرین الی سوء اعتقاد فیهم
یہہ کلام بہی کچہہ مفید نہین کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو مسئلہ امامت معرفت و اعتقاد قلبی سے تعلق
رکہتا ہے یا نہین اگر تعلق نہین رکہتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے علم سے ہے کہ اوس سے عقائد
وغیرہ ثابت کرین کیون ہے۔ اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام و نیز
تصدیق و حسن اعتقاد یا طعن و سوء اعتقاد ائمہ مین علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال افعال جوارح کی قسم سے یہہ اسی

مسئلہ کو فروعی کہنا کس لئے ہے شاید یہہ ہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہہ و تاویل پر اعتماد نہ کرکے تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہہ استدلال بھی مثل اور استدلالات کے ہمارے مجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتک آپکے فہم مین یہہ ہی نہین آیا کہ دنیا مین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کی کہ اہلسنت امامت کو فروع مین سے کہتے ہین اور شیعہ اصول مین قرار دیتے ہین کیا ہے اگر یہہ بات آپکو معلوم ہوتی تو ہرگز یہہ استدلال ہمارے مقابلہ مین تحریر نفرماتے اگرچہ کسیقدر ہمنے پہلے بھی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی ظاہر کرین تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپکے استدلالات بے اصل و بے بنیاد ہین پس واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل عملیہ ہین جنکا ایقان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ مسائل اعتقادیہ ہین جنکا ایقان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہین اور فریقین کے مذاہب کو اوسمین خیال کرتے ہین تو علمائے شیعہ نے اوسکو اعتقادات مین دخل کیا ہے اور عمل عباد کو اوسمین کچھہ دخل نہین دیا اہلسنت کہتے ہین کہ یہہ مسئلہ فروع مین سے ہے کیونکہ اسکا ایقان متعلق اعمال عباد کے ہے وبس اور یہہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہین لیکن بحسب قوت و ضعف ثبوت کی اونکا اعتقاد وجوب و ندب و اباحت و حرمت و کراہت علےٰ قدر مناز لہا لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہین اور اعتقادی ہونا اونکا بالتبع اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروع سے خارج نہین ہوتے اور اصول اعتقادیات مین داخل نہین کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین عملیات ہین اور کوئی اونکو علم کلام مین داخل نہین کرتا مگر باوجود اسکے پھر ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ مین اور اعتقاد خلاف مین اوسیقدر خرابی و برائی ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم مین لزوم کفر ہے وعلےٰ ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ مین کوئی دلیل جبتک کہ وہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھہ تعلق نہین اور اوسکے ایقان مین عمل عباد کو کچھہ دخل نہین اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرماوین

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ استدلال کسقدر ردّا ہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا
مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسایل عقایدیہ
سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ بھی اعتقادی ہو اور یہ نہین سمجھتے کہ منشاء
اختلاف بین الفریقین کیا ہے وہ یہان صادق آتا ہے یا نہین آتا اور یہ خیال نہین فرماتے کہ ذکر
کرنا مستلزم اس امر کو نہین کیونکہ جایز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جداگانہ ہو چنانچہ خود صاحب
مواقف نے اوس علت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی بھی علت نہوتی تاہم جب منشاء اختلاف
قایم تھا اور صراحۃً اہلسنت نے امامت کے ایمان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتصریح
اس مسئلہ کو فروعی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جبتک بناء اختلاف
قایم ہے اوسوقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام مین ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار
دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر اسکو مکذّب ہے بڑا دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فرعی
عملی ہے اصلی اعتقادی نہین ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالے شانہٗ اپنی کتاب مجید مین احکام اصلیہ
اعتقادیہ کو جو متفق علیہا بین الفریقین اصلیہ اعتقادیہ ہین مثل توحید و نبوت و معاد کے جابجا
بعبارات مختلفہ و عنوانات شتّٰی بیان فرمایا کہ جس مین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجایش نہ ہے
اور تمام احتمالات کے عرق کو مستاصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کہیںجگہ بھی واضح اور صاف طور پر
بیان نفرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے معانی کو ہے
چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازین اطاعت خود متعلق باعمال عباد ہے
اگر یہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد عباد ہوتا تو خداوند کریم تعالے شانہٗ اپنی کتاب مین مثل دیگر اعتقادیات
کے اسکو بھی کیون ذکر نفرماتا اور بزعم شیعہ اپنے اس فرض سے کیون سبکدوش نہوتا اور ظاہر ہے
کہ خداوند تعالے شانہٗ عجز سے تو منزہ ہے پس جب خود اُسنے اسکا ذکر کہین نہین فرمایا
اور یہ مسئلہ اس قبیل سے نہین کہ عقل اسکی ادراک مین مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حُسن و قبح شرعی
ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر نفرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہے کہ یہ مسئلہ

اصلی اعتقادی نہین ہے اور اگر یہہ نہین تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالی
شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب ہے اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہین ہوئی
سبحانہ وتعالے علوا کبیرا اگر یہہ کہ بروے عقول حاکمہ خداوند تعالے شانہ کو بھی مجبور بالتقیہ کرین تو البتہ
اس اشکال عضال سے شاید کچھ مخلصی ممکن ہو علاوہ اسکے اسکی اثبات کے لئے اور بھی دلائل ہین لیکن
خوف تطویل اور عجلت وقت ہمکو انکے بیان کی اجازت نہین دیتی اب ہم اصل بحث کیطرف پھر رجوع
کرتے ہین جب یہہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کی مسئلہ امامت فروع دین مین سے ہے
اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ مین ذکر کیا ہے اور ملحق
بالاعتقادیات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہو گی شارح مواقف نے
اسکو بیان کیا کہ ہمنے اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام مین ذکر کیا ہے
اور اونہون نے اسوجہ سے علم کلام مین اسکو ذکر کیا ہے تا کہ اہل بدع واہواء کی خرافات
ائمہ دین اور خلفاء راشدین مہدیین سے دفع کرین پس اسپر ہمارے فاضل مجیب جو یہہ فرماتے
ہین کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کر کے علماء سابقین
کے ذمہ لگایا ہے یہہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر مین
صرف تقلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اوسکی علت بھی بیان کی اور
کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادیات کر کے علم
کلام مین ذکر کیا ہے تو اب اس عذر مین کوئی ضعف باقی نہین رہا اسکے بعد ہمارے فاضل
مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہین اور لکھتے ہین کہ یہہ کلام بھی مفید نہین
ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہین ہے تو الحاق بالاعتقادیات کیون ہے
اور اگر تعلق ہے چنانچہ اوسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سوء اعتقاد کے لحاظ سے
ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہین نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے) سراسر پوچ و لغو ہے اور بوجوہ
چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو وثوق قرار دئیے ہین کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہین یہہ بالکل غلط ہے کیونکہ کونسی دینی مسئلہ خواہ
اصلی اعتقادی ہو خواہ فرعی عملی ایسا نہین ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو جسقدر مسایل
دینیہ ہین اون سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ ہے (۲) شق اول جس مین یہہ دعوے ہی
کہ اگر اوسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ نہین ہے تو الحاق کیون ہے بدیہی البطلان ہے
کیونکہ الحاق غالبا ایسی ہی جگہ مستعمل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھہ شامل کیا جاوے
شاید آپ کو ملحق برباعی اور ملحق بخماسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اسکی اس معنی مین
کثیر الاستعمال ہے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیون ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
اگر یہہ مسئلہ اصلی اعتقادی ہوتا تو پہر الحاق کے کچہہ معنے نہ تہے (۳) ہم اس شق کو اختیار
کرتے ہین اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہین جو شارح مواقف نے بیان کی ہے پہر
آپ اوسپر اعتراض فرمائیے بعد اوسکے فرمائیے کہ یہہ کلام مفید نہین جب تک آپ اسکو باطل
نکرین آپکا یہہ فرمانا کہ یہہ کلام مفید نہین آپکو کچہہ مفید نہین ہے (۴) شق ثانی کا
بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ جسقدر مسایل دینیہ فرعیہ عملیہ ہین اونکی معرفت
حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
جوارح کے قسم سے پہر اون مسایل کو بہی فروعی کہنا کسلئے اونکو بہی اعتقادیات مین داخل
کیجیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہہ حال ہے کہ جو شئے فی الجملہ از قسیم
علوم ہو اوسکو بہی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہین اور اعتقادیات مین داخل کرتے
ہین۔ حالانکہ تمام مسایل فقہیہ معرفت اور علم مین داخل ہین اگر زیادہ نہین تو کیا آپنے
علم الفقہ بہی کبہی نہین سنا ہوگا اور یہہ بہی نجانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پہر معلوم نہین
اوسکو اعتقادیات مین کیون نہین داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ سے
فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہین ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادیات سے ہی ہو۔

بلکہ مسائل اعتقادیہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد عباد کے ساتھہ ہو ورنہ عملیہ ہونگے
تو اونکا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھہ بھی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات ہون پس شق
ثانی سے جو یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیہ اعتقادیہ
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ مین جو متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلامیہ
مین ذکر کرنے کے بارہ مین فرمائی ہے کسی قسم کا وہن وضعف نہین اور یہہ اعتراضات تضعیف دہندہ
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہین۔ ہان اسقدر ضرور ہے کہ یہہ توجیہ و تاویل شرح طلب ہے
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہہ واقع ہوا ہو پس شرح اوسکی یہہ ہے کہ متکلمین کا منصبی کام یہہ ہے کہ وہ
اپنی اعتقادیات کو دلائل سے ثابت کرین اور مخالفین کے اعتقادیات اور اونکی دلائل کو مدلائل
باطل کرین اور اونکا جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کے نزدیک
داخل اعتقادیات ہے اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہین اور جب شیعہ کے نزدیک
اعتقادیات مین سے ہے تو لامحالہ متکلمین شیعہ اوسکو اور اوسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ مین
ذکر کرینگے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ مین ذکر نکرین تو اس
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اوسکی دلائل کا جواب کیونکر دیوین اور ائمہ مہتدین کی
ہوا عن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کرین اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبکدوش
ہون اور اگر ذکر کرین تو لازم آتا ہے کہ علم کلام مین جو عبارت مسائل اصلیہ اعتقادیہ سے ہے
فروع مین بحث ہو اور یہہ بھی بظاہر فی الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہہ نہایت بدیہی
ہے کہ علوم مین تبعاً اور استطراداً اون اشیا کو ذکر کردیتے ہین جو اون علوم اور اونکے
اغراض سے بالکل بیگانہ اور اجنبی ہوتے ہین اگر آپ تامل کرینگے تو علوم مین ایسے
بہت مسائل معلوم ہونگے دور نجائیے چہوٹے چہوٹے رسائل منطق مین ابتدا بحث
الفاظ لکہتے ہین اور پہر عذر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو
تعلق نہین ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہمنے ذکر کیا ہے اور اس سے

یہہ لازم نہین آتا کہ بحث الفاظ و داخل اصول مقاصد منطوع ہو جائے اور کوئی شخص جو تو سے بیوقوف ہی یہہ اعتراض نہین کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل اصول منطق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا بھی یہہ ہی حال ہی کہ وہ بھی ملحق بالکلام ہے جو ایک وجہ خاص سے کلام مین ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہین سمجھا جاتا کہ وہ داخل اصول ہے اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے **قولہ** اگرچہ اسباب مین اور بھی گفتگو ہو سکتی ہے مگر بنظر اختصار بس کیا جاتا ہے **اقول** جسقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کیجاتی اور جسقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی یا اس سے کم درجہ ہوتی پھر معلوم نہین کہ آپنے ایسی گفتگو مین کیا فائدہ سمجھ رکھا ہی بجز اسکے کہ چند ناواقفون کے نزدیک وقعت ہو اور یہہ سمجھین کہ ہماری مولانا و سیدنا نے کسقدر طول طویل جواب لکھدیا اور کسقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علما کے نزدیک تو ایسی لغو باتین آپکی تحقیر کی باعث ہین آیندہ جناب کو اختیار ہی **قولہ** صرف اسقدر گذارش ہے گستاخی معاف ادعائے علم یہہ کہ امتحان لینے کو موجود اور ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد مین مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور اونکے حوالہ کی کونسی حاجت **اقول** امتحان لینے کی درخواست سی ہرگز ادعائے کمال علم نہین سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہی۔ یہہ حضرت کی کمال علم کی خوبی ہے غایتہ سے غایتہ یہہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہی یہہ دعوے کہ ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ ہی ظاہر ہے کہ ہمنے لکہا تہا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جسکا خود آپکو اعتراف ہی لیکن اوسمین جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تہا اوسکی نسبت یہہ طعن ہے پہر یہہ کہنا

ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہین کیا مسئلہ کا علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقاید کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہو اگر اسکا ثبوت آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہین تو بسم اللہ لائیے حضرت مسئلہ کے لئے ہمکو لامحالہ تقلید کی ضرورت نتھی کہ متکلمین مین سے کسی کی تقلید کرتے ۔ پس جسکو ہم اس بحث کا خاتم المتکلمین سمجھتے ہین اگر وہی مسئلہ ہمنے اوس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے کیونکر لازم آیا کہ ہمکو اس مسئلہ کا علم نہین ۔ پس منجملہ حضرت کی خوش فہمیون کے ایک اور یہہ بھی ہے ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر قال الفاضل المجیب قولہ اور کتاب اللہ مین اوسکی نسبت وعدۂ خیریت ہو چکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدر مشترک تصریح تک پہونچی ہے اوسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے بخوبی پڑھا نہین گیا معلوم نہین کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریت ہے تحریر فرمایا کہ یا جزئیت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمنے یہہ لفظ خیریت بخائے معجمہ منقوطہ بنقطہ من فوق وبعدہ یای منقوطہ بنقطتین من تحت وبعدہ رار مہملہ بمقابلہ شریت لکھا ہے قولہ بہرحال ہر دو احتمال کا جواب گذارش ہے اگر خیریت بمعنے نیکی ہے تو حضرت مجیب سے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہہ کون موقع تھا کیونکہ غرض اس خلافت سے اصطلاحی ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی نسبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنے نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہہ اعتراض سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ بقاعدہ معقولیین اگر یہہ موقع لفظ خیریت کا نہین تھی اور یہان خیریت صادق نہین آتی تو لامحالہ عدم خیریت جو اوسکی نقیض ہے اوسکا موقع ہوگا اور وہ صادق آئیگی لاستحالہ ارتفاع نقیضین تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم خیریت کے ساتھ مجامع ہوا اور یہہ خلاف ہی کیونکہ یہہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع

خیریت اور مباین شریت ہی تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہہ ہی موقع ہے اور بیان خیریت تمام تر قرآنی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اسجگہ غلط نہین بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے جنکو اپنے فضل مجیب کا ادعاء کمال علم سے نہایت تعجب ہے کہ وہ پہر ایسا اعتراض فرماتے ہین باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جنپر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہین کتاب اللہ اور اقوال ایمہ مین بہی بہت موجود ہین چنانچہ ارشاد ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو کہتے ہین جو یدب علی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چہوٹے چہوٹے رسایل مین اسکو منقول عرفی کی مثال مین لکہا ہے پہر علی الارض کی قید آپکے نزدیک کون موقع تہا اور طائر وہی ہے جو جناحین سے پرواز کرے پہر یطیر بجناحیہ کا لفظ آپکے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پہر معاذ اللہ خدا کی جناب مین عرض کیجیے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہے کہ ان الفاظ کا یہہ کون موقع تہا پرند تو اپنے پرون پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دونو بازوون سے اوڑا ہی کرتا ہے پہر ان الفاظ کے فرمانے کی کیا معنے پہر جو کچہہ اوسکا جواب ملے اوسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے بہی قبول ہو۔ علاوہ ازین وہ خلافت جو ما نحن فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہمارے فاضل مخاطب جایزہ سمجہتے ہین یعنے خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہمکو اوسکی رشد و خیریت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تہا کہ جناب کو متنبہ کر دین کہ جس خلافت کی ہم رشد و خیریت کے معتقد ہین وہ خلافت وہی ہے جسکی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ مین ہو چکا آپ کا اوسکو جایزہ سمجہنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کسقدر موزون ہے

---

۵۱ اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ جو اوڑتا ہے اپنے دو نو بازو دون سے مگر گروہ ہین تم جیسے ۱۲—

بجائے خود ہے **قولہ** اور چونکہ اسکے تعیین بالقاء ربانی ووحی یزدانی بذریعہ رسول
علیہ السلام کے ہوگی جیساکہ ازالۃ الخفا کے عبائر منقولہ سے ظاہر ہے پھر اسکی نسبت
کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنے **اقول** چونکہ اسکی تعیین بالقاء ربانی ووحی
یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیساکہ عبارات ازالۃ الخفا سے واضح ہے
اور وہ خیر محض ہوگی اسیواسطے کتاب الدین اوسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح وفلاح
کی خبر دی اگر وہ غصب وعدوان وظلم وطغیان ہوتی تو اوسوقت اوسکی خیریت کی اخبار
کی کچھہ معنے نہی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اوسوقت اوسکی خیریت کا اخبار واقعی و
نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح وبجا پھر یہہ فرمانا کہ پھر اسکی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت
کے کیا معنے گنجایش نہین رکھتا اور اسکی کچھہ معنے نہین ۔ آپ اسکو سوچئے بہت موٹی بات ہے
قولہ اور اگر جزئیت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھہ مین نہین آتا کہ اوسبحانہ تعالےٰ
ایسی اہم المہمات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
مصالح امور دینی ودنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہین حالانکہ اور احکام مفصل ومشرح
ارشاد ہوئے **اقول** یہہ شق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدت ذہن وتیزی فکر کا
ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہہ ہی خیال کرنا چاہئیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر
اور کس معنے کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات وتاویلات اس لفظ کا اطلاق
کو اسجگہ بنایا بھی گیا تو پھر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہان مذکور ہے
اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف مین
وجود تو اوسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلیہ مین سے ایک فرد خاص کا وعدہ
مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ اوسکا فرد خاص جزئی نہین پایا جائیگا مگر جبتک کہ اوسکا موصوف
مذکور نہو اور اوسکے طرف اضافہ کرکے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف مین
ایسی خلافت کسیجگہ مذکور نہین اور نہ کہین ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب اللہ مین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ معنے
نہین رہا ہیہ کہ اوسبحانہ وتعالے نے ایسی اہم المہمات کی کلیت سے اعراض فرمایا جسکی
ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہین یہہ وہ اعتراض ہے کہ اگر آپ تامل فرمائینگے تو معلوم
کرینگے کہ اصول اہل تشیع پرہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوندکریم نے اپنی کتاب مین
مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیتہً اور اوسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کسجگہ اور
کس سورۃ مین بیان فرمایا ہے اور اگر نہین فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا
مثل اور فروع واصول کے لطف تہا جو بزعم آپکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر
واجب تہا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا
اور ہمارے نزدیک جب اوسکا خود خداوند تعالے متکفل ہوگیا اور اوسکے ایقاع کا وعدہ
فرمایا تو بعد اوسکے پہر کسی بیان کی حاجت نرہی معہذا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد
مین حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہین اوسکی ذات پاک اس سے کہ کوئی چیز اوس پر
واجب ہو منزہ ومبرا ہے اور اوسکی شان یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ہے اور نیز مسئلہ خلافت
اصول مین سے ہی نہین ہے جسکا ثبوت کتاب اللہ ہی پر موقوف ومنحصر ہو تو پہر کوئی اعتراض
لازم نہین آتا **قولہ** حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اوسمین غور وتامل سے کام
نہین لیا اور اصطلاحی ولغوی معنے مین تمیز نہین فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائینگے
تو اسکا جواب بہی تفصیل سے گذارش کیا جاویگا اجمالاً اسی قدر کافی ہے **اقول** ہماری
سمجہہ مین نہین آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہین اصطلاحی ولغوی وعدہ اصطلاحی و
لغوی کیسا مفصل ارشاد فرمائین ہم اسکا ذکر مختصراً دلائل اثبات خلافت مین کرچکے
ہین اور تفصیلی جواب کے منتظر ہین **قال الفاضل المجیب** قولہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکی مدت بیان فرمائی الخ **اقول** شاید اس مدت سے خلافت
تیس سال حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنہ کی تصحیح اور اعتراض کا جواب

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھہ مین نہین آتا کیونکہ تیس سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم
نہین ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال مین ختم نہین ہوگئی کہ بعد
مین خلافت کی ضرورت نرہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین چھوڑا
کہ اس مدت مین کامل ہوگیا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ہمارے
فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی
ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہین کہ قید تیس سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہین ہوتی
کیون حضرت بیان واقع اور اخبار نفس الامر مین ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل
جسطرح واقع ہونیوالا تہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالقاء ربانی و وحی یزدانی
اُسکی خبر دیدی کہ خلافت علے منہاج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد
اسکے منقطع ہوجائیگی پہر یہہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام ہی ناشی
ہے اسکے بعد یہہ اعتراض کہ اس مدت مین امت ختم نہین ہوگئی جو بعد مین خلافت کی ضرورت
نرہی اوس ہی بہی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہین کہ اس مدت مین امت ختم ہوگئی اور
ہمنے کب کہا ہے کہ خلافت نبوة کی ضرورت نہین رہی لیکن ہان یہہ ضرور کہتے ہین کہ
خداوند تعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور اوسکو اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جب اوس
سبحانہ تعالے نے چاہا خلافت علی منہاج النبوة رہی اور جب اُسنے چاہا منقطع ہوگئی اور
عجب نہین کہ یہہ قتل خلیفہ ثالث کی پاداش اور اوسکا وبال ہو پہر یہہ کہنا کہ امت ختم نہین
ہوئی یا ضرورت باقی نہین رہی سراسر لاطائل ہے۔ علاوہ ازین اگر ہم اپنے فاضل
مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہین تو دوازدہ کی قید کی بہی کچھہ
ضرورت معلوم نہین ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تمکین نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہوگیا
اور تمکین دینا بہی ایک قسم کا لطف تہا جو واجب تہا اُسکو بہی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ
وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو مختفی مخفا عنقا ہوجر ناک

کوئی نہ پہونچ سکے نہ اُوسکو کوئی دریافت کرسکے نہ وہ کسی کے ہاتھ آسکے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے ہے کہ امت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ختم ہوگئی یا آنجہ
سے ہے کہ امامت کی ضرورت نہین رہے یا کسی اور وجہ سے جسکا ادراک خارج از عقول ہے
پھر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُوسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا جو عقل کل تھے محال معلوم
ہوتا ہے پھر اسکے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین
چھوڑا جو اس مدت مین کامل ہوگیا یہ اُون دونو سے طرفہ تماشا ہے ہم کب کہتے ہین کہ معاذ اللہ
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت مین تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوۃ
کہتے ہین جسکے صاف یہ معنے ہین کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُون قوانین کو جو حضرت نے بوحی ربانی ممہد فرمائے تھے اور اُون طرق کو جنپر حضرت نے ترایج
الٰہیہ کی بجاآوری مین چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معہذا باوجود اسکے کہ دین مین کوئی
کمی و کوتاہی باقی نہین رہی تہی اور بہمہ جہات تمام و کمال اُوسکا ہوچکا تہا پھر وعدہ ہائے
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ
ہوئی تہی اور ابہی تک جیز عدم مین تہی وہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے بر روئے کار آئی اور اُون وعدون کے حصول مین خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارحہ ہوئے اور وہ اونکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف ہی منسوب ہوئین اور گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھون
سے ظاہر ہوئین پھر بعد اسکے جب لوگون نے اس نعمت عظمے اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور دو خلیفہ ظلماً شہید کئے گئے اور اونپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے بحکم
ذالک بما کسبت ایدیکم و ان اللہ لیس بظلام للعبید بمقتضاء ذالک بان اللہ

لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اپنی اس نعمت کو
اوٹھا لیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور
اہلسنت کی کتابوں مین موجود ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال
اس خلافت کے زمانہ مین حاصل ہوئی تو یہہ ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے
مقصود سرانجام ان مہمات موعودہ کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہہ لازم آتا ہے
کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیواسطے امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطے
ائمہ مبعوث ہوئے اور اس سے بصراحۃً وبداہۃً لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبیین نہین ہین اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے
ہین مثل عصمت وبقو وافضلیت وغیرہ کے جب ائمہ کیلئے ثابت کیئے تو گویا ائمہ کی نبوت کی معنی مدعی
ہوئے اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تحاشی کرتے ہین لیکن یہہ ایک محض
لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحًا لفظ نبی کا جسپر جایا اطلاق کیا جسپر جایا نہ اطلاق کیا اس
اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہین رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحۃً غلط ہے
جب محدثیتہ کے قائل ہین تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پھر اعتقاد افضلیت
ائمہ کا تمام انبیاء ورسل اولوالعزم وغیر اولوالعزم پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
باوجود اشتراک فی الاوصاف کے بداہۃً ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم
السلام کا ائمہ کے مراتب پر حسد کرنا اور اونکی امامت کی انکار سے مصیبتون مین مبتلا ہونا اور
ائمہ کے واسطے جناب باری مین دعا کرکے مصائب سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الٰہی کی دلیل ہے
جو درجہ نبوت سے کم نہین بلکہ کہین بڑھکر ہے۔ علاوہ ان سب باتون کے بڑی دلیل یہہ ہے
کہ ائمہ کا قول کتاب وسنت کا ناسخ اعتقاد کرتے ہین جو بداہۃً ائمہ کے ثبوت نبوت اور
حضرت کی ختم رسالت کی بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اوسکی تکمیل نہین ہوئی تھی

جو اوسمین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ناقص چھوڑا تھا جسکی زمانہ ائمہ مین تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہی کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا حضرت کے زمانہ مین ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکہا ہی وہ اپنی اصول کی نادانی کے وجہ سے ہی وبس **قولہ** معہذا خود حضرات اہلسنت یہہ حدیث بیان کرکے مشکل مین پڑگئے اور اس مدت کی بعد کی خلافت کی شہادت کو بہی قائل ہین چنانچہ شرح عقاید نسفی مین بعد ذکر اس حدیث کے شارح لکہتا ہی وھذا مشکل لان الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لایشوبہا شئی من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ یکون ثلاثین سنۃ وبعدھا قد یکون وقد لایکون۔ انتہی **اقول** یہہ ہمارے فاضل مجیب کی مناظرہ دانی ہی کہ فرماتے ہین کہ اس حدیث کو بیان کرکے اہل سنت مشکل مین پڑ گئے حضرت کو یہہ بہی معلوم نہین کہ علماء اعتراض کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہین آپکی احادیث پر صدہا اعتراضات وارد ہوتے ہین اور محدثین اور شراح بیان کرتے ہین شرح نہج البلاغت مین جناب امیر کے اقوال سے مذہب پر کتنے اعتراضات شارح لکہتا ہی اور باوجود اسکے پہر کوئی نہین سمجہا کہ ہم مشکل مین پڑ گئے اور نہین تو جلد اول بحار الانوار باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائین کہ صفحہ ۱۰۴ پر ایک روایت طویلہ امالی صدوق سے نقل کرتے ہین جسکے بعض جملے یہہ ہین فلما اصبح قال لہ الملک ان مکانک لنزھۃ قال لیت لربنا بہیمۃ فلو کان لربنا حمارا لرعیناہ فی ھذا الموضع فان ھذا الحشیش لیضیع علامہ مجلسی اسکی شرح لغات کی بعد لکہتے ہین وفی الخبر اشکال من ان ظاہرہ کون العابد قائلا بالجسم وہونا مستحقا للثواب مطلقا وظاہر الخبر کونہ مع ہذہ العقیدۃ الفاسدۃ مستحقا للثواب

لہ جب صبح ہوئی تو اوسکو ملک نے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت سبز ہی کہنے لگا کاش ہمارے رب کا چوپایا ہوتا اگر ہمارے رب کا گدہا ہوتا تو ہم اسکو اسجگہ چراتے کیونکہ یہہ گہاس ضائع ہوتی ہی ۱۲ اس خبر مین اشکال ہی اس سبب سے کہ اسکا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ عابد جسم کا قائل تہا اور یہہ مطلقا استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہہ ہی کہ یہہ شخص بسبب کمی عقل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے ۱۲

لقلة عقلہ وبلا تعدادہے اسکے بعد علامہ مجلسی تاویل کرکے فرماتے ہین وعلی التقادیر لابد اما من ارتکاب تکلف تام فی الکلام او التزام فساد بعض الاصول المقررۃ فی الکلام۔ اب اسکو غور وانصاف ہی ملاحظہ فرمائین اور جو شق دل چاہے اختیار کرلین ہمارا اوسمین مدعا حاصل ہے۔ علاوہ ازین شارح نے دہین کا جواب دیا ہوگا جو شارح کی راے مین معتمد تہا لکہہ دیا اور اشکال مرتفع ہوگیا **قولہ** آپکے پیر دستگیر صاحب غنیۃ الطالبین مین صرف تیس[۳۰] پر ہی اکتفا نہین فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کرکے حضرت معاویہ کو بہی خلیفہ راشد فرماتے ہین **اقول** آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا مطلب یا غلط سمجہے ہین یا مقصود ہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کرکے اپنا مدعا ثابت کرتے ہین حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل مین تحریر فرماتے ہین۔ ولیعتقد[۱] اہل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین وافضلہم اہل القرن الذین شاہدوہ وامنوا بہ وصدقوہ وبایعوہ وتابعوہ وقاتلوا بین یدیہ وفدوہ بانفسہم واموالہم وعزروہ ونصروہ وافضل اہل القرن اہل الحدیبیۃ الذین بایعوہ بیعۃ الرضوان فہم الف واربع مائۃ رجل وافضلہم اہل بدر وہم ثلث مائۃ وثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت وافضلہم اربعون اہل دار الخیزران الذین کملوا بعمر بن الخطاب وافضلہم العشرۃ الذین شہد لہم النبی بالجنۃ وہم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمن بن عوف

---

[۱] اہل سنت اعتقاد کرتے ہین کہ امت محمد کی تمام امتون سے بہتر ہے اور اون مین افضل اوس قرن والے ہین جنہون نے حضرت کو دیکہا اور آپ پر ایمان لائے اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپکے ساتہ لڑے اور اپنی جانون اور مالون کو آپ پر قربان کیا اور اونکی امداد و اعانت کی اور اوس قرن والون مین افضل حدیبیہ والے ہین جنہون نے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ سو[۱۴۰۰] مرد ہین اور اون مین افضل بدر والے ہین اور وہ تین سو تیرہ[۳۱۳] مرد ہین جو اصحاب طالوت کے گنتی کے برابر اور انمین افضل چالیس آدمی ہین دار خیزران والے جو عمر بن خطاب کے ساتہہ پورے ہو گئے اور اونمین افضل دس[۱۰] ہین جنکے لیے نبی نے جنت کی شہادت دی اور وہ یہ ہین ابوبکر رض عمر رض عثمان رض علی رض طلحہ رض زبیر رض عبد الرحمن بن عوف رض سعد رض سعید رض ابو عبیدہ بن الجراح رض ۱۲

وسعد وسعید وابو عبیدۃ بن الجراح وافضل ھولاء العشرۃ لابرار الخلفاء الراشدون الاربعۃ الاخیار وافضل الاربعۃ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وھولاء الاربعۃ الخلافۃ لهم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون سنۃ ولیہا ابو بکر سنتین وشیئا وعمر عشرا وعثمان اثنا عشر وعلی ستا ثم ولیہا معویۃ تسع عشر سنۃ وکان قبل ذلک ولاہ عمر الامارۃ علی اھل الشام عشرین سنۃ پھر اسکے بعد دو ورق آگے بڑھکر تحریر فرماتی ہیں۔ ثم خلافۃ معویۃ بن ابی سفیان ثابتۃ صحیحۃ بعد موت علی وبعد خلع الحسن نفسہ عن الخلافۃ وتسلیمہا الی معویۃ لرای راہ الحسن ومصلحۃ عامۃ تحققت لہ وھی حقن دماء المسلمین وتحقیق قول النبی فی الحسن ابنی ھذا سید یصلح اللہ تعالیٰ بہ بین فئتین عظیمتین فوجبت امامتہ لعقد الحسن لہ فسمی عامہ عام الجماعۃ لارتفاع الخلاف بین الجمیع واتباع الکل لمعویۃ لانہ لم یکن ھناک منازع ثالث فی الخلافۃ وخلافتہ مذکورۃ فی قول النبی وھو ما روی عن النبی انہ قال تدور رحی

---

۱ اور ان عشرہ ابرار میں سے افضل چاروں خلفاء راشدین ہیں اور ان چاروں میں سے افضل ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہیں اور ان چاروں کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس برس تک رہی جنمیں سے ابو بکرؓ دو برس اور کچھ زیادہ متولی خلافت ہوئے اور عمرؓ دس برس اور عثمانؓ بارہ برس اور علیؓ چھ برس پھر بعد انکے معویہؓ انیس برس تک متولی ہوئے اور اس سے پہلے انکو عمرؓ نے امارت شام پر متولی کیا تھا بیس برس ۱۲۔

۲ پھر معویہ بن ابی سفیان کی خلافت بعد وفات علیؓ اور بعد جدا کرنے امام حسنؓ کے اپنے نفس کو خلافت سے اور سپرد کرنے خلافت کے امیر معویہ کو بسبب رائے کے جو حضرت حسنؓ نے سوچی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی ہے کے حسنؓ کے بارے میں کہ یہ میرا فرزند سردار ہے اللہ تعالیٰ اسکے سبب سے دو بڑی جماعتوں میں اصلاح کریگا ثابت اور صحیح ہے پس انکی امامت امام حسنؓ کے عقد کرنے سے انکے لئے لازم ہوگئی پس انکی برس کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا اسلئے کہ سب سے خلاف اٹھ گیا اور سب معاویہؓ کے تابع ہوگئے کیونکہ اس وقت کوئی تیسرا شخص خلافت میں جھگڑا کرنے والا باقی نہ رہا اور انکی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مذکور ہے اور وہ قول ہے جو حضرت سے مروی ہوا کہ آپ نے فرمایا پینتیس یا چھتیس ۱۲

الاسلام خمسا وثلثين سنة اوستا وثلثين سنة او سبعا وثلثين والمراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدين والخمس السنين الفاضلة عن الثلثين فهی من جملة خلافة معوية الی تمام تسعة عشر شهرا و شهود لان الثلثين كملت بعلی كما بينا - اب اہل انصاف اس عبارت کو ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے کہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہ رضؓ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے غلط ہی یا صحیح مین کہتا ہون کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے بالکل غلط ہے حضرت پیر دستگیر نے کسی جگہہ حضرت امیر معویہ کو خلفاء راشدین مین نہین شمار کیا اور کسی جگہہ خلیفہ راشد نہین لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور وجہ اوسکی اول یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین صرف خلفاء اربعہ ہی کو خلفاء راشدین لکھا ہی حضرت امیر معویہ کی خلافت کا ہی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اوس خلافت کو خلافت راشدہ لکھا اور نہ امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہ کو خلیفہ راشد نہین لکھا دوسری یہہ کہ حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم يكون ملكًا کے موافق اوسکا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے پہر اوسکے بعد جو خلافت امیر معویہ کو ذکر فرمایا اور اوس سے اوسکو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہین بلکہ خلافت بمعنے ملک و سلطنت ہے - تیسری یہہ کہ امیر معویہ کی خلافت کی نسبت لکہا کہ اوس کا ثبوت و صحت اوس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن رضؓ نے خلافت تفویض فرمائی تہی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنی اجتہادی خطا کیوجہ سے

سلہ سینتیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث مین رحی سے مراد دین کی قوت ہے اور پانچ سال جو تیس سال سے زائد ہین وہ منجملہ خلافت معاویہ رضؓ کے ہین - تیس برس اور کچھہ مہینے پورے ہونے تک کیونکہ تیس برس حضرت علی رضؓ کے ساتھہ پورے ہوگئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین ۱۲

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقع ہوئی تہی بناہ مین کر تہے جناب
امام حسن رضہ نے خلافت تفویض فرمادی خلیفہ تہے لیکن ایسی حالت مین اونکو خلافت راشدہ
نہین کہہ سکتے چوتہی یہہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدور رحی الاسلام کا
قرار دیا اور اوسکی تفسیر مین لکہا کہ مراد رحی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت
و شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تہی کیونکہ امرا کا ایک شخص پر مجتمع تہا
لیکن یہہ مستلزم اس امر کو نہین ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بہی ہو غایت
سے غایت یہہ ہے کہ سلطنتون مین عمدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
امیر معویہ سے مراد خلافت راشدہ نہین چنانچہ محشی نے بہی اسکی تصریح کی ہی قولہ رضی اللہ عنہ
امّا خلافۃ معویۃ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافۃ التی کانت
للخلفاء الراشدین الاربعۃ لانہا خلافۃ النبوۃ
کما قالہ قاضی وغیرہ من المحدثین کما نقلہ
الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہہ اطلاق لفظ خلافت
یا خلیفہ کا امیر معویہ رضہ کے حق مین پس اول تو سلطنت بہی بسبب واجب الاطاعت ہونے کے
اہل سنت کے نزدیک خلافت مین داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو نوعین ہین
ایک خلافت خاصہ دوسری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت عامہ ملک سلطنت ہی تو اطلاق
خلافت کا اسپر صحیح ہوا علاوہ ازین خلافت مطلقہ کی دو نوعین ایک خلافت نبوت
اور دوسری امارت و سلطنت ہین اور ان دونو نوعون مین تشکیک ہی اور ہر دو کلی مشکک
ہین چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول مہمات خلافت و اتباع سیر
نبویہ علی وجہ الاکملیہ اور باعتبار توہمان جدعرمان فتن کے بعض افراد خلافت خاصہ کے

سلہ اما خلافت معویہ الخ خلافت سے مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چارون خلفاء راشدین کو حاصل تہی کیونکہ وہ خلافت نبوت تہی
جیسا محدثین میں سے قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم مین نقل کیا ہے ۱۲-

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہین خود خلفا رمین فضیلت علی ترتیب الخلافت واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت کے مصدقین اپنے افراد پر جسقدر تشکیک ہے وُہ محتاج بیان نہین جو ایسی واضح اور ظاہر ہے کہ اوسکے اثبات کی دلیل سے کچھہ ضرورت نہین اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد عالی نوع اول فرد سافل کے ساتھہ بادی النظر مین ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان دونون فردون کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہین ہے اسلئے کہ خلافت کی بنیاد دو اصلون پر ہے اول اتباع سیرت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم دوسری انتظام دافع اور سرانجام مہمات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو بہ نسبت اصل ثانی کے مرتبہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے ہے اور ثانی کو بجائے فی الجملہ مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وُہ فوت ہوا اور رسول کے لئے ایجاز وعدہائے خداوندی مین جارحہ نہ تہی - افراد عالیہ خلافت مین دونو اصلون کا تحقق اکمل وجوہ سے ہوگا اور افراد سافلہ مین اصل اول علی وجہ الکمال ہوگی اور اصل ثانی مین فی الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل اول کی وجہ سے ہے کہ اوسمین مرتبہ کمال ہی علی حسب المراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہین کہ افراد سافلہ خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑہکر ہون لیکن اصل اول مین البتہ کمی ہوگی - تو جب باعتبار احد الاصلین کے مرتبہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وُہ کمی بہی ایسی بدیہی اور بین کمی نہو جسکا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لامحالہ بادی النظر مین ہر دو نوع کی افراد سافلہ و عالیہ مین ایک لحوق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ کی وجہ سے مجازاً افراد اعلے سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کردیا جو موہم خلاف نبوت ہو تو کیا بیجا کیا اور اوسپر کیا طعن ہے رہا یہہ کہ اگر آپ حضرت پیر دستگیر رحمۃ کی کتاب

قول سے استدلال فرماتے ہین وخلافتہ مذکورۃ فی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم تو یہہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ آپین بلکہ کسی روایت سے اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا متحقق نہین ہوا پس آپکا یہہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضہ نے امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے سراسر غلط اور کذب ہے علاوہ اسکو دوسرا کذب اور دہوکہ دہی یہہ ہے کہ تحریر فرماتی ہین " اس حدیث کی مدت مختلف بیان کرکے تحریر فرماتے ہین " حالانکہ یہہ محض غلط ہے کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہہ ہے حدیث تمثون سنۃ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین اختلاف حضرت پیر دستگیر رضہ نے کہین ذکر نہین فرمایا یہہ حدیث ہرگز اپنی مدت سے متجاوز نہین اور وُہ حدیث جسمین زیادتی مذکور ہے اس سے جداگانہ اور وُہ بالکل دوسری حدیث ہے اوسکا مدلول وما صدق علیہ کچھہ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہہ حدیث صحیح ہو تو وہ دوازدہ خلیفے جنکی بشارت اکثر احادیث مین ہے کیسے ہونگے **اقول** پہلے ہم اوس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت دوازدہ امام مین بطرق شتے وارد ہوئی ہے حضال ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہین بعد اوسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلائینگے کہ وُہ دوازدہ امام کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضہ کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل کے جواب مین فرمایا۔ نعم عہد الینا نبینا صلے اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ اثنا عشر خلیفۃ بعدد نقباء بنے اسرائیل[1] - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ رضے اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ مختلفہ وارد ہوئی ہے عن جابر بن سمرۃ[2] قال کنت مع ابی عند النبی صلی اللہ علیہ والہ قال فسمعتہ یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت دوازدہ امام

[1] ہاں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا ہے کہ بعد انکے بارہ خلیفہ ہونگے بنی اسرائیل کے نقیبون کی تعداد کے موافق ۱۲

[2] جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہا مین اپنے باپ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تہا پس مینے حضرت کو سنا فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر

اخفی صوتہ فقلت لابی ما الذی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ قال کلھم من قریش

وعن الشعبی عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ لا یزال ھذا

الدین عزیزا منیعا ینصرون علے من ناواھم الی اثنی عشر قال ثم قال کلمۃ اصمتنیھا

الناس قال فقلت لابی او لابنی ما کلمۃ اصمتنیھا الناس قال کلھم من قریش

وعن جابر بن سمرۃ قال قال النبی صلے اللہ علیہ والہ لا یزال ھذہ الامۃ مستقیما امرھا

ظاھرۃ علے عدوھا حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش ثم اتیتہ فی منزلہ

قلت ثم یکون ماذا قال الھرج — وفی روایۃ عن جابر لا یزال ھذہ الامۃ صالحا

امرھا ظاھرۃ علے عدوھا — وفی روایۃ عن عامر بن سعد قال کتبت الی جابر بن

سمرۃ مع غلامی رافع اخبرنی بشئ سمعتہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ فکتب

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یقول جمعۃ عشیۃ رجم الاسلمی لا یزال الدین

قائما حتے تقوم الساعۃ ویکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش تیسری روایت شرح برکی سے

عن شرح الہ برکی قال فی الکتاب ان ہذہ الامۃ فیھم اثنا عشر فاذا وقت بعدۃ طغوا وبغوا وکان باسھم بینھم

ف۵۱ پھر کچھ آہستہ فرمایا مین نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہونگے جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہا فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفون پر فتحمند رہیگا بارہ خلیفون تک پہر آپنے ایک کلمہ فرمایا

جو لوگون کی ہجوم نے مجکو سُننے نہ دیا تو مینے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کونسا کلمہ ہے جو لوگون نے مجکو سُننے نہ دیا کہا سب قریش سے ہونگے اور جابر بن

سمرہ سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ امت ہمیشہ اپنے امر مین مستقیم انکے دشمن پر غالب رہیگی یہانتک کہ بارہ خلیفہ گذرین

جو سب قریش سے ہونگے پہر مینے انکے گہر پر حاضر ہو کر عرض کیا پہر کیا ہوگا فرمایا قتل۔ اور ایک روایت مین جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا

امر درست رہیگا اور اپنے دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت مین عامر بن سعد سے ہے کہا مینے جابر بن سمرہ کے پاس اپنے غلام رافع کے

ہاتہہ لکہکر بھیجا کہ مجہکو کچہہ بتلا جو تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اونکے جواب مین لکہا کہ مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ

کے روز سنا جسکی شام کو اسلمی سنگسار ہوا فرماتے تہے ہمیشہ یہہ دین برپا رہیگا قیامت تک اور تمپر بارہ خلیفہ ہونگے سب قریش سے ہونگے

شرح برکی سے ہے کتاب مین کہا ہے کہ اس امت مین بارہ خلیفہ مین جب انکی تعداد پوری ہوجائیگی تو سرکشی اور بغاوت کرینگے اور انکی لڑائی آپس مین ہوگی

چوتھی روایت عن ابی بحر قال كان ابو الخالد جار لي[ل] فسمعته يقول ويحلف عليها ان هذه الامة لا تهلك حتى يكون فيها اثنا عشر خليفة كلهم يعمل بالهدى ودين الحق پانچویں روایت عن سفيان بن برد بن مكحول انه قيل له ان النبي صلى الله عليه وآله قال يكون بعدي اثنا عشر خليفة قال نعم وذكر لفظا اخرى عن معمر عمن سمع وهب بن منبه يقول يكون اثنا عشر خليفة ثم يكون الهرج ثم يكون كذا چھٹی روایت عن عمرو البكالي عن كعب الاحبار قال في الخلفاء هم اثنا عشر اذا كان عند انقضائهم واتى طبقة صالحة عند الله في العمر كذلك وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وكذلك فعل الله ببني اسرائيل وليس بعزيز ان يجمع هذه الامة يوما ونصف يوم وان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون

اور صحیح مسلم میں جسقدر روایتیں درباب ائمہ اثنا عشر وارد ہوئی ہیں وہ تقریبًا ان روایات میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالبًا ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم تجتمع علیہ الامۃ

[ل] ابی بحر سے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہمسایہ تھا میں نے اوس سے سُنا قسم کھا کر کہتا تھا کہ یہ امت ہلاک نہوگی یہاں تک کہ اوس میں بارہ خلیفہ ہونگے کہ سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے ۔ سفیان بن برد بن مکحول سے روایت ہے کہ اوس سے کسی نے کہا کہ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہا ہاں ۔ اور دوسرا لفظ ذکر کیا ۔ معمر سے مروی ہے اوس سے جسنے وہب بن منبہ سے سنا کہتا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پھر قتل ہوگا پھر ایسے ہوگا عمرو بکالی کعب احبار سے روایت کرتا ہے اوسنے اوسے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب اونکے گذرنے کا وقت قریب ہوگا اور طبقہ صالحہ عبد اللہ آئیگا تو اونکی عمر میں زیادتی ہوگی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ نے اونسے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ اونکو ملک میں جانشین کریگا جسطرح جانشین کیا تھا پہلوں کو اور اسی طرح اللہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھے دن جمع کر دے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے اب گذارش یہہ ہے کہ جس روایت مین تقیید خلافت کی تلثون سنہ کے ساتہہ وارد ہوئی ہے وہ خلافت خلافت نبوت ہی جو علے الاتصال اسقدر زمانہ تک ممتد رہیگی چنانچہ بعض روایات مین صریح خلافت نبوت وارد ہوا ہے اور نیز اس قسم کے الفاظ سے بہی ارشاد ہوا ہے ان ہذا الامر بدا نبوۃ ورحمۃ ثم خلافۃ ورحمۃ[1] غرض اس قسم کی روایات سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خلافت جسکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت ورحمت ہے اور وہ روایت جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک و سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا بانقطاع کیونکہ جسقدر اوصاف دوازدہ ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اون سب کا حاصل یہہ ہی کہ اوس خلافت کو قوت و شوکت ہوگی اور اوسمین اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیگی اور بمقابلہ اوسکے کفار مغلوب و منکوس ہونگے اور امت اوس پر مجتمع ہوگی اور یہہ اوصاف کچہہ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہین ہین بلکہ یہہ عوارض عامہ ہین جو خلافت کے دونونو مین پائے جاسکتے ہین خلافت خاصہ بہی ان کے ساتہہ متصف ہوسکتی ہے اور امارت و سلطنت کو بہی ان صفات سے حظ و نصیب ہی پس ان دونو روایتون مین کسی قسم کا تعارض نہین ہے ہان یہہ بات باقی رہ گئی کہ تمی کے بعض روایات مین جو یہہ الفاظ وارد ہوئے ہین کلہم یعمل بالہدے ودین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلجان مین ڈالین اور یہہ خیال فرماتے ہین کہ یہہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہہ زعم اگر ہو تو بالکل باطل ہی کیونکہ اس وصف مین بہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اوسکی صدق مین اپنے افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین بہی عاملین بالہدے ودین الحق ہین اور سلاطین مین سے اونکی افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بہی عاملین بالہدے ودین الحق ہین لیکن ان مین اور اون مین باعتبار اس وصف کی امتیاز اور فرق ہے خلفاء

---

[1] یہہ امر شروع ہوا ہے نبوت اور رحمت پہر خلافت اور رحمت ۱۲

راشدین میں پس اس وصف کا صدق اولی و راشد ہو اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسط میں اوس کے بعید اور ضعیف ہو لیکن صدق اس وصف کا گو فی الجملہ کم سے کم پایا جاتا ہے بلکہ سلاطین جائرہ جو سلاطین کے افراد سافلہ میں اونمین بہی فی الجملہ پایا جائیگا اگر وہ کفار کے ساتھ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہو لیکن اون افراد کا اس وصف کے ساتھ اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ اگر اوسکو کان لم یکن اعتبار کرین تو کچھ مضایقہ نہین ہے غرض یہہ وصف بہی مثل دوسری اوصاف کے جو اوصاف عامہ مین سے ہے نحو خلافت نبوت اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہین پس جب یہہ امر ثابت ہو گیا کہ وہ تعیین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تہی اور یہہ بشارت عام ہے تو دونو حدیثون مین باہم کچھ تعارض و تناقض نہین رہا اسکی توجیہات اور بہی ہو سکتی ہین لیکن ہم بخوف تطویل اونکو ترک کرتے ہین اب مجھکو یہہ خیال ہے کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب نے ان روایتون کو جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہین اپنے مذہب کی تائید اور تقویت مین نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کے موافق سمجہا ہے چنانچہ اسکے بعد وہ روایتین نقل کی ہین جو اپنے رواۃ سے بشارت دوازدہ امام مین منقول ہوئی ہین اسلئے اون روایات کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات خصال مین نقل کی ہین وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوۃ العصر عن عبد اللہ ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کرکے آخر مین لکہتے ہین قال مصنف هذا الكتاب[سلف]

مرادی بایراد هذه الاخبار الرد على المخالفين لانهم لا يرون بعد الغداة وبعد العصر صلوة فاحببت ان ابين انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله وفعله

پس جب اسجگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہین اپنی روایا جو بشارت دوازدہ

روایات متضمن بشارت دوازده امام [illegible]

سلف اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ حدیثون کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بعد فجر اور بعد عصر کے نماز پڑہنا جائز نہین سمجہتے تو مینے چاہا کہ اس امر کو بیان کر دون کہ ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل مین خلاف کیا

امام مین تہین وارد کین تو معلوم ہوا کہ یہہ روایات شیعہ کے نزدیک مقبول و معتمد ہین قطع نظر اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہہ روایات معتبر نہون تا ہم حسب شہادت امام صادق وامام کاظم معتبر و قابل قبول ہین کیونکہ ہم معنے اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہین تفسیر صافی مین منقول ہے قال الصادق فیما جاء ک فی روایۃ من بر او فاجر توافق القرآن فخذ بہ وما جاء ک فی روایۃ من بر او فاجر یخالف القرآن فلا تاخذ وقال الکاظم اذا جاء ک الحدیثان المختلفان فقسھما علی کتاب اللہ وعلی احادیثنا فان اشبہھما فھو حق وان لم یشبھھما فھو باطل۔ ان دونون روایتون سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہہ روایات منقولہ صدوق بہی مشابہ اون روایات کے ہین جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہہ بہی واجب القبول ہونگی اور بعض روایات مین اگرچہ رواۃ اہلسنت ہین اور بواسطہ رواۃ اہلسنت کے منقول ہوئی ہین لیکن یہہ امر قادح فے الروایۃ ہوگا تو اب معلوم نہین کہ ان روایات کی موافق دوازدہ امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجہینگے اور ان روایات کے صدمہ سے مذہب کی بناء کی انہدام سے صیانت کیونکر کرینگے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجوہ سے صدمہ پہونچتا ہے۔ اول یہہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ ائمہ اثنا عشر مین استقامت امر اور غلبہ علی الاعداء اور ظہور دین اور اصلاح امر میسر ہوگا پس اگر اونکو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہہ وعدہ اور اخبار جہوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ مین برعکس اسکے اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور اختفاء دین اور فساد امر حاصل ہوا تقل اعظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو ہوگیا ائمہ کی خود

سلہ امام صادق رضے اللہ عنہ نے فرمایا جو کچہ تیرے پاس کسی روایت مین کسی فاجر راوی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو تو اوسکو لے اور جو کچہ تیری پاس کسی روایت مین روائے فاجر کر آوے جو قرآن کے مخالف ہو تو اوسکو نہ لے۔ امام کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثین آئین تو اوسکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثون سے مقابلہ کر اگر وہ اونکی مشابہ ہون تو وہ حق ہے اور اگر اون کے مشابہ نہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وُہ محتاج بیان نہین دوسری یہہ کہ یہہ غایۃ استیلا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر
مین موجود ہے یہہ منحصر اوسی زمانہ تک ہی اوسکے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت ہی اگر بعد ائمہ
کے ہین تو حضرت عیسٰے ہین اور وُہ خود ائمہ سے کم درجہ ہین تو معلوم نہین کہ یہہ امامت جو ائمہ
اثنا عشر ہی مین منحصر اور ختم ہو چکی تہی کیا بعد اوسکے حسب ارشاد فاضل مجیب امت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پہر امامت کی ضرورت نہین رہی یا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چہوڑا تہا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر مین مکمل ہو گیا
تیسری یہہ کہ یہہ زمانہ مصداق آیت شریفہ وعد اللہ الذین امنوا منکم کا ہی کہ خداوند
تعالے زمانہ بعض ائمہ مین انجاز وعدہ استخلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن فرمایگا
اور یہہ بہی جسقدر گلوگیر مذہب تشیع ہے کسی دانشمند پر پوشیدہ نہین **قولہ** ایسی حدیث مخالف
اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ دانی کے کمال پر دال ہے
اقول ہم ابہی عرض کر چکے ہین کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن
کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہو گی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ
کر چکے تہے کہ یہہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہی تو یہہ روایت جو موافق کتاب اللہ
کی ہوئی قابل قبول ہو گی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو
اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بہی گذارش ہوتا البتہ یونہین بے دلیل دعوٰی کرنا ہمارے
فاضل مجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل ہے **قال الفاضل المجیب** قولہ۔ اور
ایمانات سی الخ آپکے علماء کی کلام اور صحابہ کے اقوال و افعال سے اوسکا اہم المہمات دینیہ
ہونا ثابت ہی یہہ تعجب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیون نفرمائی
مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم حتے کہ آداب بیت الخلاء وغیرہ وغیرہ تک تو صاف
مشرح و مفصل بیان فرماتے اس اہم مہمات کو ہی کیون چہپاتے و پہیلے کر دیا

العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب اہلسنت کا اصل مذہب آپکو معلوم ہوچکا کہ اونکے نزدیک خداتعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکی تبلیغ فرماتے ہین جو اونپر خداتعالے کیطرف سی نازل ہوئی تو پہر یہہ اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازین جب خداوندکریم خود اوسکی ایقاع کا متکفل ہوچکا تہا تو پہر کچہہ ضرورت باقی نہین رہی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو اوس ہئیت کذائی کے ساتہہ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہین اور ممکن ہی کہ اگر تصریح کے ساتہہ استخلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اوسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا عجب نہین کہ باعث نزول عذاب کا ہوتا اسلیئے امت کے سپرد کیا گیا اور اوصاف وعوارض بتاکر بمنزلہ تصریح کے کردیا گیا اور یہہ بہی ایک نوع کی تشریح وتفصیل ہے لیکن ہمارے مجیب فرماتے ہین کہ جب یہہ مسئلہ اہم المہمات اور اصول ومقاصد دین مین سی تہا اور خداتعالے پر واجب تہا کہ اوسکو بیان فرماوی باوجودیکہ اوسنے اونے فروع کو بیان فرمایا اس اہم المہمات کو ہی کیون چیستان وپہیلی کردیا کہ جو کتاب اللہ مین سے کہین بوجہی نہین جاتی ہمکو تو غور وانصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسروچشم ہے لیکن کچہہ آپ بہی غور وانصاف سی حصہ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ۔ یہہ ہی امر باعث ہوا کہ اہل سنت مین درباب نص وعدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہہ دعوے کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علے الاطلاق صحیح نہین چنانچہ ملاحظہ صواعق سی یہہ امر معلوم ہوسکتا ہے۔ اقول۔ اگرچہ اس قول کے جواب مین گفتگو ہوسکتی تہی مگر چونکہ چندان مفید نہین بنظر اختصار کچہہ عرض نہین کرتے مگر اسقدر ضرور گذارش ہے کہ آپکے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم مین فرماتے ہین۔ زیرا کہ خلفا

بظاہر الفاظ مین کوئی قید معلوم نہین ہوتی افسوس کہ آپکے خاتم المحدثین نے صواعق کا ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا دعوے جسکی آپ ہی تکذیب فرماتے ہین نہ فرماتے
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی عبارت کے مطلب کو تو آپنے سمجھا ہی نہین تہا بندہ کی گذارش کو بھی قبول نفرمایا اور سمجھا لیجئے اب پہر گذارش کیجاتی ہے مکرر تحفہ کا ملاحظہ فرمایئن اور سمجھین مسئلہ منصوصیت امام جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوسمین دیکہنا چاہیئے کہ محل نزاع کونسا امر کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہین اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہین چونکہ تحقیق نزاع کے لئے ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جسمین نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہین اوسیکو حضرات اہلسنت منع کرتے ہین اور اگر وہ نہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہین جدا ہوا ور جسکو اہلسنت تسلیم نہین کرتے ہین دوسری تو نزاع ہی متحقق نہو گی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہین یہہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کرکے آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو فلان شخص کو تمہارے اوپر مین اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہون میرے بعد وہ میرا خلیفہ اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کرتے ہین اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہل سنت نیز معلوم اند نہ منصوص علیہ یعنے منصوص علیہ بنص متنازعہ فیہ نہین ہین چنانچہ سیاق عبارت سے متبادر ہے الفہم اور بہہ مطلق انتفاء نص کو مستلزم نہین بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص جو مثل روز روشن واضح کردی کہ استخلاف کسطرح واقع ہونیوالا ہے بطور اخبار کے جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے ساتھہ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہے

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اوسکو بمنزلہ تنصیص
کے سمجھا اونہون نے منصوص کہا اور یہہ ہی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے
اور فی الحقیقت یہہ نزاع نہین ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امرین متغایرین ہین
فریق اول جسکی نفی کرتا ہے وُہ جدا ہی اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وُہ امر آخر ہے
بہرکیف اہل سنت مین سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہین ہی کہ خلفاء منصوص اُوس نص
کے ساتھہ ہین جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ ہی بلکہ بالاتفاق اُوس اعتبار سے
تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہین پس تحفہ مین جو شاہ صاحب رحمتہ اللہ
علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وُہ باعتبار اُوس نص کے ہی جو اہلسنت
و شیعہ مین متنازعہ فیہ ہے اور مجدہ لئے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ
راجع اُوس نص کیطرف ہی جو متنازعہ فیہ نہین لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب اپنی خوش
فہمی سے یہہ سمجھہ گئے کہ تحفہ مین منصوصیت سے بالکل انکار ہے اسلئے یہہ اعتراض فرمایا حالانکہ
ہمنے علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ ہی کر دیا تھا لیکن تنبہ نہ ہوا اور اسسے یہہ بھی
ظاہر ہوا کہ سوال مین بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وُہ علی الاطلاق تھا کیونکہ نص
آپکے نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اوسکی نفی کر دی تو کل منتفی ہوگئی پس
صاحب تحفہ کا دعوے صحیح ہے اور ہمنے اوسکی تکذیب ہرگز نہین کی افسوس کہ آپنے
نہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری معروض مین تامل فرمایا معلوم ہوتا ہی کہ آپکے نزدیک جبتک
بظاہر الفاظ مین کوئی قید نہ ہو اوسوقت تک مضر نہین تعجب ہی کہ آپ تو بڑے مناظرہ وان
و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائین جسکی صدہا جگہہ سے قرآن و حدیث مین تکذیب ہوتی ہے
فانہ یا یعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر الخ مین کیسجگہ بظاہر الفاظ مین قید ہے جو اوسکو
الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کونوا حجارۃ او حدیدا
مین بظاہر الفاظ مین کہان قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہہ اسکی نظیرین موجود ہین لیکن

کچھہ تو فہم و انصاف سے کام لین قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمسک بالثقلین اور قصہ احراق کا ذکر عجب ہے سبحان اللہ۔ اپنے گہر کی تو خبر لیجئے۔ اقول۔ امور دینی مین حدیث تمسک کا ذکر آپکو کیون عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت کے نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کرلین اور اوسکو فروعی مسئلہ اور نہایت خفیف سمجھین تب بہی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیون تعجب آتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی حدیث تمسک کا ذکر اسواسطے عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کرسکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو اور حدیث پر جبتک عمل ہی نہین اور خود ہی اوس سے بمراحل بعید ہین تو اس صورت مین بمقتضائے اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ کے ہر ذی عقل و شعور کو اوسکا ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کریگا زبانی دعوون سے تمسک نہین ثابت ہوسکتا حضرات شیعہ نے تو مشائین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے ساتہہ تمسک کیا ہے جنکے نامہ اعمال ماسبق مین مذکور ہوچکے ہین اگر اسیکا نام تمسک بالثقلین ہے ذالیسے تمسک کو سلام ہے ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ آپکے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہی حالانکہ یہہ سراسر غلط ہے فروعیات کی خفیف ہونے کے کیا معنے **قولہ** آخر آپکے خلفاء کا تو بہ تمسک تہی یا نہ تہے **اقول** خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیت اطاعت اولوا الامر تہے اور مطاع اور اولوا الامر کو جس طرح تمسک کرنا چاہئیے کیا **قولہ** اگر بیٹے یہہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت صلعم جبکہ مقدمہ خلافت کا پیش آیا آپکے خلفاء نے اس باب مین اہلبیت سے کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا محل ہے تعجب اور حیرت تو یہہ ہے کہ باوجود ادعائے کمال دینداری اس باب مین

تمسک ہوا ور قصۂ احراق کیا **اقول** مقدمہ خلافت مین جبکہ ثقل اعظم اونکا متمسک ہی تو لا محالہ ثقل اصغر بہی اوسیکا متبع ہے تو یہہ سوال کہ خلفا رنے اس باب مین اہل بیت سے کیا تمسک کیا البتہ محل تعجب ہے پہر اگر ہمنے اسپر حضرات شیعہ کے متمسکات اہلبیت سنا ہی جتلائے تو ناخوش ہونے کی کونسے بات ہی لیکن ہم ایسی مقدمہ مین جو بعد وفات سرور کائنات صلعم پیدا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہین کہ جب یہہ حادثہ پیش آیا اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اوسوقت تک حضرات شیعہ کا وجود ہوا تہا یا نہین ہوا تہا اگر اسوقت تک اونکو خلعت وجود عطا ہو چکا تہا تو فرمائی کہ اوسوقت ان حضرات نے کیا تمسک بالثقلین فرمایا کیا اوسوقت تک آیت یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ[1] نازل نہین ہو چکی تہی یا یہہ کہ نازل ہوکر پہر منسوخ ہو چکی تہی اور یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ[2] کا حکم اوسوقت باقی نہین رہا تہا اور اگر اونکا وجود ہی نہین ہوا تہا تو پہر فرمائی کہ انکا وجود کسوقت حادث ہوا ہی۔ رہا قصۂ احراق بس اسکی بابت ہم پہلے بہی گذارش کر چکے ہین اور اب بہی مختصر اً گذارش کرتے ہین کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس احراق کا دعوی فرمایا۔ چنانچہ آپکی شیخ محقق طوسی تجرید کے مطاعن صدیق مین تحریر فرماتے ہین وانفذ[3] الی بیت امیر المؤمنین علیہ السلام لما امتنع من البیعۃ فاضرم فیہ النار وفیہ فاطمۃ وجماعۃ من بنی ہاشم اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بہی یہہ دعوی فرمایا پہر جب دیکہا کہ یہہ کاغذ کی ناؤ نہین بہتی اور متقدمین کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو پچھلون نے اوس دعوی چہوڑ کر قصد احراق کا دعوی کیا اور اونہین سی ہماری فاضل مجیب بہی ہین اور متمسک اپنا اوس روایت قرار دیا جو ازالۃ الخفا مین منقول ہے جسکی الفاظ یہہ ہین وایم اللہ[4] ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہؤلاء النفر عندک ان آمرہم ان یحرق علیہم البیت اب عاقل ان الفاظ مین غور کرکے اور حضرات شیعہ کے

---

[1] اے نبی کافرون اور منافقون سے جہاد کر اور انپر سختی کر ۱۲ [2] ای ایمان والو دوستی نکرو اونسی جنپر خدا نے غصہ کیا ہی ۱۲

[3] اور اوس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گہر کیطرف جب اونہون نے بیعت سے انکار کیا بہیجا تو اوسمین آگ لگادی۔ حالانکہ اوسمین فاطمہ رضہ اور بنی ہاشم کی جماعت تہی ۱۲ [4] اور خدا کی قسم یہہ مجکو کچہہ مانع نہین ہے اگر یہہ جماعت تیرے پاس اکٹہی ہوگی اس کہ مین گہر جلانیکا اونپر حکم کروں۔ ۱۲ -

دعوی کو دیکھو کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے یا نہین ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ہرگز قصد احراق جسکو ہماری فاضل مجیب مدعی ہین ثابت نہین ہوتا کیونکہ قصد احراق ایک ایسی عزیمت کی عزیمت کو مقتضی ہے جسمین کچھہ شک و تردد نہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت مین لفظ ماذاک بالتی مذکور ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ یہہ مجکو روکنی والا نہین ہے جو صریح عدم قصد پر دال ہے اور محض تخویف کو مثبت ہے اور نیز اسجگہ لفظ ان شرطیہ مستعمل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے امور شکوکہ محتملہ کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور بداہتہً قصد و عزیمہ کی منافی ہے۔ علاوہ ازین اس قسم کی عبارات عرف عام مین محض تہدید کیواسطے بولے جاتے ہین اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد ایقاع فعل نہین ہوتا چنانچہ جناب امیرؑ نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بزعم حضرات شیعہ مکہ آبیٹھے تھے اور جناب امیرؑ نے اونکو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم نہج البلاغت اوپر کر چکے ہین اوسمین تحریر فرمایا ہے فاتق الله واردد الی هولاء القوم اموالهم فانك ان لم تفعل ثم امكنني الله منك لاعذرن الی الله فيك ولاضربنك بسيفي الذي ما ضربت به احدا الا دخل النار ان الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ الفاظ آپکی زعم کے موافق ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہین پھر ہم پوچھتے ہین اگر یہہ مقصد قتل ہے تو قتل کسی نفس مسلم کا الا باحد ثلث النفس بالنفس والثيب الزاني والتارك لدينه جائز ہے یا نہین علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال واپس کیے یا نہین اگر واپس کر دیئے تو خود ابن عباس نے جو اسکے جواب مین تحریر کیا اور لکہا کہ بیت المال مین میرا حق اس سے زیادہ اوسکے مخالف ہے اور نیز کہین واپس کرنا اموال کا ثابت بھی نہین ہوا اور اگر واپس نہین کیا تو پہر حضرت کو کبھی اونپر قدرت ہوئی یا نہین اگر نہین ہوئی اور پھر اونکے ساتھہ کبھی نہین ملے تو تعجب ان پاک بین کیونکر داخل ہوگی ہاں اس صورت مین تو شل اور صحابہ کی اونکو بھی کافر و مرتد فرمایئے ورنہ کم سے کم حسب تحقیق محقق طوسی تجرید مین مخالفوہ فسقة ومحاربوه كفرة – فاسق تو ضرور ہے کبھی ورنہ اور

ف کہ سبب ایک امر متعین مین نابود ہوجانے اور غیب رہنے اور مرتد ۱۲۔ ف اوسکے مخالف فاسق ہین اور اوس سے لڑنے والے کافر ۱۲۔

صحابہ نے ہی ایسا کیا مقصود کیا ہے اور یہہ ترجیح بلا مرجح کیون ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پہر جناب نے
اونکے ساتہہ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہین اور اپنی قسم مین بار ہوئی یا حانث مفصل
ارشاد ہو **قوله** عجب نہین کہ آپکو بہی اسکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچہہ جواب دیتے اور یہہ
بہی وجہ ہے کہ جب آپسے باوجود جودت طبع کچہہ جواب نہ بن سکا تو ناخوش ہوکر ہہلاکر سٹپٹہی دینے لگے
اقول افسوس کہ آپنے ہماری گذارش کو نہ سمجہا ہمنے اجمالاً ومختصراً وہان بہی جواب دیا تہا
اور لکہا تہا کہ مقصد امور قلبیہ مین سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تہا کہ اوسکا ادراک دشوار ہے
اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہین کرتا۔ پس یہہ حضرت کی خوش
فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ کچہہ جواب نہ دیا اور کچہہ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس جواب مین
ہمنے اوسکو کسیقدر تفصیل کے ساتہہ عرض کیا ہے پس اگر آپ اب بہی نہ سمجہین تو اسین فرمائیے
کہ ہمارا کیا قصور ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کا ہم جواب نہین دیتے۔ **قوله** ہمنے بیشک آپکے
گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپکو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپکے
گہر کی خیر نہین کیونکہ اگر آپکا گہر سلامت ہوتا تو اوسکے سلامتی ثابت کرکے اور اوس سوال کا
جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تہا۔ **اقول** چونکہ یہہ عبارت محض خوش فہمی سے
ناشی ہے کہ آپنے میری تحریر کو سمجہا ہی نہین اور اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا اسلیے
ہم اس عبارت کے جواب مین سکوت کرتے ہین۔ **قوله** بفرض محال اگر آپکا یہہ وہم صحیح ہی ہو
تب بہی آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنی **اقول** یہہ حضرت کی مناظرہ دانی ہے
جو آپ فرماتے ہین کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنے ورنہ فی الحقیقت جب ہماری گذارش کو
صحیح تسلیم کرلیا تو گویا اپنے آپکو غیر متمسک بالثقلین تسلیم کرلیا اور نیز بزعم خود ہمکو اور ہمارے
اکابر اعاظم کو بہی غیر متمسک سمجہہ رکہا تہا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہہ محض بزعم سامی ہے
اور طعن کا مدار زعم سامی پر نہین ہے تو یہہ فرمانا کہ پہر طعن سکے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہہ کہنا
کہ آپ ہم جیسے ہوگئے سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازین یہہ طعن محض آپکے طعن کی تردید کیواسطے تہا

جسکا حاصل یہ ہے کہ آپ جیسے ہمکو عقیدہ نفاق کے ساتھہ مطعون فرماتے ہین اور ہماری طرف عدم تمسک بالثقلین کا الزام لگاتے ہین آپ خود اس قسم کے مطاعن کے ساتھہ مطعون ہین اور ایسی لزامات کے ساتھہ ملزم ہین تو آپکا طعن بیجا اور الزام نارواہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھہ خود مطعون ہو وہ کسیکو بروی عقل اس طعن کا کیونکر الزام دیسکتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو زانی زانی کو اور سارق سارق کو شراب خواری اور زنا اور چوری کے ساتھہ مطعون نہین کرسکتا ہے اور ایسا کریگا وہ عموماً یہی جواب پاویگا کہ میان تو خود مرتکب اس فعل کا ہے پہر تو کس مونہہ سے ہمکو طعن کرسکتا ہے پہر اگر وہ طاعن اوسکے جواب مین کہے کہ آپ ہم جیسے ہونگے پہر طعن کے کیا معنے تو عقلا اوسکو بالکل از خارج از عقل سمجہینگے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظر ذہن وعاقل وفہیم ہوکر ایسی بدیہی صریح غلطی کرین جس سے عوام کو بہی احتراز ہو۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ وعترت سے تمسک فرمایا ہے اہل سنت کو وہ تمسک کہان نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہہ آپکا فرمانا بہت درست ہے الحمد للہ کہ حق برزبان جاری ہوگیا بیت دین سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنے۔ کلمہ حق اریدبہا باطل۔ غالباً حضرات شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر استدلالات کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ ناظرین کتب قوم پر واضح ہے پہر اوسپر ناز وافتخار مزید بر آن۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بلکہ اہل سنت ایسی تمسک سے ہزار جان تبری وتحاشی کرتے ہین۔ اقول۔ اگر ایسا کرین تو خلفاء ثلثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بہت لوگونسے جنکو اپنے زعم مین مقتدا وپیشوا مان رکہا ہے تبری وتحاشی کرنے پڑیگی۔ یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنے۔ بلکہ اگر ویسا کرین تو خداتعالے سے اور اوسکے تمام انبیاء ورسل سے اور دین وایمان سے تبری وتحاشی کرنی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کا قلادہ تقلید گردن مین ہو اور جعفر مومن الطاق جنکو آپکے علما شیطان الطاق فرماتے ہین امام وپیشوا ہون۔ نعوذ باللہ من ذلک

اللہم انا نعوذ بک من الحور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہین اور بیرون دلیل اپنے اسلاف کے مقلد ہین یہہ بات کب گوارا کر سکتے ہین **اقول** بیشک اہل سنت محض احکام خداوندی تعالے شانہ و سنن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ جنمین اہل بیت بہی شامل ہین و تابعین لہم باحسان کی لکیر کے فقیر ہین۔ نہ بجز کتاب اللہ انکے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ اونکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع اور محکوم ان دونو کا کر رکھا ہے نہ حاکم پہر وہ کتاب و سنت کی خلاف یہہ بات کیونکر گوارا کر سکتے ہین **قولہ** ایسا ہے مجبور تمسک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تحاشی کرتے ہیں **اقول** یہہ ہماری حضرت مجیب کا فرمانا سراسر خلاف واقع اور بداہتہً غلط ہی کتاب اللہ کے ساتہہ تمسک حقیقۃً و مجازاً و لفظاً و معنی بفضل اللہ تعالے اہل سنت کا ہی حصہ ہی شہر شہر گانو گانو مین خدا تعالے کی فضل سے علماء و حفاظ کلام مجید موجود ہین حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اوسکے جامعین سے جنکو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تحاشی کرتے ہین اسکی پاداش مین خداوند کریم نے اونکو اس نعمت سی محروم فرمایا اور باوجود مرور دہور کے اونکو کلام مجید یاد نہوا اور اپنا قرآن جو الّہ پاس ہی بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار سر من رای مین شیعیان پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر معانی کو بہی قیاس کر لیجیے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین و قراء اہلسنت رہے۔ وزرا تفسیر مجمع البیان طبرسی کو ہی ملاحظہ فرما لیجیے آری۔ وللارض من کاس الکرام نصیب عترت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تمسک اگرچہ حضرات شیعہ اسکے مدعی ہین مگر فے الحقیقت یہہ بہی اہل سنت کو ہی نصیب ہی ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعمام و عمات اور اونکی اولاد کو اور تمام بنات و زوجات واحفاد کو اپنا مقتدا و پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرات شیعہ کے کہ اونہون نے سوائی معدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و فسوق کے ساتہہ تشریف بخش رکھی ہے۔ پس فے الحقیقۃ قضیہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہوکر کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری اور تحاشی کرتے ہین نہ اہلسنت حاشا ہم من ذلک

قال الفاضل المجیب - قولہ کیا شک کے یہہ ہی معنی ہین کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تعالے شانہ ہی موقوف اوربیاض عثمانی قرآنی قرار دین چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہی۔ اقول حضرت مجیب کے اس قولسی نہایت ہی تعجب ہی باوجود ادعائی علم وفضل دین کیں ایسا لکھنا علما کی شان کے خلاف ہی آپنے محض صاحب منتہی الکلام وغیرہ کی تقلید فرمائی اور اپنے تحقیق سے کام نلیا کاش - اونکی ہی کلام کو بغور دیکہا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید اونہون نے بہی نہین کہا شیعونکی کتابین تو آپکو نہین ملتی کاش منتہی الکلام وتحفہ وغیرہ کو جسکے انتخاب وبہروسہ پر آپ جواب لکہنے بیٹہی ہین بامعان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم جماعی اہل ایمان ہو جاتا کہ اسمین کچہہ بہی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجب حال ہے کہ کبہی از صاحب منتہی الکلام فرماتے ہین کہ شیعون کے نزدیک بیاض عثمانی یعنے معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی کلینی صحیح تر ہے اور دلیل یہہ بیان فرماتے ہین کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا ہا اور کبہی صاحب تحفہ ادعا کرتے ہین کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعہ معتمد تر از قرآن ست - اور کوئی دلیل تحریر نہین فرماتے - یہہ علما حضرت اہل سنت کا حال ہے کہ خود شیعونکی نسبت ایسے افترا واتہام اپنی طرفسے منسوب کرتے ہین اور کوئی دلیل وسند بیان نہین کرتے یا کرتے ہین تو محض سنی ہوئی بتلاتے ہیں اور کچہہ نہین فرماتے - حیف صد حیف ہماری حضرت مجیب نے بہی اونکی تقلید سے یہہ لکہا ہے اگر وہ کبہی کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکہتے - **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** اس مقام میں بوجوہ چند کلام ہے اول یہہ کہ یہہ مسئلہ بدیہیات اولیہ سے ہے چنانچہ ابہی واضح ہو جائیگا اور بدیہیات محتاج دلیل نہین ہوتی جسکو مذہب شیعہ کی کچہہ بہی واقفیت ہوگی وہ اس مسئلہ سے ضرور واقف ہوگا - دوسری یہہ کہ ہمنے اس مسئلہ مین صاحب منتہی الکلام کی تقلید نہین کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا - ہان اگر تعاضداً کوئی روایت صاحب منتہی الکلام وغیرہ سے نقل کرین تو مضائقہ نہین ہے - لیکن یہہ مقتضی تقلید کو نہین ہے پس یہہ محض ہمارے مجیب کا وہم وگمان ہے و بس - تیسری یہہ کہ

صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھنا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن
یہہ بہی انشاء اللہ تعالے ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائیگا کہ ہمنے محض تقلید ہی جواب لکھا ہے
یا اپنی تحقیق سے بہی کام لیا ہے۔ معہذا یہہ طعن تو اوس وقت زیبا تہا جبکہ آپکی مضامین وجوابات
آپکے خانہ زاد ونتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ بہی محض ناقل اپنے بزرگونکے ہین اگر ہمنے
اپنی بزرگون سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتہی یہہ کہ یہہ بحث قرآن کی تحریف وعدم
تحریف مین ہے پہر ہماری فہم مین نہین آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہہ بیجا الفاظ کیون تحریر
فرمائی (کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ حاشا کہ اسمین کچہہ بہی اختلاف ہو)
بہلا تعظیم وتکریم وتقدیم کا کیا ذکر تہا اور اوسکے لکہنے سے کیا فائدہ صاف لکہنا چاہیے تہا اگر آپکے بیان
تحریف معتبر نہین اور یا اجماع باطل ہے تو لکہنا چاہیے تہا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان
ہی حاشا کہ اسمین کچہہ بہی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان وجواب از ریسمان۔ کی مثل یہان صادق ہے
کہ گفتگو تحریف وعدم تحریف مین ہے اور ثبوت تعظیم وتکریم وتقدیم کا دیوین سبحان اللہ ہماری حضرت
فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہہ مستلزم عدم تحریف کو نہین کیونکہ جائز ہے کہ یہہ تعظیم
وتکریم بعلی وجہ التقیہ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقیماندہ مین آخر اکثر اصلی ہے الحاق
تو کم ہے کیا کتب سماویہ محرفہ کی تعظیم وتکریم اجماعی اہل ایمان نہین ہے کیا اونکی تحقیر واہانت
اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہہ ہی کہ یہہ تعظیم وتکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکر
اجماعی ہے امام معصوم تو آیت امۃ ھی اربی من امۃ سنکر تذلیل واہانت کی طور پر قرآن
پہینکدیوین اور لایق اہانت سمجہین اور ہماری فاضل مجیب اوسکی تعظیم وتکریم کو اہل ایمان کے
اجماعی فرماوین معلوم نہین امام معصوم کو اہل ایمان مین سے سمجہتے ہین یا نہین اور اونکی مخالفت
خارق اجماع ہے یا نہین۔ مگر ہان آپ یہہ فرما سکتے ہین کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب اللہ
ہی جو سرداب سر من رائی مین امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ مین محفوظ ہے۔ معہذا سلمنا
کہ تعظیم وتکریم اجماعی ہونے سے مراد یہہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی ہین وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہین اور اونپر وتبیع غیر سبیل
المومنین صادق آتا ہے ذرا اسکو یاد رکھیگا - اس صورت مین آپنے صدہا علما شیعہ متقدمین ومتاخرین کو
بی ایمان بنا دیا شاباش آفرین باد - پانچوین صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ نے بہی اس بارہ مین
جو کچھہ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہین چنانچہ بندہ کی گذارش سے کسیقدر واضح ہوجائیگا چھٹی یہہ کہ بندہ کی
نسبت فرماتے ہین کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہین
یہان کتب معتبرہ حدیث وتفسیر کے ذکر سے کیون اغماض واعراض فرمایا حالانکہ اسکا موقع ومحل کتب حدیث
وتفسیر مین اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کتب حدیث وتفسیر کا ذکر اسیواسطے نہین کیا کہ اونمین تحریف
قرآن کا ذکر ہے اور روایات اوسکے ثبوت کے موجود ہین لیکن متکلمین نے جب دیکھا کہ خصم بے ڈہب
گلوگیر ہوا ہے جس سے بدون انکار رہائی مشکل ہے اسلیے اونہون نے کہین انکار تحریف کردیا اور روایات
کو توجیہات لاطائلہ سے مسخ وتحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ متکلمین نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعوی کیا
چنانچہ ہم نقل کرینگے- **قولہ** بہرحال جواب گذارش ہے یہہ جو کچھہ آپنے اس قول مین لکہا ہے
محض دروغ بیفروغ ہے اگر آپکو دعوی ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے یہہ آپنے کہانسے لکہا کہ یہہ
مسلمات شیعہ سے ہے آپ اپنی اس دعوی مین اگر سچے ہین تو کوئی چہوٹی ہی دلیل بیان کیجیے
او جواب لیجئے- **اقول** ای حضرت میر صاحب جو کچھہ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور مطابق
نفس الامر اور واقع کے ہی اوسمین کذب کو دخل نہین ہی افسوس یہہ ہے کہ آپکو اپنی کتب حدیث وتفسیر
کی خبر نہین ہی اگر آپ ان کتابون سے دیکہتے تو ممکن نہ تہا کہ آپ اس دعوی کا انکار فرماتے
لیجیے چہوٹی موٹی نہین بلکہ ہم موٹی موٹے دلائل واضحہ پیش کرتے ہین براہ عنایت ذرا متوجہ ہو
سین - احادیث متعددہ جو مختلف ائمہ سے مروی ہین اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متواتر
المعنے ہین اور درجہ قطعیہ کو پہونچ چکی ہین وہ بعبارت النص وقوع تحریف کو ثابت کرتی ہین
اسوقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکہی ہوئی ہے اوس سے بطور مشتے از خروارے
وقطرہ از بحار نقل کرتا ہون محمد بن مرتضی المدعو محسن اپنی تفسیر کے مقدمات مین لکہتے ہین

المقدمة السادسة[1] في بيان ما جاء في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه وتأويل ذلك روى علي بن ابراهيم القمي في تفسيره باسناده عن ابي عبد الله عليه السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال لعلي عليه السلام يا علي ان القرآن خلف فراشي في الصحف والحرير والقراطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه كما ضيعت اليهود التورية فانطلق علي عليه السلام فجمعه في ثوب اصفر ثم ختم عليه في بيته وقال لا ارتدي حتى اجمعه قال كان الرجل لياتيه فيخرج اليه بغير رداء حتى جمعه وفي رواية ابي ذر الغفاري رضي الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه وآله جمع علي عليه السلام القرآن وجاء به الى المهاجرين والانصار وعرضه عليهم لما قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة فتحها فضائح القوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاخذه علي عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمر ان عليا جاءنا بالقرآن وفيه فضائح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان تؤلف لنا القرآن وتسقط منه ما كان فيه فضيحة وهتك للمهاجرين والانصار فاجابه زيد الى ذلك ثم قال فان انا فرغت من القرآن على ما سألتم واظهر علي القرآن

[1] چھٹا مقدمہ اسکی تمہید میں بیان میں کہ جو قرآن کے جمع اور تحریف اور زیادتی اور نقصان کے باب میں آیا ہے اور اسکی تاویل میں۔ علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں اپنی اسناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا اے علی قرآن میری بچھونے کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذوں میں ہے اسکو تم ضائع نہ کرو جس طرح یہودیوں نے توراۃ کو ضائع کر دیا۔ پس جمع کرنے لگے اسکو علی علیہ السلام زرد کپڑی میں یہانتک کہ اوسپر مہر لگائی اپنے گھر میں اور کہا اسکے فراہمی تک چادر نہیں پہنونگا۔ کہا اکے پاس کوئی شخص آتا تھا تو آپ اسکی طرف بدون چادر کے نکلتے تھے یہانتک کہ آپ اسکو جمع کر چکے۔ اور ابوذر غفاری کی روایت میں ہے جب رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین انصار کے پاس لائی اور انپر پیش کیا کیونکہ حضرت نے انکو اسکی وصیت کی تھی جب ابو بکر نے اسکو کھولا تو پہلی ہی صفحہ میں قوم کی فضائح ظاہر ہوئی تو عمر اوچھل پڑا اور کہا اے علی اسکو واپس لیجا ہمکو اسکی کچھ حاجت نہیں پھر علی نے اسکو لیا اور چلے گئے پھر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تھا اسکو عمر نے کہا کہ علی ہمارے پاس قرآن لایا تھا اور اسمیں مہاجرین و انصار کے فضائح ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمارے لئے قرآن جمع کرے اور جسمیں مہاجرین و انصار کی فضیحت اور ہتک ہو اسمیں سے ساقط کر دے زید نے اسکو قبول کیا پھر کہا کہ جب میں قرآن سے تمہارے سوال کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے ظاہر کیا تو

الذی الفہ الیس قد بطل کلما عملتم ثم قال عمر فما الحیلۃ قال زید انتم اعلم بالحیلۃ
فقال عمر ما الحیلۃ دون ان نقتلہ ونستریح منہ فدبر فی قتلہ علی ید خالد بن الولید
فلم یقدر علی ذلک وقد مضی شرح ذلک فلما استخلف عمر سال علیا علیہ السلام
ان یدفع الیہم القران فیحرفوہ فیما بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی ابی بکر
فات بہ الینا حتی نجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیہات لیس الی ذلک سبیل
انما جئت بہ الی ابی بکر لتقوم الحجۃ علیکم ولا تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین
او تقولوا ما جئتنا بہ ان القران الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاوصیاء
من ولدی فقال عمر فہل وقت لاظہارہ معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم
من ولدی یظہرہ ویحمل الناس علیہ فتجری السنۃ بہ۔ ملتقطاً ماقل سعف ان او نورو ایمین
تامل فرما ہو کہ اگر حسب ارشاد مجیب لبیب قرآن موجود مین تحریف نہین ہوئی تہی تو جناب امیر کو بعد
سعی وکوشش ومحنت ومشقت تنہا بلا شرکت اامین ہاہمین اوٹھانے کی کیا ضرورت تہی اور حضرت صدیق
کے پاس بغرض اتمام حجت لانے کے کیا معنی اور اوسمین فضائح مہاجرین وانصار نکلنا اوس سے بہی بڑہ
لغو وکذب ونند اور حضرت فاروق رضی کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا مشورہ کرنا اور انکے قتل کے
خالد کے ہاتہ سے تدبیر کرنا اور پہر اپنی خلافت کے زمانہ مین مکرر اس قصہ کا از سر نو چہیڑنا بالکل واہیات
اور خرافات ہو پس جنہون نے یہہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل مجیب کے نزدیک
دائرہ ایمان سے شاید خارج ہونگی اور اگر یہہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ بعبارت النص مثبت وقوع تحریف ہی

ل تو کیا تمہاری سب کارروائی باطل ہو جائیگی عمر نے کہا پھر اسکی تدبیر اور حیلہ کیا ہے زید نے کہا حیلہ کو تم زیادہ جانتے ہو عمر نے کہا بجز اسکے
حیلہ کیا ہے کہ ہم اوسکو قتل کریں اور راحت پائیں تو خالد کے ہاتہ سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسپر قدرت نہوئی اور اسکی شرح
گذر چکی پس جب عمر خلیفہ ہوئی تو علی سے مانگا کہ قرآن انکو دیوی تاکہ وہ لوگ بہی باہم تحریف کرین پس کہا ای ابا الحسن اگر تم اوسکو
ابوبکر کے پاس لایا تہا تو ہمارے پاس بہی لاتا کہ ہم اوسپر مجتمع ہون علی نے فرمایا وہ بات دور گئی اوسکے طرف رستہ نہین ہے ابوبکر کے
پاس صرف اسلیے لایا تہا کہ تمپر حجت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تہی یا یہ کہو کہ تو اوسکو ہمارے پاس
نہین لایا تہا جو قرآن میری پاس ہے اوسکو بجز مطہرین اور میری اولاد مین سے اوصیا کے اور کوئی نہین چہو سکتا عمر نے کہا تو کیا
اوسکے اظہار کا وقت معلوم ہے علی نے کہا ہان جب میری اولاد مین سے قائم (مہدی) اوٹہیگا تو اسکو ظاہر کریگا اور سب لوگونکو برانگیختہ کریگا تا اوسکی تم

اوربالیسہ اہتہ ہماری عجیب کے دعوی کے مکذب ہو اور سنیے وفی الکافی عن محمد بن
سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت لہ جعلت فداک
انا نسمع الآیات فی القرآن لیس ھی عندنا کما نسمعہا ولا نحسن ان نقرأھا کما بلغنا
عنکم فہل ناثم فقال لا اقرؤا کما تعلمتم فسیجیئکم من یعلمکم اقول یعنی بہ
صاحب الامر علیہ السلام وباسنادہ عن سالم بن سلمۃ قال قرأ رجل علی ابی عبد اللہ ع
وانا اسمع حروفا من القرآن لیس علی ما یقرأھا الناس فقال ابو عبد اللہ ع کف عن
ھذہ القراءۃ اقرأ کما یقرأ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب اللہ تع علی
حدہ واخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام وقال اخرجہ علی علیہ السلام الی
الناس حین فرغ منہ وکتبہ فقال لہم ھذا کتاب اللہ کما انزلہ اللہ علی محمد وقد جمعتہ
بین اللوحین فقالوا ھوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجۃ لنا فیہ فقال
اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤہ
وباسنادہ عن البزنطی قال دفع الی ابو الحسن ع مصحفا وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ
وقرأت فیہ لم یکن الذین کفروا فوجدت فیہا اسم سبعین رجلا من قریش باسمائہم
واسماء آبائہم قال فبعث الی ابعث الی بالمصحف وفی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر ع قال

لہ کافی میں بوساطت محمد بن سلیمان اور اسکے بعض اصحاب کے ابو الحسن سے روایت ہے کہا میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان ہم آیات قرآنی سنتے ہیں جو ہمارے نزدیک اسطرح نہیں ہیں جسطرح ہم سنتے ہیں اور ہم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے جسطرح ہمکو تمسے پہنچا تو کیا ہم گنہگار ہوتے ہیں فرمایا نہیں تم پڑہو جسطرح تمنے سیکھا ہے پس عنقریب آئیگا جو تمکو سکھلائیگا اور اپنی سند کے ساتھ سالم بن سلمہ سے روایت کی ہے کہا ایک شخص نے ابو عبد اللہ ع پر چند حروف قرآنی پڑہے جو لوگوں کے قرأت کے موافق نہیں تھے اور میں سن رہا تھا ابو عبد اللہ نے فرمایا تو اس قراءت سے باز رہ اور پڑہ جسطرح لوگ پڑھتے ہیں مہدی کے قائم ہونے تک پس جب وہ قائم ہوگا کتاب اللہ کو اسکی حد پر پڑہیگا اور وہ مصحف جو علی نے لکھا تھا نکالا اور کہا علی نے اسکو جب وہ اسکی لکھنے سے فارغ ہوئے تھے لوگوں کی طرف نکالا تھا اور کہا تھا یہ اللہ تعالی کی کتاب ہے جسطرح اللہ نے محمد پر نازل کیے اور میں نے اسکو دو تختیوں میں جمع کی اونہوں نے کہا یہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے اسمیں قرآن ہے ہمکو اسکی کچھ حاجت نہیں ہے فرمایا اللہ کی قسم اس دن سے پیچھے تم اسکو کبھی نہ دیکھوگے مجھپر فرض یہ تھا کہ جب میں نے جمع کیا تھا تمکو خبر کردوں تاکہ تم اوسکو پڑھو اور اپنی اسناد کے ساتھ بزنطی سے روایت کی ہے کہا مجھکو ابو الحسن نے ایک مصحف دیا اور کہا کہ اسمیں مت دیکھنا میں نے اسکو کھولا اور سورۂ لم یکن الذین کفروا پڑھی تو میں نے اسمیں ستر آدمیوں کے نام قریش کے پائے اور انکے باپوں کے نام

لولا انه زيد في كتاب الله ونقص ما خفي حقنا على ذي حجي ولو قد قام قائمنا فنطق صدقه القرآن وفيه عن ابي عبد الله عليه السلام قال لو قرئ القرآن كما انزل لالفيتنا فيه مسمين وفيه عنه ان في القرآن ما مضى وما يحدث وما هو كائن كانت فيه اسماء الرجال فالقيت وانما اسم الواحد منه في وجوه لا تحصى يعرف ذلك الوصاة وفيه عنه عليه السلام ان القرآن قد طرح منه آي كثيرة ولم يزد فيه الا حروف و قد اخطأت به الكتبة وتوهمها الرجال وروى الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي طاب ثراه في كتاب الاحتجاج في جملة احتجاج امير المؤمنين على جماعة من المهاجرين والانصار ان طلحة قال له عليه السلام في جملة مسائله عنه يا ابا الحسن شيء اريد ان اسألك عنه رأيتك خرجت بثوب مختوم فقلت ايها الناس اني لم ازل مشتغلا برسول الله صلى الله عليه وآله بغسله وكفنه ودفنه ثم اشتغلت بكتاب الله حتى جمعته فهذا كتاب الله عندي مجموعا لم يسقط عني حرف واحد ولم ار ذلك الذي كتبت والفت وقد رأيت عمر بعث اليك ان ابعث به الي فابيت ان تفعل فدعا عمر الناس فاذا شهد رجلان على آية كتبها وان لم يشهد عليها غير رجل واحد ارجاها فلم يكتب فقال عمر وانا اسمع انه قد قتل يوم اليمامة قوم كانوا يقرؤون قرآنا لا يقرؤه

سلہ اگر کتاب اللہ [illegible]
اوسکے قرآن [illegible]
اور ہمین اوس [illegible]
طرح پر ہے جسکو وصایا سمجھتے ہین اور ہمین سے مروی ہے کہ قرآن مین سے بہت آیتین کم کی گئی ہین اور زیادتی صرف چند حروف کی ہوئی ہے اور لکھنے والون نے خطا کی ہے اور لوگون نے وہم کیا شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے کتاب احتجاج مین منجملہ احتجاج امیر المومنین علیہ السلام کے مہاجرین و انصار کی جماعت پر روایت کیا ہے کہ طلحہ نے منجملہ انہی سوالون کے جناب امیر سے کہا ای ابو الحسن مین تمسے کچھ پوچھا چاہتا ہون مینے تمکو دیکھا تھا کہ تم ایک مہر لگا ہوا کپڑا لیکر نکلے تھے اور کہا تھا ای لوگو مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تجہیز و تکفین مین مشغول رہا پھر کتاب اللہ مین یہانتک کہ مینے اوسکو جمع کیا پس یہ کتاب اللہ میرے پاس فراہم کی ہوئی ہے جسمین سے مجھسے ایک حرف بھی کم نہین ہوا اور مینے نہین دیکھا تھا جو تم نے لکھا تھا اور جمع کیا تھا اور مینے عمر کو دیکھا کہ تمہارے پاس پیام بھیجا تھا کہ میرے پاس اوسکو بھیجو تو تم نے بھیجنے سے انکار کیا پھر عمر نے لوگون کو بلایا پس جب دو آدمیون نے ایک آیت کی گواہی دی اوسکو لکھ لیا اور جس آیت پر بجز ایک کے کسی نے گواہی نہ دی اوسکو چھوڑ دیا اور نہ لکھا پھر عمر نے کہا مین سنتا ہون کہ یمامہ کے دن [illegible]

غيرهم[1] فقد ذهب وقد جاءت شاة الى صحيفة وكتاب يكتبون فاكلتها وذهب
ما فيها والكاتب يومئذ عثمان وسمعت عمر واصحابه الذين الفوا ما كتبوا على عهد
عمر وعلى عهد عثمان يقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النور ستين
ومائة آية والحجر تسعون ومائة آية فما هذا وما يمنعك يرحمك الله ان تخرج كتاب الله
الى الناس وقد عهد عثمان حين اخذ ما الف عمر فجمع له الكتاب وحمل الناس على قراءة
واحدة فمزق مصحف ابي بن كعب وابن مسعود واحرقهما بالنار فقال له علي يا طلحة
ان كل آية انزلها الله عز وجل على محمد صلى الله عليه وآله عندي باملاء رسول
الله وخط يدي وتاويل كل آية انزلها الله على محمد صلى الله عليه وآله وكل
حلال وحرام او حد او حكم او شيء يحتاج اليه الامة الى يوم القيمة مكتوب باملاء
رسول الله ص وخط يدي حتى ارش الخدش قال طلحة كل شيء من صغير او كبير او خاص
او عام كان ويكون الى يوم القيمة فهو عندك مكتوب قال نعم وسوى ذلك ان
رسول الله صلى الله عليه وآله اسر الي في مرضه مفتاح الف باب من العلم يفتح كل باب
الف باب ولو ان الامة منذ قبض رسول الله اتبعوني واطاعوني لاكلوا من فوقهم
ومن تحت ارجلهم وساق الحديث الخ وقال في احتجاجه[4] على الزنديق الذي جاء

[1] جنکے سوا کوئی قاری نہ تہا مقتول ہو چکے ہیں تو قرآن جاتا رہا اور تحقیق صحیفہ کے طرف بکری آئی جسکو لکھہ رہی تہی اور اوسکو کہا گئی اور جو کچہہ اوسمین تہا جاتا رہا اور عثمان اوسوقت کاتب تہا اور مینے عمر سے اور اوسکے اصحاب سے جنہوں نے جمع کیا تہا جو کچہہ لکہا تہا عمر کے زمانہمین اور عثمان کے زمانہ مین سنا تہا کہ احزاب سورہ بقر کے برابر تھے اور نور ایک سو ساٹھ آیتین تہی اور حجر ایک سو نوے آیتین تہی تو یہہ کیا ہی اور خدا تجہپر رحمت کرے تجکو کون مانع ہی اس سے کہ تو کتاب اللہ کو لوگونکی طرف نکالے اور تحقیق عثمان نے قصد کیا ہی جبکہ لیا جو کچہہ عمر نے جمع کیا تہا پس اوسکے لیے منشیو نکو اکہٹا کیا اور لوگونکو ایک قرأت پر برانگیختہ کیا ابی بن کعب و ابن مسعود کا مصحف پہاڑ ڈالا اور آگ مین جلادیا۔ اوسکو علی نے جواب دیا اے طلحہ تحقیق ہر آیت جو اللہ عز و جل نے محمد پر نازل کی ہے میرے پاس ہی رسول اللہ کی لکہوائی ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی اور ہر آیت کی تاویل جسکو اللہ تعالے نے محمد پر نازل کیا اور ہر ایک حلال یا حرام یا حد یا حکم یا کوئی شی جسکی قیامت تک امت محتاج ہو رسول اللہ کی لکہوائے ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی ہے کہرونچ کی دیت تک طلحہ نے کہا ہر شی چہوٹی بڑی خاص یا عام گذشتہ یا آیندہ قیامت تک وہ تیرے پاس لکہی ہوئی ہے کہا ہان اور اسکے سوا یہہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض مین ہزار باب کے علم سے کنجیان پوشیدہ عطا فرمائین جن مین سے ہر باب ہزار باب کہولتا ہے اور اگر امت جب سے رسول اللہ نے وفات پائی ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اوپر اور پانو کے نیچے سے کہاتے اور حدیث کو

الیہ مستند لاٰیاتٍ من القرآن متشابہ یحتاج الی التاویل وکان من سوالہ انی
اجد اللہ قد شہر ہفوات انبیائہ بقولہ وعصیٰ آدم ربہ فغوی وتکذیبہ نوحاً لما قال ان
ابنی من اہلی بقولہ انہ لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکباً مرۃ ومرۃ
قمراً ومرۃ شمساً وبقولہ فی یوسف ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رأی برہان ربہ
وبتہجینہ موسیٰ حیث قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی الآیہ وبعثہ الیٰ
داؤد جبرئیل ومیکائیل حیث تسوروا المحراب الی آخر القصۃ وبحبسہ یونس فی
بطن الحوت حیث ذہب مغاضباً مذنباً واظہر خطاء الانبیاء وذللہم ثم وری
اسماء من اغترہم وفتن خلقہ بفصل واضل وکنی عن اسمائہم فی قولہ ویوم یعض الظالم
علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لم اتخذ فلاناً خلیلاً
لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی فمن ہذا الظالم الذی لم یذکر من اسمہ
ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال تک اسکا جواب نقل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ سوال وجواب کی
عبارتوں میں قدر حاجت سے زیادہ طول تہا اسلیئے ملخصاً بحذف واسقاط نقل کیے گئیے جواب کی
عبارت جو ثبت مدعا ہے یہہ ہے - فقال امیر المؤمنین واما ہفوات الانبیاء

الانبیاء ممن شهد الکتاب بظلمهم فان ذلک من ادل الدلائل علی
حکمة الله الباهرة وقدرة القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهین
انبیائه تکبر فی صدور اممهم وان منهم من یتخذ بعضهم الهاً کالذی کان من
النصاری فی ابن مریم فذکرها دلالة علی تخلفهم من الکمال الذی
تفرد به عزوجل الم تسمع الی قوله فی صفة عیسی حیث قال فیه وفی امه کانا
یاکلان الطعام یعنی ان من اکل الطعام کان له ثفل فهو بعید مما ادعته
النصاری لابن مریم ولم یکن عن اسماء الانبیاء تجبرا وتعززا بل تعریفا لاهل
الاستبصار وان الکنایة عن اسماء ذوی الجرائر العظیمة من المنافقین فی
القران التی لیست من فعله تعالی وانها من فعل المغیرین والمبدلین الذین
جعلوا القران عضین واعتاضوا الدنیا من الدین وقد بین الله تع قصص
المغیرین بقوله الذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله
لیشتروا به ثمنا قلیلا وبقوله وان منهم لفریقا یلوون السنتهم بالکتاب وبقوله
اذ یبیتون ما لا یرضی من القول بعد فقد الرسول ما یقیمون به اود باطلهم
حسب ما فعلته الیهود والنصاری بعد فقد موسی وعیسی من تغییر التوراة والانجیل

لہ نسبت اونکی کہ انبیا پر جرم کیا جنکے ظلم کی کتاب اللہ شاہد ہے تحقیق یہہ پختہ دلائل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ اوسکے انبیا رکھے دلائل دیکھے انکو دلوں میں بڑی ہونگے اور انمین سے بعض کو معبود بنا لینگے جیسے نصاری سے ابن مریم بابین ہوا پس انکو اسلیے ذکر کیا تاکہ اونکی تخلف پر اوس کمال سے جسکے ساتھہ اللہ عزوجل منفرد ہی دلالت ہو کیا تو نے نہیں سنا اوسکا قول عیسی کے وصف مین اوسکی ماں کے بارہ مین فرمایا (دونو کہانا کہاتے تھے) یعنے جو کہایگا اوسکا ثفل ہوگا۔ اور جسکے ثفل ہوگا وہ بعید ہے اوس سے جو نصارے نے ابن مریم مین دعوے کیا ہے اور انبیا کے اسما سے براہ تکبر اور بڑائی کنایہ نہین کیا بلکہ اہل بصیرت کے جتانے کے واسطے۔ بڑے گنہگار منافقین کے ناموں کے کنایہ قرآن مین اللہ تعالے کے قول سے نہین بلکہ یہہ تحریف وتبدیل کرنیوالونکے فعل سے ہے جنہون نے قرآن کو پارہ پارہ کیا اور بعوض دین کے دنیا کو لیا اور اللہ تعالے نے محرفین کے قصے بیان کردیے اپنے قول کے ساتھہ۔ الذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله الخ اور اپنے قول کے ساتھہ وان منهم لفریقا یلوون السنتهم بالکتاب۔ اور اپنے قول کے ساتھہ۔ اذ یبیتون ما لا یرضی من القول رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے کجی کو سیدہا کریں جیسا کہ یہود ونصارے نے بعد وفات موسے اور عیسے کے توراۃ اور انجیل کے تغیر ۱۲۔

وتحريف الكلم عن مواضعه ونقوله يريدون ان يطفئوا نور الله بافواههم
ويابى الله الا ان يتم نوره يعنى انهم اثبتوا فى الكتاب ما لم يقله الله ليلبسوا
على الخليقة فاعمى الله على قلوبهم حتى تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه وحرفوا
منه وبين عن افكهم وتلبيسهم وكتمان ما علموه منه ولذلك قال لهم
لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثلهم بقوله فاما الزبد
فيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض فالزبد فى هذا الموضع كلام
الملحدين الذين اثبتوه فى القران فهو يضمحل ويبطل ويتلاشى عند التحصيل
والذى ينفع الناس منه فالتنزيل الحقيقى الذى لا ياتيه الباطل من بين يديه
ولا من خلفه والقلوب تقبله والارض فى هذا الموضع هى محل العلم وقراره وليس
يسوغ مع عموم التقية التصريح باسماء المبدلين ولا الزيادة فى آياته على ما اثبتوه
من تلقائهم فى الكتاب لما فى ذلك من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والملل
المنحرفة عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذى قد استكان له الموافق
والمخالف بوقوع الاصطلاح على الائتمار لهم والرضا بهم ولان اهل الباطل فى
القديم والحديث اكثر عددا من اهل الحق ولان الصبر على ولاة الامر مفروض

ف اور کلمات کی تحریف اونکے مواضع سے کے اور اپنے قول کے ساتھ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ
یعنی جو کچھ اللہ تعالے نے نہیں فرمایا اونہوں نے کتاب میں بڑھا دیا تاکہ مخلوق پر مشتبہ کریں پس اللہ نے اونکے دلوں کو اندھا کر دیا یہانتک کہ
اوسمیں چھوڑ دیا جو دلالت کرے اوسپر جو اونہوں نے احداث کیا ہے اوسمیں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اونکی بہتان اور تلبیس کو
اور اونکے چھپانے کو جو قرآن سے جانتے ہیں اور اسیواسطے اونکو فرمایا (کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو)
اور اونکی مثل بیان کی اپنے قول کے ساتھ۔ فاما الزبد فیذہب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فے الارض تو اسجگہ جھاگ ملحدین کا
کلام ہے جسکو قرآن میں بڑہایا ہے وہ مضمحل اور باطل اور زائل ہو جاتا ہے تحصیل کے وقت اور وہ جو لوگوں کو نافع ہے وہ تنزیل حقیقی ہے جسکے سامنے اور پیچھے سے باطل
آسکتا نہیں ہے اور دل اوسکو قبول کرتے ہیں اور زمین اسجگہ محل علم اور قرار علم ہے اور باوجود عموم تقیہ کے تحریف کرنے والوں کی نام کی تصریح
اور انہیں میں زیادتی جو کچھ اونہوں نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اسمیں اہل تعطیل اور کفر اور ان
مذہبوں کی دلیلوں کو جو ہمارے قبلہ سے پھرے ہوئے ہیں تقویت ہے اور اس ظاہری علم کا ابطال ہے جسکو موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے
اونکی فرمانبرداری اور اونکے ساتھ رضامندی پر اصطلاح واقع ہونے کے ساتھ۔ اور اسلیے کہ اہل باطل ہمیشہ تعداد میں اہل حق سے زیادہ ہیں

لقول الله عز وجل لنبيه[١] فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل وايجابه مثل ذلك
على اوليائه واهل طاعته بقوله لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة فحسبك
من هذا الجواب عن هذا الموضع ما سمعت فان شريعة التقية تحظر التصريح باكثر منه
ثم قال عليه السلام واما ما ذكرته من الخطاب الدال على تهجين النبي والازراء به
والتانيب له مع ما اظهره الله تبارك وتعالى في كتابه من تفضيله اياه على ساير انبيائه
فان الله عز وجل جعل لكل نبي عدوا من المشركين كما قال في كتابه وبحسب جلالة
منزلة نبينا صلى الله عليه وآله عند ربه كذلك عظم محنته بعدوه الذي عاد منه اليه
في حال شقاقه ونفاقه كل اذى ومشقة لدفع نبوته وتكذيبه اياه وسعيه في مكارهه
ونقض كل ما ابرمه واجتهاده ومن مالاه على كفره وعناده ونفاقه والحاده في
ابطال دعواه وتغيير ملته ومخالفة سنته ولم يرشيئا ابلغ في تمام كيده من تنفيرهم
عن موالات وصيه وايحاشهم منه وصدهم عنه واغرائهم بعداوته والقصد
لتغيير الكتاب الذي جاء به واسقاط ما فيه من فضل ذوي الفضل وكفر ذوي الكفر منه
وممن وافقه على ظلمه وبغيه وشركه ولقد علم الله ذلك منهم فقال ان الذين يلحدون
في اياتنا لا يخفون علينا وقال يريدون ان يبدلوا كلام الله ولقد احضروا الكتاب

---

[١] چنانچہ اللہ تعالے نے اپنی نبی کو فرمایا ا[پ] پس صبر کر جسطرح صبر کیا اولو العزم نے رسولوں سے اور اسیطرح اوسکا وجوب ادا دیا اور اہل طاعت پر بسبب قول اللہ تعالے (البتہ تحقیق تمہاری لئی رسول میں اچھی پیروی ہے) پس اس جواب سے اس موضع میں جو کچہہ تو نے سنا کافی ہے کیونکہ تقیہ کا شرع ہونا اس سے زیادہ تصریح سے ردکتا ہے پہر حضرت علیہ السلام نے فرمایا اور جو کچہہ تو نے اوس خطاب کا ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اور منقصت اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے باوجود اسکے جو ظاہر کیا اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں اوسکے فضیلت سے تمام انبیا پر تحقیق اللہ عز وجل نے ہر نبی کے لئی مشرکین میں سے دشمن کئے ہیں جیسا اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بزرگی کے موافق اللہ کے نزدیک اسیطرح اوسکی محنت کے بڑائی اوسکے دشمن کے ساتھہ جو اس سے اسکی طرف پہرتی ہے اوسکی نفاق اور خلاف کے حال میں ہر تکلیف اور مشقت اوسکی نبوت کے دفع کرنے اور اوسکے جہٹلانے اور اوسکے برائیون میں کوشش کرنے اور اوسکی مضبوط کی ہوئی کے توڑنی سے اور نبی اور اپنی کفر اور عناد اور نفاق اور بے دینی پر اوسکے دعوی کے ابطال اور اوسکے ملت کی تغیر اور اوسکی سنت کے مخالفت اوسکو توجہ کردیا اور کوئی اوسکے مکر کے پورا ہونے میں اوس سے اور جو اوسکی ظلم اور بغاوت اور شرک میں اوس سے موافق ہوئی وصی کے دوستی سے لوگونکو نفرت دلانے اور اوس سے متوحش کرنے اور روکنے اور اوسکی عداوت پر اونکو بہڑکانے اور اوسکے قرآن کے جسکو وہ لیکر آیا تھا بدل کے قصد کرنے اور اوس میں سے بزرگی والونکی بزرگی اور کفار کے کفر کو ساقط کرنے سے زیادہ نہیں دیکھی اور یہہ اللہ نے بہی اونسی معلوم کرلیا تھا پس فرمایا۔

كملاً مشتملاً على التأويل والتنزيل والمحكم والمتشابه والناسخ والمنسوخ
لم يسقط منه حرف الف ولا لام فلما وقفوا على ما بيّنه الله من اسماء اهل
الحق والباطل وان ذلك ان ظهر نقض ما عقدوه قالوا لا حاجة لنا فيه نحن مستغنون
عنه بما عندنا ولذلك قال نبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا
فبئس ما يشترون ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم مما لا يعلمون
تاويله الى جمعه وتاليفه وتضمينه من تلقائهم ما يقيمون به دعائم كفرهم فصرخ
مناديهم من كان عنده شيء من القران فليأتنا به ووكلوا تاليفه ونظمه
الى بعض من وافقهم على معاداة اولياء الله عليهم السلام فالّفه على اختيارهم
وما يدل المتامل على اختلاف تمييزهم وافترائهم وتركوا منه ما قدّروا انه لهم
وهو عليهم وزادوا فيه ما ظهر تناكره وتنافره وعلم الله ان ذلك يظهر ويبين
فقال ذلك مبلغهم من العلم وانكشف لاهل الاستبصار عوارهم وافتراؤهم
والذي بدا في الكتاب من الازراء على النبي صلى الله عليه وآله من فرية الملحدين
ولذلك قال ليقولون منكرا من القول وزورا ويبيّن عزّ وجلّ ذكره لنبيه
صلى الله عليه وآله ما يحدثه عدوه في كتابه من بعده بقوله وما ارسلنا

ف تاویل اور تنزیل اور محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ پر مشتمل جس میں ایک حرف الف اور لام بھی ساقط نہیں ہوا تھا ... [illegible]

[illegible] پس پھینک دیا اوسکو اپنی پیٹھ کے پیچھے

اور بدلے اسکے قیمت تھوڑی پس برا ہی جو کچھ وہ خریدتے ہیں) پھر اونکو ایسے مسائل کے وارد ہونے سے جنکی تاویل نہیں جانتے تھے ... [illegible] ... جس کے پاس قرآن میں کا کچھ ہو وہ ہمارے پاس لے آوے اور اوسکی نظم و تالیف کو ایسے شخص کے سپرد کیا جو اولیاء اللہ کے دشمنی پر او نکے موافق تھا ... [illegible] ... اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر ہو جائیگا ... [illegible] ... اور جو کچھ کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ... [illegible] ... اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے ... [illegible] ... اوسکی کتاب میں اونکے پیچھے پیدا کریگا اپنی اس قول کے ساتھ ذکر فرماتا ہے۔ اور نہیں بھیجا ہم نے ۔۱۲۔

من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله
ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله اياته يعني انه ما من نبي تمنى مفارقة ما يعانيه من
نفاق قومه وعقوقهم والانتقال عنهم الى دار الاقامة الا القى الشيطان المعرض
بعداوته عند فقده في الكتاب الذي انزل عليه ذمه والقدح فيه والطعن
عليه فينسخ الله ذلك من قلوب المؤمنين فلا يقبله ولا يصغي اليه غير قلوب المنافقين
والجاهلين ويحكم الله اياته بان يحمي اولياءه من الضلال والعدوان ومشايعة
اهل الكفر والطغيان الذين لم يرض الله ان يجعلهم كالانعام حتى قال بل هم اضل سبيلا
فافهم هذا واعمل به وقال ع في هذا الحديث بعد ان بيّن تاويل بعض المتشابهات
وانما جعل الله تبارك وتعالى في كتابه هذه الرموز التي لا يعلمها غيره وغير انبيائه و
حججه في ارضه لعلمه بما يحدثه في كتابه المبدلون من اسقاط اسماء حججه منه
وتلبيسهم ذلك على الامة ليعينوهم على باطلهم فاثبت فيه الرموز واعمى قلوبهم
وابصارهم لما عليهم في تركها وترك غيرها من الخطاب الدال على ما احدثوه
فيه وجعل اهل الكتاب المقيمين به والعاملين بظاهره وباطنه من شجرة اصلها

ل۔ تجھسے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا ہوا کہ جب تمنا کرتا ہو ڈال دیتا ہے شیطان اوسکی آرزو میں پس منسوخ کرتا ہے اللہ اوسکو جو ڈالتا ہے شیطان پھر مستحکم کرتا ہے اللہ اپنی آیات کو) یعنے کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرتا ہو مفارقت اوسکی جو رنج اوٹھاتا ہے اپنی قوم کے نفاق اور اونکی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کیطرف اونسے انتقال کرنا مگر ڈال دیتا ہے شیطان جو اوسکی دشمنی کے تعرض کرنیوالا ہے اوسکی وفات کے وقت اوس کتاب میں جو اوسپر اوتری ہے اوسکی مذمت اور قدح اور اوسپر طعن کو پس اللہ تعالے اسکو مومنین کے دلوں میں منسوخ کرتا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کے دلونکے سوا اوس طرف متوجہ نہیں ہوتی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اسطرح کہ بچاتا ہے اپنی دوستونکو گمراہی اور زیادتے سے اور اہل کفر وسرکشی کے موافقت سے جنکے لیے اللہ تعالے نے یہہ بھی پسند نہ کیا کہ اونکو مثل چوپایونکی کرے بلکہ فرمایا (وہ اون سے بھی زیادہ گمراہ ہیں) پس اسکو خوب سمجھ لے اور اسپر عمل کر اور فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں بعد اسکے کہ بیان کیا بعض متشابہات کی تاویل کو اور اللہ تبارک وتعالے نے اپنی کتاب میں یہہ رموز جنکو اوسکی اور اوسکے انبیا اور اوسکی حجتوں کے سوا جو اوسکی زمین میں ہیں کوئی نہیں جانتا صرف اسلیے رکھیں کہ وہ اوسکا واقف تھا جو تحریف کرنے والے اوسکی حجتونکی نام ساقط کرکے اور امت پر اوسکو خلط کرکے بدعت کرینگے تاکہ اونکی باطل پر اعانت کرے پس اسلیے اوسمیں رموز رکھدیں اور اونکے دلوں اور آنکھونکو اندھا کردیا اسلیئے کہ اونپر اسکی اور اسکی غیر کے چھوڑنے میں خطاب سے ہے جو اونکی قرآن میں احداث کرنے پر دال ہے اور نیز کتاب والے اوسکو قائم کرنے والے اور اوسکے ظاہر وباطن پر عمل کرنے والے اوس درخت سے جسکی جڑ ثابت ہے ۱۲

ثابت[1] وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها اي يظهر مثل هذا العلم لمحتمليه في الوقت بعد الوقت وجعل اعدائها اهل الشجرة الملعونة الذين حاولوا اطفاء نور الله بافواههم فابى الله الا ان يتم نوره ولو علم المنافقون لعنهم الله ما عليهم من ترك هذه الآيات التي بينت لك تاويلها لاسقطوها مع ما اسقطوا منه ولكن الله تبارك اسمه ماض حكمه بايجاب الحجة على خلقه كما قال فلله الحجة البالغة اغشى ابصارهم وجعل على قلوبهم اكنة عن تامل ذلك فتركوه بحاله وحجبوا عن تاكيد الملتبس بابطاله فالسعداء يتنبهون عليه والاشقياء يعمون عنه ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور ثم ان الله جل ذكره بسعة رحمته ورأفته بخلقه وعلمه بما يحدثه المبدلون من تغيير كتابه قسم كلامه ثلثة اقسام فجعل قسما منه يعرفه العالم والجاهل وقسما لا يعرفه الا من صفا ذهنه ولطف حسه وصح تمييزه ممن شرح الله صدره للاسلام وقسما لا يعرفه الا الله وامناؤه والراسخون في العلم وانما فعل ذلك لئلا يدعي اهل الباطل من المستولين على ميراث رسول الله صلى الله عليه وآله من علم الكتاب ما لم يجعله الله لهم وليقودهم الاضطرار الى الائتمار

---

[1] اور اوسکی شاخ آسمان میں ہے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم متحملین کو وقتاً فوقتاً اور اوسکے دشمن شجرہ ملعونہ والوں کو ٹھہرایا جنہوں نے اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھانے کا قصد کیا۔ پس اللہ نے انکار کیا سوا اسکے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین لعین اوس نقصان کو جو اون پر ان آیات کے چھوڑنے سے جنکی میں نے تم سے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے تو اون کے ساتھ جنکو قرآن میں سے نکال دیا ہے انکو بھی نکال ڈالتے لیکن اللہ تعالے کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم کرنیکا جاری ہے چنانچہ فرمایا (اللہ کے لیے پوری حجت ہے) اونکی آنکھوں کو ڈھانک دیا اور اونکے دلوں پر پردہ ڈال دیا اسمیں تامل کرنے سے پس اسکو اپنی حال پر چھوڑ دیا اور اپنے ابطال کے ساتھ ملتبس کے تاکید کرنے سے روکے گئے پس نیک بخت اوس پر متنبہ ہوتے ہیں اور بدبخت اوس سے اندھے ہوتے ہیں اور جسکے لیے خدا نے نور نہیں کیا اوسکے لیے کچھ نور نہیں ہے پھر اللہ تعالے نے بسبب وسعت رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ مہربانی کے اور بسبب جاننے کے انکو جو تغیر کرنیوالے احداث کرینگے اوسکی کتاب کے تغیر سے اپنی کلام کو تین قسم پر منقسم کیا ایک قسم اوسمیں سے وہ کی جسکو عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم کہ جسکو سوا اسکے جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو اونمیں سے جنکا اللہ نے اسلام کے لیے سینہ کھول دیا ہے نہیں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ ہے جسکو سوا اللہ تعالے اور اوسکے امانت داروں اور راسخین فی العلم کے دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ اسلیے کیا تاکہ اہل باطل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میراث علم پر مستولی ہوگئے ہیں ویسا دعوی نہ کریں جسکو اللہ نے اونکے لیے نہیں کیا ہے ۱۲

لمن والاه امرهم فاستکبر واعز طاعته تعززا وافترآء علی الله عز وجل واغترارا

بکثرة من ظاهرهم وعاونهم وعاند الله جل اسمه ورسوله فاما ما علمه الجاهل والعالم

من فضل رسول الله صلی الله علیه وآله من کتاب الله فهو قول الله سبحانه من یطع الرسول فقد اطاع الله

وقوله ان الله وملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه

وسلموا تسلیما ولهذه الآیة ظاهر وباطن فالظاهر قوله صلوا علیه والباطن قوله

وسلموا تسلیما ای سلموا لمن وصاه واستخلفه علیکم فضله وما عهد به الیه تسلیما و

هذا مما اخبرتك انه لا یعلم تاویله الا من لطف حسه وصفا ذهنه وصح تمیزه

وکذلك قوله سلام علی آل یسین لان الله سمی النبی صلی الله علیه وآله بهذا

الاسم حیث قال یس والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین لعلمه بانهم یسقطون

قول سلام علی محمد کما اسقطوا غیره وما زال رسول الله صلی الله علیه وآله یتالفهم ویقربهم ویجلسهم

عن یمینه وشماله حتی اذن الله عز وجل له فی ابعادهم بقوله واهجرهم هجرا جمیلا

وبقوله فما للذین کفروا قبلك مهطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع

کل امرئ منهم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناهم مما یعلمون قال واما ظهورك

سلہ اور تاکہ اونکو اپنی ولی امر کے فرمانبرداری کیطرف جنکی طاعت سے بسبب بڑائی کے اور اللہ تعالے پر افترا کے اور اپنی مددگارون اور معاونون اور خدا اور رسول کے دشمنونکی کثرت پر دہوکہ کہا کے تکبر کیا ہے اضطرار کہینچی۔ لیکن وہ جنکو عالم اور جاہل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجہہ سکی وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قولہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو قولہ صلوا علیہ ہے اور باطن قولہ وسلموا تسلیما ہے یعنے تسلیم کرو اوسکے لیے جسکو انہون وصی اور خلیفہ بنایا ہے اوسکی بزرگی کو اور جو کچہہ اوسکی طرف معہود کیا ہے تسلیم کرنا اور یہہ اوس قسم سے ہے جسکی مین نے تجہکو خبر دی کہ اوسکی تاویل بجز اوسکے جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو نہین جان سکتا۔ اور اسیطرح قولہ سلام علی آل یاسین کیونکہ اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس نام کے ساتہہ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اسلیے کہ وہ جانتا تہا کہ وہ سلام علی محمد کو نکال دینگے جسطرح دوسرے اسمونکو نکال ڈالا اور ہمیشہ رسول اللہ اونکی تالیف کرتے رہتے اور مقرب بناتے رہے اور اپنے دہنے بائین بٹہاتے رہے یہانتک کہ اپنی قول کے ساتہہ واہجرہم ہجرا جمیلا اور اپنے اس قول سے فما للذین کفروا قبلک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناہم مما یعلمون۔ اونکے دور کرنے کا اذن فرمایا اور اس قول کے ۲ الخ

علی منا کر قولہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء ولیس
یشبہ القسط فی الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فہو مما قدمت ذکرہ من اسقاط
المنافقین من القرآن وبین القول فی الیتمی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص
اکثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبهه مما ظهرت حوادث المنافقین فیه لاهل النظر
والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الی القدح فی القرآن
ولو شرحت لک کل ما اسقط وحرف وبدل مما یجری هذا المجری لطال وظهر ما
تحظر التقیہ اظہارہ من مناقب الاولیاء ومثالب الاعداء - انتہی یہانتک جتنی روایات
نقل کی گئے اونسے اجمالا بدلالت مطابقی قرآن مجید مین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہ بھی نقل
کرون جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتون اور آیتون مین تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ
بندہ کے پاس بحمد اللہ وہ رسالہ بھی موجود ہے جسمین مفصل ہر ایک سورۃ کی تحریفات من اولہ الی آخرہ
درج ہین بلکہ علاوہ معمولی سورتون کے دو سورتین ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایۃ جو تمامہ
قرآن مین سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوب نے کتاب المثالب مین لکھین ہین اور ہمین
ہما مذکور ہین اور ہم مفصل عرض کرسکتے ہین چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اسطرح ہو بسم اللہ
الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا امنوا بالنورین الذین انزلناہما یتلوان علیکم

ملہ یہ ربط ہو سے پر پوری اطلاع فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء اور قسط
فی الیتامی عورتونکی نکاح سے شباہت نہین رکہتا اور نہ سب عورتین یتیم ہین پس وہ اس قسم سے ہے
جسکو قرآن میں سے منافقین کے نکال دینے کا پہلے ذکر کرچکا ہوں اور درمیان یتامی کے باب مین قول
اور درمیان نکاح عورتون کے خطاب اور قصوں سے تہائی قرآن سے زیادہ ہے اور یہ اور جو اسکے مشابہ ہیں اس قسم سے ہے
جسمین منافقین کے احداثات اہل نظر اور تامل کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والونکا
قرآن مین اعتراض کرنیکا رستہ پایا اور اگر مین تمام وہ بیان کرون جو نکالا گیا ہے اور تحریف و تبدیل کیا گیا
جو اسکے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جسکے اظہار کو دوستون کے مناقب اور دشمنون کے مثالب سے
تقیہ باز رکہتا ہے وہ ظاہر ہو جاوے - ۱۲

ایاتی ویحذرانکم عذاب یوم عظیم نوران بعضها من بعض وانا السمیع العلیم
ان الذین یوفون بعهد الله ورسوله فی الدلهم جنات نعیم والذین یکفرون من
بعد ما امنوا ینقضهم میثاقهم وما عاهدهم الرسول علیه یقذفون فی الجحیم
ظلموا انفسهم وعصوا الوصی اولئک یسقون من حمیم - الی الخر آتاب اور سورۃ
الولایہ کے ابتدائی فقرات یہ ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین
امنوا امنوا بالنبی والولی الذین بعثناهما یهدیانکم الی صراط مستقیم نبی وولی
بعضهما من بعض وانا العلیم الخبیر الذین یوفون بعهد الله لهم جنات النعیم
الی آخر الهفوات لیکن چونکہ اندیشہ تطویل واستسلام یا وجہ رہا ہے اسلیے صرف اسی قدر قلیل پر
اکتفا کرتا ہون جو صاحب صافی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور جو روایات کہ تفسیر صافی سے نقل
ہو چکی ہین مفسر صاحب بعد نقل روایات لکھتے ہین - اقول[1] المستفاد من جمیع هذه الاخبار
وغیرها من الروایات من طریق اهل البیت علیهم السلام ان القرآن الذی
بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل علی محمد بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه
ما هو مغیر محرف وانه قد حذف عنه اشیاء کثیرة منها اسم علی علیه السلام فی
کثیر من المواضع ومنها لفظة آل محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضعها ومنها
غیر ذلک وانه لیس ایضا علی الترتیب المرضی عند الله وعند رسوله وبه قال علی
بن ابراهیم قال فی تفسیره واما ما کان خلاف ما انزل الله فهو قوله تع کنتم خیر امة

[1] مین کہتا ہون کہ ان احادیث سے اور سوائی انکی اون روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہین - یہ حاصل ہوا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہ پورا نہین جسطرح کہ محمد پر نازل ہوا تہا بلکہ اسمین وہ جو مخالف ہے اوسکی جو اللہ نے نازل کیا اور اس مین تحریف تغیر کیا ہوا ہے اور اسمین سے بہت سی اشیا نکالی گئی ہین علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا - لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئی وغیرہ وغیرہ اور یہ خدا و رسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہین + علی بن ابراہیم نے اپنے تفسیر مین کہا ہے اور لیکن جو خلاف نزول کے ہے وہ یہ ہے قولہ تعالیٰ - کنتم خیر امۃ ۱۲ -

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون بالله تعالیٰ ل
ابوعبدالله علیه السلام لقاری هذه الآیة خیر امة تقتلون امیرالمومنین والحسین
ابن علی فقیل له فکیف نزلت یابن رسول الله فقال انما نزلت خیر ائمة اخرجت للناس
الا تری مدح الله لهم فی اخر الآیة تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون بالله
ومثله انه قرئت علی ابی عبدالله الذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا
قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما فقال ابوعبدالله علیه السلام لقد سالوا
الله عظیما ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یابن رسول الله کیف نزلت فقال
انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما وقوله له معقبات من بین یدیه ومن خلفه
یحفظونه من امر الله فقال ابوعبدالله علیه السلام کیف یحفظ الشیٔ من امر الله
وکیف یکون المعقب من بین یدیه فقیل له وکیف ذلک یابن رسول الله فقال انما
انزلت له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله ومثله
کثیر قال واما ما هو محذوف عنه فهو قوله لکن الله یشهد بما انزل الیک فی علی
کذا انزلت انزله بعلمه والملائکة یشهدون وقوله یا ایها الرسول بلغ ما انزل

ل اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ۔ ابوعبداللہ نے اس آیت کے پڑھنے والے کو فرمایا کہ امیرالمومنین اور
حسین بن علی کو قتل کرو اور بہتر امت ہو کسی نے عرض کیا تو پھر یہ آیت کیونکر نازل ہوئی اے رسول اللہ کے فرزند فرمایا درست اسطرح نازل ہوئی
خیر ائمۃ اخرجت للناس کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ نے آخر آیت میں انکی مدح کی ہے کہ بھلائی کا حکم کرتے ہو برائی سے
روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسکی مثل یہ ہے کہ کسی نے امام ابوعبداللہ کے روبرو پڑھا الذین یقولون ربنا ہب لنا من
ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ امام ابوعبداللہ نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا یہ کہ
انکو متقیوں کا امام بنا دے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند تو یہ آیت کیونکر نازل ہوئی فرمایا یہ اسطرح نازل ہوئی ہے
واجعل لنا من المتقین اماما۔ اور قول اللہ تعالیٰ له معقبات من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر اللہ ابوعبداللہ نے فرمایا آیا امر
الٰہی کی چیز کی حفاظت ہوتی ہے اور معقب سامنے کیونکر ہوتا ہے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند یہ کیونکر ہو فرمایا
یہ اسطرح نازل ہوئی ہے۔ له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر اللہ اور مثل اسکی بہت سے
اور اسمیں جو محذوف ہے وہ قول تعالیٰ ہے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی۔ اسیطرح نازل ہوئی ہے اور قول
حق تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل ۔۔۔

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته وقوله ان الذین کفروا
وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد
حقهم ای منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت ومثله
کثیر نذکره فی مواضعه قال واما التقدیم والتاخیر فان آیة عدة النساء الناسخة
التی اربعة اشهر وعشر قدمت علی المنسوخة التی هی سنة وکان یجب ان یقرأ المنسوخة
التی نزلت قبل ثم الناسخة التی بعد وقوله افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد
منه ومن قبله کتاب موسی اماما ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد منه اماما
ورحمة ومن قبله کتاب موسی وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا
وانما هو نحیی ونموت لان الدهریة لم یقروا بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحیی و
نموت فقدموا حرفا علی حرف ومثله کثیر قال واما الآیات التی هی فی سورة وتمامها
فی سورة اخری فقول موسی تستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مصرا
فان لکم ما سألتم فقالوا یا موسی ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی
یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون ونصف الآیة فی سورة البقرة ونصفها

له الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته اور قوله تعالی ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ای
منقلب ینقلبون اور قوله تعالی تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت - اور مثل اسکی بہت ہی او سکو اسکی
جگہ ذکر کرینگے اور لیکن تقدیم اور تاخیر پس تحقیق عورتونکی عدت دس دن چار مہینے کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ
پر مقدم کی گئی ہے جسمین سال بہر عدت ہے اور واجب تہا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑہی جاوے پہر
ناسخہ جو پیچہے ہے اور قوله تعالی افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسی اماما
ورحمة اور حقیقت مین اسطرح ہے ویتلوه شاهد منه اماما ورحمة ومن قبله کتاب موسی اور قوله تعالی وما هی الا حیوتنا
الدنیا نموت ونحیی اور حقیقت مین اسطرح تہا نحیی ونموت - کیونکہ دہریون نے مرنے کے بعد اونہی کا اقرار نہین کیا تہا
اور صرف وہ کہتے تہی کہ ہم زندہ رہینگے اور مرجاوینگے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کردیا اور اسکی مثل بہت ہے
فرمایا اور وہ آیتین جو خود ایک سورة مین واقع ہین اور اونکا تتمہ دوسری سورة مین ہے پس حضرت موسی کا قول
أتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مصرا فان لکم ما سألتم اسکے جواب مین بنی اسرائیل نے کہا یا موسی
ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون - آدہی آیت سورہ بقرہ اور آدہی ۱۲

فی سورۃ المائدۃ وقولہ اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرۃ واصیلا فرد اللہ علیہم

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون

فنصف الآیۃ فی سورۃ الفرقان ونصفہا فی سورۃ العنکبوت ومثلہ کثیر انتہی

کلامہ علاوہ اسکے تفسیر آیات میں اس قسم کے بہت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نحل میں ہے وفی الکافی

عنہ (عن الصادق) انہ قراء ان تکون ائمۃ ہی ازکی من ائمتکم فقیل اما تقراءہا

امۃ ہی اربی من امۃ وما اربی ویحک وطرحہا سورۃ واقعہ میں ہے القمی عن الصادق انہ قراء

وطلع منضود قال بعضہ لبعض وفی المجمع روت العامۃ عن علی انہ قراء رجل عندہ

وطلح منضود فقال ما شان الطلح انما ہو وطلع کقولہ ونخل طلعہا ہضیم فقیل لہ الا

تغیرہ فقال ان القرآن لا یہاج الیوم ولا یحرک ورواہ عنہ ابنہ الحسن وقیس بن سعد

ورواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ وطلح منضود قال لا وطلع منضود

علاوہ انکے صدہا روایات ہیں جو اثبات تحریف وابطال دعاوی عجیب پر ادل دلیل ہیں۔ اور جسقدر روایات

واحادیث ثبوت تحریف میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں ادہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اگر اونپر تفصیل کے ساتھ

بحث کیجاوے تو خوف تطویل دامنگیر ہے۔ بلکہ یہہ رسالہ شرح مطالب کو بہی متحمل نہیں ہے اسلیے صرف

اسی قدر گذارش پر اکتفا کیجاتی ہے کہ روایات مذکورہ سے مثل روز روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیعہ

بتواتر قطعًا ثابت ہوا۔ اور فاضل مجیب کا دعوی کہ کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہے

لے آیت سورہ مائدہ میں ہے اور قولہ تعالے اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرہ واصیلا۔ پس اللہ تعالی نے اونپر رد کردیا وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ آدہی آیت سورہ فرقان میں ہے اور آدہی سورہ عنکبوت میں ہے اور اس جیسا بہت ہے۔ ۱۲ سے اور کافی میں امام صادق ؑ سے مروی ہے کہ آپ نے پڑہا۔ آن تکون ائمۃ ہی ازکی من ائمتکم کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اسطرح پڑہتے ہیں۔ امۃ ہی اربی من امۃ تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے اوسکو ڈالدیا۔ قمی نے صادق ؑ سے روایت کیا ہے وطلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔ مجمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آپکے سامنے پڑہا وطلح منضود آپ نے فرمایا طلح کیا حال ہے یہہ تو صرف وطلع ہے جیسا قولہ تعالے ونخل طلعہا ہضیم کسی نے عرض کیا پہر آپ اسکو بدل نہیں دیتے فرمایا اب قرآن ہلایا جاتا اور نہ جنبش دیا جا سکتا ہے اور اسکو آپ سے روایت کیا ہے آپکے فرزند حسن ؑ نے اور قیس بن سعد نے اور ہمارے اصحاب نے اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ میں ابو عبد اللہ سے کہا وطلح منضود فرمایا نہیں۔ طلع منضود

جس سے بغیر سیاق عبارت یہہ مراد ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیع ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے
کہ اجماع کا انعقاد کسی حکم پر جبتک کہ پہلے اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اور اوسکے لیے کوئی
اصل نہو نہین ہو سکتا - اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہون تو اس صورت مین خلاف
دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہوگا تو وہ ایسا ہوگا جیسا نصاری کا اجماع
اسپر کہ عیسی بن مریم ابن اللہ ہین - اور ہرگز یہہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایاتکو
جو عنوانات مختلفہ کے ساتھہ مختلف ائمہ سے مختلف رواۃ نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
اور افترا اور بہتان سمجھا جاوے تو یہہ کذب و افترا کسکی طرف منسوب ہوگا جناب ائمہ باوجود عصمت کے
بطور تقیہ جھوٹ فرما سکتے ہین لیکن ان روایات مین تقیہ کی گنجائش نہین بلکہ ان کا اظہار خلاف
تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت مین یہہ کذب ائمہ کیطرف کیونکر نسبت
کیا جائے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افترا سے اونہین کے پاک و انکو
ملوث فرماتے - اور رواۃ اگر ایک دو ہوتی یا ضعفا و مجاہیل و کذاب و ضباع ہوتی تو البتہ مضائقہ
نہتھا کہ یہہ کذب اونہین کے نامہ اعمال مین سمجھا جاتا - لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر التعداد نے روایت
کی ہے علی الخصوص انہین سے ایک ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اونکے اوستاد علی بن
ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین ہین تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض
انکی پائی نہین جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہو سکتی ہے
تو ایسی صورت مین کذب رواۃ ہرگز قرین قیاس نہین بلکہ بداہتہً معلوم ہوتا ہے کہ انکی رواۃ عدول
و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اوسیطرح روایت کر دیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جھوٹا بنائین یہہ بھی
بعید از انصاف ہی اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہین رہا جو جھوٹ کا رستہ ہو مگر یہہ کہ تمام رواۃ نے
عن آخرہم خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے بغض و عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہوکر اپنی اسلام
مین یہہ رخنہ ڈالا اور یہہ افترا و بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھون آپ برباد
کر دیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا یخربون بیوتہم بایدیھم وایدی المومنین فاعتبروا

یا اولی الابصار اسکا قائل ہونا عین سنی ہے۔ غرض روایات مذکورہ سے کلام مجید مین تحریف کا
خلفاء و صحابہ کیطرف سے واقع ہونا متواتر المعنے ثابت ہوگیا اب اسکے بعد ہمکو کچھ ضرورت نہین تھی کہ ہم اپنے
فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے یہہ ثابت کرین کہ اکابر و اعاظم متشیعین کا مذہب ہے کہ قرآن
شریف مین تحریف ہوئی اور بعض متاخرین نے بھی تصریح کی ہے اور اسیلئے قرآن مجید کو اپنے معاملہ
مین قابل حجت و استدلال نہین سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المعنے ثابت ہو گیا
اور اوسمین کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسے امر کا انکار فے الحقیقت ائمہ
ائمہ کا انکار ہے جسکو ہمارے فاضل مخاطب کفر و الحاد اعتقاد فرماتے ہونگے لیکن چونکہ ہماری
حضرت مخاطب کو اسکیطرف تعطش نا قابل الوصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھہ انکا انکار ہے
اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب بیان کرکے قوت و ترجیح اصول و قواعد سلیمہ
تحریر کرین پس اسکی لئے بہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہین ہے اوسی تفسیر صافی کا مقدمہ
سادسہ آخر سے ملاحظہ فرماوین وہ لکھتے ہین۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک[1]
فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكليني طاب ثراه انه كان يعتقد التحريف
والنقصان في القرآن لانه روى روايات في هذا المعنى في كتابه الكافي ولم يتعرض لقدح فيها مع
انه ذكر في اول الكتاب انه يثق بما رواه فيه وكذلك استاذه علي بن ابراهيم القمي فان
تفسيره مملوء منه وله غلو فيه وكذلك الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي قدس سره فانه ايضا
نسج على منوالهما في كتاب الاحتجاج اما الشيخ ابو علي الطبرسي فانه قال في مجمع البيان اما الزيادة

[1] اور لیکن ہمارے مشائخ رحمہم اللہ کا اعتقاد ظاہر ہے محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ قرآن میں تحریف و نقصان
معتقد تھا کیونکہ اوسی اس باب میں اپنی کتاب کافی میں بہت سی روایتیں روایت کی ہیں اور ان میں قدح سے تعرض نہیں کیا اور باوجود یہہ
شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ ان روایتوں پر جو اس میں روایت کی ہیں اعتماد کرتا ہے اور ایسیطرح اوسکا اوستاد علی بن ابراہیم
قمی اوسکی تفسیر اس سے بہری ہوئی ہے اور اوسکو اس میں نہایت غلو ہے اور ایسیطرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی قدس سرہ نے بہی
کتاب احتجاج میں انہی دونوں کی طرز پر چلا ہے لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس اوس نے مجمع البیان میں کہا ہے الخ۔

له فيه فمجمع على بطلانه واما النقصان فيه فقد روى جماعة من اصحابنا وقوم من حشوية
العامة ان في القران تغييرا ونقصانا والصحيح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذي
نصره المرتضى ره واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء في جواب المسائل الطرابلسيات وذكر
في مواضع ان العلم بصحة نقل القران كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع
العظام والكتب المشهورة واشعار العرب المسطورة فان العناية اشتدت والدواعي
توفرت على نقله وحراسته وبلغت حد لم يبلغه فيما ذكرناه لان القران معجز النبوة
ومأخذ العلوم الشرعية والاحكام الدينية وعلماء المسلمين قد بلغوا في حفظه
وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شيء اختلف فيه من اعرابه وقرائته وحروفه واياته فكيف يجوز
ان يكون مغيرا او منقوصا مع العناية الصادقة والضبط الشديد وقال ايضا
قدس الله روحه ان العلم بتفصيل القران وابعاضه في صحة نقله كالعلم بجملته وجرى
ذلك مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزني فان اهل العناية
بهذا الشان يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو ان مدخلا ادخل في كتاب
سيبويه بابا في النحو ليس من الكتاب لعرف وميز وعلم انها ملحق وليس من اصل الكتاب

له کہ قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کمی کا ہونا پس ہماری اصحاب میں سے ایک جماعت نے اور حشویہ عامہ میں سے ایک قوم نے روایت کیا ہے کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہہ ہے کہ ہماری اصحاب کا مذہب اسکے خلاف ہے اور اسکی مرتضی نے بھی نصرت کی ہے اور جواب مسائل طرابلسیات میں کلام کو غایت درجہ استیفا پر پہنچایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم مثل علم شہروں اور بہت بڑے حوادث اور وقائع اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکھی ہوئی شعروں کی ہے پس تحقیق اوسکی نقل و حفاظت پر توجہ شدید اور دواعی وافر ہیں اور اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ امور مذکورہ اس حد کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام اوسکی حفظ و حمایت میں غایت درجہ کو پہنچ چکے یہانتک کہ اوسکی ہر ایک شی مختلف فیہ کو اعراب اور قرات اور حروف اور آیات کو پہچان لیا تو باوجود اس سچی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکر ممکن ہے کہ بدلا ہوا یا کم کیا ہوا ہو۔ اور نیز مرتضی قدس روحہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور اجزاء کا علم صحت نقل میں اوسکی مجموعہ کے برابر ہے اور یہہ بمنزلہ اوسکی ہے جو کتب مصنفہ سے بداہتہ معلوم ہے مثل سیبویہ اور مزنی کی کتاب کے کیونکہ اس فن کے توجہ والے جسقدر اوسکی جملے کو جانتے ہیں اوسیقدر اوسکی تفصیل سے واقف ہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص نحو کا کوئی ایسا باب کتاب میں بڑہا دے جو اوسمیں نہو تو صاف پہچانا جائیگا اور جدا ہوگا اور معلوم ہوگا کہ یہہ ملحق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۲

وكذلك القول في كتاب المزني ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وضبطه اصدق من
العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر ايضا ان القرآن كان على عهد
رسول الله مجموعا مولفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان
يدرس ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة في حفظهم له و
انه كان يعرض على النبي ويتلى عليه وان جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
وابي بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بادنى تامل
على انه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية
والحشوية لا يعتد بخلافهم فان الخلاف في ذلك مضاف الى قوم من اصحاب الحديث
نقلوا اخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته
اس سے پہلے کہ میں خود اس لغو تاویل کے جو بمعارضہ روایات صحیحہ کے فرمائی ہے تغلیط کروں مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ جو اسکی تغلیط صاحب صافی نے کی ہے نقل کروں اور بعد اوسکے پھر گذارش کرونگا کہ اصول
شیعہ کے موافق حق کیا ہے اور راجح کسکا قول ہے اب صرف مفسر صافی کی تحقیق سن لیجیے وہ
فرماتے ہیں۔ اقول لقائل ان يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن
وحراسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدلين للوصية

لہ اور اسیطرح مزنی کی کتاب میں بھی کہا جا سکتا ہے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل پر توجہ اور اوسکا ضبط سیبویہ کی کتاب
و سوا کے دیوانوں کے ضبط سے زیادہ سچے ہیں اور نیز ذکر کیا ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق جو نقل
مجموع تھا جیسا اب ہے اور اس پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اوس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدریس میں لگی ہوتی تھی یہاں تک
کہ صحابہ میں سے ایک جماعت اوسکی حفظ کے لیے مقرر ہوئی اور حضرت کے روبرو پیش ہوتا تھا اور آپ پر پڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے
ایک جماعت نے مثل عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے بہت سے ختم آپکو سنائے اور یہ ادنی تامل
کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجموع مرتب تھا پراگندہ نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امامیہ اور حشویہ
مخالف ہوئے ہیں اونکا خلاف معتبر نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف محدثین میں سے ایک قوم کیطرف منسوب ہے جنھوں نے
صحیح سمجھکر ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں اور ان جیسی روایات کے ساتھ ایسے امر سے نہیں رجوع کیا جاتا جسکی صحت یقینی ہے
لہ میں کہتا ہوں کہ معترض کو گنجائش ہے کہ کہے جیسے مومنین کیطرف سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی وافر تھے
اسیطرح منافقوں وصیت کے بدلنے والوں ۔۔۔

المغيرين للخلافة لتضمنه ما يضاد رايهم وهواهم والتغير فيه ان وقع فانما وقع[1]
قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط الشديد انما
كان بعد ذلك فلا تنافي بينهما بل لقائل ان يقول انه ما تغير في نفسه وانما
التغير في ما بهم اياه وتلفظهم به فانهم ما حرفوا الا عند نسخهم من الاصل وبقي
الاصل على ما هو عليه عند اهله وهم العلماء به فما هو عند العلماء ليس
بمحرف وانما المحرف ما اظهروه لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبي[2] على ما هو
عليه الآن فلم يثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نجوما وكان لا يتم الا بتمام
عمره واما درسه وختمه فانما كانوا يدرسون ويختمون ما كان عندهم منه
لا تمامه — اسکے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کرکے اوسکا ابطال وتغلیط کرتا ہی
اسلیے اوسکو بہی نقل کردون تاکہ ہماری فاضل محبت کیے ولمین حسرت نرہ جاوے — وقال[2] شيخنا
الصدوق رئيس المحدثين محمد بن علي بن بابويه القمي طيب الله ثراه في
اعتقاداته اعتقادنا ان القران الذي انزله الله على نبيه هو ما بين الدفتين
وما في ايدي الناس ليس اكثر من ذلك قال ومن نسب الينا انا نقول انه

---

[1] خلافت کے اوٹہنی والون کے طرفسے قرآن کے تحریف پر دواعی وافر ہتی کیونکہ قرآن اونکی رائی اور خواہش کے مخالف کو متضمن تہا اور اگر اوسمین تحریف واقع ہوئی ہے تو شہر مین پہیلنے اور جس ترتیب پر اب ہے اس پر مستقر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی اور ضبط شدید بہی صرف اسکے بعد ہی تہا تو اسمین باہم کچہہ منافات نہین ہی۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن مین کچہہ تغیر نہین ہوا تغیر صرف اونکے لکہنے مین اور پڑہنے مین ہوا ہے۔ کیونکہ اوہنون نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے وقت اوسمین کی ہے اور اصل جیسا تہا ویسا ہی اوسکی اہل کے پاس موجود ہے اور وہ علما ہین تو جو علماء کے پاس ہے وہ محرف نہین ہے محرف صرف وہ ہے جو اوہنون نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اسکے موافق جیسا اب ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد مین مجموع ہونا ثابت نہین ہوا اور اوسوقت کیونکر مجموع ہوسکتا ہے ٹکڑی ٹکڑے ہوکر نازل ہوتا تہا اور حضرت کی عمر شریف کے تمام ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اوسیقدر کا تہا جسقدر اونکے پاس تہا نہ تمام کا،

[2] اور ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثراہ نے اپنے اعتقادات مین کہا ہے ہمارا اعتقاد یہہ ہے کہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے جو دفتین اور لوگون کے ہاتہو مین ہے اس سے زیادہ نہین اور جو ہماری طرف منسوب کرے کہ ہم قائل ہین ۱۲—

الکثر من ذلک فهو کاذب وقال شیخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسی رحمة الله
علیه فی تبیانه واما الکلام فی زیادته ونقصانه فمما لا یلیق به لان الزیادة
فیه مجمع علی بطلانه والنقصان منه فالظاهر ایضا من مذهب المسلمین خلافه
وهو الالیق بالصحیح من مذهبنا وهو الذی نصره المرتضی ره وهو الظاهر فی الروایات
غیر انه رویت روایات کثیرة من جهة الخاصة والعامة بنقصان کثیر من آی القرآن ونقل
شیء منه من موضع الی موضع طریقها الآحاد التی لا توجب علما فالاولی الاعراض
عنها وترک التشاغل بها لانه یمکن تاویلها ولو صحت لما کان ذلک طعنا علی ما
هو موجود بین الدفتین فان ذلک معلوم صحته لا یعترضه احد من
الامة ولا یدفعه وروایاتنا متناصرة بالحث علی قرائته والتمسک بما فیه
ورد ما یرد من اختلاف الاخبار فی الفروع الیه وعرضها علیه فما وافقه عمل
علیه وما خالفه تجنب ولم یلتفت الیه وقد ورد عن النبی ص روایة لا یدفعها احد
انه قال انی مخلف فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا کتاب الله وعترتی
اهل بیتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وهذا یدل علی انه موجود فی کل عصر

ل کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے اور شیخ طوسی محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تبیان میں کہا ہے کہ
قرآن کے زیادتی و کمی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادتی کا باطل ہونا اتفاقی ہے اور کمی ہونا بھی ظاہراً تمام مسلمانوں کے
مذہب کے خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے لائق ہے اور اسکی مرتضی نے رہ بھی تائید کی ہے اور روایات سے بھی یہی ظاہر
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں شیعہ اور غیر شیعہ کے طریقہ سے بہت سے
روایات مروی ہوئی ہیں انکا طریق آحاد ہے جو مفید علم یقین کو نہیں ہو سکتا تو اولیٰ اعراض کرنا اور انمیں مشغولی ترک
کرنا اونسے ہے کیونکہ انکی تاویل ممکن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ طعن اسپر نہیں ہے جو اب بین الدفتین موجود ہے
کیونکہ اسکی صحت یقینی ہے امت میں سے اسپر کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہماری روایتیں اسکی قرأت پر برانگیختہ
کرنے کی اور اسکے ساتھ تمسک کے اور فروعی اختلاف احادیث اسکی طرف لوٹانے کے اور اسپر پیش کرنے کی باہم تائید کرتے ہیں
چنانچہ جو حدیث اسکے موافق ہوگی اوسپر عمل ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوگی اوس سے اجتناب ہوگا اور اسکی طرف التفات نہ ہوگا

لانه لا یجوز ان یامرنا بالتمسک بما لا نقدر علی التمسک به کما ان اهل البیت
ومن یجب اتباع قوله حاصل فی کل وقت واذا کان الموجود بیننا مجمعا علی صحته
فینبغی ان نشتغل بتفسیره وبیان معانیه وترک ما سواه یہانتک نقل کرکے علامہ صاحب
تفسیر صافی نے اسکی بہی تغلیط وتردید کردے اور فرمایا اقول[2] یکفی فی وجوده فی کل عصر وجوده
جمیعا کما انزل الله محفوظا عند اهله ووجود ما احتجنا الیه من عندنا وان لم
نقدر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک ولعل هذا
هو المراد من کلام الشیخ واما قوله ومن یجب اتباع قوله فالمراد به البصیر
بکلامهم فانه فی زمان غیبتهم قائم مقامهم لقولهم علیه السلام انظروا الی
من کان منکم قد روی حدیثنا ونظر فی حلالنا وحرامنا وعرف
احکامنا فاجعلوه بینکم حاکما فانی قد جعلته علیکم حاکما الحدیث انتهی کلامه
بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپکے شیخ صدوق اور شیخ مرتضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف
قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجح مذہب تشیع سے لکہا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپکے
بالکل غلط ہے قطع نظر اون دلائل سے جو کہ انکے مذہب کے بطلان مین صاحب صافی نے ذکر کی ہین
اور بہی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہین یعنی جسقدر روایات صحاح وحسان وقوع
تحریف پر دلالت کرتے ہین اگرچہ ہر ایک اونمین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اوسکی قدر
مشترک کو دیکہا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے

---

[1] کیونکہ ممکن نہین ہمکو ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جسکی تمسک پر ہمکو قدرت نہو چنانچہ اہلبیت اور جسکی قول کا اتباع
واجب ہی ہر وقت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہے تو اوسکی تفسیر اور بیان معانی مین مشغول ہونا اور اوسکی
ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے۔ [2] مین کہتا ہون کہ ہر زمانہ مین اوسکی وجود کی لیے تمامہ جیسا خدا نے نازل فرمایا اوسکی
اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے اگرچہ ہمکو باقی پر قدرت نہو
چنانچہ امام بہی اسیطرح ہے کیونکہ ثقلین اس باب مین برابر ہین اور شاید کلام شیخ سے یہی مراد ہو۔ اور قول اوسکا ومن
یجب اتباع قولہ۔ مراد اس سے اونکی کلام کا بصیر ہے کیونکہ وہ اونکی غیبت کے زمانہ مین اونکے قول کے اونکی قائم
مقام ہے۔ ہم مین سے جس نے ہماری حدیث روایت کے اور ہماری حلال اور حرام مین نظر کی اور ہماری احکام کو پہچانا اوسکو

تو یہہ متواتر المعنے ہو کر درجہ قطعیہ کو پہونچ چکا ہے اور مثل اون روایات کے جنکو علماء طائفہ نے متواتر المعنے تسلیم
کرلیا ہے ہوگیا ہے علامہ شہید ثانی معالم الاصول مین فرماتے ہین قد تکثر^{سلہ} الاخبار فی
الوقائع ویختلف لکن یشتمل کل واحد منها علی معنی مشترک بینها بجهة التضمن او الالتزام
فیحصل العلم بذلک القدر المشترک ویسمے المتواتر من جهة المعنی وذلک کوقائع
امیر المؤمنین فی حروبه من قتله فی غزاة بدر کذا وفعله فی احد کذا الی غیر ذلک بانه یدل
بالالتزام علی شجاعته وقد تواتر ذلک منه وان کان لا یبلغ شئ من تلک الجزئیات
درجة القطع - شہید ثانی کی اس شہادت سے صریح مستفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیرہ مین معنے
مشترک اگرچہ وہ بجہتہ التضمن یا الالتزام مدلول روایات ہو تاہم متواتر المعنے ہو کر مفید قطعیہ کو ہوگا پس
اگر روایات کثیرہ مین معنے مشترک مدلول روایات باعتبار مطابقہ ہوگا تو وہ اوسے بہہ ہے
کہ متواتر اللفظ ہو ورنہ اوسکے درجہ ہے کہ متواتر المعنے ہوگا - اب اگر وقوع تحریف کی روایات
کثیرہ کو تتبع کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ و سند احاد ہی لیکن مجموعہ مفید تواتر کو ہے اور ثبوت
وقائع امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدرجہا زائد ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا ولیت ثابت ہوا کیونکہ
وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اوسکے تواتر کے قرائن قاطعہ بھی دلالت کرتے ہین - ظاہر ہے
کہ بعد انتقال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ تشیع تمام صحابہ اہلبیت سے منحرف ہوگئے
اور اونکے حقوق غصب کرکے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت مین اپنے ترویج خلافت کے لیے
جسقدر کرین تہوڑا ہے پہر یہہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود اونہون نے ہی کرائی
اور اہلبیت مین سے کسیکو اوسمین شامل نہین کیا بلکہ جناب امیر نے اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو
ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرور خرابی کیگئی ہوگی اور اس سے

سلہ واقعات میں کبھی احادیث کثیرہ ہوتے ہین اور باہم مختلف ہوتے ہین لیکن انمین سے ہر ایک ایسے معنی پر جو باعتبار
تضمن یا التزام کے مشترک ہوتا ہے مشتمل ہوتے ہین تو اس قدر مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام متواتر
من جہتہ المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کے حرب کے واقعات کہ جنگ بدر میں فلان فلان کو مارا اور جنگ احد میں
فلان کام کیا وغیر ذلک تو یہہ التزاماً انکی شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ متواتر ہے اگرچہ ان جزئیات میں سے کوئی بھی یقین تک

ثابت ہوا کہ قرائن تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جسکا انکار آپ جانتے ہین کہ کیا حکم رکھتا ہے پس آپکے شیخ صدوق اور مرتضی اور طوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات اہل دین و دیانت من المتشیعین نہین ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپکے ثقۃ الاسلام کلینی اور اونکے اوستاد صاحب الالہام نے فرمایا ہے - سلمنا کہ یہہ روایات احادیہی تھی لیکن ہم کہتے ہین کہ جبکہ خبر واحد موید بالقرائن ہو تو اوسوقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے - اپنی شہید ثانی کی شہادت سنیے وخبر الواحد[۱] ہو ما لم یبلغ حد التواتر سواء کثرت رواتہ او قلت ولیس شانہ افادۃ العلم بنفسہ نعم قد یفیدہ بانضمام القراین الیہ ویزعم قوم انہ لا یفید وان انضمت الیہ القرائن والاصح الاول - پس اگر اسکو متواتر نہ مانین توبھی باوجود اخبار احاد ہونے کے بانضمام قرائن مفید قطع کو ہے توبھی مثل متواتر کے ہوا اور اوسکا انکار مثل انکار متواترات کے سمجھا جائیگا - اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا - دوسری یہہ کہ مرتضے کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کرکے تصریح کی ہے وہ یہہ کہ سید مرتضی عو ہولنا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہین ہے اور اپنے کمال دانشمندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہین حالانکہ سید کا یہہ خیال بالکل غلط اور پوچ تہا شہید ثانی نے معالم الاصول مین لکھا ہے قال العلامۃ[۲] فی النہایۃ اما الامامیۃ فالاخباریون منہم لم یعولوا فی اصول الدین وفروعہ الا علی اخبار الاحاد المرویۃ عن الائمۃ والاصولیون منہم کابی جعفر الطوسی وغیرہ وافقوا علی قبول خبر الواحد ولم ینکرہ سوی المرتضی واتباعہ لشبہۃ حصلت

ف۱ اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک نہ پہنچے خواہ راوی اوسکے بہت ہون یا نہو ہون اور یقین کا فائدہ دینا بنفسہ اوسکا کام نہین ہان اوسکے ساتھ قرائن کے انضمام سے کبھی یقین کا فائدہ دیتی ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود شمول قرائن کے بھی یقین کا فائدہ نہین دیتی ہے اور اول صحیح تر ہے ۱۲-

ف۲ علامہ نے نہایہ مین کہا ہے کہ امامیہ مین سے اخباریون نے تو اپنے اصول اور فروع دین مین بجز اخبار احاد کے جو ائمہ سے مروی ہین اور کسی پر اعتماد نہین کیا اور اونمین سے اصولی مثل ابوجعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے مین اونکی موافق ہوگئی اور بجز مرتضی اور اوسکے اتباع کے اور کسیکی انکا انکار نہین کیا اور یہہ بسبب ایک شبہہ کے تہا جو انکو پڑ گیا تہا ۱۲

لهم[ف١] وقد حكى المحقق عن الشيخ سلوك هذا الطريق في الاحتجاج للعمل بالاخبار المروية عن الائمة مصنفي اهليه وادعى الاجماع على ذلك اس سے صاف ثابت ہے کہ سید مرتضیٰ کا روایات احاد کے نسبت انکار صریح اونکی غلطی ہے اور آگے بہی اسکے تغلیط و تردید مین چار صفحہ کی قدر صرف کیے ہین اور ظاہر ہے کہ انکن فیہ مین ہی نفس تحریف ہی انکار اوسے غلطی سے ناشی ہے کیونکہ جگہ جگہ اپنی دلیل مین اخبار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا مستدل قرار دیتے ہین دربارہ نہین بیان کرتے کہ ان روایات مین کس وجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب صاع درمیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے - اور عبارات منقولہ سے ظاہر ہے کہ ابو علی طبرسی کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کی تردید اتباع و تقلید آپکے سید مرتضیٰ کے ہے اور وہ ہی بنا ر فاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے ابو علی طبرسی بہی فرماتے ہین وهو الذي نصره المرتضى اور طوسی صاحب بہی فرماتے ہین وهو الذي نصره المرتضى ہے جو کچہ دلائل ذکر کرتے ہین وہ قطع نظر اس سے کہ معارض روایات قطعیہ کو مین اسکی اصل اور لا طائل ہین کہ ادنے تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بداہۃ غلط معلوم ہوتے ہین - چنانچہ مفسر صاحب صافی نے انکو دو جملون مین باطل کر دیا ہے اور ان دلائل کو قطعیات و یقینیات سمجہنا آپکے محققین کی خوش فہمی ہے - رہی آپکے صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ کلینی اور انکی اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہین اور انکو جہوٹا بنا رہے ہین دلیل کوئی نہین بیان فرماتے بدون دلیل دعوی فرما رہے ہین دعوی بلا دلیل آپ ہی جانتے ہین مردود ہے پس بمقابلہ قائلین تحریف کے جنکا دعوی مع بینہ و برہان کے ہے بالکل لغو سمجہا جائیگا - اگر صدوق صاحب نے خلاف ائمہ اپنی غلطی سے کوئی خاص عقیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہین تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجہا جائیگا پہر اسپر طرفہ تماشا یہ کہ یہہ بہی آپکے صدوق صاحب فضائل مین جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کرتے ہین ایک بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے اخو الیہود کو خطاب کرکے فرمائی اوسمین حضرت کے وفات کے

ف١ اور محقق نے شیخ سے احتجاج مین اس رستہ پہ چلنا ائمہ کی احادیث مرویہ پر عمل کرنے کے سبب اونپر انحصار کر کے حکایت کیا ہے اور اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے ۱۲

قصہ مین مذکور ہے حملت نفسی علی الصبر عند وفاته بلزوم الصمت والاشتغال بما امرني من تجهيزه و تغسيله و تحنيطه وتكفينه والصلوٰة عليه ووضعه في حفرته وجمع كتاب الله وعهده الى خلقه لا يشغلني عن ذلك بادر دمعه ولا هائج زفرة کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھے کہ جب کتاب اللہ شایع و ذائع تہی اور وہ اندیشہ تحریف نہ تہا تو آپنے کیون اسقدر عجلت کے ساتھہ جمع فرمایا اور علاوہ اسکے اگر وہ اسکے مطابق ہے تو اسطرح کیون ائمہ کے پاس صندوق تقیہ مین مخفی طور پر پتہ چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہے تو صاف واضح کردیا اس قرآن مین تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اوس مین حضرت امیر نے معاذ اللہ تحریف فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر دال ہین مثبت ہین اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی ثابت پائی نہین جاتے اگر پائی جائیگی تو وہ بہی نافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو اسلیے دعویٰ منکرین تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جسقدر روایات مثبت تحریف مروی ہوئی ہین اونمین احتمال تقیہ بالکل منتفی ہے کیونکہ اوسوقت تحریف کسیکا مذہب نہین تہا جسکی رعایت کے وجہ سے تقیۃً ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جنکا شیخ طوسی اپنے استدلال مین حوالہ دیتے ہین اور اون روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہین جو حث علی التلاوۃ پر دلالت کرتے ہین تو یہہ بہی غلط ہے کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سلمنا کہ وہ یہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اوسکے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد ہوا ہوگا جب خلفا کے ساتھہ بیعت اور اونکی ساتھہ نشست و برخاست اور اونکے موافق خلاف واقع مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جسکے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مساغ نہین ہے تو اسکی تقیہ پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین مین کوئی

لے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت یعنی اپنے نفس کو سکوت کی لازم کرنے اور جسکا مجکو حکم فرمایا تہا (جنازہ کی تیار کرنے اور نہلانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑہنے اور قبر مین رکہنے اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کیطرف اوسکی وصیت کرنے سے) اوسمین مشغول ہونے کے ساتھہ صبر پر برانگیختہ کیا کہ جس سے کوئی جلدی نکلنے والا آنسو اور ہیجان ڈالا سانس نہ روکتا تہا ۱۲

کچھہ کہتا ہے کوئی کچھہ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھہ حسد و عداوت کی وجہ سے پہلے کینی بے سوچے سمجھے کچھہ فرمایا اور جب اوس حضرات نے دیکھا اور نجہ ابحاث اہلسنت مین گرفتار ہوکر خواب غفلت سے چونکے تو حواس باختہ ہوکر اور تو کچھہ نسوجھا اپنے بزرگونکی تکذیب کرنے لگے اور یہ نسمجھے کہ اہلسنت کب پیچھا چھوڑنے والے ہین ذلک شنگ نفی بہا فیح مستیدۃ کوئی آپکے شیوخ صدوق و سید مرتضی و طوسی و طبرسی اور اونکی اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل مجیب سے دریافت کرے کہ حضرت جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہوگئے تھے اور تمام صحابہ کو بشمول خلفاء اور اونکی اولیا و اتباع جنکا معاذ اللہ ایمان سرسری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے جنکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اسکی حفظ و حمایت مین غایت قصوی کو پہنچے ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھے جنہون نے یہانتک کوشش کی کہ قرآن کے اختلاف اعراب و قرأآت و حروف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے بتلا دو درحقیقت فرمادین کہ یہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہہ لوگ اعاظم اہلسنت تھے یا اکابر اہل تشیع اور یہہ حضرات وہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے یا کوئی اور دوسرے جنہون نے ایسے فنون مین قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و صیانت فرمائی پس اگر یہہ وہی لوگ ہین جنکو تم برا کہکر اپنے نامہ اعمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو اور سمجھو اور اپنے تشنیع سے باز آؤ اور یہہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تحریف کی نسبت فرماتے ہین لانہ یمکن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تبحر پر دال ہے نفس عدم امکان فرماکر چھوڑ گئے اور یہہ نصیب نہوا کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی نہی تو واجب تھا کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو جبکہ اب ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو اونکی اس مسئلہ مین مقلد ہین دریافت کرتے ہین کہ آپ ہی ان روایات کے تئین مشہور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کچھہ فرمادین اور اس ندامت کا بار طوسی صاحب کی گردن سے اوتارین۔ اب رہا یہہ کہ طبرسی اور طوسی

---

۱ اگرچہ تم چومہ ہیچ بوجہ مین ہو گئے ۱۲

صاحب یہہ فرماتے ہین کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہی - یہہ بہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم
ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اونکو تسلیم کرلیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونو اونکے نزدیک تسلیم
ہوئے قطع نظر اس سی بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے تو تحریف کچہہ زیادتی مین ہے تو منحصر
نہین بلکہ نقصان بہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر بہی تحریف ہے اس غلط بات سی کیا فائدہ حاصل
ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بہی تاہم مفید نہین ہان اس سے یہہ فائدہ ہوا کہ آپکے نزدیک
نقصان ثابت ہی لیکن اوسکو اپنے اور حشویہ کے روایات ٹہرانا چاہتی ہین - ہمکو بڑا افسوس اور
نہایت حیرت ہی کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا مصاحب اور شاگرد ہو
اور اوسکی تفسیر یا خود امام کے تفسیر سے ہو - اوسکی روایات کو اپنے وہمیات مہملہ سی باطل کرین
سچ ہے الغرض تو تثبت بکل حشیش رجال شیعہ مین سب سے اول حمد و صلواۃ کے بعد لکہا ہے
ل وبعد فہذہ رسالۃ فی معرفۃ مشائخ الشیعۃ تغمدہم اللّٰہ تعالیٰ بالرحمۃ منہم الشیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم
صاحب الامام الحسن العسکری ذو الفضل والافضال وہو صاحب التفسیر الذی فی فضل اہل البیت المستخرج من تفسیر الامام المذکور انتہی
پہر محمد بن یعقوب الکلینی بہی کچہہ مرتبہ مین کم نہین بلکہ زیادہ ہے غالباً اوسکی کتاب کافی امام
زمان پر پہی جا چکی ہی اور بشہادت امام اوسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول و ثقات کے
روایات کے تغلیط و تضعیف اور تردید و تزییف کرنا تشیع سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات
شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجح و منصور کے انکار کیا وہ حضرات تشیع سی خارج
ہوئے اور اہلسنت مین شامل ہوا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بد اعتقاد کرنا
جزو مذہب سمجہہ رکہا تہا اور جس پر مدار تشیع تہا اونکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی
اور جنکو ارکان دین سمجہی تہے اور اونکی حق مین یہہ اعتقاد کرتے تہے کہ لولاہم لانقطعت اساس النبوۃ
اونکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اسکو اصول تین تمام تشیع درہم و برہم ہوگیا چونکہ اسکے تفصیل مین

ل بعد حمد و صلوۃ کے یہہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت مین ہی خدا اونکو اپنی رحمت کی ساتہہ ڈہانکے منجملہ اونکے شیخ
علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار بزرگیون والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہل بیت مین جو
امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئی ہے ۱۲

[illegible]

طول ہے اسلیے اوسکو فہم اوکیا پر چہوڑتے ہین - غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہہ نسمجہے
کہ یہہ کلہاڑی اپنی ہے پانو پر پڑتے ہی - ہماری اس تمام بحث سے یہہ بات ثابت ہو گئی کہ کلام مجید مین
تحریف کا واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منصور ہے اور جو لوگ اسکے قائل ہوتے ہین اونہون نے راجح
اور منصور کو اختیار کیا ہی بلکہ فی الحقیقت مذہب تشیع اونہون نے ہی اختیار کیا ہی اور جن لوگون نے اوس سے انکار کیا
وہ خلاف مذہب تشیع کے ہی اور وہ مجبور کر اس غلطی مین پڑے ہین جب راہ فرار تنگ دیکہا تو اسکو چہپایا
چنانچہ ہمارے فاضل مخاطب نے بہی چونکہ مذہب کے کتابین نہین دیکہی صرف مناظرہ کے کتابون پر مشغوف
رہی اسلیے بے سوچے سمجہے اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہوا کہ جو عرض کیا تہا کہ قرآن کا محرف ہونا
مسلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تہا - کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کلینی اور قمی
اور طبرسی کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوسپر مسلمات شیعہ سے ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے
اوسکو تسلیم نہ کیا ہو علی الخصوص جبکہ معترفین کا قول مستند دلائل قاطعہ شرعیہ کیطرف ہوا اور منکرین کا انکار
مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور لغو اور لاطائل ہو تو اوسوقت اسکا مسلمات شیعہ کے
ہونا بالبداہت ثابت ہوگا - پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے
بہی بفضلہ تعالے واقفیت نہین رکہتے غرضکہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی
ثابت اور اوسکا انکار کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپکے صدوق و مرتضی یہہ چاہین کہ چند خرافات سے
اوس رخنہ اور خلل کو بند کرین جو اکابر شیعہ نے اپنے دین مین ڈالا ہی تو واضح رہے کہ یہہ تجویز
خیال محال ہے قیامت تک ہی ممکن نہین **بیت** در دست طبیبست علاج ہمہ دردی + وزدی
طبیعت دہد آزار چہ علاج + ہان اسقدر گذارش باقی رہگئی آپ یہہ فرمائینگے کہ اس بحث مین جہانتک استدلال
کیا گیا ہے وہ متقدمین کے روایات اور اونکی اقوال سے استدلال کیا ہی حالانکہ اونکی روایات و اقوال بمقابلہ تحقیقات
متاخرین کے تقویم پارینہ کے حکم مین ہین اسلیے ہم اوسوقت تسلیم کرین جبکہ متاخرین علماے کبھی تحریف کو تسلیم کیا ہو تو بحمد
بحول اللہ ہمارے پاس آپکے بعض متاخرین کے بہی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے
آپکے قبلہ و کعبہ رسالہ بارقہ ضیغمیہ مین فرماتے ہین - چون این نظم قرآنے منظم عثمانیست بر سبیل

احتجاج بان نشاید - اب اس حسبیضد کو ملاحظہ فرمائیں اور جو کچھ مینے عرض کیا تھا اوس سے مطابق کیجئے کسیقدر بڑھکر ہی پائیگا اور لیجئے آپکی قبلہ وکعبہ مجتہد العصر لکھنوی عماد الاسلام مین تحریر فرماتے ہیں[1] بعد الثنیا والتی مقتضے تلک الاخبار ان التحریف فی الجملۃ فی ھذا القرآن الذی بین ایدینا بحسب زیادۃ بعض الحروف ونقصانہ بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب فی بعض المواضع قد وقع بحیث مما لا نیتک فیہ مع تسلیم تلک الاخبار نعم لا مجال لعقولنا فی ھذا الزمان بحصول الجزم باحد الوجوہ المحتملۃ عند العقل لکیفیۃ وقوع تلک التحریفات بعینہ فان الاحتمالات فیہا کثیرۃ (الی ان قال) ومنہا انہ معلوم من حال النبی کما لا یخفی علی المتفحص الزکی ذی الحدس الصائب انہ مع کمال رغبتہ علی تخلیف علیا کان فی نہایۃ التقیۃ عن قومہ ولہذا عندہ دلیل وامارات لا یسع المقام ذکرہا یحتمل عند العقل ان النبی حفظا لبیضۃ الاسلام الظاہری اودع القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسماء الائمۃ واسماء المنافقین مثلا عند محارم اسرارہ کعلی بامر اللہ لئلا یرتد القوم باسرہم لما علم من حالہم عدم احتمال ذلک اظہرہم لعدم ما علم المصلحۃ فی اظہارہ لما کانوا ہم الباعثون للنبی علی ذلک کان الاسناد الیہم فی محلہ عن ارغام وغیرہ - اپنی قبلہ وکعبہ کے تصریح وشہادت کو ملاحظہ فرماوین کہ آپکی قبلہ وکعبہ کس وثوق وعلم اور یقین واذعان کے ساتھ ثبوت اور وقوع تحریف کی باتعاد

[1] چنان جنین کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہہ ہی کہ اس قرآن مین جو ہمارے ہاتھون مین ہے باعتبار زیادتی اور کمی بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع مین باعتبار ترتیب کے - بالتحقیق تحریف اسطرح واقع ہوئی ہی جسمین بعد تسلیم ان روایات کے کچھ شک نہین کیا جاتا - ہان اس زمانہ مین ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجوہ محتملہ عند العقل مین سے کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقول کے مجال نہین کیونکہ اسمین بہت احتمالات ہین (یہانتک کہ کہا) منجملہ اونکی یہہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متفحص کی حدث صائب والے پر مخفی نہین ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال رغبت کی اپنی قوم سے نہایت درجہ تقیہ مین تھی اور اسی سے آپکے پاس کئی دلائل اور علامات ہین جنکے ذکر کی اس جگہ گنجائش نہین - پس عقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے بیضیہ کی حفاظت کے لیے اوترے ہوئے قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور منافقین کے نامونکی تصریح پر مشتمل تہا اپنے رازدار ونکی پاس مثل علی کی اللہ کے حکم سے ودیعت رکھا ہو - تاکہ تمام قوم مرتد نہو جائے جب اونکی حال سے اسکا متحمل ہونا معلوم کرلیا تو بقدر اوسکی اظہار مین مصلحت معلوم ہوئی اونپر ظاہر کیا - اور جبکہ

اسکے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ہی باعث ہوئی تو اونکی طرف اسکا نسبت کرنا بیجا خود ہوا ۱۲ -

وتسلیم روایات مثبتہ تحریف معتقد او قائل ہین۔ ہان اگر مجتہد المتشیعین کو شک و تردد ہی تو اس امر
مین ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپکی حضرت مجتہد صاحب کے رائی
مین وقوع تحریف کا ایک یہہ بہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی قرآن کو
دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام و کامل تہا اور اوسمین نصوص اسماء ائمہ و اسماء منافقین درج تہی اسکو تو
اپنے محرم اسرار کے پاس صندوق تقیہ مین ودیعت رکہا اور دوسرا وہ کہ جسمین سے اسماء ائمہ اور اسماء منافقین خود
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکالکر بقید مصلحت عام لوگونمین ظاہر فرمایا اس خیال سے
کہ کہین ایسا نہو کہ یہہ لوگ اپنے ظاہری ایمان نفاق آمیز سے بہی دست بردار ہو جاوین اور
اگرچہ یہہ مسخ و تحریف معاذ اللہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالے
کے حکم سے ہی کی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفا ہی ہتے اسلیے تحریف کو اونکی طرف نسبت کرنا بجائی
خود ہے۔ سبحان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر الحاضر نائب الامام الغائب نے کیا تحقیق
حق کی داد دی اس تنقیح مین کیا جواہر ٹانکی اور کیا موتی پروئی اونکے اولیا و اتباع اسپر جسقدر
ناز کرین بیجا ہے اور جتنا فخر فرماوین زیبا۔ میری زبان و قلم مین طاقت نہین کہ اسکی تعریف و توصیف
کرون اور نہ اسقدر گنجایش وقت ہی کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمی کو ظاہر کرون مگر
افسوس اسکا ہی کہ باوجود علو مرتبہ تحقیق یہہ صدوق المتشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جہوٹے
اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل مجیب کے
نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہین وہ اہل ایمان
سے خارج ہین تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع مین وہ فاضل مجیب کے
شہادت کے موافق اہل ایمان مین شمار نہین کیے جاتے۔ سفی الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو
یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے "کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اسمین کچہہ بہی خلاف
ہو صحیح اور مطابق واقع او نفس الامر کے ہے وقضیہ جزئیہ۔ حق بر زبان جاری شود کا مصداق
بیشک ہم بہی مانتے ہین کہ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہین جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ اونمین کتاب اللہ کی نسبت کچھہ بھی اختلاف ہوا ور جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین
بیشک وہ اہل ایمان سے نہین جو قرآن کہ اب عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے بچے بچے
کی نوک زبان ہے بلا کم وکاست یہہ وہی قرآن ہے جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
اور بلا تقدیم وتاخیر اوسی ترتیب کے ساتھہ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ مین ہے گو نزول مین باعتبار مصالح کے
تقدیم وتاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہہ کہے کہ اسمین کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ جھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
خارج ہے۔ الحمد للہ کہ یہہ مضمون جو ہمکو بتجشم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تہا وہ فاضل مخاطب کے
اعتراف سے ہی ثابت ہوگیا ہم اس عنایت کے شکر گذار ہین۔ رہا یہہ کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب
منتہی الکلام وصاحب تحفہ اکرم اللہ نزلہما کی نسبت یہہ اعتراض نہایت طعن وتشنیع کے ساتھہ فرمایا تہا
کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہین اور
کچھہ نہین شرماتے۔ پس اسکا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھہ گئے ہونگے لیکن مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ مختصر سیقدر تصریح کیجاوے واضح ہو کہ صحت واعتماد کا مدار اسپر ہے کہ سلسلہ
سند کا اصل ماخذ تک معتمد اور قابل طمانیت ہو جسقدر اس سلسلہ سند مین وثوق زیادہ ہوگا اوسیقدر
متن مین صحت واعتماد زیادہ ہوگا یہانتک کہ اسکی بدولت درجہ قطعیہ کا بھی حاصل ہو سکتا ہے
اور جسقدر اسمین کمی اور کوتاہی ہوگی اوسیقدر متن مین عدم صحت واعتماد ہوگا۔ پس اب قرآن
شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمایئے کہ اگرچہ اسکی طرف عنایت واہتمام شدید ہو
اور دواعی وافر ہون اور اسکا درس تدریس شائع ذائع ہوتا ہم قرن اول مین جو لوگ منتہی سلسلہ
سند کے تھے اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے
اور جنکو ایسا غلبہ تہا کہ اونکے غلبہ کے مقابلہ مین کسیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تہی اونہون ہی نے مجتمع ہوکر قرآن کی تالیف
وجمع کیا اور کسیکو اسمین شریک نہ کیا بموافق اون حالات کے کہ جو اہل تشیع اونکی نسبت بیان کرتے ہین اونکی جمع وتالیف
ہر ذی عقل کے نزدیک ہرگز قابل اعتبار ولائق اطمینان کے نہین سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ اونکی روایات کو جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین صحیح نہین سمجھتے۔ اگر اونکی نقل قابل اعتبار کے ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن مین

[illegible]

اونکو متن روایت کو صحیح اعتبار کر لیا اور حدیث مین تسحیح کیون نہین تسلیم کرتے حالانکہ قرآن احق
بالاحتیاط تھا۔ اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ یہہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تقیہ کے لباس مین
ہمیشہ اس قرآن کے مدح وثنا فرمائی ہو اور کبھی اسکی تحریف کے نسبت کچھہ نفرمایا ہو تب بھی تا
فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہین لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہہ بھی اوسکے ساتھہ منضم
کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ مین اسکو محرف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص کو
اس امر مخفی پر تنبیہ کرتے رہے تو اس حالت مین یہہ قرآن اصول تشیع پر ہرگز قابل اعتماد نہین ہوسکتا
اور نہ اسکی صحت تسلیم کیجا سکتی ہے یہہ قرآن مثل ان احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے
مروی ہون اور انکی تکذیب ائمہ نے کی ہو جیسا شیعہ کے نزدیک اونکا اعتبار نہوگا اسیطرح قرآن کا
بھی اعتبار نہین کیا جائیگا۔ اسکے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو لیجئے اور انکے سلسلہ سند کو شروع
تک ملاحظہ فرمائی اسمین کوئی شخص ایسا نہین ملیگا جو مثل رواۃ کتاب اللہ کے غیر معتمد ہوگا جسقدر
رواۃ ہین وہ سب ثقہ وعدول امامیہ ہین تو اس اعتبار سے دیکھو کہ کلینی کی صحت کسدرجہ کو ہوگی
ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدرجہا زیادہ ہوگی علاوہ اسکے قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی
تکذیب مروی ہے بجائی اوسکے کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ سے اوسکی تصویب
وتصحیح مروی ہے چنانچہ امام زمان سے غالباً پیش ہوچکی اور اونکے ملاحظہ سے گذر چکی تو اسکا
صحت واعتماد درجہ قصوی کو پہونچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت واعتبار مین اور کلینی
اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار مین زمین وآسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیعہ قرآن کی نسبت
دریا کا تہ کہدیتے ہین این قرآن نظم عثمان است احتجاج بآن بر شیعیان نشاید ہا آجتک کسی نے کلینی کی
نسبت بھی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تحریر مفسر معانی ابو علی طبرسی کی تصریحات سے معلوم
ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مزنی اور دواوین شعرا سب کے سب قطعی ہین اونمین کسی قسم کی
تحریف والحاق نہین ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل بھی
مثل علم البلدان اور وقائع عظام کے متواتر اور قطعی ہوگی اور قطعاً ویقیناً کسی قسم کے

تحریف والحاق کا اشتباہ انہین ہرگز نہین سچنانچہ صاحب فوائد مدنیہ نے اسکی تصریح فرمائی ہی
اور بالفرض اگر قرآنین تحریف یقینی نہین تو ظنی اور احتمالے تو ہی تو اس صورت مین آپ ہی
انصاف سے فرمائیے۔ کہ قرآن کی صحت اور اوسپر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی
وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپکو اپنی کتابونکی نصوص اور اپنے علما کی تصریحات کی بہی واقفیت نہین
پہر اوسپر جوش و خروش یہہ کہ علما اہلسنت پر طعن کرنیکو آمادہ ہوئے ہین پس اس ہماری گذارش سے سمجہہ لیا ہوگا
کہ صاحب منتہی الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچھہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی
یا تاریخ ابن قتیبہ یا نہج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور معتمد ہین وہ
مطابق واقع کے ہی اور بلا دلیل نہین ہی لیکن صرف اوسکو بدیہی سمجہکر دلیل سے تعرض نہین کیا
پس اوسپر ہمارے فاضل مخاطب کا اعتراض آپکی خوش فہمی اور حیا و شرم اٹہا لینے سے ناشی ہے۔ الحمد اللہ
کہ ہم اپنے دعوے مین سچے ہوئے اور تحریف کا مسلمات شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جواب
سننے کے منتظر ہین۔ **قولہ** اور اگر آپکے علمانے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسلیے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتونمین وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہی تو سنیے روایات مذہبی
پر کسے امر کا لازم ہونا اور شے ہے اور تصریح اس مذہب والونکی اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونومین بڑا فرق ہی۔ چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البالغہ مین تصریح
کی ہی کہ لازم مذہب مذہب نہین اور لازم کی نسبت ملزوم کے قائل کو جبکہ اوس نے لازم کے خلاف تصریح کی ہو
جائز نہین ہے اس کتاب کی یہہ عبارت ہے۔ فان قیل یلزم من الاختلاف فی کونہ
سبحانہ فی جہۃ انیکون حادثا قلنا لازم المذہب لیس بمذہب لان المجسمۃ جازمون
بانہ تعالیٰ فی جہۃ وجازمون بانہ قدیم ازلی لیس بحادث فلا یجوز ان ینسب الی
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما۔ **قولہ**۔ اور ائمہ اہلسنت نے بہی یہہ بہی
لکہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہین ہے۔ پس جب آپکے علما کے قول سے یہہ ثابت ہوگیا

کہ لازم مذہب مذہب نہین تو آپکا یہہ کہنا کہ مسلمات شیعہ سے ہی غلط محض ہوا- **اقول**
سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کسقدر مضبوط اور قوی دلیل بیان فرمائی
ہی کہان ہین اہل انصاف اور کدہر ہین اہل عدل ذرا اوکو ذرا اس دلیل پر ہمارے فاضل مجیب کو داد دیوین
اور شاباش کہین اگرچہ بفضلہ آپکے تمام اس تحریر کے تقریبًا یہہ ہی کیفیت ہے مگر یہہ ایسی دلیل ہے
کہ شاید ہی دوسرے کوئی ہوگی جسنے بالکل آپکے علم و فہم کی قلعی کہولدی اور آپکے علمی اور نفسانی
دعوونکا بخیہ ادہیڑ دیا- افسوس کہ یہہ دلیل صدوق المتبعین اور مرتضی و طبرسی و طوسی وغیرہ صاحبانکو
نہ سوجہی ورنہ شدت فرح سے عجب نہین کہ شادی مرگ کا نقشہ پیش آتا اس ایک نکتہ مین ہزارہا
اشکالات حل ہو گئی صدہا اعتراضات دفع ہو گئی جب کسے خصم نے کوئی آیت یا روایت
پیش کی جہٹ کہدیا کہ یہہ قابل احتجاج نہین کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب مین
بڑا فرق ہی- یہہ تو سب کچہہ مگر اتبک ہمارے فہم مین نہین آیا کہ مذہب کسکا نام ہے اور کس
جانور کو کہتے ہین کیا مذہب وہ نہین ہے جو خدا تعالے نے اپنی کتاب مین ارشاد فرمایا
کیا مذہب اوسکو نہین کہتے جسکی رسول اللہ نے تصریح کی کیا مذہب اوسکا نام نہین جو ائمہ سے
یکے بعد دیگرے بتواتر غیر محتمل التاویل ثابت ہوا اگر یہہ عین مذہب نہین ہے اور لازم مذہب ہے
تو کیا عین مذہب وہ ہی ہو خاص ابو الجارود اور ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو یا کیا عین
مذہب وہ ہی جو خاص صدوق اور طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو- پہر اسپر طرفہ تماشا یہہ ہے
کہ روایات کی مدلول مطابقی کو روایات کا لازم سمجہتے ہین اور روایات کے مذہبی ہونا تسلیم کرتے
ہین- اور یہہ امر اطفال مدرسہ پر بہی مخفی نہوگا کہ مدلول مطابقی بلکہ تضمنی تک لازم نہین ہوا اگرنا پیر
روایات کو مذہبی کہنا اور اونکی مدلول مطابقی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے
شاید فارسی خوانون کو بہی شرم آئے اور اوسنے طلبا کو بہی عار و ننگ ہو اور افسوس کہ ہماری
فاضل مجیب کی مایہ افتخار و ناز ہی **مصرع** ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا- بس یہہ
قدر مشترک بطلان رنج ہے اور یہہ استدلال ایک بتوادیجری اگرچہ اسکی ابطال کے واسطے

[illegible]

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بداہتہً باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا
بطلان دلائل واضح سے بھی ثابت کرتے ہین - اولاً یہہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی
جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے
نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھہ ائمہ سے بھی ثابت ہو وہ بھی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے بسند معتبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہوگا وہ عین مذہب ہوگا۔ علماء
واکابر مذہب کو اگر اسمین دخل ہی تو اسیقدر ہے کہ یہہ سلسلہ سند جسکی واسطہ سے یہہ حکم ہم تک پہونچا ہی
قابل اعتماد ہی یا نہین یا یہہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب سے جو بہ نسبت اسکی قوی ہے یہہ حکم
ماؤل اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہین یا یہہ کہ باشتراک علۃ اس سے اور جزئیات کیا کیا
پیدا ہوتے ہین بجز ان چند باتون کے علماء مذہب کو نصوص روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور مذہب
اور غیر مذہب ہونے مین کچھہ دخل نہین ہے۔ پس یہہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہی
سراسر غلط اور لغو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہی اور کسی دوسرے
قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہین ہے تو وہ عین مذہب ہے خواہ اوسکی نسبت کوئی تصریح کرے
یا نکرے بلکہ اگر اوسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسموع ہے بلکہ اگر اوسکا ثبوت بالقطع ہی
تو اوسکا خلاف بلا دلیل الحاد و زندقہ ہوگا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر
ہوگئی تو اوسکا ظاہری مدلول نہ مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اوسکا محمل بعید مذہب ہوگا
اب ہم کہتے ہین کہ تحریف قرآن ائمہ سے بروایات صحیحہ متصلہ متواتر المعنے ثابت ہوا ہے اور علماء
واکابر اہل تشیع نے اون روایات کو معتمد اور صحیح تسلیم کرکے وقوع تحریف
کو تسلیم کر لیا ہے - اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے اونکی پاس کوئی
دلیل شرعی نہین ہے جسکو اپنے دعوی کے اثبات کے لیے اپنا مستدل قرار دین اونکی انکار کی بنا
شکنجہ انتظار اہل حق مین مبتلا و گرفتار ہوکر محض توہمات و تخیلات پر ہے اونکی پاس کوئی دلیل
ایسی نہین کہ جسکی وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے اونکو ہرگز

تنجائش نہین ہی کہ ان روایات کا خلاف ظاہر کوئی محمل بیان کر سکین پس جب ان روایات کے
نہ تعلیل و تضعیف کر سکتے ہین اور نہ کسی دوسرے محمل خلاف ظاہر پر محمول کر سکتے ہین نہ کوئی
حجت شرعیہ اونکے پاس موجود ہے تو ایسی حالت مین ان روایات سے کسیطرح عدول ممکن نہین ہی
اور یہہ روایات مین مذہب ہونگی نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھہ کتاب اللہ
مین یا احادیث رسول اللہ صلعم مین وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اسکے جو کچھہ کہ اقوال ائمہ سے
ثابت ہوا اوسکی صحت و حقیت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متحتم ہی اور جو کچھہ خدا تعالے اور رسول
اور ائمہ نے خبر دی اوسکی تصدیق واجب ہے اور انکار ہرگز جائز نہین کیونکہ اومین کذب کو دخل
نہین جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع کے ہی یا نہین اگر
مطابق واقع کے نہین ہے تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آیا اور یہہ محال ہے تو ثابت
ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اوسکا اعتراف حقیت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب
یا لازم مذہب ہی۔ ثالثاً یہہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہی اور مدلول روایات لازم مذہب ہے مذہب نہین
اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہین ہوتا تو آپکے قبلہ و کعبہ مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام
مین بڑی سخت غلطی کہائے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضاء روایات کے یقینی بیان فرماکر
اوسکے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہوکر قابل
اعتبار ہی نہین رہتا تو اوسکی یقینی ہونے کے کیا معنے اور اوسکی محتملات بیان کرنے کی
کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہہ خبر نہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
یا یہہ نجانتے ہونگے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہین ہوتا۔ بہرکیف یہہ برہان
خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے منع و تحریف کرنے کی
حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ مین سے کسیکو غالباً یہہ دلیل جو اولیات مین سے ہے حاصل
نہوئی ہوگی۔ رابعاً اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو صدہا اعتراضات اہل تشیع
کی اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لغو اور مہمل ہو جائینگی۔ بلکہ ہر ملحد و زندیق مدعی

اسلام ہو کر تمام عملیات و اعتقادیات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اوسپر لازم کریں۔ یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کرادیں وہ کہہ سکتا ہے کہ یہہ لازم مذہب ہے مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اوسکو کچھہ نہ دیسکینگے اور بجز اسکے کہ اپنا سا مونہہ لیکر چپ ہوجاویں اور کچھہ جواب نہ آویگا۔ خاصاً ہمارے فاضل مجیب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح) اگرچہ یہہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاصکر یہہ جملہ تو عجب اضحوکہ روزگار ہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول مطابقی بعبارۃ النص ہو اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ یہہ ان روایات سے بصراحتہ مستفاد نہیں عجب طرفہ تماشا ہے یہہ کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا اونکے اولیا کے اور کس کے شایان شان ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ بہت کچھہ لکھنے کی گنجایش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ ایسی فاحش غلطی ہے جسپر حاجت استدلال کی بھی نہیں اور خوف تطویل سے بھی مانع ہے اسلیئے صرف اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہون اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہون کہ حضرت بیشک یہہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے ممثل لہ کے مطابق ہے کہ مجسمہ کا عین مذہب یہہ ہے کہ خدا تعالے جہت مین ہے اور یہہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اوسکو لازم یہہ امر ہے کہ خدا تعالے شانہ حادث ہو لیکن اس حادث کو محض اس استلزام کی وجہ سے اونکا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ ہان اگر مجسمہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہون اور بفرض محال اوسمین کوئی آیت ایسی ہے جسکا مدلول مطابقی حادث باری ہو اور کسی دلیل سے مصروف عن الظاہر بھی نہو تو یہہ اونکا عین مذہب ہے کہ اونہیں لازم کیا جا سکتا ہے اور پہر اوسکی جواب مین یہہ عذر کرین کہ یہہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہہ عذر ہرگز مسموع نہوگا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزوم بھی ہونا چاہیئے جو عین مذہب ہو اور وہ بجز روایات کے جنکا مدلول مطابقی تحریف قرآن ہے اور کوئی ملزومیۃ کو صالح نہیں اور ظاہر ہے کہ مدلول مطابقی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس اسجگہ نہ لازم متحقق ہے کہ

نہ ملزوم ہے نہ لزوم ہان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہہ فرمائین کہ روایات
عبارت نقص الفاظ سے ہی اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ جزء بلکہ مباین ہے تو بواسطہ
وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ دانی سے کچھہ عجب نہین اور جب لزوم اور لازم و ملزوم
منتفی ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعوی بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن
اصول تشیع پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعوی کیا تہا کہ تحریف قرآن مسلمات شیعہ سے
ہے بخوبی ثابت ہوا والحمد للہ علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہہ ہی بات ہی کہ ایسی روایات کا
وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہی تو آپکے نزدیک بہی کتاب اللہ کا محرف ہونا مسلم ہی کیونکہ ان روایات
مین اہل حق ہی متفرد نہین ایسی روایتین تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ بکلمہ و حرفی بحرفی
اہلسنت کی کتابوں مین بہی مروی ہین اگر اسکی تفصیل آپ چاہین تو استقصار الافحام و منتہی الکلام
مین ملاحظہ فرمائین **اقول** یہان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا
اور ذرا شرم و حیا کو کار نفرمایا اور یہہ بہی کیا کرین جب انکے اسلاف ہی اسی راہ سے گیے ہین تو انہون نے
جیسا اونکو پایا اونہین کے قدم بقدم یہہ بہی چلتے ہین۔ پس یہنی کہ یہہ محض آپکی اور آپکے اون
اسلاف کی خوش فہمی سے ہے جنہون نے اہلسنت کیطرف اس کذب و افترا کو نسبت کیا ہے
حالانکہ یہہ بداہۃً باطل ہی کیونکہ قاطبۃً جمیع اہلسنت متفق ہین کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث
رسول اللہ ہی اور عین مذہب وہ ہی جو انسے ثابت ہوا ور اجماع و قیاس سو اوسکی حجیت بہی اسیوجہ
سے ہے کہ اونکی استناد بہی کتاب و سنت کیطرف ہے۔ اکابر دین مین سے کسیکا قول اگر معتبر
ہی تو اوسیوقت معتبر ہے جبکہ اوسکا استناد کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہہ
مستند نہین ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہی پہر ظاہر ہے کہ تحریف قرآن
اگر واقع ہو سکے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی
ہوگی سو اوسکی خبر خداوند تعالے نے اپنی کتاب مین نہین دی بلکہ یہہ ارشاد فرمایا واِنّا لہ لحافظون[۱]

---

[۱] اور بالتحقیق ہم اسکے لیے البتہ نگہبان ہین۔ ۱۲

اور فرمایا وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث مین کہین اسکی اطلاع نہین فرمائی اگر اسکی تصدیق کیجاوے تو کیونکر کیجاوے اگر آپ یہہ اعتراض فرماوین کہ صحابہ کے اقوال سے ثابت ہوسکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہین کہ اول ہم صحت روایت کو تسلیم نہین کرتے سلمنا لیکن یہہ معارض ہین آتیین وانا لہ لحافظون اور لا یاتیہ الباطل سے اور شیعہ اپنی روایات کو معارضہ آیتین کے باطل نہین کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ فرماتے ہین کہ اصل قرآن جو تمامہ جناب امیر نے جمع کیا تہا اور ائمہ کے پاس یکے بعد دیگرے چلا آیا کمل ہی اوسمین نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہہ قرآن جو عام مشہور ہی اسمین تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت مین تحریف کے نہ اصل قرآن مین ۔ قطع نظر اس سے قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک ہر زمانہ اور ہر قرن مین نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوتا چلا آیا ہے او سکے کسی کلام یا کلمہ یا حرف یا حرکت وسکون مین شک وتردد کو گنجایش نہین اسمین اعلی درجہ کا تواتر متحقق ہی غرض اسکی حروف وحرکات وسکنات تک وہی ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئی ۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو بہی تو وہ بفرض تسلیم صحت اسکا معارضہ نہین کرسکتا ۔ اور نیز اگر بالفرض کسے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی کہوئی ہو ہم کب کہتے ہین کہ صحابہ معصوم ہین چنانچہ قرآت شاذہ وشہورہ اسکی شاہد ہین ۔ پس اہلسنت کے نزدیک تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول وقواعد کے موافق تحریف کا شایبہ اور واہمہ بہی خارج از امکان ہی ۔ حضرات شیعہ کو جب کچہہ چارہ نہین ہوتا تو اسیطرح دلکی حسرت نکالتے ہین ۔ کہ کذبا وافترا تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا یہہ تو جواب اجمالا تہا اور تفصیلا اپنے تفصیل احادیث وروایات شیعہ کے ملاحظہ فرمائیگا

قولہ مگر مشتی نمونہ خروارے دوتین یہان بہی لکہے جاتے ہین ۔ فمنہا ماسنے

الدر المنثور للسیوطی اخرج ابو عبید و ابن الفریس و ابن الانبار فی المصاحف عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القران کلہ ما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قران کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظھر منہ انتہی — دیکھیے آپکے جناب ابن عمر صاحب قرآن مین نقصان کثیر کے وقوع کے قائل ہین اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیونکو دعوی اخذ تمام قرآن سے منع فرماتے ہین انکی شان مین ہی فرمایئے کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تعالی شانہ ہے محرف کہتے ہین۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپکی اون بزرگونپر جنہون نے یہہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتین ثبوت تحریف مین پیش کی ہین سلم و فہم کا خاتمہ ہوچکا ہے افسوس کہ آپ یہہ بہی خیال نہین فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت مین ہم روایت پیش کرتے ہین قطع نظر اوسکی صحت نقل و عدم صحت کے اوسکی کچھ بہی دلالت مدعا پر ہے یا نہین یہہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اسمین وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقی ہے نہ تضمنا نہ التزاما نہ اشارۃ نہ دلالۃ نہ اقتضاء کسیطرح بہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہین ہوتا حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتے ہین۔ اسمین قد ذھب منہ قرآن کثیر واقع ہے جسکو آپ تحریف پر دال سمجھتے ہین حالانکہ یہہ تحریف پر ہرگز دلالت نہین کرتا کیا ذہب کے معنے یہہ ہین کہ صحابہ نے ناقص کر دیا سبحان اللہ اس فہم پر آفرین ہے پہر اوسپر دعوی کیا کیا کچھہ — اب سنیے کہ تمام اہلسنت کافۃ اسپر متفق ہین اور اجماع رکہتے ہین کہ یہہ قرآن جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جسکو حفظ کرتے ہین حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کہا ورد ہوا اور اوسی ترتیب کے ساتھہ ہے جس ترتیب کے ساتھہ لوح محفوظ مین ہے۔ اسمین جسقدر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہوی جسقدر نازل ہوتی گئی بیشی ہوتی گئی اور جسقدر منسوخ ہوئی یا بہلا دی گئی وہ کمی ہوگئی ہوتا ہوتا آخرمین یہہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بقرأۃ سبعہ مروی ہے مکمل باقی رہگیا۔ بعد اوسکے نہ اسمین کچھہ تغیر و تبدل ہوا نہ کمی و بیشی ہوئی اور نہ یہہ ممکن کہ اسمین کوئی شخص کسی قسم کا تغیر و تبدل و نسخ و تحریف کر سکے اہلسنت کے

[illegible]

نزدیک یہہ امر منجملہ محالات وممتنعات کی ہے - اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتاب اللہ مین واقع ہوا ہے ایک تو یہہ کہ حکم منسوخ ہوگیا ہے اور تلاوت باقی رہگئی دوسری یہہ کہ تلاوت الفاظ منسوخ ہوگئی اور حکم باقی ہے - جیسی آیت الرجم - تیسری یہہ کہ لفظ اور حکم دونو منسوخ ہوگئے پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اوسکے ظاہر معنے یہہ ہین - کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تہا وہ منسوخ ہوگیا اور جاتا رہا تو کوئی یون نہ کہے کہ مین سب قرآن منزل پر حاوی ہوگیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہیگا - اور اسکے ہرگز یہہ معنے نہین ہوسکتے کہ بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی نے اسمین سے کم کردیا یہہ حضرت مجیب اور اونکی علماء متکلمین کی خوش فہمی ہے - **قولہ** اور سنئے آپکے علامہ سیوطی اتقان مین فرماتے ہین قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبارک بن فضالۃ عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش قال قال ابی بن کعب کاین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنین وسبعین ایۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وان کنا لنقرأ فیہا ایۃ الرجم قال اذا زنیا الشیخ والشیخۃ فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم - دیکہئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر تہی اور اب بہتر تہتر آیتون سے زیادہ نہین ہے **اقول** اس روایت کا حال بہی مثل سابقہ روایات کے ہے اسمین کہین تحریف کے ثبوت کا نام ونشان بہی نہین ہے یہہ ثابت کیجئے کہ یہہ کمی بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے کی سوا اس قسم روایات سے یہہ مدعا کسی طرح مفہوم نہین ہوتا بلکہ اس روایت مین جو کمی ہونا ادا ہوا ہے اوسکا محمل وہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجہنا حضرت کے اور حضرات کے اسلاف کی خوش فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راغب اصفہانی محاضرات مین لکہتے ہین وقالت عائشۃ کانت الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مائتی ایۃ فلما کتبہ عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ہی الان وکان فیہا ایۃ الرجم **اقول** یہہ روایت صریح

آپکے دعا کے مخالف ہی مگر افسوس آپکو اتنی بھی فہم نہین کہ یہہ سمجھہ سکین کہ یہہ ہماری مدعا کے
موافق ہے یا مخالف یہہ عبارت فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت صریح
دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پر قدرت نہوئی تو مسلم ہوا کہ خداوند تعالے
اوسکو منسوخ فرما دیا اور بھلا دیا اور دلونسے محو کردیا ہے تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجیب باینہمہ ادعا
انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھتے ہین **قولہ** آپکے علامہ سیوطی اپنی تفسیر مین تحریر فرماتے ہین
اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اور مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی جنکو فاضل رشید
اپنے ایضاح لطافۃ المقال مین عظماء اہلسنت فرماتے ہین کتاب مفتاح النجا مین کہ آپکے
خاتم المتکلمین ازالۃ الغین مین اوس سے احتجاج کرتے ہین یہہ لکھتے ہین ۔ واخرج ابن مردویہ
عن زر عن عبد اللہ قال کنا نقرا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اور بہت ایسی روایتین آپکے کتب معتبرہ مین منقول ہین جو
طوالت نہین لکھتے ۔ **اقول** اس روایت کا حال بھی مثل روایات سابقہ کے ہے ۔ یہین
بھی کہین وقوع تحریف پر کسیطرح دلالت نہین بلکہ اسمین یہہ بھی نہین پایا جاتا کہ یہہ الفاظ ان
علیا مولی المؤمنین قرآن کے الفاظ ہین اور خدا کی طرفسے نازل ہوئی ۔ پس سنیے کہ اولا اس روایت
کی صحت مسلم نہین سلمنا لیکن اسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اسطرح پڑھا کرتے تھے اور یہہ
کچھہ ضرور نہین کہ جو کچھہ وہ پڑھتے ہون وہ قرآن مین داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہہ الفاظ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہون اور ابن مسعود یہہ سمجھکر کہ یہہ قرآن مین داخل
ہین تلاوت کرتے رہتے ہون ۔ سلمنا کہ اصل قرآن مین تھے لیکن منسوخ ہوگئے ۔ معہذا اس روایت
سے کسیطرح ثابت نہین ہوتا کہ یہہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن تھے اور بعد وفات آپکے جامعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہہ نہ ثابت ہو
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قولہ** اگران ہی دوتین روایتون کے نتایج پر بحث کرین
تو طول ہوجائیگا اور پہلے ہی کسیقدر طول ہوگیا ہے لہذا اور وقت پر مختصر رکھتے ہین **اقول**
اگر دوسرا وقت جسپر نتائج روایات پر بحث کو مختصر رکھا ہے یہہ ہی وقت ہے تو ہم منتظر ہین **قولہ**
ای حضرت شیعہ کی روایتو ہین تو صرف کمی ہے وارد ہوگی آپکے یہان علاوہ ایسی روایتون کے
جو متضمن کمی ونقصان کثیر کے ہین قرآن مجید وفرقان حمید جو فصاحت وبلاغت مین معجزہ ہے
اوسکی اغلاط پر بھی مشتمل ہی چنانچہ معالم التنزیل مین تحت آیت کریمہ لکن الراسخون فی العلم
منہم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لکھا ہے
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکی عن عایشۃ وابان بن عثمان انہ غلط من الکاتب
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوۃ وکذالک قولہ تعالی فی سورۃ المائدۃ
ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون وقولہ تعالی ان ھذان لساحران قالوا ذلک
خطاء من الکاتب وقال عثمان رض ان فی المصحف لحنا وسقیمۃ العرب بالسنتھا فقیل لہ الا تغیرہ فقال
دعوہ فانہ لایحل حراما ولا یحرم حلالا انتہی ما فی التنزیل اب غور فرمایئے کہ وہ قرآن جو فصاحت
مین بلاغت مین معجزہ ہے اور جسکی شان مین فاتوا بسورۃ من مثلہ حق تعالے فرماتا ہے آپکے
یہہ حضرات خصوصا حضرت خلیفہ ثالث اسمین لحن وسقیمۃ العرب فرماتے ہین البتہ تمسک کے یہہ
ہی معنی ہین۔ **اقول** ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیون تسلیم کرتے ہین
زیادتی کو کیون نہین قبول کرتے آپکے طوسی اور طبرسی صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل
فرمایا ہے غلط ہی روایات سے کمی ہی ثابت نہین بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم وتاخیر گویا ہر قسم
کی تحریف ثابت ہے پہر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہین کیا آپنے روایت مین
لولا زید فی القرآن ونقص نہین ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکے بہت سے روایات ہین پہر طرفہ تماشا
یہہ ہی کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہین خلط ملط فرماتے ہین

تاکہ اس حیلے سے اور اس پیرایہ سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس واضح رہے کہ جو کمی اہلسنت کے
روایات سے ثابت ہوتی ہے اوسکو ساتھ اوس کمی کے کچھ ربط نہیں کہ جو آپکی روایات کا مدلول ہے کیونکہ
اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالے نے کی اور آپکی روایات کا مدلول وہ کمی ہے
جو صحابہ نے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرآن مین دیدہ و دانستہ کی ہے۔ فاین ہذا من ذاک
علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباینت کے پہر جسقدر کمی روایات سابقہ سے مفہوم ہوتی ہے بہ نسبت اوسکے
وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہل سنت سے ثابت ہوتی ہے اگر آپکو تردد ہو کلینی مین ملاحظہ فرمالیوین ہم
بسبب اختصار کے نقل روایات سے غرض نہین رکہتے۔ رہا یہہ اعتراض کہ بعض روایات کے بموجب
باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بہی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور الصابئون اور
ان ہذان غلط تسلیم کرلیے گئے سو جواب اسکا یہہ ہے کہ اول تو یہہ روایت ہی معتبر نہین چنانچہ
لفظ حکی عن عائشہ و ابان بن عثمان بصیغہ تمریض خود اسکے ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہہ کہ
مسلمنا یہہ روایت صحیح ہو لیکن قرآن کے نقل اور اوسکی صحت تواتر قطعی سے ثابت ہے تو بمقابلہ اسکے
صحت و قوت کی اگر یہہ روایت صحیح بہی ہو تاہم معتبر نہین ہوسکتی تیسری یہہ کہ یہہ تغلیط اگر ہے
تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اسکو صحیح تسلیم کرلیا
اور اسکی صحت کی توجیہات بیان کردی تو یہہ قول خود ضعیف اور شاذ ہوگیا چنانچہ وہ عبارت جو معالم
مین اسکے بعد مین مذکور ہے اور ہماری فاضل مخاطب نے ترک فرمائی ہے وہ اسپر صریح دلیل ہے
اور وہ عبارت یہہ ہے وعامۃ الصحابۃ واہل العلم علی انہ صحیح۔ چوتہی یہہ کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
یہہ روایت نہ پہونچی ہو اور اونہون نے اس اعراب کو خلاف ظاہر دیکہ کر اپنی رائے اور
اجتہاد سے بلا تدبر یہہ فرمادیا ہو کہ یہہ کاتب کی خطا ہے اور اس تخطیہ مین اونکی رائے نے خطا کی ہو
تو ہم نے کب دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد مین خطا سے معصوم ہین۔ پانچوین یہہ
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اسپر کاتبون کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اوس خطا اور
غلطی سے یہہ مراد نہین ہے کہ یہہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس تخطیہ سے یہہ ہے کہ قرأت

مختلفہ مین سے صرف اولے اختیار کرکے اوسپر تمام امت کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جنکی اجازت
اور جنکا نزول بطور تیسیر تہا اونکو ترک کر دیتے۔ حاصل یہہ کہ ترک اقتصار علی الاولے مین کاتبون نے
خطا کی۔ چہٹی یہہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ کے اگرچہ والمقیمین الصابئون اور ان ہذان صحیح ہی
اور اسکی صحت مین کچہہ کلام نہین لیکن ان کی صحت بتوجیہہ و تاویل ہے اور المقیمون الصابئین
اور ان ہذین بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہی
کہ حضرت عائشہ رضے اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فے الاخبار کے خلاف اولے اور
خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اوسکا جواب سنیئے جو روایت آپنے حضرت عثمان کی
نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہہ ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ قرآن مین لحن ہی اول تو ہم اس روایت
کی صحت کو نہین تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ اما نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحیی بن یعمر اور عکرمہ نے
اس روایت کو حضرت عثمان رض سے روایت کیا ہے اور دونو نے نہ حضرت عثمان رض کو دیکہا
اور نہ اونسے کچہہ سنا ہے تو یہہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیے کہ صریح
عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان رض قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور اونہون نے
صحابہ کو جمع کرکے اس مہم کا سرانجام کیا تو اوسمین اونہونے کوئی لفظ ایسا جو لحن و خطا ہو اور
موجب قدح اور اعتراض کا ہو ہرگز باقی چہوڑا ہوگا۔ اور کیونکر عقل سلیم تسلیم اور باور کرسکتی ہے
کہ ایسی غلط الفاظ کہ جنمین کسی قسم کا مفاد حاصل نہو دیدہ و دانستہ قرآن مین باقی رکہین پروی
عقل ہرگز ممکن نہین۔ پس معلوم ہوا کہ یہہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے
ہر حروف و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہہ روایت صحیح ہو بہی تاہم متواتر کا
معارضہ نہین کرسکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محمل بالکل واضح اور صاف ہے
کہ جسمین نہ کچہہ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض و قدح وہ یہہ کہ اگر یہہ روایت صحیح ہو اور حضرت
عثمان رضے اللہ عنہ نے یہہ فرمایا ہو تو اسکے معنے یہہ ہین کہ فے المصحف لحناً فے تلاوتہا
یعنی بعض جگہ رسم الخط اس طرح پر ہے کہ اگر اوسکو پڑہنے والا اوسیطرح پڑہے جسطرح کہ باعتبار

رسم الخط کے لکہا ہوا ہے تو وہ غلط ہوگا اور تلاوت مین لحن واقع ہوگا تو حاصل یہہ ہوا کہ مصحف
مین باعتبار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہین جنکی تلاوت مین اگر اوسیطرح پڑہا جاوے جسطرح
لکہی ہین تو لحن واقع ہوتا ہے - چنانچہ لااذ بحنہ اور لااوضعوا اور من نبائ المرسلین وغیر ذلک
اور ظاہر ہے کہ اگر یہہ الفاظ بدون معرفہ رسم الخط اوسیطرح تلاوت کئے جاوین جسطرح کہ لکھی ہوئی ہین تو معنے
بالکل متغیر ہوجاینگے - اور ایجاب نفی ہوجاینگا - اور کلمات مین ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو اونکی
کسیطرح داخل نہین ہے اور تلاوت غلط ہوگی - پس اسکے معنے یہہ نہین کہ الفاظ قرآنی یا اوسکے
رسم الخط مین ہی غلطی اور لحن ہو - پس یہہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سوچے
سمجہے نقل کردیتے ہین پہر علاوہ اسکی دین و دیانت کی یہہ کیفیت ہے کہ روایات کے نقل مین حضرت کشمیری
صاحب صاحب نزہہ وغیرہ والے اس روایت کے الفاظ کو مسخ و تحریف کرکے اپنے اعتراض کے
تقویت اور تائید کی غرض سے کچہہ سے کچہہ بنا دیا ہے اور ہمارے فاضل مخاطب* نے بہی اونہین کی
تقلید فرمائی اور خوشی سے اونہین الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کیے تہی بڑے ناز و فخر
کے ساتہہ نقل کردیا - حالانکہ وہ سراسر غلط ہین اب مین عرض کرتا ہون کہ اصل کیونکر تہی اور حضرات
نے انہین کسطرح تحریف فرماکر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا - اصل الفاظ یہہ تہے وقال عثمان
ان فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا اسمین لفظ ستقیمہ صیغہ مضارع کا ہے
باب افعال اقام یقیم سے اور اوسپر حرف سین استقبال قریب کے لیے داخل ہے اور ہائے ضمیر آخر مین لاحق ہے
جو راجع الی اللحن ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ عرب اوسکو اپنے زبانون کے ساتہہ تلاوت مین سیدہا
اور ٹہیک کرلینگے چنانچہ بعض روایات مین ان العرب ستعربہا بالسنتہا مروی ہے اور
بعض روایات مین تقیمہا وارد ہے چنانچہ شیخ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان المقری رحمہ نے
اپنے کتاب رسم الخط مین یہہ روایات نقل کے ہین پہر اوسکو حضرت مرزا کشمیری صاحب وغیرہ
اور ہمارے فاضل مخاطب نے مسخ و تحریف فرماکر اسطرح بنایا کہ حرف سین اصلی کو زیادہ
کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور ہائے ضمیر کو تائے تانیث سے بدلکر لفظ

* [illegible]

سقیمہ مادہ سقم باب سقم یسقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت مشبہ کا بنایا جسکے معنے یہہ ہوگئے
کہ قرآن مین عرب کے الفاظ سقیمہ یعنے ضعیفہ اور مرجوحہ اور غلط داخل ہین پہر اب دیکہیے کہ اعتراض
کو کسقدر تقویت اور تائید ہوگئی - پس آپکے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے ہم کچہہ نہین کہتے
خدا تعالے آپ صاحبونکو اسکی جزا موفور عطا فرماوے ویرحم اللہ عبدا قال آمینا - پس ہمنے
خوب غور کیا اور تیرہ سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہین نہ کہین لحن قرآن مین ہے اور نہ سقیمہ
العرب ہے - یہہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرات کے عنایات کا ثمرہ ہے کہ روایت ہین جسکی وجہ سے
ایجاد و اختراع کیا گیا - لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک مروی انکی روایات کے جو ائمہ سے
مروی ہوئی اور جو بعقیدہ قطعی ہین جنکو اکابر شیعہ نے تسلیم کرکے وقوع تحریف کا اعتقاد کرلیا ہے
قرآن مین کمی و بیشی اور تغییر و تبدل اور نسخ و تحریف بہت کچہہ ہوگئے ہے پس تمسک بالقرآن فی الحقیقت یہہ ہے وہ نہین
اور تمسک کے یہہ معنے ہین وہ نہین **قولہ** غرضکہ اور اسی قسم کی روایتین درمنثور و اتقان وغیرہ
مین موجود ہین ارادہ تہا کہ جو کچہہ انکے جواب آپکے علمانے دیئے ہین وہ نقل کرکے انکی کیفیت بہی
لکہی جائے مگر بخوف اطناب نہین لکہتے پہر دیکہا جائیگا - **اقول** پہر جب کبہی آپکا دل
چاہے دیکہہ لیجیے ہم ہر طرح حاضر ہین نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ مصرع ہمین میدان
ہمین چوگان ہمین گوئے **قولہ** آپکے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہین فرمایا کہ غلط ہی ٹہرایا بلکہ
بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پہڑوایا علے اختلاف الروایتین **اقول**
پہلے کسی دلیل شرعی سے یہہ تو ثابت کیجیے کہ مطلق جلوانا یا پہڑانا ادبنا اور خلاف تعظیم و احترام ہے
جبتلک آپ یہہ ثابت نفرماوینگے اوسوقت تک آپکا اعتراض ہی لغو ہے اور لائق التفات نہین -
لیجیے ہم آپکے بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتا کرتے ہین جواب تحریر فرماوین کیا فرماتے ہین علماء
امامیہ اثنا عشریہ اس صورت مین کہ ایک شخص نے ایسی حالت مین کہ اوسکی نزدیک قرآن شریف
مین کلمات تفسیر بہی لکہی ہوئی تہے اصل قرآن کو اونسے جدا کرکے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و
تالیف کے اوسکی نسخے کو اطراف و اکناف عالم مین شائع کیا اور اوسکو موافقین و مخالفین سے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کرلیا پہر اوس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو بمنزلہ مسودہ کے تہا اور جسمین کلمات تفسیر درج تہے مبادا ظاہر ہوکر باعث اختلاف امت و نزاع کا ہو اوسکو جلوا دیا یا پارہ پارہ کروادیا تو یہہ شخص ماجور ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا مرتکب ہوا بیوا بالدلائل الشرعیہ توجروا اور نہین تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیجیے اگر کوئی شخص بلا قصد اہانت قرآن شریف کو اپنی رائے مین کوئی مصلحت شرعی سمجہکر جلوائے یا پہڑوائے تو جائز ہے یا حرام حضرت پیر صاحب حسب شہادت آپکے امام کلینی کے۔ امام صادق نے تو یہانتک اہانت کی کہ ہاتہ سے پہینک دیا تفسیر سورۂ نحل مین مفسر صافی[1] روایت نقل کی ہے وفی الکافی عن القمی عنہ (عن الصادق) انہ قرأ ان تکون ائمۃ ہی ازکی من ائمتکم فقیل انا نقرأھا امۃ ھی اربی من امۃ فقال وما اربی ومای بیدہ فطرحہا۔ ہم اسکو بہی علماء امامیہ ہی سے استفسار کرتے ہین کہ اگر کوئی شخص اسطرح قرآن کی اہانت کرے تو جائز ہے یا حرام **قولہ** یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ بیاض عثمانی قرار دین آپکے خاتم المتکلمین کے عادت مین چونکہ تمسخر ہی بطور تحریر اونہون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپنے اونکی عبارت مین تامل نہین فرمایا معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب نالائق سے ملقب کیا ہو۔ یہہ محض کذب و افترا ہے اور اگر آپ اسباب مین کوئی سند لاسکتے ہین تو لائیے۔ **اقول** جب وقوع تحریف بروایات صحیحہ و باعتراف اکابر شیعہ ہم ثابت کرچکے تو ظاہر ہے کہ یہہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہے واقع ہوا ہوگا کیونکہ وہ جمع و تالیف جو اول شیخین کے زمانہ مین کی تہی اوسکا خلاصہ بہی ابہی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہوگیا تو اسکو اگر شیعہ محرف عثمانی اور بیاض عثمانی کہین تو کیا بعید ہے۔ یہہ لفظ نہہی اسکا محل تو صریح روایات سے ثابت ہوتا اور اگر تتبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات مین یہہ لقب بہی نکلیگا ملاونہ

---

[1] کافی مین قمی سے روایت ہے کہ امام صادق نے (باین الفاظ) ان تکون ائمۃ ہی ازکی من ائمتکم پڑہا کسی شخص نے کہا کہ ہم تو اسکو اتہہا اربی من امۃ پڑہتے ہین فرمایا اور اربی من امۃ کیا اور ہاتہ سے اشارہ کیا اور اسکو ڈال دیا ۱۲ —

ہمنے ماسبق مین ارغام سے عبارت کتاب بارقہ ضیغمیہ کے نقل کے ہے اوس سے صریح یہہ لقب
ناملائم نہین ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چون نظم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور
بیاض عثمانی مین کیا فرق ہے - افسوس کہ آپ اپنے علماء کی کتابونکو دیکھتے نہین جو آپ کو
اپنے مذہب کا حال معلوم ہو - پس ہمنے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپکا کذب واقترا اور کہنا
محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ انصاف فرماوین کہ کیا کتاب اللہ سے تمسک کے یہہ ہی معنے ہین کہ
جسکا حافظ خود خدا وحقیقی تعالے شانہ ہو اوسکو محرف وغلط وسقیمۃ العرب فرماوین اور اوسکو جلاوین
یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہین اور بجائے تعظیم واحترام جلاوین اونکو دین مین پیشوا ومقتدا او
سمجھین **اقول** حسب ارشاد ہمنے تو انصاف سے عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام خوش
فہمی ہے اور محرف ہونیکا الزام کذب وافترا اور سقیمۃ العرب ہونے کا الزام حضرات کے خیانت نہین
بلکہ دین ودیانت ہے - لیکن تمسک کے یہہ معنی کہ کتاب اللہ کو محرف فرماوین اور اوسمین تحریف اعتقاد
کرین اور موافق اصول کے قرآن مین تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تمسک کے یہہ معنے ہین کہ کتاب اللہ کو
نجوش ہو کر بطریق اہانت کے پھینک دیوین - اور تمسک کے یہہ معنی ہین کہ ایسے لوگونکو جو قرآن کے غلطیونکا اور
تحریفات کا اعتقاد کرین یا تحریف کی شہادت دیوین یا قرآن کو اہانت کے ساتھہ پھینکین ازخلاف
تعظیم واحترام اوسکی اہانت کرین اونکو مقتدا اور پیشوا واجب الاطاعت بمنزلہ انبیا بلکہ انبیا وسے افضل
سمجھین ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + **قال الفاضل المجیب** - قولہ - کیا تمسک کے
یہہ ہی معنی ہین کہ (نعوذ باللہ توبہ توبہ) آل رسول کی بنات طیبات کو بلکہ اونکی شرمگاہونکو مغصوب
اعدا ٹھہراوین - چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ ومنتہی الکلام وآیات بینات نے روایت نقل کی ہے
اقول - صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غصبت منا نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت مجیب نے اپنی طرف سے
بلکہ انکی شرمگاہونکو الخ زیادہ کر دیا کمال ہی کام فرمایا شرم وحیا سے خوب کام لیا - حضرت وہ عبارت
بعینہ نقل فرماوین جسکا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ اونکی شرمگاہونکو فرمایا ہے - معاملہ دینی مین ایسے تصرف
کرنے سے آنحضرات کو خوف خدا نہین - اہل علم ہیچ شرم وحیا نہین **یقول العبد الفقیر** اے مولاہ

جب آپکے امام کلینی نے اول فرج غصبت سنابمات خبیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقلاً کرنے
بلکہ اوکی شرمگاہونکو الخ لکھدیا تو کیا غضب ہوا اول فرج غصبت منا کا اگر یہہ ہے بعینہ مطلب نہین
تو آپ ہی فرماوین کہ اسکے سوا اوسکا کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد شرمگاہ نہین ہے
یا عصبیت سے مغصوب ہونا سمجہہ مین نہین آتا۔ ہان ہماری یہہ تو خطا ضرور ہے کہ ہمنے لفظ فرج کا
ترجمہ شرمگاہ کیا ہے اور لفظ فرج عضو مخصوص کے لیے صریح ہے اور شرمگاہ کنایہ لطیف معلوم ہوتا ہے
کہ آپکو اسوقت پسند آتا اور صحیح معلوم ہوتا جب کوئی شخص آپکے امام کلینی کے اس فحش کا ترجمہ ایسی
صریح اور فحشیہ الفاظ مین معاذ اللہ کرتا۔ ہمکو نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپکی امام کے اور جہلا مین پھر
خوف خدا اور اہل علم سے شرم وحیا تو آپکے امام کلینی نظر آئین اور عتاب ہو ہمپر اگر یہہ الفاظ مقتضاے
آپکے دین وایمان وحیا وشرم کی بیحیائی سے ناشی اور شنیع ہین تو اپنے حضرت کلینی کے روح
پرفتوح کو صلواتین سنایئے یا جو اونکے اساتذہ بزرگوار ہین جن سے اونہون نے یہہ فحش اور بیحیائی کے
بات اخذ کی ہے اونکو کچھہ کہیئے ہم تو محض ناقل مضمون ہین کہ الزاماً خدمت مین پیشکش کیا تو پھر
یہہ ناواجب غصہ کیون نکالا جاتا ہے۔ ہان اگر ہمنے نقل مین خطا کی ہو اور اپنی طرفسے تراش کر
لکھدیا ہو تو اوسوقت البتہ ہم مقصوروار تہے۔ پس معلوم نہین کہ آپ ہمپر کیون جہلا اوٹہے۔ ہمنے کیا
بیجا تصرف کیا تہا جو آپکو یون بے طرح جوش آگیا۔ اگر ہمنے اپنی طرفسے کوئی تصرف کیا تہا
تو پہلے ثابت کرنا چاہیئے تہا اصل روایت کلینی سے نقل فرماتے اور لکہتے کہ اس روایت کے نسبت
یہہ زیادتی ہے اور نقل مضمون مین یہہ ناجائز تصرف ہے اور بدون اسکے یہ نہین بے دلیل تو رغل مچانا
اہل عقل وخرد کا تو کام نہین ہے۔ اوسپر طرفہ ماجرا یہہ ہے لکہتے ہین کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے
اول فرج غصبت منا نقل کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کیطرف عاید کیا ہے اور یہہ
نہین فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہانسے نقل کی ہے اصل موجد اس فحش بیحیائی کا کون ہے
یہہ آپکی دیانت کا مقتضا ہے۔ معہذا یہہ جو سوال فرمایا کہ (حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادین
جسکا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ اونکی شرمگاہونکو فرمایا ہے) اسکا جواب یہہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو

بغور ملاحظہ فرماوین - اوسمین کہان لکہا ہے کہ یہہ ترجمہ ہے جسکی واسطے تطابق لفظی شرط ہے جسکو آپ تلاش فرماتے ہین - حیف ہی کہ آپکو اتنی بہی خبر نہین ہے کہ یہہ ترجمہ نہین ہے بلکہ نقل مضمون اور حکایت بالمعنے ہی جسکے لیے صرف اتحاد مطلب شرط ہے و بس - معلوم نہین جناب نے اسکا ترجمہ ہونا کس قرینہ سی سمجہا - باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم وحیا تو البتہ حضرات شیعہ کو حاصل ہے کہ مستقیمۃ العرب مسخ کرکے اپنی مطلب کے لیے سقیمۃ العرب بنا لیا اور اپنی مدعا کے موافق روایت مین تصرف کرلیا البتہ معاملات دینی مین خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم وحیا تو یہہ ہوئی اسیطرح آپکے شریف رضی نے نہج البلاغت مین جابجا جناب امیرؑ کی کلام کا ستیاناس کیا اور اوسکو مسخ تحریف کرڈالا جس سے شراح کا بہی ناک مین دم آگیا اور بے اظہار کیے اونکو بہی کچہ بن نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ مین بطور مشتی نمونہ خروار عرض کرآئی ہین البتہ خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم وحیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیرین ہین جو کسیقدر حافظہ مین ہین مگر خوف تطویل رخصت نہین دیتا - **قولہ** بہرحال حضرت مجیب کی غرض اس مسئلہ نکاح ام کلثومؑ سے اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہین - اور اگر ہوا تو ام کلثوم بنت حضرت زہرا علیہا السلام سی ہوا یا کسی ام کلثوم سے بیچاری تو بہت ہی طول ہو اور بباعث بیماری اور عدیم الفرصتی اس قدر طویل بحث چہیڑ نہین سکتے اور نیز پہلے ہی اس تحریر مین طول ہوگیا - اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات بینات و لہب المیزان و تحفہ الاشعریہ وغیرہ مین ملاحظہ فرمالین **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل کی تحقیقات کی نسبت اسقدر گریز و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیون چہیڑا تہا اور یہہ جو شروع جواب مین ارشاد ہوا تہا کہ (اگر غور فرمائیے تو یہہ اعلی درجہ کی عبادت ہے) یہہ صرف زبانی ہماری ہی واسطہ تہا اور اتامرون الناس بالبر کے حکم مین تہا - اگر آپ ایسی مریض و عدیم الفرصت ہین تو آپنے سوال ہی کیون لکہا - شاید آپکو یہہ خیال ہوگا کہ خصم کب دست بگریبان ہونے والا اور کب یہہ روسیاہ نظر آئیگا - اب جب موقع آیا تو یون عذر و حیل و گریز و اغماض ہونے لگا

آپکا خصم آپکی ایسی ایک نہ سنیگا جبتک آپ جواب صاف نہ دینگے وہ آپکو گھیر ہی رہیگا یہاں تک
جواب آیات بینات پر آپ ٹالتے ہیں۔ شعر سوال بوسہ کو نالا جواب چین ابروسی ؎ برات
عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہیں ؎ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیجیے اگر جواب
آیات بینات میں یہ بحث ہے تو آپ دین سے دیکھ بہال کر جواب دیجیے آپکے خصم کو کچھ حاجت
نہیں کہ وہ یہ کتابیں دیکھتا پھرے۔ حیلۂ خوف تطویل بالکل لغو ہے جہاں آپنے چار ورق کے
جواب میں چھ جزو تحریر فرمائی اور اسکے لیے آپکو بیماری اور عدیم الفرصتی مانع نہوئی تو اس مسئلہ کے
لیے بھی ایک دو جزو کا کچھ مضائقہ نہ تہا۔ مگر شاید عجب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری
لاحق حال ہوئی ہو اور چار و ناچار آپ جیسا آیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی ٹہیری کہیر ہی اگر یہ ہے تو ہم بھی حق
معافی لکھہ دینگے اور معذور سمجھینگے مگر نشرطی۔ **قولہ** مگر یہاں صرف اسیقدر لکھا جاتا ہے کہ جیسے
اہلسنت ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اسیطرح شیعہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم
بنت زہرا سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح بھی باکراہ ہوا جو غصب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہے
چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق محرقہ ابن حجر میں ہے صح عن عمر انہ
خطب ام کلثوم من علی فاعتل بصغرها وبانہ اعدها لابن اخیہ جعفر فقال انی ما اردت
الباءة ولکن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب منقطع
یوم القیمة ما خلا سببی ونسبی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے ان علیا لما عن
نکاح ابنتہ بعمر واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منہ ذلك العذر حتی الجأ الخ غور فرمائیے
کہ لفظ الجاء آپکی کتاب میں موجود ہے غصب اور اس لفظ میں صرف تنازع لفظی ہے ۲ کتاب
ہمت العارفین میں ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار
بود باز بنکاح ابوبکر در آمدہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام و یک دختر ام کلثوم زائید۔ بعد
ازاں بنکاح علی بن ابی طالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر در آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم
دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ غرضکہ جسطرح اہلسنت یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ شیعہ

اسیطرح اونکی کتابون سی اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہین کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر
سی ہوا اور چونکہ وہ دامن عاطفت جناب امیر علیہ السلام مین پلی تہی فرط ربط و اتحاد سی وہ جناب
امیر کی ہی بیٹی مشہور تہی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تہا۔ چنانچہ روایت مذکورہ
ثابت ہی **اقول** دانشمندان روزگار ناظرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر سے
اونکی حواس باختگی اور حیرانی و پریشانی سمجھہ گئی ہونگے کہ کیسی گرداب اعتراض مین ڈبکیان کہا رہی ہین
اور ہاتہہ پانو اولٹی سیدہی مار رہے ہین لیکن ولات حین مناص۔ اب لیجئے ہم اس بحث کو چہیڑتے ہین
اور تمام پہلوؤن پر جو ہماری فاضل مخاطب نے اسجگہ ذکر کئیے ہین بحث کرتے ہین۔ اول ہماری فاضل
مجیب نے یہہ دعوی کیا کہ یہہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہین ہوا۔ دوسرا دعوی
یہہ کیا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہہ دعوے کیا کہ یہہ
نکاح ہی باکراہ ہوا۔ پہر ان تینون دعوؤن کی ثبوت کے لیے تین روایتین ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہین
کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیون ذکر فرمائی اوس سے کس دعوی کا
اثبات مظنون سا ہی ہے نہ پہلے دعوی کے ثبوت سی اوسکو تعلق نہ دوسری دعوی
کچھہ ربط نہ تیسرے دعوی سے مس بلکہ صریح نقیض دعوے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ساتہہ پیوند ہونا جو قابل انقطاع نہین ہے مدنظر تہا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ
ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تہین کیونکہ اگر یہہ ام کلثوم دختر حضرت
صدیق رض ہوتی تو پہر اس علت کے ساتہہ خواستگاری کے کچھہ معنے نہین یہہ پیوند اور خویشگی
تو پہلے سی تہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ رشتۂ نسبت منعقد ہو جاوے۔ جو
بنت صدیق رض مین بلکہ بنت علی رض مین ہی جو بطن حضرت زہرا رض سے ہو مفقود تہا تو اس سی صاف
معلوم ہوا کہ یہہ روایت مثبت نقیض دعوی اول ہے اور مبطل عین دعوی ثانی و ثالث
ہماری فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل داد ہی۔ کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

اور ثبوت وہا سمجھکر سب سے پہلے خصم کے مقابلہ مین پیش کرتے ہین اور اتنا نہین سمجھہ سکتے کہ
یہہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا مضر لیکن ہمکو کچھہ شکایت نہین واقعی یہہ اعتراض ایسا وار
عضال الحقد و غیر قابل انحلال ہے کہ اسکو سنکر جسقدر اوسان حضرات کی خطا ہون بجا ہے
اور جسقدر حواس پریشان ہون زیبا۔ پہر ایک اور طرفہ تماشا یہہ کہ تحریر فرماتے ہین کہ جسطرح اہلسنت
اس نکاح کو ثابت کرتے ہین اسیطرح شیعہ اونکی کتابونسے ثابت کرتے ہین کہ بنت زہراؑ سے کہ
نہین ہوا) جو حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور فہم پر دال ہے کوئی حضرت مخاطب سے پوچھے کہ حضرت
اونکی کتابونکی کیون قید لگائی گئی ہے اپنی کتابونکو ذکر سے اور اونہین ثابت ہونے ہونے
سے کیون پہلوتہی فرمایا یہہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد
اہلسنت کے نزدیک کچھہ اس نکاح ہی پر منحصر نہین۔ حضرتؓ کو جو علو مرتبہ اسلام مین ہے
اگر یہہ نکاح ہوتا تو بہی وہ مرتبہ حاصل تہا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو اونکی فضائل سے انکار ہے
اور بلکہ دائرہ ایمان سے بہی خارج سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے اور اونکی باہم کمال عداوت تہی تو
اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزاماً شیعہ کی کتابون سے یہہ روایت نقل کرکے اونکو چپ
کرتے ہین تو اگر بفرض محال اہلسنت کی کتابونمین یہہ نکاح ام کلثوم بنت زہراؑ سے ثابت نہو
بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی سے ہو تو حضرات شیعہ کے اوپر سے یہہ الزام جو بموجب اونکی روایات کے اونپر
چسپان ہوا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہہ نکاح اہلسنت کی کتابونمین ثابت نہین ہے کیونکر اوٹھہ
سکتا ہے حالانکہ یہہ بہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابونسے یہہ ثابت نہین چنانچہ ہم عرض کرینگے
پس اس الزام کے ہماری فاضل محبت نے جسقدر جوابات تحریر فرمائے اور روایات لکہی وہ سب لغو اور بے سود
ہین اور حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور خوش فہمی پر دال ہین اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھہ بہی
نہ لکہتے تو بہ نسبت اسکی آپکے لیے بہت بہتر تہا کیونکہ کچھہ پردہ پوشی رہتی اب لیجیے ہم اسکا
ثبوت اہلسنت و اہل تشیع کی کتابون سے کرتے ہین۔ اول اہل سنت کی کتب معتبرہ
مختصراً ثبوت سنیے صحیح بخاری صفحہ ۴۰۳ مین مذکور ہے۔ حدثنا

اگر اہلسنت کی کتابونسے فاروق و ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ثابت نہو تو اونکو داڑی کچھہ ضرر نہین —

اہلسنت کی کتابونسے فاروق کیساتھہ ام کلثوم بنت زہراؑ کے نکاح کا ثبوت —

عبدان انا عبد الله انا یونس عن ابن شہاب قال ثعلبة بن ابی مالك[1] ان عمر بن
الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید فقال له بعض
من عنده یا امیر المؤمنین اعط هذا ابنت رسول الله التی عندك یریدون
ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق وام سلیط من نساء الانصار
ممن بایع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر فانها کانت تزفر لنا القرب
یوم احد اور سینی اسیکے حاشیہ پر لکھا ہے قال الکرمانی[2] ام کلثوم بنت فاطمة
بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولدت فی حیاة رسول الله صلی الله علیه
وسلم خطبها عمر الی علی فقال انا ابعثها الیك فان رضیت فقد زوجتکها
فبعثها الیه ببرد وقال لها قولی هذا البرد الذی قلت لك فقالت ذلك
لعمر فقال لها قولی قد رضیت رضی الله عنك ووضع یده علی ساقها فکشفها
فقالت اتفعل هذا لولا انك امیر المؤمنین لکسرت انفك ثم جاءت اباها
فقالت بعثتنی الی شیخ سوء واخبرته فقال لها یا بنیة انه زوجك سنن نسائی
میں لکھا ہے[3] ووضعت جنازة ام کلثوم بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن

---

[1] ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں کو چادریں تقسیم کی تھیں ایک چادر بچ گئی تو پاس والوں نے امیر المؤمنین اوسکو کسی کے باراده ام کلثوم بنت علی کہا کہ یہ چادر رسول اللہ کی دختر کو جو تیرے پاس ہے دیدے۔ عمر نے کہا کہ ام سلیط زیادہ مستحق ہے اور ام سلیط انصار کی اون عورتوں مین سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی عمر نے کہا کیونکہ وہ جنگ احد کے دن ہماری مشکین پیوند کرتی تھی۔
[2] کرمانی نے کہا کہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر فاطمہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین پیدا ہوئی عمر نے اوسکی منگنی کا علی کے پاس پیام بھیجا تو علی نے فرمایا مین اوسکو تیرے پاس بھیجونگا اگر تیری رضا ہوئی تو مینے تیرے ساتھ اوسکا نکاح کردیا۔ پھر ام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اوسکو کہا کہ تو کہیو کہ یہہ وہ چادر ہے جسکا مینے تجھ سے ذکر کیا تہا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اوسکو کہا کہ کہنا مین راضی ہوا خدا تجھسے راضی ہو اور اپنا ہاتھ ام کلثوم کی ساق پر رکہا اور اوسکو کہولا ام کلثوم نے کہا تو یہہ کیا کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین نہوتا تو مین تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پھر اپنے باپ کے پاس آئی اور کہا مجھکو آپ نے بڑی بڈہی کے پاس بھیجا تہا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علی نے کہا بیٹا وہ تیرا شوہر ہے۔
[3] ام کلثوم بنت علی زوجہ عمر کا اور اوسکے فرزند جسکو زید کہتے تھے جنازہ یک بار رکہا گیا۔

یھا یقال الحزید وضعا جمیعا والامام[1] یومئذ سعید ابن العاص وفی الناس ابن عمر وابو ہریرۃ وابو سعید وابو قتادہ فوضع العلام مما یلی الامام۔ علاوہ انکی خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ حیدر ازالۃ الغین نواقض مولانا محمد حسینی سے سوی نقل کی ہے۔ ہم بھی منتہی الکلام سے تیمنا للفائدہ نقل کرتے ہیں۔ عن عقبۃ بن عامر[2] رضی اللہ عنہ قال خطب عمر الی علی ابنتہ من فاطمۃ واکثر ترددہ الیہ فقال علی یا امیر المؤمنین ما عندی الا صغیرۃ فقال عمر ما یحملنی علی کثرۃ ترددی الیک الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل حسب ونسب وسبب وصہر منقطع یوم القیمۃ الا حسبی ونسبی وسببی وصہری فقام علی رضی اللہ عنہ فامر بابنتہ من فاطمۃ فزینت وبعث بہا الی عمر رضی اللہ عنہ فلما راٰھا قام الیہا فاجلسہا فی حجرہ وقبلہا ودعا لہا فلما قامت اخذ بساقہا وقال لہا قولی لابیک قد رضیت فلما جاءت الجاریۃ الی ابیہا قال لہا ما قال لک امیر المؤمنین قالت لما راٰنی قام الی فاجلسنی فی حجرہ وقبلنی

---

[1] اور امام اوس روز سعید بن العاص تہا۔ اور لوگون مین ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ بہی تہی پس رکہی گئی لڑکے کو امام کے متصل کہا ۱۲۔

[2] عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا عمر نے علی کو انکی دختر کے جو بطن فاطمہ سے تہین منگنی کا پیام دیا اور بکثرت آمد و رفت رکہی علی نے کہا ای امیر المؤمنین بجز ایک صغیرہ کے میرے پاس اور کوئی نہین عمر نے کہا میرے پاس (اس معاملہ مین) بکثرت آمد و رفت کا اور کوئی باعث نہین ہے مگر صرف یہہ ہے کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تمام رشتے ناطے اور دامادی تعلق منقطع ہوجاوینگے مگر میرا رشتہ اور ناتا اور دامادی تعلق۔ پس علی رضی اللہ عنہ اوٹھے اور اپنی دختر کی نسبت جو فاطمہ سے تہین حکم دیا اونکو آراستہ کیا گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بہیجا جب عمر نے اوسکو دیکہا اوٹھہ کہڑے ہوئے اور اوسکو اپنی گود مین بٹہلایا اور دعا دی جب اوٹہی تو اوسکی پنڈلی پکڑی اور اوسکو کہا کہ اپنے باپ سے کہیو مین راضی ہوگیا جب چہوکری اپنے باپ کے پاس آئی پوچہا کہ امیر المؤمنین نے تجہسے کیا کہا۔ کہا جب مجہکو دیکہا اوٹہہ کہڑا ہوا اور اپنی گود مین بٹہلایا اور پیار کیا ۱۲۔

ودعا لي فلما قمت أخذ بساقي وقال لي قولي لأبيك قد رضيت فأنكحها
إياه فولدت زيد بن عمر فعاش حتى كان رجلا ثم مات دوسری روایت
خطب عمر إلى علي رضي الله عنهما ابنته أم كلثوم وأمها فاطمة ابنة رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال له علي إن علي فيه أمراء حتى (أني في هذا الشأن أمراء حتى)
أستأذنهم فأتى ولد فاطمة فذكر ذلك لهم فقالوا زوجه فدعا
أم كلثوم وهي يومئذ صبية فقال انطلقي إلى أمير المؤمنين فقولي له إن
أبي يقرئك السلام ويقول لك إنا قد قضينا حاجتك التي طلبت فأخذها
وضمها إليه وقال إني خطبتها إلى أبيها فزوجنيها فقيل يا أمير المؤمنين
تريد إليها صبية صغيرة فقال إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم و
ذكر الحديث بمثل ما تقدم ابن سمان کی روایت إن عمر قال لعلي إني أحب
أن يكون عندي عضو من أعضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له
علي ما عندي إلا أم كلثوم وهي صغيرة فقال إن تعش تكبر فقال إنها
أميرين معي قال نعم فرجع إلى أهله وقعد عمر ينتظر ما يرد عليه فقا

۱ اور دعا دی اور جب میں اوٹھی تو میری پنڈلی پکڑی اور کہا اپنی باپ سے کہنا میں راضی ہو گیا پس علی نے اوسکا نکاح عمر کے ساتھ
کر دیا پھر (اوس سے) زید بن عمر پیدا ہوا اور زندہ رہا یہانتک کہ جوان ہو گیا پھر مر گیا ۱۲ ۲ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو اونکی بیٹی کی
(جنکی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہین) منگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس امر میں میرے ساتھ اور بھی امیر ہیں جبتک
اونسے اذن نہ لون (کچھ نہین کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹونکے پاس آئے اور اونسے یہہ ذکر کیا اونہون نے کہا نکاح کر دیجے ام کلثوم
جو اوسوقت لڑکی تہی بلایا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس جا اور اوسکو کہہ کہ میرا باپ تجکو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمنے تیری
حاجت جو تو نے چاہی تہی پوری کر دی پس اوسکو لیا اور اپنے گلے لگایا اور کہا کہ مینے اسکے والد کو اسکی منگنی کا پیام دیا تہا اونسے اسکا
میری ساتھہ نکاح کر دیا کسی نے کہا اے امیر المومنین تمکو اسکی طرف رغبت ہے حالانکہ یہہ چھوٹی لڑکی ہے کہا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے اور مثل گذشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا ۱۲ ۳ عمر نے علی سے کہا کہ مین چاہتا ہوں میرے پاس کوئی لخت جگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو علی نے کہا کہ میرے پاس تو بجز ام کلثوم کے دوسری نہین اور وہ چھوٹی ہے کہا اگر جیتی رہی تو بڑی
ہو جاویگی حضرت علی نے کہا کہ اسکی معاملہ مین میرے ساتھہ دو اور بھی امیر ہین حضرت عمر نے کہا اچھا علی اپنی گھر لوٹ آئے
اور عمر منتظر بیٹھے رہے کہ کیا جواب ملتا ہے ۱۲

عَلَیَّ اُدْعُو الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَجَاءَ اِفَدْخَلَا وَقَعَدَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اِنَّ عُمَرَ خَطَبَ اِلَیَّ اُخْتَکُمَا فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ لَهُمَا مَعِیَ اَمْرًا وَاِنِّیْ کَرِهْتُ اَنْ اُزَوِّجَهَا اَنَا حَتّٰی اُدَامِرَکُمَا فَسَکَتَ الْحُسَیْنُ وَتَکَلَّمَ الْحَسَنُ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَتَاهُ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتُوُفِّیَ عَنْهُ وَهُوَ رَاضٍ ثُمَّ وُلِّیَ الْخِلَافَةَ فَعَدَلَ قَالَ صَدَقْتَ وَلٰکِنِّیْ کَرِهْتُ اَنْ اَقْطَعَ اَمْرًا دُوْنَکُمَا بلفظه علاوہ اسکی وہ روایت ہے جو فاضل مخاطب نے بھی صواعق ابن حجر سے نقل کی علاوہ اسکی ابن عبد البر نے بھی استیعاب مین اثنا ترجمہ ام کلثوم مین روایت کی ہے ان عمر بن الخطاب[۲] خطب الی علی بنتہ ام کلثوم فذکر صغرها فقیل له رد ذلک فعاوده فقال له علی ابعث بها الیک فان رضیت فهی امرأتک فارسل بها الیه فکشف عن ساقها فقالت مه والله لولا انک امیر المومنین للطمت عینک علاوہ اسکی شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ مین بیان کیا ہے ام[۳] کلثوم بنت علی بن ابی طالب الهاشمیۃ امها فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال ابن ابی عمر المقدسی حدثنی سفیان عن عمر عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی بنتہ ام کلثوم

---

[۱] کہا حسن اور حسین کو بلاؤ وہ اندر آئے اور سامنے بیٹھ گئے آپ نے خدا کی حمد وثنا کی پھر انسے کہا کہ عمر نے مجکو تمہاری بہن کی نسبت پیام دیا تھا مین نے اوسکو کہا کہ اسکی معاملہ میرے ساتھ دو اور بھی ہیں مین اوسے بھی پسند نہ کیا کرتا وقتیکہ تم سے مشورہ نہ کرلون اسکا نکاح کردون حسین چپکے رہے اور حسن بولے اور خدا کی حمد وثنا کہکر کہا ای باپ عمر کے بعد کون ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت پایا اور آپ اوس سے راضی وفات پاگئے پھر متولی خلافت ہوا اور انصاف کیا کہا تو نے ٹھیک کہا لیکن مین نے بدون تمہارے ایسا امر قطعی فیصلہ کرنا پسند نکیا۔ [۲] تحقیق عمر بن خطاب نے علی کو انکی دختر ام کلثوم کی نسبت پیام دیا۔ آپ نے اوسکی صغر سنی کا ذکر کیا کسی نے کہا کہ پھر درخواست کرو تو ادیا اونہون نے پھر کررو کی۔ علی نے کہا کہ اوسکو مین آپ کے پاس بھیجونگا اگر آپ کی رضا ہوئی تو وہ آپکی زوجہ ہے۔ پھر اوسکو آپ پاس بھیجا عمر نے اوسکی پنڈلی کھولی ام کلثوم نے کہا ہون خدا کی قسم اگر تو امیر المومنین نہوتا تو مین تیری آنکھ پر طمانچہ مارتی۔ [۳] ام کلثوم ہاشمیہ علی بن ابی طالب کی بیٹی اوسکی والدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہین ابن ابی عمر مقدسی نے کہا کہ سفیان نے بروایت عمر کے محمد بن علی سے مجسے بیان کیا کہ عمر نے علی کو انکی بیٹی ام کلثوم کے

فذكر له صغرها فقيل له انه ردك فعاوده فقال له علي ابعث بها اليك فان
رضيت فهي امرأتك فارسل اليه فكشف عن ساقها فقالت مه لولا انك امير المؤمنين
للطمت عينك وقال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه
عن جده تزوج عمر ام كلثوم على مهر اربعين الفا وقال الزبير ولدت لعمر
ابنه زيد ورقية وماتت ام كلثوم وولدها في يوم واحد اصيب زيد
في حرب كانت بين بني عدي فخرج ليصلح بينهم فشج رجل وهو لا يعرفه في
الظلمة فعاش اياما وكانت امه مريضة فماتا في يوم واحد وذكر ابو بشر
الدولابي في الذرية الطاهرة من طريق ابن اسحاق عن الحسن بن علي قال لما
تأيمت ام كلثوم بنت علي من عمر دخل عليها حسن وحسين فقالا لها امكنت
عليها لينكحنك بعض ابنائه ولئن اردت ان تصيبن مالا عظيما لتصيبنه
فدخل علي كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اي بنية ان الله قد
جعل امرك بيدك فانا احب ان تجعليه بيدي فقالت يا ابت اني امرأة ارغب
فيما يرغب فيه النساء واحب ان اصيب من الدنيا فقال هذا من عمل هذين

سلہ نکتی کا پیام دیا آپ نے اوسکی کم عمری بیان کی کسینی کہا آپکی درخواست کو پھیر دیا اونہوں نے پھر درخواست کی علی نے
اونکو کہا کہ مین اوسکو آپ کے پاس بھیجونگا اگر آپ کی مرضی ہوئی تو وہ آپکی زوجہ ہے پھر اوسکو بھیجا آپ نے اوسکی پنڈلی کھولی
اوسنے کہا ہون اگر تو امیر المومنین ہوتا تو تیری آنکھ پر طمانچہ مار دیتے۔ ابن وہب نے روایۃً عن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہٖ
کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتھ چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا۔ زبیر نے کہا کہ وہ عمر کے دو بچے زید اور رقیہ جنی اور ام کلثوم
اور زید اوسکا بیٹا ایک دن مرے زید کو بنی عدی کے ایک خانہ جنگی مین جسکی مصالحت کی واسطے باہر آیا تھا ایک صدمہ
پہنچ گیا کسینی ناواقفانہ اندھیری مین سر پھوڑ دیا چند روز زندہ رہا اوسکی والدہ بھی بیمار تھے دونو ایک روز فوت
ہوئی۔ ابو بشر دولابی نے ذریت طاہرہ مین ابن اسحق کے طریق سے حسن بن علی سے ذکر کیا جبکہ ام کلثوم بنت علی
عمر سے بیوہ ہوگئی تو حسن اور حسین اوسکے پاس آئے اور کہا کہ اگر علی کو اختیار دیگی تو وہ اپنی فرزندون (بھتیجے) مین سے کسی کے
ساتھ تیرا نکاح کر دینگے۔ اور اگر تو بڑا مال و دولت حاصل کرنا چاہتی ہے تو حاصل کر سکتی ہے۔ پھر علی کرم اللہ وجہہ
آئے اور خدا کی حمد و ثنا کہی اور کہا بیٹا خدا نے تیرے کام کا مجھکو اختیار دیا ہے اور مین چاہتا ہون تو مجھکو دیدے
تو کہا اے باپ مین ایک عورت ہون اسمین رغبت کرتی ہون جسمین عورتین رغبت کرتی ہین اور مین چاہتی ہون

ثم قام یقول واللہ لا اکلم واحدا منهما او تفعلین فاخذ اثیابها وسالاها
فقبلته فقال انی قد زوجتک من عون بن جعفر فمات عنها عون ان هلک
فرجع الیها علی رضی اللہ عنہ فقال یا بنیة اجعلی امرک بیدی ففعلت فزوجها
اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد اللہ بن جعفر فماتت عنده و
ذکر ابن سعد نحوه وقال فی اخره فکانت تقول انی لا ستحیی من اسماء بنت عمیس
مات ولداها عندی فاتخوف علی الثالث قال فهلکت عنده ولم تلد لاحد منهم
وذکر ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر عن محمد عن ابیه ان عمر خطب ام کلثوم
الی علی فقال انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیها فواللہ ما علی ظهر
الارض رجل یرصد من کرامتها ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر الی المهاجرین
فقال رفئونی فرفئوه فقالوا بمن تزوجت قال بنت علی سمعت عن النبی صلی اللہ
علیه وآله وسلم یقول کل صهر ونسب وسبب منقطع یوم القیامة الا صهری
ونسبی وسببی وکان لی به علیه السلام النسب والسبب فاحببت هذا
ایضا ومن طریق عطاء الخراسانی ان عمر امهرها اربعین الفا واخرج بسند صحیح

۱؎ خدا کی قسم میں اِنمیں ایک سے بھی نہ بولونگا جبتک تو یہ نکریگی پھر تو دونوں اوسکے کپڑے پکڑ لیے اور اس سے سوال کیا تو
اوسنے قبول کیا علی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح عون بن جعفر کے ساتھ کر دیا عون چند روز بعد مرگیا پھر علی اوسکے پاس آئے اور کہا بیٹیا اپنا اختیار
مجکو دیدے اوسنے دیدیا پھر اوسکا نکاح عون کے بھائی محمد سے کر دیا وہ بھی مرگیا پھر اوسکا نکاح محمد کے بھائی عبد اللہ بن جعفر
سے کر دیا اور اوسکے پاس مرگئی اور ابن سعد نے اسکا [illegible]
اسما بنت عمیس سے شرم آتی ہے کہ اوسکے دو [illegible]
پاس آپ مرگئی اور اون میں سے کسی سے بچہ نہیں ہوا ابن سعد نے بروایت انس بن عیاض عن جعفر عن محمد بن ابیہ
ذکر کیا کہ عمر نے ام کلثوم کے منگنی کی علی سے درخواست کی اونہوں نے کہا کہ میں اپنی لڑکیوں کو جعفر کے بیٹوں کے واسطے
روک رکھا ہے عمر نے کہا مجھے بیاہ دو واللہ جسقدر میں اسکی زندگی کا منتظر ہوں کوئی شخص زمین کی پیٹھ پر اسقدر
نہوگا علی نے کہا میں نے بیاہ دیا عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہا کہ مجکو نکاح کی مبارکباد دو پوچھا کس کے ساتھ نکاح کیا کہا
علی کی بیٹی کے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا فرماتے تھے کہ ہر سلسلہ دامادی اور ناتا رشتہ قیامت کے دن منقطع
ہو جائیگا مگر میرا علاقہ دامادی اور رشتہ ناتا اور مجکو حضرت علیہ السلام سے رشتہ اور وسیلہ تھا میں نے چاہا کہ یہ بھی
عطا خراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اوسکا چالیس ہزار مہر باندھا تھا اور بسند صحیح کے ساتھ تخریج کی ہے

ان ابن عمر صلی علی ام کلثوم وابنها زید فجعله مما یلیه وکبر اربعا وساق لسند[۱]
اخران سعید بن العاص هو الذی امهم علیها انتهی بلفظه۔ ۱۲ وه ازین اسد الغابة میں
ترجمہ ام کلثوم میں ہے۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب[۲] امها فاطمة بنت رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم ولدت قبل وفاة رسول الله صلی الله علیه وآله خطبها عمر بن
الخطاب الی ابیها علی رضی الله عنهم فقال انها صغیرة فقال عمر زوجنیها یا ابا الحسن
فانی ارصد من کرامتها ما لا یرصد به احد فقال له علی انا ابعثها الیک فان
رضیتها فقد زوجتکها فبعثها الیه ببرد فقال لها قولی هذا البرد الذی
قلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قولی له قد رضیت رضی الله عنک ووضع
یده علیها فقالت تفعل هذا لولا انک امیر المؤمنین لکسرت انفک ثم جاءت
اباها فاخبرته الخبر وقالت له بعثتنی الی شیخ سوء قال یا بنیة انه زوجک فجاء
عمر فجلس الی المهاجرین فی الروضة وکان یجلس فیها المهاجرون الاولون فقال
رفئونی قالوا بماذا یا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی الله عنه سمعت
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول کل سبب ونسب وصهر ینقطع یوم القیمة

[۱] کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور اوسکی فرزند زید پر نماز پڑہی اور اوسکو اپنی متصل رکہا اور چار تکبیریں پڑہی تہے اور دوسرے سند سے بیان کیا کہ سعید بن العاص امام ہوا تہا ۱۲ ام کلثوم علی بن ابی طالب کی بیٹی اوسکی والدہ فاطمہ بنت رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہیں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اوسکی منگنی کا اوسکے باپ کو پیام دیا اوسنے کہا وہ صغیر سن ہے عمر نے کہا ای ابا الحسن میری ساتہہ اوسکی شادی کر دی کیونکہ جسقدر میں اوسکی بزرگی کا امیدوار ہوں کوئی شخص امیدوار نہوگا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بہیجونگا اگر تیری رضا ہوئی تو میں تیری ساتہہ اوسکا نکاح کر دیا پہر اوسکو ایک چادر دیکر بہیجا اور اوسکو کہا کہ کہنا یہہ چادر ہے جو میں نے تجسے کہی تہی اوسنی عمر سے یہہ ہی کہا عمر نے کہا اوس سے کہنا میں راضی ہوا خدا تعالے تجسے راضی ہو اور اپنا ہاتہہ اوسپر رکہا اوسنے کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المومنین نہوتا تو میں تیرے ناک توڑ ڈالتی پہر اپنی باپ کے پاس آکر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے مجکو بری بڈہی کے پاس بہیجا تہا کہا بیٹا وہ تیرا شوہر ہے پہر عمر مہاجرین کے پاس آکر روضہ میں بیٹہہ گئے اور اوسمیں مہاجرین اولین بیٹہا کرتے تہے اوسنے کہا مجکو نئی دلہن کی مبارکباد دو۔ کہا ای امیر المومنین کسکی ساتہہ کہا میں نے ام کلثوم بنت علی کے ساتہہ نکاح کیا ہے میں نے رسول الله صلے الله علیہ وسلم سے سنا تہا فرماتے تہے ہر واسطہ اور قرابت اور دامادی تعلق قیامت کی روز منقطع ہوگا۔ ۱۲

تی
الا سببی ونسبی وصهری وکان لی به علیه الصلوة والسلام النسب والسبب فاردت ان اجمع الیه الصهر فزوجه وتزوجها علی اربعین الفا فولدت له زید بن عمر الاکبر ورقیة وتوفیت ام کلثوم وابنها زید فی وقت واحد وکان زید قد اصیب فی حرب کان بین بنی عدی خرج لیصلح بینهم فضربه رجل منهم فی الظلمة فشجه وصرعه فعاش ایاما ثم مات هو وامه وصلی علیهما عبد الله بن عمر وحسین بن علی رضی الله عنهم اجمعین ولما قتل عنها عمر تزوجها عون بن جعفر

انتهی بلفظه نقلا عن ازالة الخفاء۔ بعد نقل ان روایات اور نصوص و تصریحات کے اس نکاح کے ثبوت مین اہلسنت کے نزدیک کچھ خفا باقی نہ رہا لیکن چونکہ مکابرۃ و عنادا بتقلید حضرت کشمیری صاحب مذہب آپ اس سے منکر ہین اسلئے اجمالاً اسقدر اور بھی لکھے دیتے ہین کہ علاوہ انکے اور محدثین اہلسنت نے بطرق شتی ان روایات کے نقل و تخریج کی ہے اگر مفصلاً اوسکو لکھا جاوے تو اندیشہ تطویل ہے اتنا معلوم رہے کہ محدث ابو صالح نے اور حافظ محمد عبد العزیز بن جعفر اور ابو نعیم نے کتاب معرفة الصحابہ مین اور طبرانی نے کبیر مین اور دارقطنی و طبرانی نے اوسط مین اور بیہقی نے اور دارقطنی نے بطور سلسلة الذہب کے امام صادق سے امام حسین تک اور دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس روایت کے تخریجات کی ہین ترجمہ روایات خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمة الله علیه نے تمام روایات کا ازالة الغین مین بتفصیل فرمایا ہے جس شخص کو دیکھنے کا شوق ہو ازالة الغین جلد اول کے آخر کو مطالعہ کرے اگرچہ اسکے اثبات کے لیے اور بھی نقول ہمارے پاس موجود ہین لیکن جسقدر نقل کیا ہے اہل انصاف کے لیے کافی و وافی ہے اور زیادہ کی حاجت نہین اسلئے اسی پر اکتفا کرتے ہین۔ اب اسکا ثبوت

ف ۱ ترجمہ میری دامادی اور قرابت دامادی اور نسبی علیه الصلوة والسلام کے ساتھ واسطے اور قرابت ترتیبی مین چاہا کہ دامادی کا تعلق بھی جمع ہو جاوے پھر چاہا مین نے اسکو مبارکباد دی اور چالیس ہزار درہم پر نکاح کیا تھا زید بن عمر کلان اور رقیہ پیدا ہوئی اور ام کلثوم اور اوسکی فرزند ایک وقت مین فوت ہوئی اور زید کو بنی عدی کے خانہ جنگی مین جسم زخمی کیا تھا باہم صلح کرانے کو داخل ہوا تھا اون مین کسی شخص نے اندھیری رات مین مارا جس سے سر پھٹ گیا پھر چند روز جیا پھر مر گیا وہ اور اوسکی والدہ اور اوس پر عبد اللہ بن عمر اور حسین بن علی نے نماز پڑھی اور جب عمر مقتول ہوئے تو پھر عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ ۱۲

اہل تشیع کے کتابونسی سینی - اول تو یہہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشرطیکہ غصبت سے
مراد نکاح بغیر رضا ہم تسلیم کرلین اور اسمین بپاس خاطر مجیب لبیب کچہہ چون وچرا نکرین ورنہ
حقیقۃً غصب فرج سے نکاح مراد کہنا صحیح نہین ہے بلکہ روایات کے بہی خلاف ہے جیسا ہم آئندہ عرض کرینگے
اور سینی - آپکی حضرت شہید ثالث مجالس المومنین اثناء ذکر عباس رضی اللہ عنہ مین تحریر
فرماتے ہین - در کتاب استیعاب وغیرہ آن مسطور ست کہ چون عمر بن الخطاب جہت تمویہ خلافت
فاسدہ خود تزویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر امر نمود آنحضرت جہت اقامت حجت مکرر اظہار
اباو امتناع نمود عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد - گفت اگر تو علی را راضی نسازی آنچہ
در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب سقایہ حج ز ترم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر
این نسبت واقع نشود آن فظ غلیظ مرتکب چنان امور ناصواب خواہد شد از حضرت امیر التماس
والحاح نمود کہ ولایت نکاح آن مطہرہ مظلومہ باو تفویض فرماید چون مبالغہ عباس در آن باب از حد
گذشت آنحضرت از روی اکراہ ساکت شد تا آنکہ عباس ازتکاب تزویج از پیش خود نمود و جہت
اطفاء نائرہ فتنہ او را با آن منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہرًا بواسطہ این وکالت فضول
وامثال آن حضرت امیر عباس را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص ندیدہ است
ولہذا چنانکہ سابقًا در احوال سید الشہداء مذکور شد آنحضرت از عباس و عقیل بحلیفین جافیین تعبیر فرمود
اور ایسے ہی یہہ ہی آپکے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین اثناء ترجمہ محمد بن جعفر طیار
مین تحریر فرماتے ہین - و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المومنین علی
مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ باعدم کفارت از روی اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود - اور سینی صاحب
تاریخ حبیب السیر خاتمہ ذکر فاروق رض پر جسجگہ انکی ازواج و اولاد کا ذکر کیا ہے لکہا ہے - پنجم
ام کلثوم بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند
پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نماند چنانچہ در مقصد اقصی مذکور ست زید را
عبد الملک بن مروان زہر داد - اور سنیئے آیات بینات سے نقلاً لکہتے ہین (۱) قاضی شوستری

مجالس المومنین میں کہا ہے۔ اگر بنی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد (۲) ابو القاسم
قمی شارح شرائع اس قول کی شرح میں یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ
بغیر الہاشمی لکہتا ہے تزوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر (۳)
مجالس المومنین میں ابو الحسن علی بن اسمعیل سے نقل کیا ہے۔ اور از وجہ امیر پرسیدند کہ از جہد
سندمہ نکاح خلیفہ ثانی ست جواب داد کہ دادن دختر بعمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد
ما بین جہت بود کہ اخبار بسیار میں شد و زبان اقرار بتفضیلات رسول می کشودند و دران مات علامت
ومطالعت ازیر مسطور بود (۵) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن یحیی
عن جعفر بن محمد القمی عن القداح عن جعفر عن ابیہ علیہم السلام
قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی
ساعۃ واحدۃ ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم یورث احدہما من الاخر وصلی
علیہما جمیعا (۶) قول مرتضی کا شافی اور تنزیہ الانبیاء میں۔ فاما نکاحہ فقد ذکرنا فی
کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحا و بینا انہ علیہ السلام ما اجاب
عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل مانوا
اشفق معہ من سوء الحال وظہور ما لا یزال یخفیہ (۸) مصائب النواصب میں قاضی
نورسستری نے لکہا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا تہا چونکہ یہ جو تہا

۱؎ نکاح عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ جائز ہے ۱۲ ۲؎ حضرت
علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ ۱۲ ۳؎ امام محمد باقر سے روایت ہے کہا ام کلثوم بنت
علی علیہ السلام اور اوسکا فرزند زید بن عمر ایک وقت میں فوت ہوئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کون انمیں سے پہلے فوت ہوا
اسلیے ایک دوسرے کا وارث نہوا اور دونو پر اکہٹی نماز پڑہی گئی ۱۲ ۴؎ لیکن حضرت کا نکاح کر دینا پس ہم نے
کہ اوسکی شرح جواب ہمنے کتاب شافی میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے
نکاح کو عمر کے ساتھ قبول نہیں کیا مگر ڈرانے اور دہمکانے اور جہگڑنے اور لمبی گفتگو کے بعد جسمیں بری
انجام کا اور اوسکی ظاہر ہو جانے کا جسکو ہمیشہ چہپاتے تہے خوف ہوا۔ ۱۲

ثبوت اصل کتاب سے اور ساتوان او پر نقل کر چکے تھے اسلیے یہان ترک کر دیا۔ غرضکہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور بھی بہت طرح سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب عقل و دین کے واسطے یہہ بھی کافی ہے۔ اب بعد ان نصوص و تصریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علماء معتمدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جسکو ذرا سی عقل اور تہوڑا سا دین و اسباب العطیات کی طرف سے ملا ہوا اس امر کا انکار نہین کر سکتا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہہ دعوے نہین کر سکتا ہے کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہین کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئین منعقد ہوا روایات اہلسنت مین تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہین اور روایات شیعہ مین بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رض کی محمد بن جعفر سے مصاہرت بیان کی اور ظاہر ہے کہ یہہ مصاہرت بسبب تزویج ام کلثوم بنت فاطمہ تھی نہ بسبب تزوج ام کلثوم بنت صدیق کے ابو القاسم قمی نے ام کلثوم کے ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہہ اوسیوقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہون اگر یہہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ ہونگی اور اسیطرح باقی نصوص بھی اسیطرف راجع ہین غرضکہ ان نصوص و تصریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگرچہ اسکے بعد کچہہ ضرورت نہ تہی کہ ہم اسکے ابطال کیطرف اور بھی متوجہ ہون۔ لیکن اسلیے کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دیانت فہم و فراست اور عقل و کیاست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالین اور معلوم کر لین کہ یہہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و خراش مذہب کر تے رہتے ہین اور آئی دن ایک نئی گہڑت ہوتی رہتی ہی تہوڑی سی اور بھی اس مسئلہ کی توضیح کر دینی ہین۔ واضح ہو کہ تتبع قاصر احقر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ جواب اور یہہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اوسکے بعد کشمیری صاحب صاحب نزہہ تک بھی ایجاد نہوئی تہی۔ کہ اونہون نے اس لاجواب توجیہہ کو اختیار کر لیا ہو

تفرمایا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ ایجاد و اختراع حال کا ہی - اول متقدمین مین بعض علما امامیہ نے مثل شیخ مفید کی اس نکاح کے وجود ہی سے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت مین یہہ مروی ہے وہ روایت زبیر بن بکار کی طریق سے ہے اور وہ مبغض امیرالمومنین ہے اور قابل اعتبار کے نہین ہے پھر جب دیکھا کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ متواتر کے ہے پیش نہین جاتا اور یہ ماہتاب ہشت چاک سی نہین چپ سکتا تو دوسرے راہ چلی بعضون نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت پر ڈالا - کہ آپنے وقت معجزان سے ایک جنیہ بلا کر اور مشکل بشکل ام کلثوم کرکے بہیجدی تہی اور وہ جنیہ حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی پناہ پکڑی کہ یعنی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کہا کسی نے بنات لوط کو مشبہ بہ قرار دیا یعنی بنات طیبات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بتلایا - کوئی سبب ظاہری کلمہ گوئی عمر کے اوسکو جائز اور مباح کہتا ہے اور کوئی وجہ نفاق و کفر باطنی کے اوسکو مثل اکل میتہ و لحم الخنزیر کے اضطرار آجتک جناب امیر ثابت کرتا ہے غرض کوئی مستانہ وار کچہہ نغمہ سرائی کر رہا ہے اور کسی کا کچہہ ترانہ ہے - لیکن کوئی اس بحر مصیبت سے ساحل خلاص پر نہ پہنچا - اور کسیکو اس ورطہ ہلاکت سے راہ نجات نسوجہی - تمام تاویلات مہمل اور ساری تسویلات لغو و لاطائل جب کوئی توجیہہ گرہ کشا نہوئی - اور دیکھا کہ خصم گلوگیر ہے رہائی محال ہے تو اسلیی پچہلون نے ایک نیا لباس بدلا - اور نرالی توجیہہ نکالی اور اوسکو باب الفتح سمجہا حالانکہ وہ بہ نسبت توجیہات سابقہ کے بہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور یہہ دلائل ثابت کر اول صریح روایات فریقین کے اسکی مکذب ہین روایات سی صاف ثابت ہی کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رض سے ہوا - اگر یہہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیق رض سے ہوا تہا تو آپکے علمائے دین زبان سے نکالا اور آجتک یہہ لغو توجیہات کیون کرتے رہے - اجی حضرت اگر واقعی یہہ نکاح بنت صدیق رض سے ہوا ہوتا تو آپکے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اوٹہا لیتے اور حلاف اسکے اپنی عجز کے معترف ہین - دوسری یہہ کہ عمر بن خطاب رض بزعم شیعہ دشمن اہلبیت اور اونکے مال و آبرو کے درپے تہے چنانچہ اہلبیت کے گہر کو جلا دیا اور طرح طرح کی اہانت کی - چنانچہ

[illegible]

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا اہلبیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ
تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت تھی
کہ اس بضعۃ الرسول جگر گوشہ بتول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جاویگی
چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بدیہی ہے کہ یہہ
دونو امر جبتک ام کلثوم بنت فاطمہ رض تسلیم نکیجاویں حاصل شدنی نہین۔ تیسرے یہہ کہ یہہ
محض جھوٹ اور افترا ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رض حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب ربیبہ
ہونے کے مشہور تھی جبتک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نکرادیں لائق التفات
نہیں بلکہ یہہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ۔ غیر
باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہوچکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھہ العباس شتابا
کہ یہہ اطلاق مستلزم تھا اسلیے ہرگز یہہ اطلاق صحیح نہین ہوسکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد
بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے
پسر تھی ویسے ہی محمد بن ابی بکر بھی آپکے ربیب تھے بلکہ محمد بن ابی بکر کو بنسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ
خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے
زیر نگہداشت رہے۔ حضرت بھی بکمال شفقت محمد بن ابی بکر کو ولدنا صلبی یاد فرماتے ہین۔ چنانچہ
نہج البلاغت مین یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہہ کہ اگر بفرض محال روایات مین ام کلثوم
بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہون تاہم صحیح نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ یہہ اطلاق
مجازا ہے اور متفق علیہ ہے کہ عدول عن الحقیقۃ جبتک حقیقت متعذرہ نہو اور قرینہ صارفہ
عن الحقیقۃ قائم نہو اسوقت تک معنی مجازی صحیح نہین ہوسکتے۔ اور اس جگہ مین ہرگز معنی حقیقی
متعذر نہین بلکہ معنے مجازی متعذر ہین۔ چنانچہ ہم عنقریب بیان کرینگے اور قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ
بھی مفقود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہین ہے جو حمل علی الحقیقۃ سے مانع ہو بلکہ صریح
قرائن حمل علی الحقیقت کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج خلافت بیان کرنا اور بعد انتقال

فاروق رض کے محمد بن جعفر کے ساتھ عقد واقع ہونا۔ عدم کفائت کا ہونا۔ حضرت ع کے فعل کے ساتھ
کہ آپ نے اپنی دختر بشہو ذی النورین کو دی تھی مماثلت بیان کرنا۔ تشبیہ ہونا۔ یہہ سب قرائن
ستا ہوا سکو ہین کہ یہہ ام کلثوم جناب امیر کی صلبی دختر تہین اور بنت صدیق جو آپکے ربیبہ تہین
نہین ہو سکتے۔ پانچوین ابن تاویل و تسویل کی گہڑنے اور مرائش لینے والونکو یہہ بہی نہ سوجہا کہ اتنا
سمجہین کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہین اور تاریخ ولادت دونو ام کلثوم
بنت علی مرتضی اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکہین۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ سب سے الجھے
اب انشقہ کو ہم کہو لیے ہین۔ اور حضرات کے اس توجیہ کو بہار منور کرتے ہین اور دکہاتے ہین
ملاتے ہین اب چاہیے کہ کسی نئی تاویل تراشی کی فکر دریادین پس ثابت ہوا کہ یہہ نکاح متنازع فیہ
ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہین کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہی تب
تک یہہ ام کلثوم پیدا نہین ہوئی تہے اور حمل مین تہی تو ابتداء خلافت فاروق مین پیدا ہوئی
چنانچہ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب مین تحریر فرماتے ہین امّ کلثوم بنت ابی بکر
الصدیق توفی ابوها وهی حمل من الثانیہ۔ اور روایت سابقہ سے یہہ بہی ثابت ہے
کہ بعد نکاح کے حضرت فاروق رض سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور مدت خلافت
حضرت فاروق تقریبا دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ
حضرت فاروق اسی صغیرہ سے جو انکی ابتداء زمانہ خلافت مین ہوئی ہو نکاح کرین اور یہہ اسکا
لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالغہ بہی ہو جائے اور دو بچے بہی پیدا ہو جائین عقل باور کرتی ہے
سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہ رض بہی اگرچہ صغیرہ تہین۔ لیکن بہ نسبت اس ام کلثوم
کی کئی سال بڑے ہین کیونکہ انکی پیدایش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہوئی
تہی چنانچہ ہم روایات سابقہ مین نقل کر آئے ہین ولادت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تو متعین و محقق ہوا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رض سے ہوا اور ہماری فاضل

ملہ ام کلثوم بنت [illegible] کہ جو یہہ حمل [illegible] اسکی ماں کے وفات پا طمہ تا سنہ ۱۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے [illegible]

ف — ہمت السعدا کی روایت کی تغلیط۔

مجیب کا دعوی کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہوگیا۔ پھر ہماری فاضل مخاطب نے
ایک روایت ایک مجہول الاسم والمسمی کتاب ہمت السعدا سے جو یہہ لکھی کہ وہ ام کلثوم کہ جسکے ساتہہ
عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تہی محض کذب اور سراسر غلط ہے اگر بالفرض اوسکا ہمین
ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کرلین اور الحاقی نہ کہین تاہم بمقابلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ
مشہورہ فریقین سے نقل کے گئی اسکو غلط سمجہا جائیگا۔ اور اسکی کذب و دروغ ہونے پر دوسری
دلیل یہہ ہی کہ اس روایت مین لکہا ہے۔ باز بنکاح ابوبکر درآمد از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام
دیک دختر ام کلثوم زائید۔ حالانکہ یہہ باتفاق فریقین سراسر غلط ہے عبد الرحمن بن ابی بکر
ہرگز بطن اسما بنت عمیس سے نہین ہے بلکہ محمد بن ابی بکر اسما بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوا
اور عبد الرحمن بن ابی بکر حضرت عایشہ رضہ کے حقیقی بہائی ام رومان کے بطن سے تہے پس
اگر یہہ عبارات الحاقی نہین ہین اور اصل مصنف کی ہی ہین تو جسکو اتنی بہی خبر نہین کہ ابوبکر کا
فرزند اسما بنت عمیس کے بطن سے عبد الرحمن تہا یا محمد جو ادنے طلبہ علوم پر بہی پوشیدہ نہین
اوسکا کلام بے شک ہماری فاضل مخاطب کے ہی نزدیک بمقابلہ روایات معتبرہ صحیحہ واقوال علما
مستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ مین
یقیناً جانتا ہون کہ یہہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسما بنت عمیس کے بطن سے عبد الرحمن تہے یا محمد
ہماری فاضل مخاطب پر بہی بااینہمہ ادعا تبحر مخفی نہوگا اور نہین تو نہج البلاغت اور اوسکی شروح
ہی سے یہہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابی بکر اسما بنت عمیس کے بطن سے تہی اور جناب
امیر کی ربیب تہی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیون جواب دیدیا تہا
ہوش و حواس کو کہان رخصت کر دیا تہا کہ اسکی نقل کے وقت کچہہ خبر نرہی انا پ سناپ
مہملات کو نقل کردیا فے الواقع یہہ اس اعتراض کے عوض اور جذر اصم ہونے کا نتیجہ ہے وبس
پس ایسی مہملات و خرافات سے بحمد اللہ اہل سنت فریب نہین کہاتے۔ الحاصل یہہ نکاح
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتہہ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسری عمر یا عمرو کے ساتھ جیسا شاید مجبور ہو کر شیعیان آئندہ دعوی کریں کیونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء شیعہ نے اسکو قبول اور تسلیم فرما لیا ہے چنانچہ روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ فقہاء شیعہ نے اس سے استنباد مسائل بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم قمی شارح شرائع کی تصریح سے واضح ہے۔ دوسرے یہ ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن حسین زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح صاحب اہامیہ چھوٹی ہیں اور ۹ھ ہجری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابتدائے خلافت فاروقی میں انکی عمر تقریباً پانچ سال کے ہوگی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے بھی گذرے اور صاحب اہامہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت عمر کا سن ساٹھ برس کا تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اوسی روایت سے یہہ بھی ثابت ہی کہ ام کلثوم کی عمر چار سالہ تھی اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر ۶۳ برس سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمر کے وقت ام کلثوم سات سالہ ہوئیں اور اونکی بطن مبارک سے دو بچے بھی تولد ہوئی ایک زید دوسرے رقیہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کرسکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے پیدا ہوجائیں اصل یہہ ہے کہ واقفان سیر جانتے ہیں کہ ہر کوئی تولد اور وفات اور سن عمر وغیرہ میں اختلاف کثیر ہے کوئی امر ایسا نہیں الا ماشاء اللہ جسمیں اختلاف نہو۔ خود حضرت عمرؓ کی عمر کو ۵۹ سال بھی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو معتبر نہیں سمجھ سکتا علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ بداہت عقل صراحۃً اوسکی تکذیب کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اوسکی کذب ہونے پر قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیماً کہتے ہیں کہ یہہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحت یہہ ہے کہ عموماً عرب میں شائع ہے کہ احاد کے کسرات میں جمہور کو ساقط کر دیتے ہیں اور عشرات کو کسرات میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ حاصل جبکہ تعین کسر معلوم نہو تو اس روایت میں بھی چونکہ سال نکاح علی التعیین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً ما بین واقع ہوا ہے

سلیلی اسرات کو حذف کردیا اور عشرہ اطلاق کردیا نقل روایت مین رسالہ الہامیہ کے یہہ الفاظ ہین چھٹی
روایت اوسی کتاب المودہ مذکورہ مین یون ہے ان عمر بن الخطاب[1] لما خطب ام کلثوم واعتذر علی
بصغرھا فقال عمر مالی حاجۃ الی النساء لکن ابتغی الوسیلۃ الی محمد علیہ السلام
وھو یقول کل سبب و نسب ینقطع بالموت الا سببی و نسبی فزوجھا علی
ایاہ بمھر اربعین الف درھم فساق ذلک کلہ عمر الیٰ ابنۃ اربع سنین ومابین
الاربع والخمس وعمر ستین سنین فاجلسھا عمر الی جنبہ فرفع میزرھا و
مسح یدہ علی راسھا فجرد ساقھا فرفعت یدھا وکادت ان تلطمہ وقالت
لولا انک امیر المؤمنین للطمت علی خدک فقال عمر دعوھا فانھا ھاشمیۃ
قرشیۃ - علاوہ ازین اس روایت کے صریح الفاظ کا مدلول یعنے وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت
کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا - ہاشمیہ قرشیہ اوسکو کہنا یہہ سب
اوسکی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہین اور بنت صدیق ہونے کو نافی - پہر یہہ نکاح
ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہین کیونکہ اول تو یہہ ابتداء خلافت فاروقی
مین تولد ہوئی اتنے زمانہ مین اسکا بالغہ ہونا اور دو بچے پیدا ہونا محالات عادی سی ہے
پہر عمر کو اسکی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تہی - اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تہی
کہ اوسکی تذلیل و توہین مدنظر ہو - بلکہ اگر حضرت عمرؓ موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد
تہی اونکی غرض اس نکاح سے رسولؐ کے ساتہہ پیوندگی تہے چنانچہ ہماری روایات سی
ثابت ہی اور اگر حسب مزعوم شیعہ دشمن اہلبیت تہے تو بہی اونکی غرض اسی ام کلثوم سی متعلق تہے
کیونکہ اوسکے غصب مین تذلیل اہلبیت ہے نہ بنت ابوبکر مین - اور اگر بفرض محال یہہ ام کلثوم

[1] عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کی خواستگاری کی اور علی نے اوسکی صغر کا عذر کیا تو عمر نے کہا کہ مجکو عورتونکی طرف رغبت نہین مین محمد علیہ السلام کیطرف وسیلہ چاہتا ہون اور وہ فرماتا ہی ہر واسطہ اور رشتہ موت سی منقطع ہوجائیگا مگر میرا واسطہ اور رشتہ تو علی نے چالیس ہزار درہم مہر پر اوسکا نکاح عمر کی ساتہہ کردیا - عمر نے یہہ سب بہیجدیا اور ام کلثوم چار سالہ تہی اور عمر کی عمر ساٹھہ برس تہی تو عمر نے اوسکو اپنی پہلو مین بٹہایا اور اوسکی ازار کو اوٹہایا اور اوسکے سر پر اپنا ہاتہہ رکہا اور اوسکی پنڈلی کہولی اوسنی ہاتہہ اوٹہایا اور قریب تہی کہ عمر کے طمانچہ مارے اور کہا کہ اگر تو

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکی خواستگاری کے کیا معنی آپکی ہمت السعد کے روایت سے جسکو علما شیعہ نے معتمد سمجھکر اسا سند ل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی بہائی ام کلثوم کا عبد الرحمن بن ابی بکر تہا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا نہ حضرت امیر اور عبد الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفا رین سے تہا اگر عمر اوسکی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اوسمین کچہہ دخل نہ تہا نکاح بولایت عبد الرحمن بلا وقت اور بدون کتا کسی کے ہوجاتا پس ای حضرات ذرا ہوش مین آو عقل کے ناخن لو اور جب اہل حق کے مقابلہ مین قدم رکہو اور سمجہہ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہین ہین بلکہ محض وسوسہ شیطانی ہین۔ معہذا یہہ کچہہ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہین بلکہ لفظ کافی کلینی بنات وال مین کہ یہہ غصب معاذ اللہ توبہ توبہ بہت سی فروج دشمنان اہلبیت پر واقع ہوا اور اس کی اول فرج غصبت منا فرماتے ہین اوراولیت اوسیوقت محقق ہوگی جبکہ پیچہے بہی یہہ سانحہ ہوش ربا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپکے امام کلینی کی مراد یہہ ہوگی جو حضرات ائمہ اپنی بنات اور اخوات کو معاذ اللہ نواصب کو دیتے تہے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے نکاح مین بہی یہان بہی فرمائیے کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تہی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اب تیسری روایت کی کیفیت بہی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے فتح الباری شرح بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اوس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے ابن حجر متاخر مینفے کی سے اپنے مصائب مین نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین اسطرح کیا ہے باآنکہ معارض سنت ما نحن ذکر کردہ اند آنرا بسیاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخر ست در کتاب خود گفتہ کہ چون علی علیہ السلام ابا کرد آنرا نکاح ابنۃ خود از برای عمر و صغر اورا عذر ساخت وعدہ را در امر قبول نمود باآنکہ مہیا ساخت علی را باآنکہ ام کلثوم را بیاراید و بنماید پس اورا نزد عمر فرستاد و چون عمر اورا دید اخذ کرد وضم نمود اورا بجود و بوسید اورا و بعد ازآن ابن حجر عذر خواست درآنچہ عمر کرد و لو

مطالبۂ تسلیم حوالہ اور مجیب کی دیانت داری -

از ضم و تقبیل پیش از وقوع عقد تحلیل آنکہ ام کلثوم بنا بر صغر بحدی رسیدہ بود کہ سبب شہوت
شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر او را نمے بود پدر او را نمے فرستاد۔ بعد قاضی شوستری
کی اس روایت کو آپکے علامہ کشمیری نے نزہہ مین ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر
لکہا ہے نہ عسقلانی لکہا نہ مکی لکہا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارض ست بروایاتیکہ
اہلسنت دربارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ اند از انجملہ ابن عبد البر در کتاب استیعاب
در اثنای ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از عمر بن الخطاب خطب الی علی بنتہ ام کلثوم
فذکر صغرہا فقیل ردک فعاودہ فقال لہ علی ابعث بہا الیک فان رضیت
فہی امراتک فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقہا فقالت مہ لولا انک امیر المومنین
للطمت عینک انتہی و ابن حجر چنین روایت کردہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنتہ لعمر
واستعذر بصغرہا لم یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجاء ان یریہا اباہ
فارسلہا الیہ فلما راہا عمر اخذہا و ضمہا الیہ و قبلہا بعد شوستری اور کشمیری کی
اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری
کی طرف اس روایت کے تخریج کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو
یہہ روایت اون روایات کے مخالف ہی جو موافق جمہور کے ابن حجر نے اصابہ مین بیان کی ہین چنانچہ
ہم اوپر نقل کر چکے ہین۔ پہر ہمکو یہہ معلوم نہین کہ اس روایت کی نقل مین شوستری صاحب
سچے ہین کہ یہہ روایت موافق اونکی ابن حجر متاخر مکی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سچے ہین
کہ یہہ روایت اونکی فرمانے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین ہے
چونکہ بوجوہ مذکورہ ہمکو اس روایت کے صحت نقل مین کلام ہے اسلیے ہم اپنی فاضل مجیب سے
دریافت کرتے ہین کہ فتح الباری مین یہہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل پر
مطلع ہون فتح الباری کو جہانتک اسکی مواقع مین تتبع کیا گیا ہمکو دستیاب نہین ہوئی اور اگر
بفرض محال فتح الباری مین یہہ روایت ہو تاہم چونکہ یہہ روایت مخالف جمہور محدثین مثل

صاحب استیعاب وشیخ ابن السمان و دارقطنی و بیہقی و شریف موسوی اور طبرانی وغیرہ کی بلکہ خود عسقلانی کی روایت بھی مخالف ہی کہ تمام تحقیقات جہابذہ محدثین کے صراحۃً رضا وخوشنودی پر دال ہیں اسلیے قابل اعتبار واحتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو بھی تسلیم کریں تو حسب قاعدہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا اسکے یہہ معنے ہین کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ مین اسنے زیادت الحاح والتماس رسالت اور کثرت مراجعت ومعاودت ومراودت سے جیسا کہ اکثر تسوید وحصول مرام سے جناب مرتضوی کو ملجا و مضطر کیا نہ یہہ کہ جبر واکراہ وتعدی اور عدوان عسبت طورکیا یا قتل کے دہمکی یا عباس کے سقایت ورمزم کے غصب کیے دہمکی سے مکرہ او مضطر کیا معاذ اللہ من سوء الفہم۔ پس اسجگہ لفظ الجاء سے مراد بجز کثرت الحاح والتماس کے اور کچھہ نہین ہو سکتا چنانچہ اور روایات سے بہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تہا اور ایسی حالت مین کہ ناکح معمر سواد مخطوبہ بہایت صغیرۃ اور اسکو کسے اسپنے قریب کے لیے مجوز کر رکھا ہو تو ایسی حالات کیوقت جسقدر الحاح والتماس و طلب و رسالت مرد کیطرف سے ہو اور عدو انکار اولیاء مخطوبہ کی طرف سے ہو بجای خود ہے۔ علاوہ ازین ہمارے مخاطب لبیب نے اس روایت مین یہہ دیانت فرمائی ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی الجاہ تک نقل کیا اور مابعد کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف ستھے حذف فرمایا اور الخ لکھکر ٹال دیا نہیں بلکہ یہہ بہی فرمایا غور فرمائیے الجاہ آپکی کتاب مین موجود ہے عقبت اور اس لفظ مین صرف تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپکے نزدیک اسکی یہہ معنی ہین کہ زبردستی بہی چہین لے۔ جس سے بادی النظر میں دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس الجاء ہو اکراہ کے نہایت تحقیق تہا چنانچہ ہمارے مخاطب لبیب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اسجگہ نقل کیا ہے حالانکہ یہہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایۃ الجاء و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے وہ صرف دکہلانا حضرت ام کلثوم کا تہا چنانچہ حتی الجاہ ان یریہا اس پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح کیلیے یہ اپات مسئلہ فریقین دیکھنا مخطوبہ بالغہ کا بہی جائز بلکہ مندوب ہے۔ جیسا کہ

صغیرہ ہو کر صغیرہ کا جسکی عمر چہہ سات سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت مین کہ عرب کے رسم وعادت کے
خلاف ہو دیکہنا یا دکہلانا مستلزم کسی محذور کو نہین ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض
یہہ روایت صحیح ہو بہی تاہم مفید مدعا مجیب نہین ہے کیونکہ مدعا اثبات الجا واکراہ درباب
نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کسیطرح اس ام کلثوم کا بنت صدیق ہونا
ہرگز مفہوم نہین ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت الجا واکراہ کیونکر پایہ ثبوت کو
پونہچیگا۔ کیونکہ اوسکی نکاح کی نسبت الجا واکراہ تو فرع اوسکی وجود کی ہے جب روایت
مین اوسکی وجود کا ثبوت ہی نہین تو اوسکی نکاح کی نسبت الجا واکراہ کا دعوی کرنا ذوی العقول کا
کام نہین ہے۔ رہا یہہ کہ مذہب شیعہ مین اگرچہ روایات سے یہہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم
بنت فاطمہ بجبر واکراہ ہوا ہے چنانچہ روایت کلینی اول فرج غصبت منا سے یہہ امر
واضح ہے اور قاضی شوستری وغیرہ کی تصریحات اسپر دال ہین۔ لیکن یہہ امر سراسر لغو اور
لاطائل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جبر واکراہ واہانت و تذلیل کے متحمل ہوئی دو حال سے
خالی نہین یا یہہ کہ یہہ صبر وسکوت بوجہ وصیت کے تہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وصیت فرمائے تہی کہ میرے بعد خلفا جور جو کچہہ احداثات وابتداعات کرین ہرگز چون وچرا
نکرنا اور جسقدر توہین وتذلیل ثقلین کرین صبر وتحمل کو ہاتہہ سے ندینا۔ اور یا اسوجہ
تہا کہ آپکے یار ومددگار نہ تہے آپکو یہہ خوف تہا کہ آبرو گئی سو گئے مبادا جان بہی جائے اسلیے
آپنے ان کفریات کو جہیلا اور اونمین شریک رہے لیکن دونو توجیہین ایسی خرافات ولوچ ہین
جنکا بطلان ہر ایک ذی خرد نظر بداہتہ مین سمجہہ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف
اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشریہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف
قطعاً حرام اور قبیح ہے۔ پس اگر یہہ وصیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوند تعالے
شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالے اور اوسکا رسول آمر بالقبیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور
نائب رسول کو یہہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت کے کفار وفجار سے ہم پیالہ وہم نوالہ ہین

اسیکو راہ ہدایت کیطرف دعوت نکرین بلکہ تقیہ کے پردہ مین عوام کو جہوٹے اور غلط مسئلے بتلا کر
راہ حق سے گمراہ کرین اہل کفر ونفاق وشبن وشقاق اگرچہ دین کو برباد کرین بدعت کو بدلین حلال کو
حرام کرین مثلاً متعہ کو جسکی متعہ دو دفعہ کرنے سے ہر ایک دفعہ مین عوام کالانعام فضائل ثبوت
بہی بہی کرین اور بتدریج ائمہ کے مراتب پر بہی فائز ہون اور اوسکی غسل کے پانی سے جسقدر
قطرات ٹپکین اوتنی فرشتے پیدا ہون - ایسی نعمت بے پایان کو حرام کرین - حقوق کو اہلبیت
سادات طیبات کو غصب کرین دم نمارین چون وچرا نکرین - سراسر خلاف لطف اور قبیح
اور حرام ہے اور خلاف اوس غرض کے ہے جسکی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئی
اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقاء ظاہری ایمان تہی
اور اس وجہ سے اسکو مستحسن سمجہا گیا تو یہہ بہی بالکل واہیات ہے کہ نفاق کا بقا اور اوسکا حفظ
اور اوسکی حمایت خداوند کریم کو اور اوسکی رسول کو اسدرجہ مہتم بالشان ہو کہ اوسکی مقابلہ مین اسکا
دین حنیف برباد ہو جاوے اور اوسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت بہی ذلیل وخوار ہون - پہر بہی
اوس نفاق کا بقاء مد نظر رہے نعوذ باللہ من ذلک اور جب یہہ اشد قبیح اور محرم ہی تو حق تعالے
شارع کیطرف سے ایسی قبائح وشنائع کا ارشاد ہونا امر محال وممتنع ہے - احتمال ثانی بہی بالکل غلط
اور باطل ہے - کیونکہ اگر تمام صحابہ الا معدودی آپکے دشمن تہی تو جنگ جمل وصفین کے وقت مین
آپکے ہمراہ ہو کر ہزارہا صحابہ نے جان بازیان کین وہ کہانسے پیدا ہو گئی تہے پہلے کیون دشمن تہے
اور اب کیون دوست ہو گئی بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تہی آپکی
امارت مین خواہشات نفسانیہ سے ضرور روکتی ہونگی جسپر لڑنا خوشی کا ہے اسیواسطے آپ نے
ارشاد فرمایا تہا واما الکم ودرراحیں لکم منی امیرا - کذا فی نہج البلاغت - توجب
اسوقت آپکے ہمراہ ہوئی اور آپ پر اپنی جانونکو فدا کرنے تک دریغ نکیا تو کیا اوسوقت ہمراہ
نہوتے - بلی یار وانصار ہوتا تو اوسوقت ہوتا کہ آپ منازعت فرماتے اور کوئی آپکے ہمراہ
نہوتا - علاوہ ازین یار ومددگار کے آپکو کیا ضرورت تہے - آپکو معلوم تہا کہ یہہ لوگ میرے قتل م

اہلاک پر تو قادر نہو سکینگے اور مقابلہ آپکے شجاعت کی کسکی طاقت تہی کہ سامنے آسکے - پس
یا خوف آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکی تہی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تہے پہر معلوم نہین ایسی
حالت مین اوس لغو وصیت سے کیا فائدہ اور آپکو یار و مددگار کی کیا ضرورت تعجب تو یہہ ہے کہ بمقابلہ
امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شیعیان مخلصین کے ہونے کا اوسوقت خیال آیا حالانکہ امیر
معویہ کیطرف سے اوس تعدی کا عشر عشیر بہی ظہور مین نہین آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوئی
پہر اگر وصیت کو منحصر زمانہ خلفاء ثلثہ پر سمجہا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے
اور ما بہ الفرق کوئی نہ نکلے - معہذا ان دونو تاویلونکو اوسوقت صحیح سمجہا جا سکتا ہے - جبکہ جناب
امیر نے کبہی منازعت نہ کی ہو اور ہرگز چون وچرا نفرمایا ہو - لیکن روایات مختلفہ سے ثابت ہوتا ہے
کہ آپ ذرا ذراسی بات پر تلوار میان سے نکالنے پر آمادہ ہوگئے ذرا ذراسی بات مین آپنے
تخویف و تہدید فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپکو وصیت کیگئی نہ آپ عاجز و
بیچارہ تہے - چند روایتین لکہون جن سے یہہ مدعا پایہ ثبوت کو پہنچے - پہلی روایت قتل ابوبکر
اشجع کی ہے کہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دیلمی سے نقل
کی ہے - چونکہ عبارت طویل تہی اسلیے اوسکا اختصار کرکے اسطرح لکہا ہے ابوبکر اشجع بن مزاحم
را متولی صدقات کہ مضافات مدینہ وضیاع فدک بود گردانید - کان شجاعا وکان لہ اخ قتلہ علی
بن ابیطالب فی وقعۃ هوازن وثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصدہ
ضیعۃ من ضیاع اهل البیت ع فجاء بغتۃ واحتوی علیها وعلی صدقات کانت لعلی
بقهر من علی اهلها وکان الرجل زندیقا منافقا فارسل اهل قریۃ الی امیر المؤمنین

ل - اور یہہ شجاع تہا - اور اسکے ایک بہائی کو علی بن ابیطالب نے جنگ ہوازن اور
ثقیف مین قتل کیا تہا جب یہہ شخص مدینہ سے نکلا - پہلا قصد یہہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے
صدقات کو اچانک آکر ضبط کرلیا - اور رعایا پر ظلم کرنے لگا - گانو والون نے پیام بہیجکر
حضرت کو - ۱۲ -

رسول[1] لها مونه ما فرط من الرجل فدعا علي عليه السلام بدابته وتعمم بعمامة سوداء وتقلد بسيفين ومعه الحسن وعمار بن ياسر والفضل بن عباس وعبد الله بن جعفر وعبد الله بن عباس حتى وافى القرية فانزل عظيم القرية في مسجد يعرف بمسجدهم ووجه امير المؤمنين بالحسين يسالهم المسير اليه فسار الحسين فقال اجب امير المؤمنين فقال ومن امير المؤمنين فقال علي بن ابي طالب فقال امير المؤمنين ابو بكر خليفة بالمدينة فقال الحسين اجب علي بن ابي طالب فقال انا سلطان وهو من العوام والحاجة له فليصر هو الي قال الحسين ويلك ايكون مثل والدي من العوام ومثلك يكون سلطانا فقال اجل فان والدك لم يدخل في بيعة ابي بكر الا كرها وبايعناه طائعين فصار الحسين فاعلمه ما لقيت من عمار فقال يا ابا اليقظان مر اليه وقل له لم يمر لي لانه من اهل الضلالة لم يحقن مثل حب الله يوتي ولا ياتي فصار اليه عمار وقال مرحبا يا اخا ثقيف ما الذي انزلك على مثل امير المؤمنين في صدارته فمر اليه وافصح عن حجتك فانتهر عمارا واغلظ له في الكلام وكان عمار شديد الغضب فوضع حمائل سيفه في عنقه ومد يده الى

[1] اوسکی زیادتیوں پر مطلع کیا علی نے اپنی سواری منگائی اور سیاہ عمامہ باندھا اور دو تلواریں حمائل کین اور حسین اور عمار یاسر اور فضل بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عباس ہمرکاب ہوئی یہانتک کہ قریہ میں پہونچے اور گانوکے چودہری کو اپنی مسجد میں اتارا امیر المومنین نے حسین کو بھیجکر اوسکو بلایا کہا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو اوسنے کہا کون امیر المومنین کہا علی بن ابی طالب اوسنے کہا امیر المومنین خلیفہ ابو بکر مدینہ میں ہیں حسین نے کہا علی بن ابی طالب کیخدمت مین حاضر ہو اوسنے کہا مین حاکم ہون اور وہ عوام میں سے ہے اور اوسکو حاجت ہو تو وہ خود میرے پاس چلکر آئے حسین نے کہا تیرا ناس ہو کیا میرے والد جیسے عوام میں ہونگے اور تجھ جیسے حاکم اوسنے کہا ہاں کیونکہ تیرا باپ ابو بکر کی بیعت میں باکراہ داخل ہوا ہے اور ہمنے برضا اوسکی بیعت کی ہے حسین (واپس) چلے گئے اور جناب امیر کو حقیقت حال کی خبر دی۔ آپنے عمار کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا اے ابا الیقظان تو اوسکی طرف جا اور اوس سے کہہ کہ تم میرے پاس چلکر آؤ کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور ہم سب اللہ کی امید میں جسکے پاس آتے ہیں اور وہ کسیکے پاس نہیں جاتا۔ عمار اوسکے پاس گئے اور کہا مرحبا اے ثقفی امیر المومنین جیسے شخص کیخدمت میں حاضر ہونے سے تجھکو کیا چیز (مانع) ہوئی آ تو اوسکی طرف چل اور اپنی حجت کو ظاہر کر اوسنے عمار کو جھڑکا اور بدکلامی سے پیش آیا عمار بھی تیز مزاج تھا اپنی تلوار کا پرتلا گردن میں لٹکایا اور تلوار کیطرف ہاتھ بڑھایا۔ ۱۲

السيف فقيل لامير المومنين الحق عمارا فوجه بالجميع وقال الهم لا تهابوه فصير دابته وكان مع الرجل ثلثون فارسا من جياد قومه قالوا له ويلك هذا علي بن ابي طالب قاتلك والله وقتل اصحابك عنه دون النطفة سقط القوم جزعا من امير المومنين فسحب الاشجع الى امير المومنين على حر وجهه سحبا فقال دعوه ولا تعجلوا فقال ويلك بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبي احب الي من اتباع موافقتك فقال اما اعرف من نفسي اليك ذنبا الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات فقبحك الله وترحك فقال له الاشجع بل قبحك الله وتبر عمرك فان حسد الخلفاء لا يزال بك حتى يوردك موارد الهلكة فغضب الفضل ورمى عنقه عن جسده واجتمع اصحابه على الفضل فسل امير المومنين سيفه فلما نظر القوم الى بريق عينيه ولمعان ذي الفقار رموا اسلحتهم وقالوا الطاعة فقال القوم فوا براس صاحبكم الاصغر الى صاحبكم الاكبر فانصرفوا والقوا راسه بين يدي ابي بكر فجمع المهاجرين والانصار فقال لاخوانكم الثقفي اطاع الله ورسوله واولي الامر منكم فقالوا تصدقات

سلہ کسینی امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس پہنچیے آپ سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اوسکو گھبراؤ نہیں بس اپنی سواری کو چلایا اور اوسکی ساتھ (بھی) اوسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوں میں سے تیس سوار تھے اونہوں نے اوسکو کہا تیرا ناس ہو یہ علی ابن ابی طالب (آپہنچا) خدا کی قسم تجکو اور تیرے ساتھیوں کو نطفوں تک قتل کر ڈالیگا۔ پس ساری قوم امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور اشجع کو موہنہ کے بل گھسیٹ کر امیر المومنین کے پاس لائی آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نکرو اور پوچھا تیرا ناس ہو کس وجہ سے تو نے اہلبیت کے اموال کے لینے کو حلال کر لیا اوسنے کہا اور تو نے کس سبب سے حق و ناحق اس مخلوق کا قتل حلال کر لیا اور بالتحقیق مجکو میرے سردار کی رضا تیری موافقت کے پیروی سے پسندیدہ تر ہے فرمایا مین بجز تیرے بھائی کی قتل کے اور کوئی تیرا گناہ خیال نہین کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس جیسی مطالبہ کا عوض نہین ہوتا۔ پس تیرا خدا برا کرے اور تجکو آزردہ کرے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا برا کرے اور تیری عمر کاٹے بالتحقیق خلفاء کا حسد ہمیشہ تیری ساتھ رہیگا یہانتک کہ تجکو ہلاکت کے گھاٹ پر اوتاریگا۔ فضل غصہ ہوا اور اوسکی جسم سے اوسکی گردن اوڑا دی پھر تو اوسکے ساتھی فضل پر اکٹھے ہو گئے پس امیر المومنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب آپکی آنکھوں کی درخشانی اور ذوالفقار کی چمک قوم نے دیکھی اپنی ہتھیار پھینکدیے اور اطاعت پکارنے لگے فرمایا جاؤ اپنی چھوٹے سردار کا سر بڑے سردار کے پاس لیجاؤ۔ وہ گئے اور اوسکا سر ابوبکر کے آگے ڈالدیا

[1] المدينة وما يليها فعارضه علي بن ابي طالب فقتله اخبث قتلة ومثل به اخبث مثلة
فاخرج اليه شجعانكم واستعدوا له من رباط الخيل والسلاح فسكت القوم مليا
كان الطير على رؤسهم فقال اخرس انتم ام ذو السن فالتفت اليه رجل من الاعراب
يقال له الحجاج بن السمين فقال ان سرت سرنا معك ثم قام اخر فقال الا تعلم الى من
توجهنا والله ان لقاء ملك الموت اسهل من لقائه فقال اذا ذكر لكم علي دارت
اعينكم واخذتكم سكرة الموت اهكذا يقال لمثلي فالتفت اليه عمر فقال لابل
الا خالد فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله فسر اليه في
كثيف من قومك فانه قتل ليثا وكهفا وضيغما مرشيما وسله ان يدخل الحضرة
فقد عفونا وان نابذك الحرب فجئنا به اسيرا فخرج خالد في خمسمائة من ابطال
قومه فطار الفضل الى امير المؤمنين فقال لو كانوا صناديد قريش وقبائل حنين
وفرسان هوازن لما استوحشت الا من ضلالتهم فقال خالد ما هذه الوهنة
التي قد بدت منك لا تفرق بين كلمة مجتمعة ولا تضرمن نارا بعد الخمود
فانك ان فعلت وجدت عقبه غير محمود فقال تهددني يا خالد بمقتل وبابن

---

[1] مدینہ اور اسکے متعلقات پر حملہ کر دیا تھا پس علی بن ابی طالب اوس سے متعرض ہوا اور اسکو بہت بری موت مارا اور بہت برے طرح
مثلہ کیا پس تم میں سے بہادر اوسکی طرف نکلو اور گھوڑوں اور ہتھیاروں سے اوسکے لیے مستعد ہو جاؤ اوسپر ساری قوم دیر تک ایسی چپ رہی
گویا انکے سروں پر چڑیاں ہیں ابو بکر نے کہا کیا تم گونگے ہو یا باتوں والے تو ایک بدوی شخص جسکو حجاج بن سمین کہتے تھے متوجہ ہوا
اور کہنے لگا اگر تو جائیگا تو ہم بھی تیرے ساتھ چلینگے پھر دوسرا اوٹھا کہنے لگا کیا تو نہیں جانتا کہ ہمکو تو کسکی طرف بھیجتا ہے
خدا کی قسم اوسکے ملنے کے بہ نسبت ملک الموت کا ملنا سہل تر ہے ابو بکر نے کہا کہ جب علی کا تمسے ذکر ہوتا ہے تو تمہاری آنکھیں
پھر جاتی ہیں اور تمکو موت کا نشہ چڑھ جاتا ہے کیا میرے جیسے کو ایسا ہی جواب دیتے ہیں پھر عمر اوسکی طرف متوجہ ہوا اور بولا اسکے لئے
بجز خالد کے اور کوئی نہیں ہے پس کہا اے ابا سلیمان تو آج اللہ کے تلواروں میں کے ایک تلوار ہے تو اپنی قوم کا گروہ کثیر لیکر
اوسکی طرف جا اوسنے ہماری سبعہ میں کے ایک شیر کو مار ڈالا اور اوسکو کہہ کہ حاضر حضور ہو جائے ہمنے معاف کیا اور اگر تجھسے لڑے
تو تو اوسکو قید کرکے ہمارے پاس لے آ۔ تو خالد اپنی قوم کے پانسو بہادر لیکر نکلا فضل نے جھپٹ کر امیر المومنین کو اطلاع دی فرمایا
اگر قریش کے سردار اور حنین کے قبیلے اور ہوازن کے شہسوار بھی ہونگے تو میں نہیں گھبراتا بجز انکی گمراہی کے خالد نے کہا یہ کیا
حرکت تھی جو تجھسے ظاہر ہوئی کلمۂ مجتمعہ میں تفریق نہ ڈال ۔ اور بجھی ہوئی آگ نہ بھڑکا اگر تو ایسا کریگا تو اسکا انجام ناپسندیدہ ہوگا

ابی قحافة تستلک من تحمل منک الی اسیرا انحسبنی مالک بن نویرة قتلته وانکحت
امرأته انی لا عرف قاتلی واطلب منیتی صباحا ومساءً ولو اردت ذلک لقتلتک
فی فناء هذا المسجد فغضب خالد فسل امیر المؤمنین علی خالد وخفق علیه فلما
نظر الی بریق عینیه وبریق ذی الفقار نظر الی الموت عیانا وقال یا ابا الحسن
لم ترد هذا فضربه امیر المؤمنین بقعار اس ذی الفقار علی ظهره فنکسه عن دابته
فقام رجل یقال له المثنی بن الصباح وکان عاقلا فقال والله ما جئناک لعداوة بیننا
وبینک انت اسد الله فی ارضه وسیف نقمته علی اعدائه ونحن اتباع مامورون
واطواع لا مخالفون فاستحیی امیر المؤمنین ونزل الجمیع ونزل امیر المؤمنین
یمازح خالدا وخالد لما به الم الضربة ساکت فقال ویلک یا خالد ما اطوعک
للخائنین الناکثین فقد ترکت بالحق علی معرفته وجئتنی لتحملنی علی ابن ابی قحافة
اسیرا بعد معرفتک انی قاتل عمرو بن عبد ود ومرحب وقالع باب خیبر وانی
لمستحیی منکم ومن قلة عقولکما وتزعم انه قد خفی علی ما تقدم به الیک صاحبک
حین اخرجک الی وانت تذکره ما کان منی الی معد یکرب والی صعد بن سلمة

سلہ اور ابن ابی قحافہ سے دھمکاتا ہے تیری جیسا ہر کسبی کو قید کرکے لیجا سکیگا کیا مجھکو بھی مالک بن نویرہ سمجھا ہے کہ اوسکو
مار ڈالا اور اوسکی عورت سے نکاح کرلیا بالتحقیق مین اپنی قاتل کو پہچانتا ہوں اور صبح شام اپنی موت کا طلبگار ہوں اور اگر تو ایسا
قصد کریگا تو مین تجکو اس مسجد کے صحن مین قتل کر ڈالونگا اسپر خالد کو غصہ آگیا تو آپ نے بھی خالد پر تلوار کھینچ لی اور تیز نگاہ سے
دیکھا خالد نے جب آنکھوں کے دمک اور ذوالفقار کی چمک دیکھی توموت کو ظاہر دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہہ قصد نہین
تو آپ نے خالد کی پشت پر ذوالفقار کے نوک کے پیٹھ مار کر سواری سے اوسکو اوندھا گرا دیا ایک شخص مثنی بن صباح
نام جو دانشمند تہا اوٹھا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کیوجہ سے نہین آئی تو اللہ کا شیر ہی
اوسکی زمین مین اور اوسکی انتقام کی تلوار ہے اوسکی دشمنوں پر اور ہم تابع محکوم اور مطیع غیر مخالف ہین امیر المومنین کو
حیا آگئی اور سب اوتری اور امیر المومنین بھی خالد سے دل لگی کرتے اوترے اور خالد بسبب الم ضرب کے چپ تہا
پس فرمایا ای خالد تجپر افسوس ہے کس چیز نے تجکو امانت مین خیانت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجھکر حق چھوڑ دیا۔ اور مجکو عمرو بن عبدود اور مرحب کا قتل کرنیوالا اور باب خیبر کا
اوکھاڑنیوالا جاننے کے بعد بھی میری پاس آیا تا کہ مجکو ابن ابی قحافہ کے پاس قیدی بنا کر لیجاوی اور مجکو تمسے اور تمہاری بے عقلی
سے شرم آتی ہے کیا تجکو یہہ گمان ہے کہ تیری روانہ کرنے کے وقت جو تجسے تیرے سردار نے گفتگو کی تہی مجپر مخفی ہے اور تو اوسکو

المخزومی فقال لہ ابن ابی قحافۃ انما کان ذلک من دعاء النبی وھو الان اقل من ذلک فقال خالد یا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدلت العرب عنک الا من سیفک وما دعاھم الی بیعۃ ابی بکر الا استمالۃ الجانب ولین عریکتہ واخذھم الاموال فوق استحقاقھم الی آخر الروایۃ۔ اس روایت سے مثل روز روشن روشن ہے کہ وصیت کا دعوے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں محض ڈھکوسلا ہے اور الجاء واکراہ صرف بناوٹ اور گھڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے معاملہ میں خلاف وصیت فرماتے اور مخالف حکم تلوار نیام سے نہ کھینچتے تعجب ہے کہ غصب امامت پر جن کی غصب بنات پر غیرت دینیت کو اصول شیعہ پر جوش نہ آوے دین برباد ہوا کبھی سر نہ اٹھاوین اور جوش آوے تو اس تھوڑی سی بات پر۔ اہل عقل غصب امامت اور غصب بنات کو اس سے مقابلہ فرماوین اور اسمین سکوت اور اوسمین تلوار کشی کو دیکھین اور انصاف فرماوین کہ شیعہ اپنے دعوی مین سچے ہین یا نہین۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور بھی چند فواید حاصل ہوئی جنکو ملخصاً مختصراً لکھتا ہون (۱) ظاہر ہے کہ اشجع بن مزاحم مظہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگرچہ اوسکے دلمین کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوسپر احکام اسلام کے جاری ہونگی تو اوسکا قتل مستوجب قصاص ہے۔ پس اگر ہمارے فاضل مخاطب اوسکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرماوین تو اوسکے دم کو مستحق قصاص کا سمجھین اور فضل بن عباس پر قصاص لازم فرماوین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس کی قربانی ناجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کرین اور اوسوجہ سے اوسکا دم مباح اور ہدر سمجھین تو پھر اسکے فکر فرماوین کہ حضرت ام کلثوم سے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق کو

۱؎ یا دلالینا اور منے کہا یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کمتر ہے خالد نے کہا ای ابا الحسن سمجھ کر کیا کہتا ہے عرب بجز تیری تلوار کے خوف کے تجسے اور کسی سبب سے منحرف نہیں ہوئے اور بیعت ابی بکر کیطرف بجز اوسکی سہولت جانب اور نرمی طبیع اور استحقاق سے زیادہ مال عطا کرنے کے اور کوئی داعی نہین ہے ۱۲

ظاہری اسلام جو آپ اور آپکے اسلاف بیان فرماتے ہین وہ سراسر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہین تو پھر اوسکے وجہہ سے منافق کے ساتھہ فاطمہؓ کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہوسکتا ہے (۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپکے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے - پس ان لوگونکی اطاعت کے لیے خدا تعالے کا ایسی شجاع کو حکم کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے اور جناب امیر کا ایسی لوگونسے جو آپ سے اسقدر خائف و ہراسان ہون تقیہ کرنا ہرگز عقل تسلیم نہین کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجبر واکراہ معاذ اللہ انکی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ کو غصب کرین ہرگز فہم مین نہین آتا - جب لوگ آپسی اس قدر ڈرتے تھے تو یہہ سب باتین لغو اور باطل ہین (۳) تمام اصحاب مہاجرین و انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ مین اطاعت نکرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کیجاتی تھی تو انکی آنکھین بدل جاتی تھی اور سکرات الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہین جانتے کہ ہمکو کس کے مقابلہ مین بھیجتی ہو یہہ وہ شخص ہے جسکی مقابلہ کی نسبت موت کے مونہہ مین جانا آسان ہے - جب خلیفہ اول کی ساتھہ اصحاب کے یہہ حالت تھے تو قطعاً و یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ مین منازعت فرماتے اور آپکے ساتھہ مقابلہ پیش آتا - تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑکر اور جناب امیر کے حوالہ کرکے بھاگ جاتے - اگرچہ یہہ خوف لوگونمین پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہوگیا کہ صحابہ مین سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سواء خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد معہ اپنے پانسو رفقا کے جب سامنے جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوے صرف آنکھون کی اور ذو الفقار کی چمک دیکھکر حواس باختہ ہوگئی اور عجز و الحاح کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا بھی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و پیار کے کچھہ نہ بن آیا (۴) اس روایت سے یہہ بہی ثابت ہے کہ جناب امیر کو معلوم تہا کہ یہہ لوگ نہ مجاز قتل کر سکتے ہین اور نہ قتل پر قادر ہین۔ بلکہ آپ جانتے تہے کہ آپکا قاتل کوئی اور شخص ہے جبکہ یہہ حالت ہو اوسپر کوئی کسطرح جبر و اکراہ کر سکتا ہے (۵) جناب امیر کو وہ باتین بہی معلوم ہو جاتی تہی جو صحابہ باہم کرتے تہے چنانچہ جو گفتگو خالد اور حضرت صدیق کی ہوئی تہی آپنے اوسکو ظاہر فرما دیا (دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب آثار اوستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اوسکو بیان ارغام سے نقل کرتے ہین روایت میکند ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشستہ بودم نزد سید و مولا خود امیر در آن وقت کہ مردمان بیعت بعمر بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان میگذشت امام حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد را عجب سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوصی او رسیدہ باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت آن معبود یکہ دانہ خشک را در زمین سرسبز میگرداند دبان قادر یکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید قسم کہ آنچہ بپدر ترا دادہ ہیچیک از اولیا و اوصیا عطیہ نداده و بعد ازین ہیچکس باین کرامت فائز نخواہد شد پس امام حسن بحضار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین میخواہیم کہ شما از آنچہ واہب عطیات بشما موہبت نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ ببینیم تا موجب ازدیاد ایمان و باعث تقویت علم و ایقان گردد سید اوصیا علیہ السلام فرمود کہ حبا و کرامۃ یعنی چنان کنم کہ شما میخواہید و چیزی از چیزہا کہ حضرت عزت بمن کرامت نمودہ برشما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و دو رکعت نماز کرد و کلمہ چند بر زبان معجز بیان گردانید کہ ہیچیک از حضار فہم آن نتوانست کرد و از آنجا بمیان خانہ دست مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از لمحہ دست را بزیر آورد و بر کف دست مبارکش پارچہ ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد پارچہ دیگر بر دی بستش دیدیم سلمان گوید لا الہ الا اللہ

وان محمد رسول اللہ و انک وصی نبی کریم من شک فیک ہلک و من تمسک بک سلک سبیل النجاۃ

یعنی گواهی میدهیم که خدا یکیست و محمد رسول برگزیده است و تو وصی و خلیفه برگزیده هر که شک آرد در وصایت و خلافت تو هلاک شود هر که بعروة الوثقای محبت تو چنگ زند نجات یابد پس دیدیم که آن دو ابر چون دو قائمه پهن شدند و در پهلوی یکدگر قرار گرفتند چنانچه گوئی یک جوزه اند از آن هر یک بوی مشک ادفر بدماغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که برخیزید و بر این بساط بنشینید همه برخاستند بر یک ابر نشستیم و آنحضرت تنها بر یک ابر دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود که ما نفهمیدیم پس اشاره بابر کرد که بجانب مغرب روانه شو بادی در زیر آن دو ابر درآمده و ابر را باهستگی تمام بر داشته بهوا برد و ما درین وقت چون بانحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و تاجی از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعلین که بند آن از یاقوت ابدار بود در پا کرده و انگشتری از سروارید سفید براق که روشنی آن چشم را خیره میساخت در انگشت دارد و بر کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام بانحضرت گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بجهت انگشتری اطاعت نمودند و شما را بچه سبب منقاد اند

فرمود یا ولدی انا وجه الله وانا عین الله وانا لسان الله الناطق وانا ولی الله وانا نور الله الذی لا یطفی وانا باب الله الذی یوتی وانا حجة الله علی عباده وانا کنز الله فی ارضه وانا قسیم الجنة والنار وانا سد ذی القرنین وانا جعلتهما

یعنی ای نور دیده من وجه الله وعین الله ولسان الله وولی الله منم و آن نوریکه فرو نشیند منم و آن دریکه از آن در بخدا توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا در زمین منم و قسمت کننده بهشت و دوزخ منم و سدیکه ذو القرنین بسته منم و دو قرن را برای اسکندر قرار داده بودم که بآن مشهور شده بود میخواهی که خاتم سلیمان بتو بنمایم دست در بغل کرده انگشتری برآورد از طلای احمر و نگینش بود از یاقوت سرخ فرمود ای نور دیده من این خاتم سلیمان ست نامهای است که در و نقش کرده اند سلیمان گوید که تعجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا از رای شناختند پس فرمود اینها از مثل من عجیب نیست بخدا سوگند که بنمایم امروز بشما آنچه پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست که سد ذو القرنین را بما نمائی پس آنحضرت باد را امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواهد ببر و مقارن آن

از باد آوازی چون آواز رعد بما رسیده ما را برداشته بهوا برد و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی
نشسته از پی ما می آمد تا ما را بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگهایش
ریخته یکی از ما گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او را برگ ریخته آنحضرت فرمود که از و
بپرسید تا حال خود بگوید امام حسن مجتبی نزد و از درخت سوال کرد مالک ایتها الشجرة یعنی چه شده است ترا
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگت ریخته جواب نداد امیر المومنین فرمود اجیبهم باذن الله ایتها
الشجرة واخبریهم بخبرک ای درخت بفرمان الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت متکلم
شده گفت لبیک لبیک یا وصی رسول الله وخلیفته من بعده حقا خطاب با امام
حسن کرد که هر شب وقت سحر پدرت بنزد من می آمد دو رکعت نماز گذارده بتسبیح و تقدیس حق تعالی
مشغول می شد و می رفت و آمدن و نشستن بر کرسی نور میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک او
بمشام میرسید و من از استشمام روح روح افزای آنحضرت و آن نفس مبارک با طراوت می بودم و اکنون
چهار شب شده که تشریف از آن نفرموده از مفارقت پدرت که حالم بدین مرتبه رسیده و اگر ایشان را
استدعا کنی که بلطف خود از این مهجور دور ندارد و آمدن او مرا بحال خود باز می آرد پس شاه ولایت نزد
آن درخت رفته دو رکعت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت مالید سلمان گوید که بخدا قسم که
آن درخت که مشتاق نزد حق است فی الفور سبز شده و برگ آورده میوه بیرون کرد پس آنحضرت
بر کرسی خود قرار گرفت ما را برداشته بلند شد بجهتی که دنیا تمامی در نظر ما سبزی می نمود در هوا رفته دیدیم
سر او در زیر قرص آفتاب و پای او در قعر محیط و یک دست در مشرق و یکی در مغرب از علی علیه السلام پرسیدیم
که این کیست فرمود که بحکم خدا من او را برین موضع نصب کرده ام و تاریکی شب و روشنائی روز را
موکل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس ما را بزد و یاجوج برد و آنحضرت علیه السلام با ابر خطاب
نمود اهبطی تحت هذا الجبل یعنی ای ابر در زیر کوه فرود آ و آن کوه بلند ظلمانی گویا شبی بر سیاه
بود می رود و آنجا بمشام میرسید یاجوج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را سه صنف
دیدیم که یکی طول ایشان بیست گز و عرض ده گز و صنفی طول صد گز و عرض هفتاد گز و صنفی که گوشش را

لحاف و دیگر براد واج میکردند یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع نا محصور
منم و همه در حکم من اند پس بیاد حرفی گفت باد ما را برداشت بکوه قاف رسانید کوهی دیدیم
چون یاقوت سرخ که محیط همه دنیا بود و فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم بر او افتاد
گفت السلام علیک یا امیر المؤمنین پس رخصت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود
که رخصت زیارت برادرت و مصاحبت میخواهی برو رخصت دادم پس فرشته بسم الله الرحمن الرحیم
گفته راهی شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال و جواب واقع شده درخت
گفت ثلث اول شب علی علیه السلام نزد من می آمد و پس از نماز و تسبیح و تقدیس اسپی سوار شده
میرفت و من سبز و خورم بودم چهل روز است که فیض قصد و هم از من گرفته و غم گداخته و ارقم فرو ریخته
از مفارقت اوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک بر و کشید درخت گفت اشهد
ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و انک امیر المؤمنین فی الامة المبارکة
الطیبة وصی رسول رب العالمین من تمسک بک نجی و من تخلف عنک هوی پس
آن سبز و خورم شد و طراوت یافت و ما در زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المؤمنین آن
فرشته کجا رفت فرمود که دیروز بر جبل ظلمات که عبور نمودیم فرشته که بر آن موکل ست رخصت زیارت
این فرشته طلبیده بود امروز این رفت که تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملائکه همه باذن شما
از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدائی که آسمانها را بی ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد
که بی رخصت من از جای خود حرکت نماید و اگر بی اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رب العزت
ببرق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از وی حسین و بعد از وی نه کس از اولاد او که نهم
ایشان قائم آل محمد ست صلی الله علیه و علیهم این حال دارند و هیچ ملکی از ملائکه مقربین را حد
نباشد که یک نفس بی اراده ایشان برآرد یکی نام فرشته که موکل قاف ست پرسید فرمود برخائیل
گفتیم یا امیر المؤمنین نه ما دیروز در خدمت شما بسر بردیم کدام وقت نزول اجلال در آن کوه
شده بود فرمود چشم خود را پوشانید پوشانیدیم امر بگشودن کرد گشودیم خود را در مملکتی دیگر یافتیم

گفتیم این نداشتی عجایب فرمود ملک الموت در قبضه اقتدار من است که شما را طاقت اطلاع بر آن نیست
و هفتاد من نخبت مخلوقم چون مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و نکاح مانند دیگران را گرانید کی باز آنچه
من میدانم بدانید و بهای شما تاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی هفتاد و سه حرفست
نزد آصف بن برخیا که تخت بلقیس را بیک چشم زدن آورد در نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من هفتاد
و دو حرف و یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم شناخت
هر که مرا شناخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن ابر را امر فرمود که ما را بباغی رساند که در سبزی و خوشی
با روضه بهشت برابری نماید در آنجا جوانی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المومنین این
جوان کیست فرمود برادر من صالح نبی است واین دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح
المومنین افتاد بیتابانه پیش آمد و سینه بی کینه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه درآمد آنحضرت
او را تسلی میداد پرسیدیم که صالح چرا میگرید فرمود که از وی بپرسید امام حسن فرمود ایها العبد الصالح چه
چیز ترا میگریاند فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و باعث
نشاط و رغبت من بود در عبادت وامروز ده روزست که تشریف نیاورده چون او را ندیدم طاقتم
نماند گفتیم یا امیر المومنین این عجب تر است تا هر روز در صبح در خدمت شما بسر میبریم چگونه باطلاع ما
اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود اگر خواهید سلمان را زیارت کنید گفتیم یا امیر المومنین
ما را آرزوی اینست شاه ولایت برخاسته روانه شد در خدمتش ببستانی رسیدیم که کسی مانند آن
ندیده آبهای جاری و مرغان خوش الحان و فواکه بسیار چون آن مرغان را چشم بر آنحضرت
افتاد دور او فرو گرفتند و پر میزدند و طواف میکردند و در میان بهشت تختی از فیروزه دیدیم
جوانی بر و خوابیده و دستهای خود بر سینه نهاده دو مار بالای سر و پائین پائی او قرار گرفته
ماران آنحضرت را دیدند و دست او را غلطیدند گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان انگشتری
را انگشت خود بیرون آورده در انگشت او کرد و گفت قم باذن الله الذی یحیی العظام وهی رمیم فی الحال
علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان محمدا

ورسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون
واشهد انک وصی رسول الله الهادی المهدی الی رسالت الله بمحبته ومحبة اهلبیته
ما انا فی الملک. یعنے گواهی میدهم که خدا سزای پرستش یکیست و او را شریکی نیست و بدرستیکه
محمد بنده او و فرستادهٔ او و فرستاد براهنمائی و اظهار کردن دین حق و هر دینے غیر دین او ست
باطل باشد و دین او ناسخ دینها باشد اگرچه مشرکان زین معنی کراهت داشته باشند و گواهی میدهم
که تو وصی و جانشین رسول الله و توئی راه نماینده و راه یافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالی
محبت تو و محبت اهلبیت تو و بمن حق تعالے آنچه داده از ملک و پادشاهی مثل آن بهیچ یکے از اولاد
آدم نداده بود اگر محبت تو شفیع نمے ساختم آن سلطنت و بزرگی بمن عطا نمے فرمود پس زمانے
آن شیر در نزد سلیمان علیه السلام نشست بپابوس آن پیغمبر مشرف شد هم پس سلیمان را وداع نموده برخاست
و سلیمان بحال خود برگشت و ما پرسیدیم که یا امیرالمؤمنین شما را علمی بآنچه در پس کوه قاف هست فرمود
که خلاق عالم و موجد بنی آدم چهل عالم در عقب کوه قاف آفریده که هر عالمی چهل برابر دنیا باشد و علم من
بما ورای کوه محیط است بحال این دنیا و هرچه درین دنیاست بعد رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم
نگاهدارنده آن عالمها منم و همچنین بعد از من اولاد من حافظ شریعت نبوی و وارث علم مصطفی
خواهند بود تا روز قیامت و من داناترم براهها که در آسمانهاست از راهها که در زمین ست و مائیم اسم
مکنون و اسم مخزون آلهی و مائیم اسماء حسنی که چون خدا را بآن اسماء بخوانند و مائیم صاحب آن
نامها که بر عرش و کرسی نوشته است و مائیم قسمت کننده بهشت و دوزخ و از ما تعلیم گرفته اند ملائکه
آسمانها تسبیح و تقدیس و تهلیل و تکبیر و توحید آلهی و مائیم آن کلماتے که چون آدم علیه السلام را
تلقین نمود توبه اش قبول شد و من میدانم این امور عجیبه و اسرار عجیبه را ببرکت اسم اعظم
که اگر به برگ زیتون بآن حرفے بنویسند و در آتش اندازند نسوزد و حرارتش میل بسردگی کند
و هر کجاست روشنی روز از نامهای ما است و آسامی ما را چون بر آسمان نقش کردند بے ستون
استقامت یافت و در زمین بآن منقش گشته مسطح شد و چون بر باد خواندند در حرکت آمد

دیدیم که برق زنشسته لمعان شد و رعد رقم نمودند عاشق شدند بر جمله اسرافیل نقش کردند سلام بکلام سُبُّوحٌ
قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ گردیدند چون کلام معجز نظامش باتمام رسید فرمود چشمهای
خود را بپوشید پوشیدیم بار گفت بگشائید بگشادیم خود را در شهری دیدیم مشتمل بر بازارهای معمور
و قصرهای رفیع مردمش در نهایت بلندی قامت و کمال استقامت هر یکی چون نخلی پس فرمود
که این گروه از بقیه قوم عاد اند که هنوز در کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرفتار اند و ایمان برب الارباب
و در حساب ندارند و شهر ایشان از شهرهای مشرق بود من بامر خالق بیچون قلع و قمع ایشان نمود
تا این مکان ستان عمل بود هم شما را در کجا معینه و شما را آن مطلع گشتید من داعیه دارم که با این گروه
مقابله نمایم پس آن قوم را بوحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم و لایت خود دعوت
نمود ایشان ابا نمودند بسیاری انگشت و چون خوف ما را مشاهده نمود نزد ما آمده دست مبارک را
بر سینه ما مالید خوف از ما زائل شد بار دیگر آمد و اهل ایشان را باسلام خواند ایمان نیاوردند برق و رعد عظیم
ظاهر شد و چیزی چند دیدند که ما فهمیدیم ما را چنان مشاهده می شد که این برق و رعد و صاعقه از دهن اژدها تجهیز
بر می آمد و چندان صداهای مهیب هولناک پدید آمد که ما گمان کردیم البته آسمان بر زمین آمده کوهسار از هم
فرو می ریزد تا آنکه یک متنفس از ایشان نماند و چون از جهاد آن قوم فارغ شد و آن رعد و برق
بر طرف شد استدعا نمودیم که یا امیر المؤمنین ما را بوطن باز رسان که زیاده برین طاقت مشاهده این
امور نداریم آن امیر الطلب بر آن سوار شدیم و آن حضرت تکلم بکلامی شد باد ما را به هوا برده
بجای رسانید که بنا بقدر دیمی معاینه میکردیم و بعد لمحه خود را در خانه امیر المؤمنین دیدیم در همان
مکان که سابق شده بودیم و چون فرود آمد نشستیم بانگ موذن شنیدیم که اذان ظهری میگفت
تا اول صبح بود از طلوع آفتاب راهی شده بودیم که در پنج ساعت پنجاه ساله راه را طی نمودیم
چون ما را تعجب دمدر بود بخدائی که نفس من بید قدرت اوست که اگر خواهم شما را در طرفة العین
در همه آسمانها و زمین ها بگردانیم و بر آن قادرم و این قدرت عظیمه باذن خالق بیچون و ارزانی گیست
خیر الخلیقه باختتام دستم و لی و وصی آنحضرت صلعم در حین حیات و در زمان رحلت و بیکن

اکثر مردان سنے وانند سلمان گفت لعن اللہ من غصب حقک و حسدک و اعرض عنک
وضاعف العذاب الالیم ۔ انتہے بلفظہ ۔ ای حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑہو اور جناب
امیر و دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہین دیکہو کہ حضرت کا مرتبہ
کیسا عالی ہے آپکے اختیارات کس قدر وسیع ہین آپکی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابر آپکا مطیع
ہوا آپکی لونڈی تمام ملائکہ آپکے چاکر درختونکے لیے آپ آب حیات سے بہتر اسم اعظم آپکا سکہ انگشتری سلیمان
آپکے ہاتہہ مین انبیا آپکے والد و شیدا انبیا و نکی آپ عقدہ کشا رعد کی کڑک آپکی زبان مین بجلی
کی چمک دہان مین ۔ ہر چیز آپکو معلوم تمام عالم آپکی نگہبانی مین ہے یاجوج ماجوج آپکے
قبضہ اقتدار مین ۔ کفار فجار کو ایک لمحہ مین خاک سیاہ کردین ۔ ذوالفقار آپکی اہل نفاق و کفر کو
ایک دم مین تباہ کردے ۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت مین لاثانی تہے ایک دم مین نیست
ونابود کردیا ۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہہ کہنا کہ اونہی چند منافقین سے ڈر کر یہانتک تقیہ کیا
کردین بہی تباہ ہوگیا ۔ اور وہ اوسکی بیٹی بہی چہین لیگئی اور اوسکی زوجہ کو یہانتک مارا کہ حمل بہی
ساقط ہوا اور وہ اوسمین جلت کر گئی بلکہ خود اونکی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا ۔
اور لوگونکو اونکی گمراہی پر اوڑیتی اور مددگار ہوگیا اور صدہا اسی قسم کے باتین جو کہنے مین ۔ نعوذ باللہ
من تلک الکفریات ۔ امیر خسرو کے اہل بلکہ مجنونون اور دیوانونکی بڑ سے زیادہ وقعت نہین رکہتے
اور یہہ کہنا کہ خداوند تعالے نے بمقابلہ چندی اوباش منافقین کے وصیت کی تہی کہ ہرگز ہرگز ان
لوگونکی سامنی سانس بہی نہ نکالیو ۔ چون تک نکیجو ۔ جو کچہہ چاہین کرین صبر و سکوت کے حبل المتین کو
ہاتہہ سے نہ دیجو ۔ خدا تعالے کی خدائی پر تشنیع بلکہ خوف کا دہبہ لگانا ہے کہ ان لوگوں سے شیعیان
پاک کا خدا بہی ڈرتا تہا نعوذ باللہ من ذلک ۔ اسقدر گذارش سے عقلا پر ہماری استدلال و
ثبوت مدعا کی کیفیت کہل چکی ہے اور نقل روایت طویلہ مین ہمارا وقت گرانمایہ بہت صرف
ہوچکا ہی اسلیی اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہین لکہہ سکتے ۔ مگر اتنا بہی واضح
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدقق استانی نے

اپنی کتاب اامت مین بیان کی ہے اور اسکی معتبر ہونے کا اقرار کیا ہے - صاحب
منہج التحقیق اور مولف معجزات مرتضوی نے بہی نقل کیا ہے (تیسری روایت) صاحب آیات
بینات نے کشف الغمہ سے نقل کی ہے - روایت ست از محمد بن خالد ضبی کہ روزی عمر
بن الخطاب در اثنا خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمارا از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ
واحکام شریعت محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نمائید بقواعد کہ در زمان
جاہلیت بود شما با من چہ خواہید کرد آیا تابع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ خاموش
شدند ہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابے نشنید پس دیگربار ہمین
سوال را اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد ترا از دین مصطفی منحرف
یابیم تائب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون این
سخن از شاہ اولیا شنید گفت در دین با مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم
و ثابت دارند - انتہے بلفظہ اس روایت کے مضمون کو پڑہکر سوچین کہ جب جناب امیر خلفاء
کے ساتہہ یہانتک صاف گوئی فرماتے تہے اور انکی زبانی با توپہر انکی قتل کے مستعدی ظاہر فرماتے
تہی تو اگر معاذ اللہ وہ دین کی تخریب کرتے بنات کو غصب کرتے تو آپ کیون چپکے بیٹہے رہتے
(چوتہی روایت) صاحب آیات بینات نے حیات القلوب ملا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
نقل کی ہے علی بن ابراہیم از ابو ذر رحمۃ اللہ روایت کردہ ست کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میرفتم
ناگاہ شعر ابیے در راہ یافتم و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس بیہوش شود گفتم چہ میشود
ترا ای عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشہ سخاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان
و زنندہ شمشیر را و علمدار و صاحب تدبیر را چون نظر کردم دیدم علی بن ابی طالب را دیدم
(الی قولہ) تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ ست ہرگاہ کہ او را میبینم چنین
ہراسان میشوم - اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمر کی جناب امیر کو دیکہکر یہ حالت
ہوتی تہی کہ شدت خوف و ہیبت سے حواس باختہ ہو جاتے تہے لرزہ ہونے لگتا تہا

تو کیونکر قیاس مین آسکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیشہ شجاعت کی دختر نیک اختر کو
غضب کر لیجاوے اور وہ چپ ہو رہے اور چون وچرا نکرے (پانچوین روایت) قطب
راوندی نے خرائج وجرائح مین روایت کی ہے ۔ منہا[۱] ما روی عن سلمان الفارسی رض قال ان
علیاؑ بلغہ عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرق بساتین المدینۃ وفی ید علی
قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعتی فقال اربع علی ضلعک فقالؑ انک لہاھنا ثم
رمی بالقوس علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر فاغرا فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ
فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعدھا فی شئ وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ
الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوبا قال سلمان فلما کان
اللیل دعانی علیؑ فقال سر الی عمر فانہ حمل الیہ من ناحیۃ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد
عزم ان یحتبسہ فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علی من
ھو لھم ولا تحتبسہ فافضحک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال
اخبرنی امر صاحبک من این علم بہ فقلت وھل یخفی علیہ مثل ھذا وقال یا سلمان
اقبل منی ما اقول لک ما علی الا ساحر وانی لمشفق منہ والصواب ان تفارقہ ولتعد فی
جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوۃ ما قد رأیت منہ وعندہ

[۱] منجملہ معجزات جناب امیر کے یہ جو سلمان فارسی سے مروی ہے کہا کہ علیؑ کو خبر پہونچی کہ عمر آپکے شیعہ کا ذکر کرتا ہے مدینہ کے باغوں کے بعض رستون مین عمر آپکے سامنے آگیا اور علی کے ہاتھ مین کمان تھی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی تجہسے مجکو خبر پہونچی ہے اوسنے کہا ذرا اپنی کجی پر نرمی کر علی نے فرمایا (ہان) تو یہان ہے اور اپنی کمان کو زمین پر پہینکدیا اچانک وہ ایک اژدہا ہوگئی اور موہنہ کہولکر عمر کی طرف اوسکے نگلنے کے واسطے متوجہ ہوئی عمر چلایا برای خدا ای ابا الحسن مین پہر کبہی کسی امر مین ایسا نکرونگا اور عاجزی کرنے لگا آپنے اژدہا پر ہاتہہ مارا تو وہ جیسی پہلے کمان تہی ویسا ہی ہوگیا عمر اپنی گہر خوف زدہ چلاگیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی امیر المومنین نے مجکو بلاکر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب سے اوسکے پاس مال آیا ہے اور کسیکو اوسکی خبر نہین اور اوسکا مقصد ہے کہ وہ مال روک رکہے پس اوسکو کہہ کہ علی تجہکو کہتا ہے کہ جو مال مشرق کیطرف سے تیرے پاس آیا ہے اوسکو نکال اور مستحقون پر بانٹ دی اور روک مت (ورنہ) مین تجہکو نضیحت کرونگا۔ سلمان کہتا ہے مین اوسکی پاس گیا اور پیام پہنچایا عمر نے کہا کہ مجکو اپنے یار کے امر کی خبر دے کہ اوسنے اسکو کہانسے جانا مینے کہا کیا اوس سے ایسی باتین مخفی رہ سکتی مین ۔ پہر کہا ۔ ای سلمان جو مین تجہسے کہتا ہون مان لے علیؑ صرف جادوگر ہے اور مین اوس سے ڈرتا ہون اور بہتر یہہ ہے کہ تو بہی اوس سے جدا ہو جائے اور ہم مین شمار کیا جاوے مین نے کہا تو نے برا کہا مگر علی نبوت کے اسرار کا وارث ہوا ہے جو تو دیکہہ چکا ہے اور اوسکی پاس ۔ ۱۲ ۔

الکثیر مما رایت منه[ل] قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجعت الی علی فقال احدثک ماجری بینکما فقلت انت اعلم به منی فتکلم بکل ماجری بیننا ثم قال رعب الثعبان فی قلبہ الی ان یموت انتہی بلفظہ ہمارے فاضل مخاطب اس روایت کو خرائج وجرائح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۰ و ۲۱ پر بغور ملاحظہ فرماکر فرماوین کہ مدلول اس حدیث کا پہلے واقع ہوا ہے یا مدلول حدیث شریف اول فرج غصبت کا اگر یہہ قصہ اژدہا پہلے واقع ہوا ہے تو میرے کیا کسی عاقل کے سمجہہ مین نہین آتا کہ جو شخص کسی کے ستیعان پاک کا بے ادبی سے نام لینے پر ایسا بڑا معجزہ دیکہہ چکا ہو۔ اور مرنے تک اوسکے دلمین دہشت باقی ہو اور شیعونکی استمداد معاونت اور اعانت دیکہہ چکا ہو۔ بیٹی کے غصب کا توکیا ذکر وہ لونڈی کا بہی نام لے سکے اور اگر بفرض محال نام لے بہی تو اوسوقت بہی ایک معجزہ دکہا کر اوسکو ڈرا سکتے تہے اور اگر غصب فرج پہلے ہوا تہا توکیا جو شیعون کے نام لینے پر کیا وہ غصب دختر پر نہین کیا جاسکتا تہا کیا غصب دختر شیعونکی صرف نام لینے سے بہی کم درجہ ہے ای حضرات تمکو تمہاری تشیع کی قسم ہے ذرا تو اپنی دین وایمان اور عقل اور انصاف سے فرماؤ ہمارے نزدیک تو آپ صاحب اپنی مذہب کی اس سے بہتر دوسری کوئی توجیہہ نہین فرماسکتے کہ جناب امیر جو عالم بما کان وما یکون تہے آپکو ام کلثوم کے خبیث سے معلوم ہوگیا تہا کہ ام کلثوم زمرہ نواصب مین سے ہے کہ بعد مین معتقد صحت خلافت عمر ہوجاویگی لہٰذا آپنے بحکم الخبیثات للخبیثین اوسکو بخوشی ورضا عمر کو دیدیا ع کند ہمجنس باہمجنس پرواز ای حضرات مدعیان ولا رشک جہان تم صدہا سادات حسنیہ وحسینیہ کو کافر وفاسق وناصبی کہتے ہو اگر ایک بیچاری ام کلثوم کو جو آیت تطہیر مین بہی داخل نہین ہے بلکہ اوسکا صحابیہ ہونا زیادہ باعث بدگوئی ہے برا بہلا کہہ دوگے تو مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ تمہاری اصول مذہب کے بہی خلاف نہوگا

لہ جو تو نے دیکہا ہے اس سے بہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اوسکی پاس واپس جا اور کہہ کہ تیری حکم کا مین مطیع ہون پہر مین علی کے پاس واپس گیا اوسنے کہا جو تمہاری باہم باتین ہوئین مین تجہسے بیان کرون مین نے کہا کہ آپ اونکو مجہسے زیادہ جانتے ہین پہر ساری سب باتین بتلادی پہر فرمایا۔ کہ مرنے تک اژدہا کی دہشت اوسکی دلمین رہیگی ۱۲

۱۲ + +

بلکہ پورا مطابق ہوگا اور اہلسنت کے بھی کسیقدر اس طعن سے زبان بندی ہو جائیگی (چھٹی روایت)
صاحب آیات بینات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ وکعبہ شیعیان مولوی دلدار علی سے نقل کی ہے
چنانچہ جسقدر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اوسکو ہم ملخصًا لکھکر اصل عبارت بتمامہا نقل کرتے ہین کہ کتب
امامیہ مین لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا سب
دروازہ مسجد سے بند کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامنظور ہوئی
مگر پرنالہ کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنالہ لگا دیا عمر فاروق رض کے عہد خلافت مین تین سال تک
جاری رہا ایک روز اوسکا پانی عمر کے کپڑون پر گرا اونھون نے اوسکو اوکھڑوا دیا اور حکم دیا۔ کہ اگر
کوئی اسکو لگائیگا تو اوسکی گردن مارونگا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جاکر شکایت کی اور
اپنی مصیبت سنائی اونھون نے فرمایا کہ تم اپنے گھر مین آرام سے بیٹھو دیکھو مین کیا کرتا ہون
ثم نادی[1] یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال
یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ قال علی و
حق صاحب ھذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک
ولاصلبنہما فی الشمس حتی یتقددا فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل
المسجد ونظر الی المیزاب وھو فی موضعہ فقال لا یغضب احد ابا الحسن فیما
فعلہ ونکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغد مضی علی بن ابیطالب الی عمہ العباس فقال لہ
کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم مادمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک
وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اھل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ

[1] پھر قنبر کو پکارا کہ ذوالفقار لے آ اوسکو حمائل کیا پھر جانب مسجد نکلا اور لوگ اوسکے گرداگرد تھے اور کہا ای قنبر چڑھ اور پرنالا اپنی جگہ پر لگا قنبر چڑھ گیا
اور اوسکو اوسکی جگہ لگا دیا۔ علی نے کہا اس قبر اور منبر والے کے حق کی قسم اگر کوئی اسکو اوکھاڑیگا تو مین اوسکی اور اوسکی حکم کرنے والے کی گردن ماردونگا
اور اونکو دہوپ مین سولی چڑھا دونگا یہانتک کہ تمام ہو جائین یہہ خبر عمر بن خطاب کو پہنچی تو اوٹھا اور مسجد مین آیا اور پرنالہ کو اوسکی جگہ دیکھا کہا کہ کوئی شخص
علی کو اوسکے کام مین غصہ نہ دلا دے اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دیدینگے دوسرے دن فجر کو علی اپنے چچا عباس کے پاس گئے۔ اور پوچھا آپ کیا حال ہے۔ کہا
بھتیجے جبتک تو میرا ہے بہتر نعمتون سے ہون فرمایا اسے چچا خوش رہو اور ٹھنڈی آنکھین کہ خدا کی قسم اگر پرنالہ کے معاملہ مین تمام زمین والے مجہسے

ولا ميالك حنيم ولا غم وقام العباس فقبل بين عينيه وقال يا ابن اخي ما خاب من انت ناصره وكان هذا فعل عمر بالعباس عم رسول الله وقد قال فى غير موطن وصية منه فى حق عمه العباس بقية الآباء والاجداد فاحفظوني فيه كل فى كنفي وانا فى كنف عمي العباس فمن اذاه فقد اذاني ومن عاداه فقد عاداني فسلمه سلمي وحربه حربي وقد اذاه عمر فى ثلث مواطن ظاهرة غير خفية منها قصة الميزاب ولولا خوفه من علي عليه السلام لم يترك على حاله انتهى - خدا کے لیے اس روایت کو ذرا انصاف وفہم کو مستعار ہی لیکر ملاحظہ فرماوین اور جناب امیر کی کیفیت صبر وسکوت وعجز وبیچارگی و درماندگی کو اس روایت کی عینک مین دیکھین اور خیال کرین کہ خدا تعالیٰ کی وصیت کی بجا آوری اوسکے بندگان مقربین ومعصوم الیہ طرح ہی کرتے ہین - جیسا کہ جناب امیر نے فرمائی - کیا جناب سرور کائنات کے حکم کی ایسی ہی عزت ہوتی ہے - جسکا حضرت امیر مرادکے اہل تشیع اتہام لگاتے ہین - افسوس - کوئی شخص ان حضرات الفضائل شعار کے دستونسی پوچھے کہ کیا امامت کا چھین جانا بات کا غصب ہونا حضرت عباس کے پرنالہ کے برابر ہی تھا - جو باجماع جمہور طائفہ ناقص الایمان ہین - حالانکہ قاضی صاحب شوستری تو مرتبہ بالائی طاق رکھکر فرماتے ہین کہ امامت کا چھین جانا ہزار فروج کے غصب سے بھی زیادہ ہی تو موافق آپکے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرنالہ عباس کا معاملہ ہزارہا فروج کے غصب سے بھی بڑھکر ہوگیا کیونکہ امامت سے بڑھکر ہوا - وہل ہذا الاسفسطۃ صراح - پس جب جناب امیر نے ایسی ذرا ذرا سی

لے اور عباس ذرا ظلم اور غصہ نہ ہیچ گا عباس اوٹھا اور آپکی پیشانی چومی اور کہا اے بھتیجے جسکا تو مددگار ہوگا وہ خسارہ مین نہین ہے تو عباس عم رسول اللہ کے ساتھ عمر کا یہ فعل تھا - اور اپنے چچا کے بارہ مین اپنی وصیت بہت مواقع مین فرمایا کہ میرا چچا عباس آبا و اجداد کا بقیہ ہے اسکے بارہ مین میری رعایت کرو ہر ایک میری حمایت میں ہے اور مین اپنے چچا عباس کی حمایت مین ہے جس نے اسکو ایذا دی مجکو ایذا پہنچائی اور جسنے اوس سے عداوت کی اوسنے مجھسے دشمنی کی اوسکی صلح میری صلح ہی اوراسکی لڑائی میری لڑائی ہے اور اوسکو عمر نے تین مواقع میں ظاہر جو چھپا نہیں ایذا پہنچائی منجملہ اوسکے پرنالہ کا معاملہ تھا اگر اسکو علی کا خوف نہوتا پرنالہ کو اوسکی حالت پر نچھوڑتا - ۱۲ -

معاملہ مین ہنگامہ قتل وقتال سے بہی دریغ نکیا ہو اور غصب بنات کے معاملہ مین - بروی عقل انصاف
کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ آپنے صبر وسکوت فرمایا ہوگا - تعجب یہہ ہے کہ غصب بنات
بہی کرین تو کون اور عاجز وبیچارہ بہی ہون تو کس کے مقابلہ مین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے
ہین کہ آپکے زبانی تہدید اور ظاہر دہمکی سے ڈر جاتے ہتے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے ہتے ایسے
لوگ حضرت امیر سے خلافت غصب کرین یا بنات چہینین - مگر ہان شاید خدا تعالے نے
یہہ فرمایا ہوگا کہ خاص امامت وبنات کے غصب پر نہ بولنا اور منبر اب وغیرہ کے معاملہ مین اپ
قوت وشجاعت کے جوہر دکہلانا - اور بسبب کسیکے حکمت غامضہ کی خدا کے نزدیک غصب خلافت
وغصب بنات سے پرنالہ کا اوکہاڑنا اقبح ہوگا جسکے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہین نعوذ باللہ من ذلک
توان دلایل واضحہ سے واضح ہوا کہ جبر واکراہ کا دعوی بالکل لغو اور سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے
وصیت تہی کہ دین کی بربادی اور اہلبیت کی اہانت وتذلیل چپکے چپکے دیکہنا اور ہرگز نہ ہلانا نہ آپ
بیچارہ اور بے یار وانصار تہے نہ آپ کو یار وانصار کی ضرورت تہی والحمد للہ علی ذلک لیکن جسقدر
اسمین اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی سبیل التنزل والتسلیم تہا ورنہ فی الحقیقت بندہ
نے جو کچہہ عرض کیا تہا اوس سے نکاح ہرگز مراد نہ تہا - کیونکہ بندہ نے الزاماً یہہ عرض کیا تہا) کیا تمسک
کی یہی معنی ہین کہ نعوذ باللہ توبہ توبہ آل رسول کی بنات کو بلکہ اونکی شرمگاہونکو مغصوب اعداء ٹہراوین)
اوس عبارت سے صریح ظاہر ہے کہ بندہ نے غصب کا الزام لگایا ہے پس اوسپر یہہ کہنا کہ مراد
غصب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے - ثبوت غصب تو روایت کلینی وغیرہ سے واضح ہے - بلکہ
بعبارت النص ثابت ہے وہ روایت کرتے ہین - ہی اول فرج غصبنا - پہر اوسکو نکاح پر محمول
کرنا بوجوہ باطل ہے اول تو یہہ کہ لفظ غصب فرج سے نکاح خلاف ظاہر ولیس لنا الاعراض
عن الحقیقۃ والصیرورۃ الی المجاز ہی جب بلا تعذر حقیقت جائز نہین اور اسجگہ حقیقت متعذر نہین ہے
بلکہ قرائن داعی الی الحقیقت ہین غصب ایسی شخص کیطرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے
وہ کام کیے جو اس سے بدرجہا زیادہ تہے - کیونکہ وہ سرگروہ دشمنان اہلبیت تہا - اوسی لیے

وفات سرور کائنات کے بعد معصوموں کو قتل کیا مہبط وحی خانہ اہلبیت کو جلایا اہلبیت کے ذلت رسانی
مین کوئی دقیقہ نچھوڑا۔ جسکی یہہ حالت ہوا اوسکی طرف غصب مناکحت روایات مین منسوب ہو تو عقل
سلیم کیطرف ہرگز یہہ تصدیق نہین ہوتی کہ اوسنے بجبر نکاح کیا ہوگا جب وہ ایسا خلیع العذار ہے کہ جس نے پہلے
سی ناشائستہ حرکات کی ہون اوسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ نکاح کے جھگڑے کو خریدے نکاح کی نسبت
بدون نکاح کے غصب مین تذلیل اہلبیت زیادہ متصور ہے پس اوسنے ظاہرًا اصول شیعہ پر وہی کیا ہوگا
جو باعث تذلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غصب اپنی معنی حقیقی پر ہی محمول ہے
دوسری یہہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ مراد غصب سے نکاح بلا رضا ہے۔ تاہم مفید مدعا نہین کیونکہ حسب
تصریح فقہاء قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت سے قطعًا حرام بلکہ اسکا محرم ہے پس جبکہ ادنے مومنہ کا نکاح
ادنے دشمن اہلبیت کے ساتھہ حرام ہو تو جگر گوشہ بتول کا نکاح سرگروہ دشمنان اہلبیت اور مرتد مبارز
علی بزعم شیعہ کے ساتھہ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہہ نکاح جائز نہوا اور حرام ہوا تو غصب از نکاح مین
صرف تنازع لفظی ہی رہگیا۔ اور اگر تقیہ اور جبر واکراہ کا عذر فرماوین تو وہ عنقریب ایسا زیر و زبر ہوگا
کہ اوسکی اصلاح فاضل مجیب سے بعد رجعت ہی محال ہے ولن یصلح العطار ما افسد الدہر کشمیری
صاحب نزہہ نے اپنی دانست سے تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکاح بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست
چہ تجویز تزویج در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت است چنانچہ تجویز تناول میتہ در حال مخمصہ و اضطرار
قائلین تقیہ میگویند کہ شارع فعلی را کہ بطریق تقیہ واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد۔ پس بجا آوردن
آن امتثال امر الہی است و این معنی مقتضی اجر است پس وقوع زنا لازم نیاید چنانچہ ہرگاہ جابری
شخصی را در طلاق دادن زوجہ اش اجبار نماید در عرف میگویند غصبت زوجتہ۔ حضرت کشمیری
صاحب نے جبر واکراہ و ضرورت و اضطرار کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اوسکا قلع وقمع واجبی ہم کر چکے
ہین لیکن حضرت کشمیری اور اونکی مقلدین سے اسقدر استفسار باقی ہے کہ کیون حضرت جب
جبر واکراہ و ضرورت و اضطرار کی ٹہری اور مثل میتہ اور لحم خنزیر کی حالت مخمصہ مین ہوئی تو جو کچھ
جبر واقع ہوتیگا وہ مباح ہوگا اور جو کچھ ازراہ اکراہ واجبا واقع ہوگا وہ عین امتثال حکم خداوندی ہوگا

تو پہر چاہیے لفظ غصب کو اوسکے معنے حقیقی سے پہیر کر معنی مجازی پر محمول نکرین بلکہ معنی حقیقی پر محمول کرنے سے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دال ہوگا اور اہلبیت بنوت پر کسی قسم کا الزام لازم ہوگا کیونکہ دونو صورتومین اہلبیت سے تو جو کچہہ ہوا وہ بحالت مقصد تقیہ کے پردہ مین ہوا جو امتثال امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غصب ہوا تو لیکن غاصب کے حق مین اگر نکاح بجبر تسلیم کیا جاوے تو ایک معصیت اکراہ کی ہی ہوگی وبس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مفقود ہے۔ اور اگر غصب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بحق غاصب ایک برائی فعل غصب کی ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اوسکے حق مین لامحالہ یہہ زنا ہوگا معلوم نہین کہ اس لفظ کو اوسکے معنے حقیقی سے کیون پہیرتے ہین اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیون محمول کرتے ہین۔ واجب ہے کہ اس لفظ کو اوسکے معنے حقیقی سے مصروف نکرین اور معنے مجازی کا ارتکاب نفرماوین۔ رہا یہہ کہ آپکے حضرت کشمیری صاحب جو یہہ نظیر پیش فرماتے ہین کہ اگر کوئی جابر بجبر و اکراہ کسی کی زوجہ کو اوس سے طلاق دلوائی تو عرف مین کہتے ہین غصبت زوجتہ محض مغالطہ ہے کیونکہ اول تو اہل عرف مین ہہ کلام ہی جبتک کسی دلیل سے ثابت نکیا جاوے بعد اوسکے یہہ نظیر اپنی ممثل لہ کی ہی مطابق نہین اور نہ اسکا غصب ہونا ممثل لہ کے غصب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ دلوانا گویا ایک شخص کے مملوک شئی کو اوسکی قبض و تصرف سے بلا جواز شرعی بجبر نکالنا ہے۔ جسپر غصب صادق آتا ہے اور مانحن فیہ مین یہہ معنے مفقود ہین کیونکہ نکاح بالجبر کی صورت مین کیکی مملوک و متصرف کو اوسکی قبضہ سے نہین نکالا تو نکاح بالجبر کی مماثل نہوا۔ اچہا ہمنے مانا کہ یہہ دونو برابر سہی لیکن پہر یہہ دعوی آپکے حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے نکاح اوسوقت مستفاد ہوسکتا ہے جبکہ غصب کی نسبت نفس عورت کیطرف جاوے اور جب اوسکی نسبت عورت کی فرج کیطرف کرکے زیادہ تشنیع و تقبیح کیجاوے تو اوسوقت تاویل نکاح بالجبر کے مسلم نہین بلکہ اوسوقت بسبب اسکی غصب کا فرج پر وقوع بیان کرکے غایت درجہ قبح و شناعت مین پہونچایا گیا ہے غصب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہرگز مراد نکاح بالجبر نہین

بلکہ غضب حقیقی مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب نے اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہین سمجھا
یا تجاہل فرمایا ہو۔ غرض یہہ کہ غضب خواہ حقیقی معنے پر محمول ہو یا مجازی معنے پر دونون صورتون
مین اصول شیعہ پر کچھہ کلام نہین ہر طرح حرام ہونا حضرات کا پیدا نہین ہوتا۔ **قولہ** بالفرض
اگر ام کلثوم بنت زہرا ہی کا نکاح ہوا تب بہی کیا قباحت لازم آتی ہے یہہ ظاہر ہے کہ یہہ نکاح
بخوشی نہین ہوا۔ **اقول** جب فریقین کے کتب معتبرہ اور روایات معتمدہ سے ثابت ہے کہ نکاح
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے ہی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی یہہ امر فرضی نہین بلکہ
یہہ تو واقعی اور تحقیقی ہی پہر لفظ بالفرض کہنا محض دہوکہ دہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکاح کو
تسلیم کرلیا تو قباحت یہہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہوئی جاتے ہین کیونکہ
حسب روایات شیعہ جناب امیر ملجی و مضطر نہین ہوسکتے تہی تو لامحالہ یہہ نکاح بخوشی ہوا اور اس سے
جیسی کچھہ صاعقہ شرربار خرمن مذہب امامیہ پر واقع ہوتی ہے کسی فہمی خرد پر مخفی نہین کیونکہ اگر حضرت فاروق
اسکے لیے اہل اور لائق تہے تو مذہب تشیع کی خرابی اور اگر لائق نہین تہے تاہم مذہب تشیع کی بربادی
اور اگر باایہمہ پہر بہی بناخوشی و ناراضی یہہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب تشیع کی تباہی پس ظاہر ہی
فاضل مجیب کا یہہ کہنا تب بہی کیا قباحت لازم آتی نادانستگی یا تجاہل سے ناشی ہے ورنہ حسب روایات
شیعہ نکاح صحیح ہوا تو یہہ کہنا کہ کیا قباحت لازم آئی امر البدیہی ہے **قولہ** چنانچہ شرح صحیح بخاری [illegible]
اقول ہم سابقاً عرض کرچکے ہین کہ آپکے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن
حجر شافعی کیطرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر مکی ہے اور آپکے کشمیری صاحب نے نزہہ مین اس روایت کو
متعلق ابن حجر کیطرف منسوب کیا ہی تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی سے معلوم ہوتی ہو
کہ اپنی کلام مین جو نزہہ سے لیتے ہین یہہ سمجھکر کہ ابن حجر مطلق لکہا ہی تو عسقلانی مراد ہوگا اور
شرح بخاری مین لکہا ہوگا فتح الباری کی طرف کذباً و افتراءً نسبت فرمادیا حالانکہ وقت اطلاق کے
سبقت ذہن کے فتح الباری کے طرف ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن حجر کی ایسی امر کے ذکر
سی جو متعلق حالات صحابہ ہو کتاب اصابہ ہے اور اس مین یہہ روایات بطرق متنوعہ موجود ہین

لیکن اِس روایت کا کہین نشان بہی نہین بلکہ اسکی مخالف ثابت ہوتا ہے - اور اگر بالفرض یہہ روایت فتح الباری مین ہو بہی تو آپکے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر یعنے مکی کیطرف نسبت کرنا کذب وغلط ہوگا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے فقط متاخر لکہا ہے اور قرینہ بہی دال ہے کہ مراد ابن حجر ابن حجر مکی ہے وہ یہہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہین جسکا حاصل یہہ ہے کہ بعد اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم وتقبیل کیطرفسے جو عقد وتحلیل سے پہلے واقع ہوئی یہہ عذر کیا ہے کہ ام کلثوم بسبب صغر سنی کے اسدرجہ کو نہین پوہنچی تہی کہ مشتہاۃ ہو کہ اوسکی ضم وتقبیل حرام ہو اور اگر وہ صغیرہ نہوتی تو حضرت علی اوسکو کیون بہیجتے - اور یہہ عبارت صواعق ابن حجر مکی مین مذکور ہے وتقبیلہ[1] وضمہ لہا علی جہۃ الاکرام لانہا لصغرہا لم تبلغ حدا تشتہی حتی یحرم ولولا صغرہا لما بعث بہا ابوہا کذلک - مگر اس روایت کا جسکا قاضی صاحب دعوی فرماتے ہین یہان کہین پتا و نشان نہین پس معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قاضی صاحب کی اوسی غلطی یا مغالطہ کی تقلید در تقلید ہوتے چلی آئے ہے مگر ہماری فاضل مخاطب نے اوسپر یہہ اور طرہ لگایا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کے طرف نسبت کردیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پہر اگر بالفرض یہہ روایت کسی ابن حجر نے اپنی کسی کتاب مین نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل اعتبار کے نہین ہو سکتی اور اگر اعتبار بہی تسلیم کرلین تو فاضل مجیب کا یہہ ارشاد کہ "باواز بلند پکار رہی ہے" بخیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا بانضمام دیگر روایات اس روایت مین الحیاء کے یہہ معنے ہونگے کہ کثرت الحاح وسالت اور نہایت تردد ومراجعت فرمائے اور ظاہر ہے کہ یہہ معنی عین مناقض دعوے سامی ہے اب لیجیئے جو روایات کہ ان معنے پر دال ہین صواعق محرقہ کے باب حادی عشر مین مروی ہین وفی روایۃ[2] انہ صعد المنبر فقال ایہا الناس انی واللہ ما حملنی علی الحاح علی علی فی ابنتہ الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] اور اوسکا ضم اور تقبیل کرنا تعظیم کے طور پر تہا کیونکہ وہ بسبب اپنی صغر سنی کے حد شہوت کو نہ پوہنچی تہی کہ حرام ہوتی اور اگر اوسکی کم سنی نہوتی تو اوسکا باپ اوسکو اسطرح نہ بہیجتا - ۱۲

[2] اور ایک روایت مین ہے کہ عمر منبر پر چڑہی اور کہا اے لوگو واللہ علی پر اوسکی دختر کے معاملہ مین الحاح کرنے پر بجز اسکے کسی چیز نے مجکو برانگیختہ نہین کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲

يقول كل سبب وصهر ينقطع الا سببي وصهري وانما يأتيان يوم القيمة تشفعان لصاحبهما وفي رواية لما اكثر ترددہ الى على لعقل بعضها فقال ما حملني على كثرة ترددي اليك الا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل حسب ونسب وصهر الخ ان روایات سے کثرت الحاح ومراجعت اور نہایت تردد وسالت بداہۃً ثابت ہیں پس روایت الخ فیہ مین جو لفظ اکراہ واقع ہے وہ بھی اسی معنے پر محمول ہوگا علی اصول اہل حق کیونکہ نہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق وفاجر وظالم اور غاصب تھے اور نہ جناب امیر رضی اللہ عنہ مظلوم مقہور وحیران ومغلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول اہل حق کے ان معنی پر حمل کرنا لازم ہوگا۔ اور فاضل مجیب کا دعوی غلط ہوگا۔ وہو المطلوب **قولہ** اور غصب کے معنے یہ ہیں کہ الخ **اقول** یہ معنے غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جبتک آپ کسی نقل سے اسکو ثابت فرماوینگے اوسوقت تک یہ دعوے قابل سماعت نہیں اور بالفرض تسلیم اگر یہ معنی یون ہیں تو حصر سراسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے اگر آپکے نزدیک یہ صحیح تھا تو کسی دلیل سے تو ثابت فرمایا ہوتا **قولہ** خلیفہ ثانی مسلمان کلمہ گو تھے احکام اسلام اونپر جاری تھے نکاح شرعی ہوا۔ **اقول** اس جواب کا مطلب یہ ہی کہ بوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح ازروی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو اپنے مسائل فقہیہ تک کے بھی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکر ہو مناظرہ کی چند کتابین دیکھکر تو مجتہد بن بیٹھے مسائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکر ہو۔ اجی جناب میر صاحب یہ اجتہاد آپنے غلط فرمایا اور اسمین آپنے خطا کی آپ اپنی کتابونکا ملاحظہ فرمائیے آپکے یہان صحت نکاح کے واسطے صرف ظاہری اسلام وکلمہ گوئی ہرگز مفید نہین ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ مین نواصب

لہ فرماتے ہر واسطہ اور داما دی تعلق قطع ہو جائیگا مگر میرا واسطہ اور دامادی تعلق کہ وہ قیامت مین آئیگی اور اپنے تعلق والے کے سفارش کرینگی اور ایک روایت مین ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس معاملہ مین) بکثرت آنے لگے آپ نے اونکی منع کرنے کا عذر کیا۔ عمر نے فرمایا کہ جسکو کثرت آمد ورفت پر بجز اسکی کسی نے مجبور نہین کیا کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے کہ کل حسب اور نسب اور دامادی تعلق الخ ۱۲۔

وخوارج کے ساتھہ مومنہ کا نکاح صراحۃً ناجائز لکھا ہے سا سوقت من لایحضر حاضر ہے اوسمین یہہ
روایت موجود ہے۔ و روی[۱] الحسن بن محبوب عن سلیمان الحمار عن ابی عبد اللہ
علیہ السلام قال لاینبغی للرجل المسلم منکم ان یتزوج الناصبیۃ ولا یزوج
ابنتہ ناصبیا و یطرحہا عندہ قال مصنف ھذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب
حربا لآل محمد علیہم السلام فلا نصیب لھم فی الاسلام فلذلک حرم نکاحہم
وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لھم فی الاسلام الناصب
لاھل بیتی الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہین ثابت ہوئی بلکہ اس سے
یہہ بہی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظاہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہین اور جو
بعض شیعہ مثل فاضل مخاطب شکنجہ ابحاث مین گرفتار ہوکر ظاہری اسلام کو اعتبار کرتے ہین
سراسر غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جھوٹا تک بہی نجس ہے من لایحضر مین ہے
[۲] ولا یجوز الوضوء بسور الیھودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف
الاسلام واشد من ذلک سور الناصب استبصار مین ہے وبھذا الاسناد عن
محمد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحیی عن ایوب
بن نوح عن الوشاء عمن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ کرہ
سور ولد الزنا والیھودی والنصرانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان
اشد ذلک عندہ سور الناصب پس جب نواصب کے جھوٹے کا یہہ حال ہے تو انکا

[۱] امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا ہم مین سے مسلمان شخص کو لائق نہین کہ ناصبیہ کے ساتھہ شادی کرے اور اپنی بیٹی کا ناصبی کے ساتھ نکاح کرے اور اسکو اسکی پاس ڈالدے مصنف کتاب کہتا ہے جو آل محمد علیہ السلام کے ساتھہ لڑائی قائم کرے اونکے لیے اسلام مین کچھہ حصہ نہین ہیلی اونکا نکاح حرام ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا میرے امت مین دو قسم کے لوگ ہین جنکو اسلام مین کچھہ حصہ نہین ایک تو میری اہلبیت کے ساتھہ دشمنی رکہنے والا الخ ۔ ۱۲ ۔ [۲] یہودی اور نصرانی اور ولد الزنا اور مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے کے ساتھہ وضو جائز نہین ہے اور اس سے بہی سخت تر ناصبی کا جھوٹا ہے امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے اونہون نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے کو مکروہ سمجھا اور سب سے سخت تر آپکے نزدیک ناصبی کا جھوٹا تہا ۔ ۱۲ ۔

نکاح کیسا کچھ ہوگا - علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بزعم شیعہ دشمنان اہلبیت کا سرگروہ قاتل و مسموم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ نجس العین اعتقاد کرتے ہین اور اوسکی نسبت عدم طیب ولادت کا حکم کرتے ہین چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاخبار صدوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہہ روایت نقل کی ہے حدثنا علی بن احمد بن موسی رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی عن موسی بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر قال سألتہ عما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان ولد الزنا شر الثلاثۃ قال علیہ السلام عنی بہ انہ شر من تقدمہ ومن تلاہ[1] قطعًا ناجائز اور حرام ہوگا - اور جب ادنے مومنہ کے نکاح کا یہہ حال ہو تو قدوہ مومنات بضعۂ سرور موجودات جگر گوشۂ بتول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی ایدہ اگر حسب تصریح خاتم المتکلمین بعض روایات مین وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسی لوگونکے ساتھہ نکاح کرے وہ دشمن دین و ایمان ہے اہلبیت و شریعت کے بیخ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپکے نزدیک ظاہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی اجراء احکام اسلام کیلئے کافی ہے تو پہر آپ ذرا اپنی قبلہ و کعبہ سید محمد صاحب تشیید المطاعن سے پوچھیے کہ حضرت آپ جو تحفہ کے اس قول کے جواب مین "اگر توقف ابوبکر در استیفاء قصاص مالک بن نویرہ قادح در خلافت او باشد توقف حضرت امیر در استیفاء قصاص عثمان بطریق اولے قادح باشد" یہہ ارشاد فرماتے ہین "خلاصہ جواب از طرف شیعیان آنست کہ عثمان نزد ایشان جائز القتل بود لہذا اخذ قصاص او واجب نباشد" اسکے کیا معنے ہین جب ظاہری کلمہ گوئی پر احکام اسلام جاری ہین اور انکا مومنات کے ساتھہ نکاح صحیح ہے تو پہر آپکا یہہ فرمانا کہ وہ جائز القتل ہین اور اونکا دم ہدر ہی بالکل غلط اور منافی

[1] میں نے اوس سے پوچھا اوس حدیث سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ولد الزنا شر ہیں مذہب علیہ السلام فرمایا اس سے مراد یہہ ہے کہ اپنی سے پہلے اور پچھلے سے بدتر ہے ۔

شریعت ہی پہر معلوم نہین آپکے قبلہ آپکے اس اعتراض کا کیا جواب دینگی ظاہر تو یہہ ہے اگر حیا کو
کام فرمائینگی تو اپنے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کرین گے اور اگر اونسے نہ پوچہین تو یہہ سوال ہماری مجیب کا
خود اونکی نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب دہ ہونگی **قولہ** جناب سرور کائنات کا
حال ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت زینب دختر رسول خدا مسلمان ہوگئی تہین اور اونکا شوہر ابو العاص کافر
تہا انمین مفارقت نکرواسکی اور اس باب مین جو آپکی علمار نے تاویل کی ہے اوسکو یہہ روایت
باطل کرتی ہے ـ تاریخ خمیس مین حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے ـ قالت کان
الاسلام فرق بین زینب وابی العاص الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوبا بمکۃ جب یہہ بات ثابت ہوئی تو یہان کیا حرج ہے

اقول ہماری فاضل مجیب کے ہمپر تو طعن بیحیائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تہے
لیکن یہان تو خود بدولت نے شرم وحیا کا پردہ اوٹہاکر دین ودیانت کو طاق مین بٹہا کر خاتم
النبیین سید المرسلین کے عصمت بلکہ نبوت ہی پر قلم نسخ پہیر دیا اور برخلاف نصوص قطعیہ
آپنے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا ـ تو معاذ اللہ آپکے قول کے موافق خاتم النبیین مرتکب
حرام کے ہوئی ـ کیونکہ اپنی بیٹی مومنہ کا باختیار خود بلا جبر واکراہ کافر کے ساتہہ نکاح کیا حالانکہ
وہ بقول آپکی ناجائز تہا ـ اور اگر یہہ مراد ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کافرہ تہے اور بعد مین ایمان لائی چنانچہ آپکا یہہ قول کہ حضرت زینب دختر رسول اللہ مسلمان
ہوگئی تہے اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے سی مسلمان نہ تہی اور بعد مین مسلمان ہوگئی تہے
یہہ بہی آپکے دین وایمان کے مقتضی سے ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو
بلا دلیل کافرہ کہین ـ واہ ری اہلبیت نبوت کے ساتہہ آپکی زعم مین ولا ومحبت اور تمسک اسیکا
نام ہی آپ تفریق کا ذکر ہی کیون فرماتے ہین ـ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرمادین کہ وہ بجبر
ہوا یا برضا اور جائز ہوا یا حرام ـ اگر یہہ نکاح بجبر ہوا اور باوجودیکہ حرام تہا لیکن کفار مکہ نے
بجبر واکراہ یہہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو البتہ آپکا مقیس علیہ ہوسکتا ہے لیکن

اس صورت مین اول آپ جبر واکراہ کا ثبوت دیں اور انشاء اللہ قیامت تک ہی نہ لیسکینا اور ہماری حضرت کے حق مین تقیہ کا فتوی دیں پہر مسئلہ کا بہت دینا درا گر برضا ہوا اور حرام تہا جیسا کہ آپکی کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمہ کا نکاح کافر کے ساتہ حرام ہے تو پہر آپ ہی خیال فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دشمن کیسی فعل کے مرتکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تہا چنانچہ واقعی اور نفس الامر ایسا ہی ہے تو پہر انکا اوسکو ذکر کرنا اور متعین علیہ قرار دینا سراسر خوش نہی ہے ۔ لیجیے ہم اسکی جواز کو آپکی کتابونسے ثابت کرتے ہین ۔ پس واضح ہو کہ ابتدا اسلام مین جبتک تحریم نکاح مومنہ کی مشرک کے ساتہ نازل نہین ہوئی تہی اوسوقت اہل شرک واہل ایمان مین یہہ نکاح جائز وحلال تہا اسیواسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تہا چنانچہ اسکی حلت شرائع سابقہ مین بہی تہی ۔ تفسیر مجمع البیان مین فاضل طبرسی تحت آیت شریفہ واقعہ سورۂ ہود قال یا قوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم[1] لکہتے ہین وکان یجوز فی شرعہم تزویج المومنۃ من الکافر وکذا کان ایضاً فی مبدا الاسلام فقد زوج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلم ثم نسخ ذلک پہر دوسری جگہ سورۂ حجر مین تحت آیت کریمہ ہؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین[2] لکہتے ہین وقولہ ان کنتم فاعلین کنایۃ عن النکاح ای ان کنتم متزوجین وقیل انما قال ذلک للرؤساء الذین یکفون اتباعہم وقد کان یجوز تزویج المومنۃ من الکافر یومئذ وقد کان ذلک ایضاً فی شریعتنا ثم حرم اور نیز فاضل کاشانی خلاصۃ المنہج مین پہلی آیت کے تفسیر مین لکہتے ہین ۔ گفت لوط اے گروہ من اینہا دختران من اند ایشانرا بجوئید کہ ایشان پاکیزہ اند مرشما را تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات

[1] اور اسکی شریعت مین مومنہ کا نکاح کافر کے ساتہ جائز تہا اور اسیطرح شروع اسلام مین بہی تہا اور حضرت نے اپنی دختر کا نکاح ابو العاص سے پہلے اس سے کہ مسلمان ہو کر دیا تہا پہر منسوخ ہو گیا ۔ ۱۲

[2] قولہ ان کنتم فاعلین نکاح سے کنایہ ہے یعنی اگر تم نکاح کرنے والے ہو یہہ بہی کہا ہے کہ یہہ سردارونکو کہا جو اپنی اتباع کو روک سکتے ہین اور اوسوقت مومنہ کا نکاح کافر کے ساتہ جائز تہا اور پہلے ہماری شریعت میں بہی تہا پہر حرام ہو گیا ۔ ۱۲

بکفار جائز بوده چنانکه درید ایت اسلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دختری از دختران خود بعتبہ داد و دختر دیگر را با بو العاص و بعد از آن این حکم منسوخ شد۔ انتہے علے ما فی ازالۃ الغین اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین منسوخ ہو چکا اور یہہ نکاح متنازعہ بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام وحلال کو یکسان ومساوی سمجھنا حضرات مجتہدین ومتکلمین شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایات اہل سنت کے بہی اسپر دال ہین۔ کہ نکاح مومنہ کا کافر کے ساتھ مبدا اسلام مین جائز تہا بعد اوسکے منسوخ ہوا چنانچہ تناسیر واحادیث مملو ہین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین عن عائشۃ[۱] لما بعث اہل مکۃ فی فداء اسرائہم حین غلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر فقتل بعضہم واسر بعضہم وطلب منہم الفداء بعث زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ فی فداء زوجہا ابی العاص بن الربیع بن عبد شمس القرشی بمال وہو کان من جملۃ اسراء بدر وکان تزویج الکافر بالمسلمۃ جائزا فنسخ بقولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الخ۔ پس ثابت ہوا کہ بموجب روایات فریقین کے نکاح حضرت زینب رض کا قبل نسخ کے ہوا کہ اوسوقت مین جائز اور حلال تہا اب یہان شاید بعض اون لوگونکو جنکو حالات شریعت سے پوری واقفیت نہین یہہ شبہ واقع ہو اور وہ یہہ اعتراض کرین کہ سلمنا قبل نسخ کے جائز اور حلال تہا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اوسوقت تفریق کی ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مغلوبیت کے تفریق نکر سکے پس اسکا جواب یہہ ہے کہ اول تو ہم یہہ تسلیم نہین کرتے کہ تحریم کا نزول تفریق سے پہلے ہے

---

[۱] عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فتح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر لائے اور اونسے فدیہ طلب کیا تو جب اہل مکہ نے فدیہ بہیجا تو زینب نے بہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر بطن خدیجہ سے تہی اپنے شوہر ابو العاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے فدیہ مین جو منجملہ قیدیونکے تہا مال بہیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز تہا قولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکین حتے یومنوا کے ساتھ منسوخ ہوا ۱۲۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو - دوسرا جواب بطور حل وتحقیق کے یہہ ہی
کہ واقفان نزول احکام پر مخفی نہین ہے کہ جو احکام اول مشروع تھے اور بعد مشروعیت کے منسوخ
ہوئی اونکی نسخ کے یہہ معنے نہین کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بشرطیکہ اونمین اہل اسلام کے
اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچہہ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا ہو اور اوسکی فسخ اور رفع مین مسلمانونکو
کچہہ دخل نہین وہ حکم نسخ مین داخل نہوگا - اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ باختیار اولیا و عورت ہی
لیکن فسخ نکاح مین عورت یا اوسکی اولیا کو بحکم شریعت کچہہ دخل نہین تو فے الحقیقت اوسپر نسخ
وارد ہی نہین ہوا جو اوسکو حرام اور غیر مشروع سمجہا جاوے - اور ضرورت تفریق کی واقع ہو -
کیونکہ ولا تنکحوا المشرکین سے ممانعت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نہ فسخ نکاح منعقدہ سابق
پر دال ہے تو تحریم اسپر وارد ہی نہین اور حکم ناسخ اسکو شامل ہی نہین - پس تاریخ خمیس سے
جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کی مخالف ہے اور قابل احتجاج کے نہین
بلکہ خود ام المومنین عائشہ رض کی روایت جو شارح مصابیح نے نقل کی ہے وہ اسکی خلاف ہے
اور ممکن ہے کہ تاریخ خمیس کے روایت مین کان الاسلام فرقا محمول باستحباب پر ہو یعنے
کہ بہتر اور مستحسن یہہ تہا کہ نکاح کو فسخ کرا کر حضرت زینب کا نکاح کسے مسلمان سے کرتے کیونکہ اسلام نے
باہم اہل اسلام و کفار مین ایک قسم کی تفریق کردی تہی - لیکن چونکہ فسخ باختیار مرد ہے اسلیے آپکو
قدرت نہ تہی اور شاید موجب کشاکشی اور فتنہ کا ہوتا - لیکن آپ مغلوب تہے ایسی حالت مین
صرف استحباب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تہا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک
نہین ہوا تہا یہہ نکاح بہی حرام نہین ہوا تہا تو اس توجیہ کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور
بحمد اللہ تعارض مرتفع اور استدلال فاضل مستدل باطل ہوا معہذا بالفرض مسلمنا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین مغلوب تہے اور بوجہ مغلوبیت کے تفریق بزعم آپکے واجب تہی
لیکن یہہ قصہ مقیس علیہ نکاح ام کلثوم نہین ہو سکتا ہے - کیونکہ ہم پیشتر بروایات معتبرہ
ثابت کرچکے ہین کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے - غرضکہ اس قصہ کو

[illegible]

بیان و ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عموماً اور فاضل مخاطب کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور دانشمندی پر دلالت
ہان اگر اوس نکاح کو مقیس علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو نو صاحبزادیون
زینب و رقیہ کا نکاح یکی بعد دیگرے عثمان ذی النورین کے ساتھہ فرمایا اور وہان بہی غصب کے
قائل ہوتے اور حضرت کے مغلوبیت اور تقیہ کا دعوے کرکے ثابت کرتے تو البتہ مضائقہ نہ تہا
چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے مجالس مین اسکو بایں الفاظ ذکر کیا ہے اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر
بعمر فرستاد۔ اور اسکو ذکر کرکے اپنے استدلال کے بیخ آپ اپنے ہاتہون کاٹ ڈالی کیا معنے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو نہ تقیہ سے تہا نہ مغلوبی ودر ماندگی وجبر واکراہ سے تہا تو یہہ
فعل انکاح بطیب خاطر وجواز شرعی ہوا تہا تو ولی کا فعل انکاح بہی ایسا ہی برضا و خوشی
وجواز شرعی بلا جبر واکراہ ہوا وہو المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہہ بہی فرض کرین جو حضرت مجیب
یا حضرت مجیب کے مہر مہدی صاحب آیات بینات مین فرماتے مین تب بہی تمسک کو اس بہی کیا
نسبت مثلاً اگر کوئی یہہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ سے تمسک کرنے کے
یہہ بہی معنے مین کہ انکی بیٹی کو زوجہ کافر اس حالمین قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی تہی
تو حضرت کیا جواب دینگے **اقول** سبحان اللہ اہلبیت نبوت جنکی شان مین آیت تطہیر نازل ہو
اوسکے دشمنو نکو صریح زنا اور فحش اور بیحیائی کی تہمت سے ملوث و متہم فرماوین اور پہر بہی تمسک
مین رخنہ نہ پڑے یہہ تمسک حضرات شیعہ کا ہے تمسک ہے اور اہلسنت کے تمسک پر جو
نکاح ابو العاص کے ساتہہ معارضہ کیا بحمد اللہ اہلسنت کو مؤنت جواب کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ
یہہ خصہ مشترک الالزام ہے پس اسکا جواب جو کچہہ علماء شیعہ نے دیکر فیصلہ کیا ہے چنانچہ اوسکی
نقول بحوالہ مجمع البیان وخلاصۃ المنہج ماسبق مین مذکور ہو چکی ہین وہی جواب اہلسنت کیطرف سے قبول
فرماوین کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تہا اور یہہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے
یہہ بعد نسخ وتحریم کے ہے پس اسکی شرمندگی وخجالت رفع کرنے کی لیے قصہ نکاح زینب ذکر کرنا
حضرات کے کمال تبحر علمی پر دال ہے جب دیکہا کہ وہ نجات جہات ستہ سے مسدود ہے۔۔

اور طریق گریز و فرار ہر چہار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابلہ فریبی کے ایک روایت اہل حق کیطرف سے ذکر کردی تا کہ ناواقف سمجھیں کہ حضرت میر صاحب قبلہ نے بھی بہت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**

انبیاء و اوصیا و اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے اونکا بیان کرنا تمسک کے برخلاف نہین ہے ورنہ جو ذلت و رسوائی و بیعزتی ظاہری کربلا و شام وغیرہ مین ذریت رسول کی ہوئی انکا بیان کرنا تمسک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہلسنت ان وقائع کو کیون اپنی کتب مین تحریر فرماتے ہین

اقول یہہ تو آپ اوسوقت فرمائین کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت الزام دیتے ہون۔ بیان واقعات تاریخی مین تو جو حالت ہوتی ہے نقل کیجاتی ہے۔ یہان تو الزام یہہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنکی ولا و تمسک کے آپ زبانی مدعی ہین اپنی کتب دین و ایمان مین امام معصوم کے زبانی فرماتے ہین کہ امام معصوم نے فرض کرد نکاح جناب کی نسبت فرمایا اول فرج غصبنا کوئی باحیا اسکو جائز کہیگا معاذ اللہ کوئی مسلمان اسکو تجویز نہین کرسکتا ہے۔ اول تو یہہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسری امام معصوم پر فحش گوئی کی تہمت تیسری جگر گوشہ بتول کے دشمنونکی نسبت سے خباثت و فعل حرام کا الزام۔ تعجب ہے کہ آپ اسکو تمسک کے برخلاف نہین خیال فرماتے معلوم نہین کہ تمسک کس چیز کا نام رکھ رکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ محرم مین نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کرکے واویلا کرنیکا نام تمسک و ولا رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اونے شخص پر بھی کبھی کوئی مصیبت و ذلت اوسکی اہل کے نسبت پیش آتی ہے تو بعد اوسکے کبھی اوسکا نام تک بھی نہین لیتا چہ جائیکہ اوسکا سالانہ ماتم کرے اور یہہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلبیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہین اور ہر سال اپنی ماتم سرایہ مین اونکو ذلیل و رسوا کرتے ہین جسپر غیر مذہب کے لوگ بھی خندہ زنان ہین فی الواقع یہہ حضرات محب اہلبیت نہین بلکہ دشمن اہلبیت ہوئی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہی کہ محرم مین دار المومنین لکھنو کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ مین ڈیوڑھیپر کجاوے بندھوا کر اونپر سیاہ پوش عورتین سوار کیجاتے ہین اور وہ زنان اہلبیت کے نقل ہوتی ہین

اور مجلسین اون انڈیلتی پیٹ پیٹ کر روتے چلاتے ہین اور ایک ایک کا نام لیکر چھتی ہین تبرا بکتے ہین غرض کیا کچھ طوفان بے تمیزی ہے جو وہان نہین ہوتا پس اسکا نام تمسک ہے اور یہہ کچھ دلا و محبت ہی - علاوہ ازین اہلسنت نے سوائی بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت نرم الفاظ مین حاشا کہ کہین اہلبیت کے شان مین کوئی فحش و شنیع لفظ لکہا ہو یا حرام کا الزام اہلبیت کی نسبت لگایا ہو یہہ صرف کام مدعیان ولا و تمسک کا ہے وبس **قوله** ان تمسک کے برخلاف یہہ ہی کہ حضرت عباس حسنکو حضرت مجیب نے بہیت تمسک بیز ذقل فرمایا ہی حضرت خلیفہ اول کے شان مین اعزک اللہ بنفر اٰمک - فرماوین - اور پہر وہ خلیفہ رسول و امام برحق رہین کنز العمال ملاحظہ فرمائی - **اقول** ای اہل خرد و انصاف خدارا ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل مجیب کے اس قول کو دیکھین اور اس سے انکی مناظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کرین - اول تو خود ان الفاظ کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر دال ہے لفظ بنفر امک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط نہین اور یہہ کلام اس موجودہ عبارت مین ہے جو ہماری مجیب لبیب نے نقل کی ہے اصل کتاب ہمکو دستیاب نہین ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے دوسری یہہ کہ شاید یہہ کلمہ اپنے کفر کیحالت مین کہا ہو - تیسری یہہ کہ ہم کب کہتے ہین کہ حضرت عباس معصوم ہین - اگر بالفرض انہون نے یہہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی - چوتہے یہہ کہ اگر حضرت عباس نے یہہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول اور امام برحق ہونے مین کیا قدح اور کیا نقصان - اسکو ہماری مجیب لبیب نے کسی دلیل سے ثابت نفرمایا جواوسپر بحث کیجاتی بیان اسیقدر کافی ہے کہ یہہ لفظ اگر حضرت عباس سے صادر ہوا تو انکی خطا تہی تو یہہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت مین کیونکر قادح ہوسکتا ہے - پانچوین یہہ تمسک کے برخلاف نہین - ہان تمسک کے برخلاف یہہ ہے کہ حسب تصریح علماء شیعہ جناب فاطمہ رضہ بضعۃ الرسول ص جناب امیر رض کی نسبت مانند جنین پردہ نشین رحم و مانند خائنین در خانہ گزنجیہ وغیرہ الفاظ شنیعہ فرما وین اور آپ انکو پہر بہی خلیفہ معصوم اعتقاد کرین **قوله** ہم کی طرح

دریدہ دہنی نہین کرتے بپاس شرم وحیا ترجمہ ہی نہین کرتے صرف عبارت نقل کر دی کہ اہل
مین آپ دیکہہ لین ہم سمجہین یا آپ سمجہین۔ **اقول** ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنے تو آپکے
ثقۃ الاسلام کلینی کی اور انکے اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضع اور ناقل ایسی فحش اور بیحیائی کے
اور دریدہ دہنی کے ہین۔ پہر یہہ کہنا کہ ہم انکی طرح دریدہ دہنی نہین کرتے سراسر بیجا ہے بلکہ یہہ
کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کیطرح دریدہ دہنے نہین کرتے۔ ہمنے تو صرف مضمون روایت
اپنی زبان مین ایسے الفاظ مین جو بہ نسبت اصل کے کنایۃ اور فحش سے خالی تہے نقل کیا اسکو آپ
خواہ دریدہ دہنے سمجہین یا فحش و بیحیائی فرمائین لیکن یاد رہی اگر یہہ دریدہ دہنی
اور فحش و بیحیائی ہوگی تو جو آپکے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اسکی چہار چند دریدہ دہنی اور
فحش و بیحیائی ہوگی۔ ہمکو دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتہہ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ
دہنی انکا جزو مذہب ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ع دشنام مذہبی از جہت شیعہ
مذہب شما و مرا اہل مذہب معلوم۔ خود آپنے جو کچہہ نقل فرمایا وہ باعتراف آپکے اوس سے زیادہ شنیع ہے
جو ہمنے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنیکو فحش ہونی ہونے مین کچہہ دخل نہین ہے بلکہ ترجمہ
کنایات مین کرنے سے شناعت رفع ہو سکتی ہے تو آپنے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی
فرمائی۔ اور یہہ کہنا کہ ہم سمجہین یا آپ سمجہین بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپکے جب آپنے
باوجود فارسی خوان ہونے کے سمجہہ لیا تو اسکے سمجہنے والے ہزارہا آدمی نکلینگے ایسی لغو باتوں سے
اسکی شناعت رفع نہین ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور فحش بیحیائی کے الزام سے
محفوظ رہ سکتے ہین **قولہ** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرنا ہی ہم تہذیب کے خلاف سمجہتے ہین
مگر چونکہ آپنے لفظ شرمگاہ وغیرہ لکہکر جواب چاہا اور کچہہ شرم وحیا کو دخل نہ دیا مجبور ہمکو بہی یہہ
عبارت نقل کرنی پڑی۔ **اقول** ہماری طرف سے بہی یہی عذر قبول فرما لیجیے اور ہم بہی
گو ہم بہی ایسی عبارت کے لکہنے کو تہذیب کے خلاف سمجہتے ہین اسیواسطے ہمنے ترجمہ لفظ کنایہ
نہین کیا تہا مگر چونکہ آپکے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکہا اور کچہہ شرم وحیا کو دخل نہ دیا مجبور ہمکو

الزانا دہ حدیث نقل کرنے پڑی **قولہ** اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شنیع ہے یا لفظ ایک

اقول ای حضرات ناظرین اوراق اس آخر کے جملہ مین حضرت مجیب نے جو تہذیب و شائستگی کو
کار فرمایا کیا اسیکا نام تہذیب ہے کیا ہماری مجیب اسوقت اذا خاصم فجر کے مصداق
نہین پہر اگر ہماری قلم سے کوئی ایسا لفظ نکلجائیگا تو ہمکو بہی معذور سمجہکر لا یحب اللہ الجہر
بالسوء من القول الا من ظلم کا مصداق قرار دینگی پس اس سے زیادہ اسکو جواب مین ہم کچہہ نہین
عرض کرسکتی کہ ہمکو اس موازنہ کی نوبت یہاں کیونکر پہنچ سکتی ہے اور ہم لفظ فسیح اور لفظ ایک
مین کیونکر موازنہ کرسکتے ہین ہمارے نزدیک نص متعہ تک حرام ہے مگر ہان لفظ فرج اور لفظ ایک
مین آپنے خودہی موازنہ کیا ہوگا کیونکہ حسب تصریح آپکی امام سیزدہم باقر مجلسی کے حق الیقین
مین لف حریر مین حرمت احتمالی ہے حق الیقین کے صفحہ ۳۲۵ - پر یہہ عبارت ملاحظہ فرمائیے
وحرمت وطی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بجر مطلق اور اسمین آپکی علامہ مجلسی
صاحب نے جس احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اوسکو آپ ہی خوب سمجہتے ہونگی عجب نہین کہ
یہہ حرمت بسبب کہل جانے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے کپڑے کے احتمال
وصول حرارت فرج بسوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کے وجہ سے یہہ حرمت ہو - بہر کیف
یہہ حرمت کچہہ قطعی نہین بلکہ صرف احتمالی ہے جسکی رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات
ضروری نہوئی تو موازنہ بخوبی ہوسکتا ہے - استغفر اللہ ربی واتوب الیہ - اچہا ہمنے آپکی حکم کی
تعمیل کی - اور لفظ فرج اور لفظ ایک کو میزان کیا - بیشک لفظ ایک شنیع اور قبیح ہے لیکن
اس سے آپکا مدعا حاصل نہین ہوسکتا - کیونکہ ایک تو لفظ شنیع و فحش امام معصوم کی زبان سے
بحق زنان اہلبیت صادر ہوا اور ایک لفظ شنیع غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے
نسبت جو خارج اہلبیت سے ہو نکلے بلکہ بروایات شیعہ کے ناقص الایمان وولد الزنا سے بحق کسی
منافق دشمن اہلبیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو - اگرچہ یہہ لفظ فی حد ذاتہ زیادہ شنیع ہو
لیکن اہل خرد سمجہہ سکتے ہین کہ کونسا لفظ ہر دو موقعون پر زیادہ شنیع و قبیح ہوگا **قولہ**

اور نیز وہان نکاح باکرہ مراد ہے اور یہہ تمام ملاحظہ فرمایئی کہ کس موقع پر کہا گیا ہی **اقول**
اگر یہہ نکاح ناجائز وحرام تہا جیسا کہ روایات متعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت وشناعت
کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہین - اور اگر یہہ نکاح جائز اور حلال تہا تو اور بہی زیادہ تقبیح
وتشنیع ان الفاظ مین ادا کرنا ہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے پیرایہ مین ادا کرنا اور حرام بہی وہ حرام
جو سراسر بیحیائی اور فحش ہو نہایت درجہ قباحت وشناعت مین ہوگا آپکو بہی شاید معلوم ہوگا
کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہی - پس اس سے زیادہ اور کیا
قباحت وشناعت ہوگی کہ یہہ محبان اہلبیت ائمہ کی جناب مین علاوہ فحش گوئی اور بیحیائی کے
کلمہ کفر کا صدور بہی ائمہ معصومین کی طرف نسبت فرماتے ہین - پس ولا وتمسک اسیکا نام ہی
بہلا یہہ ولا وتمسک اہلسنت سے کب ہو سکتا ہے - اعاذنا اللہ من ذلک - اور اب اس موقع کو
جو آپ الزاماً فرماتے ہین ہمکو دیکہنے کی ضرورت نہ ہی - اور اوسکی نقل مین خود جناب نے پہلو تہی کیا
فرمایا شاید اوسکی وجہ یہہ ہو کہ چندان موافق مدعا نہ تہا یا یہہ کہ آپنے بہی نقل در نقل کیا ہوگا اور یہین
کچہہ ہوگا آپنے محض اپنی ظن وتخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپکو بہی خبر نہوئی کہ یہہ لفظ
کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اسی موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت لکہتے تو ہم بہی اوسے دیکہتے
قال الفاضل المجیب قولہ - کیا تمسک اسیکا نام ہے کہ بیحیائی وبیغیرتی اونکی جناب
پاک (حاشا جنابہم من ذلک) کیطرف نسبت کرین - اقول - شاید پہلے ہی قول کو مکرر لکہا ہی
معہذا چونکہ اسکی تفصیل کچہہ نہین لکہی ہم بہی جواب نہین دیتے اور قول سابق کا جواب گذر چکا
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی یہہ مکرر نہین ہے بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے
آپ کو کیا خبر ہو آپنے چند کتابین مناظرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ بہی اپنے علماء کی - آپ
اور نہین تو اپنے مولائی مجلسی کے ہی کتابین ملاحظہ فرمایئی اون مواقع مین جہان خانداں کی
ظلم وستم اور اہلبیت کی مظلومی وصبر بیان فرماتے مین کیا کچہہ بیحیائی وبیغیرتی اونکی
وشمو اونکی طرف نسبت نہین کرتے ہماری زبان وقلم مین اوسکی تفصیل کی طاقت نہین اوسکی

تفصیل آپکو آپکے علمار کی تصانیف سے اگر آپ چاہین تو مل سکتی ہے قال الفاضل المجیب
قولہ - کیا شک کے یہہ معنے ہین کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو صنو ابیہ کو
معاذ اللہ ولد الزنا اور ناقص الایمان اور دین دنیا و آخرت مین اونکو اندہا کہین چنانچہ آیات بینات مین
مولوی مہدی علی صاحب سلمہ نے کتب معتبر شیعہ سے ثابت فرمایا ہے وعلے ہذا القیاس
اقول - آپکے مولوی مہدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہین چنانچہ آپکی قول
آیتہ مین انکا مایہ علم و تدین آپکو بھی معلوم ہوجائیگا - انحضرت سے نہایت ہی تعجب ہی
کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتین نقل کرتے ہین اگر ایسی روایتین ہون بھی تب
بھی چونکہ ہمارا مذہب نہین اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہین کی ہمپر یہہ
اعتراض لازم نہین آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کرچکے
ہین کہ لازم مذہب مذہب نہین ہے - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
دانشمندان روزگار کو صلای عام ہے کہ ہماری فاضل مجیب کی خوبی اور متانت کو ملاحظہ
فرماوین اور آپکی کمال علمی اور تبحر کو دیکھین - ہمکو اسمین بوجوہ چند کلام ہے اول یہہ کہ ان روایات کے
وجود مین - اگر گرد اور شک و تردد کے کیا معنے اگر یہہ روایات ہین تو شک کیا اور نہین ہین تو صاف
کہنا چاہیے کہ اہلسنت کا افترا ہے جب آپ ایسی مناظر و متبحر ہو کر شک و تردد فرمائین تو البتہ
موجب تعجب اور مزید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا اخفا منظور ہے - دوسری یہہ
جو آپ فرماتے ہین کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہین کی یہہ بھی غلط ہی
قطع نظر اوس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ ابرار رسول اللہ صلعم پہلے روایات
علما رشیعہ سے بیان ہوچکی ہین اور سنیئے آپکے قاضی صاحب شوستری مجالس المومنین ورق
نمبر ۹۳ پر فرماتے ہین - در کتاب کامل بہائی از امام محمد باقر روایت نمودہ کہ حضرت امیر
در ایامی کہ خلافت در دست غاصبان بود و اکثر گفتہ واللہ لو کان حمزۃ و جعفر حیین
ما طمع فیہا ابوبکر و عمر ابتلیت بجلیفین جافیین عقیل والعباس - اب تو آپکو بالتصریح

جرح وقدح کا یقین ہوا اچہا اور سنیئے اسی کتاب مجالس مین ایک دو ورق بعد جو یہہ عبارت لکہی ہے در کتاب استیعاب وغیرآن مسطور است کہ چون عمر بن خطاب بجہت ترویج خلافت فاسدہ خود تزویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر نمود - اور اسکی نقل ہم ابہی اوپر کر آئی مین اسکے آخر مین مذکور ہے وظاہر ابواسطہ این وکالت فضول واشال آنحضرت امیر عباسؓ مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت واخلاص نبودہ است - اس روایت سے صاف ثابت ہے - کہ حضرت عباسؓ نے جناب امیر کے لخت جگر کو صرف اپنے طمع نفسانی کے وجہ سے کہ مبادا از زمزم وسقایہ حج کا منصب اونسے جاتا رہے بزعم شیعہ سرگروہ نواصب اعدائی اہلبیت کے حوالہ کر دیا کہ جسپر وہ حلال نہ تہے اسیواسطے جناب امیر عباس کو محبت واخلاص مین راسخ نہین سمجہتے تہی بلکہ اونکی محبت نفاق آمیز تہے اور شاید عجب نہین کہ عباس نے جناب امیر سے اوس تذلیل وتوہین کا عوض لیا ہو کہ جو ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ عباس کے بارہ مین جہگڑا کر کے کہا تہا کہ یہہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تونے بے اجازت تجارت کی ہے آخر بسبب تنازع قریش کے اس امر پر فیصلہ قرار پایا کہ جس مجلس مین ابوطالب وغیرہ عبد المطلب کے بیٹی موجود ہون عباس کو وہان بار نہ ملی اور اسپر ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہدنامہ لکہوا دیا چنانچہ اب تک اونکے پاس محفوظ ومصئون چلا آتا ہے تو جب عباس کو اونہون نے ذلیل وخوار کیا عباس نے اوسکا عوض یہان آکر نکالا - میری یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ یہہ لازم مذہب ہے اور ہمارا مذہب نہین یہہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جسکو تہوڑا سی بہی واقفیت ہوگی قہقہہ لگاویگا - یہہ آپکی خوب توجیہ ہاتہ آئی کہ جب گہبراکر لوازمات سے سے مسدود دیکہا جہٹ فرما دیا کہ یہہ ہمارا مذہب نہین بلکہ لازم مذہب ہی - لیکن اگر آپ یہہ خیال فرماوین کہ ایسی خرافات سے شکنجہ الزام سے نجات پاوینگے یہہ محال ہے افسوس کہ آپ ایسی الزام کی عیبت مین حواس باختہ ہوئی کہ آپ مذہب کو بہی بہول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب مذہب کا اطلاق تشریعات پر ہوتا ہے اور یہہ قصہ قسم حکایات مین ہے جو حال واقعہ کی حکایت

کررہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہہ امر بروایت صحیحہ ثابت ہے
کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہین تو یہہ قصہ مطابق واقع کے ہوا
اور معاذ اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا آپکی روایت سے ثابت ہوگیا خواہ آپ مذہب سمجہین یا نہ
سمجہین پس مقابلہ اسکی یہہ کہنا کہ یہہ ہمارا مذہب نہین بلکہ لازم مذہب ہے سراسر لغو وبیہودہ ہے
نہین بلکہ غیر مفید ہی ہے۔ اگر آپ امور واقعیہ کو اپنا مذہب قرار نہ دیوین تو اسمین کسیکو کیا دخل
لیکن الزام تو امور واقعیہ سے دیا جاویگا **قولہ** اور یہہ جو حضرت عباس ہمارے نزدیک
معصوم نہین **اقول** بندہ نے یہہ اعتراض کیا تہا کہ تمسک کے یہہ معنے ہین کہ حضرت
عباس عم رسول اللہ صلعم وصنو ابیہ کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کرین اور اسکا یہہ جواب ارشاد ہوا
کہ حضرت عباس ہمارے نزدیک معصوم نہین تو اس سے ثابت ہوا کہ آپنے اعتراض کو تسلیم کرلیا
اور آپکے نزدیک حضرت عباس معاذ اللہ ولد الزنا ہین جو آپکی مذہب مین نجس العین ہے اور کبہی جنت
مین داخل نہوگا اور ناقص الایمان ہین۔ پس سبحان اللہ اہلبیت نبوی کے ساتہہ تمسک اور حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ابار کا آداب یہہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صنو ابیہ
اور بقیہ آبائی فرماوین اور اوسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کرین پس دلائے اہلبیت اور اسلام
آپ پر ختم ہوچکا۔ **قولہ** سبحان اللہ آپکو بڑا آداب آبا ورسول اللہ کا ہے آپکو ایسے امور سے
شرم چاہیئے۔ **اقول** ہمکو جسقدر بقیہ آبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے
وہ ہماری روایات مذہبی سے واضح ہے کہ مخالفین بہی ہماری مذہب کے کوئی طعن نکرسکی۔ لیکن
بڑا آداب آبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات شیعہ کو ہی کہ آپکے چچا کو معاذ اللہ توبہ توبہ
ولد الزنا اور ناقص الایمان فرماوین اور شرم وحیا کو دخل ندین دنیا وآخرت مین اندہا کہین اور قہر
خدا ورسول سے نہ شرماوین پہر اولٹا الزام ہمکو دین اور فرماوین کہ آپکو ایسے امور سے شرم چاہیے آپ جعفر
اپنے علما ومحدثین جو آپکی مذہب کے ستون ہین اونکو فرمائیے۔ کہ آپکو ایسے امور سے شرم
وحیا چاہیئے اور ہمنے تو مثل مشہور نقل کفر کفر نباشد۔ الزاما نقل کردیا۔ پہر آپہی بہی اپنے قول

سابق مین آپنے اساطین کے اقتدار فرماکر دین و ایمان شرم و حیا کو خیرباد کہکر حضرت عباسؓ کی نسبت اس خبث کو تسلیم کر لیا - باینہمہ حیا و شرم کے لیے ہمکو کہا جاتا ہے کہ آپکو ایسے امور سے شرم چاہیے گویا جو ہمکو آپکی خدمت مین عرض کرنا چاہیے تہا وہ آپنے کہدیا آپ ہی کی یا **قولہ** فسق کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہی - علامہ سیوطی کا خدا بہلا کرے جنکی بدولت آپ ہی ہماری سامنے ایسے الفاظ استعمال کرنے والے ہوگئے - **اقول** خدا کے لیے کوئی ہماری فاضل مجیب کے بانگی حواس دیکہے - کیون حضرت کیا حال ہے یہہ جعفر زٹلی کے ہملات اور امیر خسرو کے اقوال کیون صادر ہونے لگے ان جملون کا بعینہ یہہ مصداق ہے بیت چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا - الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا - کیا کفر کہان کا فسق کہان کا علامہ سیوطی کجا اونکی بدولت ہمارا آپکے مقابلہ مین گفتگو کرنا - ہوش مین آیئے آپ ہی تو ہیں کہ اس بندہ کی ایک ہی تحریر مین اور وہ بہی وہ مختصر جو صرف آپکو شکنجہ ایجاث مین کہینچنے کے لیے بمنزلہ جال کے تہی ایسی ہوش و حواس رخصت ہوئی ایک ہی چرکہ نہ سہہ سکے پہر اوسپر یہہ جوش و خروش اور یہہ دعوے - **قولہ** رہا ولد الزنا کا اعتراض سو یہہ بہی صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہہ ہرگز زنا نہین جانا جاویگا کیونکہ شوہر کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے کما ورد فے حدیث المعصومین ورواہ شیخ الطائفہ فے التہذیب - آپکے میر مہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کنیز زادگی کی روایت تو ردی لکہی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک نکیا - دیانت کے یہہ ہی معنے مین کنیز زادہ ہونا کچہ عیب نہین - **اقول** اے اہل علم و انصاف ہماری فاضل مجیب کے صدر قول کو ملاحظہ فرماوین باوجود آپکی کمال تہذیب و نہایت شائستگی مین لیکن آخر جواب سے لاجواب ہوکر گالی گلوچ پر جو شیوہ بازاریان ہے آگئے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائے طاق رکہکر سب و شتم پر اوتر آئے - اسکی جواب مین ہم بجز صبر و سکوت کے کچہ نہین کہتے ہان اتنا ضرور کہتے ہین کہ اگر یہہ اعتراض آپکے نزدیک ولد الزنا کا ہے - تو اصل معترض اور بانی اعتراض آپکے علمار اکابر ہین

جنہون نے بکمال بشاشت اپنی کتب دین و ایمان مین اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ اونکو
جو کچھ چاہیں سمجھیں - اور جن القاب سے چاہیں ملقب کیجئے - آپکو اختیار ہے ہم کچھ نہین کہتے
ہم تو محض ناقل ہین - آپنے خیال کیا تہا کہ ہمارے چالاکیون کو کون سمجھیگا اسلیے ہمنے
متنبہ کردیا اگر پہر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح ہو جائیگا کہ ہم اس باب مین بہی
کیا کچھ ہین - گو آپ اپنے زعم مین ہمسے باعتبار مشق ہوئے قدیم کے اس باب مین بڑہے ہوئے ہون
اگر آپکو اس لفظ سے یہہ مقصود تہا - تو یون لکہتے (رہا عباس کے ولد الزنا ہونے کا اعتراض)
پیشتر بہی آپنے ایک جگہہ اپنی اس چالاکی کا استعمال فرمایا - مگر ہمنے وہان اجمالی جواب پر
ٹال دیا اور انتقام نہین لیا - لیکن اسجگہہ آپکو خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہہ نہ سمجہین کہ ہماری
چالاکی کوئی نہین سمجہتا - بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتہی الکلام سے نقل کرکے اسکی توجیہہ
کو زیر بحث کرینگے - ابوجعفر کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ نتیلہ
مادر عباس کنیز مادر زبیر بن عبد المطلب و ابوطالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب با او مقاربت نمود
و عباس از و بہم رسید پس زبیر با عبد المطلب دعوی کرد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است تو بدون رخصت
ما با او مقاربت کردہ و این فرزندی کہ بہم رسیدہ است بندہ ما است پس عبد المطلب اکابر قریش را
بشفاعت بنزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود
کہ عباس و فرزندان او در مجلسی کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند در مجلس نہ نشینند و در ہیچ امری با ما
شریک نشوند و حصہ نبرند پس باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد ائمہ
علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ برای جواب داؤد بن علی
عباسی ظاہر گردانید - ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی صحیح اور بشہادت ملای مجلسی بسند معتبر
مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہین باقی رہی اسکی تاویل و توجیہہ سو اسکی
کیفیت یہہ ہے کہ اس روایت سے چند فوائد حاصل ہوئے - اول تو یہہ کہ عباس نتیلہ لونڈی
زوجہ عبد المطلب کے بیٹے تہے - دوسری یہہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعوی کیا کہ یہہ لونڈی بچہ

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ہمکو ملا ہے۔ تیسری یہہ کہ اوس لونڈی سے کسی شخص نے
بدون اجازت اوسکی مالکہ دسودہ کے مقاربت کی تہی جو صریح زنا ہے اوس سے یہہ پیدا ہوا۔ چوتہی
عبد المطلب نے ان دعوونکی نسبت انکار نہین کیا کہ یعنی مقاربت بلا اجازت نہین کی ہی بلکہ وہ جانتا
مقاربت کر دیہ بچہ غلام نہین ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اسکے اکابر قریش کے شفاعت کرا کے
زبیر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعوون کو تسلیم کر لیا تہا
پانچوین زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہہ شرطین کی کہ اس شرط پر مین اسکی غلامی سے دست بردار
ہوتا ہون۔ کہ یہہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے ساتہہ جس مجلس مین ہم بیٹھین نہ بیٹھی
اور کسی امر مین ہمارا شریک ہو اور حصہ نہ لیوی اور یہہ سب شرطین عبد المطلب نے قبول و تسلیم کی
جو بداہتہً مثبت مدعا ہے۔ چھٹی یہہ کہ ان شرائط کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور اکابر قریش کے
اوسپر مہرین ہوئی اور وہ دستاویز ائمہ کے پاس موجود تہی بلکہ امام صادقؑ نے داود بن علی عباسی کے
جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تہا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجیہ یہہ فرمائی کہ اعتراض
مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلول روایت کا وطی بجاریۃ الزوجہ ہے جو ہماری مذہب مین
ہرگز زنا نہین کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ
مین تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب باسیر دال ہی لیکن
یہہ تاویل بہت وجوہ سے محل بحث ہی۔ اول یہہ کہ اگر یہہ وطی جائز تہی تو زبیر کا دعوی کرنا
کہ مقاربت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا
اور بسفارش اکابر قریش زبیر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکہنا کہ عباس اور اوسکی اولاد ہماری مجلس میں
برابر نہ بیٹہی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے لغو اور خرافات ہوگا۔ جب
عبد المطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہونے کو تسلیم کر لیا اور غلام ہونے کے
بجز اسکی کوئی صورت نہین کہ وطی حرام ہو۔ کیونکہ وطی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ اپنی کتب
فقہ مین مصرح ہے۔ تو یہہ کہنا کہ یہہ وطی جائز اور حلال تہی سراسر غلط اور بیہودہ ہے منشا اسکا یہہ

کو اصل روایت کے مطلب ہی کو نہین سمجھا۔ دوسری یہہ کہ یہہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہے کہ زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا تین قسم مین منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھہ مخصوص ہے دوسری کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اسوقت ہماری پاس جامع عباسی جو ہے اوس سے ملخصاً نقل کرتے ہین "مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و آن برسہ قسمست قسم اول عقد و آن مخصوص کنیز غیرست۔ قسم دوم مالک شدن کنیز۔ قسم سوم اباحت و تحلیل ست و آن چنین ست کہ شخصی بدیگری دخول کردن را حلال کند و این قسم از خواص فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ ست" اور اسکی آخر مین لکھا ہے۔ "و فرزندیکہ ازین کنیز بہم رسد اگر پدر او آزاد باشد و صاحب کنیز شرط نکردہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد آزاد است"۔ اب ہم دیکھتے ہین کہ نقلیہ ادر عباس مین یہہ تینون امر مفقود ہین۔ نہ عبد المطلب کے مملوک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالکہ سے اجازت ہوی چنانچہ صریح زبیر نے کہا کہ تو بے اجازت او با و مقاربت کردہ پس ہمارے فاضل مجیب کا یہہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات غیر کے حلت بجز عقد یا تحلیل کے نہین ہوسکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ ہان من لا یحضر کی روایت سے صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کی مال پر یہہ ولایت ہے کہ بدون اوسکے اجازت کے زوجہ کو اوسمین تصرف جائز نہین نہ یہہ کہ زوج کو اوسمین مالکانہ تصرف جائز ہو یہہ ہرگز صحیح نہین ہوسکتا۔ من لا یحضر کے باب حق الزوج علی المرأۃ مین ہے "و روی الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لیس للمرأۃ مع زوجھا امر فی عتق ولا صدقۃ ولا تدبیر ولا ھبۃ ولا نذر فی مالھا الا باذن زوجھا الا فی حج او زکوۃ او بر والدیھا او صلۃ قرابتھا" اور اسقدر ولایت حاصل ہونا

---

[1] امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو بدون اجازت اپنی شوہر کے اوسکی سامنی اپنے مال مین عتق مین اور صدقہ دینے اور تدبیر کرنے مین اور ہبہ مین اور نذر مین اختیار نہین ہے۔ ہان مگر حج یا زکوۃ یا اپنے والدین کے ساتھہ سلوک یا اپنے اہل قرابت کے ساتھہ صلہ رحمی مین (اختیار ہے) ۱۲

اول امر ہے اور تصریف الکا دوسرا امر ہے - تیسری یہہ کہ بالفرض اگر یہہ مسئلہ مذہب ہوا اور اہل مذہب کے
نزدیک معتبر سمجھا گیا ہو تاہم غلط اور خلاف نصوص قاطعہ کے ہے - کیونکہ خداوند کریم جل وعلا شانہ
نے اپنی کتاب مجید مین دو جگہ ارشاد فرمایا - جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کے محافظت
کرتے ہین ماسوای اپنے ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل مدح ہین اور جو
سوای اسکے کوئی محل طلب کرین پس وہی ہین حد سے تجاوز کرنے والے آیات سورہ مومنون
اور سورہ معارج مین مذکور ہین - اس سے صاف معلوم ہوا کہ وطی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جواری
مملوکہ کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکات زوجہ اسکے اپنی مملوکات نہین ہین نہ اپنی زوجات
ہین پس جو شخص انسے طلب کرے وہ حد حلال سے تجاوز ہے اور داخل وعید - فمن ابتغی ورا[لہ]
ذلک فاولئک ہم العادون - ہے - پس عبد المطلب کی وطی حسب ارشاد خداوندی حد
حلال سے تجاوز ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اس سے ولد پیدا ہوگا اوسکو دیکھنا چاہیے کہ کیا ہوگا
شاید فاضل مجیب اسکا یہہ جواب دین کہ یہہ آیات ہمارا مذہب نہین - بلکہ لازم مذہب ہے اور لازم
مذہب پر اعتراض نہین ہو سکتا - چوتھی یہہ کہ اگر فی الواقع روایت تہذیب مین یہہ مضمون ہوتی
اور غالباً نہوگا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس موضع پر اوسکو نقل فرماتے - جیسے مولوی مہدی علی
سلمہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہین اور خود بھی اوسکو نقل نہین فرماتے تو معلوم
ہوتا ہے شاید یہہ زبانی باتین ہین - تو یہان فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیون بھول گئے ہم بھی کہتے
ہین کہ مدلول روایت تہذیب کا آپکا مذہب نہین ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اسکا مذہب
ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپکی تو کیا حقیقت ہے آپکے علامہ مجلسی سے بھی یہہ
مرحلہ طے نہوا اور حواس باختہ ہوکر حدیث کی تضعیف اور غرابت ثابت کرنے لگے - حالانکہ خود بھی اس
حدیث کے سلسلہ سند کو سند معتبر فرماتے ہین آپ فرماتے ہین - این حدیث بسیار غریب است
وچون عبد المطلب آزاد وصیار بود نباید کہ ازوی حرامی صادر شدہ باشد پس محتمل کہ عبد المطلب

لہ جو لوگ اسکے سوا ڈھونڈتے ہین - وہی حد سے گذرنے والے ہین ۱۲ —

بولایت تقویم بہ خود نمودہ باشد یا مادر زبیر کنیز را بوی بخشیدہ باشد و زبیر از آنجا بدو آستہ باشد
وعلی ای حال خطا بزبیر دادن آسان تر است از نسبت دادن بعبد المطلب۔ انتہی۔ آپکے
مولائی مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ دو احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا
کہ مطلق مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہین ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال
ذکر فرمائی کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اوس لونڈی کو بطور قیمت کے لیکر تصرف کیا ہو
یا مادر زبیر نے اوسکو بخشدیا ہو۔ اور وہ روایت جو ہم کلینی سے اوپر نقل کر آئی ہین صریح اسکی
تکذیب ہی کیا کرتی ہے کہ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو عبد المطلب کیون چپکے رہتے اور کیون زبیر کے دعوی کے
تردید مین اسکو پیش نکرتے اور کیون اون شرائط کو جو عباس کی غلامی اور اونکی ولد الزنا ہونے پر
دلالت کرتے مین تسلیم کرلیتے کوئی شخص جسکو تھوڑی سی بھی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی اوسنے
تذلیل وتحقیر ہوجہ نہین چاہتا اور نہین روا رکھہ سکتا۔ چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف وعالی ہمت
ایسی خواری کو اپنی اولاد حرکیواسطے تسلیم کرلے۔ رہا غرابت حدیث کا دعوی سو یہہ بالکل لغو ہی
کیونکہ باجماع محدثین واخباریین روایات کلینی کی قطعی الصدور ہین اور اصولاً وفروعاً اونسے استدلال
کیا جاتا ہی۔ پس اوسکی غرابت کا حکم محض تحکم ہی اور دعوی وصایت عبد المطلب یہہ اور بھی
بیہودہ پوچ ہے۔ افسوس کہ وصایت کے اطلاع ابناء عبد المطلب کو نہوئی۔ اگر زبیر کو اپنی باپ
کی وصایت کی خبر نہوئی تو چندان استبعاد نہین۔ تعجب یہہ ہی کہ ابو طالب کو جو وصی وصی تھا اور عبد اللہ
کو بھی خبر نہوئی۔ ورنہ ضرور زبیر کو اوسکے دعوی سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے
پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند کیخدمت مین دربدر خوار وذلیل ہونے کی نوبت نہ آتی۔ پس یہہ روایت
تمام توجیہات کے قاطع اور تمام تاویلات وتسویلات کے بیخ کن ہے۔ قطع نظر اس سے اگر بالفرض
یہہ روایت آپکے امام ثقۃ الاسلام کلینی یا اونکے اساتذہ کرام کا کذب وافترا ہو یا بالفرض محال حسب
دعوی علامی مجلسی مادر زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخشدی تھی یا مباح کردی تھی یا
عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اوسکی قیمت کرلی تھی یا حسب دعوی مجیب لبیب مطلقاً

زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف اونٹی وغیرہ دینے لواطت جائز ہو۔ تاہم اور روایات کو جو بطور
قاعدہ کلیہ کے عدم طیب ولادت عباس و عقیل بلکہ بہت سے بنی ہاشم و علویین بلکہ سادات فاطمیین
بلکہ انبیاء و مرسلین پر بنا بر اصول امامیہ دلالت کرتے ہیں کیونکر رفع کرینگے اور اس ربط سے کیونکر نجات
پائینگے۔ قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ملا مجلسی اور صدوق نے بہ تعلیم خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا ہے
کہ اہلبیت کی عداوت اوس شخص کے عدم طیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین
رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس مدعا کے ثبوت کے لیے نقل کی ہیں شیخ صدوق نے علل
الشرائع میں امام صادق سے روایت کی ہے قال[1] قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من احبنا اهل البیت فلیحمد اللہ اول النعم قیل وما اول النعم قال طیب الولادۃ
ولا یحبنا الا مومن طابت ولادتہ اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے نقل کی ز مردم یا علی دوست نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش نیکو و پاکیزہ باشد و دشمن
نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش خبیث باشد فی المحاسن عن عبد اللہ بن الصلت عن
عدۃ عن انس[2] بن مالک ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان ذات یوم جالسا
علی باب الدار ومعہ علی بن ابی طالب اذ اقبل شیخ فسلم علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ثم انصرف فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا علی اتعرف الشیخ فقال لہ علی ما اعرفہ
فقال ھذا ابلیس فقال علی لو علمت یا رسول اللہ لضربتہ بالسیف فخلصت
امتک منہ قال فانصرف ابلیس الی علی فقال لہ ظلمتنی یا ابا الحسن اما سمعت

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہم اہلبیت کو محبوب جانے چاہیے کہ سب سے پہلے نعمت پر خدا کے حمد کرے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے نعمت کیا فرمایا ولادت کی پاکیزگی اور ہمکو نہیں دوست رکھتا مگر مومن کہ جسکی ولادت پاکیزہ ہو محبوب نہیں جانتا ہے
[2] انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے اور انکے ساتھ علی تھے اچانک ایک بڈہا آیا اور رسول اللہ پر سلام کیا اور چلا گیا رسول اللہ نے علی سے پوچھا اس بڈہے کو پہچانتے ہو کہا میں نہیں پہچانتا فرمایا یہ ابلیس ہے علی نے کہا یا رسول اللہ اگر میں جانتا تو تلوار کا پیارا دیتا کہ آپکی امت اس سے چھوٹ جاتی تو ابلیس علی کی طرف پھر آیا اور کہنے لگا اے ابا الحسن تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ ۱۲

قول الله عز وجل وشارکهم فی الاموال والاولاد والله ما شرکت احدا
احبک فی امه ویزید ذلک بیانا ۔ وتفسیر ما روی صدوق فی العیون
عن علی بن ابی طالب قال کنت جالسا عند باب الکعبة واذا شیخ محدودب
قد سقط حاجباه علی عینیه من شدة الکبر فی یده عکازة وعلی راسه برنس
احمر وعلیه مدرعة من الشعر فدنا الی النبی صلی الله علیه وسلم مسندا ظهرا
بالکعبة فقال یا رسول الله ادع لی بالمغفرة فقال النبی صلی الله علیه وسلم خاب
سعیک یا شیخ وضل عملک فلما ولی الشیخ قال لی یا ابا الحسن اتعرفه قلت اللهم
لا قال ذلک اللعین ابلیس قال علی علیه السلام فعدوت خلفه حتی لحقته وصرعته الارض
وجلست علی صدره ووضعت یدی فی حلقه لاخنقه فقال لا تفعل یا ابا الحسن فانی من المنظرین الی یوم
الوقت المعلوم والله یا علی انی لاحبک وما ابغضک احد الا شرکت اباه فی امه فصار ولد زنا فضحکت وخلیت
سبیله انتهی اور ملا باقر مجلسی نے حلیة المتقین میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ جناب
فرمود دشمن با اہل بیت نیست مگر کسیکه ولد الزنا باشد یا مادرش در حیض باو حامله شده باشد
اور نیز دوسری حدیث میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ راوی پرسید بچه چیز میتوان
دانست کہ کسی شریک شیطان شده است فرمود ہر که مارا دوست میدارد شیطان درو شریک

سلہ کیا تو نے اللہ عز وجل کا قول نہیں سنا ۔ وشارکهم فی الاموال والاولاد خدا کی قسم جو تجکو محبوب کہتا ہے میں اسکی ماں میں شریک
نہیں ہوا ۔ صدوق نے عیون میں علی سے روایت کیا ہے فرمایا میں کعبہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک بڈھا کوزہ پشت
جسکی پلکیں بڑہاپے سے آنکھوں پر گر پڑے تہیں اسکے ہاتھہ میں ایک لٹھیا تہے اور اوسکے سر پر سرخ کلاہ تہی اور اوسپر
اون کے کملی تہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کعبہ کے ساتھہ پیٹھہ کا سہارا لگائی ہوئی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے
لیے مغفرت کے دعا کیجیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای شیخ تیری سعی ناکامیاب اور تیرا عمل بیکار ہے جب اوسنے پیٹھ پھیر
مجھکو فرمایا ای ابا الحسن تو اسکو پہچانتا ہے عرض کیا نہیں فرمایا یہ ابلیس لعین ہے علی نے کہا میں اوسکے پیچھے دوڑا تا کہ اوسکا
گلا گہونٹ ڈالوں اوسنے کہا ایسا مت کر ای ابا الحسن کیونکہ میں قیامت تک مہلت دیا گیا ہوں خدا کی قسم ای علی میں تجھکو دوست
رکہتا ہوں اور جو تجھسے بغض رکہتا ہے ۔ میں اوسکے باپ کا اوسکی ماں میں شریک ہوتا ہوں ۔ اور وہ ولد الزنا ہوتا ہے
میں نے ہنسکر اوسکو چھوڑ دیا ۔ ۱۲ ۔

حاشیہ اہل دانش اور انصاف پر مخفی نہیں کہ ان روایتوں سے صاف ثابت ہے کہ جناب امیر کو ابلیس لعین کے قیامت تک مہلت دی جانے کی خبر نہ تھی باوجودیکہ آپ قرآن پڑھ بہت پڑھ چکے تھے بلکہ عالم ماکان اور مایکون بھی تھے اسلیے آپ نے مار ڈالنے کا ارادہ فرمایا پھر لعین کے بتلانے سے آپکو معلوم ہوا [illegible]

شدہ است وہر کہ دشمن ما است شیطان در وشریک ست - علاوہ انکے اور بہت اس قسم کے
روایات ہین جو اس مدعا پر دال ہین جنکی نسبت حسب التصریح خاتم المتکلمین اکابر امامیہ نے
شہرت بلکہ تواتر کا دعوی کیا ہے پس ان احادیث سے صریح ثابت ہوا کہ جو شخص جناب امیر
و دیگر ائمہ کی محبت سے بے بہرہ ہے اور مبغض اہلبیت ہے ولد الحرام اور نطفہ شیطان ہے
اب ہم اصول شیعہ پر مبغض اہلبیت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہین - اول
قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین درباب غصب ام کلثوم صریح ظلم
در حق ملفی اور اس غصب مین معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کیطرف منسوب کیے ہین اور انکو
مین لکھتے ہین - کہ ظاہراً بواسطہ وکالت فضولی وامثال آن حضرت امیر عباس را مانند دیگر
یاران فدائی خود راسخ در محبت واخلاص مضید السنت وہمچنانکہ سابقاً در احوال سید الشہدا
مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس وعقیل بجلیفین جافیین تعبیر فرمودہ اند - اور ظاہر ہے
کہ جو شخص رعایت اہلبیت نبوی ترک کرے اور اہل جور کیطرف مائل ہو اور غصب ام کلثوم
مین غاصبونکا شریک اور معاون ہو اوسکی ناصبیت اور عداوت اہلبیت مین کیا شک ہے پھر
پس اوسکی ولادت کے بارہ مین حضرات شیعہ جو کچھہ فرماتے ہین ہم سابق مین نقل کر آئے ہین
دوسری روایت ثقۃ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب مین کیا ہے اوسکو ہم خاتم
المتکلمین سے نقل کرتے ہین - سدیر از حضرت امام محمد باقر العلوم پرسید کہ کجا بود غیرت وکثرت
بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابوبکر وعمر وسائر
منافقان مغلوب گردید - حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر وحمزہ کہ در غایت ایمان
ویقین واز سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند ودو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس
تازہ مسلمان شدہ بودند عباس وعقیل وایشان را در جنگ بدر اسیر کردند وآزاد کردند ایشان چنین
قولی شنیدار دکہ ہمہ گفتند کہ اگر حمزہ وجعفر حاضر بودند دران فتنہ ابوبکر وعمر یارای آن نداشتند
کہ حق امیر المومنین را غصب کنند ولکن ہمیں مہمگی بودند ایشان را می کشتند - انتہی اس روایت

واضح ہے کہ عباس و عقیل مطیع نفس امارہ دنیاوی طمع کے وجہ سے کفار کے کاسہ لیسون مین شریک ہوئی اسیواسطے جناب امیر نے اونکو محبت و اخلاص مین راسخ نہین سمجھا اور بعد وفات جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپسے خلافت پر بیعت کرنا چاہا تو اوسپر التفات نکیا اور بیعت قبول نکی۔ پس واضح ہو کہ یہہ تمام اوصاف مقدسہ جو حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنو ابیہ کے نسبت جنکی نسبت آپ تقیۃ آبائی فرماوین اور فرماوین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہہ ہے اور اوسکی تعظیم و توقیر کرو بیان کیی جاتی ہین آپکی نسب و عداوت اہلبیت نبوت پر واضح دلیل ہے اور جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول اون روایات کا جو متواتر المعنے ہین اور قاعدہ کلیہ کے اثبات مین ہم ابہی بیان کر آئے ہین۔ معاذ اللہ آپپر صادق آیا اور نصب انبیاء و مرسلین بہی باصل اشتباہ پر ثابت ہے مگر بلحاظ تعجیل وقت اور بقصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات شروع رسالہ مین نقل ہو بہی چکی ہین اسیواسطے ہم اوسکی تفصیل سے معذور ہین **قولہ** دنیا اور آخرت مین اندہا ہونا جو لکہا ہے اسپر بہی کمال حیف ہے آپ اسکی ہنسی و مطائبہ کو صورت اصلی ارشاد سمجہہ گئے ہین **اقول** اگر یہہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہین تو واضح ہو کہ آپکے علماء نے صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو تمسخر اور مطائبہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس کہ آپ اوسکو واقعی سمجہہ گئے اور اگر ایجاد بندہ ہے تو بہی غلط ہے منشا اوسکا یہہ ہے کہ نہ اپنی کتابونکی خبر اور نہ خصم کے کتابونکی واقفیت ہے۔ یا یہہ کہ خبر ہو گی لیکن جواب کے خوف سے اوسکو ہنسی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوجہا ورنہ بہت کام آتا۔ لیجیے ہم آپکو مطلع کرتے ہین کہ یہہ ہزل و مطائبہ نہین بلکہ سراسر واقعی ہے سبحان اللہ حضرت تو آیت کا شان نزول بیان فرماوین اور آپ اسکو ہنسی تمسخر مین اڑاوین سمجہنا لیکن کیا جیسا آپ ائمہ کو بطور تقیہ جہوٹ بولتا ورست ومانتے ہین تو کیا ہنسی مطائبہ مین بہی ائمہ کو جہوٹ بولنا روا ہے۔ لیجیے ہم اسکے ثبوت مین عبارت منتہی الکلام کی نقل کرتے ہین۔ خاتم متکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین و از آن جملہ آنست

دیں قناعت کنی وکوشش بر مدلول آن مکابرة ومجادلة نه نہی ودلائل دیگر بر اعدائیت وناصبیت این بیرحم پیش خود دارم ازانجمله روایت اسناد کلینی ست از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین که درحق عبداللہ بن عباس این آیت نازل شده و من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا یعنی ہرکہ درد نیا کورست دراه حق را نمے بیند پس او در آخرت کورست از دیدن راه بهشت وگمراه ترست انتهی ترجمة الآیة الکریمه علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری ابن عباس معاذ اللہ ترک موافقت مرتضوی ومیل به بنائی خلفاء بمعنے ناصبیت باشد فذلک عین المدعا واگر چیزے دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت ومعاد یا فسق وفجور پس واجب که اہل خصوصیت تقریر وتحریر آن پردازند ودر مقام مناظره اظہار آن سازند۔ انتہی - اہل عقل وانصاف اس عبارت کا ملاحظہ فرماویں اور دیکھیں کہ یہ بیان شان نزول بطور ہنسی مطائبہ کے ہے یا واقعی اورنفس الامر ہے اگر واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو پھر ہماری فاضل مجیب کا اسکو مطائبہ سمجھنا اسی وجہ سے ہے کہ جواب کی جا سے نجات پا جاویں یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ ایسے بیسر وپا جواب لکھنے بیٹھے لاحول ولاقوة الا باللہ قال الفاضل المجیب - قولہ - اب دیکھنا یہ ہے کہ اہلسنت نے تمسک بالثقلین کیا ہے یا حضرات شیعہ نے - اقول - آپنے اہلسنت کا کچھ تمسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعوی لسانی ہے - چند روایتیں شیعہ کی جو بزعم خود خلاف تمسک ہیں نقل کردی جنکا جواب گذرچکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کیا جاوے اگر کچھ اپنا تمسک تحریر فرماتے تو البتہ موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاه ۔

افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو بھول گئے کہ اوسمیں کیا مضمون لکھا تھا بعد اوسکے بندہ کے تجویز بھی مطلب سمجھی جواب موازنہ پر معترض ہوئی - آپ اپنے سوال کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپنے معاملہ عقد خلافت وقصد احراق کے تمسک کا طعن کیا تھا - کمترین نے بھی بجواب اوسکے چند روایات جو مستلزم عدم تمسک شیعہ کی تھی ذکر کرکے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تمسک بیہ بیچ آپنے ذکر فرمایا - اور آپکا عدم تمسک بیہ بیچ - جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ ہے یعرف الاشیاء باضداد

تو اس سے اب ہماری اور اپنے تمسک مین موازنہ فرمالین پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطے ہمکو اپنے تمسکات بیان کرنے کی ضرورت نہ تہی اگر آپ مطلب سمجہتے تو موازنہ کے لیے ہماری تمسکات کے طالب ہوتے اور جوابا تو جیسے کچہہ آپنے تحریر فرمائی اوسکی حالت اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجب نہین کہ کبہی اپنے دلمین آپ بہی انصاف کرتے ہونگی **قولہ** اب آپکی طرح ہم بہی عرض کرتے ہین کہ کیا تمسک کے یہہ ہی معنے ہین کہ کتاب اللہ کو محرف اور غلط بتلا دین اور اوسکو جلا دین اور پاہر ڈالین اور رسول اللہ کی بیٹی کو زوجہ کا ذکہین درحالیکہ اسلام نے دونون مین جدائی ڈال دی تہی اور اہلبیت کو گہر جلانے کی دہمکی دین - اور جنکو حضرت عباس عم رسول خدا صلعم اپنے اغرک اللہ بنظر الست فرمائین اونکو خلیفہ رسول و امام برحق قرار دین اسلئے علیٰ ذلک - **اقول** بحول اللہ و قوتہ ہم ان مطاعن کا بخوبی ابطال و استیصال بحاث سابقین کر چکے ہین حاجت تکرار و اعادہ نہین ہے **قال الفاضل المجیب** قولہ - با اینہمہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک صرف قصہ احراق ثابت نہ ہے الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع احراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہین ورنہ اوسکو موقع طعن مین بیان فرماتے - اقول کیا جناب مجیب ہمکو بہی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے ہین کہ دعوے بلا دلیل پیش کرین یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دین - ہمارا یہ شیوہ نہین ہم مقبول فریقین یا مقبول خصم سے الزام دیتے ہین اسلیے حوالہ کتاب بہی گذارش ہوا تہا مگر جناب نے اوس سے اغماض و اعراض مصلحتا فرمایا - **یقول العبد الفقیر** اے مولاہ الغنی - معاذ اللہ ہم آپکو ہرگز مثل حضرات اہلسنت کے تصور نہین کرتے وما یستوی الاعمی والبصیر[1] ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات لیکن یہہ تو فرمائیے کہ آپنے ہماری کس عبارت سے سمجہا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے ہین خدا کے لیئے کہین تو نشان کر دیجئے ہم نے تو صریح یہہ لکہا تہا کہ بعض حضرات شیعہ نے دعوے وقوع احراق کا کیا ہے جنکے جواب سے جناب نے مصلحتا اعراض و اغماض فرمایا - پس اگر یہہ

[1] نہ اندہا اور بینا اور اندہیری روشنی اور سایہ اور گرمی برابر ہین اور نہ زندہ اور مردے برابر ہین ۱۲ -

اونکا دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو چاہیی تہا کہ یہہ فرماتے
کہ کیا ہمکو بہی مثل حضرات علماء شیعہ کے معذور فرماتے ہین لخ اور آپکی دعاوی اور دلائل اور استدلالات
والزامات کا حال آپکی تحریر سے خود اہل علم وانصاف پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی یہہ ضرورت
نہین ہے اور خود یہہ ہے دعوی آپکی اس قول مین آپکی دعوی کا مکذب ہے - **قولہ** معہذا سوال کے
کس عبارت سی یہہ بات اپنے سمجہی | **اقول** جناب یہہ امر میرے گذارش ہی سے ظاہر تہا
مگر افسوس کہ آپ اردو کی سہل عبارت کو نہین سمجہتے میرا خلاصہ گذارش یہہ تہا کہ یہہ موقع طعن کا
تہا اور ایسی موقع مین حتے لا امکان کوتاہی نہین کیجاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہو اوسکو
ترک کرکے خفیف کو نہین ، ذکر کیا جاتا ہے جب آپنے قصد احراق محل طعن مین بیان فرمایا
حالانکہ آپکے بعض علماء مدعی وقوع نفس احراق کے ہین اور وقوع نفس احراق کو جو باعث اہم
طعن اشد تہا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپکے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اوسکو ذکر کرتے
اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپکے نزدیک چندان قابل اعتبار نہین **قال الفاضل المجیب**
قولہ - باقی رہا قصد احراق جو امور قلبیہ سی ہے اوسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا
یہان کہ محل اجمال ہے اسیقدر کافی ہے - اقول - اور کس بات کا آپنے جواب عطا فرمایا کہ اوسکی
نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہین آپنے شروع ہی سے وہ چال اختیار کی ہے کہ جو امور ہمنے
دریافت کئی تہی بزعم خود ہم پر ہی منقلب کر دیئی اور اس سے آپکی غرض صرف اصلی جواب سے
پہلو تہی کرنا ہے **یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی** ہم شروع رسالہ مین
گذارش کر چکے ہین کہ آپ محض سائل نہین ہیتے بلکہ مدعی بہی تہے اور آپنے اپنے دعوی کو
بلا دلیل ذکر فرمایا تہا تو ہمنے آپسے آپکے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپکے سوال کا
اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اوسوقت مستحق ہونگے جبکہ اپنے دعوی کو
بدلائل ثابت کرینگے - چنانچہ اس تحریر مین بزعم خود آپنے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا
گو باعتبار واقع کے ثابت نہوا ہو - پس ہمنے بہی اپنے اس رسالہ مین آپکے سوال کا جواب

کسیقدر بسط و تفصیل کے ساتھہ گذارش کیا پھر آپکا یہہ فرمانا کہ اس سے آپکی اصلی غرض صرف جواب سے پہلو تہی کرنا ہے محض دعوی بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم استحقاق جواب کے یہہ اجمالی طرز اسلیے بہی اختیار کیا تہا کہ آپکو انظار و ابحاث مین پہنسانے کے لیے ایک جال تہا سو بحول اللہ وقوتہ حسب مدعا آپ ایسی ابحاث کے جال مین پہنسی ہین کہ قیامت تک مخلصی محال ہے **قولہ** منہ اسوال مین قصد احراق بہی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب بہی درج ہے مناسب تہا کہ اسکا جواب تحقیقی یا الزامی تحریر ہوتا ورنہ اسقدر تعرض کے بہی کیا حاجت تہی جسطرح اصلی سوال کے جواب مین سکوت اختیار فرمائی یہان بہی خاموش رہتے **اقول** افسوس کہ بندہ کی گذارش فہم شریف مین نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تہا کہ قصد اسو تغلبیہ سے ہے یہہ ہے آپکے سوال کا اجمالی جواب تہا اور حاصل اسکا یہہ تہا کہ آپنے قصد احراق کا دعوی فرمایا اور جو روایت کہ آپنے ذکر فرمائی اوسکی یہہ عبارت ہے۔ وایم الله ما ذاك بمانعى ان اجتمع هؤلاء النفر عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت[1] اور ان الفاظ سے قصد احراق ثابت نہین ہوتا بلکہ محض تہدید بصراحۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف مین ایسی کلمات ایسے مواقع مین محض تہدیداً کہتے ہین تو دلیل مثبت مدعا نہین ہوئی اور دعوے ثابت نہوا۔ آپنے بجز اس ایک روایت کے اور کوئی قرینہ بہی بیان نفرمایا تہا جو مثبت تصمیم عزم ہو بس ایسے پوچ استدلال کے بیخ کنی اور قطع عرق کیواسطے یہہ ایک جملہ بہی کافی تہا۔ بشرطیکہ فہم سے کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اوسکی تفصیل کے طالب ہین اور یہہ موقع بہی اوسکی تفصیل کا ہے۔ اسلیے ہم اوسکی تفصیل کے لیے بہی حاضر ہین لیجیے ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ واقفان مناظرہ مذہبی فریقین پر مخفی نہین ہے کہ حسب عادت قدیمہ خودکہ ہمیشہ مذہب مین نئے نئے تراش و خراش کرتے رہتے ہین شیعہ کے اس مسئلہ مین بہی رنگ برنگ کے اقوال رہے ہے اول وقوع احراق کا دعوی ہوا چنانچہ علامہ طوسی نے تجرید مین اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے بہی لکہا۔ اور بعض علمائے شیعہ نے

---

[1] اور اللہ کی قسم اگر یہہ لوگ تیری پاس جمع ہونگے تو یہہ مجکو اس سے مانع نہوگا کہ مین انپر گہر جلانے کا حکم کردون۔ ۱۲

ہماری فاضل مجیب بھی مین جب ہر دو دعوی کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو ادہن دعوی کا انکار کیا اور قصد
احراق کا دعوی کیا - پہر جب بعضے علماء رتسا کشی ہجابات اہلسنت مین گرفتار ہوئی تو انہون نے
اسکو تہدید و تخویف پر محمول فرمایا - چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہماری فاضل مجیب کا دعوی نہین
بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اسلیے ہم اسکی تردید کیطرف متوجہ نہین ہوتی اور ابطال
دعوی قصد احراق کیطرف عنان توجہ منعطف کرتے ہین - پس واضح ہو کہ قصد احراق سے مراد
تصمیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دلی یہہ تہا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد
تخویف و تہدید مدنظر نہین تہے - لیکن دعوی تصمیم عزم احراق بہی بوجوہ چند باطل ہے
اول یہہ کہ جو روایت کہ ازالۃ الخفا سے اس مدعا کے ثبوت مین نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثابت
نہین اور اوس سے استدلال صحیح نہین کیونکہ اوسمین احتمال مجرد تہدید و تخویف کا بہی بلکہ غالب
سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تصمیم عزم احراق پر باطل ہوا - دوسری یہہ کہ ان الفاظ
مین جو روایت منقولہ مین موجود ہین قسم عدم مانعیت پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس
جملہ کا اصطلاح ہے کہ خدا کی قسم یہہ میرا مانع نہین ہے امر احراق سے - تو اس جملہ سے یہہ بہی
نہین ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو مین گہر جلا دونگا بلکہ یہہ کہا ہے
کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجکو یہہ امر احراق بیت سے مانع نہوگا اور اس سے تصمیم عزم احراق پر
استدلال کرنا سراسر بیجا ہے - تیسری یہہ کہ جناب امیر نے بہی قصد میزاب مین جسکی روایت
ہم ابہی اوپر بیان کر آئے ہین - پرنالہ لگوانے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو تلوار خلاف
عادت شریفہ گلی مین ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ و عنق الامر بہ
اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکہاڑنے کے بارہ مین جیساکہ علل الشرائع
مین آپکے صدوق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ سل سیوف
تقطعا مجلس حکم خدا و رسول آپپر حرام تہا تو اگر اوسکو بہی مجرد تخویف و تہدید پر محمول فرمائیے
تو ہماری طرف سے بہی یہہ ہی فرماوین - اور اگر جناب امیر کی تصمیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوتے ہیں تو اپکی عصمت بلکہ امامت وخلافت سے ہاتہ دھو بیٹھیں بش قبر فاطمی کی روایت
لمحضا جو خاتم المتکلمین نے علل الشرائع سے ترجمۃً نقل کی ہے ہم بہی اوسکو نقل کرتے ہیں رذکرہ
خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بکمال جزع و فزع ہمراہ صدیق بغرض
تعزیت نزد امیر المومنین علی حاضر شد وشکایت شروع کرد وگفت نہ طلبیدن ما از برجنازہ فاطمی
از ان نبیل ست کہ در غسل آنحضرت ما را دخل ندادی و بحسن تسلیم کردی کہ یا بو بکر گفت کہ ترا با
پیغمبر چہ کار ست اینہمہ دلیل کدورت وغبار ست حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یاد کنم تصدیق
خواہید کرد گفت شد بلی۔ پس در مسجد مقدس داخل شد وگفت کہ دوامر از اوان بود کہ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا در بارہ نماز جنازہ و ما یتعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ اجانب را
مدخل ندہی وحاشا کہ آن کلمہ بغیر زند خود م تسلیم کردہ باشم بلکہ چون الف والش بجناب مصطفوی
زائد الوصف وہشت حتے کہ در عین نماز بر دوش مبارکش سوار میشد و در اثناء خطبہ دامن مقدس
میکشید بر آمدن ابو بکر بالائی منبر آن سرور بروی بشاق آمد فاروق این کلمات طیبات از جہلا
دانست وصلاح او بر نبش قبر فاطمی برائے آدائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منجر بکلفت
گردید و نوبت باشتداد غیظ وغضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقاتلہ عظیم در صحابہ
کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم
بلکہ قبل از نیل مطلب دیرا زندہ نگذارم پس مہاجرین و انصار بہیئت مجموعی در صلاح افتادند
دیرا از ارادہ فاروق تن برضا نداد ندا انتہی ملخصہ۔ تعجب ہے کہ جناب قالع باب خیبر قاتل قوم
عاد۔ بعد احراق بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بضعۃ الرسول سیدہ کائنات اور انتساب
تہمت زنا کے وقت آپ مامور بصبر وسکوت ہوں اور سل سیف کے مامور ہوں اور نماز جنازہ
کیواسطے نبش قبر پر مامور بجہاد ہوں۔ ع این خیالست ومحالست وجنون۔ پس ظاہر ہے کہ یہہ
سب قصہ تہہ بلا نہ بنایا تہا اور ہرگز آپکا قصد مخالف وصیت قتل وقتال کا نہوگا۔ چوتہی یہہ
کہ صاحب عماد الاسلام نے بہی اسکو مجرد تخویف پر حمل کیا وہ تحریر فرماتے ہیں چنانچہ

خاتم المتکلمین نے نقل فرمایا ہے مقتضی تلک المرویات هوان عمر هم تبعه قصد احراق بیت فاطمة واتی بالحطب وجمعه علی بابه لا انه وقع منه الاحراق نلعل کان غرضه مجرد التخویف - پس جب آپکے علماء نے خود تسلیم فرمالیا کہ فاروق کی یہ نقل محض غرض تخویف تھا تو آپکا انکار انکی ایسی تکذیب ہے سیمین احراق کے پانچوین حسب تصریح خاتم المتکلمین در ازالة الغین کلام ابوجعفر بن ابی زید نقیب مشتغین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں تمام مہاجرین وانصار خلفاء کے ظاہری زہد وورع اور عدل وداد اور دنیا سے نفرت کلی کی وجہ سے انکی حقیقت خلافت کے معتقد ہوئی تہی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان حاصل ہوگیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بہی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہونگے کہ ایسا کوئی فعل ہمسے صادر نہو جو باعث سوء ظن ہو بلکہ جہانتک ہوسکے لوگونکو حسن ظن اور خلوص عقیدت کے دام مین پہنساوین تو ایسی حالت مین علی الخصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق بالقصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالفرض ان سے یہہ فعل صادر ہوا ہو تو انکے ابوجعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا - چھٹی طرفہ تر یہہ ہے کہ خود علمار شیعہ مین سے طبرسی نے مطابق روایت باقر مجلسی کے احتجاج مین روایت کی جسکا مضمون یہہ ہے - کہ چون خلیفہ ثانی بآواز بلند گفت کہ اگر امیرالمومنین از خانہ خود بیرون نیاید خانہ اورا خواہم سوخت صحابہ از شنیدن این قول متغیر شدند وانکار شدید کردند خلیفہ ثانی گفت شما گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من تہدید بود نہ چیز دیگر پس جناب امیر بواسطہ شخص پیام بسوی عمر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منزوی شدہ ام ومشغول تالیف گردیدہ ام وبر زبانم سوگند جاری شدہ کہ تا ازین امر فارغ نشوم از خانہ پای بیرون نگذارم وبامور دیگر نپردازم - قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہہ فرمایا کہ میرا یہہ قول مجرد تہدید کی غرض سے تہا - جسپر صحابہ ساکت ہوگئی - اس روایت سے یہہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجرد اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شدید کیا اور موافقت عمار کی

[illegible]

نہیں کی بیا اور بہم پہونچ گئی تو کیونکہ ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو مجرد اس قول کے متغیر ہو گئی تہی اور
انکار رشد بدیکیا تہا گہر جلانے کے واسطے سامان احراق جمع کرنے دیا ہو اور عقل سرسری بہی تسلیم نہیں کر سکتی
کہ وہ بہتانات جو حضرات شیعہ دشمنان خلفا کیطرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب دشمنان سیدہ
و اسقاط محسن و تہمت فاحشہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بلا رد و انکار منظور کیا ہوگا
سا تویں علی بن ابراہیم قمی استاد کلینی کی تفسیر میں مروی ہے - حدثنی ابی عن صفوان
بن یحیے عن ابی الجارود عن عمران بن میثم عن مالک بن ضمرۃ عن ابی ذر رحمہ
اللہ قال لما نزلت ہذہ الایۃ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم ترد امتی یوم القیمۃ علی خمس رایات فرایۃ مع عجل ہذہ الامۃ اسالہم ما فعلتم
بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فحرفناہ ونبذناہ وراء ظہورنا واما الاصغر
فعادیناہ وابغضنا وظلمناہ فاقول ردوا النار ظماء مظمئین مسودۃ وجوہکم ثم ترد علی
رایۃ فرعون ہذہ الامۃ فاقول لہم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر
فحرقناہ ومزقناہ وخالفناہ واما الاصغر فعادیناہ وقتلناہ وقاتلناہ فاقول ردوا النار
ظماء مظمئین مسودۃ وجوہکم ثم یرد علی رایۃ مع سامری ہذہ الامۃ فاقول لہم
ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فعصینا وترکناہ واما الاصغر
فخذلناہ وضیعناہ فاقول ردوا النار ظماء مظمئین مسودۃ وجوہکم ثم یرد علی رایۃ

سلہ ابوذر سے روایت ہے کہا جب یہ آیت یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن
میری امت میرے پاس پانچ جھنڈوں ہو کر آئیگی - ایک جھنڈا تو اس امت کے بچھڑے کے ساتھ ہوگا میں ان سے پوچھونگا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا
وہ کہینگے کہ بڑے کو تو ہمنے پھاڑ ڈالا اور اوسکو پس پشت ڈال دیا اور چھوٹے کے ساتھ ہمنے دشمنی کی اور اوس سے بغض کیا اور اوس پر ظلم کیا
میں کہونگا پیاسے کالے منہ آگ میں جاؤ - پھر میرے پاس اس امت کے فرعون کا جھنڈا آئیگا میں ان سے کہونگا کہ تم نے میرے بعد
ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہینگے بڑے کو تو ہمنے پھاڑا اور اوسکی مخالفت کی اور چھوٹے کے ساتھ دشمنی کی اور اوس سے لڑے
اور قتل کیا میں کہونگا پیاسے جاؤ آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا اس امت کے سامری کے ساتھ میرے پاس آئیگا میں کہونگا کہ تم نے
میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہینگے بڑے کی تو نافرمانی کی اور چھوڑ دیا اور چھوٹے کو خوار کیا میں کہونگا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے منہ

ذی الثدیہ مع اول الخوارج واخرہم واسالہم ما فعلتم بالثقلین من بعدی
فیقولون اما الاکبر فمزقناہ وبرئنا منہ واما الاصغر فقاتلناہ وقتلناہ فاقول ردوا النار
ظماء مظمئین مسودۃ وجوہکم ثم ترد علی رایۃ مع امام المتقین وسید المرسلین
وقائد الغر المحجلین ووصی رسول رب العلمین فاقول ما فعلتم بالثقلین من بعدی
فیقولون اما الاکبر فاتبعناہ واطعناہ واما الاصغر فاحببناہ وو الیناہ ووازرناہ
ونصرناہ حتے اہریق فیہم دماءنا فاقول ردوا الجنۃ رواء مرویین مبیضۃ وجوہکم
ثم تلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ الی
قولہ ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون انتہی نقلا عن تفسیر الصافی۔ الی قول الصافات ابن داریہ
ملاحظہ فرمادین اور عیان تشیع کے ملاوجبت مین صدق کو ملاحظہ کرین کہ میدان محشر مین بہی رسول
خدا کے سامنے جہوٹ بولنے سے نہ چوکی یا وا گرا حراق بیت کا قصد یا قصد احراق کا معاملہ صحیح ہے اور علاوہ
اسکے دوسری تہمتین جو خلفا و صحابہ کے ذمہ لگاتے ہین تو کیا یہ قول واما الاصغر فاحببنا
ووالیناہ ووازرناہ ونصرناہ حتے (اہریق فیہم دماءنا) صحیح اور مطابق واقع کے
ہو سکتا ہے۔ کیا یہی موازرت اور نصرت تہی کہ گہر جلانیکا ارادہ کرین ہیزم وغیرہ دروازہ
پر جمع کرین اور ضرب تازیانہ یا لکڑی یا دستہ شمشیر یا کارد سی علی اختلاف روایاتہم اسقاط
محسن کرادین بلکہ قتل دو معصومین کا کرین اور علی رؤس المنابر اتہام فاحشہ کا نسبت

ل۔ پھر وہ اللہ ریہ کا جھنڈا امام خوارج کے ساتھ میرے پاس آئیگا میں پوچھونگا تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہینگے بڑے کو
ہم نے پھاڑ ڈالا اور اس سے بری ہوئے اور چھوٹے سے لڑے اور اسکو قتل کیا میں کہونگا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے منہ پھر
ایک جھنڈا پرہیزگاروں کے امام سید اوصیا روشن پیشانی اور ہاتھ پانو والوں کے سرگروہ رسول اللہ کے وصی کے ساتھ میرے پاس
آئیگا میں پوچھونگا تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہینگے بڑے کی پیروی اور اطاعت کی اور چھوٹے کے ساتھ محبت
کی۔ اور مدد و معاونت کی۔ یہانتک کہ اونہیں ہمارے خون بہی مین گہونگا۔ جنت مین چلے جاؤ سیراب
تمہارے روشن چہرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑہا۔ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ سے
ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون تک ۱۲

بدتمسخر ان سیدہ کرین اور یہہ مدعین نصرت و موالات چپکے بیٹھے دیکہین اور دم نمارین اور سانس نہ نکالین اور یہہ سوال کچہہ حضرت شیعیان پاک ہی سے نہین کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب رائت ہین وہ بہی اسمین شامل ہونگی اور خود حضرت امیر بہی جواب وہ ہونگی تو یہہ کذب اصول شیعہ پر جناب امیر کیطرف بہی منسوب ہوگا اور سوال وارد ہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور محبت و موالات اہلبیت سرور انام کی یہہ ہے کہ جوقت عمر فاروق نے گہر جلایا یا جلانیکا سامان مہیا کیا چون و چرا نکی۔ اور باوجود اوس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے بمقابلہ اہلبیت کے اہانت کرنے والونکی گردن نہ ماری اس سے زیادہ عداوت و دشمنی اہلبیت کیساتہہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام وقائع آتیہ بیان فرما دیتی تہی اور تمام حالات واقعہ و حوادث و دواہی کی خبر دیدی تہی اور فرما دیا تہا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نکرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنے کہ تمنے ثقلین کے ساتہہ کیا کیا۔ اور اگر کسی نہج سے یہہ سوال صحیح ہو بہی تو یہہ جواب تو ہے جواب صحیح یہہ ہے کہ ہمنے آپکے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کی ظلم و ستم ہوا کئی کبہی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوگئے سر نہ ہلایا پہر کیف یہہ سوال و جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہمکو کچہہ بحث نہین ہمارا مدعا جو کچہہ ہے وہ اس سے ثابت مگر اسقدر گذارش اور باقی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچہہ اوپر مذکور ہے اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے بہی ظالمون کے ساتہہ گرفتار عذاب ہوتے ہین

قال ابو جعفرؑ[1] و اوحی اللہ الی شعیب النبیؑ معذب من قومک مائة الف واربعین الفا من شرارهم و ستین الفا من خیارهم فقال یارب هؤلاء الاشرار فما بال الاخیار فاوحی

---

[1] ابو جعفرؑ نے کہا کہ شعیب نبی کیطرف خدا نے وحی بہیجی کہ مین تیرے قوم کے شریرون سے ایک لاکہہ چالیس ہزار کو عذاب کرونگا اور بہلون مین سے ساٹہہ ہزار کو۔ عرض کیا اے پروردگار یہہ تو بد ہین بہلانیکون کا کیا حال ہے (اللہ نے) اوسکی طرف وحی کی ۔۔۱۲

الله عز وجل الیه انهم راضوا اهل المعاصی ولم یغضبوا الغضب تو اس سے اونکا حال قیاس
کرنا چاہیے جنہون نے ایسے سخت ظلم پر سکوت کیا اور رعونت کی انتہا غضبناک نہوئی سائر
اونکو اونے چین بر جبین ہونے مین کام نکلتا تہا کہ اونکا کیا حال ہوگا شاید اصول شیعہ پر یانق
اس روایت کے مدلول کے وہ خیار بہی اون اشرار کے ساتھ معذب ہونگے بیت شادم
از رقیبان دامن کشان گذشتی ۔ گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد ۔ آٹھوین خود صاحب
کستوری نے بجواب حضرت خاتم المحدثین کے ۔ حضرت فاروق کے اس ارادہ کا مجرد تخویف پر نسبت
محمول ہونا تسلیم کرلیا ہے وہ لکہتے ہین ۔ اما آنچہ گفتہ اگر مراد ایشان از قصد تخویف و تہدید بود
گفتن اینکہ من خواہم سوخت الخ ۔ پس ما میگوئیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد احراق
بیت ہمون است کہ بروایات اہلسنت ثابت میکنند ہمین ہست و اگر این قول در قصد او دلالت نکند
لازم آید کہ در قول خود کاذب بودہ باشد ۔ اور اگر بلحاظ فاضل مجیب کو یہہ خیال ہو کہ آخر عبارت کستوری
کی اور نیز عبارت سابقہ صریح دلالت کرتی ہے کہ وہ درپے اثبات قصد تحریق کے ہین تو اس
تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادین ۔ جو آپکے مفتی صاحب کی عبارت مین واقع ہے
کہ کہین مدعی اثبات قصد احراق ہین اور کہین مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہین او
عجب نہین کہ منشا اسکا یہہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد تحریق و قصد تخویف کی تمیز
نہوئی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہہ التباس و اختلاط کلام مین واقع ہوا **قوله** معلوم نہین کہ قصد
امور قلبیہ کہنے سے انکا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپکے خاتم المحدثین نے تحفہ مین
فرمایا ہے قصد امور قلبیہ سے بے شک ہے مگر جب اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوا
تو بے شک کہہ سکتے ہین کہ اس کام کے کرنے پر آمادہ ہے **اقول** فعل کے کرنے
آمادگی دو طرح پر ہوتی ہے یا بطور تصمیم عزم کے یا بطور مجرد تہدید و تخویف کے جو
بظاہر ان دونون مین کچھ فرق نہین اور اسیواسطے بعض علماء شیعہ پر ملتبس ہوگئی ۔ اہ

[illegible]

ل کہ انہون نے گنہگارون کی ساتھ ہنسی کی ۔ اور میرے غصہ کے سبب وہ غصہ نہ ہوئی ۔ ۱۲ ۔

دونوں فرق باعتبار ارادہ فاعل کے ہے اسلیے مناسب ہے کہ ہم اول ان دونوں فرق تعلیم
اور اسکے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیوین پس واضح ہو کہ قصد علی الفعل اراد
جزمی ہے جو اوس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تہدید یہہ ہے کہ فی حد ذاتہ
فعل کا کرنا مقصود نہو صرف بظاہر اظہار خوف کے لیے اوس فعل کے اسباب و سامان کو اس
صورت مین ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم بالجزم مترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اوس سے
یہہ امر متحقق نہوگا تو مقصود جو تخویف و تہدید ہے ہرگز بر آمد نہوگا - بلکہ امور مہمہ مین تہدید و تخویف
کی نسبت جائز ہے کہ اگر تو یہ دور دیک فراہمی سامان بہ نسبت اصل قصد کے زیادہ ہو
پس ظاہر سامان سے ان دونوں مین تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعہ کرتے ہین چنانچہ علامہ کنتوری نے
بھی تحفہ کے جواب مین لکھا ہے - واما آنچہ گفتہ اند کہ قصد از امور قلبیہ است کہ بران بغیر خدای
تعالے دیگرے مطلع نمی تواند شد پس مدفوع است بانکہ امارات و علامات دلیل قصد می باشد
اور تقلید انکی غالبا ہمارے فاضل مجیب بھی بدون سوچے سمجھے یہہ بھی ترانہ فرماتے ہین
اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں مین تمیز نہین ہوگی - اصل سوال مین تحریر فرماتے ہین -
(اور بیعت لینے کے لیے گھر جلانے کی دہمکی دی) اور بعد اسکے قصد احراق روایت ازالۃ الخفا
سے ثابت کرتے ہین - اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکو دہمکی اور قصد احراق مین تفرقہ و امتیاز
حاصل نہین ہان لیاقت حال فاعل کے اور لیاقت و قابلیت مفعول کے فی الجملہ قرینہ ہو سکتی ہے مثلا ایسے
افعال کے صدور مین کہ اونکا فاعل سفاک و بیباک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو
اور محل بھی لائق کشتنی و سوختنی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تصمیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جبتک
وقوع فعل نہ ہو چکے ہرگز استدلال نہین کیا جا سکتا کہ مقصود فی حد ذاتہ قصد قتل و احراق ہے
پس جب یہہ امر طے ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور اونکے مفتی صاحب کا یہہ فرمانا کہ سامان
و اسباب کے جمع کرنے سے اور ہیزم و آتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق احراق بیت
اہلبیت کا عزم بالجزم رکھتے تھے غلط ہوا - کسی شخص کو اوسکے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار گلے مین ڈالکر نکلنا بلکہ تلوار میان سے کہینچنا تک دال عزم اور قصد پر نہین ہو سکتی خود جناب
امیر کا قصد مینہ آپ پہ جوش و خروش اور قتل کی دہمکی اور تلوار گلے مین ڈالکر باہر آنا خود اسپر صریح
دلیل ہے بشرطیکہ حضرات شیعہ اسکو مجرد تہدید پر محمول فرماوین اسیطرح نبش قبر فاطمہ سے
ارادہ قتل و قتال کرنا اور دست بقبضہ شمشیر ہونا بہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرات
شیعہ سبکو تہدید پر محمول فرماوین اور عزم بالجزم سمجہین تو چونکہ آپ امور بساوت تہے
آپکی عصمت بلکہ امامت و خلافت کو سنبہالین - آپکو یاد ہوگا جبکہ آپکے ابن عباس بصرہ کا
بیت المال لوٹ کر مکہ آ بیٹہے اونپر جناب امیر نے اونکو ایک عتاب نامہ تحریر فرمایا جو نہج البلاغت
مین منقول ہے اور غالباً ہم اوسکی نقل اوپر کر آئے ہین - اوسمین اونکو جناب امیر نے قسم کہا کر
کیا لکہا ہے کیا واقعی اوس سے انکا عزم بالجزم ثابت ہوتا ہے یا نہین - غالباً وہ روایت
بہی آپکو حافظہ سے نکلی ہوگی جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین - جو اصل روایت مجلسی اور قطب
راوندی کی ہے اور مواعظ حسنیہ مین بہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہوگئی ہو ہم آپکو یاد دلاتے
ہین کہ جناب امام حسین نے قنبر سے فرمایا کہ مجکو معلوم ہے کہ چند مشکین عسل کی جو یمن سے آئی ہین منتخب
تیری حفاظت مین ہین مجکو ایک مہمان کی خاطر کی ضرورت ہے تہوڑا مجکو اوسمین سے ص ۱۲
دے چنانچہ ایک مشک کا مونہہ کہولکر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت نے
مشکونکا ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ایک مشک مین کم ہے قنبر سے دریافت کیا اونہی عرض کیا کہ حضرت
امام حسین ریحان رسول الثقلین کو ایک مہمان کے لیے ضرورت پیش آئی تہی اونہون نے
تہوڑا سا شہد لیا ہے سنتے ہی حکم دیا - بلاؤ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غیظ و
غضب کے ساتھ درہ جو آپکے ہاتہہ مین تہا جناب امام کے مارنے کیواسطے اوٹہایا - یہانتک جناب
امام حسین نے نہایت عاجزی سے آپکی غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا
اور آپکا غصہ فرو ہوا تو معلوم نہین یہ قرائن سے غیظ و غضب کرنا درہ کا مارنے کی واسطے
اوٹہانا ادہر قبل القسمت مال خلق اللہ مین تصرف کرنا ادہر جناب امیر کو حقانیت کا جوش ہونا

سے تو ہم تسمہ ضرب والی متنا ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو مدعا ثابت ہے اور اگر ہیں تو قطع نظر ان
امام کے خلاف ہے کیونکہ آخر ہیں خود جناب امیر نے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تیمری دونوں ٹکو بوسہ دیتے تھے تو میں یقینا تجھکو مارتا تو نے مسلمانوں نے
بھلا کیوں نفع اوٹھایا اس سے صریح مستفاد ہوا کہ آپکا قصد ہرگز ضرب کا نہتا بلکہ صرف تہدید
وتخویف مد نظر سامی تھی کیونکہ آپکو یاد تہا کہ حضرت دندان مبارک صاحبزادہ کو بوسہ دیتے تھے
تو ایسی حالت میں قصد بالجزم مارنے کی کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازین خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے متخلفین جماعت کے لیے وعید احراق فرمایا جو متفق علیہ فریقین ہے
اور یقینا وہ محمول اوپر تہدید وتخویف کی ہے کیونکہ کوئی شخص علمائے اسلامین سے تارک جماعت کے
لیے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجود روایت میں شک وشبہ ہو تو اپنے مجتہد
سابق کی تصانیف مثل مواعظ حسنیہ ملاحظہ فرما لیجیے۔ **قولہ** پس جبکہ خلیفہ ثانی نے
قسم یاد کی ہو اور ساتھ احراق مثل آتش وہیزم وغیرہ بھی ہمراہ لیے گئے ہوں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ
اہلسنت سے ثابت ہے تو اب اسمین کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص
آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لیجاوے اور اوس کے مالک سے بقسم کہے کہ اس گھر کو جلا دونگا۔ تو
ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلانیکا قصد رکھتا ہے **اقول** اگر اصل سوال ہی میں
آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو البتہ بندہ کا اجمالی جواب صحیح اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے ہے
مورد طعن ہوتا اور جب آپنے یہ امور اوس وقت ذکر فرمائی ہے ہی نہیں تھے اور صرف روایت
ازالۃ الخفا پر اکتفا فرمایا تہا اور یہ بھی تحفہ علامہ کنتوری وغیرہ فرمایا ہے تو پھر اجمالی جواب
کیوں محل طعن ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ وہیزم وغیرہ کا لیجانا مد نظر سامی تہا جسکے
ذکر سے کسی مصلحت کے سبب اغماض فرمایا۔ تعجب ہے کہ استدلال فرمائیں اور ایک امر کی اثبات کے
درپے ہوں اور اثبات کے وقت پہلو تہی فرماویں۔ بھلا اگر یہ امور آگ وغیرہ کا لیجانا کتب
معتبرہ اہلسنت سے بزعم سامی ثابت ہے تو آپنے اوسکو ذکر کیوں نہیں فرمایا جو روایت آپنے

[illegible]

ارادۂ تخویف سے نقل کی ادسمین تو یہہ امور اشارۃً وکنایۃً ہی مکو نہین اسکی ذکر مین حیدان تطویل کی
نہین تہی اور کرنے المجملہ تطویل ہی ہو تو زوائد واجب الحذف والاسقاط ہوا کرتے مین۔ اصل
مقاصد بحاث اور موقوف علیہ دعاوی۔ پہر اس بحث پر یہہ فرمانا کر اب اسمین کیا شک رہا جب
ان وات سے ہے اپکو بے شک شک نرہا ہوگا۔ لیکن اہل عقل ودانش کا شک تو ایسی خرافات سے
کیونکر رفع ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض المستحیل کسی کتاب میں روایات ضعیفہ رکیہ پائی جاوے
تو اسکا جواب قول صاحب تحفہ ابات سے بخوبی ظاہر وباہر ہے۔ کر اصول شیعہ پر بہی یہہ امور قصد احراق
پر دال نہین ہوسکتی۔ اچہا بفرض محال ہمنے تسلیم کیا کر یہہ امور قصد احراق پر دال ہین بلکہ
مثل قضیہ شرطیہ لزومیہ ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود مستلزم عزم بالجزم احراق کو ہین اور مانے الاتے
حضرت فاروق کا قصد صمیم احراق بیت تہا اور تمام اعوان وانصار اونکی شریک ومعاون تہے
لیکن ہم پوچہتے ہین کر اگر عزم صمیم تہا تو اسکو کون مانع ہوا اور حسب مذاق فاضل مجیب دیگر
بعض انکار شیعہ جو عدم وقوع احراق کے قائل ہین۔ احراق کیون وقوع مین نہین آیا صحابہ
کلہم اجمعین الا معدودی فاروق کے حامی ومددگار ہونگی اور جناب امیر وجناب سیدہ بلکہ تمام بنی
ہاشم شاید مامور بالسکوت ہونگی۔ او ہون کچہہ چون وچرا نفرمائی اور اگر چون وچرا کرنے والے ہوتے
تو معاملہ خلافت مین جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب شوستری اغتصاب فرج
مومنات سے بہی زیادہ قبیح تہا چون وچرا کرتے خداوند تعالے کیطرف سے بہی کوئی امداد غیبی
نہین ہوئی جو اس سے مانع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور عزم صمیم اور موجودگی سامان
اور عدم موانع کے وقوع احراق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ مقصود احراق بیت نہ تہا بلکہ مقصود
مجرد تخویف وتہدید تہے جو حاصل ہو گئی شاید شیعہ اسکا یہہ جواب دیوین کر یہہ قصد معلق بالشرط
تہا جو اجتماع ہے حاصل یہہ کر اگر یہہ اجتماع باقی رہا تو بیشک گہر جلا دونگا اور وجود
معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذا فات الشرط
فات المشروط وجود معلق ومشروط کا بہی جو احراق بیت ہے نہ پایا گیا ہم اسکی

جواب میں لیتے ہیں کہ یہہ جواب بعینہ ہماری مدعا کو مثبت ہے کیونکہ اس سے بصراحۃ ثابت ہوا کہ فی حد ذاتہ مقصود واصلی تفریق اجتماع ہے اور یہہ ایعاد بالاحراق محض اوس مقصود کی تحصیل کا آلہ اور واسطہ تہا اور نفسہ حد ذاتہ مقصود نہ تہا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق بدون تہدید وتخویف کے ممکن نہ تہا پس بمثل مشہور۔ ہمان آتش در کاسہ۔ وہی تخویف وتہدید بطور پر ایعاد بالاحراق محصول رہا اور یہہ دعوی کہ احراق بیت مقصود تہا غلط ہوا۔ ہا قسم کہا کر کہنا سو اسکی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول تو یہہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اوس قسم کو فعل کے تاکید بجا آوری پر بہی ہوئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانعیہ پر ہے حاصل یہہ کہ فاروق نے قسم کہا کر اس روایت منقولہ میں یہہ نہیں فرمایا۔ کہ مین گہر جلا دونگا بلکہ یہہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہہ جماعت تمہارے پاس مجتمع ہوئی تو یہہ مجکو امر بالاحراق سے مانع نہوگی۔ پس اہل انصاف سمجہ سکتے ہیں کہ اسمین نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق ہی پر قسم مروی ہو اگرچہ ہمکو بالفعل اوس سے کچہہ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اسمین ہے جو روایت فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تحسید فرمائی ہے تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تہدیدات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ پختگی اور جد کے ساتہ ظاہر کیجاتی ہین۔ اور اگر قسم کے ذکر سے ایما یہہ ہے کہ درصورت عدم قصد کے کذب لازم آوے چنانچہ انکی حضرت کنتوری نے بہی غالبًا یہہ فرما کر اپنا تبحر علمی ظاہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو گو لفظًا یہہ اخبار ہو لیکن حقیقۃً اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید وتخویف مقصود ہے تو اوسکو صدق اور کذب سے کچہہ علاقہ ہی نہیں کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اوسکے لیے کوئی محکی عنہ نہ اوسکو مطابق وعدم مطابق کچہہ واسطہ تو اوسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کرلیا۔ پہر آپ ہی اوسپر اعتراض کردیا اور یہہ صریح بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازین اگر یہہ کذب ہو تو وہ قسمین جو ہم جناب امیر کے اوپر بیان کرچکے ہین اور وہ تہدیدات جو جناب امیر نے فرمائی ہین۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ مین فرمائی ہین وہ سب کذب ہونگی پس جو اونکا

جواب آپ یون دیں وہی جواب آپ اور آپکے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول نہ ادین قولہ پہ جواب تحریر فرماتے ہین کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا یہان کہ محل اجمال ہے اسیقدر کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپنے اجمالی بہی کونسا جواب دیا جسکو کافی سمجھتے ہین اور موقع کونسا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکو جواب تحقیقی کا موقع نہین سمجھتے اور بیشتر اسقدر لکہکر کہ جو امور تسلیہ سے ہے شاید اسکو اجمالی جواب بقصور فرماتے ہین سبحان اللہ جواب وہی اسکو کہتے ہین۔ اقول منشا اس حیرت کا یہہ ہے کہ آپنے اپنے فہم سے کام نہین لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہہ حیرت نفرماتے بظاہر ایک چہوٹا سا لفظ دیکہکر خیال کرلیا کہ یہہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصلہ کا اجمال ہو سکتا ہے یہہ لفظ بظاہر گو چہوٹا سا تہا لیکن اگر آپ تامل فرماتے تو آپکی سدا کی استعمال کے واسطے کافی تہا چنانچہ بجواب اوسکی آخر آپکو جدید دعوی کے ضرورت پڑی اور آپنے فراہمی سامان مثل آتش و ہیزم وغیرہ کا دعوی کیا اور اوسکے اثبات سے پہلو تہی کیا اگر وہ جواب ایسا ہی ناکافی تہا تو اوسکے لیے اس جدید دعوی کی کیا ضرورت تہی۔ باقی رہا اجمال اجمال کا ہی وہ مقام تہا کہ اول آپنے آپکے دعوونکی نسبت جواب طلب تہا اور وہ تفصیل کا موقع نہ تہا اب آپنے بہی اپنی دعاوی کو بزعم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے بہی تفصیل کا موقع آیا اور اگرچہ تحریر طویل ہوگئی تہی تاہم تطویل کا کچہہ اندیشہ نکیا اور مفصلاً اوسکا جواب خدمت مین پیش کردیا سو اس تفصیل سے آپ اوس اجمال کو سمجہہ لیجئیگا۔ آپکی حیرت انشاء اللہ تعالے رفع ہو جائیگی اور معلوم ہو جائیگا کہ یہہ جواب محل اجمال مین کافی ہے قال الفاضل المجیب قولہ۔ اور جو صاحب ہدایۃ الشیعہ سلمہ اللہ تعالے و دام برکاتہ کی نسبت تعصب بے محابا نسبت روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اوسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ کلام مخالف کو اگر نظر انصاف سے نہین دیکہا جاتا تو گو کتنی ہی حق کیون نہو تاہم تعصب محض و تخیل ہی نظر آیا کرتے ہے۔ اقول یعنی صاحب ہدایۃ الشیعہ کی نسبت یہہ لکہا تہا کہین ہدایۃ الشیعہ

لکہا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ بہی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپکی نسبت سلمہ اللہ
و ادام برکاتہم لکہا ہے حضرت مجیب کی غرض بہی صاحب ہدایۃ الشیعہ ہی ہے کیونکہ
سنا ہی ہدیۃ الشیعہ والے تو انتقال فرماگئے اور یہہ حضرت زندہ و سالم ہین خیر انمین سے کوئی
صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہہ اعتراض ہے ہدیۃ الشیعہ والے کی اغلاط و کذبات
تو تحفۃ الاثنا عشریہ اسکی جواب مین درج ہین اگر چاہین تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین اور ہدایۃ الشیعہ
والے حضرت کی اگر ایسی باتین لکہی جائین تو یہہ تحریر بجای خود اوسکا جواب ایک رسالہ ہو جائے
مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل مین کچہہ گذارش ہوتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
چونکہ اس قول مین کوئی امر قابل جواب نہین اسلیے اسکی جواب مین کچہہ نہین تحریر ہوتا ہے
قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو الخ یہہ فرمانا نفس الامر مین بجا و درست ہے
مگر اس موقع پر یہہ ارشاد بجای خود نہین بلکہ یون مناسب ہے کہ جب تعصب دینی مذہب کے پیچ
انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اوسکی ہدایت ہی کتب معتبر مذہبی مین کیون نہ مذکور ہو
اگر ذرا بہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول مول بات کہتا ہے
کہ اسکی مذہب کے موید ہو یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بیشک اس قول مین
بندہ کا اس امر کو متعلق لکہنا بجای خود نہین تہا بلکہ جو بندہ کو لکہنا چاہیے تہا وہ بندہ نے
لکہا اور جو مؤید اپنی تحقیقات مذہبی کے جناب کو شایان تہا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل
المجیب - قولہ - اور اگر اس باب مین کچہہ لکہنا ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا
و ادام برکاتہم کے پاس بہیجدین اور قدرت خداوندی کا تماشا مشاہدہ فرمادین - اقول - اگر سب
لکہا جاوے تو بجای خود یہہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل مین صرف ایک آدہ
گذارش کرتے ہین اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منتظر ہین یقول العبد
الفقیر الی مولاہ الغنی - لیجیے ہم بہی حاضر ہین - **قولہ** قدرت خداوندی
کو چہپا نہین **اقول** آپ اور یہہ فرمائین بہر دو مذہب جناب کے قدرت

خداوندی کا یہہ ہی کام ہے کہ حق کو چھپا دی اصول مذہب ثقلین مین ثقل اعظم آجتک اسوقت
تک چھپا ہوا ہے ثقل اصغر کو یا ہمیشہ مختفی و پوشیدہ رہا جزئیات مسائل مین سدا تقیہ رہا
وصیت نامہ آجتک چھپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ اختفا و پوشیدگی خداوند تعالے کی
قدرت بلکہ اوسکی حکمت سے ہوگی تو پھر آپکا یہہ فرمانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو چھپانا نہین
سب سے عجب انگیز ہے اور اسپر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیونکی پھر بھی لطف
خداوند تعالے پر واجب سبحانہ وتعالے عن ذلک **قولہ** اور نیز حضرت مجیب قدرت
خداوندی تو کیا دکہلا سکتے مگر دکہلانے کیا سحر سامری اور دکہلائیگے- **اقول** گو مین اپنی تحریر
سابق مین اپنے نسبت اسکا مدعی نہ تہا لیکن جب مجیب لبیب نے مجہی کو خطاب کیا تو مین بہی
کچہہ کچہہ قدرت خداوندی کا تماشا دکہلانے کے واسطے حاضر ہون پہر زمانہ قدیم سے
دستور ہے حق کے ساتہہ یہہ ہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک آپ بہی قاعدہ قدیمہ کے موافق
اسکو سحر سمجہینگے شعبدہ فرمائینگے- کہانتک کہینگے جو کچہہ حق کی نسبت پہلے کہا گیا ہے
وہی آپ بہی فرمائینگے اسکی ہمکو شکایت نہین جب انبیاء و رسل کے ساتہہ ایسا ہوا ہے تو
مین تو ایک بندہ گنہگار خطا کار ہون- **قولہ** رسالہ ہدایت الشیعہ مین سوال دوم کے جواب
واقعہ صفحہ ۱۳ مین آپکے مولانا یہہ تحریر فرماتے ہین- اور سقیفہ انصار اسبات پر مجتمع ہوئے
تہے کہ ایک امیر انصار مین ہو اور ایک مہاجرین مین اور حدیث الائمۃ من قریش کا اونکو کچہہ خیال
نہین رہا تہا کیونکہ وہ معصوم نہین تہے کہ نسیان و سہو او نپر ہو سکے اور سچ پوچہو تو حقیقت ہی
سے تو معصوم بہی مامون نہین اور علم ما کان و ما یکون بہی اونکو نہ تہا تاکہ عیب کیا جاوی
کہ یہہ مسئلہ اونکو معلوم کیون نہ تہا اگر معلوم ہی نہو تو بہی کچہہ حرج نہین جب شیخین وہان
تشریف لیگئے اور اس حدیث کو پیش کیا اوسی سے اونکا وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور سب نے
ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کرلے تہی بقدر الحاجۃ- اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق
کرسکتے ہین تو کیجئے ہم بہی آپکی قدرت خداوندی کے تماشے موجود کے منتظر ہین **اقول**

جناب میر صاحب گستاخی معاف - کیا یہہ ہی وہ اغلاط و کذبات ہین جو آپنے اور آپکے ہم مذہبون نے ہدیۃ الشیعہ اور ہدایۃ الشیعہ سے تتبع فرماکر نکالے ہین افسوس کہ آپ صاحب ایسی سلیس اور سہل عبارت اردو بھی نہین سمجھہ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر ہین - اجی حضرت پہلے تو آپنے اس قول مین اور بخاری کی روایت مین معارضہ ثابت کیا ہوتا - اوسکی بعد آپ جواب کے منتظر ہوئی ہوتے - اولا ہم اسی کو تسلیم نہین کرتے کہ اس عبارت مین اور روایت بخاری مین تعارض ہے اگرچہ ہمکو اس نفی پر دلیل لانے کی حاجت نہین اور یہہ منع ہی کافی ہے آپکا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرماوین لیکن تاہم تبرعا گذارش کرتا ہون کہ یہہ معارضہ اس دلیل سے باطل ہے کہ یہہ قضیہ کلیہ اوس فرد کو شامل نہین جسکو روایت بخاری متضمن ہے - پس معارضہ منتفی ہوا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصراحت تمام یہہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے معاملہ خلافت مین جماعت انصار کیطرف سے جہگڑا اوٹھا اور اونہون نے یہہ چاہا کہ ایک امیر ہم مین سے بھی ہو اوسپر شیخین سقیفہ مین جہان انکا اجتماع تھا تشریف لیگئے اور حدیث الائمۃ من قریش کو پیش کیا اوس سے اونکا وہ ارادہ فسخ ہوگیا - اور اون سبنے ابوبکرؓ کے ہاتھہ پر بیعت کرلے - اگر جناب کے فہم شریف مین نہ آوے تو کسی منصف اردو خوان سے آپ دریافت فرمالیجے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سبنے) سے کون مراد ہین آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہین یا تمام صحابہ مہاجرین و انصار و طلقا اور جملہ مومنین و مومنات مراد ہین - یا تمام حاضرین سقیفہ مراد ہین یا تمام انصار حاضرین سقیفہ مراد ہین سیاق عبارت ان محتملات مین سے کونسی احتمال کے تعین کرتا ہے - پھر اگر کوئی شخص بھی آپکو یہہ لکھہ کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست و گریبان ہون - یونہین خوش فہمی سے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی ذہن مین متعین کرلیا اور اوسپر اعتراض کردیا فہم و فراست دین و دیانت اسیکا تو نام ہے

جناب مین - سوق عبارت صریح دال ہے کہ جو لوگ برسر مخالفت تھے اونہون نے حدیث
الائمة من قریش سنکر مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کر لے باغایت یہہ مراد ہوگی
ہے کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کر لے مخالفین نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہوکر بیعت کی
تو جب اونہون نے بیعت کر لے تو موافقین جنکو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہین اونہون نے
بالاولے بیعت کی ہوگی و بس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا ثابت ہوتا ہو
یا کوئی اہلسنت سے اس امر کا قائل ہو کہ سقیفہ مین تمام صحابہ نے بیعت کی تہی پس مخص حضرت کے
خوش فہمی تہی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نظیر اوس حسب ملی کی ہے
جو اپنی زبان سے مذہبی پیچ اور تعصب کے باعث فرمایا تہا - رہا یہہ سوال کہ جب یہہ بیعت
عامہ نہین ہوئی تہی تو اس بیعت سے تحقق خلافت کیونکر صحیح ہوا سو اسکا جواب یہہ ہے
کہ اگرچہ بیعت عامہ نہین ہوئی تہی - لیکن حضرت صدیق کے احقیت بالخلافت مین صحابہ سے
کسی شخص کو تامل و انکار نہین تہا باتفاق کلہم اجمعون کسون حضرت کے استحقاق خلافت
کے قائل تہے تو اگرچہ بیعت واقع نہین ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق مین تردد نہ تہا تو
اونکا سکوت بمنزلہ بیعت و قبول کے ہوگیا - چنانچہ جب اونکی بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے
بقول راجح بیعت کر لے - چنانچہ ہم اس مضمون کو مطاوی ابحاث گذشتہ مین تفصیل تمام
بیان کر آئے ہین - معہذا اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کشا ہی فرما گئے اور فرما گئے
کہ انعقاد خلافت کے لیے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچہہ ضرور نہین چنانچہ نہج البلاغت
کے مواقع مختلفہ مین مذکور ہے اور اسکو ہی ہم اسبق مین مفصل بیان کر آئے ہین - تو اس سے
ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب
ہو گئی - پس جو اس سے پہر سکے وہ حسب ارشاد جناب امیر سبیل المومنین سے منحرف ہوا
اور مستوجب القتال اور مستحق دخول جہنم ہے پس یوم سقیفہ بعض کا بیعت کرنا انعقاد
خلافت کے واسطے کافی ہوا - دوسری یہہ کہ سلمنا بظاہر تعارض واقع ہے لیکن یہہ تعارض

مدفوع ہے کیونکہ یہہ اطلاق مجازی ہے من قبیل اطلاق الکل علی الاکثر جو شائع مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے
کہ ایسی مواقع مین جہان حقیقت متعذرہ ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر نکیر اسجگہ ایک
روایت گذارش ہے مفسر صافی نے قمی اوستاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے عن ابی جعفرؑ قال
قال امیر المومنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت
عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس
یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال قرأت شیئا من القران قال لقد قلتہ لامر
قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اتیکم الرسول فخذوہ وما نہیکم عنہ فانتہوا
فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابا بکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی الا الیک
قال فہلا بایعتنی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منہم فقال امیر المومنین
کما اجتمع اہل العجل علی العجل ہہنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت
ما حولہ ذہب اللہ بنورہم الآیہ اس روایت مین ابن عباس کے جواب مین یہہ الفاظ
ہین۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منہم ۔ اسمین قطع نظر اس سے کہ جمع معرف
باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہین ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض
ناس مراد ہین کیونکہ بعض چند آدمیونکا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول
کی ہو داعی اس امر کو نہین کہ ایک مومن کامل الایمان اونکا اتباع کرکے رسول کے مخالفت کرے

لہ ابی جعفرؑ سے مروی ہے کہا امیر المومنین نے بعد وفات رسول اللہؐ کے مسجد مین جبکہ لوگ مجتمع تہے بلند آواز سے پڑہا
(جنہون نے کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا اونکی اعمال برباد کردی) ابن عباس نے پوچہا ای ابا الحسن جو کچہہ تو نے پڑہا تہا کیون پڑہا
کہا قرآن سے مین نے کچہہ پڑہا تہا ابن عباس نے کہا بالتحقیق کسیوجہ سے تو آپنے پڑہا تہا۔ کہا ہان۔ اللہ تعالے اپنی کتاب مین
فرماتا ہے (تمہارے پاس جو کچہہ رسول لایا اسکو لو۔ اور جس سے اوسنے منع کیا اوس سے باز رہو) پہر کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا ہے
کہ ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ۔ تو مینے بجز آپکی وصیت کے نہین سنا۔ کہا پہر کیون مجسے بیعت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابوبکر
پر اکٹہے ہوگئے تہے مین بہی انہین تہا۔ امیر المومنین نے فرمایا جیسی کو سالہ پرست گوسالہ پر اکٹہے ہوگئے تہے یہین تم فتنہ مین پڑے
اور تمہاری مثل اگ روشن کرنیوالی جیسی ہے۔ جب اوسنے اپنے گردا گرد کو روشن کیا تو اللہ نے اونکا نور کہو دیا۔ ۱۲۔

یہ اسی وقت متحقق ہو جبکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہون یا اکثر اور اکثر یا مس پر تیمہ
مین ہو کہ باقی بہ نسبت اونکے حکم من عدم اور کالعدم نکین سکے ہون - تو ایسی حالت مین بھی اطلاق
کل پر کیا جا سکتا ہے اور اوس کل کا تحقق البعض اکثر یہ سکے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے
اپنے جواب مین اجتمع الناس سے جمیع ناس مراد لیے ہین جنکا تحقق بعض اکثر ہے علاوہ
اسکی یہہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اسکے صدہا نظیرین دستیاب ہو سکتی ہین - تیسری یہہ
کہ ہمنے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ مین لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہین تاہم
ہم کہتے ہین کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہین - کیونکہ آپنے
رسائل منطق مین دیکھا ہوگا کہ تحقق تناقض کے لیے منجملہ وحدات کے ایک اتحاد زمانہ کے
بھی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہونگے تو اونہین کوئی عاقل
تعارض و تناقض نہین کہیگا - پس ہم کہتے ہین کہ عبارت ہدایہ شیعہ مین یہہ جملہ (اور سبنے ابوبکر
کا ہاتھہ پر بیعت کرلی) جو مذکور ہے اوسکے معنے یہہ ہین کہ انجام کار رفتہ رفتہ سبنے بیعت کرلی
جو حاضر تھے اونہون نے اوسیوقت بیعت کرلی اور جو غائب تھے اونہون نے
پیچھے بیعت کی - اس جملہ مین یہہ کہان مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اوسیوقت
بیعت کرلی یہہ ہرگز اس سے ثابت نہین ہوتا - اسکا حاصل اس اسیقدر ہے کہ سب کی بیعت
متحقق ہو گئی - پس غلطی یہاں سے واقع ہوئی کہ قید وقت کے اپنی طرف سے تراش کر
اوسمین بڑہا دی - تو اس صورت مین کچھہ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے
باقی نرہا - چوتھی یہہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایہ شیعہ کا مدار اون روایات پر ہو جو دربارہ بیعت
تمام صحابہ جو دو جلسون مین اول سقیفہ بنی ساعدہ مین بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی مین
بیعت عامہ واقع ہوئے تھے وارد ہوئی جسمین جناب امیر بھی شامل تھے - اور چونکہ بیعت
ثانیہ جو اگلی ہی روز دوسرے دفعہ مسجد مین بیعت اولے کے متصل واقع ہوئی تو گویا بمنزلہ اسکی
ہوئی کہ اونکا تحقق ایک ہی وقت مین واقع ہوا - اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت مین

بیعت کی - تو اس صورت مین عبارت ہدایۃ الشیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو مثبت واقع ہوئی ہین موافق ہوئی اور معارضہ روایت بخاری سے اسوقت مین جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھہ اعتراض نہین ہو سکتا - رہا یہہ کہ پہر یہہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو بحمد اللہ تعالے ہمنے ان روایات کو مع وجوہ تطبیق کے گزشتہ ابحاث مین بیان کر آئی ہین - پانچوین مسلمنا کہ اس لفظ سے جو ہدایۃ الشیعہ مین مذکور ہے، تمام مسلمان مراد ہین اور یہہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جب آپکے اکابر علماء نے بہی سب مسلمانونکا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتہہ تسلیم کرلیا باوجودیکہ آپکے اصول مذہب اور نصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو پہر آپ ہدایۃ الشیعہ کے مخالف کو کس منہہ سے کہہ سکتے ہین آیات بینات صفحہ ۴۸۴ پر لکہا ہے - رہا یہہ امر کہ سب مسلمانون نے جو اوسوقت حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی باقرار علماء شیعہ ثابت ہے جیساکہ شریف مرتضی کے قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کے مجلد فتن مین منقول ہے اور جیساکہ ترجمہ مجتہد صاحب نے باین الفاظ کیا ہے جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با و سکون و طمینان بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالفت او بدعت کنندہ و خارج اسلام است - پس جب آپکے علماء نے باوجود منافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کرنیکو تسلیم کرلیا تو اگر اہلسنت نے ایسا کیا تو کیا بعید ہے کہ اونکا عین مذہب ہے اور مخالف کا جواب جو آپ دیوین وہی ہماری طرفسے قبول فرماوین - چہٹی بطور تنزل کے آپکے اہل قاعدہ کے موافق ہم یہہ بہی کہہ سکتے ہین کہ الزام اپنی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہین - پس اوس تعارض کا الزام ہدایۃ الشیعہ کی عبارت پر نہین ہوسکتا - قال الفاضل المجیب - قولہ - سعد انفرص محال کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تخالف اس سے کچھہ کم ہے جو انہون نے بجواب آیت فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے فرمایا اور اوسکی نسبت بکمال افتخار فرمایا ہی

کہ چون این سخن بگوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از آن جان ایشان برسید او رصاحب تعلیب المکائد نے اپنی کتاب مین سپر انداز کیا ہی قاضی صاحب فرماتے مین آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان ما رضوان اللہ علیہ افادہ فرمودہ کہ خدا تعالے در پیچ جاکہ ارادہ ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ انتہی منقول از آیات بینات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمایئے کہ قاضی صاحب نے کیسی افتخار کے ساتھہ تعصب مین آکر کیا بے اصل دعوی مخالف قرآن کے فرمایا ہے اور وہ صنیع ہے کہ اسمین حضرت قاضی صاحب ہی کیطرف تعصب و تخالف کا الزام نہین بلکہ قاضی صاحب نے بوفور کرم اپنے بزرگونکو بھی اسمین شریک فرمایا ہے - فاعتبروا یا اولی الایمان -
اقول - سبحان اللہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دعوی کو اس سے کیا نسبت - اسمین اور اسمین زمین آسمان کا فرق ہے کہان وہ امر واقعی اور کہان یہہ گول مول بات جو بالکل بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپکے میر مہدی صاحب کا مایہ علم و تدین بخوبی واضح ہے اور وہ یہہ ہی مقام ہے کہ جسکا ہم سابق مین وعدہ کر آئے مین ان حضرات پر تو کچھ افسوس نہین کیونکہ وہ ایک اہل علاقہ ہین مدت تک سرکاری نوکری مین تو مل رہا اور علم کیطرف توجہ نہ ہی - مگر حضرت مجیب اللبیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعوی علم و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بینات کو غور سے ملاحظہ نفرمایا - اور اپنے علم و فہم سے کام نلیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چپڑی باتوںمین آگئے - یہہ تو فارسی عبارت ہے اسجگہ حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارۂ عربیہ کے ترجمہ مین فرماتے ہین ہندی و فارسی خوان کے سامنے بھی پیش نجائیگی - حضرت جوش تعصب اسکو کہتے ہین اور ہٹ دھرمی و حق پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سر و پا دعوی کیا کہ جو عبارت اپنے دعوی کے ثبوت مین نقل فرمائی اسمین اوسکا نشان تک نہین ہے بلکہ ایسا بلکہ ہے آپ قیاس کر سکتے ہین کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابون کے دیئے ہین انمین کیا

کچہہ تصرف کیا ہوگا - اگرچہ آپکا دعوی تعصب وتخالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اسی عبارت سے جو آپنے نقل فرمائی رد و باطل ہے - تعجب و افسوس ہے کہ آپنے عبارت نقل کرتے وقت اسکے الفاظ کے معنے سمجھنے پر توجہ نفرمائی - اور محض جوش تعصب مین آکر اپنے دعوی کے مخالف عبارت نقل کردی یقول العبد الفقیر اسلے مولاہ الغنی یہہ عبارت بطور توطیہ و تمہید کے لکھی گئے ہے - اسمین جسقدر آپنے لن ترانیان فرمائی ہین اونکی حقیقت قول آئندہ مین بخوبی منکشف ہوجائیگی - اسواسطے ہمکو کچہہ مناسب نہین معلوم ہوتا کہ اس کے جواب مین تطویل لاطائل اور تضییع اوقات لاحاصل کرین - ہماری میر مہدی صاحب کی چالاکی اور دیانت اور ہٹ دہرمی وحق پوشی وجوش تعصب اور پایہ علم و تدین - اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکی قاضی صاحب کا صدق دعوی اور علم و انصاف اور اس دعوی کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا سب کچہہ واضح ہوجائیگا - **قوله** مگر توضیحاً للمرام ہم آیات بینات کے ہی عبارت منقولہ لکھتے ہین اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والون سے انصاف کے خواہان ہین بعد نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کرکے اوسکا جواب گذارش کرتے ہین - وہو ہذہ آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشائخ ما رضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدای تعالے ہرگز در ہیچ جائی کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمودہ

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و در آیت دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وچون با آنحضرت غیر از ابوبکر در غار نبود لاجرم خدای تعالے آنحضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت و او را بآن مخصوص گردانید و با ابوبکر شرکت نداد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا پس اگر

ابوبکر مومن می بود بایستی کہ خدای تعالے درین آیت او را جاری مجری مومنان می نمود در
عموم سکینہ داخل می فرمود۔ اسلئے قولہ بنا براین نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد۔ والیضاً نص قرآنی ابا دارد ازانکہ در آیت
غار سکینہ بر غیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہہ عبارت ہی جو آیات بینات
والے نے اپنے رسالہ مین نقل کی ہے۔ آپکے مہدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے
ہین اسکو ملاحظ فرمایئے۔ اور انصاف سے کہیے کہ کونسے الفاظ عبارت مذکورہ کے انکی خلاصہ
دلالت کرتی ہے آپکے مہدی صاحب فرماتے مین۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہہ ہے کہ خدا نے
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ
فقط مومنین پر تسلی نازل نہین کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار مین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اسلیے کہ اگر
باایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا انپر بھی تسلی نازل کرتا انتہی بقدر الحاجۃ
حضرت مجیب لور اور حضرات اہل انصاف فرماوین اور بتلاوین کہ یہہ خلاصہ کن الفاظ سے
عبارت کے نکلتا ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اول رسول پر
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہہ ہے کہ خدا تعالے ہرگز در ہیچ جائی
کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ انزال سکینہ نہ نمودہ الا آنکہ نزول آن شامل جمیع ایشان
داشتہ الخ۔ اسکا مطلب یہہ ہے کہ خداوند تعالے نے کبھی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سے بھی
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی مین تسلی نازل نہین فرمائی۔ مگر یہہ کہ اوسکی نزول کو
سبکی شامل رکھا ہی چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتین لکھی مین وہ اسی مطلب پر دال
ہین سے یہہ کہان ہے جہان خدا نے تسلی مومنین پر نازل کی تو وہان اول رسول پر
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ **اقول** خلاصہ اس ساری تطویل لاطائل اور طومار
لاحاصل کا یہہ ہے۔ کہ مولانا سید مہدی علی صاحب سلمہ نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اوسمین انہون نے لکہا ہے - خلاصہ اس ساری تقریر کا یہہ ہے کہ خدا نے
جہان کہین تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر
تو یہہ جو انہون نے لکہا ہے کہ اول رسول پر اور بعدہ مومنین پر یہہ غلط ہے - اور اسکو
چالاکی قرار دیا ہے اور اسکو جوش تعصب ٹہرایا ہے اور اسکو بے دیانتی اور ہٹ دہرمی اور
حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے - اب ہم انصاف سے خواہان ہین کہ للہ ذرا توجہ کرکے ہمین
فرماوین کہ سید مہدی علی نے یہہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکہا یا مخالف اور یہہ
انکی چالاکی اور بددیانتی اور حق پوشی یا انکی متانت اور دیانت اور حق گوئی - اصل
یہہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہہ خوب سمجہہ لیا تہا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب
سے رفع نہین ہو سکتا تو ایسی ہی جوش وخروش اور گیدڑ بہبکیون کا منہ نکالو - پس
اب اسکا جواب سنیے - اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہین کہ جہان
رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہان سبکے سب استحقاق نزول سکینہ مین
برابر ہین اور سبکے اوپر بالاصالہ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہہ کہ نزول سکینہ کا رسول
پر اولاً اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً وبالعرض ہے - اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے
جو آپکا جواب دیا اسمین بیجا اور اگر اول ہے تو یہہ امر بالکل باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی مین جب
رسول اور مومنین سب شامل ہون تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی
رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو پیچہے - اور اگر مومنین کو بہی بالذات
حاصل ہو تو مساوات لازم آوے - دوسری یہہ کہ ہم کہتے ہین کہ یہہ اولیت و ثانویت نظم قرآنی
سے بہی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ مین - علی رسولہ وعلی المومنین - واقع
اور اسمین اول تو رسول کو جو بالاتفاق افضل اور ارجح ہے مقدم کیا دوسری یہہ کہ رسول کو اپنے
ضمیر کیطرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر دال ہے - تیسری یہہ کہ سکینہ کو
اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو بہی اپنے ضمیر کیطرف مضاف کیا

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور اسمین کوئی اوسکا شریک نہین ہے - چوتھی یہہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جار کے دال تبعیت پر ہے غرض اس مجموعہ سے صاف سمجھہ مین آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیساکہ صلوۃ مین بھی یہہ ہی امر معہود ہے - تیسری یہہ کہ اس عبارت مین جو آپکے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکہا ہے - کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی مین ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے اسپر دال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت مین یہہ تشریف تکریم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہاگی تو حق یہہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اوسکی بالتبع مومنین بھی اوسمین شامل ہون چوتھی یہہ کہ اگر بلیہ بیت ثانویت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہین ہوتی اور یہہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو تقویت ہوئی اور کیا یہہ دیانتی اور حق پوشی اور جوش تعصب ہوا جسپر آپنے یہہ غل شور مچا رکہا ہے - اور اگر قطع نظر الیسا د ثانویت کے یہہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالے نے جہان تسلی مومنین پہ نازل فرمائی - تو وہان رسول اور مومنین پر سب پر تسلی نازل فرمائی - اور حاصل اعتراض یہہ ہو کہ نزول تسلی کا مومنین پر شمول تسلی کو جو باہم استلزام بیان کیا گیا ہی یہہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہین تو یہہ خود آپکی ہی خوش فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہین سمجھی تو ستر سے صاحب کی عبارت سے بخوبی یہہ مضمون ثابت ہے وہ فرماتے ہین - خدای تعالے ہرگز در ہیچ جائی کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود - الا آنکہ نزول آن را شامل جمیع ایشان داشتہ - حاصل اسکا یہہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالے نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک بھی اہل ایمان سے تہا تو وہان نزول سکینہ مین سب کو شامل فرمایا - تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ اون مواضع مذکورہ مین نزول تسلی مومنین پر مستلزم شمول تسلی کو ہی - بلکہ ایک دوسرا قضیہ بہی ثابت
ہوتا ہے وہ یہہ کہ اون مواقع مین نزول تسلی رسول پر مستلزم شمول کو ہی اور حاصل دونو قضیونکا یہہ ہوا
کہ نزول تسلی مومنین پر مستلزم نزول تسلی کو رسول پر ہے - اور نزول تسلی رسول پر مستلزم
نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہہ ہے کہ اون مواقع مین
اگر مثلاً قضیہ اولے صادق نہ آوی یعنے نزول تسلی کا مومنین پر ہو اور رسول پر نہو تو صریح
شمول باطل ہوگا اور اصل دعوی قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا
تو دعوی درمیان نزول اور شمول کے اون مواقع مین تلازم کا ہی اور یہان انفراد ہو گیا
اور یہہ امر بہی ظاہر ہے کہ خدا تعالے نے جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی
موقع ہے کہ رسول بہی وہان موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہین آتا - کہ نزول سکینہ کا
مومنین پر اوس موقع مین بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھہ نہو تو اس سے ثابت ہے
کہ جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہان رسول پر بہی نازل فرمائی یہہ صحیح خلاصہ ہی
اسکی قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے مین کسی قسم کا تردد نہین ہے اور یہہ مضمون جو
قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہے صریح غلط ہے - غرضکہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی
غلط اور مخالف قرآن ہونے مین کچھہ شک و شبہہ نہین ہو سکتا ہی کیونکہ اسقدر مطلب کو تو
اب بہی تسلیم فرماتے ہین - چنانچہ آپنے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہہ ہے خداوند تعالے نے
کبہی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سے بہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی ہین تسلی نازل
نہین فرمائی مگر یہہ کہ اوسکی نزول کو سب کے شامل رکہا ہے انتہی تو ہم بموجب اسی آپکی تسلیم
کے پوچھتے ہین کہ یہہ جو دو موقع ابتداء سورۂ فتح مین مذکور ہین - هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ اور لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ کہ جنمین خاص تسلی

---

[1] وہی ہے جسنے اوتاری تسکین بیچ دلون ایمان والونکی تو کہ بڑہ جاوین ایمان مین ساتہہ ایمان اپنے کے ۱۲ [2] بتحقیق راضی ہوا اللہ ... [illegible] - ۱۱

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اسمین شامل نہین کیا ان دونو موقعوں مین آپکے قاضی صاحب کا
یہہ قول جائیکہ کہ یہے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند صادق آتا ہے یا نہین اور ظاہر ہے
کہ ان دونو موقعون مین صحابہ مصاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اور نزول سکینہ کا بھی
اسجگہ ہے اور آپکے قاضی صاحب ایسے مواقع مین شمول کو واجب اور اوکد فرماتے ہین۔ تو
اب دیکہنا چاہیئے کہ موافق قول آپکے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسول اور مومنین میں ہے یا
مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کہولکر جو دیکہتے ہین تو اسمین تو مخالف دعویٰ
قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتہہ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب
کی تکذیب کرتا ہے یا یون کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول ہین قرآن کی تکذیب فرماتے ہین
تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی بہی قاضی صاحب کا دعوی غلط اور مخالف قرآن کے ہے
جو اوہون نے جوش تعصب مین اگر بدون اسکے کہ قرآن کو دیکہین لکہدیا اب آپ چاہتے ہین کہ
چند خرافات سے اس الزام کو اونکے لوح جبین تحریر سے مٹا کرین تو بہلا یہہ کب ممکن ہے قولہ
بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمتہ تو یہہ فرماتے ہین کہ جہان رسول پر تسلی نازل کی ہے
اور مومنین بھی رسول کے ساتہہ ہوئی ہیں تو مومنین کو بہی اس تسلی ہین شامل کر لیا ہے
نہ کہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نکیا ہو اور آیت غار میں یہہ نہیں ہے
بلکہ رسول کا ہی ذکر فرماکر اللہ جل شانہ خاموش ہوگیا اقول حضرت مجیب اور اونکے
ہم مذہب اور اہل انصاف للہ انصاف فرمائین اور بتلائین کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب
سلمہ نے لکہا تہا غلط تہا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعوی کر آئے ہین تو یہہ جو ہمارے
فاضل مجیب نے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب لکہا ہے اوس عبارت کے کن لفظون سے
نکلتا ہے کہ خدا تعالے نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور وہان مومنین ہی ساتہہ
ہیں تو مومنین کو بہی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سید مہدی علی صاحب سلمہ کو دیتے ہین
اوسی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہہ مطلب جو آپنے قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہی تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت افسوس و تعجب ہے کہ سید مہدی علی صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کریں اور خود آپ اُسے قسم کے معنے بیان فرمائیں اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا اسکے اور بعد اسکے قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد ہیں۔ اول اوس موقع کا ہونا کہ جس مین رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سبکو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہین چنانچہ لفظ شمول سے یہی سمجھ میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہان رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہم کہنا اور یہہ کہنا کہ یہان رسول پر بھی نازل کی وہان مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور اگر وہ غلط ہے تو یہہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شوستری صاحب کا قرآن سے سو وہ ظاہر ہے کہ ہر دو امرین اولین ہر دو آیات سورہ فتح مین موجود ہین اور شمول نہین پایا جاتا۔ نزول سکینہ کا صریح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبداہتہ مفہوم ہوتا ہے اور عدم شمول بھی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح ناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہہ بھی جناب کو رسائل منطق سے معلوم ہوگا منفصلہ لزومیہ منفیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد مین صدق ہو جب اوسکا صدق متحقق ہوگا اور اُسکے کذب کے لئے یہہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد مین کذب متحقق ہو اور سوقت قضیہ کاذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کاذب ہوگا۔ پس یہہ

قضیہ کلیہ جو آپکے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز در ہیچ جا الخ چونکہ اونکے نزدیک اسکی
یہہ سب دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تہا اسلیے اونہون نے حکم کلی فرما دیا اور یہہ اونکو
معلوم نہوا کہ اسکی جزئیات اور بہی ہین جہان یہہ حکم متحقق نہین ہے اگر کلیہ حکم کیا جاویگا
تو کاذب ہوگا ۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھہ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف
مین ذکر نزول سکینہ کا کہان کہان پر ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر کرنا بیجا ہی خیر
قوله اور جیسا کہ جناب باری عز اسمہ نے اور جگہ فرمایا ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یہان بہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ مین شامل
کرنا منظور ہوتا تو فرماتا ۔ کہ علیہ وعلی صاحبہ یا علیہما وغیرہ ۔ اور جبکہ حق تعالے نے ایسا
نہین فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے **اقول**
اول خطا آپکے قاضی صاحب اور انکے اتباع کی یہہ تہے کہ اوس قضیہ کو جو پہلے مذکور ہوا
ہرگز در ہیچ جا الخ ۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا سراسر غلط تہا ۔ دوسری خطا
یہہ ہوئی ۔ کہ اوس قضیہ کو ایک محتمل مین متعین لکہا اور یہہ معنے بیان کیے ۔ کہ خدا تعالے نے
جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہان مومنین سے بہی کوئی ہمراہ تہا ۔ تو وہان اوسکو نزول کے
سبکو شامل فرمایا حالانکہ یہہ تعیین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے
جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی اور وہان رسول بہی تھے تو وہان اوسکے نزول کو
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہہ ہوئے کہ آیت غار مین اول تو اپنی خوش فہمی سے
یہہ سمجھہ لیا کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے ضمیر حضرت کیطرف راجع ہے اور پہر اس فاسد
بنا پر یہہ مقدمہ فاسدہ متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اوسکا
بہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہہ نہین کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے
آپکے ہمراہ نہین تہا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہین تھے اونکا بنا کل
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے ۔ آپکا خصم یہہ کہتا ہے کہ آیت غار مین خدا تعالے نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اوسکا منزل علیہ صرف ابوبکر صدیق رضہ ہے اور یہہ اوس تسمیل سے جیساکہ
خداوند تعالے نے سورہ فتح مین ارشاد فرمایا ھوالذی ہے انزل السکینۃ فی قلوب المومنین
اور فانزل السکینۃ علیہم اور وہان نزول کو مومنین کے ساتھہ مخصوص فرمایا ہے
اور اونکی ساتھہ رسول کا ذکر نہین کیا ایسا ہی آیت غار مین بھی رسول کا ذکر نہین کیا اور سکینہ کو
مخصوص یار غار کے ساتھہ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم بھی ایک قاعدہ کلیہ بمقابلہ قاعدہ
کلیہ آپکے قاضی صاحب کے لکھتے ہین۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خواہان ہین۔ وہی ہذہ
خداوند تعالے جائیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز در ہیچ جا نزول آنرا
بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنے رسول را بلفظ رسولہ کہ دال بر کمال بزرگی
وتعظیم ونہایت علو تکریم ست تعبیر فرمود لیکن جائیکہ نزول سکینہ بر مومنین بیان
فرمود۔ گاہی انہا را بلفظ مومنین تعبیر فرمود چنانچہ وعلی المومنین و فی قلوب المومنین۔
وگاہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فانزل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار
بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نرفتی بلکہ بلفظ رسولہ تعبیر
شدی ولیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابوبکر صدیق بود و در آن گنجایش ضمیر
ہم بود لہذا بر ضمیر اکتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی آنکھین کھولکر دیکھین
کہ یہہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپکے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد
فرمایا ہے۔ بعد اسکی مثل آپکے قاضی صاحب کے ہم بھی کہہ سکتے ہین۔ و چون این سخن
گوش ناصبیان خواہند شنید باعث حیرت ایشان خواہد گردید و در حیلہ خلاصی ازان جان
ایشان بلب خواہد رسید۔ تو اب فرمایئے کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہے یا آپ کے
قاضی صاحب کا۔ **قولہ** اور شیعون نے یہہ امر بدلائل قاطع ثابت کردیا ہے
کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پھرتی ہے نہ کسی غیر کے۔ **اقول** سبحان اللہ
آجتک حضرات شیعہ سے اپنا اصول مذہب تو دلائل قاطعہ سے ثابت ہو ہی نہین سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجع ضمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کر ینگے امامت کا
اصول دین میں سے ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کریں ائمہ کی عصمت اور انکی انبیا پر تفضیلت وغیرہ یہ
سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے - مگر یہہ ایسا دعوی ہے
جیساکہ آپکے سید مرتضی کا کہ وہ فروعات فقہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے
ثابت ہیں - حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے اُنکے تکذیب کی ہے ایساہی آپ بہی دلائل قاطعہ سے
ثبوت کے مدعی ہیں - پس ایسے لغو دعوے کا جواب جنپر کوئی دلیل قائم نہو بجز سکوت کے
اور کچھ نہیں - قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہہ دعوے کہ چون
این سخن را گوش ناصبان شنید - الخ - نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹہیک ہے ورنہ
شیعوں کا دعوی اتنی مدت کا بدون جواب باقی نرہ جاتا - اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے
تو اب جواب دیں اقول جناب میر صاحب ایسے مہملات و خرافات کے جواب میں کسی
عاقل کو بھی تردد نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو - ہاں اگر جملہ باعث
حیرت الیشان گردید سے مراد لیجاوے کہ اہل سنت کو اس معنے کر حیرت ہے کہ یہہ بات
بہی کیا اس قابل ہے کہ عقلا کے زبان سے نکلے اور کیا اس لایق ہے کہ اسپر ناز و افتخار
کیا جائے تو البتہ بجا ہے پہر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعوں کا
یہہ دعوی الخ - اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف اسپر ادریں کہیں شاید یہہ بہی اونہیں
دلائل قاطعہ سے ہے جنکا ذکر اوپر فرمایا تہا حضرت اگر یہہ دعوی بالفرض بے جواب
باقی ہو تو کیا یہہ کچھ مستبعد ہے کہ بدیہی غلط اور واہی ہونیکی وجہ سے اسپر التفات نکیا گیا ہو
رہا یہہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہاں ہیں سو بحمد اللہ ہم اسکا
ابطال اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر ہمت و جرائت ہے تو جواب دیں اور اگر اس سے
تسلی خاطر نہو اور بہی ہوس ہو تو اور بھی لیجیے وہ یہہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور بر خلاف واقع اور
مخالف قرآن ہونیکے یہہ دعوی بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کر لین کہ اس عبارت کا مطلب یہہ ہی ہے
کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہان مومنین سے بہی کوئی ہمراہ تہا تو سب کے شامل
کی اور حضرت کو منفرد نہین کیا اور یہہ سوائے دو جگہ کے واقع نہین ہوا تو اس سے یہہ نتیجہ
نکالنا کہ خداوند تعالے پر یہہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہین اسکے خلاف نہین فرمائیگا سراسر اہمال
اور خرافات ہے کیونکہ اسکی لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہین دلالت کرتی یہہ محض جناب قاضی صاحب
کے وساوس و تخیلات ہین جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہین اگر کوئی دلیل اسپر دلالت کرتی
تہی تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر انہون نے نہین بیان فرمائی اب
اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجیے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یون ہی ایک دعوی بلا دلیل
پر افتخار و ناز فرمانا شان عقلا نہین ہے اور عجب ہے کہ ہم تسلیم کر لین کہ جو مطلب ہماری
مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہی ورنہ فی الحقیقت یہہ ہی
غلط ہے چنانچہ ہم ابحاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کرائی ہین پس جسطرح دل چاہے
ہمسے گفتگو کر لین ہم ہر طرح تحریراً و تقریراً حاضر ہین **قولہ** آپکا یہ فرمانا کہ تعصب مین آکر
کیسا بے اصل دعوی مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بیجائے خود نہین۔ بلکہ آپ نے
جوش تعصب مین آکر ایسا لکہا ہے اور اس سے بڑہکر جوش تعصب اور کیا ہوگا کہ بدون سمجھے عبارت
نقل کردی **اقول** اہل عقل و انصاف سمجہ سکتے ہین کہ آپکے قاضی صاحب نے جوش
تعصب میں آکر مخالف قرآن شریف کے دعوی کیا یا ہمنے جوش تعصب سے اس دعوی کے
نسبت ایسا کہا اور یہہ بہی معلوم کر سکتے ہین کہ ہمنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہی یا آپنے
بے سمجھے عبارت کی توجیہہ فرمائی۔ ہم کچھ نہین کہتے بجز اسکے کہ کسیکی سامنے اہل انصاف مین سے
یہہ عبارت رکہہ دیجیے اور تماشا دیکھ لیجیے **قولہ** حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب
مین نہین آئے اور نہ بے اصل دعوی معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا بلکہ ایک امر واقعی مدلل
بآیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعوی بے دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعوی مین سچے ہین تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ
کی اس دعوے کو رد فرمائیے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب معتبرہ سے ایسی
نقل فرمائیے کہ جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہٗ تسلی نازل فرمائی ہو
اور رسول کے ہمراہ مومنین بھی ہون تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین کو شامل
نفرمایا ہو۔ **اقول** ہم بدلائل ثابت کرچکے ہین کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعوی خلاف
واقع مخالف قرآن محض جوش تعصب سے ناشی ہے اور اسکو بخوبی رد کردیا ہے آپ ملاحظہ
فرمائین ابطال کے واسطے یہہ کچھہ ضرور نہین کہ ایک ہی طرح پر کیا جاوے۔ ہان جب آپ
اس دعوی کو واقعی اور مدلل بآیات قرآنی تصور فرماتے مین تو امید ہے کہ ہماری دعوی کو
بھی واقعی اور مدلل بآیات قرآنی سمجھینگے اور اگر آپکو اسمین کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے
اور ثابت کیجیے کہ خداتعالے نے کہین رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسولہ سے تعبیر فرمایا
ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو **قولہ** یہہ حضرات اہلسنت کی ہی جرأت ہے کہ یہ اہل
دعوی کرتے مین اور فخر فرماتے ہین کمال دلیری اور بے باکی یہہ ہے کہ جو عبارت سند نقل کرتے
مین اوسکا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشتے ہین اور صبغۃ اللہ زادہ
افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہین نہ خدا و رسول سے ڈرتے ہین نہ اسکی
شرم کرتے ہین کہ دیکھنے والا جسکو خدا نے کچھہ بھی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کہیگا یہہ حال ہی
ان حضرات کا فاعتبروا یا اولی الایمان۔ آپکے مہدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد مین
لکھا ہے چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہین کیا تو سب بناء فاسد علی الفاسد ہے **اقول** ایسے
کذبات اور خرافات کا جواب بس یہہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را جزا باشد دروغی
ہم کہین کہ آپ سچ فرماتے ہین۔ باقی آپکے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھہ نہین دیتے
قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ قولہ ہمارے مقابلہ مین جو عبارت تحریر فرمادین الخ جناب
مخاطب کا اس سے مقصود صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہین حضرات شیعہ کی

کتب نایاب ہین بڑے بڑے شہرون مین بھی دستیاب نہین ہوتی اور اگر کہین حضرات شیعہ کے
ہان ہین تو اہلسنت کو وہانتک دسترس اور انکا حصول ممکن نہین چنانچہ ایک شخص حضرات شیعہ
مین سے میری بھی عنایت فرما ہین اگر مین یا کوئی اہلسنت جسپر احتمال ہو مناظرہ دانی کا ہو
انکی مذہبی کتاب انسے طلب کرتا ہے تو مونھہ چراجاتے ہین - حالانکہ ہماری ہر قسم کے
کتابین انکی استعمال مین رہتی ہین تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ نہ اصل کتاب ہاتھہ آیگی
نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلا دقت میدان مناظرہ ہاتھہ آیگا اسلیے ضروری ہوا
کہ آپنے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ مین بعض حوالے درست نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض
حوالے بلکہ اکثر درست ہین تو جسوقت استدلال مین وہ حوالے مذکور ہون جو درست نہین انکے او
نسبت صاف کہنا چاہیے کہ یہہ حوالہ درست نہین کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی
تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ہان اصل کتاب سے اوسکا اثبات اوسوقت ضروری ہوگا جسوقت
آپ صاف انکار فرماوینگے - اور یہہ کہینگے کہ یہہ روایت ہمارے یہان نہین ہے - اقول
حضرت مجیب نے جو کچھہ اس قول مین فرمایا ہے عام اہلسنت یہہ ہی بے اصل دعوی کرتے ہین
اگر یہہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہین تو آپکے خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو
حوالے نقل فرمائی ہین وہ کہان سے نقل فرمائی ہین - بلکہ واقعی امر یہہ ہے کہ اہلسنت ہماری
کتابونکا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر مین رکھنا گناہ سمجھتے ہین ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپکر
شائع ہوگئی ہین اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائین کہ فہرست کتب
مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیجکر طلب فرماوین اور اس بے اصل دعوی سے
باز آئین - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - اگرچہ اس قول مین کوئی امر
قابل بحث وجواب نہ تھا تاہم اسقدر گذارش ضرور ہے کہ اگر آپکی کتب معتبرہ نایاب نہین ہین اور
ہر جگہ ملتی ہین اور چھپکر شائع ہوگئی ہین تو یہہ فرمائیے کہ قطع نظر اور کتابونسے آپکا قرآن جو جناب
امیر نے تالیف وجمع فرمایا اور ائمہ کے پاس یکے بعد دیگرے متوارث چلا آیا - اور آخر کو

غائب رہی ہین امام زمان کے ساتھہ مختفی ہوا کوئی دفعہ کسیوقت چھپکر شائع ہوا ہے۔ یا نہیں بعض
چھوٹے دیکھو سلے ہین نہ کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ ائمہ کے پاس متوارث
آکر غائب ہو رہی ہین مختفی ہوا علاوہ ازین آپکی اصول اربعہ کتنی دفعہ چھپکر شائع ہو چکی ہین پس
اسی سے شیوع کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہندین کلینی ابھی صرف نولکشور نے چھاپی ہے۔ یہہ بہ
استبصار من لایحضر ہماری دانست مین ہندوستان مین تو چھپی نہین ایران کی ہمکو خبر نہین پس جب
اصول کا یہہ حال ہے تو اور علوم کی کتابونکا کیا حال ہوگا۔ اور اگر چند کتابین جو جوابات اہلسنت مین
تالیف ہوئی اور چھپ گئے تو انکے شیوع سے یہہ نہین کہا جا سکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے
اور نیز اگر اہلسنت مین سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتابین بہم پہونچ گئی تو یہہ بھی دلیل
شیوع کی نہین ہو سکتی۔ آپکی کتابون کے دیکھنے کا شوق اسوقت تک ہی جبتک کہ آپ سے
مناظرہ ہے سو اسکے لئے کسیقدر کتابین جمع بھی کی ہین اور کسیقدر جمع کرنیکا ارادہ بھی ہے لہذا
آپنے یہہ سلسلہ جاری رکھا پس اس عنایت کا شکر گذار ہون جو رسال فہرست کو آپ تجویز فرمایا
اور گذارش کرتا ہون کہ اگر مطبع جعفری اور ملک الکتاب اکھلان کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو اب بھی
عنایت فرمادین۔ متاخرین کے تصانیف مین سے آپکے قبلہ و کعبہ مجتہد صاحب کے عماد الاسلام
و ذوالفقار و حسام وغیرہ کا خیال ہے اور کتب متقدمین سے رسائل فضل بن شاذان و نسخہ سلیم
بن قیس ہلالی وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھہ ضرور
نہین کیونکہ اپنے مذہب کے صحت اور آپکے مذہب کے فساد مین کچھہ شک و شبہ نہین ہے جو کسی
امر کی تحقیق کی ضرورت ہو۔ **قولہ** یہہ حکایت جو لکھی ہے شاید صحیح ہو مگر یہہ کیا ضرور ہے
کہ وہ اسی غرض سے ہو جو حضرت مجیب سمجھے ہین مذہبی ہون شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی
شہر مین ایک سید صاحب ہین اور انکے پاس ذرا ایک کتب احادیث ہین وہ ہمکو بھی گھر لیجا کر
نہین دیتے اور یہہ عذر کرتے ہین کہ میری چند کتابین نہایت عمدہ جو شوق سے خریدی تھین
بعض حضرات لیگئے اور پھر واپس نہ دین جب سے مین نے عہد کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مانگے مین کتاب

ہرگز نہ دونگا ہان میرے مکان پر اگر جو شخص چاہے خواہ سنی ہو خواہ شیعہ مطالعہ کرے یا عبارت نقل کر لیجائے
بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کرونگا تو کیون نہین جائز ہے کہ وہ صاحب بھی جنکا ذکر حضرت مجیب نے
کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سبب سے نہ دیتے ہون ۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر مین
ایک کتاب سے جو ہمکو اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہونچی لہذا اسکو ہم بکمال شکر گذاری کے
ساتھہ لکھتے ہین اور اسیواسطے ہم اپنے فاضل مجیب کے احتمالات کا جواب جو بمقتضاء ع فکر ہر کس
بقدر ہمت اوست ؎ ناشی ہوئی ہین یا ہم کچھہ جواب نہین لکھتے **قوله** معہذا فن مناظرہ کی
اصول مین یہہ داخل نہین کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے
کہ جسطرح ممکن ہو خود یہہ سامان بہم پہونچائے **اقول** بہت درست ہے ہم بھی اسکا انکار نہین
کرتے ۔ لیکن یہہ جب ہے کہ تحقیق حق مدنظر نہو اور جب تحقیق حق مدنظر ہو جیسا کہ آپ کے مدعی ہین
تو پھر یہہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے ۔ **قوله** میری اصلی غرض جو حضرت سمجھتے ہین وہ ہرگز
نہتھی بلکہ صرف مطلب یہہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اوسکے ردوبدل مین وقت ضایع ہو **اقول**
اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو ردوبدل کیا اصل کتاب مین جب نہ پایا تو کہدیا کہ یہہ حوالہ غلط ہے
خصم یا اوسکو ثابت کریگا ورنہ غلطی تسلیم کریگا لیکن تغلیط بھی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہے
کہ بدون اصل کتاب کے مطابق کیے قرائن پر لحاظ کرکے تغلیط کردی اور یہہ تغلیط ایسی ہے
کہ اسمین خود ردوبدل کی گنجائش ہے یا یہہ کہ قطعی طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب
مطابق کرکے جب نہ پایا تو تغلیط کردی چنانچہ ہمنے لفظ سقیمۃ العرب کے تغلیط کی ہے تو ایسی
تغلیط قابل اعتبار ہے اور اسمین ردوبدل کچھہ نہین ہوسکتا ہے **قوله** میدان مناظرہ
بفضل الٰہی ہر طرح ہمارے ہاتھہ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود
دیکھکر لکھئے **اقول** باطلست آنچہ مدعی گوید ۔ **قوله** معہذا ہم منصف ہین آپکا یہہ
فرمانا کہ جسوقت استدلال مین حوالے مذکور ہون جو درست نہین ۔ الخ ۔ بہت درست ہے
اور ہم بسر وچشم قبول کرتے ہین بلکہ اس لکھنے سے یہہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کرلین

اقول - ع - عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت ست - مرزا نسبح ہی اگر آدمی ہزار جگہ اپنے
مذہب کے بیبنت کے لیے حق پوشی اور ہٹ دہرمی کرے - مگر ایک جگہ حق قبول کرے - تو
اوسکو منصف نہین کہا جا سکتا - بہرکیف واجبی امر کی تسلیم مین ہمکو کچھہ چون وچرا نہین ہے
قال الفاضل المجیب قولہ - قول صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہین الخ
جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بایں طمطراق فخر ہے اعتبار رزنا ہے وہ تحقیقات
عند التحقیق خود غلط ہین - اقول - اسکے جواب مین نہایت ادب سے اپنا یہہ ہی مقولہ ہم بھی عرض
کرتے ہین چنانچہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعوی تعصب وتخالف ترانیان
شریف کے بیان مین کسیقدر سابق مین بیان ہوچکا ہے اگر حضرت مجیب بھی انصاف فرمائینگے تو معلوم ہو
جائیگا کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصد فخر ونازبہ ید اتحریر فرماتے ہین وہ تحقیقات
ہی واقعہ مین بجای خود نہین اور ہماری علمار کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت
بجا ودرست ہی - اب اس تحقیق کا حال ہی جو مجیب نے بصد ناز لکہی ہے ظاہر ہو لیجاتا ہے
انصاف شرط ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی قاضی نور اللہ صاحب
کی تخالف کا حال محقق ہوچکا باقی تحقیقات کا حال بہی معلوم ہوجائیگا اور یہہ کیا اصول
مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہوچکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری فاضل مجیب صرف کہتے ہی
فرماتے ہین کہ تحقیقات علمار کو بنظر انصاف دیکہین اور خود بدولت اسپر عمل نہین فرماتے - ہمنے تو
حکم سامی کی تعمیل کی - اور دعا یہہ ہے کہ خداوند تعالے آپکو بہی توفیق عطا فرماوی - قال
الفاضل المجیب - قولہ مشتی نمونہ خروار ہدیۂ نذر مین خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین
عبارت نہج البلاغت سی جو حضرت ابوبکر کی مدح مین جناب امیر نے فرمائی ہے استدلال کرکے
علمار شیعہ کیطرف سی جواب نقل کیے ہین منجملہ اونکی فرمایا ہے - عمدہ آن توجیہات نزد ایشان
آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف ومدائح شیخین الخ - اسکے جواب مین علامہ کنتوری نے
لکہا ہے کہ این اوعا کذب محض ست احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کتب تحقیق

بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج بہیچ یک از توجیہات نیست۔ اقول۔ حضرت آپکے خاتم المحدثین اس مقام پر ابتدا ہی سے راہ خلاف واقع کو چلی ہین اور دعوی کیا ہے کہ ہم نہج البلاغت سے نقل کرتے ہین اور جو عبارت نقل کی ہے اوسمین اپنی طرف سے بجای للّٰہ بلاد فلان للّٰہ بلاد ابی بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور مین بلکہ کسی روایت شیعہ مین بجای لفظ فلان لفظ ابی بکر نہین ہے طرفہ یہہ کہ پہر خود اقرار کرتے ہین کہ نہج البلاغت مین لفظ فلان ہے لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحفہ کی عبارت بجنسہ نقل کرتے ہین وہو ہذہ ومنہا ما اوردہ الرضی ایضًا فی نہج البلاغۃ عن امیر المومنین انہ قال للّٰہ بلاد ابی بکر فلقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللّٰہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لایہتدی فیہا الضال ویستیقن المہتدی۔ درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغت کہ شریف رضی ست برای حفظ مذہب خود تصرف کردہ لفظ ابو بکر را حذف نمودہ وبجای او لفظ فلان آوردہ تا اہلسنت تمسک نتوانند نمود الخ۔ ہم کہتے ہین کہ اگر آپکی خاتم المحدثین سچے تہے تو پہلی لفظ فلان نہج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بابی بکر کرتے پہر جو چاہتے فرماتے اب اونکی تحریف تو خود اونکی ہی زبان سے ثابت ہوگئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ کی تحریف پس حسب داب مناظرہ اگر کسی کتاب شیعہ سے اس روایت مین لفظ ابی بکر نقل کرتے اور پہر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اوسی کتاب سے ثابت کرتے اوسوقت البتہ تحریف جناب سید ثابت ہوتی واذ لیس فلیس۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین مدعی تحریف ہین تو اونکو اثبات اپنے دعوی کا لازم ہے اور ہمکو محض منع کافی ہے کما تقرر فی علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر اسلم مولاہ المتقی۔ ای دانش و انصاف سے التماس ہے کہ للّٰہ ذرا متوجہ ہو کر اس بحث کو شیعہ اور علماء سنتوری اور انکی اولیاء و توابع کا مرتبہ علم و پایہ انصاف ملاحظہ فرمائین۔ کہ اول حضرت کنتوری نے کسقدر تبحر علمی اور تدین ظاہر فرمایا اور بعد اوسکے اونکی توابع معتقد نے کیسا دیانت و انصاف کا خون کر دیا ہے

[illegible]

ہمنے اون علماء شیعہ کی تحقیقات کے تغلیط مین جنھون نے تحفہ کے جوابات لکھے ہین بطور تمثیل
علامہ کنتوری کے تحقیق پیش کی تہی جس سے حوالہ کا بہی غلط ہونا ثابت تہا مدعا اسکا یہہ
تہا کہ جو جوابات خطبہ للہ بلاد فلان کی شیعہ کیطرف سے تحفہ مین نقل ہوئی ہین انمین صاحب تحفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے عمدہ آن توجیہات بروایات ثقات کہ اصحاب گاہ گاہ در اوصاف
و مدائح شیخین بنا بر استجلاب قلوب ناس الخ اسکے جواب مین علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا کہ
ادعا کذب محض ست الخ اب اس دعوی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کنتوری
صاحب کے جواب سے صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدعی ہین کہ یہہ توجیہات
حضرات شیعہ کرتے ہین اور علامہ کنتوری اس حوالہ کی تکذیب کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ شاہ صاحب
کا یہہ دعوی اور یہہ حوالہ کذب محض ہے شیعہ نے یہہ توجیہات کی اور نہ انکو ان توجیہات
کی حاجت اور کہین فرماتے ہین - ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام
شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر ست یا عمر اور کہین فرماتے ہین ثبت اللہ ارکانہ العرش اول
این معنے باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد از آن باین
اوصاف اثبات حسن ابوبکر باید نمود - اور کسی قول کے جواب مین لکہتے ہین ہیچیک از امامیہ این
توجیہ نکردہ - غرض اس تمام بحث سے واضح ہے کہ علامہ کنتوری نہایت غلو کے ساتھ حضرت
خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالونکو غلط و تکذیب فرمارہے ہین کہ یہہ امور جو صاحب تحفہ
شیعہ کے طرف منسوب کرتے ہین محض کذب و دروغ ہے - ہمنے اوسپر آیات بینات منقول از
ازالۃ الغین عرض کیا کہ حضرات شیعہ کی تحقیقات کا حال یہہ ہے کہ رجما بالغیب حوالونکا انکار
کرتے ہین حالانکہ وہ سب امور انکے کتب معتبرہ مین موجود ہین چنانچہ وہ سب امور جنکا انکار
بڑی شد و مد سے آپکے علامہ کنتوری صاحب فرمارہے تہے وہ سب فاضل میثم کمال الدین
ابن میثم بحرانی کی شرح مین موجود ہین - پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب اپنے
حوالونمین سچے تہے اور آپکے علامہ کنتوری اونکی تکذیب مین کاذب - اب ہم اصل جواب کو

اونکی انصاف کی قسم دیکر پوچھتے ہین ۔ ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کرکے
فرماوین کہ اونہون نے اپنے علامہ کنتوری کیطرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو اون پر سے
کیونکر رفع کیا اور کیونکر ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب
کرنا کذب ہے فرمایا تو یہہ فرمایا کہ علامہ ابن میثم کا اپنی شرح مین یہہ امور ذکر کرنا بطور تنزل
بلکہ بطور استہزا و تمسخر کے ہے معلوم نہین کہ حضرت مجیب کا یہہ فرمانا بطور تمسخر ہے یا واقعی
اجی حضرت میر صاحب آپنے تو اپنے تمام دین کو ہی تمسخر بنا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر
تنگ کر دیا ۔ آپکے خصم نے آپسے ہی سیکہہ کر آپکے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ سے
جو کچہہ روایت کرتے ہین ۔ غالباً سب تمسخر ہے غدیر کا خطبہ اور تمام وصیتین سب تمسخر کو محتمل ہین
ہمیشہ آیت وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا کے معنے سوچا کرتے تھے سو آج آپکی بدولت
یہہ عقدہ حل ہوا ۔ اور خوب سمجہہ مین آگیا کہ دین کے ساتھہ استہزا اسطرح ہوتا ہی مگر تعجب یہہ ہے
کہ علامہ کنتوری کو یہہ توجیہہ نسوجہی اور اونسے تمام طور پر انکار کر دیا کہ چون ابو بکر در کتب شیعہ موجود
نیست ۔ اگر اونکو یہہ توجیہہ سوجہتی تو صاف انکار نفرماتے اور یہہ روز سیاہ جو آج اونکو اور
اونکی اتباع کو دیکہنا پڑا دیکہنا نصیب نہوتا ۔ بہرکیف جب یہہ امور کتب شیعہ مین موجود ہین
خواہ بطور تمسخر و استہزا ہین یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب کا اونکو شیعہ کیطرف منسوب
کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب اونہین کیطرف اولٹی پہر گئے اور تمسخر و استہزا سے
بجز تمسخر اون کے کچہہ سود ندیا رہا یہہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوی کیا ہی
کہ علامہ رضی نے اس خطبہ مین تحریف کی ہے کہ لفظ ابو بکر کا ہٹا اوسکی جگہ لفظ فلان بنا دیا ہے
اگرچہ یہہ بحث فیہ سے علیحدہ تہا کیونکہ ہمارا مقصود صرف حوالہ کے تکذیب کی بابت بحث تہی
نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجہکر اسکو چہیڑا ہے تو اسکا
بہی ثبوت لیجے ۔ علامہ متبحر ابن میثم کے اقرار سے ثابت ہی کہ ان اوصاف کا موصوف
اور ان مدائح کا ممدوح ابو بکر ہین یا عمر اور ظاہر ہے کہ یہہ تعریف و توصیف جناب امیر نے

بجنسہ نام مین فرمائے ہین کہ جہان صدہا آدمی تثلیث شیخین کے معتقد تھے تو ایسی موقع مین نام کو
کنایہ کرنا فہم مین نہین آتا ۔ کیونکہ ایسی موقع مین اگر برا کہتے تو البتہ نام سے کنایہ کرنی کی
ضرورت ہوتی اور جب مدح وثنا فرمارہے ہین تو نام سے کنایہ کرنے کی کیا ضرورت ہر شخص
جسکو تہوڑی سے بہی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہوگا وہ سمجھہ لیگا کہ ایسی موقع تعریف مین جہان
کسیکی اسقدر مبالغہ سے تعریف کرنے مقصود ہو اور ایسی لوگونمین جہان نام لینے مین کسی
قسم کا خوف نہو بلکہ نام لینے سی زیادہ مطلب برآری ہوتی ہو اجتلاب قلوب زیادہ حاصل
ہوتا ہو تو ایسے بہت ممدوح کے نام سے لفظ فلان کے ساتھہ کنایہ کرنا تمام کلام کو سراسر
لغو اور مہمل کر دیگا ۔ اور آپنے اور جگہ بہی مدح وتعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی کبیر
شرح مین لکھا ہے ۔ ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم الخ چنانچہ
ہم سابق مین بیان کر آئے ہین ۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جناب امیر نے بیشک ممدوح کا
نام لیکر توصیف فرمائی ہے لیکن پیچھے اسمین تصرف ہوا ہے ۔ اب رہا یہہ کہ کسی نے تصرف
کیا سو احتمال یہہ بہی ہے کہ یہہ شیخ رضی سے اوپر ہوا ہو ۔ اور غالب یہہ ہے کہ یہہ کام حضرت رضی کا
ہی ۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطبونمین تصرف کیا ہے اور جا بجا کمی فرمائی ہے چنانچہ
ابن میثم نے تنگ ہوکر کہین اوسکو خبط سی تعبیر کیا ہے اور کہا ہذا خبط عجیب من
السید کہین اونکی عادت فرمائی پس جب عموماً آنکو سید رضی صاحب کی یہہ عادت ہی
تو ایسے موقع مین جو خاص اونکی مذہب کے لیے وبال اور نکال ہے کیون چوکے ہونگے
تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہہ ہی ہے کہ یہہ تصرف اور تحریف آپکے سید رضی صاحب کا
ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریر فرمانا کہ شریف رضی نے تصرف کیا ہی صحیح ہے
رہا یہہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف آپ تحریف کا الزام لگاتی ہین
سو یہہ آپکے اور آپکے اون اکابر کے جنہون نے یہہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش
فہمی اور دانشمندی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام مرتضوی کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت مین لفظ فلان کی جگہ لفظ ابوبکر تہا اگر شہر یعنی رضی نے
تحریف کرکے بجای لفظ ابوبکر کے لفظ فلان لکھدیا تاکہ امر مبہم ہوجائے اور استدلال نہو سکی تو
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت مین لفظ ابوبکر نہین ہے۔ لیکن لفظ
ابوبکر بجای لفظ فلان کے اسلیے لکھدیا ہے کہ اکابر امامیہ نے شروح نہج البلاغت
مین ابوبکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصراحۃ کہتا ہی کہ اس خطبہ مین
لفظ فلان ہے لیکن ہمنے لفظ ابوبکر جو بیان شروح سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور
مناسبت باب کے لکہدیا ہے تو اسکو تحریف کہنا البتہ انکا اور انکے اکابر کا ہی کام ہے معہذا
جب دلائل سے یہہ ہی ثابت ہی کہ علامہ رضی نے اسمین تحریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ مین
یا لفظ ابوبکر ہوگا یا عمر اور بعض شراح کے اقوال سے ترجیح ابوبکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے
تو جب تصریح اس امر کی کہ بجای رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ مین باستناد
اسکی کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اصل لفظ ابوبکر ہی یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابوبکر کا
لفظ لکہدیا جاوی تو اسکو کوئی عاقل تحریف نہین کہیگا۔ علامہ کنتوری نے بجواب اس قول
کو حیا کو کار فرمایا۔ اور دعوی تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہین کیا
لیکن انکی خوش فہمی یہہ ہے کہ وہ اس قول مین تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے
مین اور یہہ ہی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا ہی استیصال ہوجاتا ہے ہمکو بیان وتطویل
کی حاجت نہین۔ **قولہ** لیکن باینہمہ ہم انکی اس قول کے تکذیب انکی ایک بڑے عالم
کی کتاب سے ثابت کئے دیتے ہین۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت سے
ہین کتاب نہایہ مین لکھتے ہین ومنہ حدیث علی للہ بلاد فلان لقد قوم الاود الخ
اگر کسی کتاب اہلسنت مین بجای لفظ فلان کے لفظ ابوبکر ہوتا تو ابن اثیر کیون لکھتے کہ حدیث
علی مین بلاد فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاد ابوبکر ہے چہ جای کتب شیعہ **اقول** واضح ہو
کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث مین مختلف طور پر کتابین لکھی ہین۔ چنانچہ بعض نے خاص

احادیث بخاری کے حل لغات مین کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور بعض نے دونو صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض مصنفین نے بلا امتیاز صحاح و ضعاف و روایات اہل وفاق و خلاف کی مطلق لغت حدیث کو لیا چنانچہ صاحب نہایہ نے بھی التزام روایات صحیحہ نہین کیا اسیواسطے بہت روایات ضعاف و اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہین ہے اور اگر اسی کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت سی روایات مناقض مذہب شیعہ و موافق مذہب اہل حق کتاب مجمع البحرین مین موجود ہین اونسے بھی استدلال صحیح ہوگا اور اونکا یہہ جواب دینا کہ یہہ کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اسکو تعلق نہین تو اسلئے استدلال صحیح نہین صحیح نہوگا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منتہی الکلام مین خاتم المحدثین نے ذکر فرمائی ہین۔ اور چونکہ ان امور کے ایراد اہلسنت کی طرف سے نہین ہے تو اونکا عذر قابل قبول ہوگا اور انکا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بمثل خود کردہ را درمانی نیست صحیح و درست سمجھا جائیگا **قولہ** پس جناب مفتی صاحب کا یہہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست نہایت صحیح و درست ہی اور آپکے خاتم المحدثین کا دعوی تحریف محض خلاف ثابت ہوا الحمد للہ علی ذلک اور جب ثابت ہوا کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ مین نہین ہے تو ان توجیہات کی شیعونکو ضرورت نہین **اقول** جناب میر صاحب یہہ آپکی اور آپکے علامہ کنتوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست اس سے کیا مراد ہے اگر یہہ مراد ہے کہ کتب شیعہ مین بطور بیان مراد کی لفظ ابو بکر نہین تو صریح کذب ہے کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اوسکا اپنی شرح مین لکھنا صریح اسکا مذہب ہے کیونکہ وہ عالم شیعی امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنتوری کی جہل یا تجاہل کا اسقدر ہمکو الزام نہین ہے کہ اسمین احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہہ ہے کہ ہمارے فاضل مجیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ شروح ابن میثم کبیر و صغیر مین یہہ لفظ موجود

پھر فرماتے ہیں کہ علامہ کنتوری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابوبکر نیست صحیح اور درست ہے اگر مآل
دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یعنی
کہ اس کلام جناب امیر کی مرویات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابوبکر مروی نہیں ہے
چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنتوری کی دلالت کرتی ہے احتیاج این
توجیہات شیعہ را وقتی مے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود۔ اس جملہ سے
مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابوبکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ
اوس سے بھی زیادہ پوچ اور خرافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ہمکو ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی
کہ ہماری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ
ابوبکر ہوتا اور جب لفظ ابوبکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ہمکو ان توجیہات کی کچھ ضرورت
نہیں سراسر غلط ہے جسکو تھوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے
اسلیے کہ اگر بالفرض علماء شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھے نہ بطور مراد کے اور نہ بطور روایت کے
کہ لفظ فلان سے ابوبکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابوبکر مراد ہے اور جسقدر اوصاف
مذکور ہوئی ہیں وہ بہیئت مجموعی سوای شیخین رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور نظر
بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابوبکر و عمر کے ممدوح اس مدح کا ہو سکتا ہے تو اس صورت میں
اگرچہ کسی نے لفظ ابوبکر زبان سے نہ نکالا ہو تاہم توجیہات کے وجوب سے آپ بری الذمہ نہیں
ہو سکتے اور شیعہ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہے توجیہات کر کے مذہب کے رخنہ
کو بند کریں چہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے یا عمر تو جب اکابر علمائ
شیعہ نے تصریح کر دی کہ موصوف ان اوصاف کے حضرت ابوبکر ہیں یا عمر اور وہ اوصاف مساوق
و مستلزم حقیقت خلافت موصوف کو ہیں تو آپ ہی فرمایئے کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ
کو اس کلام کی توجیہات کی حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعیین مبہم فرمائی ہو اور احتیاج
اوسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابوبکر بجای لفظ فلان کے ہو و ہل ہذا الا مکابرة و عناد

افسوس کہ آپکو اور آپکے علامہ کنتوری صاحب کو یہہ بہی خبر نہین کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کی جب اسوقت بہی ضرورت ہے جبکہ کسی طرح پر بہی کتب شیعہ مین لفظ ابوبکر موجود نہو تو اسوقت احتیاج توجیہات بالاولی ہوگی جبکہ اکابر علماء شیعہ مین سے کسی نے بہی تصریح کر دی ہوگی کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہین یا عمر پس بہر تقدیر علامہ کنتوری کے یہہ تحریر غلط ہی پہر اوسپر جناب کا اوسکی تصحیح و تائید کرنا اور بہی بیجا۔ کاش آپ ذرا بہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال الفاضل المجیب ۔ قولہ ۔ بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے ہین کہ یہہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو اونہون نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ این جواب کذب محض ست) وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہین ۔ کہ این جواب کذب محض ست ۔ اقول صاحب آیات بینات ہمین لیاقت کہان کہ علماء کے کلام کا جواب لکہہ سکین وہ بیچارے تو آیات فارسی سمجہنے سے بہی قاصر ہین ۔ ہان اہلسنت کی صحبت مین رہکر آپکے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتابین دیکہین اور بدون اسکے کہ اپنے عقل و علم سے کام لین یا اپنے شکوک و اوہام علماء کرام یا اونکی کلام سے رفع کرین تشفی ہوگئی اور چونکہ توفیق ایزدی کا دامن پہلے ہی سلب ہو چکی تہی ۔ اپسی تیار نہی سید احمد خانصاحب کے صحبت و تقلید سے نیچری ہوگئی اور انکے حق مین از ین سو رانده و از آن سو مانده مثل صادق ہوگئی ایسے مذبذب متلون مزاج کے بات کا کیا ٹہکانا ۔ نیز جو کچہہ آیات بینات مین لکہا ہے سب تحفہ و ازالۃ العین وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ اونکی لیاقت تو جناب قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی نقل عبارت مین لفظین ہے کہ آپ پر بہی ظاہر ہوگئی ہوگی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ کی نسبت جسقدر آپ برائی فرمائین وہ سب اسی قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے عبد اللہ بن سلام کے نسبت بعد اونکے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تہا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہہ آپکا سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت برا کہنا نہ کچہہ قابل اعتبار ہے اور نہ محل شکایت اگر اسوقت جو آپکے علماء عصر مین توفیق خداوندی اونکی رہبر ہو اور عار کو نار پر اختیار کرین

اور اہل حق کے گروہ مین داخل ہوجاوین توآپ اونکی نسبت بہی ایسا ہی فرماوینگی بلکہ اگر توفیق
موفق حقیقی آپکی رہبری ودستگیری فرماوی اور آپ کو بانکشاف حق ورطہٴ سنی نکالکر ساحل
نجات وفلاح پر پوہنچا دی اور آپ سنی ہوجاوین تو اور شیعہ آپ کی نسبت بہی بعینہ وہی فرماینگی
کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرمارہی ہین بلکہ مع شیٴ زائد - رہا اونکی لیاقت واستعداد
علمی اور فہم سو مین بحلف کہہ سکتا ہون کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو
یقیناً آپکے کنتوری اور شوستری وغیرہ سب سے زیادہ ہی تعجب یہہ ہے کہ اول آپ فرماتے ہین
کہ وہ بیچاری تو فارسی عبارت سمجہنی سے بہی قاصر ہین - اور پہر آپ ہی تحریر فرماتے ہین
کہ اہلسنت کی صحبت مین رہکر آپکے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکہی - جب اونکا یہہ حال ہے
کہ فارسی عبارت سمجہنی سے بہی قاصر ہین تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی بہی فارسی
سلیس نہین - بلکہ کسیقدر دقیق ہے کیونکر دیکہہ سکتی ہین اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت سے
اونہون نے یہہ ملکہ حاصل کرلیا ہے توپہر یہہ الزام بیجا ہے اول ہر کوئی امّی ہوتا ہے پہر
اہل علم سے کسب علوم کیا کرتا ہی تو اگر اونہون نے اہلسنت کی صحبت مین رہکر ملکہ حاصل
کیا ہو توکیا محل طعن ہے - اور ہم سابق مین بجواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پہ
بیان کرآئی ہین کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپکو زیادہ ہے یا اونکو اوس سے واضح ہی کہ سخن
فہمی کا سلیقہ جناب کو نشا ہی نہین - اور یہہ جو لکہا کہ آیات بینات مین جو کچہہ لکہا ہے
سب تحفہ اور ازالة الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہہ کچہہ نئی بات نہین ہمیشہ آپ اور آپکی
اسلاف یہہ ہی لاطائل دعوی فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہین کہ صواقع کا
ترجمہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہین کہ صواقع سے مسروق ہے اگر ہم بہی ایسی ہی خرافات
زبان سے نکالین تو کہہ سکتی ہین کہ تالیفات کنتوری وجائسی شوستری ومجلسی کے کتابونکا ترجمہ
ہی اگر اخذ مضامین کو تالیفات مین سرقہ کہا جائے یا ترجمہ قرار دیا جاوی تو متاخرین کے تمام
کتابین متقدمین کے کتابونکا ترجمہ ہونگی خود آپکی یہہ تحریر جسکا مین جواب لکہہ رہا ہون نزہہ وغیرہ

ترجمہ ہوگا ولم یقل احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو پھر جو ل
چاہیں فرمائیں۔ اور شکوک و اوہام کو علماء کرام سے رفع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت
تعجب ہی آپکے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب میں مبتلا اوہام میں انہیں مینی ملدا کیا

بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں رکھتے ولکن اختار النار علی العار
اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ تمسخر اور ہزل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہی
واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک و شبہ ہو تو سنیے کہ اسی خطبہ کے بابت آپکے نقیب ابو جعفر استاد
فاضل مدائنی بالکل درست و مہمل میں چنانچہ خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں لکھا ہے درین
مقام اہل حق را بشارتہا دیگر است بہ حرفی از آن تصریح کنم کہ نقیب ابو جعفر استاد
فاضل مدائنی کہ در کلام و نظر انصاف ید طولی دارد و در اثبات مثالب خلفاء راشدین جہدی و کوشش
بجا نمی آرد درین مقام علم را استان انداختہ و نقطہ در بستہ نواختہ زیرا کہ مدائنی در شرح
خود بعد از عبارتیکہ گذشت وی با آن درین قول متفق شدہ میگوید کہ نقیب گفت اگر العلی
بجا مدح وقتی درست می شود کہ مدح شخص باصفی مطابق نفس الامر بود و ہیچ شکی و تردد ی پیرامون
آن نگردد و چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہد بود کہ بالاتر از آن
نباشد نقیب سر گریبان فرو بردہ و بعد از تامل گفت کہ راست میگوئی ۔ انتہی کیست دری
چون این مطلب را باعث رسوائی مذہب خود دانستہ ذکر آن نیز در انداختہ انتہی بلفظہ الشریف
عاقل میری گذارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام سے بخوبی کر سکتا ہے اور معلوم کرسکتا ہے
کہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب ہی شکوک و اعتراضات رفع نہیں ہو سکتے تو بیچارہ
علما کیا کرسکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو استاد سے بجز تسلیم کے کچھ نہ بن آیا
اگر توفیق خداوندی دونوں استاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے بھی فکر فرماتے
کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالاتر کوئی
تعریف نہیں ہوسکتی کیونکہ مصادق و مثبت خلافت راشدہ ممدوح کو ہے تو پھر کیوں تبرا

لوگونکو برخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر از کفار اعتقاد کرین اور کیون راہ مستقیم کو چھپایا
کرین اور کسی وسطی بادیہ ضلالت مین پریشان پھرین لیکن توفیق دستگیر نہوئی اور آگہی
نہو پائی ہے۔ کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون۔
اور جو کچھ جناب نے سید مجدد سے علیٰ مسئلہ نیچریت کی بابت لکھا اول تو اسکا آپ ثبوت دیجیے
ہمارے نزدیک تو اسکا کچھہ ثبوت نہین اور یہہ محض دعوے بے اصل ہے دوسری یہہ کہ سید
احمد خانصاحب کے دو اصول ہین اول متعلق دنیا کے جو اونکی اصلی غرض ہے دوسرے
متعلق دین و اعتقادات کے۔ جو اصل کہ اونکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہہ ہے کہ اس
زمانہ مین اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسری قومون سے
نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت مین ہین جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل افسوس ہے
اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اسکے ممکن نہین کہ یا مال و دولت ہو یا مناصب
جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم دنیاوی کے
حصول پر اسوقت مین باسباب ظاہر موقوف ہے اور حصول مال بھی یا حرمت و صناعت سے
ہے یا تجارت و زراعت سے اور انکی تحصیل بھی آل کار تحصیل علوم دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے
تو اسلیے سید احمد خانصاحب کے رائے مین نہایت جوش و خروش کے ساتھہ مسلمانونکی بہبودی
کے لیے یہہ قرار پایا کہ علوم دنیاویہ کو ترقی دیجاوے چنانچہ اسی بنا پر انہون نے مدرسۃ العلوم
کھولا اور اسمین انہون نے وہ تعلیم جو آجکل دنیاوی حیثیت سے اعلی درجہ کی تعلیم سمجھی جاتی ہے
جاری کی اور اسیطرح سول سروس کے محرک سلسلہ ہوئے اور سید احمد خانصاحب کے اس رائے
کی ہزارہا مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ اونکی دلونمین مشتعل
تھی ممد و معاون ہوگئے اور اونکے گروہ مین داخل ہوگئے۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کرکے
کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا مین اسقدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ مہتم
بالشان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجا ہے یا بیجا دیکھتے ہین تو کوئی

شخص اسوقت اس امر مین مخالف نظر نہین آتا کہ وہ بنظر اسباب ظاہری ان وسائل کو
دنیاوی ترقی سامانون کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہہ ہی وجہ ہے کہ صدہا اہل اسلام
جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے اونکے حامی ہوگئی اور ہزارہا روپیہ فراہم ہوگیا لیکن اس سے
نہ وہ کافر ہوئی اور نہ ملحد اور اگر آپکے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب مین کوشش کرنا
باعث کفر ہو تو آپنے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ
ہی اور علاوہ اسکی ہزارہا خواص و عوام شیعہ اس مین مبتلا مین اور بہت سے سید احمد خان کے مخالف
کی بھی حامیین مین داخل ہونگی مین یقین کرتا ہون کہ آپ اونکو اس وجہ ہرگز دائرہ اسلام سے
خارج نہ سمجھتی ہونگی - اور اونکی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اوسکی
نسبت جسقدر ہمنے خبرین سنی اور اونکی اعتقادات کی نسبت تحریرات لوگونکی دیکھی
کہ سید احمد خانصاحب ضروریات دین کے منکر مین اگر یہہ صحیح ہین تو بیشک یہہ مخالف
اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے مین کہ جسقدر لوگ سید احمد خانصاحب کے معتقد اور
اونسے گرویدہ ہوتے مین اکثر اونکی دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہین اور ہرگز اعتقادات
مین اونکی پیرو نہین ہوتی - لیکن عرف مین عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایک کو
جو مدرسۃ العلوم کا حامی ہو گو وہ اعتقادات مین تابع سید احمد خانصاحب کے ہو یا ہو سکو
نیچری کہدیتے ہین تو کیا بعید ہے کہ مہدی علی صاحب بھی صرف اصل اول
دنیاوی کیوجہسے اونکی معاون ہون اور اونکی اعتقادات کے تابع نہون - اگر آپ کو اس امر کا
یقین ہے کہ سید مہدی علیصاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خانصاحب جیسی
ہوگئی ہین - تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجے - قطع نظر اس سے ہمنے مانا کہ وہ اعتقادات
مین بھی سید احمد خانصاحب کے تابع ہوگئی - اور قطعی طور پر وہ نیچری ہوگئی تو یہہ کتاب
آیات بینات تو اونہون نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہہ کیون ساقط الاعتبار
ہوگئی - اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد بھی لکھتے تو بھی جب اونہون نے اہل حق کو

نزدیک حق لکہا ہے تو اونکی تلون مزاجی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ٹھکانہ ہو گیا
یہہ حضرت کی مناظرہ دانی اور خوش فہمی ہی نہین بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے
قولہ ہان آپکے خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین یہہ لکہا ہے اسکا جواب گذارش ہو تا ہے
اس قول کے جواب مین صرف یہہ ہی کہہ سکتی ہین کہ جو آیات بینات والی نے حضرت علامہ علیہ الرحمہ
کی نسبت لکہا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول** - بیت تو کاری زمین را
نکو ساختی - کہ با آسمان نیز پرداختی - حضرت کا ادعای علم یہانتک پونہچا کہ سید مہدی
علی کے جواب سے آپکو استنکاف ہوا اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی حیثیت سے آپ جواب دینے پر
کمر باندہین چہ خوش ستعداد کا وہ حال اور دعوی یہہ کچہہ خیر بہت اچہا جواب دیکے سب تمام سچ دیکھ
معلوم ہو جائیگا - کہ آپکے حضرت علامہ سچے ہین یا ہماری سید مہدی علے سلمہ **قال**
الفاضل المجیب - قولہ - اور ثبوت اسکا یہہ ہے کہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے شرح
نہج البلاغت مین لکہا ہے ان ارادتہ لابی بکر انسبہ من ارادتہ عمر الخ - اقول -
آپکے خاتم المتکلمین و صاحب آیات بینات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہی کہ جو عبارت مقصود قول
جناب مفتی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اوسیکو مکذب اونکی قول کا ٹہراتے ہین یہہ عبارت
تو نہایت صاف اور صریح اس بات مین ہی کہ حدیث علی مین لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان
سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص
دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا مین قطب راوندی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے - پس غرض فاضل ابن میثم
علیہ الرحمہ کے اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہہ ہے اولا لانسلم کہ ابو بکر و عمر مراد ہی
اور ثانیاً علے التنزل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد لینا بہتر ہے عمر کے مراد لینے سے
اور وجہ اسکی بیان کی ہے پس یہہ الزاما ابن ابی الحدید کے رد کیلیے ہی نہ یہہ کہ واقعی شارح
اس قول کے قائل ہین - یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی ای
اہل انصاف و دانش خدارا ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کو دیکھو اور اس بحث کو ذرا متوجہ

ہو کر سنو - سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن میثم کی شرح کبیر و صغیر سے پوری
عبارتیں نقل کر دوں اور بعد اوسکے گذارش کروں کہ فاضل مجیب نے اسکو موافق فرمایا ہے یا مخالف
اہل عقل خود ہی سمجھہ لینگے علامہ ابن میثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیر میں
فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے - اقول الاود العوج والعمد مرض وهو الشداخ
داخل سنام البعير من الحمل ونحوه مع صحته ظاهره وقوله لله بلاد فلان لفظ
يقال في معرض المدح كقولهم لله دره ولله ابوه واصله ان العرب اذا اراد
مدح شئ وتعظيمه نسبوه الى الله تعالى بهذا اللفظ وروى لله بلاء فلان هي
عمله الحسن في سبيل الله - والمنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندي
انه انما اراد بعض اصحابه في زمن رسول الله ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارها
وقال ابن ابي الحديد ان كلامه الاوصاف المذكورة في الكلام يدل على انه اراد رجلا
ولي امر الخلافة قبله لقوله قوم الاود وداوى العمد ولم يرد عثمان لوقوع الفتنة في
وتشعبها بسببه ولا ابا بكر لقصر مدة خلافته وبعد عهده عن الفتن فكان الاظهر انه
اراد عمر واقول ارادته لابي بكر اشبه من ارادته لعمر لما ذكره في خلافة عمر وذمها
في خطبته المعروف بالشقشقية كما سبقت الاشارة اليه وقد وصفه باموراحدها

لہ میں کہتا ہوں اود کجی ہے اور عمد اونٹ کی کوہان کے اندر ایک بیماری ہوتی ہے جو بوجھہ وغیرہ سے پیدا ہو باوجود ظاہر میں صحیح سلامت
معلوم ہوتا ہو جسکو شداخ کہتے ہیں اور قول لله بلاد فلان یہہ لفظ مدح کے موقع میں بولا جاتا ہے جیسا بولتے ہیں لله دره اور لله ابوه اور اسکی
اصل یہہ ہے کہ عرب جب کسی شئی کے تعریف اور تعظیم کا ارادہ کرتے ہیں تو اوسکو خدا کیطرف اس لفظ کے ساتھہ نسبت کرتے ہیں
اور بعض روایت میں لله بلاء فلان مروی ہے اور بلاء سے ممدوح کے نیک کام خدا کے راہ میں مراد ہیں منقول یہہ ہے کہ لفظ فلان سے
عمر مراد ہیں اور قطب راوندی سے منقول ہے کہ لفظ فلان سے حضرت نے اپنے بعض اصحاب کو مراد کہا ہے جو رسول الله کے زمانہ میں
فتنوں کے واقع ہونے اور پھیلنے سے پہلے فوت ہو چکا تھا - اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ جو اوصاف کلام میں ذکر کئے ہیں وہ یہہ
دلالت کرتے ہیں کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب انکے قول قوم الاود اور داوی العمد کے اور عثمان
کا قول اسکے قصد میں نہیں ہے اور اسکے باعث سے فتنہ پھیلنے کے سبب ارادہ نہیں کیا اور ابو بکر بھی اوسکی مدت خلافت کم ہونے
اور فتنوں کی اوسکے عہد خلافت سے بعید ہونے کے سبب ارادہ نہیں کیا تو بہت ظاہر ہے کہ عمر کو مراد رکہا اور میں کہتا ہوں حضرت کا ابو بکر کو مراد
رکہنا بنسبت عمر کے زیادہ مناسب ہے بسبب اون امور کے جنکا ذکر عمر کے خلافت میں اور مذمت کرنا خلافت کا اوسکے سبب سے ایسا ذکر کیا

تقویمه للاود وهو کنایة عن تقویمه لاعوجاج الخلق عن سبیل الله الی الاستقامة
فیها الثانی مداواة للعمد واستعار لفظ العمد للامراض النفسانیة باعتبار استلزامها
للاذی کالعمد ووصف المداواة لمعالجة تلک الامراض بالمواعظة البالغة والزواجر
القارعة القولیة والفعلیة الثالثة اقامة السنة ولزومها الرابع تخلیفه للفتنة ای موته قبلها
ووجه کون ذلک مدحا له هو اعتبار عدم وقوعها بسببها وفی زمنه لحسن تدبیره الخامس
ذهابه نقی الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضه وبقاه لسلامته عن دنس المآثم السادس
قلة عیوبه السابع اصابة خیرها وسبق شرها والضمیر فی الموضعین یشبه ان یرجع الی المعهود
مما هو فیه عن الخلافة ای اصاب ما فیها من الخیر المطلوب وهو العدل واقامة دین الله
الذی به یکون الثواب الجزیل فی الآخرة والشرف الجلیل فی الدنیا وسبق شرها ای مات
قبل وقوع للفتنة فیها وسفک الدماء لاجلها الثامن اداؤه الی الله طاعته التاسع تقاؤه
بحقه ای ادی حقه خوفا من عقوبته العاشر رحیله الی الآخرة تارکا الناس بعده فی طرق
متشعبة من الجهالات لایهتدی فیها من ضل عن سبیل الله ولا یستیقن المهتدی
فی سبیل الله انه علی سبیله لاختلاف طرق الضلال وکثرة المخالف له الیها والوارد فی

لـــه اور بالتحقیق اوسکا چند امور کے ساتھ وصف فرمایا ہے (۱) اوسکا کجی کو سیدھا کرنا اور یہہ اوسکی مخلوق کی کجی کو سیدھا کرنے اور اوسکو استقامت اور راستی کیطرف پھیرنے سے کنایہ ہے (۲) اوسکا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو چونکہ وہ مثل عمد کے تکلیف کو مستلزم ہے نفسانیہ بیماریوں کیلیے استعارہ کیا اور بسبب معالجہ کرنے ان امراض کے مواعظ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ اور فعلیہ کے ساتھہ مداوات کو بیان کیا (۳) اوسکا سنت کو قائم کرنا اور اوسکو لازم پکڑنا۔ (۴) اوسکا فتنہ کو پیچھے چھوڑنا یعنے اوس سے پہلے مرنا اور اس امر کے اوسکے لیے مدح ہونے کی وجہ وہ فتنونکی نہ واقع ہونے کے سبب سے ہے بسبب اوسکی اوسکے زمانہ مین بسبب اوسکے حسن تدبیر کے (۵) اوسکا پاک دامن جانا لفظ ثوب کو اوسکی آبرو کے لیے اور اوسکے پاک صاف ہونے کو گناہونکی میل کچیل سے سلامتی کے لیے استعارہ کیا (۶) اوسکا کم عیب ہونا (۷) اوسکا خلافت کی بہلائی کو پانا اور اوسکی برائی سے گذر جانا اور ضمیر دونوں جگہ مشابہ یہہ ہے کہ خلافت کیطرف جو معہود ہے راجع ہے یعنے جو کچھہ خلافت مین خیر مطلوب ہے اوسکو پایا اور وہ انصاف اور اللہ کے دین کا قائم کرنا ہے جسکے سبب آخرت مین ثواب عظیم اور دنیا مین بڑی بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ اور خلافت کے برائی سے گذر گیا یعنی خلافت مین فتنہ کے واقع ہونے اور اوسکے سبب خونریزی سے پیشتر وفات پا گیا۔ (۸) اوسکا اللہ کی بندگی کو ادا کرنا (۹) اوسکا تقوی کرنا اللہ سے اوسکی حق کے ساتھہ (۱۰) اوسکا لوگونکو جہالت کی پیچ در پیچ رستونمین چھوڑ کر آخرت کیطرف کوچ کرنا جنمین جو شخص کہ اللہ کے رستہ سے گمراہ ہو راہ نہ پاسکے اور خدا کے رستہ کا راہ یاب یقین نہ کرسکے کہ وہ خدا کے رستہ پر ہے گمراہی کے رستونکی اختلاف اور اون رستونکی طرف

قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا المدائح التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تنافي ما اجمعنا عليه من تخطئتهم ولخذهما منصب الخلافة فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون اجماعنا خطاء ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم انا نافي المذكور فانه جاز ان يكون ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استصلاح من يعتقد صحة خلافة الشيخين واستجلاب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدحه ذلك لاحدهما في معرض توبيخ عثمان بوقوع الفتنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستبداده بيت مال المسلمين هو وبنو ابيه حتى كان ذلك سببا لثوران المسلمين من الامصار اليه وقتلهم ونبه على ذلك بقوله وخلف الفتنة وذهب نقي الثوب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها وقوله وتركهم في طرق متشعبة الخ فان مفهوم ذلك ان الوالي بعد هذا الموصوف قد اتصف باضداد هذه الصفات والله اعلم سا انتهى بلفظه يه تو حضرت ابن میثم نے اپنی شرح کبیر مین تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت بہی سن لیجے اقول يقال لله بلاء فلان كما يقال لله دره ولله ابوه وهي كلمة مدح قيل اراد به مدح عمر

سلہ قول وترکہم مین حالیہ ہے - اور جان کہ شیعہ نے اسجگہ سوال وارد کیا ہے کہتے ہین کہ یہہ مدح جو حضرت علیہ السلام نے دو شخصون (ابوبکر یا عمر) کے حق مین فرمائی ہو اوسکی مخالفت ہے جسپر ہمنے اونکو خطا کیطرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے لینے پر اجماع کیا ہے تو یا تو یہہ کلام حضرت علیہ السلام کے کلام نہین یا یہہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے پہر اسکا اونہون نے دو طرح پر جواب دیا ایک تو یہہ کہ ہم مخالفت مذکورہ کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ جائز ہے کہ یہہ مدح حضرت علیہ السلام کے اس جیسی کلام کے ساتھ معتقدین صحت خلافت شیخین کے صلح جوئی اور اونکے دلونکی کہینچنے کے طور پر صادر ہوئی ہو - دوسری یہہ کہ اسکو یہہ توصیف ایک ان دونون کی نسبت عثمان کے توبیخ کے مقام مین ہو بسبب واقع ہونے فتنونکی اوسکی خلافت مین اور مضطرب ہونے امر کے اوسپر اور سبب تنہا اوسکی اور اوسکے باپ کے اولاد کے بیت المال کو بہا تنگ کہ یہہ اوسکی طرف شہرونسے مسلمانونکی برانگیختہ اور اوسکی قتل کا سبب ہوا اور اسپر متنبہ کیا اپنے اس قول سے وخلف الفتنة ذهب نقي الثوب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها اور اس قول سے - وترکہم فی طرق متشعبة الخ - پس تحقیق اسکا مفہوم مخالف یہہ ہے کہ اس موصوف کے بعد جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے اضداد کے ساتہہ متصف ہے والله اعلم - ۱۲ - سلہ مین کہتا ہون بولتے ہین لله بلاء فلان جیسے کہتے ہین لله دره اور لله ابوه اور یہہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اوس سے عمر کے مدح کا ارادہ کیا ہے ۱۲ -

وقيل بعض الصحابة ممن جاهد في دين الله فالاود الاعوجاج والعمد مرض يأخذ الابل في اسمتها وهو مستعار لامراض القلوب ومداواتها بالزواجر القولية والفعلية ونقاء ثوبه كناية عن طهارته من المطاعن والضمير في خيرها وشرها للخلافة وان لم يجر ذكرها لكونها معهودة او لتقدم ذكرها والطرق المتشعبة طرق الفتنة انتهى بلفظه اب ہم بعد نقل عبارات علامہ ابن میثم بحرانی۔ اہل انصاف سے امید کرتے ہین کہ خدا کے لیے تہوڑی سی تکلیف گوارا فرماکر تحفہ اثنا عشریہ کے اوس مقام کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جسکی یہہ عبارات مذکورہ شرح ہی ملاحظہ فرماوین اور بعد اوسکے اوسکا جواب جو کچھہ علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھین اور فرماوین کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اسکا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہی مگر ہم مختصرا واسطی رفع انتظار سامعین کے اسکو لکھتے ہین تاکہ علامہ کنتوری کا پایہ علم وتدین اور حضرت مجیب کا مبلغ فہم وانصاف واضح ہوجاوے کہ مناسب معلوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا نہایت اختصار کیسا بیان کرون۔ پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور حاصل ہوئی۔ (۱) تعیین مبہم لفظ فلان مین چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے یہہ لکہا کہ منقول یہہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ جب مطلق منقول ہونا بیان کیا ہے تو یہہ مراد یا تو منقول اصل مصنف شریف رضی جامع نہج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنتوری نے مفتاح الکنوز الخفیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخار کہتا تہا کہ مین نے اوس نسخہ مین جو بخط رضی تہا۔ لفظ فلان کے نیچے عمر لکہا ہوا دیکہا۔ علامہ کنتوری کی عبارت یہہ ہے۔ ونیز این قول او منقول ست بانچہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلافت صحابہ

---

[1] اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہون نے اللہ کے دین مین جہاد کیا تہا ارادہ کیا ہے اود و کجی ہے اور عمد بیماری ہے جو اونٹونکی کوہانونمین پیدا ہوجاتی ہی اور دلونکی بیماریونکے لیے مستعار ہی اور اونکا علاج قولی اور فعلی زواجر کے ساتہہ ہی اور کپڑی کی صفائی ستہرائی اوسکی مطاعن سے پاک دامنی سے کنایہ ہے اور ضمیر خیرہا اور شرہا مین خلافت کیطرف ہے اگرچہ اوسکا ذکر نہین آیا بسبب اوسکی معین ہونے یا اوسکی ذکر کے مقدم ہونیکی اور پراگندہ رستے فتنونکی رستے ہین۔ ۱۲

شرح ست نقل کرده وهذه عبارته وفلان المکنی عنه عمر بن الخطاب رضی الله عنه و
قد وجدت النسخة التی بخط الرضی ابی الحسن جامع نهج البلاغة وتحت
فلان عمر حدثنی بذلک فخار بن معد الموسوی الاودی الشاعر وسالت
عنه النقیب ابا جعفر یحیی بن ابی زید العلوی فقال لی هو عمر فقلت لہ اثنی
علیه امیر المومنین هذا الثناء فقال نعم واین قول ابن ابی الحدید کہ متضمن آنست کہ فخار
بن معد موسوی باو روایت کرد کہ در نسخہ نہج البلاغہ کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود
اگرچہ قول ناصبی را کہ متضمن بودن لفظ ابی بکرست نقض میکند لیکن تصحیح میکند مذہب او را کہ مدح
عمر باشد۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہونا لفظ فلان
سے عمر لکہا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علماء مذہب ہے۔ یا منقول ائمہ
سے ہے ہر کیف کسی سے منقول ہو۔ علامہ کے نزدیک یہہ نقل قابل استناد و وثوق ہے۔ دوسرا
قول قطب راوندی کا نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے
بعض اصحاب ہین جو حضرت کے زمانہ مین وقوع فتن سے پہلے وفات پاگئے۔ اور یہہ
قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہین چنانچہ ہم اسکو ثابت کرینگے تیسرا قول ابن
ابی الحدید کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی الحدید رح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر
مین اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر طور پر دلالت کرتے ہین کہ حضرت کی مراد علیہ السلام ایسے شخص کے
ہے جو حضرت سے پہلے ولی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اعوجاج اور مداواۃ امراض بدون خلافت
متصور نہین اور وہ تین شخص ہین ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ۔ لیکن عثمان مراد نہین ہوسکتے کیونکہ
اونکے سبب سے تشعب التشاجر فتن ہوا اور وہ فتنہ مین واقع ہوئی اور ابوبکر مراد نہین ہوسکتے کیونکہ

ـلـه اور لفظ فلان کا مکنی عنہ عمرؓ بن خطاب ہے دریافت مین نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع نہج البلاغۃ کے خط کا اور لفظ
فلان کے نیچے لفظ عمر تہا حدیث کی مجہسے فخار بن معد موسوی ادیب شاعر نے اور ابو جعفر یحیی بن ابی زید علوی نقیب
سے مین نے اسکو پوچہا تو اونہون نے مجہکو کہا کہ وہ عمر ہے مین نے اونکو کہا کہ امیر المومنین نے اسقدر اونکی ثنا کی اوس نے
کہا ہان۔ ۱۲

اونکی مدت خلافت بہت تہوڑی تہی اور اونکا زمانہ فتن سے بعید تہا تو اظہر یہہ ہی کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ تہا

(۲) علامہ ابن میثم کے نزدیک یہہ تو مسلم تہا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید لکہتا ہی اور یہہ بہی فیما بین شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہی کہ عثمان مراد نہین ہے اور یہہ بہی باہم متفق علیہ ہی کہ احد الشیخین ممدوح ان مدائح عالیہ کے ہین لیکن تعیین مین اختلاف ہی کہ دونوں مین سے کون مراد ہین ابن ابی الحدید کہتا ہے اظہر یہہ ہی کہ عمر مراد ہین کیونکہ صدیق بسبب قصر مدت اور بعد عن الفتن کے مراد نہین ہو سکتی شارح ابن میثم نے اوسکی جواب مین فرمایا کہ مین کہتا ہون - جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ان اوصاف کے لیے ابوبکر کو ارادہ فرمانا بہ نسبت عمر کے اشبہ بحق ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ شقشقیہ مین ان امور کے جو خلافت عمر رضی اللہ عنہ مین واقع ہوئی مذمت کی ہے تو پہر ان اوصاف عالیہ کے مصداق وہ خلافت و خلیفہ نہین ہو سکتی - اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ خطبہ شقشقیہ مین خلافت صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہین فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن میثم کے اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہڑا تہا وہ اوسکی نزدیک قابل اعتبار نہین اور اوسکی نزدیک صحیح یہہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفا مین بہی راجح خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہین (۳) بعد تعیین مبہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو ایک ایک کرکے گنا اور بشرح و بسط سبکو بیان کیا - (۴) شرح اوصاف مین اس امر کو وا انکشاف کردیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرا کوئی شخص موصوف ان صفات کا نہین ہو سکتا - کیونکہ بعض اوصاف کی مطلب کو اسطرح بیان کیا کہ جنکا مصداق خلیفہ ہی ہو سکی - اول قوم الاود کے معنی کو بیان کیا کہ ھو کنایۃ عن تقویمہ لاعوجاج الخلق عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویم اود کے کنایہ ہی خلق کے کجی کو خدا کے راہ سی سیدہا کرنا اور راستی کیطرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتہہ ہے دوسرا وصف مداوات امراض نفسانیہ کے مواعظ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ فعلیہ کے ساتہہ

یہ بہی امام ہی کے ساتھہ مختص ہے میسر سنت کا محل مین قائم کرنا اور جو وہی اوس پر عمل کرتا
خلیفہ ہی کا کام ہے ۔ جو تہا اوسکی حسن سیرت سے فتن کا واقع نہوتا امیر کا ہی منصب ہو سکتا اوسی
وصف اماتہ خیرہا اور سبق شرہا شارح کہتا ہے کہ دو ضمیرین خیرہا اور شرہا مین خلافت کیطرف
راجع ہین اور اصاب خیرہا سے مراد یہہ ہے کہ اوسنے حاصل کیا اوس خیر کو جو خلافت مین مقصود ہے
یعنے اوسنے عدل و انصاف کیا اور خدا تعالے کے دین کو قائم کیا جسکے سبب سے ثواب جزیل آخرت
اور شرف جلیل دنیا مین حاصل ہوتا ہے اور سبق شرہا سے مراد یہہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت مین
فتن واقع ہون اور خلافت کیوجہ سے خون ریزی ہو وہ فوت ہو گیا یعنے اوسکی خلافت مین کوئی
فتنہ نہین ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی ۔ اب بعد اس شرح کے
ایسا کون شخص ہے جسکو اس مین تامل ہوگا کہ علامہ ابن میثم کے نزدیک صحیح یہہ ہی ہے ۔ کہ
موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو جناب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور کس کو بتصریحات
دیکہکر اسمین شک باقی رہیگا کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف
مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن میثم کی رای مین لفظ فلان مراد احد من الشیخین رضہ سے ہے
اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہین (۵) بعد شرح اوصاف کے جب ابن میثم
نے سمجہا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفتین قرار پائے اور اونکا ان اوصاف کے
ساتہہ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم برہم ہوا جاتا ہے تو اوسنے اسکو سوال و جواب کے
پیرایہ مین اوس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اسجگہ شیعہ نے سوال وارد کیا ہے وہ یہہ کہ یہہ تعریف
و توصیف جو جناب امیر نے ابوبکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اوس اجماع کے منافی ہے
جو ہمنے اونکی نسبت غصب خلافت و تخطیہ مین منعقد کر رکہا ہے ۔ پس یا تو یہہ کلام جناب
امیر کا کلام نہین ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلطی اور خطا پر ہے اسکے بعد اسکے جواب نقل
کئے لیکن چونکہ شارح کی رای مین قابل اعتبار نہ تہی پہلے اونکو شیعہ ہی کیطرف منسوب کرکے
اور شیعہ کی گردن پر دہر کر فرمایا کہ شیعہ نے اسکے دو جواب دیئے ہین پہلا جواب تو یہہ ہو کہ جانا

کہ جناب امیر نے یہہ تعریف و توصیف معتقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور اونکی قلوب کو
اپنی طرف کھینچنے کی غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہہ ہے کہ جائز ہے کہ یہہ مدح توبیخ
عثمان کے غرض سے بطور تعریض بیان فرمائے ہو کہ اونکی ایام خلافت مین فتنے اوٹھی حاصل
یہہ ہوا کہ جو شخص موصوف بہذہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی
اضداد کے ساتھہ متصف ہے۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہین
کہ غلط ہین یا صحیح و اونسے شبہہ رفع ہو سکتا ہے یا نہین افسوس کہ ہمکو اختصار مد نظر ہے اور
خوف تطویل دامنگیر ورنہ ہم ان جوابوں کے اور انکی قائلین کے بدلائل قلعی کہو لتے۔ بہر کیف
اگر فہم ہو تو اس سوال و جواب سے بہی یہہ بات ثابت ہے کہ شارح بحرانی کے نزدیک یہہ مادح
مخصوص احد الخلیفتین کے ساتھہ ہے اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ یہہ سوال بہی امامیہ
بلکہ اثنا عشریہ کیطرف سے ہے اور جواب بہی اونہین کیطرف سے ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق شیعہ
بولا جائیگا تو اوس سے فرقہ اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنیوالا خود شیعی اثنا عشری
ہے تو اوسوقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہونگے تو اس سے بخوبی ثابت ہوا
کہ احد الخلیفتین کا ممدوح جناب امیر ہونا اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور اعتراض وارد ہونا
اور جوابات کا دیا جانا یہہ سب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خطبہ کی
شرح جو ابن میثم نے فرمائی ہے دیکھہ چکی اور اوسکی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب ہمنے
گذارش کی تہی وہ بہی ملاحظہ فرما چکی تو اب تہوڑی سی گذارش یہہ بہی سن لیجئے کہ خاتم المحدثین
صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اسکی نسبت جو کچہہ تحریر فرمایا مختصراً اوسکو بہی ملاحظہ فرمائیے
اور اوسکی جواب مین علامہ کنتوری نے جو کچہہ زبان درازی اور ہٹ دہرمی اور حق پوشی
جوش عناد و تعصب مین فرمائی اوسکو بہی ذرا توجہ فرما کر دیکھیے بعد اوسکی للہ انصاف سے
فرمائین کہ علامہ کنتوری کا فرمانا حق و صواب ہے یا محض حق پوشی و معاداۃ اصحاب ہے
علامہ موصوف بجواب تحفہ فرماتے ہین (قولہ) و ہمذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ

در تعیین فلان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابوبکرست و بعضے گفته اند عمر مجی (قولنا)
ان ہذا الا افک مبین زیرین ناصبی باید پرسید که کدام شارح امامیه گفته که مراد ابوبکر یا عمرست
وحال آنکه قبل از ابن ابی الحدید هیچ از شیعه اند می کسی بشرح این کتاب شریف نپرداخته
چنانچه ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفته ولم یشرح هذا الکتاب قبلی فیما اعلمه
الا واحد وهو سعید بن هبة الله بن الحسن الفقیه المعروف بالقطب الراوندی
وکان من فقهاء الامامیة انتهی الخ ناظرین اس عبارت کو جو کستوری نے لکھی ذرا
شرح ابن میثم کی عبارت سے مطابق کرین اور پھر کستوری صاحب کے دین و دیانت کا تماشا دیکھیں
اور علامہ کستوری نے جو عبارت کہ لفظ حالانکہ سے لکھی ہے اوسکا مطلب بجز اولیا دولت
ہی سمجھے ہونگے کہ اونکی علامہ بہ کیا ایسے تکلیف فرمانے لگے (قوله) درین عبارت سراسر بشارت ابوبکر
بدہ وحذف موصوف نموده الخ - (قولنا) ثبت العرش ثم انقش اول این معنی را ثابت
باید ساخت که مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکرست بعد از آن باین اوصاف اثبات
فضل ابوبکر باید نمود (قوله) عمده توجیهات نزد ایشان آنست که آنجناب بگاه گاه [illegible]
ومدایح شیخین بنابر استجلاب قلوب ناس واستمالت عامه ای خود که خیلے معتقد حسن سیرت شیخین
وانتظام امور دین در عهد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض ست
احتیاج این توجیهات شیعه را وقتی مے افتاد که در کتب شیعه بجای لفظ فلان لفظ
ابوبکر موجود می بود وچون لفظ ابوبکر در کتب شیعه موجود نیست ایشانرا احتیاج هیچ یک از
توجیهات نیست پس آنچه ناصبی بعد تقریر این توجیهات از ہذیانات خود سر کرده از جهت
ابتناء آن بر فاسد از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد باشد (قوله) وبعضی از امامیه چنین گفته
که غرض حضرت امیر توبیخ عثمان وتعریض به وی بود که به سیرت شیخین نرفت و فتنه و فساد
در زمان او بسیار واقع شد (قولنا) هیچ یک از امامیه این توجیه نکرده مگر ابن ابی الحدید در
شرح این کلام ابن عقار البطرف جارودیه که از فرق زیدیه ست نسبت داده چنانچه

الفتنة ولما الجار حديث من الزبيد يتبعون بہ کلام قالہ فی امر عثمان اخرجہ مخرج الذم لہ و النقص لاعماله الخ - اے اہل دانش و انصاف سے اتنی التماس ہے کہ حضرت کنتوری صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کنتوری کا بھی فرمانا محض کذب اور افک مبین ہو تو انکی دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں - بعد اسکے جو کچھ ہمارے فاضل مجیب نے انصاف کے آنکھوں پر پٹی باندہ کر علامہ کنتوری کے اقوال کاذبہ کی تصدیق کی ہے اوسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق قول مفتی صاحب کے ہی اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان سے حضرت مجیب جواب تو لکھنے بیٹھے مگر یہہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دیرہے ہیں اور کس دلیل کو باطل کر رہے ہیں یہہ کس نے کہا ہے کہ یہہ دلیل اس امر کے ثبوت کیلیے ہی کہ حدیث میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ بھی اپنے علامہ کنتوری کیطرح بے تکی فرمانے لگی اور اگر یہہ اوسکی بھی دلیل ہے تو بانضمام اس کے ہی کہ جب فاضل متبحر کے نزدیک اسکی تحقیق یہہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر جیسا فصیح و بلیغ ہرگز ایسی عبارت مبہم نہیں کہہ سکتا کہ اوسکو آپکے قطب الاقطاب جیسے دین و دیانت والے غیر محل پر محمول کریں اور مقصود سے بعید لیجاویں تو اس صورت میں مجیب کے کلام جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے - دوسری خطا یہہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ فلان سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے - جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہی - ہرگز ابن ابی الحدید ابن میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر بلکہ یہہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر بھی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہونگی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے بھی مثل اپنی علامہ کنتوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا - تیسری غلطی یہہ ہے کہ فرماتے ہیں یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا میں قطب راوندی سے نقل کیا ہی یہہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا مین قطب راوندی کا قول نقل نہین کیا بلکہ اول اونہی لکھا ہے والمنقول ان المراد
بفلان عمر اس سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ آپنے شرح ابن میثم کو نہین دیکہا اور اگر ابتدا سے اضافی
مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہین عبارت لاحقہ کی مخالف ہے۔ چوتہی خطا یہہ ہے
کہ فرماتے ہین کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہہ ہے کہ اوس کا مسلم
کہ ابوبکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک اولیۃ ابتدا ابتداء حقیقی مراد ہے
نہ اضافی حالانکہ یہہ محض دروغ ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم نے
ابتدا مین نقل نہین کیا۔ علاوہ ازین صرف نقل اقوال سے یہہ غرض پیدا نہین ہوسکتی جبتک
کہ کوئی دلیل دلالت نکرے اور دلیل مین جب نظر کیا جاتا ہے تو اوسکے خلاف پر دلالت کرتے
ہین اور موید ہے کہ قول ابن ابی الحدید کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول
ابن ابی الحدید ایک مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جسکا دفع ہونا محال ہے وہ یہہ کہ صفات
مذکورہ صاف دال ہین کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر
سے پیشتر متولی امر خلافت ہوا اور یہہ امر اوصاف سے ایسا صاف و واضح ہے کہ ہر شخص جسکو ذرا سی
بہی فہم ہوگی سمجھ لیگا کہ سوائے خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہین
ہوسکتا چنانچہ ہماری شرح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راوندی کا اسدرجہ
ابہام و اجمال مین ہے کہ کوئی عاقل اسکو قبول و تسلیم نہین کرسکتا اول تو خود اوصاف ہی
اوس سے ابا کرتے ہین پہر کوئی وجہ نہین کہ جناب امیر اوسکو بطور کنایہ بیان فرماتین اور نہ
ایسا شخص جو ایسے اوصاف کے ساتھ متصف ہو اسقدر گمنام ہوسکتا ہے کہ اوسکو کوئی بہی نجانے
اور آپکے قطب صاحب بہی بس اسیقدر فرماتے ہین کہ کوئی شخص صحابہ مین سے تہا جو قبل
وقوع فتن وفات پاگیا۔ اس سے تو بہتر یہہ تہا کہ آپکے قطب الاقطاب و غوث الاغواث
آپکے صحابہ مقبولین مین سے مثل مقداد و عمار و ابوذر وغیرہ کے کسیکا نام فرما دیتے اور ہم
ثابت کر چکے ہین کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہین۔ پس ایسے

مہمل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال ہ للہ کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل مجیب ہی کی شایان شان ہے۔ معہذا اگر اول بیان کرنا کسی قول کا دلیل اس امر پہ ہو کہ اقوال لاحقہ باطل ہیں تو سب سے اول ابن میثم نے لکہا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ تغلیط و تکذیب قطب راوندی کی فرماوی اور فے الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود تکذیب راوندی ہے کیونکہ بعد اوسکی پہلے قول کا موید ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان کیا تہا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی ہتا اوسکی موید دوسرا قول ابن ابی الحدید کا نقل کیا تو دو نقلین اسپر متفق ہو گئیں کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعاً باطل ہوا۔ پانچوین خطا یہہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التنزل ہے حالانکہ کوئی قرینہ اسکی تنزلی ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ سابق مین کوئی قول جو اس امر پہ دلالت کرتا ہو کہ مراد ابوبکر ہی ہے نہین ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دال ہین کہ مراد عمر ہین اور یا اسپر دلالت کرتے ہین کہ رجل من الصحابہ مراد ہے دو قول امر اول پر دال ہین اور ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہہ کہنا کہ ابن میثم نے علی سبیل التنزل کہا ہے سراسر غلط ہے۔ چہٹی خطا یہہ ہے کہ فرماتے ہین کہ ابن میثم نے یہہ قول الزاماً ابن ابی الحدید کی رد کی لیئی لکہا ہے نہ یہہ کہ واقعی شارح اس قول کے قائل ہین۔ کیونکہ جیسا اس قول سے ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اوس سے زیادہ تردید قول آپکے قطب الاقطاب کی ہوئی جو بزعم جناب شارح کے پسندیدہ تہا اسلیے کہ جو خرابی و معصیت کہ مذہب تشیع پر عمر کے مراد ہونے سے واقع ہوتی ہے وہی مضیبت و خرابی ابوبکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ مثل مشہور صادق آگئی۔ فر من المطر و وقف تحت المیزاب تو یہہ عجب الزام ہے کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تہا وہ اپنے سر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید کو الزام دینا تہا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتہہ تائید کرتے اور اوسکو درجہ اہمال سے

نکال لیتے علاوہ ازین اگر شارح نے یہہ قول محض الزاما فرمایا ہے اور خود اسکا قائل نہین ہے
تو پہر شرح نوصافمین کیون اون معنے کو ملحوظ رکہا اور کیون اوسکو ہی موافق شرح کر
اور اثنا شرح مین راوندی کے قول کے طرف کیون اشارہ تک بہی نکیا پہر بعد اوسکے
جو سوال لکہا وہ بہی اسی قول کے موافق لکہا اور جو جوابات دیئے وہ بہی اسی قول مطابق
تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعا غلط ہے پس
مراد لفظ فلان سے کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہہ ہے کہ ابوبکر ہے قطع
نظر اس سے ابن میثم نے اپنے مختصر شرح مین جو شرح کبیر کے بعد سنہ ۶۸۱ھ مین تالیف کی
ابن ابی الحدید کے اور اپنے قول کو ترک کردیا اور صرف یہہ لکہا قیل اراد بہ عمر وقیل بعض
الصحابہ ممن جاہد معہ دین اللہ اوسمین بہی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید
کے تہا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے
لیکن عقل کے راہ سے راجح یہہ تہا کہ مراد ابوبکر ہون جسکو شرح کبیر مین بعد نقل قول ابن ابی الحدید
ذکر کیا لیکن چونکہ قوت نقل کو رجحان ہے اسلیے مختصر مین اوسکو ترک کردیا اور ابن ابی الحدید
کے قول کو مختصرا ذکر کیا سو یہہ کہنا کہ شارح نے یہہ قول الزاما فرمایا ہے نہ یہہ کہ خود اسکا
قائل ہو سراسر خرافات ہے سیاق عبارت صریح اسکی مکذب ہے افسوس کہ علامہ کینتوری نے
تو شرح ابن میثم کو نہ دیکہا تہا ہمارے مجیب نے بہی تو نہ دیکہا **قولہ** اور دلیل اسکی یہہ ہے
کہ جو وجہ عدم تطبیق فلان بر عمر بیان کی ہے وہ ابوبکر پر بہی صادق ہے یعنے حضرت امیر نے
خطبہ شقشقیہ مین اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابوبکر کی بہی مذمت کی ہے **اقول**
ابن میثم نے جو وجہ عدم تطبیق فلان کو بیان کی ہے اور اوسکو وجہ ترجیح ابوبکر قرار دی ہے اگر بالفرض
وہ عمر پر بہی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہین ہوسکتی
اور جب وہ باطل ہوئی اور وجہ ترجیح نہین ہوسکتی تو اوسکا الزام ہونا بہی باطل ہوا کیونکہ
جو دلیل کہ فی نفسہ باطل ہو وہ کیا الزام کی صلاحیت رکہہ سکتی ہے پہر اوسکے نسبت ہماری

فاضل کا یہ فرمانا کہ یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کی لیے ہے اور اوس کے غلط ہونے کو
اوسکی الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے علاوہ
ازین خطبہ شقشقیہ کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ شقشقیہ مین ابوبکر صدیق رض کے اون امور کے
نسبت جو خلافت مین واقع ہوئی مذمت مذکور نہین ہے اور عمر فاروق رض کی نسبت ایسے امور کی
شکایت مروی ہے تہوڑی سے عبارت خطبہ شقشقیہ کی بہی ملاحظہ ہو ومن خطبة له
علیه السلام وهی المعروف بالشقشقیة والمقمصة اما والله لقد تقمصها فلان
وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی
الطیر فسدلت دونها ثوبا وطویت عنها کشحا وطفقت ارتای بین ان اصول بید جذاء
او اصبر علی طخیة عمیاء یهرم فیها الکبیر ویشیب فیها الصغیر ویکدح فیها مومن حتی یلقی ربه فرأیت
ان الصبر علی هاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری تراثی نهبا
حتی مضی الاول لسبیله فادلی بها الی فلان بعده ثم تمثل بقول الاعشی شتان ما یومی
علی کورها ویوم حیان اخی جابر فیا عجبا بینا هو یستقیلها فی حیاته اذ عقدها لاخر بعد وفاته
لشد ما تشطرا ضرعیها فصیرها فی حوزة خشناء یغلظ کلمها ویخشن مسها ویکثر العثار فیها والاعتذار
منها فصاحبها کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم فمنی الناس لعمر الله
بخبط وشماس وتلون واعتراض فصبرت علی طول المدة وشدة المحنة انتهی بقدر الحاجة

ا خدا کی قسم بالتحقیق فلان شخص نے بزور خلافت کا قمیص پہن لیا اور وہ خوب جانتا تہا کہ میرا مرتبہ خلافت مین وہ ہے جو کلی کا چکی مین ہے
(یعنی مین مرکز خلافت ہون) مجہسے دریا بہتے ہین اور مجہہ تک کوئی پرندہ نہین اوڑ سکتا پہر مین نے خلافت کے درمیان مین پردہ چہوڑ دیا
اور اوس سے پہلو تہی کی۔ اس باب مین متامل ہوا کہ یا تو کٹے ہوے ہاتہ سے حملہ کرون یا ایسی اندہیری گپ پر جسمین بڑی عمر والا بڈہا ہو
جاتا ہے اور بچہ بڈہا ہو جاتا ہے صبر کرون۔ آخر یہ رای قرار پائی کہ صبر اس پر قرین عقل ہے پس مین نے صبر کیا حالانکہ آنکہہ مین تنکا اور حلق مین
غم کی گرفتگی تہی کہ اپنی میراث کو لٹتا دیکہتا تہا یہانتک کہ پہلے نے اپنے راہ لی اور اوسکو اپنے بعد فلان کیطرف ڈال گیا پہر اعشی کا قول
تمثیلا پڑہا۔ بڑا فرق ہے اوس دن مین جسمین اونٹ کے کوہان پر ہون اور اوس دن مین جسمین جابر کے بہائی حیان کا ندیم ہون پس ای عجب
کہ وہ اپنی زندگی مین خلافت سے استعفا دیتا تہا اچانک اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے لیے اوسکی گرہ بندی کر گیا۔ سخت
مشقت مین جسکا زخم گہرا ہے اور مس کہردرا ہے اور لغزش اور اوس سے عذر بہت ہے خلافت کے باز کا حصہ لینا
نہایت دشوار ہے خلافت کا صاحب مثل مانند زور اونٹنی کے سوار کے ہے اگر مہار کہینچے تو ناک پہٹ جائی اور ڈہیلی چہوڑ دی تو
ہلاکت مین گرے ... اختلاف اور بے راہی مین مبتلا ہو گئی۔ آخر مین نے مدت کی درازی اور محنت کی

——— حاذق اس عبارت مین تامل فرماوے کہ ابن میثم نے جو لکھا ہے اقول ارادہ لا بے بکر اشبہ من ارادتہ لعمر لما ذکرہ فے خلافۃ عمر و ذمہا بہ فی خطبتہا المعروفۃ بالشقشقیہ۔ اس عبارت سے کیسا صاف واضح ہے اوسکی نسبت فرماتے ہین کہ غلیظ الکلم خشن المس ہے اور اوسمین بکثرت لغزش ہے اور اوسکی وجہ سے لوگ خبط اور شماس اور تلون اور اعتراض مین مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اندر کوئی برائی اور قباحت ذکر نہین فرمائی اور اسی کیطرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کما سبقت الاشارۃ الیہ افسوس کہ نہ آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ شقشقیہ کو دیکھا اور یون ہی آپ کچھہ سے کچھہ فرمانے لگے مگر آپ فرماوین گے۔ کہ مین تو فارسی خوان تھا مین خطبہ شقشقیہ کو جسمین لغات وحشیہ غیر مانوسہ بہری ہوئی ہین اور شرح ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکر دیکھہ سکتا تھا پس آپکا بطور اکثر گری فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت اوسمین ہے تو ابوبکر کے بھی ہے اس بنا پر ہے کہ نہ آپنے شرح ابن میثم کو دیکھا اور نہ نہج البلاغت کہولکر دو چار سطرین خطبہ شقشقیہ کے پڑہین سو اسکو بھی اپنے دیانت و انصاف کرے مدین درج فرمائیگا زیادہ تو کیا عرض کرون۔ **قولہ** بلکہ بنظر دقیق مرشد ہی کہ یہ کلام مقام استہزا و تمسخر مین ہے کہ عمر تو نہین میرے نزدیک تو ابوبکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ شقشقیہ مین حضرت نے ذمت فرمائی ہے گویا تمہارا اسکا یہ ہے کہ اگر ابوبکر کے وہان بہی مدح کے ہو تو یہان بہی مدح کی ہے **اقول** جب مین دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہین فرمائین نہ کتاب کو دیکھین نہ سیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائین خدا کے لئے کوئی شخص اہل انصاف سے ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کو عبارت نہج البلاغت سے مطابق کرکے دیکھے اور حضرت کو اونکی فہم و انصاف و دیانت کی داد دیوے۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہ کیفیت ہو جسکو اپنا مرشد اور ہادی بنا رکھا ہے تو وای بر حال اوس نظر کے جو محض سرسری ہوگی تعجب ہے کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھہ استہزا و تمسخر منظور تھا تو اوسکی قول مین سے

عثمان کو کیون اختیار نکیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزار کرنا مقصود ہتا تو بمقابلہ اوسکے امیر معٰویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مراد نہین کیونکہ خطبہ شقشقیہ مین انکی مدت کی ہے امیر معٰویہ مراد ہین تو استہزار نہایت درست ہوتا اور جب ابوبکرؓ بہ نسبت عمرؓ کے تمہارے نزدیک بہی بہتر ہین کہ بزعم شیعہ جو تکالیف و مصائب کہ اہلبیت کو خلافتین اولیین مین عمرؓ کے ہاتہ سے پوہنچی ابوبکرؓ کے ہاتہ سے اوسکا عشر عشیر بہی نہین پوہنچا تو ایسی حالتمین ابوبکرؓ کی مراد ہونے کو استہزاء و تمسخر پر محمول کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ازین واضح رہی کہ شارح ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتدا مین وعدہ موکد بایمان غلاظ یاد کیا ہے کہ اس شرح مین بجز حق کے کچہہ نہ لکہونگا تو کیا وہ وعدہ یہان فراموش ہوگیا کہ خلاف حق ابوبکر کے مدح کے قائل ہوگئے۔ اور کہانتک تمسخر اور استہزار سمجہیگا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا ہی کہ جناب امیر نے جناب شیخین کے نسبت بجواب خط امیر معٰویہ کے تحریر فرمایا۔ ولعمری ان مکانہما فے الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فے الاسلام لجراح شدید۔ گویا یہہ تمام حصہ شرح ان دو جملونکی ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کرچکے ہین پس اگر یہان تمسخر و استہزا ابن ابی الحدید کی ساتہہ ہے تو وہان کس کے ساتہہ تمسخر فرمایا جو ایسی جامع تعریف فرمائی اور نیز کہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہین نوحؑ و ابراہیمؑ کے مماثل کیے گئے تو کیا یہہ سب آپکی روایات تمسخر اور استہزار ہی ہین۔ حضرت سید صاحب یہہ تمسخر اور استہزار نہین ہے بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہین اتخذتموھم سخریا حتی انسوکم ذکری خدا تعالٰے آپکی دیدہ بصیرت کہولدے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی تو آپکو معلوم ہو کہ یہہ واقعی مدح ہے یا تمسخر اور دیگر خوارج جسقدر اوصاف و محامد جناب امیر رضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہین اسیطرح خرافات دلائل سے باطل کرتے ہین اور تمسخر استہزار مین اوڑاتے ہین اوہر آپ حضرات ہین کہ شیخین کے محامد و فضائل کو تمسخر اور استہزار پر محمول فرماتے ہین ہمارے نزدیک وہ بہی جہوٹے ہین اور آپ بہی اپنے دعوے مین سچے نہین

پس راہ نجات اور صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور وہ بحمد اللہ اہلسنت کا طریق قویم ہے اللھم علیہا نحیی وعلیہ نموت وفی زمرتہم احشرنا یوم یبعثون

قولہ خصوصًا ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقشقیہ کا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اوسمیں مذمت ثلثہ موجود ایک جگہ مذمت کرنا اور دوسری جگہ اسکی مدح کرنا صریح تناقض ہے اور بمقابلہ ابن ابی الحدید الزام بہت ٹھیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن میثم کا یہہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام دیوے تو صریح کہنا چاہیئے تھا کہ یہہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شقشقیہ کے ہے جسکو ابن ابی الحدید نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جو اوسکے مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جب اوسکو باطل نہیں کیا اور اوسکی دلیل کا جواب نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اوسکی موافق اون اوصاف کا مصداق خلیفہ کو قرار دیا تو اسکو کیونکر الزام پر محمول کیا جا سکتا ہے علی الخصوص جبکہ یہہ الزام خود کذب و دروغ ہو اور مبنی اوس الزام کا ایسی دلیل پر ہو جو اوسنے بیان نہ کی ہو غرض کسیطرح پر اسکا الزام ہونا ٹھیک نہیں ہے اور نہ تمسخر اور استہزا ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے لیے یہہ الزام ہے تو اوس قول کو آپ کیا کرینگے جو سب سے اول نقل کیا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر اور نیز مختصر شرح میں تو یہہ دونوں قولونکو اور کچھہ لکھا ہے نہیں اونمیں بھی اول اسیکو ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے موافق تقلب راوندی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے قیل اراد بہ مدح عمر تو یہاں نہ تمسخر ہے نہ الزام ہے یہاں تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں پس یہہ صریح اوسکے الزام ہونے کو مکذب ہے اور بدانہ تمسخر و استہزا ہونیکو باطل کرتا ہے

قولہ اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکے قائل بھی ہوں تب بھی کچھہ حرج نہیں بطور رحمۃ اللہ علی التباس الاول ہونگے اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت میر صاحب افسوس کہ آپنے تو خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں بہم و انصاف

دین وایمان کو خیرباد کہکر رخصت کردیا۔ بھلا کچھہ تو عقل وفہم وایمان وانصاف سے کام لیا ہوتا
اگر شارح اس امر کی واقعیہ کے قائل ہوں تو کیا یہہ اصاف جو مشابہہ کمالات نبوت کے ہیں
بلکہ چشمہ نبوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جسکی اندر پائی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق
مثل مستہجن۔ رحمۃ اللہ علی النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی راستی پر
لاوے اور اونکی امراض نفسانیہ کا علاج کرکے اونکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم
کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اوٹھنے دے۔ بر آنکہ اونکی حرکت سے نقی الثوب سلیم العرض دنیا سے
رخصت ہوا ہو قلیل العیب ہو۔ خلافت کی غیر مطلوب کو جو عدل اور اقامت دین ہے جس سے
مستحق ثواب جزیل کا آخرت میں اور شرف جلیل کا دنیا میں ہوتا ہے پہونچ چکا ہو۔ خلافت کے
شر سے محفوظ رہا ہو۔ خدا کی اطاعت بجا لایا ہو۔ اور تقوی کا مرتبہ حاصل کیا ہو اوسکی بعد
لوگونکا یہہ حال ہوا ہو کہ جہالتونکی شاخ در شاخ راہون مین ایسے پریشان ہون کہ نہ گمراہ راہ پا
ہو سکی اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکی تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایما ندار
کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس قبیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھین کھولو۔ الٰہ العالمین
تو انکی آنکھین کھول اور انکو ہدایت فرما۔ آنک قریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہہ کفر صحیح ہو
تو اوس قول کے نسبت جو آپکے بزرگون ہی سے ابن میثم نے ابتدا مین نقل کیا ہے اور فرمایا ہی
والمنقول ان المراد بفلان عمر اور مختصر مین فرمایا ہے قیل اراد بہ مدح عمر کیا فرمائیگا وہان تو
نہ الزام ہے نہ تمسخر ہی غرض اس عبارت کو الزام یا تمسخر پر محمول کرنا مصداق مثل الغریق
یتشبث بکل حشیش کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجگہ ایسے بردوات مین گرفتار
ہین کہ مفر ومخلص نہین سوجہتا ناچار بے ڈہنگے ہاتہہ پانو مارتے ہین قال الفاضل
المجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو الخ۔ اقول۔ ہان بعض شیعہ سے نقل کیا ہی
لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہین جیسا کہ جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہی
جبکہ اونکی کتب مین اس روایت مین ابو بکر یا عمر موجود نہین بلکہ لفظ فلان ہے پس لا نسلم کہ

ابوبکر و عمر مراد ہون کیون نہین جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہون اور علی التنزل اگر ابوبکر یا عمر ہی مراد ہون تو محمول علے وجہ استصلاح جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جاز ان یکون الخ۔
اس جواب کی تنزلی ہونے پر آواز بلند پکار رہا ہے پس تنزلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب سمجھنا آپکی خاتم المتکلمین یا صاحب آیات بینات کی خوش فہمی ہے یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی جناب میر صاحب یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ بعض شیعہ سے نقل کیا ہے یہہ محض آپکا کذب و افترا ہی ہرگز ان[1] کوئی ایسا لفظ نہین ہے جو بعض پر دال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہین کہ یہہ سوال و جواب تمام ادن شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہین کیونکہ اس عبارت مین واعلم ان الشیعۃ اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذه المدائح التی ذکرها علیه السلام تنافی ما اجمعنا علیه من تخطئتهم واخذهما منصب الخلافة فاما ان لایکون الکلام من کلامه علیه السلام او اینکون اجماعنا خطأ ثم اجابوا من وجهین لفظ ما اجمعنا علیہ او اینکون اجماعنا خطأ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہہ سوال تمام شیعہ کیطرف سے ہے جو شیخین کے تخطیہ کے اجماع مین شامل ہین مسلک شیعہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اوسکی عموم شمول کی ہے پس یہہ آنکی اور آپکے کنستوری صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہین اور گویا اہل حق سے فرار کرکے اس اجماع سے جو مبنائی اصول مذہب ہے دستبردار ہونے ہین فاعتبروا یا اولی الابصار علاوہ ازین اس سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اولًا ابن میثم نے لکھا ہے۔ والمنقول ان المراد لفلان عمر وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول ارادته لابی بکر اشبه من ارادته لعمر دیسری تو وہ ہے جو کہ شرح

---

[1] اور جان کہ یہانپر شیعہ نے سوال وارد کیا ہی کہتے ہین کہ یہہ مدح جو حضرت علیہ السلام نے شخصون ابوبکر و عمر میں کی ہے حق مین فرمائی اوسکی مخالف ہے جسپر ہم نے اونکو خطا کیطرف نسبت کرنے اور منصب خلافت چہین لینے سے اجماع کیا ہی پس یا تو یہہ کلام حضرت علیہ کا کلام نہین یا یہہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پہر اسکا انہون نے دو طرح پر جواب دیا ہے ۱۲

اوصاف مذکورہ مین اوصاف کی محامل کو ایسے شخص مین منحصر اور متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا احتمال
قطع ہوگیا اور یہہ تینون امور ظاہری کرینا ہی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہین ہے بلکہ ابن
میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی
کی اکابر یہہ فرماگئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہین بلکہ اگر آپ تتبع فرماینگے
تو یہہ بہی ثابت ہوجائیگا آپکے اکابر تصریح فرماگئی ہین کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی
نہین - چنانچہ ان ہی آپکے حضرت علامہ کنتوری کی نسبت ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہے کنتوری در سیف ناصری و آنچہ در ایراش بچند ورق در مقابلہ رشید العلماء دہ
کردہ ثابت نمودہ باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقۃ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر آنہا مجاز ست
پس جب لفظ شیعہ سے عند الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہین ماسوا امامیہ جمیع طوایف شیعہ سے کوئی طایفہ
عند الامامیہ شیعہ نہین تو ایجگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اوس سے
امامیہ ہونگی اور آپکا اور آپکی کنتوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعہ سے ماسوای امامیہ مراد ہین محض
لغو اور باطل ہوگا اور علامہ کنتوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہین غلط ہوگا ہمنے ما
سلمنا شیعہ غیر امامیہ مراد ہین لیکن یہہ کہنا کہ یہہ توجیہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہین
فرع اس امر کے ہی کہ یہہ روایت اونکی کتابون مین موجود ہو اور جبتک یہہ ثابت نکرین اسوقت تک
اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کیطرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا نہج البلاغت
مین لکہنا ان فرق پر حجت نہین ہے اور یہہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجیہات کی اوسوقت حاجت
ہوتی جبکہ اونکی روایت مین لفظ ابوبکر یا عمر ہو آپکی اور آپکے علامہ کنتوری کی غلطی ہے اگر بالفرض
آنکی روایت مین لفظ ابوبکر یا عمر بجائی فلان نہو اور آپکے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا صرف
وہ اوصاف ہی تعیین مبہم پر اسطرح دال ہون کہ عرق ابہام و شرکت کی قطع ہوگئی ہو تو تب
بہی یہہ کہنا کہ ہمکو احتیاج جواب نہین محض جواب سے پہلو تہی اور غلط سمجہا جائیگا طرفہ
تماشا یہہ ہے کہ علامہ کنتوری نے توجیہ استصلاح ناس و استجلاب قلوب کو بہی کذب ہی قرار دیا ہے

جیسا کہ توجیہ توبیخ عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل مجیب توجیہ باستصلاح
کو شیعہ امامیہ کیطرف نسبت ہونے کی تصریح میں ارشاد فرماتے ہین کہ اگر علی التنزل ابوبکر یا عمر مراد ہون تو محمول علی
وجوہ الاستصلاح کا جیسا کہ قول شارح جاذب کون اس جواب کے تنزلی ہونے پر آواز بلند
پکار رہا ہے ہمنے مانا تنزلی سہی لیکن علامہ کستوری کا یہہ فرمانا کہ این ادعا کذب محض ست بالکل
سامی کذب محض ہوا۔ رہا ان جواب کے تنزلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارت ابن میثم
دیکھیے اور پہر کسی عاقل منصف سے دریافت بہی کیجے اوسکے بعد کچہہ فرمایئے قال الفاضل
المجیب - قولہ - بعد اسکے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین - وبعض از امامیہ چنین گفتہ اند
کہ غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیخ عثمان وتعریض بر او بود - اسکے جواب میں علامہ کستوری
فرماتے ہین - ہیچ یک از امامیہ این توجیہ نکردہ الخ بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے ہین
لیکن یہہ جواب علامہ کستوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اسکو بہی ابن میثم نے نقل کیا ہے
اقول - اگر غرض یہہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ بے فروغ ہے شرح ابن میثم
موجود وکثیر الوجود ہے کہین لفظ امامیہ کا نام ونشان نہین ہان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ
اسکے قائل نہین ایسی کہ قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہین اور یہہ ضرور نہین کہ شیعہ سے
مراد امامیہ ہی ہون امامیہ اخص شیعہ ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
یہہ ہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے جسمین امامیہ بہی داخل بلکہ حسب دعای شما ثقہ فرقہ کامل ہیں تو
دریہہ دروغ نہین ہے دروغ یہہ ہے جو آپ فرماتے ہین کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
شرح ابن میثم موجود شیعہ مین کثیر الوجود ہے اوسمین کہین لفظ بعض کا نام ونشان بہی نہین
بلکہ ثم اجابوا کے ضمیر ان شیعہ کیطرف عائد ہے جو ماقبل مین مذکور ہین اور جو خطبہ شقشقیہ کے
جامع مین شامل ہین اور جنکی مذہب پر سوال وارد ہوتا ہے تو مجیب بہی وہ ہی ہونگے اور ان سب مین
سے دست بزعم خود امامیہ اثنا عشریہ ہین جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہین تو سوال اور جواب مین
اشتراک سب سے پہلے ہونگی - علی الخصوص جبکہ آپکے علما نے تصریح کی ہو کہ لفظ فلان سے

ابوبکر یا عمر مراد ہین اور یہہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول ہین منفرد
ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہین ہوسکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہو۔ پس یہہ کہنا
کہ یہہ ضرور نہین کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہون بالکل واہیات ہی بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے
اسجگہ مراد امامیہ ہونگی **قولہ** اور نیز یہہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علی التحقیق اور یہہ بات
ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کسی فرقہ کیطرف سے دیے جاتے ہین کوئی اونکو اصلی جواب
اس فرقہ کا نہین کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہون تب بھی یہہ اصلی جواب
نہین ہی اسلئی علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ ہیچک از امامیہ این توجیہ نکردہ بالکل صحیح و درست ہی
اقول اقوال سابقہ مین اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزلی ہونے کا ابطال
ہم بیان کرچکی ہین قطع نظر اوس سے کوئی قرینہ عبارت مین اوسکی تنزلی ہونے پر دلالت نہین
کرتا پس اسکی نسبت تنزلی ہونے کا دعوی بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہہ جواب
تنزلی ہو تو بھی علامہ کستوری کا یہہ فرمانا۔ کہ ہیچک از امامیہ این توجیہ نکردہ بالکل کذب و دروغ
ہی کیونکہ یہہ محض اس توجیہ کے وجود سی انکار ہے حالانکہ اوسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے
تو مطلق یہہ کہنا کہ ہیچک از امامیہ این توجیہ نکردہ دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہین اگر یہہ ہی
مدعا تھا تو آپکے علامہ یہہ فرماتے ہیچک از امامیہ این توجیہ نکردہ الا ابن میثم کہ علی التنزل
بیان کردہ مطلق انکار سی مستفاد ہوتا ہی کہ یہہ توجیہ نہ علی التحقیق نہ علی التنزل بیان ہوئی ہین گے پس
ثابت ہوا کہ شیعہ سی امامیہ ہی مراد ہین اور یہہ جواب تنزلی نہین اور اسکی نسبت علامہ کستوری
کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے۔ **قولہ** یہہ ہی واضح رای عالی ہو کہ شارح ابن میثم علیہ الرحمۃ
حکیم مشرب ہین اور بطور محاکمہ اقوال مختلفہ عام شیعو کی بلکہ اپنے دلسے بھی جو اعتراض
وارد ہوتا دیکھتی ہین لکھکر اور فرض کرکے اپنی سمجھہ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہین یہہ آپکے
خاتم المتکلمین کی سمجھہ کی خوبی ہے کہ اونکو اصلی تحقیقی جواب سمجھکر الزاماً نقل کرتے ہین
اقول۔ ظاہر اس عبارت سی مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم مد نظر ہے

اور یہہ ثابت کرنا ہی کہ وہ رطب یابس اقوال مختلفہ عام شیعونکو نقل کرتے ہین اور اپنی روایات مین جو اعتراض وارد ہوتا دیکہتے ہین اوسکو خوضاً یعنے کذباً و افتراءً شیعہ کیطرف منسوب کرتے مین اور اپنی سمجہہ کے موافق اوسکا جواب لکہتے ہین تو ایسے اقوال ایسے شخص کے اقوال الزاماً نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجہنا خاتم المتکلمین کے سمجہہ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت یہہ دعوی محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور اونکو شرح کی نسبت مناقب و محامد بیان کیے ہین اونکے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجیب لبیب کے نزدیک سب کذب و دروغ ہی ابن میثم کے علو مرتبہ کی تو یہہ حالت ہی کہ آپکے قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اسکی تبحر اور حکمت پر آپکے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور شرح کی حالت یہہ ہی کہ شارح نے اپنے شرح کے خطبہ مین خدا کے ساتہہ عہد موثق کیا ہی کہ سوائی حق کے کچہہ نہ لکہونگا اور باطل کیطرف ہرگز میل نکرونگا اور یہہ اسلیے کہا ہوگا کہ دیکہا عموماً علماء شیعہ تعصب مین آکر نصرت حق چہوڑ دیتے ہین اور اوسکی عبارت یہہ ہے[1] و تعہدت فی ذلک بیدان ما هدت الله سبحانه الی لا انصر فیه مذهبا غیر الحق ولا ارتکب هوی بمراعاة احد من الخلق اور اگر آپ تتبع فرماوینگے تو معلوم کرینگے کہ آپکے بعض علماء نے اپنی فہرست علماء مین یہہ ہی لکہا ہے[2] و منهم الشیخ الحسن المیثم بن علی بن میثم البحرانی مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق ان یکتب بالذهب علی الاحداق لا بالحبر علی الاوراق پس جس مصنف کا یہہ مرتبہ ہو اور مصنف کی یہہ حالت ہو اوسکی عدم توثیق کوئی کیونکر بیان کرسکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرماوینگے کہ شکنجہ ابحاث اہل حق مین یہانتک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات ستہ سی مسدود پاکر اپنی معتمد علماء کے

---

[1] اور مین نے اس شرح کو شروع کیا جبہی کہ خدا سے عہد باندہا کہ بجز مذہب حق کے دوسرے کی مدد نکرونگا اور خلق مین سے کیسیکی رعایت کیوجہ سی خواہش نفسانی کو اختیار نکرونگا ۔۱۲ [2] منجملہ اونکے شیخ حسن میثم بن علی بن میثم بحرانی شرح نہج البلاغت کا مصنف ہے اور وہ آنکہونکی ڈیلو نپر سونے کے ساتہہ لکہنے کے لائق ہی نہ کاغذون پر سیاہی سے ۔۱۲

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور اونکو حاطب اللیل قرار دینے لگے۔ تو جو امر ایسے شخص کے اعتراف سے ثابت ہوگا اور جو اقوال ایسے مستند شخص کے ایسی موثق اور معتمد کتاب مین درج ہونگے اہل حق اونسے الزام دینے مین کیون دریغ کرینگے۔ اور ایسے معتمدہ نقول سے کیونکر الزام تام ہوسکتا الزام اون ہی صورتسے ثابت و تام ہوتا ہے کہ جنکی نسبت خصم اعتراف کرے اور اوسکی سے خصم اور اہل حق کے لیے مفید ہو اور یہان بحمد اللہ ایسا ہی ہے کہ شارح ابن میثم کے نزدیک لفظ فلان سے مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اوسکی عبارت سے صاف واضح ہے اور یہہ بھی اوسکی عبارتسے ہویدا ہے کہ اوسکے نزدیک قول راوندی پسندیدہ نہین اور نہ اوسکی طرف اوسکو میلان ہے تو اس صورت مین ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ تام ہے اور آپکا اور آپکے کشف والے صاحب کا انکار ناواقفی ہے یا عناد۔ **قولہ** یہہ سبب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ھھنا سوالا الخ مین بطور محاکمہ فرض و تسلیم قول نقل کرکے اسکو جواب لکھی ہین ورنہ آپ ہی فرماتے کہ اگر اس سے مراد شیعہ امامیہ ہین اور شارح کی تحقیق ہے تو کونسی شیعہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں مین سے ایک مراد لیکر یہہ توجیہین کین ہین آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہین تو کسی کتاب سے لکھتے ہین یا یون ہی خیالی گھوڑی دوڑاتے ہین اور شروح نہج البلاغت بھی موجود ہین اگر یہہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہیے کہ اور کتابون مین بھی یہہ توجیہین مذکور ہون ورنہ زبانی دعوی کون سنتا ہے **اقول** اگر یہہ ہمارے فاضل مجیب کے رای مین محاکمہ ہو کو علی سبیل الفرض والتسلیم ہی سہی تاہم محاکمہ کیلئے ضرور ہے کہ حکم ایک شخص ثالث ہو یعنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص اوسکی صحت پر استدلال ہو اور دوسرا کوئی شخص اوسکا نقض و ابطال کرے تیسرا شخص اون دونو خصمین مین قول فیصل لکھکر حکم ہوسکتا ہے اسیطرح ما نحن فیہ مین بھی ہمارے مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دین اور بعد اوسکے دو خصمین تجویز فرمائین پھر اون دونو خصمین کے لیے شارح ابن میثم کو حکم قرار دیکر فرمائین کہ اوسکا یہہ قول فیصل اس نزاع مین وارد ہے جب ہم یہان غور کرتے ہین

تو وہ صحیح ہوتا ہے کہ اول شارح ابن میثم نے جو نقل کیے بیان کیا کہ لفظ فلان سے عمر مراد ہے
پھر راوندی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم والمسمی صحابہ میں سے مراد ہے پھر ابن ابی الحدید سے
نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ عدم علم ابوبکر و عثمان انہیں تو عمر
مراد ہونگے پھر اپنے رائی کہ بہ نسبت عمر کے ابوبکر کا مراد ہونا استبعد بحق ہے ظاہر کیے بعد اسکی
شرح اوصاف بیان کر کے شیعہ کیطرف سے اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد
ابوبکر یا عمر ہون پھر اون ہی کیطرف سے دو جواب نقل کیے تو آپ فرمائیے کہ محاکمہ شارح نے
کہاں کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کونسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے
اگر یہہ ہی دونو جواب قول فیصل ہیں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہوتا ہے وہ
تمام الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے تھے وہ سب آپکے اعتراض
کذب و دروغ ہوگئی۔ غرض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض و تسلیم
کہنا سراسر غلط اور ناواقفی ہے۔ اب رہا ہمسے یہہ سوال کہ اگر یہہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے
اور واقعی نقل ہے تو بتاؤ کہ یہہ کہاں سے منقول ہے اور کس سعید نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے
کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو لامحالہ یہہ توجیہیں کتابوں میں مذکور ہونگی ورنہ زبانی دعوی کون سنتا ہے
سو اہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمسے کیا موقع تھا نقل تو آپکے ابن میثم
فرمائیں اور آپ سوال ہم سے کریں سبحان اللہ حضرت میر صاحب ذرا ہوش کے باتیں کیجیے
ہمکو اس سے کیا غرض کہ آپکے فاضل متبحر حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بولا ہاں جب اوسنے ایک
امر کو نقل کیا۔ پس ہماری لیے حجت ہو چکا خواہ سے فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہو اور کسی سعید نے
لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا
اور آپکے کستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کسینے نہیں لکھا تو یہہ آپکے فاضل متبحر
حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افترا باندھتے ہیں اور
اوروں کی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو اونہوں نے فرمائی نہیں لیکن یہہ طریقہ کچھ پایا نہیں

بلکہ قدیم سے علماء شیعہ کا یہہ ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ ع پر افترا رباندہ چکے ہین اور ائمہ نے
اونکی تضلیل و تکذیب فرمائی ہے تو اگر شارح نے ایسا کیا ہو تو کچہہ خلاف قوم کے نہین کیا۔ بہر کیف
شارح کا لکہنا ہمارے لیے ثبوت مدعا مین کامل حجت ہے کیونکہ جب ایسے بڑے معتمد از شیعہ
امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ خصم
کے لیے حجت ہو گیا پس اوسکی نسبت آپکا یہہ فرمانا کہ یہہ خیالی گہوڑے دوڑاتے ہین اور زبانی دعوے
کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہے۔ لیکن آپ جسقدر چاہین اوسپر تبرا پڑہین جتنی
چاہین گالیا دین اب الزام اوٹہنا محال ہے۔ علاوہ ازین مین کہتا ہون کہ کیا ضرور ہے
اگر یہہ تحقیق ہو تو کتابون ہی مین مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اون علماء امامیہ نے جو معاصرین
ابن میثم تہے درس تدریس یا بحث و گفتگو کے وقت یہہ اعتراضات کیے ہون اور یہہ توجیہات
زبانی کی ہون۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اونسے اپنی شرح مین درج کر دیا ہو اور کیا ضرور ہے
کہ اگر یہہ اعتراضات و توجیہات شروح مین مذکور ہون تو ہم یا آپ تک اونکی مطالعہ کی نوبت
آوے آخر فاضل مدائنی نے اپنی شرح مین جو کچہہ لکہا ہے اور اپنے نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے
اوس سے بہی یہہ ہی مدعا تقریبًا ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مدائنی کی ہم قریب نقل
کراتی ہین۔ اور علاوہ اسکے اور بہی شروح و تراجم اسکے ہین اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو
اونکو تلاش و تتبع کیجیے ورنہ آپکو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف
ابن میثم کا لکہہ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے ہمکو سخت تعجب و حیرت ہے کہ آپ ابن میثم کے کلام
قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم سے پوچہتے ہین اور قطب راوندی کے اوس قول کو
جو آپکے نزدیک صحیح و مسلم ہے آنکہیں کہول کر نہین دیکہتے کہ اوسمین کیسا ابہام و اہمال ہے کہ جسکا کچہہ
انتہا نہین وہ فرماتے ہین کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جسکا نہ کچہہ نام ہے نہ نشان ہے
اب ہم اوسکی نسبت پوچہتے ہین کہ یہہ شخص ممدوح کون ہے جسکی ایسی صفات کاملہ جناب امیر نے
بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہین ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

تمہین معلوم ہے تو متعین کرکے بتلائیے یا اپنے قطب الاقطاب سے دریافت کیجیے ورنہ صاف
معلوم ہوگا کہ آپکے قطب الاقطاب نے الزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہوگی تو ایسی زبانی
باتین صاحب آپکی ہم مذہب اور متبع بہی نہین سنتے تو ہم کب سنین گے قال الفاضل المجیب
قولہ۔ اور اسی بحث مین صاحب تحفہ فرماتے ہین وللہ شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین
فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابوبکر ست وبعضی گفتہ اند عمر ست اسکی جواب مین
علامہ کنتوری جہلا کر فرماتے ہین۔ ان ہذا لافک مبین۔ ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام
شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست۔ بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ اللہ تعالی عن خاتم المتکلمین
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ ربیا کہ مراد ازین شارح امامیہ قتل محمد آ مستند
الخ۔ اقول۔ آپکے خاتم المحدثین کے اس قول نے فیصلہ ہی کردیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت
مین بجنسہ لفظ فلان ابوبکر نہین ہان اسکی مرادی معنے مین بتقدیر تسلیم وتنزل احتمال ابوبکر یا عمر کا
لکہا ہے پس جناب مفتی صاحب نے انکار نہین کیا مگر لفظ ابوبکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ
مین اسکا انکار نہین کیا کہ معنی مرادی احتمالی مین بہی علی التقدیر تنزل ابوبکر یا عمر نہین ہے
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ سخت حیرت اور نہایت تعجب ہے
کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتومین ایسی فاحش غلطیان کرتے ہین ای اہل سمجھ وطالب انصاف
وعدل خدا کے لیے ذرا ہمارے مجیب لبیب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرماوین جس سے صاف معلوم
ہو جائیگا کہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھے اور نہ کنتوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ ازالۃ العین کا
مضمون ذہن عالی مین آیا۔ یا یہہ کہ مضمون سمجھہ گئی ہین لیکن اپنے دیانت وانصاف کی ہاتھ
سے لاچار ہین بمقتضا اسکی ایسے خرافات باتین نہ فرمائین تو کیا کرین دیانت وانصاف کا
ثبوت آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول مین اول خطاے فاحش یہہ ہے کہ فرماتے ہین خاتم المتکلمین
کے اس قول نے فیصلہ کردیا کیونکہ تسلیم کرلیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین لفظ فلان ہے اور لفظ
ابوبکر نہین ہان لفظ مرادی معنی کے تنزلا احتمال ابوبکر لکہا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نہ صاحب ازالۃ الغین نے اس امر کا دعوی کیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین بجای لفظ فلان لفظ
ابوبکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعوی تحریف نسبت شریف رضی کے شراح کے
تعیین یعنے مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ
العزیز تحفہ مین فرماتے ہین - درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغت کہ شریف رضی
برای حفظ مذہب خود تصرف کردہ لفظ ابوبکر را حذف نمودہ و بجای او لفظ فلان آوردہ تا سنیان
تمسک نتوانند نمود لیکن کرامت حضرت امیر آنست کہ اوصاف مذکورہ صریح تعیین مبہم میکنند
چنانچہ بیان خواہد شد ولہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین لفظ فلان
اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابوبکر ست و بعضی گفتہ عمر الخ - اس عبارت سے صاف
واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعوی تحریف کے لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہہ کہ اوصاف
مذکورہ تعیین مبہم کو کرتے ہین دوسری یہہ کہ شراح نے بطور بیان مراد کے ابوبکر یا عمر کو
بیان کیا ہے اور یہہ دعوی ہرگز نہین کیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین بجای لفظ فلان کے
لفظ ابوبکر اور جب آپ نے عمر وغیرہ کے مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول
کر لیا اور دعوی ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جانے سے آپکی یہہ ہی مراد ہو
اور اگر فیصلہ ہو جانے سے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک بہی ممکن نہین آخر آپ کے علامہ
کنتوری ایسی ہی ہر دمات مین گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ
ہماری شارحین نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعیین احد ہما مین اختلاف کیا ہے
نہ یہہ توجیہات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہین کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کا مراد
ہونا تسلیم کر لیا ہے علماء امامیہ مین سے کسی نے بیان کیے ہین حالانکہ علامہ کنتوری کا یہہ فرمانا محض
غلط اور کذب تہا اور یہہ توجیہات ابن میثم نے نقل کیے ہین اور اگر بفرض محال اسکو تسلیم
کیا جاوے کہ یہہ نقل نہین بلکہ بحرانی نے اپنی طرف سے لکہا ہے تو بہی چونکہ بحرانی فضلاء متبحرین
امامیہ سے ہے اوسکا لکہنا بثبوت الزام اور انکار کنتوری کے بطلان کے لئے کافی ہو گیا

دوسری خطا بھی قدیم خطا ہے کہ اسکو تنزلی فرما رہے ہین حالانکہ اس دعوی کے ثبوت کے
لیئے کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرائن اوسکی خلاف پر قائم ہین چنانچہ ہم پہلے
عرض کر چکے ہین - تیسری خطا نہایت فاحش اور تسبیح یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ محشی صاحب نے انکا
نہین کیا ہے یعنی لفظ ابوبکر بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ مین اور اسکا انکار نہین کیا کہ تحفے مرزی کا
احتمالی مین بھی تقدیر تنزل ابوبکر یا عمر نہین ہے - اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع
ہے اور مصداق مصرعہ چہ دلاور ست الخ - کہ یہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اسکو دیکھئے پھر اوسپر
علامہ کنتوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے - آپکو کنتوری صاحب تحفہ کا قول نقل کرکے فرماتے ہین
قولہ - وہمہ شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابوبکر است
وبعضی گفتہ اند عمر الخ - قولنا ان ہذا الا افک مبین - این ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح
امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست محال آنکہ قبل از ابن ابی الحدید غیر از قطب راوندی کسی بشرح
این کتاب شریف نپرداختہ چنانچہ ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفتہ و لم یشرح ہذا
الکتاب قبلی فیما اعلمہ الا واحد وہو سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف
بالقطب الراوندی وکان من فقہاء الامامیۃ انتہی ونیز ابن ابی الحدید بشرح این کلام تحت
بعد دعوی اینکہ گفتہ - فاما الراوندی فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام مدح بعض
اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنۃ ہی التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من الاختیار والاثرۃ - جس شخص کو ذرا بھی عبارت سمجھنے کی تمیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے
سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول مین فرمایا ہے کہ شارحین نہج البلاغت
کا امامیہ مین سے باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہین لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے اور بعض کہتے ہین
کہ مراد عمر ہے - پس اس قول مین بصراحۃً اس امر کی نسبت دعوی ہے کہ کتب شیعہ مین
لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابوبکر یا عمر مذکور ہین - بجواب اسکے علامہ کنتوری نے اس
دعوی کی تکذیب کی اور فرمایا - ان ہذا الا افک مبین یعنے یہہ دعوی ظاہر بہتان ہے

اس ناصبی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شارح امامیہ نے کہا ہے کہ مراد ابوبکر ہے یا عمر تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہے اور تحفہ کی عبارت مین نہ اس امر کا دعوی کیا کہ کتب شیعہ مین بجائی لفظ فلان کے لفظ ابوبکر یا عمر اس روایت مین موجود ہے اور نہ علامہ کنتوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے پس آپکا یہہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہین کیا مگر لفظ ابوبکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ مین الخ سراسر دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم وحیا کا یہہ کام نہین کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپکو خوف خدا اور اہل علم سے شرم وحیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہین ہوسکتی اسلیے آپ جو چاہین کرین جو کچھہ چاہین فرمائین۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ زیرا کہ مراد ازین الخ۔ اقول۔ آپکے خاتم المتکلمین کے یہہ تقریر کیا لمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ الرحمۃ کی اور شراح امامیہ نے بہی یہہ توجیہ کیے ہوگی معاملہ دینے مین ایسی تقریرین کرنے اہل دیانت کا کام نہین آپکے خاتم المتکلمین نے نہایت چہان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی فرمائے اونکو اس شرح مین یہہ توجیہات علی سبیل التسلیم والتنزل ہاتہ لگین اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر تسلیم وتنزل کے گئے ہین اور وہ بہی عام شیعہ کے ہین شرح مین لفظ امامیہ کا نام ونشان تک نہین ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور دوسرے لفظ شل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ اول بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپکے کنتوری نے اسکا صاف انکار کردیا تہا سوا اونکا انکار کچھہ پیش نگیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سزا پاچکے جو اہل شرم وحیا کے لیے بہت کچھہ ہے تو اونکی سلب کلی کے مقابلہ مین اوسکی نقیض ایجاب جزئی ثابت کی گئیے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ اونکا انکار محض قصور تتبع سے یا عناد سے ناشی تہا اب آپ اسکا انکار فرمایا کہ سوای بحرانی کے اور کسی شارح نے نہین لکہا ہے۔ حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذبا خلاف دیانت بڑا یا افسوس کہ آپکو علامہ کستوری کا حال دیکھکر عبرت نہوئی اور علامہ کستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول نہج البلاغت کی تمام شروح وتراجم ملاحظ فرمائی اوسکی بعد اگر انکار فرماوین گے تو قابل جواب ہوگا مین یسیا گمان کرتا ہون
کہ آپ نے جمیع شروح وتراجم نہج البلاغت کے ملاحظ نہین فرمائی ہونگی اسلیے عرض کرتا ہون معاملہ دینی مین ایسی تقریرین کرنا اہل دیانت کا کام نہین ہے۔ علاوہ ازین کہ اس بحث مین جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائنی کے شرح کی نقل کی ہے اوس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اوسکا استاد نقیب ابو جعفر بہی اس امر کے قائل ہین کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہین مدائنی کہتا ہے کہ نقیب گفتم کہ تعریض بکار فرقی درست میشود کہ مدح شخص ماضی مطابق نفس الامر بود وہیچ شک وتردی بیدا ہون آن نگردد چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہد بود کہ بالاتر ازان نباشد نقیب سر بگریبان فرو بردہ بعد تامل گفت راست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت مین بصراحۃ نام ابوبکر یا عمر کا نہین ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تعریض ہونے پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہہ بہی بدیہی ہے کہ اونکا تعریض بجز ذکر محاسن احد الخلیفتین سابقین کی نہین ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان محامد احد الشیخین کو متضمن ہے اور حاصل اسکا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب ثانی مین نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدھما فی معرض توبیخ عثمان الخ اور نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے آخر مین تصریح لکھا ہے واز کلمات دیگر شارحین ومترجمین این کتاب از امامیہ ہم ترجیح صدیق بر می آید کما لا یخفی علی المتتبعین لیکن چونکہ علامہ کستوری کی تکذیب بحرانی کی نقل سے بخوبی ہوچکی تہی اور شارحین سے نقل کے حاجت نہوئی۔ معہذا کیا یہہ خاتم المتکلمین کا لفظ مثل لکھنا آپکے اور آپکی علامہ کستوری کی تقریرات سے بہی زیادہ خلاف دیانت ہے

کہ بداہتہ کذب اور دروغ دعوے فرماتے ہین کہین کہتے ہین کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کو مراد نہین لیا کہین کہتے ہین کہ یہہ اوصاف کسینی ابوبکر یا عمر پر محمول نہین کیے گئے کہین فرماتے ہین کہ یہہ توجیہات و اعتراض کسی عالم امامیہ نے نہین کین پھر اسپر فاضل مجیب حاشیہ چڑہاتے ہین کہ مفتی صاحب نے بجائی لفظ فلان کے ابوبکر یا عمر مراد ہونے کی سوای اور کسی امر کا انکار نہین کیا حالانکہ آپکا اور آپکی علامہ دستوری کا فرمانا بداہتہ خلاف واقع ہے پھر تعجب ہی کہ با اینہمہ ادعای انصاف یہہ تقریرین خلاف دیانت نہین معلوم ہوتین آرمی ۔ ع ۔ وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ۔ رہا توجیہات کا بتقدیر تسلیم وتنزل ہوتا اور عام شیعہ کیطرف منسوب ہونا سو اسکا جواب ہم پہلے اس سی گذارش کرچکی ہین حاجت اعادہ نہین **قولہ** معہذا اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا بہی جواب دینی قولہ زیراکہ الخ ۔ اقول کلام ابوبکر یا عمر کے تعیین حتمی مین ہے اور وہ ہرگز شرح ابن میثم علیہ الرحمۃ موجود نہین ہے بلکہ پہلی معلوم ہوچکا ہی کہ بحرانی علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہی ۔ تاکہ معلوم ہو کہ مراد ابوبکر و عمر نہین ہے اسکی بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہی کہ وہ بعض وجوہ کی حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہی نہ یہہ کہ تعیین حتمی کرتا ہے پھر علی التنزل بطور فرض وتسلیم قول مخالف یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہین کہ درصورت ان ہردو کے مراد ہونیکی بعض وجوہ سی حضرت ابوبکر ترجیح رکہتی ہین بشرطیکہ اسکو استہزا نہ سمجہا جاوی پس اسکو تعیین حتمی ابوبکر یا عمر قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب مین بحلف کہہ سکتا ہون کہ یہہ آپکی تحریر چونکہ اول سی آخر تک ایسی ہی خرافات اور واہیات سی بہری ہوئی ہے ہرگز اس قابل نہین ہے کہ کوئی اہل علم اسکی جواب مین قلم اوٹہائی مگر ہمکو اپنی حضرت عالی جلیل کی ارشاد اور پاس خاطر عنایت فرمای بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی مقیم لدھیانہ نے مجبور کردیا اور بجز امتثال کے کچہہ ہمکو چارہ نہین ہوسکا ناچار قلم اوٹہانا پڑا اسکی انصاف اسیکا نام ہے کیا دیانت اسیکو کہتے ہین کہ بدون شرح ابن میثم دیکہے اوسکی عبارت کی

توجیہات بلکہ تحریفات بلکہ تکذیب فرمایا ہے یعنی شارح ابن ہیثم نے اول میں قول قطب راوندی کا
اپنی شرح میں کہاں لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والمقول ان المراد عبداللہ
عمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعیین حتمی ہے اور یہ موجب اسکی تاکید کے دلالت
کرتا ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اسکے بعد اوسکی تائید ابن ابی الحدید
سے کی کہ وہ بھی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمر ہیں اوسکے بعد اپنی رائے ظاہر
جو قطب راوندی کے قول کے سراسر تکذیب ہو اور کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ابوبکر کا مراد ہونا بہ نسبت
عمر کے زیادہ مشابہ حق معلوم ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت
عمر کی مراد ہونے پر دال ہیں وہ بھی چندان بعید عن الحق نہیں صرف اشبہ اور شابہ بحق ہونیکا
فرق ہے جو مدلول افعل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ رجح احدہما مستلزم رجح آخر کی لفظ
فلان سے کسیکو شیخین میں سے مراد تسلیم کرلو تو دوسرے کی رجح اور حقیت یا مستلزم ثابت ہو جائیگی
لیکن قطب راوندی کے قول کی سراسر تکذیب ہے پس جو کچھ بہ نسبت مراد ہونے احد الشیخین کے
بیان کیا ہے وہ بخاتیقی ہے خصوصاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اوسمین احتمال
یا تاویل کی گنجایش ہے باقی نہیں چھوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کردیا کہ مراد
اس سے کوئی خلیفہ ہے - اچھا بفرض محال آپنے تسلیم کیا کہ تعیین حتمی نہیں ہے لیکن شارح نے
کسی طور پر آخر تعیین کو بیان تو کیا ہے بلکہ سارے کنتوری کا اوسکی نسبت مطلق انکار کرنا
اونکی فاحش غلطی ہے یا نہیں پس ایسی پوچ باتون سے اگر آپ چاہیں کہ اہل حق کا استدلال
اوٹھ جاوے یا آپکی علامہ کنتوری کے جان الزام سے چھوٹ جائے تو یہ ہرگز ممکن نہیں
بلکہ جسقدر آپ اسکی حمایت فرمائنگے اوسیقدر الزامات زیادہ ہوتے جائنگے چنانچہ آپ اس بحث
میں دیکھ ہی چکے ابھی آگے بحث دیکھیے اگر فہم و حیا و شرم ہے تو سمجھ جائیے ورنہ آپکو تنبیہ
کیا ہے ما علینا الا البلاغ - قولہ صفحہ ۱ ہم کہتے ہیں کہ اگر شارح بحرانی علیہ الرحمۃ
نے یہ توجیہات بدون غرض تسلیم تحقیقی ہے کی ہون اور اونکے نزدیک یہ اصلی ہی

جواب ہون اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اس شرح کو ملاحظہ نفرمایا ہو تو کونسی عیب و نقص کی بات ہی یہہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اوسکی تحقیق ہمیشہ مدنظر ہو آپکی خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سر پر اوٹھا لیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر اسکی مضامین کا یاد نہ رہنا کچھہ بڑی بات نہیں محض اس توہم سے انکو پایۂ تصنیف و تالیف سے گراتے ہیں اور صاحب تحفہ کی خبر نہیں لیتے کہ اونکے کتب تو ایک طرف اپنی والد ماجد کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتابہی کونسی جسکا اور دنکو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھنا چاہی تو اوس کتاب میں دیکھی چنانچہ کئی جگہ اسی تحفہ میں انکی یہہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ بلکہ حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہہ دعوی تہا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسبنا کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جسمین آنحضرت کے مرنیکا ذکر ہی بخاطر نہو اور بعد بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکی شان میں کچہہ چون وچرا نکریں اور مسند خلافت و امامت بے تکلف دیدیں۔ ان ہذا الاشئ عجاب اور یہہ حال اکثر کتب میں موجود ہی اگر حضرت مجیب کو شک ہو تو مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۵۱۵ مطبوعہ مطبع فخر المطابع دہلی ملاحظہ فرماوین چونکہ عبارت طویل ہے اسلیے ہم نہیں لکہتے اور خلافت کا ایسا اہم امر دین ہونا بہی اسی مقام میں لکہا ہے **اقول** حضرت فاضل مجیب کے سمند فہم و انصاف نے یہانبہی ٹہوکر کہائی اور ایسی ٹہوکر کہائی کہ منہ کے بل آیا۔ حضرت نے پہلی منشاء اعتراض سمجہی بلکہ اول عبارت تحفہ دیکہی پہر اپنے مفتی صاحب کا جواب بغور ملاحظہ فرمائی پہر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بنظر تامل سوچیے اوسکے بعد جواب دیجیے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شراح نہج البلاغت نے لفظ فلان کی جو نہج البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے تعیین مراد میں

اختلاف کیا ہے بعضی کہتے ہین کہ مراد ابوبکر ہے اور بعضی کہتے ہین کہ اس سے مراد عمر ہے آپنے
اونکو علامہ کستوری فرماتے ہین کہ یہہ سراسر جھوٹ ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ فلان سے
ابوبکر یا عمر کا بیان نہین کیا وہذہ عبارتہ - ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی مدبر پرسید
کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست الخ اسپر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے
علامہ کستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قولہ ان ہذا الا افک مبین اقول
سبحانک ہذا بہتان عظیم - زیرا کہ مراد ازین شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چون
این بے نصیب کتب مذکورہ ندیدہ میگوید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست
اینک عبارت رئیس الحکما والمتبحرین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنو و خاک ذلت بر وجود
بے بنیاد ریزد تکلم و تضعیف بہ خیر حیث قال الخ - انتہی اور چند جگہ آپکے مفتی صاحب نے حضرت
خاتم المحدثین کے اس بحث مین تکذیب کی اور اپنا تبحر جتایا اور حضرت خاتم المتکلمین نے
اوسکے جواب مین آپکے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن میثم کی عبارات نقل کرکے
اونکے دعوے تبحر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنے جواب کو مطابق کیجئے اور خیال فرمائیے
کہ آپکے جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہے تفصیل اسکی یہہ ہے کہ آپ
اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہہ توجیہات تحقیقی اور اصلی جواب ہون
گویا اونکے نزدیک بدون تنزل و استہزا کے ممدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ فلان
سے حضرت ابوبکر رض یا عمر رض ہی ہون اور فی الواقع مفتی صاحب نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہو
تو کونسی عیب اور نقص کی بات ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر اوسکے مضامین کا
یاد نہ رہنا کچھہ بڑی بات نہین کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہے لیکن
ہم کب کہتے ہین کہ شرح ابن میثم کا نہ دیکھنا کچھہ عیب اور نقص کی بات ہے اور ہمنے اور ہمارے
خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا اوسکے مضامین کا بروقت
تحریر یاد نہ رہنا کچھہ بڑی بات ہے اور ہمنے کب دعوی کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مدنظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض
تو یہہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن میثم نہین دیکہی تہی یا آپکو یہہ مضامین یاد نہین رہے تہے
تو یہہ زبان درازی اور ہرزہ درائی کیون فرمائی کہ کہین فرماتے ہین - ان ہذا الا افک مبین
ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست کہین لکہتے ہین این ادعا
کذب محض ست کہین فرماتے ہین - ثبت العرش ثم النقش - اول اینمعنے با ثبات باید رسانید
کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست الخ - اور کیون ایسا واویلا کیا کہ زمانہ کو سر پر اوٹہا لیا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروح نہج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے
اور تمام شروح کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہین اگر آپ نہین
جانتے تہے تو لفظ فلان سے شیخین کے مراد ہونے کا انکار اور علمائے امامیہ کی توجیہات کرنے
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعوی تمام شروح کے دیکہنے اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے
کا ہی - اگر باوجود اس نجاننے کی وہ سمجہتے ہوتے کہ مین نہین جانتا ہون تو اس شد و مد سے تکذیب
انکار نکرتے بلکہ یہہ کہتے کہ مین نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہین دیکہی یا تمام شروح نہین دیکہی
ہاہین اس دعوی کی تصدیق و تکذیب کی نسبت کچہہ نہین کہہ سکتا یا یہہ کہ تمام شروح دیکہی
تہی مگر اس موقع کے مضامین مجکو یاد نہین رہی الے غیر ذلک اور اسمین چندان نقص
و عیب نہ تہا اگرچہ اسقدر تو اسمین بہی خلل تہا کہ جب کتاب تصنیف فرمانے بیٹہے اور خصم
کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروح نہج البلاغت کے اس موقع خاص کو
دیکہین خصوصاً ایسا امر کہ جسپر بطلان مذہب کا مدار ہو اور بقول آپ کے بعض شروح بہی
جنمین یہہ توجیہات مذکور ہون نایاب ہون تو بڑی افسوس کی بات ہی کہ کتاب کہو لکر دیکہہ
لین اور یون ہی دعوی فرمائین جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروح کی مضامین کو حاوی
ہی پس واضح رہے کہ نہ آنکہ مفتی صاحب نے اپنے نجاننے کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم
علم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعوی تبحر ہے کہ باوجود نہ جاننے کے اپنا علم

نتیجہ کذبا و افترا جہلا ہی ہیں سپر آپکا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور
نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے
مفتی صاحب کی عبارت کو بھی نہیں سمجھے ورنہ اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے نہ جاننا ثابت ہوا ہے
یا جاننا اور ارادۃ الغین کی عبارت کو بھی نہیں سمجھے اور نہ اس جواب کو اوسسے کچھ ربط و تعلق ہے
علاوہ ازین اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور راستی ہو اور اونکی نزدیک
یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ نفرمایا ہو یا اوسکے
مضامین انکو یاد نرہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہہ اعتراض ان المدائح التی ذکرہ
علیہ السلام فے حق احد الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیہم ولخذہما منصب
الخلافۃ فاما ان لا یکون الکلام من کلامہ علیہ السلام او نکون اجماعنا خطأ
وارد ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سنی نقل کیے ہیں وہ جواب بداہۃ معلوم ہوتا ہے
کہ ہرگز صلاحیت رفع اعتراض کے نہیں رکھتی چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو آپ فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں سے کسکو
اختیار فرمائی گا کہ یا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور
شریف رضی نے من عند النفس کذبا بڑھا دیا لیکن یہہ تو نا ممکن ہے کہ شریف رضی دیدہ
و دانستہ ایسی کلام کو جو صریح مدح شیخین پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیون بڑھاتا ایسا
احتمال سوداۃ مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہہ امر بالکل مفقود ہے اور انکے
کا عذر غیر مسموع علی الخصوص جا شیہ پر بخط الرضی لکھا ہوا ملگیا کہ لفظ فلان کے نیچے عمر
لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑھا لی اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام نہونے کا تو
احتمال باطل ہو تو ثابت ہوا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے۔ وہو المطلوب۔ اگرچہ یہ
کہ دو روش سے آپکی معارضات بھی باطل ہو گئے تھے لیکن وہ تفصیل سے سنیے کہ اول معارضہ
جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنی والد ماجد کی تصنیفات نہ دیکھنے کے

پارہ مین فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس تحریر مین یہہ امر ثابت کر چکے ہین۔ پس اسکا جواب
تو یہہ ہے کہ یہہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپنے اپنی عادت کے موافق عبارت
ازالۃ الخفا کے مطالب سمجھنے مین غلطی کی تہی چنانچہ جس جگہ اس تحریر مین آپنے یہہ دعوی
فرمایا ہے وہین ہم بہی بخوبی اوسکو باطل کر آئے ہین حاجت اعادہ نہین ہے۔ دوسرا عذر
آپنے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم یاد نرہنی کی بابت فرمایا اسکا جواب یہہ ہے کہ اول نسیان کسکے نزدیک
محل اعتراض نہین یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بہی جائز رکہا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو بہولی ہوئی
تہے اور ابلیس کی تلقین سے متنبہ ہوئی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کی بابت ہے
پس جب نسیان منافی نبوت نہین تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ علاوہ حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ صدمہ بیہوشی رحلت وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کے پیش آیا تہا۔ مگر آپکے مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور اونکو کیا صدمہ پیش آیا
جس سے اونکی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہوکر یہہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان
پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدمہ و مصیبت اونکی
اور انکا وارفتہ حال ہونا اسکا باعث ہے تو ہم بہی آپکے مفتی صاحب کو معذور سمجہتے ہین علاوہ ازین
اس موقع مین کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع مین کہ جس جگہ کتب کا
نہ دیکہنا یا مضامین کا یاد نرہنا کچہہ عیب یا نقص کا باعث نہین سمجہا جاتا بدون تعبید ہے
وہ یہہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکہنا یا وقت تحریر مضامین کا یاد نرہنا معیوب نہین سمجہا
جاتا وہ موقع ہے کہ جہان فیما بینہا تعلق بعید ہو کہ اس سے اون مضامین کیطرف
انسیاق ذہن کا کم ہو اور انتقال متفکر کا اودہر سے اودہر نا دور ہو ایسے مواقع مین اگر
وقت تحریر مضامین یاد نرہے یا کتاب کو نہ دیکہے تو معذور سمجہا جا سکتا ہے اور یہہ موقع جو

آپکے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنے ثبوت دعوی مین ایک کتاب کے خاص موقع کو مستدل قرار دیا اور اوس کتاب کے شروح کے مضامین متعلقہ کو اپنے دعوی کی تائید مین بیان کیا تو اگر کوئی شخص اوس خصم کے جواب مین بدون اسکی کہ شروح دیکھے اور اونکی طرف مراجعت کرے اور خصم کے دعوی کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کرکے معلوم کرے۔ صاف انکار کردے اور لکھے کہ کسی کتاب مین اسکا نام ونشان نہین اور یہہ دعوی محض کذب و دروغ ہے۔ حالانکہ خود یہہ انکار وتکذیب محض کذب و دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور زد ملامت سے نہ بچیگا پھر اگر کوئی اوسکے اتباع مین سے اوسکی حمایت کرے اور عذر کرے کہ آپ نے کتاب نہین دیکھی تہی اور آپکو یاد نہین رہا تہا۔ تو یہہ کسی عاقل کے نزدیک قابل التفات نہوگا بلکہ مصداق مثل مشہور عذر گناہ بدتر از گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع مین بوجہ غایت اتصال و قرب تعلق فیما بینہما اوسپر واجب تہا کہ شروح کی طرف مراجعت کرے اور اس دعوے کے صدق وکذب کو کتب سے مقابلہ کرکے دیکھے تو اوسنے ترک واجب کیا اور اپنے مذہب کی حمایت مین صریح مرتکب کذب وخیانت کا ہوا تو ایسے موقع مین جسقدر ملامت کیجاوے بجا ہے اور جسقدر گرفت کیجاوے زیبا ہے پس ہمارے فاضل کا بحمایت اپنے مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر اونہون نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین یاد نرہے ہون تو کیا عیب ونقص کی بات ہے۔ سراسر واہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ سراسر عیب اور نقص اور خیانت وکذب اور مرتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلافت کی اہم المہمات ہونیکا جو آپ اشارہ فرماتے ہین سو یہہ وہ غلطی ہے جو ابحاث سابقہ مین آپکو پیش آچکی اور بتفصیل تمام اسکی نسبت ہم گذارش خدمت کرچکے ہین۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ یہہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور تدین بخوبی معلوم ہوسکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیونکا استیفا نہین کیا گیا۔ اقول۔ ہان یہہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء سنیہ کا پایہ علم ودیانت وفہم وفراست

وعقل دکیاست بخوبی معلوم ہوسکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفا نہیں کیا گیا
یقول العبد الفقیر لے مولاہ الغنی۔ بحول اللہ تعالے وقوتہ اہلسنت کا پایہ
علم ودیانت وفہم وفراست ایسا ظاہر وباہر ہے کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہہ ہی جماعت مصداق
ید اللہ علے الجماعۃ وغضب اللہ علی من خالفہا کے ہے۔ ہان علماء شیعہ کا
پایہ علم ودیانت وفہم وفراست قابل تماشا ہے کہ جنکے اکابر مذہب اونکی زعم مین ہمیشہ تقیہ
کے پردے مین مختفی رہے ہیں اور مذہب کو دائما صندوق تقیہ مین بند رکھا سو بحمد اللہ فریقین کے علم
ودیانت اور فہم وفراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے بشرطیکہ
انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قولہ** اگرچہ کسیقدر اس بحث کی
مفصل جواب مین بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم
وفضل کا مرتبہ بھی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہانتک کہ جو باتین کہ درس خوان صبیان
کو معلوم ہین انسے بھی کمال مہارت بہم پہونچائی ہے۔ جیسا کہ للہ درہ وفلان کو بدروغ از
قسم دروغ فرماتے ہین حالانکہ کتب نحویہ ولغویہ مین تصریح ہے کہ للہ درہ وللہ ابوہ وللہ بلادہ
مثل ماللہ کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے اسکو کیا علاقہ۔ اور جواب تنزلی وتقدیری کو اصلی
سمجھتے ہین فیاللعجب اس علم وفضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم
المتکلمین کا خطاب اپنی اہل نحلہ سے پاتا ہے ان ہذا لشیء عجاب **اقول** اہل انصاف
برائے خدا ذرا اس بحث کو جو ہماری فاضل مجیب نے بصد ناز وافتخار تحریر فرمائی ہے سنین
اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم وفضل بلاحظہ فرمائین کہ واقعی جو باتین کہ اطفال مدرسہ کو معلوم
ہونگی حضرات اونمین غلطان وپیچان ہوتے ہین اور اونسے بھی واقف نہین یعنی غلط کہا
بلکہ اونمین کمال مہارت بہم پہونچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہین اور ظاہر یہہ ہے
کہ آپ آپنے علماء سے نقل فرماتے ہونگے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہین کہ مین محض فارسی خوان
ہون۔ آپکو کتب نحویہ ولغویہ سے تحقیق للہ بلادہ وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت مین بھی

استطرف ایسا ہی لکھتے ہین ۔ اس بحث کے جواب مین مفصل بیان ہوا ہے تو ہمکو یہہ کہنا چاہیے کہ فاضل مجیب نقلاً اپنی علما سے اعتراض نقل کرتے ہین کہ علما اہلسنت نے لعمر بلاد فلان کو بدروغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہہ کلمہ تعجب کا ہے ۔ اب اسکا جواب سنیئے کہ یہہ انکی عبارت کا محض کذب اور افترا اور بہتان ہے ہرگز علما اہلسنت نے لعمر بلاد فلان کو جو حسب تصریح فاضل بحرانی کلمہ مدح کا ہے قسم نہین فرمایا ہے صواعق اور تحفہ اور ازالۃ الغین میری نظر سے بہی گذری ہین اور غالباً تحفہ کی نسبت یہہ اعتراض ہوگا اسلیے مین عبارت ان کتابونکی نقل کرکے اپنے فاضل کو اونکی علما مجتہدین کے تجرد اور تقدس کے قسم دیکر پوچھتا ہون فرمائین تو سہی کہ ان عبارت مین کہان لکھا ہے کہ لعمر بلاد فلان کلمہ قسم ہے خواجہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ صواعق مین یہہ خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب وکان منہ علے وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین کے ضمن مین فرماتے ہین فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات صراح مؤکدۃ وحلف عشر حلفات کاذبۃ من غیر الجاء ضرورۃ داعیۃ الیہ فان استصلاح واستجلاب قلوبہم تحصل بغیر الکذب والیمین الکاذب اور دوسری جگہ لکھتے ہین فانہ وقوع الفتنۃ فی خلافۃ عثمان کان معلوما لکل احد غیر خفی عن یخفی علی الناس الفہم وانہ حلف عشر حلفات کاذبۃ الی ان قال فان المؤمن اللبیب لا یرتکب الکذب والیمین الکاذب لامر یحصل بالصدق فضلاً من الاکاذیب لا یمان الکاذبۃ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ مین توجیہ اول کے ضمن مین فرماتے ہین لکن بر عاقل منصف پوشیدہ نیست کہ دہ دروغ مؤکد بقسم را نسبت بجناب معصومی نمودن کہ برای غرض سہل فرمایندے دلداری چندکس الخ پہر فرماتے ہین کہ کدام ضرورت بہمچنین تاکیدات ومبالغات وایمان غلاظ شدہ بود ۔ پس یہہ عبارتین ہین اسمین کہان لکہا ہے کہ لعمر بلاد فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط مضمون تراش لیا اور اوسپر اعتراض کرنے لگے بمقتضائے اپنے کمال فضل وعلم کے

اسجگہ یہہ سمجھہ لیا کہ لعمہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھے ہین اور اسپر ناحق واویلا شروع کر دیا
اب دیکھو کہ شاید اپنی کمال تبحر اور ہمہ دانی سے یہہ سوال کرینگے کہ اگر لعمہ بلا و فلان کے معنی قسم کے نہین لکھے ہین تو پہر تقدیر قسم کہانسے
پیدا ہوئی اور کونسا حرف قسم کا عبارتون مین موجود ہے جسکے معنے قسم کے خواجہ نصر اللہ اور علامہ دہلوی مرحوم نے لکھے
پس اسکا جواب یہہ ہے کہ نحو کی چہوٹے چہوٹے رسائل مین لکھا ہے کہ قسم مقدر مثل ملفوظ کے ہوتی ہے چنانچہ غالبا کافیہ ابن حاجب مین ہے
والتقدیر القسم کالفظ پس واللہ لعمہ بلا و فلان کلمہ مدح کا ہے۔ بعد اوسکے لفظ لقد قسم مقدر پر دال ہے
اور اوسکا جواب واقع ہے مغنی اللبیب مین لکھا ہے وقال غیرہ (زمخشری) فی نحو
ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملۃ الفعلیۃ المجاب بہا القسم مثل
ان واللام فی الجملۃ الاسمیۃ المجاب بہا القسم فی افادۃ التوکید دوسری جگہ
لام تاکید کے بیان مین لکھا ہے وبعضہم المتصرف المقرون بقد نحو ولقد کانوا عاہدوا
اللہ من قبل لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات والمشہور ان ہذہ لام القسم
بیضاوی مین لکھا ہے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت اللام موطئۃ للقسم
اسپر محشی عبد الحکیم لکھتا ہے ای ممہدۃ ومعینۃ للقسم المحذوف وقرینۃ علیہ تو ان
عبارات سے معلوم ہوا کہ یہان قسم مقدر ہے اور تقدیر عبارت اسطرح ہے۔ لعمہ بلا و فلان
فواللہ لقد قوم الاود وداوی العمد الخ ای حضرت میر صاحب آپکے علما نے ہمپر یہہ اعتراض کرکے
اپنی علم وفضل کے آپ ہی دلیل و سند دیدی پہر اوسپر آپکا اسکو بازد افتخار کے ساتہہ
ہمارے مقابلہ مین لکھنا اور مناظرہ۔ یہہ ایک چہوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم وفضل علمار شیعہ
وعلمار اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہہ بہی معلوم ہو سکتا ہے کہ علمار اہل سنت
خطاب خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہین یا علمار شیعہ جنکو چہوٹے چہوٹے مسائل نحو مین
بہی کمال مہارت ہے خطاب مجتہد اور علم الہدی اور صدوق کے لائق ہین۔ ابن
ہشام کے جواب کو نثر لی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاحش ہے کہ جسکو تہوڑی سی عقل وانصاف
ہو وہ بہی اسکو سمجھہ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن ہشام ملاحظہ فرمائنگے تو خود اپنی

اس خلجان پر متنبہ ہو جائینگی قال الفاضل العجیب قولہ - اگر تامل کیا جاوی تو جوابات تحفہ ایسی غلطیوں سی بری ہین پس اب انصاف سی فرمایئی کہ تحفہ زیادہ عدم اعتماد کے قابل ہے یا اوسکی جوابات مسمند علیہ جناب مخاطب - اقول آپنے جوابات تحفہ کب دیکھی کہ تامل فرمائیے اگر آپ انکو دیکہتی اور کچہ تامل انصاف سی کام لیتے تو آپکو کالشمس فی نصف النہار روشن ہو جاتا کہ صاحب تحفہ کی بہت ہی کم ایسی قول ہونگی جو غلطی خلاف واقع کوئی سی خالی ہون او حاشا کہ جوابات تحفہ مین غلطی ہو یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ایسی خرافات وکذب کے جواب مین بجز اسکی کہ ہم سکوت کرین - یا ہم بہی جہوٹ بولین کہ آپ سچ کہتے ہین اور کچہ جواب نہین دیسکتے قولہ اگر اپکا یہہ فرمانا صحیح ہوتا تو ابتک کوئی صاحب تو آپ صاحبون سی مرد میدان ہوتا اور اونکا جواب لکہتا - اقول جب اس قابل ہی نہین کہ اہل علم اونکی جواب کیطرف متوجہ ہون تو ہمارا اصل استدلال ابطال مذہب شیعہ پر تہا بجائی خود باقی رہا پہر ہمکو اونکی جواب لکھنی کے اور اوقات تضییع اوقات کی کچہ ضرورت نہین ہے علاوہ اسکی ہمارے بہی ایسی کتابین ہین جنکا علماء شیعہ نے جواب نہین لکہا تو ہم بہی کہہ سکتے ہین کہ اگر اونمین غلطی ہوتی تو آپ صاحبون مین سے کوئی تو مرد میدان ہوتا اور اونکا جواب لکہتا - قولہ آپکے خاتم المتکلمین کی یہہ جرات نہ ہوئی مگر ہان خال خال جہان کہین اونکو اپنے سمجہ کے موافق قلت تدبر و تفکر سی جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کرکے بہت کچہ شور و غل مچایا - مگر اہل فہم وانصاف جانتی ہین کہ فضول تہا - چنانچہ اسی بحث سی جسکو آپنے بڑی ناز و افتخار سی ہدیۃ الکہا ہہا معلوم ہوگیا اقول ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف مین جو بالاستقلال آپکی بعض تحریرات کے جواب مین فرمائی بتعداد سطر واحسب محل دموقع جوابات تحفہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول دی ہے جس سے صاف واضح ہی کہ یہہ جوابات قابل التفات طلبہ علوم بہی نہین ہین چہ جائیکہ علما متصدی جواب ہون چنانچہ

اہل انصاف وفہم جانتے ہین اور سمجھتے ہین اسی بحث سے جو ابہی گذر چکی بخوبی واضح ہے قولہ
آپ ہی انصاف فرماوین کہ جب آپنے تحفہ کے اجوبہ ملاحظہ ہی نہین فرمائے تو آپ کیونکر اونکی
اعتماد وعدم اعتماد کی بابت کچھہ کہہ سکتے ہین اقول یہہ اپکا خیال وزعم بالکل غلط ہے
جسکی کچھہ اصل نہین قولہ جاننے والے پرکہنے والے جانتے ہین کہ کون اعتماد کے
قابل ہے اقول بیشک اسپر ہمارا بہی صاد ہے قال الفاضل المجیب - قولہ
شیعونکی بعض فرضی کتابین گہڑلین جناب مخاطب کی تحریر سے تو اونکا مادہ علمی اسقدر معلوم
نہین ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور اور اونکی واقفیت ہو -
اقول - اس آپکی تشخیص پر ہم بہی صاد کرتے ہین مین اپنی کم علمی ہیچمدانی شروع ہی
مین عرض کرچکا ہون یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی چونکہ اسجگہ
فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوسمین خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین
اقوال کو بیچ اقوال مین تردد واشتباہ واقع ہو اسلیے بنظر احتیاط عرض کرتے ہین
کہ اسجگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام مین واقع ہے یہہ قول ہماری تحریر مین کا ہے
اور ضمیر اسکی راجع بطرف فاضل مخاطب ہے اور بعد اسکی عبارت "شیعونکی بعض فرضی کتابین
گہڑلین" اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جسکا جواب ہمنے لکہا ہے اور لکہا ہے جناب
مخاطب کے تحریر سے الخ پس ناظرین یہہ خیال نفرماوین کہ قولہ کے قائل فاضل مجیب ہین اور ضمیر
ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعونکی بعض فرضی الخ ہماری عبارت ہے جیساکہ انسے
مستفاد ہوتا ہے فلیتنبہ - سابق مین ہماری فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے قولہ کے
ساتھہ ملاکر بتکرار قولہ قولہ کرکے لکہا تہا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سہواً
کاتب سے ترک ہوگیا ہوگا یا عمداً کرکے مستغنی سمجھکر چہوڑدیا ہوگا - تعجب ہے کہ باینہمہ ہیچمدانی
اگر یہہ کسر نفس کے طور پر نہین ہے تو آپنے اصول و فروع مین بلا تقلید مرتبہ حق الیقین کا
کیونکر پیدا کرلیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعا کی ہمہ دانی ہے اور یہہ محض تواضع -

قولہ لیکن اگر گستاخی معاف ہو تو بصد ادب استدعا گذارش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور نہیں رکھتا اور واقف نہیں کہ جناب با اینہمہ ادعای علم و فضل اس مسئلہ مندرجہ فیہ سے بھی آگاہ نہیں چنانچہ امت کو مسائل فرعیہ سے بیان کرنے میں از اول الیٰ آخر صورت ہوئی۔ اس مسئلہ کو آپکی کتب احادیث وغیرہ حتی کہ کتب عقائد میں اہم المہمات لکھا ہے مگر آپ اسکو اہم المہمات نہیں جانتے یہہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر عبور نہونے کا ہی سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا دعوی تو آپکو بھی نہوا **اقول** حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع سے بندہ نے بجواب اوسکے عرض کیا کہ اہلسنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سے ہے اور اوسکے ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اسوقت سامنے موجود تھی لکھنا کافی سمجھا پس اسپر جناب کا فرمانا کہ اس مسئلہ متنازعہ فیہا سے آگاہی نہیں آپ ہی انصاف فرمادیں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اوسکے ثبوت کے وقت حوالہ اپنی تبصرۃ العصر یا مفتی کنتوری صاحب کا دیدیں اور مسئلہ بھی صحیح فرمادیں تو کوئی دعوی کر سکتا ہے کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شرح عقاید کا حوالہ دیتا تو بھی آپ یہہ ہی اعتراض فرما سکتے تھے جبتک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی قلم انکو جانتے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالونکو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہہ بمجرد نقل قول کسی معتبر عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ مسئلہ بھی مسائل فروعی میں سے ہو اور یہہ امر حضرت خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اسکی نسبت جناب کا عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہہ بات مسلم اور صحیح ہے کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعوی اجتہاد ہے مگر تعجب یہہ ہے کہ آپکی جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعوی فرمایا کہ شرح منہاج ابن

مین کہین یہہ توجیہات مذکور نہین اور جناب نے اوسکی نسبت عذر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر
عالم کی کتاب اور اوسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہے ہر ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بر وقت تحریر اوسکے
مضامین کا یاد نہ رہنا کچھہ بڑے بات نہین اور کچھہ عیب و نقص کی بات نہین کہ اگر ایک
کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اوسکے مضامین یاد نہ رہی ہون - پس جب آپکے نزدیک شرح
نہج البلاغت کی نہ دیکھنے سے آپکی مفتی صاحب کے تبحر مین کچھہ فرق نہ آیا اور اونکی کذب
کیطرف سے یہہ عذر بارد فرمایا اور بر سر و چشم قبول کرلیا تو ہمنے ایسا کیا قصور کیا تہا
کہ باوجودیکہ مسألہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بہی صحیح دیا لیکن ہان تمام حوالونکو جمع نہین کیا
اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی
اور ناواقفیت سمجہا - آپنے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب
باوجود خطا کے بہی متبحر ہی رہین اور ہم بے خطا ناواقف و نادان سمجہے جاوین یہہ صریح ہٹ
دہرمی اور حق پوشی نہین تو کیا ہے - انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہمکو آپ صرف اس
وجہ سے مطعون کرتے ہین کہ ہمکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہین یا وقت تحریر
مضامین یاد نہ رہے تو اپنی مفتی صاحب کو بہی اگر دو چند نہین تو ہماری برابر تو مطعون و ملام
بناوی - رہا اہم المہمات کا ذکر کرنا یہہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس تحریر مین آپنے
ظاہر فرمائی کہ ہم گنتے گنتے تہک گئے - اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے -
قال الفاضل المجیب - قولہ اگر دعوی ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتحان
سے اس امر کی بخوبی آزمائش کرسکتا ہے - اقول - بندہ کو ہرگز دعوی نہین ہے مین کیا
اور میرا دعوی کیا جاہل و ظالم و ناقص ہیچمیرز و ہیچمدان اقل الخلیقہ بل لاشی فی الحقیقہ
ہون اور اسکی جواب مین بجز اسکی کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے
کیا عرض کرون اگر غرور و تکبر معیوب و ممنوع نہوتا تو شاید بخیال اسکی کہ التکبر مع المتکبر
صدقۃ یہہ شعر عرض کیا جاتا - بیت خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان + تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد

مفصل نہ اوسکی تصنیف وتالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ خصم بیان کیاجاوے تو محض لغو ہوگا۔
یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی - اگرچہ کتب غیر متداولہ ومفقودہ ومستورہ کی
مثال طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی غیر معلوم ومجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت
فاضل مجیب کو مثال ہی سے سمجھاتے ہین یعنی کہ آپکی بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرست مصنفین
وعلما مین بعض علما کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہا مجلدات انکی تصانیف ہین چنانچہ
ابن شہر اشوب نے معالم العلما مین فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے ولہ مائۃ وستون
مصنفا اور نیز اوسی ابن شہر اشوب نے عبداللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حالمین
لکھا ہے لہ مائۃ واربعون کتابا محمد بن مسعود عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ
یزید علی مائتے مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حالمین لکھا ہے لہ نحو
من ثلثمائۃ مصنف علی ہذا القیاس اور بہت سے علمار کی نسبت اسیطرح درج ہے لیکن
اگر تتبع وتلاش کیجاوے تو بجز چند کتابونکے جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہونگی کسیکا
کہین پتہ ونشان نہین ملیگا تو انکی نسبت یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہہ کوئی کتابین ہوتین
توموجود اور علمار کی زبان پر مذکور ہوتین اور ایسی بہی کتابین ہین کہ جنکے مصنفین کا حال
کچہہ معلوم نہین چنانچہ معالم العلمار کے آخر مین آپنے ملاحظ فرمایا ہوگا اور یہہ بہی ہرایک
پر واضح ہے کہ جامع فہرست علمار کو اول تو استیعاب واستیفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود
نہین ہوتا تہوڑی کتابین بطور نمونہ درج کردیتے ہین اور اگر استیعاب ہوتا بہی ہے تو اپنی علم
وواقفیت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کچہہ ضرور نہین کہ اونکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات
کو حاوی وشامل ہو آپنے معالم مین ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول مین لکھا ہے وانکانت الکتب
لاتعد ولاتحد وآخر مین لکھا ہے تم الفہرست والکتب غیر منحصرۃ اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اونکو استیفا مقصود نہین علاوہ ازین چند کتب درسائل بندہ کے
پاس بہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علمار شیعہ موجود ہین آپ اونکا بہی حال تلاش کردیکہین

اور تتبع کرکے فرمادین کہ وہ کس کس کے کتابین ورسائل مین۔ وصایات الاشراف کتاب الاشراف۔ حجۃ الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العویص اگر ہر ایک کتاب کے واسطے ضرور ہے کہ اوسکا حال اور اوسکی مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشرح معلوم ہوا کرے تو انکو ابہی اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ رہا صحت سنہا دکی نسبت جو کچہہ ارشاد فرمایا ہے سو انحضرت مین ہمارے سنہ کی صحت کا مدار کچہہ محجاج السالکین ہی پر نہین ہے بلکہ اور بہی بعض معتبر کتابون سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اوسکو نقل کرینگے اسیواسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار محجاج السالکین ہی پر نہین فرمایا ہے پس جبکہ یہہ روایت دوسری معتبر کتابون مین بہی موجود ہے تو اگر بالفرض محجاج السالکین مفقود و مستور ہوا اور اس سے استدلال صحیح نہوتا ہم ہماری استدلال کے صحت مین بابت ضیافت جناب بتول رضی اللہ عنہا وحسنین رضی اللہ عنہما کی ساتھہ کچہہ کلام نہین ہوسکتی۔ غرض کتب کی نسبت آپکا یہہ دعوی فرمانا کہ جو کتاب تصنیف ہوئی ضرور ہے کہ اوسکا اور اوسکی مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو خلاف بداہت ہے بہت ایسی کتابین تصنیف ہوئی جو بعد مین مفقود ہوگئین اور بہت سی ایسی کتابین ہین کہ جنکی مصنفین کا کچہہ حال معلوم نہین۔ اکثر کتابین جو گذشتہ قرون مین زیر درس تہین اسوقت انکا نام ونشان بہی نہین قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تداول کم ہوجاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شی ہی اول قلیل معدوم کی ہوتی ہے اور پہر حقیقۃ معدوم ہوجاتے۔ آپکو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض مقالون کا کہین پتا ونشان نہین مصنفات افلاطون وارسطاطالیس وغیرہ کا اسوقت کہین نام ونشان باقی ہے اچہا انکو رہنے دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کہین عالم مین وجود ہے توریت وانجیل وزبور اصل کہین پائی جاتے مین۔ علے ہذا القیاس صدہا بلکہ ہزارہا ایسی کتابین ہونگی جو ایک زمانہ مین مشہور تہین اور بعد اوسکی مفقود ہوگئی اس جگہ غرض ان کے بیان سے صرف یہہ ہے کہ یہہ کچہہ لازم نہین کہ اگر ایک شی کا وجود ایک زمانہ مین ہو تو بعد اوسکی بہی اوسکا وجود باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہوگیا ہے ممکن ہے کہ بعض کتب

یہی ہون کہ اونکا وجود خارجی اور علمی دونو جاتے رہین اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکی استحالہ پر قائم نہین ومن ادعی فعلیہ البیان اور محاج السالکین لوا وس جنس سے نہین کہ جسکا وجود مطلق نرہا ہو آخر حضرت علامہ کابلی ہم نے جو واقع ہین اوس سے استشہاد کیا حکیم مخدوم سلامت علیخان نے اوسکی وجود کی شہادت دی اسکی وجود کی دلیل کافی ہے رہا اسکو اہلسنت کا فرد سمجھنا اور انکار کرنا اور یہہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ اس باب مین اہلسنت متہم ہین سلیمی اونکی شہادت قابل قبول نہین سو اسکا جواب ہم عنقریب بیان کرینگے ۔ قال الفاضل المجیب قولہ پس یہہ بھی اپنی قدما کی بہروسہ پر جنہون نے بنام تحفہ کے جوابات لکھی ہین لکھ گیا ہے ۔ اقول ۔ حضرت اسیطح آپنے بھی اپنی قدما کی بہروسہ پر بلکہ بعینہ وہی مضمون نقل کردیا ہے یقول العبد الفقیر اصلحہ مولاہ الغنی اس قول مین قید بنام تحفہ جوابات کے وقت ملحوظ خاطر نہین ہوئی مطلق قدما سمجھکر معارضہ فرمایا پس یہہ معارضہ ہمپر وارد نہین ہو سکتا قولہ جناب من قدماکی ہی بہروسہ پر معاملات دینی مین گفتگو ہوا کرتے ہین اپنی رای کا دخل کم ہوتا ہے اقول چونکہ آپنے اپنی عقل وفہم کے زمام کو اپنے قدما کے اہواء کی سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل نہین دیتے اسیواسطے صراط مستقیم سے منحرف اور جماعت سے ایک طرف ہوگئی ہین ہمنے بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکہا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدار کار ہے اوسکی خلاف کسی کی نہین مانتے جو اوسکی موافق ہو وہ علی الراس والعین سمجھتے ہین اسیطرح حبل المتین اسلام کو محکم پکڑی ہوئی ہین ۔ حضرت کے کتاب اللہ جب امام غائب غار سے نکلکر برآمد ہونگی تب شاید کچہہ معمول بہا ہو تو ہو ورنہ ابتک تو صرف ہشامین و زرارہ و کمیت وابو بصیر وغیرہ کے ربقہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من حبل الورید ہے قولہ مگر ہم مین اور آپ مین اسقدر فرق ہے کہ گو آپکے قدما بلا دلیل کے کوئی دعوی کیون نکرین بدون سوچی سمجھے اپنے عقل وعلم سے کام لیے محض تقلید آپ تسلیم کرلیتے ہین چنانچہ ازالۃ الغین سے

آپنے یہہ مضمون نقل کردیا اور جو مثال آپکے خاتم المتکلمین نے وہان لکھی ہے اوسکو اوس کتاب
متنازعہ فیہ کو مطابق کیا بدون تامل اونکا مضمون تسلیم کرلیا - آیات بینات سے جو عبارت متعلق
ہیت غار آپنے نقل کیے ذرا نہ سوچا کہ یہہ عبارت بہی دعوی کو ثابت کرتی ہے یا نہین جو میر مہدی
صاحب نے لکہا اسکو بسر و چشم قبول کرلیا اور یہہ وثوق ہم پو ہنچایا کہ ہمارے مقابلہ مین بہی
نقل کردیا - اور ہم اس قسم کی تقلید نہین کرتے بلکہ اصول مین تقلید جائز ہی نہین جانتے
ہان مدلل قول کو بیشک تسلیم کرتے ہین گو اوسکے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے نگذری
ہون - اقول گذشتہ ابحاث سے اہل فہم و انصاف پر واضح و روشن ہے کہ قدمار کی تقلید
بے سوچے سمجھے اور بدون اپنے فہم سے کام لیے آپ کرتے ہین یا ہم کرتے ہین - فروع کو تو بہلا
رہنے دیجیے آپ تو اصول مین آنکھین عقل و فہم کی بند کرکے تقلید فرماتے ہین - امامت کے اصول
دین ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اسکا اصول دین سے ہونا ثابت فرماتے ہین
مسئلہ رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہین محض
تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنے عقل سے کام لیے مدار کار ہے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مدلل
قول کو تسلیم کرتے ہین - پس یہہ محض دعوی لسانی ہے - لیس قطب راوندی کے قول پر
جو اسنے بعد بلاد فلان کے بارہ مین لکہا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ مین سے ہے
جو وقوع فتن سے پہلے وفات پا گیا کونسی دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن میثم وغیرہ
اوسکو بے سوچے سمجھے بسر و چشم قبول کرلیا کیا مدلل قول ایسے ہی ہوتے ہین جیسا آپکے قطب
راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کی تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب
الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پہر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ فرماتے ہین گو اوسکے تمام مقدمات
من کل الوجوہ اپنے نظر سے نگذری ہون خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اوسکے من کل
الوجوہ نظر سے نہین گذری تو اوسکا مدلل ہونا آپکے نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اسکے آپنے تقلیدا
اوسکو مدلل خیال کرلیا ہو اور کوئی صورت نہین ورنہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکی نظر سے نہین گذرا تو آپکے نزدیک اسکا دل ہونا کیونکر ثابت ہوا **قولہ** اور تحفہ کے جواب
جب آپنے دیکھے ہی نہین تو آپکا یہہ کہنا کہ برای نام لکہے ہین کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابونکو
دیکہین اور کچہہ بہی عقل و انصاف سے کام لین تو خود بول اوٹہین کہ واقعی یہہ جواب لاجواب ہین۔
اقول اگر عقل و انصاف سے کام لینا اسیکا نام ہے جیساکہ جناب نے کام لیا کہ بدیہیات
کا انکار کردیا اور خلاف بداہت دعوی کیا کہین فرمایا کہ ابن میثم کے توجیہات تمسخر پر مبنی ہین
کہین تنزل پر نازل کیا کہین دعوی کیا کہ فلان و فلان کو علماء اہلسنت قسم کہتے ہین الی
غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو
ہی مبارک رہی اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اوسکی روسے آپ تو کیا خود اون جوابات کے
مصنفین بہی اونکی نسبت ایسا دعوی بوجہہ سے نہین نکال سکتے پس دعوی محض اس قول کے
قبیلہ سے ہے حبک الشی یعمی ویصم **قال الفاضل المجیب قولہ** سو انکی کیفیت
ذرا ملاحظہ ہو خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین حدیث مجاج السالکین
سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابوبکر رض کے ساتہہ معاملہ فدک
مین استدلال فرمایا ہے اوسکے جواب مین طعن الرماح مین لکہا ہے وتاحال نام کتاب
مجاج السالکین بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ فضلاء عن کونہ مشہور اچہ مستبعد نیست کہ نام
کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد انتہی ملخصا اور علامہ کنتوری نے اس سے بہی بلند
پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر قرینہ بہی جما دیا وہ یہہ کہ باب سیوم میں
علماء و کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکے مصنف کا ذکر نہین کیا۔ انتہی نقلاً عن
ازالۃ الغین۔ بجواب اسکے مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین مین فرماتے ہین واین
کتاب یعنے مجاج السالکین خود در صواعق و سیف المسلول و مانند آن مذکور ست و ہم
نزد حکیم مخدوم یعنے سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبرسی کہ بہ عماد الدین و
امین الدین شہرت دارد محسوب معدود پس جہالت احد ہا مبنی بر عصبیت و جہل ست فکیف

دعوی جہالت کلاہما انتہی بقدر الحاجۃ۔ اقول۔ افسوس کہ آپنے بیان میں بھی عقل و انصاف سے کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو طنزاً تحریر فرمائی مگر اوسکی جواب مین کچھ بھی نہ لکھا۔ آپ غور فرماوین کہ جب آپکے خاتم المحدثین نے اپنا تبحر جانی کے یہی کتب علماء شیعہ کا حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیعونکی بہت بڑی دعوی کو اپنے زعم مین باطل کرنا چاہتے ہین اگر کہین کچھ بھی نشان اہل کتاب یا اسکی مصنف و مولف کا پاتے تو ضرور اسکا بھی ذکر کرتے۔ یہہ ذکر نکرنا اسبات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کی کوئی کتاب کتب شیعہ مین نہین ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی۔ فے الحقیقۃ یہہ افسوس جناب ہی کے حال کیطرف عائد ہے کیونکہ اس بحث مین بھی انشاء اللہ تعالے عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام نہین لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے۔ رہا یہہ کہ آپکے علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے آپکے علامہ کا دعوی اوسوقت صحیح ہو جبکہ یہہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ مین استیفا کتب مقصود ہو بلکہ اوسکی دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابونسے تحفہ مین استدلال فرمایا ہے بیان کتب مین اونکا بھی استیفا نہین فرمایا غالباً جناب کو بھی معلوم ہوگا کہ خود نہج البلاغت کا جسکی عبارات سے جابجا استدلال فرماتے ہین بیان کتب مین ذکر نہین فرمایا تو اب اسکی نسبت بھی اعتراض فرمائیے کہ جس کتاب سے شیعونکی بہت بڑی بڑے دعوونکو باطل کرنا چاہتے ہین اگر کہین کچھ بھی نشان اس کتاب یا اوسکی مولف کا پاتے تو ضرور اسکا بھی ذکر کرتے یہہ ذکر نکرنا اسبات پر قرینہ قوی ہے کہ اس نام کی کوئی کتاب کتب شیعہ مین نہین ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علی ہذا القیاس اور بہت کتابین جنکی روایات سے استدلال کیا ہے اور اونکا مذکور نہین۔ پس خدا کے لیئے ذرا انصاف سے فرمایئے کہ عقل و انصاف سے کام لینا اسیکا نام ہے شاید عقل و انصاف سے آپنی عقل و انصاف مراد ہوگی یعنے ہماری عقل و انصاف سے کام نہین لیا سو یہہ بھی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیتا ہی - **قولہ** آپکے خاتم المتکلمین نے جو کچھہ ازالۃ الغین
مین اس بابمین لکھا ہے اور آپنے اوسکو نقل کیا ہے اسکے جواب مین ہم صرف نفحات الریاحین
کی خاتمہ مین جو کچھہ لکھا ہے بتغییر یسیر نقل کرتے ہین اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک
پر گران گذرین نہین لکھتے بلکہ بجائے اونکی الفاظ ملائم لکھتے ہین حضرت مجیب سے انصاف کی
امید ہے وہو ہذا - ہرگاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتب و مجمع علیہ اہلسنت ہین کہ
بقول شاہ صاحب یہہ دونو کتابین مخدوم طوائف انام و جمیع علماء اسلام مین اور شہرت
و تلقی بالقبول مین بدرجہ علیا پونچی ہین حتی کہ جامع الاصول مین نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری سے
بلا واسطہ نوّے ہزار علما و فضلا نے سنا ہی اور مادرین کتب رجال پر انکی فضائل ہوش ربا
مخفی نہین غضبناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ فدک مین حضرت ابوبکر پر اور پھر نہ کلام
کرنا اونسے تمام عمر ثابت ہوا تو اب علما اہل سنت نے ناچار ہوکی حرکتین مذبوحی کین چنانچہ
خود شاہ صاحب بتقلید خواجہ کابلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و بمقتضای الغریق یتشبث
بکل حشیش در پے رضا ہونا جناب سیدہ ہو کی روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مدارج النبوۃ
و کتاب الوفا بیہقی و شرح مشکوۃ و ریاض النضرۃ و فصل الخطاب و کتاب الموافقہ ابن سمان
سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابونمین صرف دو روایتین ہین کہ اوزاعی و شعبی سے نقل ہوئی اور
یہہ دونو روایتین شعبی و اوزاعی کی باوصف کہ روایات صحاح مکذب انکی ہین مرسل ہین کما فی تشیید
المطاعن - ثانیا کذبا و افترا کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور استشہاد مین عبارت
محجاج السالکین محض بتقلید کابلی پیش کی اور حکیم سلامت علی بنا رسی کہ خلاف واقع گوئی مین شاہ صاحب
سے بھی بلند مرتبہ رکھتے ہین اونہون نے تخمینا محجاج السالکین کو مع تفسیر مجمع البیان
و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہہ محض خبط و خلط ہی بلکہ دلیل
اختلال دماغ حکیم صاحب موصوف ہی کیونکہ مجمع البیان اور احتجاج یقینا عماد الدین
طبرسی کے نہین بلکہ مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتجاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے
ان دو کتابونکو کہ تالیف شخصین مختلفین کے ہین شخص ثالث کیطرف منسوب کیا یعنی عماد
عماد الدین طبرسی کیے اور عماد الدین طبرسی علماء مصنفین شیعہ مین کوئی نہین ہے ایک عماد الدین مصنف کتاب بشارۃ المصطفی
مشاہیر علماء شیعہ سے ہین وہ طبرسی نہین بلکہ طبری ہین - پس یہان حکیم صاحب تحصیر
مین کمال غلطی ہوئی کہ دو کتابونکو جو دو شخص مختلف کے ہین تصنیف ایک شخص مفروض کے
بیان کرتے مین مگر حکیم صاحب یہہ عذر پیش کر سکتے ہین کہ مین نے یہہ کتاب واسطے
تسلی اپنے بیٹونکی لکھی ہی اس سے یہہ غرض نہین کہ علماء فریقین اسکو دیکھین بعد اسکی جب مولوی
حیدر علی نے علم تکلم بمقابلہ اہل حق بلند کیا تو مقام اثبات کتاب مجاج السالکین ونسبت
آن بمصنف و توثیق مصنفش مدعی اسکی ہوئی کہ یہہ کتاب صاحب صواقع یعنے خواجہ
نصر اللہ کابلی کے پیش نظر ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے عبارت اسکی بلا
وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گذری یہہ محض دعوی لسانیہ قابل التفات
وجواب نہین - اور نیز مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین مین مجاج السالکین کو منسوب بطرف
عماد الدین کر کے اسقدر اور زیادہ کیا کہ یہہ عماد الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے - ولا
ہذا الا کذب صراح وبہتان بواح - بالجملہ اولا امین الدین طبرسی صاحب مجمع البیان
ہرگز مشہور بعماد الدین طبرسی نہین - ثانیاً کتاب مجاج السالکین تصنیف اونکی نہین کسی نے
دہماً والتباساً بھی انکی طرف منسوب نہین کی - چہ خوش - خواجہ کابلی ومحدث دہلوی کو تو
ہرگز یہہ میسر نہوا کہ نسبت کتاب ونام مصنف وتوثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب
ومولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہین کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثابت
ہو جاتی اور یہہ نہین سوچتے کہ ایسی امور سے سوای ثبوت عجز وعدم تدین کچھہ فائدہ نہین
استغفر بقدر الحاجۃ - اب حضرت مجیب لبیب کی خدمت اقدس مین بصد ادب عرض ہے
کہ برائے خدا ورسول انصاف فرماوین - کہ کیا حسب ادب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

اسیطرح ہوا کرتا ہے آنکو خاتم المتکلمین جو انہو اور اپنے اہل نحلہ کے زعم مین فن مناظرہ مین ید طولے
رکہتے تہے اور بقول آپکے مجتہدی صاحب کے شیعہ بیچارے تو انکی نام سے کانپتے ہین ایسے بڑے
فاضل اجل اور متکلم بے بدل کا یہہ لکہنا کہ این کتاب یعنے محجاج السالکین خود در صواعق و سیف
مسلول و مانند آن مذکور ست و ہم جناب حکیم صاحب مخدوم یعنے سلامت علیخان مرحوم
کمال ہی عجز و ضعف پر دال ہے اور ان کتب مذکورہ سے شہادت لانا مشہادۃ الغضب علے
ذنبہ سے کم نہین ۔ **اقول** افسوس کہ یہان بہی آپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور ہماری
عبارت کو کہ محض اردو تہی نہ سمجہا کاش اتنا ہی سمجہہ لیتے کہ منشا اعتراض کیا ہے اسلیے ضرور
ہوا کہ مکرر نقل عبارت سر وفتہ سابقہ مفصلاً اعتراض علیحدہ تقریر کرون اوسکے بعد اہل دانش ہی دیکہین
کہ حضرت مجیب کے جواب کو اوس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے ۔ بندہ نے عرض کیا تہا
کہ علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے درباب رضا حضرت فاطمہ رض حدیث محجاج السالکین سے
استدلال کیا تہا بجواب اوسکی طعن الرماح مین لکہا کہ وتاحال نام کتاب محجاج السالکین بگوش کسے
از شیعیان نرسیدہ ۔ چہ مستبعد ست کہ نام کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد ملخصاً اور علامہ
کنتوری نے باب سیوم مین ذکر کرکے کہ قرینہ وضع کا قرار دیا اسپر مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہے ۔ این کتاب یعنی محجاج السالکین خود در صواعق و سیف مسلول و مانند آن مذکور ست الخ
اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب طعن الرماح نے جو یہہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود
صاحب تحفہ کا مصنوع ہے اور یہہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہہ سراسر کذب ہے
کیونکہ جب صواعق اور سیف مسلول مین اس کتاب کا نام اور اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف موجود
ہے تو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و دروغ ہے جواب رہا
یہہ کہ اگر اپنی اس دعوی کو کاذب تسلیم کرین اور فرما دین کہ یہہ وضع و افترا صاحب تحفہ قدس سرہ
نے نہین صاحب صواعق کا ہوگا ۔ بہرکیف اسکا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے سو اسکا جواب
یہہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے کہ اہلسنت کو اس وضع و افترا کی کچہہ ضرورت نہین کہ نام کتاب بطور خود گہڑین کیونکہ

عبارت تحفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ مصباح السالکین پر ہی منحصر نہین بلکہ اور بہی معتبر کتابون مین مروی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جبکہ یہہ روایت اور بہی بعض معتبر کتابون مین مذکور ہے تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کرتی ہے کہ باوجود پائی جانے روایت کے معتبر کتابون انکو ترک کرین اور فرضی نام کتاب کا تراش کر روایت کو اوسکی طرف نسبت کرین۔ یہہ روایت فاضل تبحر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغت مسمی مصباح السالکین مین۔ جسکے خطبہ مین خدا تعالے سے عہد کیا ہے کہ حق سے مراعاۃ لاحد تجاوز نہین کرونگا اور ہرگز باطل کیطرف میل نہین کرونگا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے نقل کرتے ہین۔ وروی انہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثنی علیہ وصلے علی رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنۃ خیر الاباء واللہ ما عدوت رای رسول اللہ ص ولا عملت الا بامرہ وان الرائد لا یکذب اہلہ قد قلت فابلغت واغلظت فاھجرت فغفر اللہ لنا ولک اما بعد فقد دفعت الۃ رسول اللہ ص ودابتہ وحذاءہ الی علیؑ واما ما سوے ذلک فانی سمعت رسول اللہ ص یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذھبا ولا فضۃ ولا ارضا ولا عقارا ولا دارا ولکنا نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ ص قد وھبہا لی قال فمن یشہد بذلک فجاء علی بن ابیطالب وام ایمن فشہدا لہا

[illegible]

لے اور روایت ہو کہ ابوبکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد و ثنا کہی اور رسول پر درود پڑہا پہر کہا ای عورتوں مین سب سے بہتر اور باپون مین سے بہتر باپ کے بیٹی خدا کی قسم مین نے رسول اللہ کے رای سے تجاوز نہین کیا اور نہ بغیر اونکے حکم کے کوئی کام کیا۔ اور پیشوا تحقیق راہ اپنے اہل کے ساتہہ جہوٹ نہین بولتا۔ خدا بخشے ہمکو اور آپکو بعد اسکے پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتیار اور سواری اور نعلین مین نے علی کو دیدی اور ما سوا اسکے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے ہم انبیا کی جماعت سونے اور چاندی اور زمین اور جائداد و مکان کسیکو اپنا ورثہ نہین چہوڑتے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت مین چہوڑتے ہین اور جو کچہہ مجکو حکم فرمایا تہا مین نے اوسپر عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجکو ہبہ کر دیا تہا ابوبکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابیطالب اور ام ایمن آئی اور اسکی گواہی دی۔ ۱۲

بذلك فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشهدا ان رسول الله ص يقسمها
فقال ابو بكر صدقت يا ابنة رسول الله وصدق علي وصدقت ام ايمن وصدق
عمر وصدق عبد الرحمن وذلك ان لك ما لابيك كان رسول الله ص ياخذ من فدك
قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك علي الله ان اصنع بها كما كان
يصنع فرضيت بذلك واخذت العهد عليه به فكان ياخذ غلتها فيدفع اليهم
منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولي معوية فاقطع مروان
ثلثها بعد الحسن ثم خلصت له في خلافته وتداولها اولاده الى ان انتهت
الى عمر بن عبد العزيز فردها في خلافته على اولاد فاطمة قالت الشيعة فكانت
اول ظلامة ردها وقالت السنة بل استخلصها في ملكه ثم وهبها لهم ثم اخذت
منهم بعده الى ان انقضت دولة بني امية فردها عليهم ابو العباس السفاح ثم
قبضها المنصور فردها ابنه المهدي ثم قبضها ولداه موسى وهرون فلم يزل في ايدي
بني العباس الى زمن المامون فردها اليهم وبقيت الى عهد المتوكل فاقطعها
عبد الله بن عمر البازيار وروي انه كان فيها احدى عشرة نخلة غرسها رسول الله

سلہ پھر عمر بن خطاب اور عبد الرحمن بن عوف آئے اور گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو تقسیم فرماتے تھے ابو بکر نے کہا
اے رسول اللہ کے دختر تو نے بھی سچ کہا اور علی اور ام ایمن نے بھی سچ بولا اور عمر اور عبد الرحمن بھی سچے ہیں اور یہ اسطرح کہ
تیرے بزرگوار کے جو چیز تیری ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک میں سے تمہارا قوت لیکر باقی تقسیم کرتے تھے
اور خدا کے راہ میں اوسمین سے سوار کرتے تھے اور میں تجھسے عہد کرتا ہوں کہ میں اوسمین اسیطرح کرونگا جسطرح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اسپر فاطمہ راضی ہوگئی - اور ابو بکر سے اسکا عہد کرا لیا تو ابو بکر فدک کے آمدنی سے
جسقدر اونکی حاجت کو کافی ہو - اونکو دیتے تھے پھر اوسکے بعد خلفا اسیطرح کرتے رہے یہانتک کہ معویہ متولی خلافت
ہوا اوسنے بعد حسن کے اوسمین سے تہائی مروان کو جاگیر کے طور پر دیدیا پھر اوسکی خلافت میں اوسکا خالصہ
ہوگیا پھر اوسکی اولاد میں یکے بعد دیگری لیتی رہے یہانتک کہ عمر بن عبد العزیز کی نوبت پہنچی اونہی اپنی خلافت
میں اوسکو اولاد فاطمہ پر لوٹا دیا اسپر شیعہ تو کہتے ہیں کہ یہ اول ظلم ہے جسکو اوسنے لوٹایا اور اہل سنت کہتے ہیں
یہ نہیں بلکہ خالصہ کرکے اونکو بخش دیا - پھر اوسکے بعد اونسے لے لیا گیا یہانتک کہ بنی امیہ کا زمانہ سلطنت گذر گیا
پھر ابو العباس سفاح نے اونپر لوٹا دیا پھر منصور نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر مہدی اوسکے بیٹے نے لوٹا دیا پھر اوسکے دونو بیٹوں
موسی اور ہارون نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر سلاطین عباسیہ کے قبضہ میں رہا مامون کے زمانہ تک اور متوکل کے زمانہ تک وہ باغ

بیدہ فکانت بنو فاطمۃ یبیدون ثمر ھا الی الحاج فیصلونھم عن ذلک بمال جلیل فبعث الیا زیار رجلا فصرمھا وعاد الی البصرۃ فلنا فی ھذہ القصۃ خبط کثیر بین الشیعۃ ومخالفیھم ولکل من الفریقین کلام طویل ولترجع الی المتن[1] ملتقطہ الحمد للہ تعالیٰ کہ فاضل متبحر کی روایت سے جو ایسے کتاب مین روایت کی ہے جسمین خدا تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ وہ ارتکاب ھو یٰ لمراعاۃ احد من الخلق رضا رجناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ثابت ہوئی اب فرمائی کہ آپ اور آپکے صاحب نفحات الراحین بیہ جو تحسیر فرماتے ہین کہ کذبا وافترا کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا کیا بیہ محض کذب اور حق پوشی نہین ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی بیہ امر ثابت ہے کہ بحول اللہ وقوتہ اہل حق کو حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشنی کی کچھہ ضرورت نہین رہا بیہ کہ آپکی صاحب نفحات الراحین نے جو بیہ اعتراض فرمایا (کہ حجاج کے تصنیف کے نسبت کرنا طرف عماد الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان واحتجاج کے خبط وخلط اختلال دماغ ہے کیونکہ مجمع البیان ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کے ہے اور احتجاج ابو منصور احمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے ہے اور ان مین سے کوئی عماد الدین نہین ان صاحب مجمع البیان ملقب بامین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب بامین الدین طبرسی نہین غرض کہ اول احتجاج امین الدین ابو علی طبرسی کے نہین بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے۔ دوسری امین الدین ابو علی طبرسی مشہور بعماد الدین نہین) پس جواب اسکی گذارش ہے کہ واقفان کتب رجال پر مخفی نہین ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابین شخصین مختلفین کی ہوتی ہین تو کیا عجب ہے کہ احتجاج امین الدین ابو علی طبرسی کے بھی ہو اور ابو منصور طبرسی

---

[1] اپنی ہاتھہ سے بوئی تھے اور بنی فاطمہ اسکا پھل حاجیونکے پاس بطور ہدیہ کے بیجتے تھے اور بمقابلہ اسکے اونکی ساتھہ بڑے مال سے سلوک کرتے تھے تو بازیار نے کسیکو وہان بھیجکر اسکو کٹوا دیا اور بصرہ مین واپس آیا تو ہمکو فائج نے مار لیا اور اس قصہ میں شیعہ اور انکے مخالفین مین نہایت خبط ہے اور ہر فریق میں ہر ایک کے کلام طویل ہیں لہذا ہم متن کے طرف رجوع کرنے مین۔ ۱۲

طبرسی کی بھی نہیں کیا انتخاب ہے۔ علاوہ ازین اگر یہہ خبط اور خلط اور اختلال دماغ ہے تو آپ ہی کے اکابر کا ہے جنھون نے علماء مصنفین کے فہرست لکھی کہ کسینے احتجاج کو احمد بن ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبرسی کیطرف منسوب کیا ہے مگر اب تعجب ہے کہ آپ اپنی کتابونکا ملاحظہ نہین فرماتے۔ اور بدون دیکھے اور تلاش کیے انکار فرماتے ہین اسوقت ہمارے پاس تراجم علماء مین سے مجموعہ معالم العلماء ابن شہر آشوب معہ رسالتین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاوس کا ہے موجود ہے اب اونکی اختلافات کی کیفیت سنیے جس سے خبط اور خلط بلکہ اختلال دماغ کے پوری پوری تصدیق ہو جاوے معالم العلماء مین ابن شہر آشوب لکھتے ہین شیخ احمد بن ابی طالب[۱] له الکافی فی الفقه حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیه تاریخ الائمه۔ فضائل الزهرا۔ تو یہہ ہرگز احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کے طرف منسوب کرتے ہین اب سنیے سید ابن طاوس اپنے رجال مین ابو علی طبرسی کے حال مین لکھتے ہین[۲] ومنهم الشیخ ابو علی فضل بن الحسن بن ابی الفضل الطبرسی المفسر الماهر مصنف مجمع البیان والجوامع والجمع والکافی وکتاب الاحتجاج وکتاب مکارم الاخلاق پس دیکھیے انہون نے ان دونو کتابون یعنے کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب کی تصنیفات بیان کی تھین۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آگے علامہ مجلسی نے جلد اول بحار مین صفحہ ۱۳ پر صاف لکھا ہے[۳] کتاب الاحتجاج ونسب هذا ایضا الی ابی علی وهو خطاء بل هو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی غرض اس سے ہمکو یہہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبرسی کے طرف

---

[۱] میرا شیخ احمد بن ابی طالب اوسکی یہہ کتابین ہین۔ کافی فقہ مین حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ۔ تاریخ ائمہ۔ فضائل زہرا۔

[۲] منجملہ اونکے شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی مفسر ماہر مصنف مجمع البیان اور جوامع اور جمع اور کافی اور کتاب احتجاج اور کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲ [۳] کتاب الاحتجاج اور یہہ ابو علی کیطرف بھی منسوب ہے اور یہہ خطا ہے بلکہ یہہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔ ۱۲۔

منسوب کیا ہے تو اگر یہہ احتمال دماغ ہے تو آپکی علما کا ہے نہ حکیم سعادت علی خان مرحوم کا اور لیجئے آپ کے ابن شہر آشوب نے بیان ابوعلی طبرسی مین لکھا ہے کہ شیخی ابوعلی الطبرسی له مجمع البیان فی معانی القرآن حسن الکلام الکاف الشاف من کتاب الکشاف النور المبین الفائق حسن اعلام الوری باعلام الہدی الآداب الدینیه للخزانة المعینیه تو انہون نے اعلام الوری کو ابوعلی طبرسی کیطرف منسوب کیا ہے اور سید ابن ابن طاوس نے اپنے رجال مین لکھا ہے۔ ومنهم الشیخ الفقیه ابو منصور محمد الطبرسی صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المولفات علی ہذا القیاس ان حضرات کے باہم جو یہہ اختلافات ہین وہ ایسے نہین جو واقف پر مخفی ہون۔ رہا یہہ کہ امین الدین ابو علی طبرسی ملقب بعماد الدین ہین یا نہین۔ چونکہ ہمارے پاس اسوقت صرف مختصر تین رسالہ ہین منجملہ انکی ایک رسالہ مین لقب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو رسالون مین کچھہ لقب نہین لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ مین امین الدین کے جد کو کنیت کی طور پر بھی فضل لکھا ہے تو ہم اسکی نسبت کچھہ نہین کہہ سکتے کہ لقب بعماد الدین ہے یا نہین اور فاضل مجیب اور صاحب نفحات الریاحین کے تجرکا حال تو صاف واضح ہے تو انکا انکار اس باب مین قابل اعتماد کے نہین ہو سکتا۔ پس جبکہ یہہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت رضا قاطمی کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کی وضع کرنے اور کتاب کا نام تراشنے کی کچھہ ضرورت نہ تھی تو اس کی صداقت عقل سلیم باور کر سکتی ہے کہ یہہ کتاب فی الحقیقت علما شیعہ کے کتابون سے ہے پھر اگر حکیم سعادت علی خان مرحوم نے اس کتاب منہاج السالکین کو بشمول مجمع البیان و احتجاج ابوعلی طبرسی کیطرف منسوب کر دیا تو اسکی اقتناع پر کون سی دلیل قائم ہے جبکہ مع ہو علی الخصوص جبکہ یہہ بھی ثابت ہو گیا ہو کہ احتجاج و مجمع بھی اسکی طرف منسوب ہے اور صاحب نفحات الریاحین نے جو یہہ دعوی کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی این

کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے مجاج السالکین کی عبارت بلاواسطت نقل کی ہے ازالۃ الغین
کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر یہہ ہے کہ مولوی حیدر علی نے
یہہ دعوی کہیں نہیں کیا بعد اسلمنا کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علی سبیل
التنزل والتسلیم ہمنے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکہا اور مولوی حیدر علی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے بہی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پہ اعتماد کر لیا خطا کی تو بہی
ہم کہتے ہیں کہ یہہ وضع و افترا اہلسنت کا نہیں ہوسکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل
جو قریب الفہم ہے یہہ ہی کہ کچہہ بعید نہیں اصل کتاب صواقع میں یہہ لفظ مصباح السالکین
ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہمنے مصباح السالکین شرح
کبیر نہج البلاغت مصنفہ ابن ہیثم بحرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کاتب سے لفظ مصباح
میں حروف صاد اور ب کی جگہ لفظ مجاج حا اور جیم کے ساتہہ لکہا گیا ہو اور ظاہر ہے
کہ سیف المسلول میں یہہ روایت صواقع سے لیگئی ہے اور تحفہ میں بہی صواقع سے لیگئی ہے
اسلیے وہ غلطی کاتب برابر چلی آئی ہو دوسرا قرینہ اسپر یہہ ہے کہ سیف المسلول کا جو نسخہ ہماری
پاس مطبوعہ دہلی موجود ہے اوسمیں منہاج السالکین لکہا ہے اور یہہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول
تو یہہ ماخوذ صواقع سے ہے اور اوسمیں مجاج السالکین ہے دوسری یہہ کہ حضرت خاتم المتکلمین
مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے بہی لکہا ہے کہ سیف المسلول میں مجاج السالکین مذکور ہے
تو معلوم ہوا کہ یہہ یقینا سہو کاتب ہے اسیطرح اگر صواقع کے نسخہ میں ناسخ کی غلطی ہوگئی ہو
اور بجائے مصباح السالکین مجاج لکہدیا ہو تو کچہہ بعید نہیں اور مصباح السالکین شرح
کبیر ابن ہیثم بحرانی کا نام ہے جو نہج البلاغت پر ہے اور باینہمہ صواقع میں وہ روایت
روایت بالمعنے ہوگی کہ جسمیں تطابق الفاظ شرط نہیں اور یہہ توجیہ علی التنزل والتسلیم ہمنے
اسلیے کی کہ ہمارے پاس اوسکے ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اوسکو خصم کو تسلیم
کرادیں ورنہ قرائن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہوسکتا ہے کہ بیشک یہہ کتاب علمائے تشیع کی

کتب معتبرہ مین سے ہی اور کچہہ عجب نہین کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کیونکہ اوسکی
تفسیر مجمع البیان کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علما رشیعہ مین سے بہت زیادہ متعصب نہین
ہی تو کچہہ عجب نہین ہے کہ اوسنے یہہ روایت نقل کی ہو۔ غرض بہر کیف شیعہ مین اس نام کی
کوئی کتاب ہو یا نہو صاحب طعن الرماح کا یہہ فرمانا چہ مستبعد ست کہ این کتاب را خود کسی
بدروغ ساختہ باشد اور علامہ کنتوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا سراسر لغو ولاطائل ہے اور جب
علما رشیع کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے ساتہہ معاملہ فدک مین ثابت ہو گیا تو یہہ طعن جو باب مطاعن مین شیعہ کا مایہ الافتخار رہتا ساقط
ہوا اب ہمکو کچہہ ضرورت نہین رہی ہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچہہ کلام کرین۔ مگر
تشفیًا للسامعین دو چار لفظ اوسکی بابت بہی گذارش کرتے ہین کہ حدیث بخاری
مین لفظ فوجدت فاطمۃ کی نسبت اول ہم یہہ ہی تسلیم نہین کرتے کہ فی الحقیقت اسکے معنے
غضبت کے ہین بلکہ معنی غمت یا ندمت کے ہین کہ اپنے سوال فدک سے جو خلاف حق تہا جب
آپکو معلوم ہوا کہ یہہ سوال بیجا تہا تو آپکو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقربین بارگاہ خداوندی کا
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمۃ پر بہی اونکو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت قاضی ثناء اللہ
صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف المسلول مین فرماتے ہین وجواب نزد فقیر آنست
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شدہ ست فوجدت ولم تکلم
حتی ماتت وجدت لفظی ست مشترک در چند معنی بمعنی غضبت و ندمت و غمت آمدہ
کذا فی نہایۃ الجزری و اینجا وجدت را اصل راوی بمعنی ندمت یا بمعنی غمت استعمال
کردہ بعضی روات فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کردند وجدت را بمعنی غضبت فہمیدہ
ہمان قسم یاد داشتہ ولفظ غضبت روایت کردہ و معنی این حدیث درحقیقت آنست
کہ چون فاطمہ جواب ابوبکر شنید و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث
خلاف شرع واقع شدہ است کشید و بر سوال کردن خود میراث را غمگین شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔ سلمنا کہ وجدت بمعنی غضبت کے ہے لیکن ہم کہتے ہین کہ وعید من اغضبہا فقد اغضبنی مین داخل نہین ہے کیونکہ اغضاب کے معنے یہہ ہین کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض اور مقصود حضرت سیدہ رض کو ناخوش کرنا ہو تو یہہ محل وعید ہے نہ یہہ کہ شارع کے حکم سے کوئی فعل واقع ہو اور اتفاقاً بحکم بشریت جناب سیدہ رض ناراض ہو جاوین تو یہہ داخل وعید نہین جناب امیر رض کے ساتھہ چند بار ایسے معاملات غیظ و غضب کے پیش آئی منجملہ اونکے ایک وہ کہ ناخوش ہو کر آپ مسجد مین جا لیٹے تھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہ سے پوچھا این ابن عمک آپ نے فرمایا غاضبنی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیگئی دیکھا مسجد مین لیٹی ہوئے ہین آپ نے قم یا ابا تراب فرما کر اوٹھایا منجملہ اونکے ایک وہ کہ جناب امیر نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہا تہا اوسپر حضرت سیدہ ناخوش ہو گئین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پونہچی اور آپ نے اوسکی لیئنت فرمائی منجملہ اونکے ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بہیجی تھے اور جناب سیدہ نے جناب امیر کا سر مبارک اوسکی کنار مین دیکھہ کسقدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کے قسمونکو کوئی امر واقع نہین ہوا سچا نجانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر شکایت فرمائی منجملہ اونکے ایک وہ کہ جب خلفا نے جور کرنا اہل بیت پر شروع کیا اور جناب امیر نے بحکم خدا تعالے و بوصیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب سیدہ یہانتک ناخوش ہوئین کہ کلمات سخت بحق جناب امیر مثل جنین پردہ نشین و خائنین در خانہ گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالت م ہو چکا تہا۔ یا فاطمۃ لا تقصی علیا فان غضبت بغضبا اور یہہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہ کے ہے پس اگر حکم من اغضبہا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہہ واقعات بہی داخل عموم حکم ہو کر وعید مین شمار ہونگی۔ اور اگر کلیہ نہین تو طعن ہے سراسر لوچ ہے تو اس صورت مین جبکہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور اسپر جناب سیدہ ناخوش ہوئیں
تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہوگا لیکن البتہ جناب سیدہ کیطرف فی الجملہ
اعتراض ہے تو اسکے لیے بعض علما نے یہہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ
معصوم نہیں اور نفس رکہتی ہیں اور کبہی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں
آخر جناب امام حسین باوجود اتنے بڑی بہائی پر در باب صلح ناخوش ہوئی ظاہر ہی
کہ حق ایک ہی جانب تہا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر ناخوش ہوئی ہوں
تو کچہہ تعجب نہیں۔ لیکن یہہ جواب علماء محققین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ
جب دوسری توجیہ ایسی جس سے طہارت و نظافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے
ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہہ کہ وجدت کے
معنی غضبت یا ذمت کے معنی سمجہے جاویں۔ اسکے بعد گذارش ہے کہ جملہ متکلم اگر آپکے
نزدیک عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث علل
الشرائع و بحار وغیرہ اسکی کتب میں جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے
چنانچہ ایک روایت ہم بہی ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہیں۔ ہرگاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند خواستند کہ پروانگی حاصل شود تا درخانہ
در آیند آنجناب اذن نداد ابوبکر بعد ازین عہد کرد بخدا کہ زیر سقف خانہ قرار ندہد تا داخل شود
و در رضا او کوشد پس تمام شب در صقیع بسر برد ہیچ چیز برو سایہ دار نبود پس عمر آمد
نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پیر ست و رقت قلبی دارد و مصاحب یار غار
پیغمبر ست صلی اللہ علیہ وسلم و بالیقین چند بار آمدیم و خواستیم کہ نزد بتول زہرا حاضر شویم
و در رضا او کوشیم اگر تو اتی درین امر کوشی امیر المومنین فرمود مطمئن باشید کہ من درین امر
ساعی بلیغ تقدیم میرسانم پس بخانہ در آمد و گفت ای دختر پیغمبر این دو کس پیری
کہ بار بار می آیند و لب معذرت می کشایند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای ایشان حاصل کنم

حضرت زہرا کا ابوبکر کے ساتھ اخیر عمر تک کلام نہ کرنا روایت شیعہ سے بہی باطل ہے۔

فاطمه فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد ونه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم و در شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه داخل کنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خانه تست و زنان محکوم اند بلکه مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس پرده بگیر و هر که را خواهی امیر المومنین بیرون آمد شیخین را پروانگی داد هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند روی از ایشان باز گردانید وگفت ای علی پرده برافکن و پرستار را فرمود تا روی آنجناب را بسوی دیوار گردانید ند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث آمدن ما اینست که خوشنودی ترا طلب کنیم واز غیظ وغضب تو خود را باز کشیم سوال ما همین است که ببخشی واز زلات ما درگذری فرمود هیچ کلمه با شما نخواهم گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم و معاملات شما را شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند وعفو وصفح را درخواستند بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رضی الله عنه التفات نمود وگفت که من حرفی با این هر دو کس نخواهم زد تا آنکه چیزی سوال بکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم شنیده اند اگر تصدیق خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند گفتند بی تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بصدق و صفا گواهی خواهیم داد فرمود قسم میدهم شما را بخدا یاد میکنید یا نه که رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم شما را وقت نصف شب بسبب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود گفتند بخدا یاد میداریم باز گفت قسم میدهم شما را که از پیغمبر خدا صلی الله علیه وآله وسلم شنیده اید یا نه که میفرمود فاطمه پاره از منست و من از ویم هر که او را ایذا میدهد مرا اذیت میرساند هر که مرا در رنج می آرد بالیقین خدا را در غضب می آرد و هر که با یذا او کوشد بعد از موت مثل شخصی ست که ایذا رساند اورا در زندگی من و هر که او را رنج دهد در حیات من هست مثل کسی که ایذا دهد او را بعد از مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم قطعًا ویقینًا شنیده ایم فرمود

الحمد للہ باز گفت کہ خدایا من ترا گواہ میگیرم و ای حضار گواہ باشید کہ این دو کس مرا ہم در
حیات و ہم وقت وفات رنج دادہ اند کلام بایشان نخواہم کرد ہیچ تا آنکہ بملاقات خدا رسم شکایت
از شما نمایم در افعال و اعمال شما یک یک بگویم پس ابو بکر بویل و ثبور گریست انتہی یہہ روایت
علل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین فارسی مین نقل فرمائی ہے
اور اسیطرح اور روایتین مین جو اسکی ہم معنے طعن الرماح سے نقل کیے گئے انسے صاف واضح
ہی کہ جناب سیدہ نے باوجود مکرر اسکے عہد و پیمان کیے اور قسم شرعی کی کہ مین ہرگز انسے کلام
نہ کرونگی شیخین کے ساتھہ کلام کی تو دعوی عموم باطل ہوا اور معنے الاصدق کلام سے انکار
کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اسکی چارہ نہین کہ جملہ متکلم کو مقید کرین اور فرمائین
کہ یہہ جملہ متکلم لفظ رضا وغیرہ سے مقید رہے اور معنے یہہ کہ شیخین کے ساتھہ رضا و خوشنودی سے
وقت وفات تک کلام نہین کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے
اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہوئین تو مخالفت امر جناب امیر کے جو امام برحق تھے
لازم آئی اور نیز اوسکی مخالف ہوا کہ من زوجہ مطیعہ شما ام ومن مخالفت تو در ہیچ چیز نخواہم
کرد - جیسا کہ روایت بحار و علل الشرائع مین مذکور ہے اہل حق بھی یہہ ہی فرماتے مین
کہ جملہ متکلم مقید ہے بقید فی امر فدک او فی ذلک المال - اور معنے یہہ کہ ابو بکر کے
ساتھہ معاملہ فدک اور اوسکے مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پہر کلام نہین کی کیونکہ جناب سیدہ
پر حقیقت اس امر کی واضح ہوگئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہین ہوتی اور یہہ ہی وجہ ہوئی
کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد مین اوس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ
مین تقسیم نہین فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اوسیطرح کرتے رہے جسطرح خلفاء
سابقین کے زمانہ مین ہوا کرتا تہا چنانچہ علامہ بحرانی صاف شہادت دیرہا ہے
ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذلک الی ان ولی معویۃ فاقطع ثلثہا مروان اس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت مین بھی مغصوب رہا اور آپ بھی

اونہین اوسی طرح کرتے رہی جس طرح خلفا رسابقین کرتے تھے یہانتک عمر بن عبد العزیز
رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کر دیا جسکی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہین جسکو ابن ہیثم
نقل کرتا ہے قالت الشیعۃ فکانت اول ظلامتہم ردہا تو اگر فدک مغصوب تہا
اور خلفا غاصب تہے تو جناب امیر معصوم بہی اس فعل مین اونکی شریک ہین پس اگر
خلفا کا کوئی فعل موافق فعل معصوم کے واقع ہوا تو اوس فعل کی نسبت اونپر طعن کرنا
درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہہ کہنا کہ خلفا مرتکب غصب حق اور جور او فاعل حرام
ہوئی گویا امام معصوم کی نسبت کہنا ہے بلکہ دو امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن نے
اس جور و ظلم کو اہلبیت سے اپنی زمانہ خلافت مین نہ لوٹایا پس جب امامین معصومین بہی موافق
خلفا کے فعل ہوئی تو وہ کیونکر محل طعن ہوسکتی ہین۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ فدک مین
حقیقت خلفا کے جانب تہی جو جناب سیدہ پر بعد سننی حدیث نحن معاشر الانبیاء کے
واضح ہو گئی تہی کہ پہر آپنے اوس معاملہ مین لب کشائی نفرمائی اور ائمہ مین سے بہی کسینی
اوسکا پہر نام نہین لیا۔ پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رضہ کے طعن مین استدلال کرنا
حضرت مجیب اور اونکی حضرت صاحب نفحات الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پہر اسپر
طرہ یہہ ہے کہ بمقتضای کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہین کہ اہل سنت نے ناچار
ہوکے مذبوحی حرکتین کین اور مصداق مثل مشہور الغریق یتشبث بکل حشیش کے ہوئی او رکذباً و افتراً
کتب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ و قوتہ اس بارہ مین
اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہین ہوسکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اسجگہ صحیح ہوسکتا ہے
اور جب اونکی علامہ ابن میثم نے لکہدیا کہ جناب سیدہ راضی ہوگئین تو یہہ کہنا کہ کذباً وافتراً
اثبات رضا چاہا کذب وافترا کو اپنی علامہ فاضل منبجر ابن میثم کے طرف منسوب کرنا ہے
اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکہیی کیسی کچہہ حرکتین مذبوحی فرمائینگی بلکہ اہل حق کو
مژدہ ہو کہ ابن میثم نے تو بعد تحریر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا وفی ہذا القصۃ

خبط کثیر من الشیعۃ وضعاف الفہم - تو علامہ سبزواری نے اعتراف فرمایا کہ اولین و آخرین شیعہ عامہ کے
مین مبتلا خبط کثیر ہین - اور اہلسنت کے خبط کا دعوی پس محض بلا دلیل ہے اگر جو صدق ہو تو ثابت کیجیے
وقد تقرر ان اقرار العقلاء حجۃ علی انفسہم فقط والحمد للہ علی وضوح الحق **قولہ** آپنے ہی عقل کو
دخل نہ دیا اور باوجود دعوی علم مناظرہ دانی ایسے ثبوت کو کہ اوس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے فخریہ تمسیداً
ہمارے سامنے پیش کیا **اقول** حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہین جب
عبارت کے مطلب کو نہ سمجہین تو ہم فارغ الذمہ ہین افسوس کہ باوجود ادعاء مناظرہ دانی
مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجہین اور الزام ہمکو دین **قولہ** غور فرمائیے کہ میری وہ
عرض جو سابق مین گذارش ہوئی کہ آپ بدون دلیل اپنے علماء کے دعوی لسانی کو تسلیم
کر لیتے مین درست ہے یا نہین **اقول** جسقدر ابحاث پہلے گذر چکی ہین انسے بخوبی واضح
ہے اور اہل انصاف و ذکاوت و دانش بخوبی سمجہ سکتے ہین کہ اپنے علماء کے دعوے
لسانی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہین یا ہم ہر ایک بحث مین جسکا دل چاہے دیکھ لیوے
قولہ تسلیم ہی نہین کرتے بلکہ اونکے معتقدات پر نظر نہ کر کے فخریہ بلکہ بطور دہمکی بمقابلہ
خصم پیش کر دیتے ہین افسوس وحیف ہے کبہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجیے **اقول**
یہ حیف و افسوس دل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت مجیب ہی کے عائد حال ہے
کہ آپکو اپنے علماء کے تقلید مین حق و باطل مین تمیز نہ رہی چنانچہ ہر ایک بحث سے واضح ہے
ہم کیا کہین اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیوین **قولہ** آپکے خاتم المتکلمین کا یہ فرمانا
واز تصنیفات طبرسی کہ بہاء الدین و امین الدین مشہور است وارد [illegible] وغیرہ - دعوی زبانی
ہے اور بدون دلیل وہ بہی قابل التفات نہین جواب تو درکنار - دعوی بے دلیل قابل قبول
خود نہین - چنانچہ جناب بہی اسی تحریر مین فرماتے ہین (تو دعوی بلا دلیل کیونکر قابل تعرض
و تسلیم ہے جواب ہی کیا لا نسلم کہنے کی بہی حاجت نہین کیونکہ دعوی بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے)
انتہی بقدر الحاجۃ - پہر تعجب ہے کہ اثبات توثیق کتاب مجاج السالکین مین جو آپکی [illegible] مجوزانہ

خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس کچھ یا یاد نرہا **قول** ہمارا دعویٰ سے اثبات رضا جناب سیدہ رضی اللہ عنہا سے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سابقہ معاملہ فدک مین روایات شیعہ سے تہا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف محتاج السالکین کے ثبوت وتوثیق پر نہین اور نہ ہمکو اوسکی اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتمدہ شیعہ مین وارد ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب سے بھی ثابت ہے اور محتاج السالکین پر بھی موقوف نہین تو اوس روایت کے وضع کرنیکا اور نام کتاب کے تراشنے کا الزام خود ہبا منثور ہوگیا کیونکہ بداہت عقل شاہد ہے کہ ہمکو کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور فقت ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا اوسی پر منحصر و موقوف ہوتا تو ایسی وقت مین احتمال تہا کہ شاید نام کتاب ازخود تراش لیا ہو لیکن جب یہہ احتمال ہی باطل ہوگیا تو ہمکو اوسکی اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اوسکی اثبات کے واسطے اسیقدر کہنا کافی ہے کہ حکیم سلامت علیخان مرحوم کے پاس بہی اور عماد الدین وامین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہے اگر بالفرض یہہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہونچ سکتا ہے اسیواسطے ہمنے نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپکے صاحب طعن الرماح کی ابطال دعوی کے واسطے کی تہی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و افترا فرماتے تہے نہ ثبوت توثیق مین کہ اوسکی ہمکو حاجت کیا اور بطلان دعوی صاحب طعن الرماح بخوبی واضح ہے۔ پہر جناب کا یہہ فرمانا۔ "تعجب ہے۔ کہ اثبات کتاب محتاج السالکین مین جو آپنے بڑی فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا بھی پاس نہ رہا یاد نہ تہا۔ محض حضرت مجیب کے خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے **قولہ** عجب نہین کہ صواقع وسیف مسلول کو ہماری ہی کتابین سمجہے ہون۔ **اقول**

سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعوونکی یہہ کیفیت ہے کہ جو کتابین ہماری روزمرہ استعمال مین ہین اونکی نسبت فرماتے ہین کہ شاید ہماری کتابین سمجہے ہون کوئی

حضرت سچ تو یہ ہے کہ یہہ آپنے کیونکر سمجھا یہہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہین کہ آپنے اجتہاد
سے پیدا کیا ہو تاہم اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہونگے تو البتہ فرشتہ کی زبانی جسکی
صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا - مگر یہہ کیا اگر آپ اپنے علمار کی فہرستون کو
جو علمار شیعہ کے بیان مین لکھین مین ملاحظہ فرماوینگے تو معلوم ہوگا کہ آپکے علمار کو تفسیر
اہلسنت شیعہ مین تمیز نہین ہے اور علمار اہلسنت کو اپنے علمار مین معدود کیا ہے
قال الفاضل المجیب - قولہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا - اقول جس
غرض سے آپنے یہہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک آپکے ہی حال کے نہایت چسپان
ہے ہم بھی صاد کرتے ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی عاقلان
خود میدانند - قال الفاضل المجیب قولہ - اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے
تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو - اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپنے ثابت کی یقول
العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - جب آدمی عقل و انصاف سے کام نہ لے
تو جو منہ مین آوے کہے مثل مشہور زبان لے اگی نہ کوانہ کہتے - لیکن اگر شرم
وحیا کی نظر سے دیکھین اور عقل و انصاف سے کام لین اور اوس وقت یہہ فرماوین تو البتہ مضائقہ
نہین قولہ مقام استدلال مین ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم الاسم مجہول
الجسم ہے اور معلوم الاسم بھی آپکے ہی علمار کے نزدیک ہے حوالہ دینا اور جب خصم انکار کرے
تو اوسکی توثیق کے ثبوت مین یہہ کہنا کہ یہہ کتاب ہماری فلان عالم کے پاس تھی اور ہماری
فلان کتاب مین اسکا نام درج ہے اور یہہ دلیل کسی عالم خصم کیطرف نسبت کرنا
اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور ہندی الٹا چور کوتوال کو ڈنڈی
اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہین اور فرماتے ہین کہ اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے
تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو - ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند - اقول
حضرت یہہ کتاب عنقا صفت سہی لیکن ہم گذارش کر چکے کہ اسکا مجہول ہونا ہمارے

استدلال کو کچھ مضر نہین ہے اور آپکا یہہ فرمانا کہ جب خصم انکار کرے تو اوسکی توثیق کے ثبوت
مین یہہ کہنا کہ یہہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکا جواب
تو یہہ ہے کہ یہہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر نہج البلاغت مین نقل کی ہے
پس یہہ اس امر کا ابطال ہے جو آپکے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعوی
کیا ہے کہ چہ مستبعد ست کہ نام کتاب خودش بدروغ ساختہ باشد - اور وضع و افترا کو علامہ
دہلوی قدس سرہ العزیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب سے استشہاد کتب متقدمین مین
موجود ہے تو یہہ کہنا کہ یہہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہین چنانچہ
اسی غلطی کے ثبوت مین ہمنے یہہ عبارت نقل کی تہی - اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے
ہین انصاف سے فرمائین جب یہہ اس کتاب کا نام صواقع وغیرہ مین مذکور ہے تو صاحب
طعن الرماح کا افترا کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنتوری کا اوسکی
تائید مین قرینہ قائم کرنا کہ جب باب سیوم مین اسکا ذکر نہین کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے
ساختہ پرداختہ ہے دونو یعنے علامہ کنتوری کے اور صاحب طعن الرماح کی خطا ہے کہ
نہین افسوس کہ آپنے یا میری گذارش کو سمجھا نہین یا سمجھکر دانستہ اغماض فرمایا کہ اصل
اعتراض کیطرف اشارہ تک نکیا اور بیفائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بحول اللہ و قوتہ
آپکی ہی غلطی آپکی ذمہ لگاتے ہین اپنے غلطی آپکو ذمہ نہین لگاتی - لیکن آپ ذرا فہم و عقل سے
کام لیجے خصم کی مدعا کو سمجہو اور ناحق واویلا نفرمائی - اس سے صاف ثابت ہو کہ ہمنے
جو عرض کیا تہا کہ اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تہا
اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اوسکا جواب ہم کیا لکہین اہل دانش و انصاف سمجھتے
ہین کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہے اور نیز اوسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا
اسلیے ترک کرتے ہین **قولہ** ہان جیسی غلطیین ہمنے ثابت کی ہین اگر ایسے
اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپکی جوابین کیسنہ تحریر ہین

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب مین لکھی گئی ہین اگر ہمارے حضرت مجیب کو شوق ہو تو اجوبہ تحفہ لاحظہ فرماوین **اقول** جسقدر غلطیان آپنے بزعم خود تحریر فرمائی ہین منجملہ انہین اغلاط کے ہونگی جنہین صفحات و اوراق لکھ گئے ہین۔ پس اُن کا حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر قیاس کر لینا چاہیئے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط بھی بجائے خود قائم رہین اور علاوہ اُن کے غلط جوابون کے غلطیان اور مزید بران ہوگئین۔ پس جسقدر غلطیان جناب نے ثابت کین گویا وہ اپنی غلطیان ثابت کین اور اپنی ہی غلطیون کی بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا **قولہ** ارادہ تھا کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیین حضرت خاتم المحدثین کے ہدیۃً نذر کرین چنانچہ کسیقدر ذہن مین انتخاب بھی کر لی تھین مگر اس تحریر مین طول ہو گیا اور بیماری نے اور عدیم الفرصتی نے مجبور کر دیا اسلیئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہین **اقول** ہمکو بھی خیال تھا کہ کچھ غلطیان جناب شہید و علامہ کنتوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے آخر مین پیش کرینگے اور ہمارے حافظہ مین موجود ہین مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے اُن خوش فہمیون کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہے جو اصول مذہب شیعہ کے لیئے بیخ کن ہین تو اب کیا ضرور ہے کہ اور اُن کی خطاؤن کا اظہار کیا جاوے اور اگر اُنکی غلطیان خصم نے تسلیم بھی کرلین تو مذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہین پہنچ سکتا ہے اسلیئے ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیون پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی تحریک ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنے سوال مین اس قصہ کو نہ چھیڑتے تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جسقدر جناب نے غلطیان تحریر فرمائی تھین اُن کی کیفیت بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیان نہین تھین بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیان تھین اہل عقل و انصاف بغور و تامل دیکھ لین **قولہ** اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ الباقی و صحبتش باقی **اقول** نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہین اور نہ ہمکو اس کے جاری رکھنے سے انکار آپنے یا آپکے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جبتک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیئے اور جب دل چاہے ختم کر دیجیے۔ ہم مامور محض ہین اور ہر طرح حاضر ہین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سلجھہ لیجیے اور فیصلہ کر لیجیے **قال الفاضل المجیب** قولہ۔ بنابران اسقدر قلیل پر اکتفا کرکے تفصیل کو دوسرے وقت پر منحصر کرتا ہون فقط والسلام علے من اتبع الہدیٰ اقول۔ جسقدر قلیل پر آپنے اکتفا فرمائی اُسیقدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر آپ تفصیل سے لکھینگے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہین والسلام علے من اتبع الہدیٰ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** جسقدر آپنے ہماری جواب مین تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منقلب کر چکے اور واضح کر چکے کہ یہ محض اوہام باطلہ وخیالات لاطائلہ تھی پس عقل و انصاف سے کام لیجیے تعصب و نفسانیت کو چھوڑیئے۔ اور ابطال حق پر نہ آمادہ ہوجیئے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ وما علینا الا البلاغ والحمد للہ اولاً و اٰخراً دائماً سرمداً وصلے اللہ علے سیدنا محمد واٰلہ و اصحابہ و ازواجہ واشیاعہ واحبابہ اجمعین۔

اسکے بعد ہماری فاضل مجیب نے دو تحریرین جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری ہین ملحق کی ہین۔ پہلی تحریر مین بجز شکوہ و شکایت طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہین فرمایا بلکہ لکھا کہ غلبیت و تقیہ کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہین۔ اور دوسری تحریر مین حدیث بخاری سے جو متضمن تاخیر بیعت تا شش ماہ اور قصد احراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ مین موجود ہے اُسکے تکرار و اعادہ کی حاجت نہین۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افترا و بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق کذبًا و افترا بحوالہ معالم التنزیل تفسیر سورہ نبین ایک نبی پر انبیا سے بت پرستی کا بہتان باندہا بل ہذا الا کذب صریح و بہتان براح۔ اول تو یہہ ہی مسلم نہین کہ ترویج دین نیت سے بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین مین کسیکی نزدیک ثابت فرمادین کہ دین غرض سے کفار کی عبادت خانو مین جانا اور انکی عبادتو مین شریک ہونا جائز ہو دوسرے یاد آتا ہے کہ مجمع البیان مین ہے کہ انبیاء کو تو تقیہ تک بہی جائز نہین۔ علاوہ ازین تفسیر معالم التنزیل مین ہرگز کسی نبی کے نسبت یہہ نہین لکہا ہے تفسیر معالم التنزیل کتاب نادر الوجود نہین ہر جگہ دستیاب ہوسکتی ہے جسکا دل چاہے حضرت مجیب کا انکے اکابر کے افترا کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تماشا دیکہہ لیوے۔

اب ہم اسکا جواب گذارش کرتے ہین جو مولوی میر محمد خانصاحب کے پہلی تحریر کے ضمن مین ہمکو خطاب کرکے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس مین بصد ادب گذارش ہے کہ آپنی اصلی سوال کا جواب عطا نفرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث مین طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا شرائط کو دلائل جو آپنے دریافت فرمائی بجا کیا۔ مگر مین نے سوال مین عرض کیا تہا کہ اپنے اصول خلافت جو کچہہ مدلل لکہین اسکا جواب کچہہ بہی تحریر نہوا اپنی گذارش کیا تہا کہ اہلسنت حقانیت خلفاء ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے بہی ثابت نہین کرسکتی غور فرمائیے کہ یہہ کستنا بڑا دعوی ہے مگر آپنے کچہہ بہی جواب ندیا۔ **اقول** چونکہ وہ محل آپکے اصلی سوال کے جواب کا نہ تہا اسلیے ہمنے تفصیلاً عرض نہین کیا تہا اور مجملاً وہ بہی موجود ہے۔ کاش آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے زائد گفتگو ہوئی تہی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چہیڑا تو اوسپر بندہ نے بہی مختصراً عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو بندہ بہی عرض نہ کرتا۔ اور انکا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب ندیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکی جواب میں
بجز اسکے کہ ہم بھی جھوٹ بولیں اور کہیں کہ آپنے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں رکھتے
جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں
بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔ قولہ
اب یہہ عرض ہے کہ اگر آپکو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم بھی حاضر ہیں
مگر شرط یہہ ہے کہ جسطرح ہمنے آپکی ہر قول کا جواب لکھا ہے اسیطرح آپ بھی ہمارے
ہر قول کا جواب تحریر فرماویں اور جو کچھہ لکھیں مدلل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف
میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو اقول اگرچہ ہمکو تطویل مدنظر نہ تھی لیکن فرمائش
سامی کے موافق آپکی ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھہ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہے
چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تعالے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہمنے شرائط ثلثہ
آپکی ہی کتب معتبرہ سے ثابت کردیں اگر یہہ مقبول ہوں تو فرمایئے کہ ان شرائط سے مشروط
کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل رد فرمایئے اور زاید باتوں کو نہ چھیڑئیے ہم
بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہہ شرائط ثلثہ کا ثبوت صرف بزعم سامی
ہی وبس ہے اور فی الحقیقت انکا کچھہ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جنابنے ثبوت شرائط ثلثہ میں تحریر
فرمائی تھی انکو ہم بدلائل رد فرما چکے ہمکو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرماویں یا طول
دیں نہ ہمکو آپکی تطویل کا کچھہ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح
ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپکو اس تحریر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہمکو کچھہ شکایت نہیں۔
اقول اگر آپ ناخوش نہوں اور میری نقلی دلیل پر محمول نفرماویں تو میں واقعی بلا انصاف
عرض کرتا ہوں کہ آپکی یہہ تحریر ہرگز قابل جواب والتفات نہ تھی اور میرا ہرگز دل نہ چاہتا تھا کہ اسکی جواب میں
قلم اوٹھاؤں اور اپنا تضییع اوقات گرامی کروں ابتدا سے وسطی ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ تک اسکی تحریر میں تعلل کرتا رہا آخر جب جناب حاجی صاحب
نے اور میرا کوئی عذر قبول نہوا تو بکراہت وسط ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ اسی بالتزام جواب لکھنا شروع کیا۔ ذیقعدہ سے پیشتر ہی چند اجزاء

متفرق طور پر تحریر کر چکا تھا مگر ۵ سلخ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو لازم و متحتم کر کے آج کہ چہار دہم جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ ہے بحول اللہ وقوتہ اسکو ختم کر دیا آئندہ بھی مجکو ترک و تحریر مین کچھ دخل نہین ہے اگر آپنے اسکے جواب پر قلم اٹھایا اور مجکو اُس کی تردید کا ایما ہوا بشرط زندگی انشاءاللہ تعالی مین قطعاً اُس کا جواب لکھون گا ورنہ مین عرض کر ہی چکا ہون کہ ایسے خرافات و مہملات کے جواب مین قلم اٹھانے کو مین سراسر تضیع اوقات تصور کرتا ہون **قولہ** صرف آپ خلافت خلفاء ثلثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرما دیجے **اقول** بحول اللہ وقوتہ ہم خلافت خلفاء ثلثہ کو آپکے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہین آپ اُس کو عقل و انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما دین اور آپکو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسئلہ امامت فروع مین سے ہی پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرما دیجے خلاف عقل ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہوگا تو موجب عدم قطع کو ہوگا اور یہ خود فروع مین ضرور نہین بلکہ فروع کے ثبوت مین صرف ظن کافی ہے۔ بااینہمہ ہمنے بلا اختلاف خلفاء ثلثہ کے خلافت کو آپکی اصول پر ثابت کر دیا ہی اور واضح رہے کہ اختلاف منفی سے وہ اختلاف مراد ہی جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفسطیات کا انتفاء تو ثبوت بلکہ الٰہیات مین بھی ممکن نہین **قولہ** غور فرمایئے کہ ہم کہانتک وسعت دیتے ہین یہ بھی اس صورت مین ہی کہ آپکو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی **اقول** اگر جناب کو وسعت ہی پسند خاطر ہی تو لیجیے ہم بھی وسعت دیتے ہین کہ آپ زاید باتونکو ترک فرمایئے اور صرف امامت کا اصول مین سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمایئے یا امام کے لئے صرف عصمت ہی ثابت کر دیجے شرائط ثلثہ تو آپ کیا ثابت فرمائین گے۔ اور اگر آپ تحریر کے تطویل سے گھبراتے ہون اور بیماری و عدیم الفرصتی سے مجبور ہون تو ہم آپکو ایک عمدہ تدبیر بتلاتے ہین کہ آپ ہمکو تحریر فرما دین ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہین کہ انشاءاللہ تعالی ہم آپکو کسی قسم کی تکلیف نہ دین گے اور یہ

اس صورت مین ہی کہ آپکو یا آپکے شفیق کو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی ہمکو کوئی شکایت نہین ہمنے یہ صرف اسی لیے عرض کیا ہی کہ آپکی تحریر سے مترشح ہوتا ہی کہ اہل سنت کی ہیبت سے آپکے دماغ مین یہ سمایا ہوا ہی کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ مین مخالفین مین سے کسی کو مجال دم زدن نہین پس اگر فی الواقع آپکو یہ خیال ہوا ور اہل سنت کی نسبت آپ خیال کرتے ہون کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہین کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپکو اختیار ہی

قولہ آخر مین بصد نیاز یہ ہی گذارش ہی کہ اگر اس تحریر مین غلطی و سہو ہوا ہو تو بنظر اصلاح ملاحظہ فرماوین کیونکہ مجھ جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہین کہ اس بحث مین جو علمار اعلام کا کام ہی کچھ لکھے محض اپنے شفیق دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا

قول یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہی ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہین پیش کرتا ۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہی پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اُس کے موافق ہمنے حکم کی تعمیل کی اور جو کچھ نظر سرسری مین پائین قابلِ اصلاح آئین بصد ادب عرض کردی ۔

قولہ یہ بھی عرض ہی کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عنداللہ معاف فرماوین میری غرض آپکو یا کسی کو رنج پہنچانے کی ہرگز نہین ہی خداوند تعالی علیم ہے مگر آپ جانتے ہین کہ مباحثہ مذہبی مین احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہین جو ناگوار طبع مخاطب ہون ۔ والسلام خیر ختام ۔ سراپا عیب و شین فرزند حسین عفی عنہ ۔ ۲۷ محرم الحرام ۔ مطابق ۶ نومبر ۱۸۸۵عیسوی

اقول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و الطاف اور کرم و اخلاق سامی ہی ہر چند بندہ نے بھی التزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتی الوسع تحریر نکرونگا تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو للہ معاف فرماوین کہ میرا قصد بھی ہرگز رنج رسانی کا نہین ہے خداوند تعالی مجکو اور آپکو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی
اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ واحبابہ اجمعین

قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطایا والعصیان
کثیر الذنوب والاثام **خلیل احمد**
وفقہ اللہ للتزود لغد عند اقامتہ
فی بہاولپور صانہ
اللہ عن الفتن
والشرور

سابع عشر شہر جمادی الاولی سنۃ الف وثلثمایۃ واربع من ہجرۃ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

انتباہ

اثنائے تحریر رسالہ ہذا مین حضرت مجیب مخاطب کا رسالہ مسمے حسن المقال جو بجواب انجام مولفہ مکرمی پیرجی **عنایت احمد** صاحب سلمہ قدوسی گنگوہی کے تالیف ہوا بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پہونچا اوسکی دیکھنے سے حضرت مجیب کا پایہ علم وفضل اور مرتبہ انصاف اوربہی بخوبی معلوم ہوگیا - چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر بحثین ملی جلی ہین اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن مین بہت سے چھوٹے اور بڑے مسائل مین گفتگو آجاتی ہے اور یہہ رسالہ ہدایات الرشید بہت سے مسائل خلافیہ کے بحثون کو شامل ہے جو تفصیل اوسمین لکھے گئے ہین - لہذا حسن المقال کے اکثر اور بڑی بڑی بحثونکی جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید مین آگئی ہین لیکن حسن المقال کے وہ بعض بحثین جنکا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے بحثون کے ساتھہ نہ تہا اونکا جواب اس رسالہ مین نہ تہا - ارادہ یہہ تہا
کہ خاتمہ رسالہ پر حسن المقال کے اون بحثونکا جنکا رسالہ ہدایات مین جواب نہین لکہا
گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکہونگا اسیواسطے اثنا ابحاث رسالہ ہذا مین اونکی تردید
کیطرف ایما اور اونکی ضمنی ذکر کابہی اتفاق نہین ہوا - بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم ہوا
کہ جامع بین المعقول والمنقول حاوی فروع واصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا
مولوی مشتاق احمد صاحب دام اللہ فیوضہم ساکن قصبہ انبہٹہ ضلع
سہارنپور منزل لدہیانہ جو میرے بڑے مہربان ومخلص مین اوسکا جواب جو ایکا نام بہی
تحصیل المنال باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرمارہے ہین - لہذا اس خیال سے
کہ تحصیل المنال حسن المقال کے جواب مین کافی اور اوسکی تردید سے مغنی ہوگا - اور نیز
بجائے خود یہہ رسالہ ہدایات بہی کسیقدر طویل ہوگیا تہا بندہ نے اپنا ارادہ اوسکی
تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تہا ملتوی کردیا - ہان حضرت مجیب نے
حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتین لکہکر اپنی کمال تقدس اور تدین پر شہادت
دی ہے اوسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ دل چاہتا تہا کہ ہم بہی چند عبرت انگیز
واقعات جو اولین وآخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کرین
چنانچہ ابہی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے
بعد جو اہیہ بعض اعیان ملتان کے یہان پیش آیا تقریبًا اوسیکا نمونہ ہے جیسا بعض
ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعدار کو پیش آچکا ہے - لیکن اہل دین ودیانت کے
نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہین نہ شماتت
کے لیے اسلیے ہمنے اسکو شعبہ نفسانیت سمجہکر محض خداوند تعالے کے خوف سے
ترک کردیا اور اسپر قلم نہین اوٹہایا - سبحانك وبحمدك اشہد ان لا الٰہ الا
انت استغفرك واتوب الیك اللہم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ... لا الہ الا انت

تصدیق

از جناب قدسی ماٰب فیض انتساب قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین عارج معارج ارادت والایت ناہج مناہج انوار ہدایت آموزگار تلقین و تسلیم مرشد صراط مستقیم پیشوای اصحاب طریقت مقتدای ارباب حقیقت گم گشتگان منازل الیقین رہبر قافلہ سالار مراحل حق الیقین مجاز شناس حقیقت دان خلوت پسند جلوت بیان جرعہ نوش وحدت الوجود والتجرید شیخنا شیخ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ اللطیف سجادہ نشین چاچڑان شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرقہ ضالہ مضلہ شیعہ رافضیہ مین تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق ملت قدیمہ اہل سنت وجماعت کے ہے میں بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہون کہ جو جو مولوی صاحب نے لکھا ہے فی الاصل یہ صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی اتبع الہدیٰ۔

العبد

خاکپاے فقرا غلام فرید چشتی حنفی عفی عنہ بقلم خود

تقریظ دلپذیر و تحریر بے نظیر بصنعت یکہ از ہر فقرہ اش سنہ ۱۳۱۶ ہجری معلی
ہویدا میشود چکیدہ قلم یاقوت رقم ناظم رنگین خیال نادرہ عدیم المثال
سیاح بحر نکتہ دانی سیاح اقلیم بیان و معانی اسوۃ الکاتبین مولوی
عزیز الدین صاحب خوشنویس حضور سرکار ابد قرار والی ریاست بہاولپور خلد اللہ ملکہ

۱۳۱۶

ھو العزیز الغنی الماجد

حبذا این کتاب کمال ✤ بافضل قادر بیہمال ✤ وبعنایت عام سید الانام و صاحب
الحسام والقلم ✤ وبعزت چہار یار و آل امجاد اہل جود و کرم ✤ چہ کتابیکہ ہر حرفش مودب
وچہ کلامیکہ معانی او مفصل و مہذب ✤ پر از مدح و خوبی چہار یار ✤ در توصیف
آل مبارک واطہار ✤ از ہر نقطہ او مہر بر دل شیعیان ✤ یا ہر الف او تیر در دل حاسدان ✤
بجہت اما میہ تیر عقیدہ ✤ و خوارج از جبر رنجیدہ ✤ پی رافضیان ناوک
زرین ✤ بلکہ تفنگ و رد از بہر ہر بدین ✤ منشور شہادت ✤ یا توقیع رحمانیت ✤
زیب دہ مجلس عالمان ذوی العقول ✤ و تیرگی افزای دل کافہ حاسدان نامعقول ✤
اہل مذہب یکسر مذہب ناحق ✤ الحق مشاہدہ قدرت حق ✤ تیر ادب بجگر دشمنان
ادب ✤ و در سینہ بدمنش حسا ہم تعب ✤ و دران رد اہل التشیع ✤ بمدایح خوب
شنیع ✤ جابجا عبارتش فصیح ✤ بوجہ احسن ✤ و بخصم مجیب زہی جواب دندان
شکن ✤ و داغ دل اہل نفاق ✤ تحفہ ارمغانی اہل مذاق ✤ کلیہ خیالات عقل ✤

مبسوط از ثقات نقل ✤ روایات او مستند از کتب امامیہ ✤ چہار زیب و تحسین مقلدان
مذہب حنفیہ ✤ جہان آرا نسخۂ رنگین ✤ نکتۂ نادر دلنشین ✤ منشور سخن ✤ رنج
بزطن ✤ سبحان اللہ چہ کلامیست بیے بدل کہ از دید و شنید بعید ✤ و نام نامی آن
کلام ہدایات الرشید ✤ از تالیف منیف عالم علیم ربانی ✤ امام ائمہ و حافظ
کلام یزدانی ✤ رکن و حامی دین خدا و رسول ✤ راست گو عالم معقول و منقول ✤
وحید الدہر شریعت پناہ ✤ مستند و طریقت آگاہ ✤ قاری با ادب و حاجی
حرمین شریفین ✤ مقبول و معزز بخالق دارین ✤ سرور فقہای مبارک خصال ✤
و سید المحدثین بے مثال ✤ جناب قدس مآب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب ✤
عالم اہل دین دام بالفیوض والمواہب ✤ حسب ارشاد و امداد جناب معلی القاب
قدسی نژاد والانہاد ✤ قدوۂ دودمان نبی و زبدۂ خاندان علی سید صاحب داد ✤
مہل خاندان سیادت ✤ ثمرہ دودمان نجابت ✤ منبع فیض ندیم سلطان ✤
افضل الناس سبب امن و امان ✤ اخلاص کیش و محسن من ✤ مراد جہان فیض دہ
زمن ✤ زہی قربان بر چار یار رسول ✤ وہی آن مطیع آل رسول مقبول ✤
سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک مظہر جود ✤ شکر ادیکی از یک
بہیچ وجہ نتوانم نمود ✤ زیادہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا ✤ واز قصور و ریب
المنون مجہدار دوی را ✤ بمطبع قدوسی طراز طبع گرفتہ ✤ و بسعی جید
عبد القدوس رونق یافتہ ✤ حلیہ اتمام پوشیدہ پسند دل دانا گردید ✤ در
دیدۂ احباب لقین سرمۂ نور کشیدہ ✤ التماس بجناب والا طبعان ستودہ آئین ✤
بصد عجز و بہزار نیاز از نیاز مند عقیدت گزین ✤ و احقر العباد نیاز آگین
عزیز الدین عفی عنہ میرود ✤ کہ باینچنین سباق طرز کلام بے محاورہ میشود ✤ اگر
بنگاہی خطای و سہوی فہم نمایند ✤ از راہ والا منشی و آگہ دستے معاف فرمایند ✤

ولہ قطعہ تاریخ کہ از ہر چار مصرعش چہار سنہ جدا جدا پیدا میشود

بفضل اللہ کہ این نسخہ کام جان	شدہ تم بالخیر بی طعن ریب
عیسو ۱۸۹۰ ی	بکرمی ۱۹۴۵ ے
ز ہر چار مصرع سنش بین جدا	زہی طبع شد نسخہ بی نیل عیب
فصلی ۱۲۹۶	ہجری ۱۳۰۶ ے

ولہ قطعہ تاریخ بصنعت زُبُر و بینات

حضرت مولوی خلیل احمد	کرد تصنیف این رسالہ نو
ہر چہ گفت او بمذہب اسلام	بر خلاف عدو ز کتب عدو
گشت زو چاک سینۂ حاسد	کہ نگیرد بہیچ رستہ رفو
سال تاریخ او چو می جستم	آمد از غیب این ندائی نکو
ای عزیز از بینات و زُبُر	بجواب کتاب شیعہ گو

جدول زبر و بینات — مادہ تاریخ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۳۰۴

قطعہ تاریخ نتیجہ کلک گوہر سلک مولوی فیروز الدین صاحب خلف الرشید مولانا مولوی غلام علی صاحب مغفور تلمیذ و خواہر زادہ مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس معروف ساکن گوجرانوالہ حال ملازم سرکار فیضمدار دولت بہاولپور دام اقبالہ

حضرت مولانا خلیل احمد	فاضل و ہم حافظ و عالم ادیب	حامی دین حاجی بیت الحرم	ماحی شرک است خدا را حبیب
حاوی معقول و محدث فقیہ	جامع منقول منصر لبیب	از پی تردید دلیل مجیب	کرد چہ تصنیف کتاب عجیب
صاف کن باطن اہل حسد	نور دہ دیدہ صاحب نصیب	فکر چہ فیروز نمودہ لبیب	از پی تاریخ بطرز غریب
	داد بما ہاتف غیب این ندا	سرمہ پی دیدہ فاضل نجیب	

ایضاً اردو

الحمد خوب چھپی کتاب اکمل ۱۳۰۶	سال و سکا مرشد نے بنایا	تقسیم حق کی کتاب نادر	اسنادر ثان جلیل محمد

تقریظ للحبر النحریر المتبحر وحید العصر فرید الدہر عمدۃ السالکین اقوم المسالک عبد المالک خلف الرشید لمولانا المولوی محمد عالم صاحب ساکن قریہ تھوڑی قریۃ من قری گجرات فیحاء ابدہ من دلربستان العلوم کما ولفور صانہ اللہ تعالی عن الشرور والفتور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا ند لہ ولا ضد فی انعم علینا بکتابہ المبین المجید الکبیر بالوعد والنذر والوعید وارسل خلیلہ الاحمد وجبیہ الحمد المحمود الحمید بالبراہین القاطعۃ والحجج الساطعۃ ہدی لکل شقی وسعید ولقد ہذا الزمان وقت تاعت اقوال البعض اہل البطلان من اہل التشیع بالتشنیع علینا ولجلبوا بخیلہم ورجلہم علینا ان تدعوا الاصحاب دعا وانداعوا عن الحق لنا وما کلامہم ہذا ونا انہم ہدہ حتی ذاع طعنہم فی الغباء وشاع طعنہم الی الحق قام من ارحکم وما عنہم للامام الہمام والعالم الطمطام والفاضل القمقام جامع لعلوم النقلیۃ والعقلیۃ مولانا المحدث الفقیہ الاوحد وحضرۃ الحاج الحافظ الاجل المولوی خلیل احمد المکنی بابی ابراہیم لا زالت شموس فیوضہ بانفہ تفضل اللہ الرحمن الرحیم بحر بیحر جوابہم وازالۃ شکہم وارتیابہم حتی قام فی اعمال البراہین کالرمش بالعم الرصین من ازواقاتہ البہیۃ کانت مستقلۃ بالدرین لا حضرۃ تحیۃ باتوالہم ورد براہینہم عما بعدہم کتاب ما صنف مثلہ احد وقد اصلح ما فسد فہذہ تذکرۃ لمن یخشی تعرشاء اتخذ الی ربہ سبیلا وقد ہتف الہاتف عن الخطاؤ بالتجہیز انہا اصبحت خیرا مورخا لاختتام الکتاب لما تستفیح بہا المقلولین عن الغد واستیصال تلک الحسابات المعتلۃ من العلۃ وجدت تاریخ الطباع ہدایات الرشید من کتاب

منظوم	اللہ المبین المجید لا زالت تحمینا بابید اتہ کتب احکمت ایتہ ۱۳۰۴	تاریخ

معید نشر الی ہل المنطق	الکتاب مجید ہدی للانام	کسیف قصیب منہ الفتن	کتاب کریم بردالروافض
اشرف بالخلا تمدو المنن	وسیع بلیغ اریب ادیب	خلیل النبی فرید الزمن	لعلامۃ الفاضل الیلمعی
تشویر تحیب وحب احسن	وقاہ وداد الخصیم خمیصا	کاسم الفتی فیہا باللسن	نسو الحافظ الاکمل الموذعی

[illegible]

قد احتج فیه بنص صریح	فمن یرتقب عن نصوص کهن	ینبع الرشاد ویبلی عوا الضلال	ویسحی الجهل ویلقی الغبن
باظهار حق معانی الکتاب	کما زهار وهر باعلی الفنن	ویا طالب الحق انظر الیه	دع الجهل فرالزین والوهن
سیشفیك من کل داء الشکوك	کما کل الحقائق یشفی البدن	وینهاك عن کل فحش ومنکر	ویهدیك حقا ویقضی الشجن

ایضاً — بتاریخه قال عبد الملك کتاب الخلیل مجید واحسن ۱۳۰۳ — فارسی

جناب مولوی صاحب مکرم	ادیب و فاضل و مقبول و زاہد	خلیل احمد که او رئیس ثانی	باخلاق و باوصاف و محامد
مرتب کرد دُرّ رد روافض	کتابی را به برہان و شواہد	حروفش جمله در سلک سطورش	درخشان است چون لعل و فرائد
چو تحریرش بعالم گشت رائج	متاع خصم او گردید کاسد	مخالف ہر چه بربست الزام	نموده بر مخالف جمله عاید
	رہی تاریخ طبعش گفت مالک	ہدایات الرشید از بہر عاند	

قطعه تاریخ از طبع قادر ذوبن نقاد عالم اکمل و فاضل علیم البدل سیادت دستگاہ جناب سید محمد زمان شاہ صاحب قصوری و خیرپوری متخلص بہ ناز تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ العالی

جناب مولوی صاحب معظم	شفیق مہربان سنیان ہے	غنیمت ہے وجود انکا جہان مین	وجود انکا جہان مین مثل جان ہے
وحید العصر ہین علم و شرف مین	فضیلت مین نظیر انکا کہان ہے	ہدایات الرشید ان کا رسالہ	بہت عمدہ دلائل کا بیان ہے
جواب اسمین عجب مذہب شکن ہین	کہ شیعہ طعن سنی کو تو زبان ہے	برائے دوستان ہر شکل گل کی	بشکل خار بہر دشمنان ہے
جزاہ اللہ فی الدارین خیرا	کہ ممنون آپکا سارا جہان ہے	نیازی نے لکھا بجہت کی رو سے	کلام دلپذیر عاقلان ہے

تقریظ منظوم کتاب مستطاب منجانب مجیب الطبوع حافظ محمد عبد القدوس قدسی غفر اللہ له ولوالدیه واحسن الیهما والیه - مالک مطبع قدوسی - و اخبار صحیفه قدسی دہلی

زبان خامہ وقف حمد حق ہے	مگر ہیبت سے اسکا سینہ شق ہے	دراز زیر زمین گو ہے روانی	ہوئی جاتی ہر تو بھی پانی پانی
کنوؤن کی آنکہ ڈر سے چشم تر ہے	چمن مین کانپتی شاخ شجر ہے	بہی جاتے ہین دریا ہوکے پانی	سمندر بھول بیٹھا ہر روانی
اُسے یکسان ہر قربت ہو کہ دوری	برابر ہی اُسے فصل حضوری	اُسی کے ڈر سے کاہیدہ ہوا کاہ	ہوا چلتی ہر کہتی اللہ اللہ
وہ دیکھو دھوپ پر چھائی ہر زردی	بگولے کرتے ہین کوچہ گردی	چیخ کر بجہاڑ مین کہتا ہے دانہ	الٰہی مجکو دوزخ سے بچانا
سمٹ کر تل بنا رخسار کا خال	رخ گلگون مین آخر آگیا بال	نفس بھی دمبدم زیر و زبر ہے	کمر باندھے ہوئے ہر دم کمر ہے
اُسیکے حکم مین چلتے ہین تارے	حباب اسکی سمجھتے ہین اشارے	زمین و آسمان سب اسکے منقاد	ملک جن و بشر حور و پری زاد
طبیعت ہر جو مضمون کے حامی	مجھے یاد آگئے دو شعر جامی	زبام آسمان تا مرکز خاک	اگر صد رہ بپاید وہم ادراک
فرود آید ز بالا اشتا بند	زحکمش ذرہ بیرون نیابند	سحاب رزق اسکا سب پہ برسا	نہ ترسا تک کبھی وقتی کو ترسا
جہنم خلد اُسکے ہات مین ہے	سکت اتنی کسی کی ذات مین ہے	خدا کی کبریائی کی نہین تھا	وہی ہوگا وہی ہر اور وہی تھا
ادا اتنی ہی نے کی کچھ حمد باری	تو اب نعت نبی کی آئی باری	ہوا ہر نعت کا یہ کس کی آہنگ	کہ ہی طرز بیان کا اور ہی رنگ
طبیعت خود بخود دوڑی کلی چون	سمند فکر کیون ہوتا ہے پویان	مگر ذکر شہ ختم رسل ہے	شروع نعت ہادی سبل ہے
محمد ابن عبد اللہ کی نسبت ہین	رسول اللہ ختم الانبیا ہین	مرہین اقلیم حق کے شہنشاہ	ہر صراط مستقیم ان کی گذرگاہ

قطعه تاریخ - از جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب فقیر سلمه الله الکبیر

چون ز اقلیم درین این تالیف ✦ گرد بردار حرب شیعه نزد دل ✦ از سمی خلیل چون نه بود ✦

عسکری خاسته تیغ و سنان ✦ برنیاید کس بجز افغان ✦ اینکه مطرود رفض شد زجهان ✦

وہ سجاد لدی اسی کا مرس
وہی احمد وہی محمود ہی ہین
انہیں سے ہوئی کون [illegible]
ہر ایک بعد ہیم مقصود خاصہ
وہ پہلے جانشین مصطفے ہیں
جو ثانی ہین وہ ثانی عمر ہین
سیاہیں سے [illegible] کے گرجا
ہین عثمان [illegible] حیادار
کہاں ان سے ہر باب سے مرگز
علی مرتضی ہین بعد سب کے
حسن ہین حسین [illegible]
وہ قائل کی ہیں [illegible]
نہیں حاصل ہے وہ معقول منقول
جلیل احمد ہے انکا نام نامی
ہے بیانہ سب کا ایک [illegible]
وہ کرتے ہیں حریفوں کو دوبارہ
دلائل اور [illegible]
جو مقبولوں پہ کرتے ہیں مرا
نہ آئے محرم مین جو نشا
ہر جہکا رونا سب طرف ہے
تضاد ائمہ ہین وہ بارہ
ہر نقش ترک جسکو دل پہ کندہ
لکھی ہین یوں جوابات حقیقی
عرض جو کیہ کہا جا لکھا کر
زیادہ سی کو فکر سال پیدا
دہا انکہیں بلا کر بات [illegible]

وہ شمع دین شفاعت پر [illegible]
وہی حامد وہی مسعود ہی ہین
انہیں سے قرب ہر [illegible]
کرو [illegible]
وہ کاتب [illegible]
رسول حق کا بندہ ہیں [illegible]
کلیسا سے کہا [illegible]
دو شوی سب [illegible]
نہیں لائی وہ تاب سے مرگز
ہین ہر دو لیا [illegible]
رسول اللہ کے یاروں پہ یار
وحید دہر شان علم [illegible]
کہ دشمن [illegible] معقول
[illegible] گرامی
کیا دم مین جامع حصہ [illegible]
سر اعدا [illegible] اجارہ
یکو [illegible] تکمیر
ہر سب دشمن جہکا [illegible]
کیا جسنے عقیدہ [illegible]
ہر گالی جسکے [illegible]
جدا ان سے ہے [illegible]
کرے ہے [illegible]
گیسی [illegible] حقیقی
کہہ ہر حرف تو [illegible]
کہ سچے [illegible]
جلیل احمد نے [illegible]

وہی ہیں مصدر امر ذاتی
وہی نکری عالم کا سبب ہیں
[illegible]
[illegible] اسکو تحقیق
وہ یار غار رحمۃ المرسلین ہین
[illegible]
[illegible] کاری
[illegible] کیونکر
وہ [illegible] شہادت
خلافت ہین [illegible]
جو اجب [illegible] مقابل
حدیث و فقہ و تفسیر [illegible]
وہ حافظ ہین وہ حاجی ہین [illegible]
ہر [illegible]
وہ مومن [illegible] عالم ہو
ہر [illegible] العبد [illegible] رسالا
[illegible]
جو ہے [illegible]
وہ صاحب [illegible]
بیان کرتے ہیں جو [illegible]
ہوا گویا کلام اللہ [illegible]
دکھائی [illegible] دلی
ہر [illegible]
یہ سچ ہو وے [illegible]
مخالف [illegible] جواب
ہوئی سال [illegible] نمایان

وہی بیشک ہیں محبوب الٰہی
وہی [illegible] کا سبب ہیں
درود ان پر سلام [illegible] الٰہی
[illegible]
وہی مصداق آیا [illegible]
[illegible] دنیا [illegible]
کیا اسلام کو عالم میں جاری
[illegible]
[illegible] شہادت
نبی [illegible]
[illegible] ایک قابل
علوم و نصل [illegible]
وہ گلزار [illegible]
جلیل [illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ جس [illegible]
ہر [illegible]
ہر [illegible] کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ چہوڑیں [illegible]
عدو موجا [illegible]
ہوا [illegible] شادی
تو جب [illegible]
کہ تہا [illegible] محکوتاں ہی

ایضا			
ہوا انجام العبد اللہ سیرسر	قیامت میں شفاعت کا [illegible]	الٰہی قدسی [illegible] تاریخ	قطعہ تاریخ

ایضا قطعہ تاریخ [illegible]

سند راہ ما عبد اللہ [illegible]	کردنا [illegible] امام [illegible]	[illegible]	[illegible]

قطعہ تاریخ ابجد و مظفر حسین کاتب کتاب ہذا برادر زادہ مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس [illegible]